فیہا نور و ھدیٰ

درس القرآن

فرمودہ

حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

خادم الدین محمد فخر الدین ملتانی مالک کتاب گھر قادیان

نے

چھپوا کر شائع کیا

جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

اکتوبر ۱۹۳۲ء

احباب ایک نظر اس کو پہلے ضرور پڑھ لیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

کہ آج بفضلہ وبعونہ تعالیٰ اسکے مقدس کلام کو مترجم صورت میں چھپوانے کی چوتھی مرتبہ سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ خدا اسکے کلام نے دنیا میں پھیلنا ہے۔ اور وہ پھیل کر رہے گا۔ مگر خوش قسمت انسان ہے وہ شخص جسکو اس مقدس کام کی خدمت گذاری کا تھوڑا بہت حصہ نصیب ہو۔ میرے واقف حال احباب میری بے بضاعتی اور عدم استطاعتی کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اتنی زیر باریوں اور مالی مشکلات میں مبتلا انسان اتنے بڑے اہم کام کو شروع کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے نازک وقت جبکہ عالمگیر کساد بازاری اور بیکاری اور بے روزگاری چھائی ہوئی ہے۔ اور عالمگیر عدم اعتماد کی وجہ سے دنیا کی کے کاروبار نہ صرف بند ہو رہے ہیں۔ بلکہ بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ پس ان ناموافق حالات کی موجودگی میں میرے ذاتی حالات اور معاملات ایسے مخدوش اور لاینحل ہو رہے تھے۔ کہ بجائے کوئی نیا اور اہم کام شروع کرنے کے موجودہ کاروبار کا قیام بھی قریبًا ناممکن ہو رہا تھا۔ اور ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ سات ہزار سے زاید کا مقروض آگے آمدنی کی کوئی صورت نہیں۔ قرضخواہوں کے زشت تقاضے شروع۔ میرے جیسے کمزور اور نحیف انسان کو کچل ڈالنے کے لئے کافی سے زیادہ تھے۔ مگر میں خدائے علیم کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس نازک وقت میں اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی مقدس ذات کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مگر یہ توفیق میرا تجربہ اور ایمان ہے۔ اسوقت ملتی ہے۔ جبکہ انسان دنیاوی امیدگاہوں سے بڑی بڑی ناکام کوششیں کر کے تھک گیا ہو۔ ایسے نازک وقت میں وہ مضطر انسان اپنے مالک حقیقی کی طرف رخ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے مضطر بندہ کی سنتا ہے۔ جو ایسے اضطرار کی ظلمت میں قبولیت کا نور چمک کر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان بخشتا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اب کی مرتبہ پہلے سے زیادہ مشکلات تھیں۔ اور قبولیت دعا میں بھی پہلے سے زیادہ وقت لگا۔ مگر خدا کا یہ فضل ضرور میرے شامل حال رہا۔ کہ اس دیر میں میں کبھی مایوس اور ناامید نہیں ہوا۔ بلکہ اس دیر کو میں اپنے گناہوں کی کثرت پر مبنی یقین کرتا رہا۔ پس خدا رحمان رحیم نے اپنے وقت مقررہ پر مجھ سیاہ کار کی سنی۔ اور غیب در غیب ذرائع سے میرے لئے ایسی آسانیاں پیدا کر دیں۔ کہ میں نے نہ صرف اس مقدس کام کو ہی سرانجام کرنے کی توفیق پائی۔ بلکہ سابقہ قرض سے بھی کچھ مزید عرصہ کے لئے سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ اور یہ سب کچھ اس قرآن پاک کی ناچیز خدمت کے طفیل مجھے حاصل ہوا۔ ورنہ من آنم کہ من دانم

میں ایک بہت بڑی فروگذاشت کا مرتکب ٹھیرونگا۔ اگر میں اسجگہ اپنے ان محسنوں کا ذکر نہ کروں۔ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے میری مشکلات کا احساس القا کیا۔ اور انہوں نے اپنی اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس اڑے وقت میری امداد میں حصہ لیا۔ سب سے اول میرے قدیم

مختصر فہرست مضامین درس القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

کے فرمائے ہوئے درس القرآن کے نوٹ

پارہ الٓمٓ

سورۃ الفاتحہ

(۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام!)

تمہید اس سورۃ شریف کی بہت سی تفاسیر لوگوں نے لکھی ہیں ہماری گھر میں اس سورۃ کی ایک قلمی تفسیر باریک لکھی ہوئی ساٹھ جزو کی تھی۔ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے تین مبسوط تفسیریں اس سورۃ شریف پر لکھی ہیں۔ جنمیں سے ایک اردو میں ہے۔ اور کتاب براہین احمدیہ میں ہے اور دو عربی زبان میں ہیں۔ ایک کا نام کرامات الصادقین ہے اور دوسری کا نام اعجاز المسیح ہے۔ وہ بڑا خوش قسمت ہوگا جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے کہ وہ کم از کم ان تین تفاسیر کا مطالعہ کرے۔ میں اس امر کی طرف تم کو خاص توجہ دلاتا ہوں۔ جو عربی نہیں جانتے۔ وہ کم از کم اردو کو پڑھ لیں۔ عبدہ مصری نے بھی ایک کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں الگ لکھی ہے اور ایک ضخیم کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں صدر الدین قنوی نے لکھی ہے:۔

نماز میں ضروری بچپن سے لیکر اس بڑھاپے تک جو کچھ میں نے تحقیقات کی ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے (خواہ انسان الگ نماز پڑھتا ہو خواہ جماعت کیساتھ کسی امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو۔ ہر دو صورتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے؛ (حضرت مسیح موعودؑ کا بھی یہی عملدرآمد تھا۔ ایڈیٹر)

تعداد رکعات چونکہ سورۃ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اسواسطے ایک مسلمان دن رات میں سورۃ فاتحہ عموماً ۸۰ بار

پڑھا بتلاتے یا کم از کم ۴۰ بار۔ کیونکہ رکعات کی تفصیل یہ ہے۔

فجر۔ سنت ۲۔ فرض ۲۔	۴
ظہر۔ سنت ۴۔ فرض ۴۔ سنت ۴۔	۱۲
عصر۔ سنت ۴۔ فرض ۴۔	۸
مغرب فرض ۳۔ سنت ۲۔ نفل ۲۔	۷
عشاء۔ فرض ۴۔ سنت ۴۔ وتر ۳۔ نفل ۲۔	۱۳
میزان پانچ نماز۔	۴۴
اشراق ۲۔ ضحٰی۔ ۸	۱۰
تہجد۔ ۸	۸
میزان کل	۶۲

زوال ۴۔ تحیۃ الوضوء ۲۔ تحیۃ المسجد ۲۔

اگر اشراق اور اوابین کے نوافل انسان نہ پڑھ سکے اور ایسا ہی ظہر، مغرب اور عشاء کے نوافل بھی نہ پڑھ سکے اور ظہر، عصر اور عشاء کی سنتیں بجائے ۴ کے ۲ پڑھے تو تہجد ملا کر پھر بھی ۴۰ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

سنتوں کی تاکید

بڑے بڑے تجربہ کاروں کا قول ہے کہ جو لوگ مستحب کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ سنتوں کے تارک ہو جاتے ہیں اور جو لوگ سنتوں کے تارک ہوتے ہیں وہ رفتہ رفتہ فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں اور فرائض سے غافل ہونے والے کے واسطے فتویٰ سخت ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عادت تھی کہ آپ فرض پڑھنے کے بعد فوراً اندرون خانہ چلے جاتے تھے۔ اور ایسا ہی اکثر میں بھی کرتا ہوں۔ اس سے غالباً بعض نادان بچوں کو بھی یہ عادت ہو گئی ہے۔ کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد فوراً مسجد سے چلے جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ پھر سنتوں کی ادائگی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت صاحب (علیہ السلام) اندر جا کر سب سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے اور ایسا ہی میں بھی کرتا ہوں۔ کوئی ہے۔ جو حضرت صاحب کے اس عملدرآمد کے متعلق گواہی دے سکے (اس پر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو حسب العادت مجلس درس میں تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور باآواز بلند کہا کہ بیشک حضرت صاحب کی ہمیشہ عادت تھی کہ مسجد جانے سے پہلے گھر میں سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے اور باہر مسجد میں فرض ادا کر کے گھر میں آتے تو فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہوتے اور نماز سنت پڑھکر پھر اور کوئی کام کرتے۔ ان کے بعد صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب نے بھی یہی شہادت دی اور ان کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اور ان کے بعد صاحبزادہ میر محمد اسحاق صاحب نے اور پھر حضرت صاحب کے پرانے خادم حافظ حامد علی صاحب نے بھی اپنی اپنی شہادت کا اظہار کیا۔ ایڈیٹر)

وتر

وتر میں بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ کہ وہ صرف ایک رکعت پڑھ لیتے ہیں حضرت

صاحب کا یہ طریق نہ تھا بلکہ آپ دو رکعت پڑھ کر اور سلام پھیر کر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

الحمد متن کتاب ہے شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں۔ کہ میں نے جتنی دفعہ الحمد شریف پڑھا ہے ہر دفعہ اس کے نئے معنے میری سمجھ میں آئے ہیں۔ میں اگرچہ ایسا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔ مگر میں نے بغور دیکھا ہے اور میرا اعتقاد ہے کہ سارا قرآن کریم الحمد شریف کے اندر ہے۔ الحمد متن ہے اور قرآن شریف اس کی شرح ہے۔

الحمد میں شفا ہے صحابہ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گاؤں کا نمبردار تھا۔ سانپ نے ڈسا تھا صحابہ نے الحمد شریف پڑھ کر اس کا علاج کیا تھا۔ اور اسے شفا ہو گئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر الحمد کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کر لیا کرتا تھا۔ ابن قیم کا میں بسبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔ میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر الحمد کو پڑھا اور انہیں شفا ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ سوچ کر الحمد کو نماز میں پڑھا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

آیت ۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ب۔ استعانت کی ہے اللہ کی مدد سے بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہے کہ کہا ہے کہ جس شے سے استعانت کی جاتی ہے وہ ہتھیار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو ہتھیار بنانا بے ادبی میں داخل ہے۔ مگر ایسا خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ واللہ المستعان اور ایسا ہی سورۃ الحمد میں ایاک نستعین آتا ہے۔ غرض استعانت جائز ہے تمام کتب الٰہیہ بؔ سے شروع ہوتی ہیں شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا لکھا ہے۔ توریت شریف بھی بؔ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کا پہلا لفظ ہے برشیث בראשית اگر انجیل کسی کتاب کا نام ہے اور اس کا اصل مل جائے تو وہ بھی ضرور بؔ سے شروع ہوتی ہوگی مگر اس وقت کوئی انجیل سچی یا جھوٹی بلکہ نقلی اور جعلی بھی ایسی نہیں جو حضرت عیسےٰ کی طرف منسوب ہو کہ ان پر نازل ہوئی تھی۔ نہ عیسائیوں کے پاس کوئی ہے نہ کسی غیر قوم کے پاس۔ (ایڈیٹر)

بؔ۔ کے معنے ہیں ساتھ۔ اور اس کا فعل خود قرآن شریف میں آیا ہے کیونکہ سب سے پہلی آیت جو آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تھی وہ یہ ہے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ

اسم۔ سمو کے معنے ہیں عظمت۔ بلندی۔ بزرگی۔

اللہ۔ سب خوبیوں کا جامع۔ سب بدیوں سے منزّہ۔ معبود حقیقی۔

عربی کے سوائے کسی دوسری زبان میں خدا تعالیٰ کے نام کیواسطے کوئی ایسا مفرد لفظ نہیں ہے جو خاص اسی کے واسطے ہو اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ پاسکے۔ انگریزی کا لفظ گاڈ۔ دیوی۔ دیوتا۔ سب پر بولا جاتا ہے اور لفظ لارڈ تو بہت ہی عام ہے۔ سنسکرت لفظ اوم بھی مرکب ہے۔ غالباً اُم سے نکلا ہے کیونکہ یہ عبادت میں اوم سے دُعائیں مانگتے ہیں۔ عبرانی کا ایل۔ الٰہ سے نکلا ہے۔ اور یہوواہ یاھو سے نکلا ہے۔

یاد رہے کہ صرف اللہ اللہ کہنا یا ہُو ہُو کرنا کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ وظیفہ اور دعا کے واسطے جملہ چاہیئے۔ جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ۔ سبحان ربی الاعلیٰ......

الرحمٰن۔ فضل کنندہ۔ بلا مبادلہ۔ بلا محنت دینیوالا۔

الرحیم۔ کئے پر اپنے رحم سے پھل دینے والا۔

آیت ۲۔ الحمد۔ ال کے معنے ہیں خاص۔ سب۔ وہ اعلیٰ شے) سب قسم کی حمد۔

رب۔ پیدا کرنیوالا۔ ترقی دینے والا۔ بتدریج کمال تک پہنچانے والا۔

عالمین۔ سب جہان۔

آیت ۴۔ یوم۔ وقت

دین۔ جزا۔ سزاء۔ اسلام۔

جزاء سزاء کے وقت کا مالک خدا ہے اسی کے حکم سے کسی کو جزا، یا سزاء مل سکتی ہے۔ اب بھی اور آیندہ بھی ہے۔

اسلام کے وقت کا مالک خدا ہے وہ اس کی آپ حفاظت اور نصرت کریگا۔

آیت ۵۔ واؤ حالیہ ہے۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اس حال میں کہ تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ تیرے فضل کے سوائے عبادت کی توفیق بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

آیت ۶۔ اھدنا۔ چلا ہم کو۔

جمع کا صیغہ ہے مومن کو چاہیئے۔ کہ صرف اپنے واسطے دعا نہ کرے بلکہ دوسروں کو بھی ساتھ شامل کرلے۔

ہدائت عموماً چار ذرائع سے ہے۔ (۱) قوت دینا۔ فطری قوی بخشنا (۲) ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق دینا (۳) اس مقصد پر پہنچانا جو نیکی کے واسطے مقدر ہو۔ (۴) راستہ بتلا دینا۔

مستقیم۔ اقرب راہ۔ جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔

آیت ۷۔ انعمت علیھم۔ جن پر انعام ہوا۔ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید۔ اور صالح ہیں۔

مغضوب۔ یہود۔ جن میں بیجا عداوت ہے اور علم پڑھ کر عمل نہیں کرتے۔

ضالین۔ بہکے ہوئے۔ نصاریٰ۔ جنہوں نے

اپنے نبی سے ۔ بیجا محبت کی اور علوم الٰہی کو سیکھنے
کی بجائے اپنی رائے کے تابع ہوئے ۔

الٓمّٓ ۔ مقطعات کی نسبت
اس زمانہ میں اعتراض ممکن
تھا۔ کیونکہ آزادی حد سے
بڑھی ہوئی ہے ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمام متمدن
قوموں (جو انتظام مدائن کو خوب کر سکیں)
میں ان کا رواج دیکر انہیں ملزم کر دیا۔ یورپ
امریکہ کے لوگوں کیلئے تو یہ مسئلہ صاف ہے
کیونکہ وہ اپنی قلموں ۔ دواتوں ۔ پنسلوں
اور چھڑیوں اور سلے ہوئے کپڑوں کو مقطعات
کے نام سے وابستہ کرتے ہیں ۔

ایف ۔ اے ۔ بی ۔ اے ۔ ایم ۔ اے
کو تو سب لوگ جانتے ہیں ۔ ریلوں کے این
ڈبلیو ۔ آر کو بھی اکثر سمجھتے ہونگے ۔ اور بعض
خطابات اور قومی دکانوں کے مقطعات
گو ذرا غور سے معلوم ہوتے ہیں مگر مخفی نہیں

عرب میں بھی ان مقطعات کا رواج
تھا۔ چنانچہ بالآم ایک مشہور شاعر گذرا ہے
الم ۔ کی تشریح دو عظیم الشان بزرگوں نے
کی ہے ۔ جنہیں قرآن دانی میں کسی نے برا
نہیں کہا ۔ وہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ
بن مسعود تھے ۔ انہوں نے بالاتفاق ایک
معنے کئے ہیں ۔ صحابہ نے ان معنوں کا انکار
نہیں کیا اور نہ یہ کہا ہے کہ یہ احتیاط کی خلاف
کرتے ہیں ۔ اس لئے میں ان معنوں کو اپنے فہم
کے مطابق صحیح سمجھتا ہوں ۔

پھر ان کے بعد ہمارے زمانہ میں امام
نے بھی یہی معنے کئے ہیں اور مجھے یقین ہے
کہ آپ نے ابن عباس و ابن مسعود کی تقلید سے
یہ معنے نہیں کئے ۔ بلکہ اپنے ذوق سے بیان
کئے ۔ وہ معنے یہ ہیں کہ انا اللہ اعلم ۔ میں
اللہ بہت جاننے والا ہوں ۔ انا کا پہلا حرف
سے لیا ۔ اللہ کا درمیانی حرف اور اعلم کا آخری
مجموعی حیثیت سے لوگوں نے طبع آزمائیاں
کی ہیں ۔ اور دوسرے معانی بھی اپنے اپنے
ذوق کے مطابق بیان کئے ہیں ۔ چنانچہ ایک
بزرگ نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے اس بات
کی طرف کہ اس سورۃ میں آدم ۔ بنی اسرائیل
اور ابراہیم کا قصہ آئیگا ۔

ذٰلک الکتاب لاریب فیہ ۔ یہ وہ
لکھی ہوئی چیز ہے ۔ لکھی ہوئی اس لئے فرمایا ۔
کہ جب آیت نازل ہوتی ۔ تو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم بڑے اہتمام سے اپنے سامنے لکھا
لیتے ۔ دوسری وجہ یہ کہ کتیبۃ لشکر کو کہتے ہیں ۔ اور
جیسے لشکر بہت سے افراد کو اپنے اندر جمع
رکھتا ہے ۔ اسی طرح یہ کتاب بہت سے مضامین
کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے ۔ اور جیسے لشکروں
سے دشمن بھاگتے ہیں ۔ ایسے ہی شبہات انسانیہ
اس کتاب کے لشکر سے بھاگ جاتے ہیں اسی لئے فرمایا

لاریب۔ یعنی یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب
ہے۔ جس کے عظیم الشان ہونے میں کچھ بھی شک
نہیں۔ یا جسمیں کسی قسم کی کوئی شبہ والی بات نہیں
پھر ذالک الکتاب میں جو فرمایا یہی ایک کتاب ہے
تو اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی آنکھ نے اور کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جس
کو "کتاب" کہا جاسکے۔ آپ کے زمانہ میں یہی
ایک کتاب تھی جو حقیقی معنوں میں کتاب کہلائی

ھدی للمتقین۔ انعمت علیہم میں
دعا مانگی گئی تھی کہ ہمیں راہ ہدائت دکھا۔ یہاں
منعم علیہم...... گروہ کا دوسرا نام متقی رکھکر
فرمایا۔ کہ یہ کتاب ان دعا مانگنے والوں کیلئے
موجب ہدائت ہے۔ جو انعمت کے مورد بننا
چاہتے ہیں یا بن چکے یا آیندہ بنینگے رب کیلئے
رہنمائی کا قانون ہے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے
تھے انسان خواہ کیسا متقی ہو جائے قرآن مجید
میں اسکی آیندہ ترقی کیلئے سامان موجود ہے۔

الذین یومنون بالغیب۔ متقی کون لوگ
ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ غیب الغیب
تو اللہ کی ذات ہے۔ پھر مابعد الموت کے حالات
پھر ملائکہ۔ رسول اور اس کی کتابیں اسی میں
شامل ہیں۔ رسول بحیثیت انسان ہونے کے
تو غیب نہیں مگر بحیثیت رسول ہونیکے اس کی
ذات غیب میں داخل ہے۔

ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون
وہ اپنی نمازوں (دعاؤں) کو سنوار سے ادا
کرتے ہیں اور پھر جو کچھ ہم نے دیا۔ اس سے
خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ بہت دنوں سے
یہ بات میرے دل میں قاعدہ کی طرح جم گئی ہے
کہ جو کبھی کچھ بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتا نہ دعا
مانگتا ہے وہ ہدایت سے محروم رہ جاتا ہے۔

والذین یومنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون
پھر ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے
جو اس سے زیادہ ترقی کر کے اس وحی کو مانتے
ہیں جو تیری طرف نازل ہوئی اور جو تجھ سے پہلے
نازل ہوتی رہی۔ اور آخر کی گھڑی پر بھی وہ
یقین کرتے ہیں۔

اولئک علیٰ ھدًی من ربھم
اولئک ھم المفلحون ۵ یہ لوگ اپنے رب
کی طرف سے ہدایت کے گھوڑوں پر سوار ہو
جاتے ہیں۔ اور یہی لوگ وہ ہیں جو مظفر و منصور ہونگے
اللہ نے دنیا میں مظفر و منصور ہونے
کا گر بتا دیا۔ وہ لوگ جو حق و حقیقت سے دور
ہیں وہ منعم علیہم کے بعد مغضوب علیہم ہو جاتے ہیں۔
یہ غضب کفر سے پیدا ہوتا ہے۔ پس فرماتا
ہے ان الذین کفروا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار
کیا وہ ایمان نہیں لائینگے۔ بطور جملہ معترضہ
اس کی وجہ بیان فرمائی۔
جملہ معترضہ مبتداء خبر کے درمیان آ گئی

وجوہات سے آتا ہے۔ ایک وجہ بیان کرنے کے
لئے چنانچہ یہاں اسی لئے فرمایا۔ سواءٌ علیہم
ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ہ
کہ برابر ہوگیا ہے ان پر تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا یعنی
وہ کافر تیرے انذار و عدم انذار کو مساوی سمجھتے
ہیں۔ جب کسی کی نصیحت کا عدم وجود برابر سمجھ لیا گیا
تو پھر کچھ پرواہ نہ رہی۔ اس ناعاقبت اندیشی
کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان نصیب نہیں ہوتا۔
تین مرضیں ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو وہ جو بات کو سنتا
ہی نہیں پہلے ہی سے انکار کر دیا۔ (۲) دوسرا
وہ جس نے سنا۔ مگر اس کا سننا نہ سننے کے برابر
ہے (۳) تیسرا وہ جو نگاہ سے کام نہیں لیتا
کہ نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کوئی
بات ہو۔ اس کو غور سے سن لینا پھر فکر کرنا بہتر
ہے۔ کہ یہ میرے لئے برکت کا موجب ہے
یا نقصان کار۔ پھر دیکھے کہ اس کے ماننے والے
آرام میں ہیں یا نہیں۔ اور اس کے نہ ماننے والوں
کا انجام کیا ہو رہا ہے۔

ختم اللہ علےٰ قلوبہم و علی سمعہم
و علےٰ ابصارہم غشاوۃٌ ولہم عذابٌ
عظیم۔ اللہ نے انسان کو بہت کچھ طاقتیں
بخشی ہیں۔ چنانچہ ان بندوں نے شیروں کو قابو
کیا۔ ہاتھیوں پر اپنا تسلط جمایا۔ ہوا، پانی، آگ
سب چیزوں کو مسخر کیا۔ یہ ریل جو چلتی ہے۔ یہ

ہوا اور آگ اور پانی کی تسخیر کا کرشمہ ہے۔
غبارے والے۔ جہازوں والے اسی تسخیر
سے کام لیتے ہیں۔ ہاتھی کتنا بڑا جانور ہے۔
ایک انسان کے انگوٹھے کے اشارے پر
چلتا ہے۔ غرض اس انسان نے عجیب و غریب
ترقی کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ طوطوں سے
بندوق و تلوار و توپ بھی چلوا لیتے ہیں۔ اور تو
اور یہ چاہے تو خدا کو بھی پا سکتا ہے۔ غرض
بڑے بڑے کام اس سے سر انجام پذیر ہوتے
ہیں۔ مگر بعضوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی
انسانیت کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ ہمارے
بھیرہ میں ایک پہلوان تھا۔ جس نے ایک دنگل
مقرر کیا ہمارے بعض دوستوں کو کشتی سیکھنے کا
شوق پیدا ہوا وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے پہلے
پہلے جب وہ دنگل میں لنگوٹ باندھ کر آیا تو ہاتھوں
کے بل چلنے لگا۔ مجھے اس کی یہ شکل بہت ہی گھنونی
معلوم ہوئی کیونکہ یہ پہلا دن تھا۔ کہ میں نے
کسی انسان کو الٹا ہو کر چلتے دیکھا۔ اسی وقت
میں نے کہا کہ یہ شخص قابل دید نہیں۔ اگر پہلوانی
میں یہ کچھ ہوتا ہے تو ہم پہلوانی نہ سیکھیں گے۔
میرے دوستوں نے کہا کہ یہ بھی ایک شہزوری
کا ثبوت ہے۔ مگر میں نے کہا افمن یمشی مکبا
علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علےٰ
صراط مستقیم۔
غرض بعض انسان اپنے دلوں کو بدی و انکار کی

طرف لیجاتے ہیں اور اس ٹرین کا انتظار نہیں کرتے جو خدا سے انسان تک پہنچتی ہے۔

جب انسان پہلے ایک گند کو قبول کرتا ہے تو دوسرے گند پھر اس پر پڑنے شروع ہوتے ہیں۔ جنہیں قبول کرنا پڑتا ہے۔

آئت واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسًا الیٰ رجسھم وماتوا وھم کافرون۔ تمام حواس ظاہری کا مرجع دماغ ہے اور حواس باطنی کا مرکز قلب ہے۔ اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے قلب کو خراب نہ ہونے دیوے اگر وہ ایسا ہونے دیگا۔ تو پھر الٰہی قانون اپنا کام کریگا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم ان پر اللہ نے مہر لگائی ان کے کفر اختیار کرنے کے سبب۔ یہاں بھی قلوبھم کا مرجع وہ کفر اختیار کرنے والے ہیں۔ خدا کا قانون یہ ہے کہ جب انسان کفر کرتا ہے تو اس پر مہر لگ جاتی ہے جب کفر چھوڑ دے تو یہ مہر بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض لوگ اسے ظلم سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی ہی یہ تو عین انصاف ہے دیکھو ایک شخص کو مدرس بنایا جاوے۔ جتنی تنخواہ وہ مانگے وہ بھی دیجائے۔ مگر ساتھ وقت پر پڑھانے کی قید ہو اب وہ مدرس وقت پر حاضر نہیں تو مدرسہ کی نگرانی کرنے والوں کا فرض ہے کہ اسے موقوف کردیں۔ اور یہ انصاف ہی ظلم نہیں۔

اسی طرح انسان جب کفر پر کمر باندھ لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایمانی طاقتوں کو سلب کر دیتا ہے مثلاً دیکھو بعض لوگ اپنے ہاتھ اوپر رکھ رکھ کے سکھا دیتے ہیں۔ جس کا یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ وہ ہاتھ بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طریق پر جو ایمانی طاقتوں سے کام نہیں لیتا تو وہ طاقتیں جو نعمتوں کے رنگ میں دیگئی تھیں۔ چھین لیجاتی ہیں۔ کافروں سے کہا گیا۔ کہ سنو اور غور کرو مگر انہوں نے اول تو سننے سے انکار کیا۔ پھر کہا کہ تمہارا نصیحت کرنا یا نہ کرنا ہمارے نزدیک یکساں ہے۔ چونکہ انہوں نے کانوں سے کام نہیں لیا۔ اسی لئے اللہ نے ان کے کانوں کو ایسا کردیا کہ وہ حق کے شنوا نہ رہے۔

ایک راہِ ہدایت یہ ہے کہ قلب میں جو تحریک ہو اس کے مطابق عمل کرے پھر کانوں کے ذریعہ نیکی کو سنے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں۔ تو کم از کم یہ تو کرے کہ یہ بات دیکھ لے کہ میرے شہر میں جو مختلف لوگ آباد ہیں فلاں شخص کی بات سنکر نیکی میں ترقی کر رہے ہیں یا بدی میں۔ وہ کس کس کی بات سنتے ہیں۔ اور پھر ان کی بات پر عمل کر کے انکا انجام کیا ہوتا ہے۔ جو آدمی اتنا بھی نہیں کرتا اس کی آنکھ پر پھر پٹی بندھ جاتی ہے۔ اور حق کو نہیں دیکھ سکتا۔ قادیان میں آریہ بھی موجود ہیں سکھ بھی سناتنی بھی۔ عام مسلمان بھی۔ احمدی بھی۔ سب کو دیکھ لو۔ کہ یہ کس کس کی باتیں سنتے ہے اور کس قوم نے نیکی کی راہوں پر قدم مارا۔ اور کس کا انجام

اچھا ہو رہا ہے اور کن لوگوں کی زندگی دُکھوں کی زندگی ہو رہی ہے۔ بعض لوگ اپنی طرف سے بعض باتیں گھڑ لیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے کہا کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پیٹھ پیچھے درود شریف پڑھیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ میں نے اسے کہا۔ وہ امام صلوٰۃ بن سکتا ہے یا نہیں۔ کہا کیوں نہیں؟ اس پر میں نے اسے نادم کیا کہ وہ جب سب سے آگے ہوگا پچھلے درود پڑھینگے۔ تو وہ امام کیونکر بن سکے گا۔

غرض اس طرح انسان جب راہ حق چھوڑ دیتا ہے۔ تو ٹھوکریں کھاتا ہے۔

رکوع ۲/۱

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین۔ پھر بہت لوگ ایسے ہیں جو کہہ تو دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان لائے مگر وہ ذرا بھی مومن نہیں ہوتے۔

ایمان کے سبق کا شروع اللہ پر ایمان لانے سے ہے اور اس سبق کا اختتام آخرت کے ماننے پر ہے اس لئے اس کے اندرونی حصوں کا ذکر نہیں آیا۔ وہ سب ان دونوں کے ماننے میں آ گیا۔ اللہ پر ایمان جبھی مکمل و مسلم ہو سکتا ہے۔ جب اس کے ملائکہ۔ کتب و رسولوں پر ایمان لایا جاوے۔ ماننے کے معنے صرف زبان سے کہنا نہیں بلکہ قلب کی تصدیق اور عملوں کے ذریعہ اپنے ایمان کا ثبوت ضروری ہے۔

یخادعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ۵ وہ اللہ کو چھوڑتے ہیں اور انکو جو ایمان لائے۔ حالانکہ وہ تو اپنے نفسوں ہی کو (در اصل) محروم کرتے ہیں۔ اور اپنے نفع و نقصان کا کچھ شعور نہیں رکھتے۔

یخادعون۔ کا ترجمہ دھوکہ دیتے ہیں۔ کریں تو اس میں بہت سے مشکلات ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اس کے معنے "ترک کرتے ہیں" صحیح ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑا تو اس کا خمیازہ یہ اٹھایا کہ اپنے آپکو محروم کر لیا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول ایک شخص تھا وہ بھی انہی من الناس میں سے تھا۔ نبی کریمؐ ایک مجلس میں وعظ کہنے لگے۔ اس روز بہت جھکڑا تھا۔ سواری میں غبار جو اٹھا تو اس نے رومال اپنے منہ پر رکھ لیا اور کہا کہ باتیں تو اچھی ہیں اگر گھر ہی سناتے تو اچھا تھا۔ یہاں ہم کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس پر صحابہ میں بہت گفتگو ہوئی۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ اسے درگذر کر دیں پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ اسے اپنا بادشاہ بنالیں یتوجوہ ویعصبوہ۔ یعنے تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیں۔ اور نمبرداری کی پگڑی اسے بندھا دیں۔ مگر اب کھل گیا کہ یہ شخص اس قابل نہیں۔ اس نے اپنی حرکتوں سے اپنے تئیں ذلیل کر لیا۔ دیکھو وہ پھر کیسا تباہ ہوا۔ مومنوں کے سامنے ہلاک ہوا اور اس نے کوئی شرف نہ پایا۔

منافق اپنے تئیں بڑا ہوشیار سمجھتا ہے اور
اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں بڑا دانا ہوں دونو
طرفوں کو گانٹھ رکھا ہے۔ لیکن درحقیقت
منافق بڑا کمزور ہوتا ہے۔ اس میں نہ قوت فیصلہ
ہوتی ہے نہ تاب مقابلہ۔

فی قلوبھم مرض فزادھم
اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما
کانوا یکذبون ۞ کہ ان کے دلوں میں
ایک مرض ہے۔ تو اللہ نے ان کے اس
مرض کو بڑھنے دیا۔ اور ان کے لیئے
دکھ دینے والا عذاب ہے۔ بہ سبب
اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ مرض
کا بڑھنا اس لیئے فرمایا۔ کہ جب تھوڑی
سے مسئلوں میں اس کی کمزوری کا یہ
حال ہے۔ کہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تو
پھر جب یہ مسئلے بہت بڑھ جائیں گے۔
تو یہ کمزوری اور بھی بڑھے گی۔ پس یہ
مرض روز افزوں ہے۔ اسی طرح جب
چھوٹی سی جماعت کے سامنے حق بات
نہیں کہہ سکتا تو بڑی جماعت کے سامنے تو اور
بھی جھوٹ بولیگا۔ اور یہی باتیں اس کے لئے دکھ
دینے والی ہو جائیں گی۔ آخرت کا عذاب تو ہے
ہی۔ مگر منافق کیلئے دنیا میں بھی یہ کم عذاب نہیں۔
زادھم اللہ۔ پر مفسرین نے بہت اختلاف
کیا ہے۔ مگر جب یہ امر واقعہ ہے تو اس پر اختلاف
کیسا۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے جھوٹ بولنے کا۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض
قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انھم ھم
المفسدون ولکن لا یشعرون ۞ جب ان
سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں نفاق سے فساد نہ
پھیلاؤ۔ تو کہتے ہیں ہم تو طرفین میں اصلاح کرنے
والے ہیں۔ سنو بیشک یہی لوگ مفسد ہیں۔ مگر وہ
سمجھتے نہیں۔

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس
قالوا انؤمن کما امن السفھاء الا انھم
ھم السفھاء ولکن لا یعلمون ۞ جب
انہیں کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے کہ عام لوگ ایمان
لائے۔ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ کم
عقل لوگ ایمان لا رہے ہیں۔ سنو یہی بے عقل
ہیں۔ ولیکن یہ علم انہیں کہاں کہ اپنی بے عقلی کو سمجھیں

واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا
واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم
انما نحن مستھزءون ۞ اللہ یستھزی بھم
ویمدھم فی طغیانھم یعمھون ۞ اولئک
الذین اشتروا الضللۃ بالھدی فما ربحت
تجارتھم وما کانوا مھتدین ۞ جب وہ
ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان
لائے اور جب اپنے سرداروں کے پاس تنہا ہوتے
ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو انہیں
خفیف بنانے والے ہیں۔ ھزوا کے معنے ہیں

کسی کو خفیف بنانا اور یہ ٹھٹھہ کا لازمہ ہے اللہ انہیں ذلیل کریگا اور اُن کو ڈھیل دیتا ہے اور الٰہی حد بندیوں سے گذر کر اندھے ہو رہے ہیں۔ یستہزئ بہم کا لمبا جواب دینے کی ضرورت نہیں چونکہ اس ملک کے لوگ عربی سے نابلد ہیں۔ اس لئے انہیں یہ سمجھانا کہ مشاکلتہ کے لئے ہے فضول ہے۔ سیدھا جواب یہی ہے جو ہم نے معنوں میں ظاہر کیا۔ یہی لوگ ہیں۔ کہ جنہوں نے ضلالت کو ہدایت کے بدلے خرید لیا۔ تو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا۔ اور وہ ہدایت یاب نہ ہوئے۔

اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ پر اعتراض ہے کہ جب ان کے پاس ہدایت تہیں تو یہ خرید و فروخت کیسی۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ انکو ہدایت لینی چاہیئے تھی پر انہوں نے نہ لی۔ دوم یہ کہ انسان کی فطرت میں ہدایت کا مادہ ہے مگر انہوں نے اس کے بدلے گمراہی کو لیا۔

مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا۔

حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کا قاعدہ تھا کہ جہاں کوئی میلا ہوتا یا کوئی مجلس تو آپ فوراً پہنچتے اور توحید کا وعظ فرماتے۔ اس کے لئے سب سے عمدہ و اعلیٰ موقعہ حج تھا جس میں آپ ایک ایک قبیلے کے جتھے میں وعظ فرماتے بڑے بڑے واقعات آپ کو پیش آئے۔ ایک شخص مشہور عاقبت اندیش تھا۔ اس نے کہا اگر ایک آدمی میرے قابو میں آجائے تو میں اس کے ذریعہ ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔ وہ نبی کریمؐ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اگر میری ساری قوم تمہیں مان لے تو مجھے کیا دوگے۔ آپ نے فرمایا۔ میں کسی کو کیا دے سکتا ہوں۔ میرے بعد خدا جانے کیا ہو۔ اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اپنی قوم سے کہنے لگا ہے تو ایسا ہی مرد جیسا میں نے کہا تھا۔ مگر میں اس پر ایمان لانے کا تمہیں مشورہ نہیں دیتا۔

آپ انہی حج کے ایام میں منا ایک مقام ہے وہاں وعظ فرما رہے تھے۔ چھ آدمیوں نے جو مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اشارہ کیا کہ ہم آپ سے علیحدہ کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ منا کے پاس پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو چکر کھاتا ہوا جاتا ہے اس کے اندر ایک ٹیلہ ہے وہاں چبوترہ پر جا بیٹھے اور انکو دین اسلام کی تلقین کی۔ انہوں نے بیعت کی اور کہا کہ ابھی ہمارا نام نہ لیویں ہم جا کر مشورہ کرینگے۔ اور آئندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے دوستوں کو بھیجیں گے۔ چنانچہ آئندہ سال بارہ ۱۲ آدمی بھیجے اور تیسرے سال ۷۲ آدمی حاضر ہوئے۔ اور حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ ان چھ آدمیوں کی کوشش اور بارہ ۱۲ دوستوں کی کمربستگی سے مدینہ

میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے شہر میں چلیں۔ عباس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے گو وہ بظاہر مسلمان نہ تھے۔ مگر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمدرد تھے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو ان کے لے جانے میں تم کو بہت سخت مشکلات ہیں۔ یہاں تمام منافی و ہاشمی آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر وہاں یہ بات نہیں۔ اس پر انہوں نے بڑا بھاری معاہدہ کیا اور اس معاہدہ میں رسول اللہ نے ان سے قسمیں لیں۔ آپ نے فرمایا میرے مدینہ میں لے جانے کے یہ معنے ہیں۔ کہ سارے جہان سے لڑائی کے لئے تم تیار رہو کہ میں قریش دشمن ہیں۔ پھر نجد۔ غطفان۔ مصر کو ساتھ ملائیں گے۔ پھر عراق و شام کے راستے کی قومیں ان کے ساتھ ہیں۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ اگر یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہو تو لے چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔

عرب میں بہت سے آگیں جلاتے تھے۔ ایک آگ نار الحرب کہلاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ کلما او قدوا نارا للحرب اطفاءہ اللہ و یسعون فی الارض فسادا۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا لڑائی آگ سی شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلے دل میں ایک آگ اٹھتی ہے پھر وہی آگ تمام گھر میں پھیلتی ہے۔ پھر دوسرے لوگوں کے ساتھ ملانے کے لئے ان کی دعوتوں کے لئے آگ جلانی پڑتی ہے۔ پھر پہاڑ پر آگ جلا کر اس مہمانی کو وسیع کیا جاتا ہے۔ پھر بارود کی آگ ہے۔ پوٹاس کی آگ ہے۔ توپ کی آگ سے ڈائنامیٹ کی آگ ہے۔ پھر رسول سے جنگ کرنے والوں کا اخیر انجام دوزخ ہے کہ وہ بھی آگ ہے۔

اس قدر تمہید کے بعد میں اس آیت کے معنے کرتا ہوں۔ مدینہ میں جب آپ تشریف لائے تو اس وقت جو قوم تھی ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول ایک شخص تھا۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ نمبرداری کی پگڑی اسے بندھائیں۔ جن دنوں میں جلسۂ نمبرداری کا ارادہ تھا۔ نبی کریم آ گئے۔ اور اس کی بات بگڑ گئی۔ اسے بہت رنج پیدا ہوا اور وہ اکثر موقعوں پر رنج نکالتا رہا۔ لیکن کھل کر مخالفت نہ کر سکتا تھا۔ اس طرز کے آدمی منافق کہلاتے ہیں۔ یہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہیں۔

پس

ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جلانا چاہا ہے آگ کو۔ گویا نبی کریم کو بلوا کر سارے جہان سے جنگ کی ٹھانی۔ جب جنگ کی آگ ارد گرد بھی بھڑک اٹھی تو ان لوگوں کا نور معرفت جاتا رہا۔ جب نار میں سے نور نکل جائے تو پیچھے اس کی تپش۔ دھواں اور تکلیف رہ جاتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے جب ان کا وہ نور جو حصہ ہے ایمان اور معرفت کا اور اللہ کو راضی کرنے کا۔ جاتا رہا تو وہ اندھیرے میں پڑ گئے

ہیں۔ اندھیرا بھی ایک نہیں بلکہ کئی اندھیرے
جیسے کچھ رات کا اندھیرا پھر کچھ معاً روشنی
گم ہو جانے سے جو اندھیرا ہو جاتا ہے وہ۔
پھر بادلوں کا اندھیرا پس وہ کچھ دیکھتے نہیں
اور کچھ سوجھائی نہیں دیتا اور دکھائی کس
طرح دے۔ جبکہ تمیز باقی نہیں۔ دل کمزور ہے۔
اِس لئے حق کے شنوا نہیں رہتے پھر حق کے گویا
نہیں رہتے۔ حق کے گویا بننے میں بڑے فائدے
ہیں۔ جب انسان دوسروں کو نیکی سمجھاتا ہے
تو آخر اپنی حالت پر بھی شرم آتی ہے کہ میں جو
اوروں کو نصیحت کرتا ہوں خود میری اپنی حالت
کیا ہے اور جب میں اپنی اصلاح نہیں کرتا تو
دوسروں کو اصلاح کے لئے کیا کہہ سکتا ہوں
اِس لئے میرا پختہ اعتقاد ہے کہ انسان وعظ
سنے اور وعظ کرے کہ اس سے بھی راہِ حق
ملتی ہے۔ لیکن اس شخص کی حالت قابل رحم ہے
جو نہ تو آنکھ رکھتا ہے جس سے رستے میں ہلاکت
کی چیز کو دیکھ کر بچ سکے اور نہ کان ہیں کہ کسی
ہمدرد کی آواز سُن کر بچ جائے جو اسے بتائے
کہ دیکھو اس رستے نہ آؤ۔ اور نہ زبان ہے
کہ خود چلا کر کسی سے پوچھے کہ میاں فلاں مقام
پر پہنچا دو۔ اور وہ اسے پہنچا دے۔ پس وہ جو
نہ حق کا شنوا ہے نہ حق کا گویا نہ حق کا بینا ہلاکت
کی طرف سے مڑ کر نیک راہ پر نہیں آسکتا۔
صیّب۔ مینہہ کو کہتے ہیں صیّب کہتے ہیں نیچے اترنے

اور جھکنے کو۔ مینہہ کا پانی چونکہ نیچے کو گرتا ہے۔
اِس لئے اس کا نام صیّب ہے۔

من السماء۔ یعنے اس مینہہ کی طرح جو
بادل سے گر رہا ہو۔ پھر وہ مینہہ کس وقت کا ہو
جبکہ سورج بھی نہیں۔ چاند بھی نہیں۔ ستارے
بھی نہیں اس پر بادلوں کا اندھیرا۔ اس میں رعد
ہے یعنی بجلی کی کڑک اور برق یعنے بجلی۔ نادان
انسان اپنی انگلیاں کانوں میں کر لیتے ہیں موت
سے بچنے کے لئے۔ مگر ایسے لوگ واقعی کم عقل
ہیں۔ کیونکہ سائنس دان جانتے ہیں کہ بجلی بہت
تیز ہے۔ وہ روشنی سے بھی پہلے پہنچتی ہے اور
آواز اس کے بعد آتی ہے۔ چنانچہ جہازیوں میں
جہاں توپ دغتی ہے وہ جانتے ہیں کہ چمک پہلے
پہنچتی ہے اور آواز اس کے پیچھے۔ اسی طرح بجلی
کی آواز کا حال ہے آواز پہنچنے پر انگلیاں کانوں
میں کرنے اور چھپ جانیوالا بے وقوف ہے۔
کیونکہ جو مار بجلی نے کرنی ہوتی ہے وہ تو اس سے
پہلے کر چکتی ہے۔ منافق کی طبیعت کا حال بارش
کی مثال سے کھلتا ہے۔ جب بارش آتی ہے تو
جو لوگ ندیوں کے کنارے پر ہیں یا جن کے مکان
کچے ہیں۔ اور لپائی ٹھیک نہیں یا جنہوں نے
نمک خرید رکھا ہے اُن کو بہت خطرہ ہوتا ہے۔
اور بعض ایسے ہیں جو اس بارش کو اپنے لئے
رحمت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بجلی کی روک کے
لئے سلاخیں اور تانبے کے تار کنوئیں میں ڈال

رکھے ہوتے ہیں۔ وہ بہر حال خوشحال ہوتے ہیں
اسی طرح کمزور انسان زمانے کی حوادث کی تاب نہ لاکر ایمان سے دور چلے جاتے ہیں بعض وقت غریبی کے سبب خدا کو کوستے ہیں لڑکا مر جاتا ہے تو خدا کو گالیاں دیتے ہیں۔ ایسے نابکار بھی میں نے دیکھے ہیں جو خدا کی خدائی پر الزام دیتے ہیں اور تھوڑی سی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک شاعر کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے شعر کہا جو اس کی نظر میں خاص طور سے قابل انعام تھا۔ اور اس نے سنا تھا کہ سعدی نے ایسا ایک شعر کہا تھا تو اسے خاص طور سے انعام الٰہی ملے تھے۔ پس اس امید پر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اتفاق سے ایک چیل کی بیٹ منہ میں پڑ گئی اس پر وہ بول اٹھا کہ شعر فہمی عالم بالا معلوم شد۔ غرض ایسے ایسے نادان لوگ ہوتے ہیں بعض خدا کا ادب کرتے تو گردش دارا اور زمانہ کو کوستے ہیں۔ مگر اس کوسنے کا فائدہ کیا ہے
اللہ جلشانہ نے یہ بات فرمائی۔ کہ مینہ پڑتا ہے اسمیں کڑک بھی ہوتی ہے۔ بجلی بھی ہوتی ہے۔ اندھیرے بھی ہوتے ہیں۔ اس پر نادان تو غیر محل و غیر موقعہ پر اپنے بچاؤ کے سامان کرتے ہیں۔ مگر وہی بارش بہتوں کے لئے مفید ہوتی ہے اسی طرح احکام شرع اور دنیا کی مصیبتیں جب نازل ہوں تو بہت سے لوگ ایمان لاتے ہیں اور مشکلات میں گھبراتے نہیں۔ ایک جذامی کا حال مجھے معلوم ہے کہ میں نے اسے کہا کہ آپ کے علاج کا مجھ میں ایک جوش پیدا ہو گیا ہے اس نے کہا کہ رہنے دیجئے۔ میں تو جس حال میں ہوں خوش ہوں۔ تنہائی ہے لوگ کم آتے ہیں دعاؤں کا موقعہ ملتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ گھبرا جاتے ہیں۔ اور خدا کو کوستے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے۔ کہ ہم خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ وہ بجلی اگر گرنے والی تھی تو ان کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ پھر وہ خدا کا شکر کریں کہ ان کے کان تو ہیں اگر کان نہ ہوتے تو بجلی کی آواز کس طرح سنتے۔ انکی آنکھیں تو ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں۔ تو یک ڈنڈی کس طرح نظر آتی۔ ہر ایک دکھی اپنے سے بڑھ کر دکھی کو اپنے ہی شہر میں دیکھ سکتا ہے پس اسے چاہیئے۔ کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرے۔ اور مشکلات میں گھبرائے نہیں۔

رکوع ۳/۳

یا ایھا الناس اعبدوا
ربکم ؕ

کوئی شخص کسی کے ساتھ نیکی کرے صرف ہنس کے بولے یا کسی دکھ کے وقت مدد دے تو آدمی اس کا ممنون ہو جاتا ہے حالانکہ اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب احسان دراصل اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس محسن کو پیدا کیا۔ پھر اس چیز کو جس سے احسان کیا گیا۔ پھر خود اس

جس پر احسان ہوا۔ پس خدا کو بھول جانا انسانیت سے بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اسی لئے اپنے رنگا رنگ انعامات و احسانات کا ذکر فرماتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ارشاد کیا کہ لوگو! تم فرمانبردار بن جاؤ۔ کس کے؟ اپنے پالن ہار کے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں ہی نہیں بلکہ تمہارے بڑوں کو بھی۔ یعنے پشتہا پشت سے اس محسن کے احسان تم پر چلے آتے ہیں۔

لعلکم تتقون۔ فرمانبردار ہوگے تو اس سے کوئی خدا کی خدائی بڑھ نہ جائیگی بلکہ اسمیں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ تم ہی دکھوں سے بچوگے۔

میں دیکھتا ہوں آتشک انہی کو ہوتی ہے جو نافرمانی کرتے ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کسی کو نماز پڑھنے سے سوزاک ہوگیا۔ یا زکوٰۃ دینے سے کوڑھ ہوگیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں نیکی مشکل ہے یہ غلط ہے نیکی تو سکھوں کی ماں ہے

پھر اس نے تمہیں اور تمہارے بڑوں کو ہی نہیں بنایا۔ بلکہ تمہاری زندگی کے سامان بھی مہیا کئے۔ رہنے کو زمین حفاظت کو آسمان بادلوں سے پانی اتار کر طرح طرح کے میوے بطور رزق دیئے۔ پس تم ایسے خدا کا کوئی (مد مقابل) نہ ٹھہراؤ۔ اور تم غور کرو۔ تو خود اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ اور یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کا ند واقعی کوئی نہیں۔

اب جب فرمانبردار بننا ہے تو فرمان کی ضرورت ہے۔ وہ فرمان قرآن ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا۔ اگر اس کے کلام الٰہی ہونے میں تمہیں کچھ شک ہے تو اس کی مثل لاؤ۔ یہ آسان فیصلہ ہے۔ کیونکہ جیسی دوسری مخلوقات میں خدا کی بنائی چیزیں انسان کی بنائی ہوئی چیزوں سے الگ نظر آتی ہیں۔ اسی طرح یہ کلام اللہ کلام انسانی سے لگا نہیں کھاتا اگر تم نظیر نہ لائے اور لا بھی نہ سکوگے تو اس آگ سے بچاؤ کرو جس کا ایندھن منکر لوگ اور پتھر ہیں مومنوں اور نیک عمل والوں کے لئے آرام کی جگہیں ہیں۔ جن کے تلے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اس سے کوئی میوہ دیا جائیگا۔ کہینگے یہ تو وہی ہے جس کا ہمیں پہلے وعدہ دیا جاچکا تھا۔ اور پھر ایک نہیں بلکہ رنگا رنگ ایک جیسے دوسرے دیئے جاویں گے اور ان کے لئے اسمیں جوڑے ہونگے۔ بیبیاں ہی ہوں۔ یہ تو تھوڑی سی چیز ہے جو اللہ بیان کرتا ہے۔ اور جنت کے نعماء کے مقابل یہ ایسی ہے جیسی مچھر کے سامنے ہاتھی۔ تاہم کسی بات کے سمجھانے کے لئے مچھر سی بلکہ اس سے بھی ادنےٰ مثال دینے سے اللہ نہیں رکتا۔ جو ایماندار ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ یہ ان کے رب سے برحق ہی۔ اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا

رزقنا

بہت سے اس سے گمراہ ہوتے اور بہت ہدایت
پاتے ہیں۔ گمراہ کون ہوتے ہیں وہی جو بدعہد
ہیں اپنے عہد کا پاس نہیں رکھتے۔ جن سے
اللہ نے قطع تعلق کرنے کے لئے فرمایا ان سے
تعلق جوڑتے ہیں۔ اور جن سے تعلق جوڑنے کے
لئے کہا ان سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اور زمین
میں فساد کرتے ہیں۔ مگر شرارت کا پھل سوا ٹوٹا
پانے کے کچھ نہیں۔

دیکھو تم کچھ نہ تھے۔ خدا نے زندہ کیا پھر
ماریگا اور جزاء اور سزاء کے لئے زندگی دیگا۔
اس نے تمہاری بھلائی کے لئے زمین کی سب
چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا
اور انہیں درست کیا سات آسمان۔ اگر کسی طرح
نہیں ملتے تو یوں تو مانو کہ وہ ہر چیز کا عالم ہے
اور علم والوں کی بات ماننا فطرت انسانی میں داخل ہے

رکوع ۴

آئندہ آنے والی باتوں کی نسبت مدبران ملک
پیشگوئی کرتے ہیں۔ جن کے تجارب صحیح آئندہ
واقعات کے متعلق ہوں۔ وہ تمدن کے فلاسفر
کہتے ہیں جو دوائی اور نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ وہ
بھی مریضوں کے متعلق ایک پیشگوئی کرتے ہیں۔
جن کی ایسی پیشگوئیاں کثرت سے صحیح ہوں۔
وہ طبیب حاذق کہلاتے ہیں۔ ایک اور قوم ہے
جو کسی حساب کی بناء پر پیشگوئی کرتی ہے پھر یہ
پیشگوئیاں جس کی زیادہ صحیح ہوں وہ منجم کہلاتا ہے

پھر اس سے بڑھ کر ایک اور قوم ہے جس کے
دماغوں کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ وہ آئندہ واقعات
کے متعلق بعض اوقات صحیح پیشگوئیاں کر سکتے
ہیں ان میں سے جو اخلاق فاضلہ اور عقیدہ صحیحہ
رکھتے ہیں وہ ولی کہلاتے ہیں۔ دوسرے ہرٹلیوپو
پھر ایک اور قوم ہے جو ملائکہ کے نام سے مشہور
ہے انکو بعض معاملات کی قبل از وقت اطلاع
خدا کی طرف سے دیجاتی ہے

پھر ان سے بالاتر ایک اور قوم ہے جو
ملائکہ سے میرے خیال میں افضل ہے انہیں
رسول یا نبی کہتے ہیں ان کی اگر کوئی پیشگوئی بظاہر
صحیح نہ ہو تو یہ امر ان کی ترقی کا موجب ہے کیونکہ
ایسی بات پیش آنے سے توجہ جناب الٰہی میں بڑھیگی
اور ترقیات کو طلب کریگا۔ بہر حال خدا تعالےٰ
نے ملائکہ کو اطلاع دی کہ انی جاعل فی الارض
خلیفہ۔ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنیوالا ہوں۔

خلیفہ۔ اس کے تین معنے ہیں (۱)
قوم کا قائم مقام یخلف قوماً (۲) جو اپنی جگہ کسی
کو قائم مقام چھوڑے یخلف قوماً (۳) وہ بادشاہ
جو نافذ الحکم ہو جسے پنجابی میں مینا پر دنیا کہتے
ہیں۔ آدم علیہ السلام کے متعلق تینوں باتیں صحیح
ہوسکتی ہیں ان سے پہلے بھی قومیں ہوسکتی ہیں اور
بعد بھی ہوئیں اور اللہ نے انہیں طاقت بھی
بخشی ایک اور جگہ داؤد کے متعلق یہی لفظ فرمایا
انا جعلناک خلیفۃ۔

حضرت حق سبحانہ نے یہ اطلاع ملائکہ کو دی ہے اور ہرگز ہرگز بطور مشورہ نہیں بتایا۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے وہ غلطی پر ہیں خدا کسی سے صلاح نہیں پوچھا کرتا اطلاع کا نام مشورہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا تو مقرر کریگا اسے جو فساد کریگا اور خونریزی۔ ان معنوں پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ خدا کے سامنے ملائکہ نے اعتراض کیوں کیا۔ اس لیئے اس سے بچنے کے لئے بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ کیا آپ خلیفہ ایسا بنانے لگے ہیں۔ جو فساد و خونریزی کرے گویا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ فرشتے جو عرض کرتے ہیں وہ خود اس اعتراض کے نیچے ہیں وہ یہ بات کہہ کر آدمؑ کو مفسد ٹھہراتے اور اس کو مرواتے ہیں اور ان انبیاء و اولیاء کے ظہور کے مانع ہیں جنھوں نے اپنے کمالات سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا اور خدائی جلال کو ظاہر کیا اس طرح وہ خونریزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔

بہر حال مجھے تو وہی پہلے معنے پسند ہیں کیونکہ اس سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے میں پوچھا کہ آپ اسے کیسا سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا نیک ہے۔ بزرگ ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تو میرزا صاحب کا مخالف ہے کہا پھر کیا ہوا۔ آدم کی خلافت پر اس کے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں۔ اور میں نے اسے ملک بھی نہیں کہا۔ نحن نسبح بحمدك ونقدس لك۔ اس پچھلی بات کا فرشتے ازالہ کرتے ہیں کہ ہم تجھے کل عیب سے پاک سمجھتے ہیں اور تیری ذات اس سے اعلیٰ و ارفع ہے اور اقدس ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جس کا نتیجہ اچھا نہ ہو یہ قول کہ فرشتوں نے گویا اپنے تئیں منصب خلافت کے قابل سمجھا۔ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تم سے اعلم ہوں اور اب اس اعلم ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ علم ادم الاسماء کلھا۔

الاسماء۔ کچھ نام سکھا دیئے وہ نام کیا تھے۔ اس پر لوگوں نے بحث کی ہے۔ صوفی تو کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنے نام سکھلائے فلاسفر کہتے ہیں چیزوں کے نام اور خواص۔ یہ سب باتیں قیاسی طور پر کہی جاتی ہیں کسی وحی سے ثابت نہیں۔ پس میں اتنا کہوں گا۔ کہ اللہ نے کچھ باتیں سکھائیں ان کو اللہ خوب جانتا ہے۔ پھر فرشتوں سے کہا کہ کیا تم بتا سکتے ہو۔ اس پر ایک عیسائی نے اعتراض کیا ہے کہ اللہ نے ملائکہ سے ناانصافی کی۔ کہ ان کو نہ بتایا اور آدم کو بتایا۔ حالانکہ وہ نادان نہیں جانتا کہ ثابت بھی یہی کرنا تھا۔ کہ جسے میں علم دوں وہ عالم ہے اور جسے میں نہ دوں۔ وہ جاہل ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کلکم ضال الا من

ھدایۃ کالم عادالامن کسبۃ - پہلے دونوں جاہل تھے - اور دونوں تعلیم کے محتاج - آدم کو پڑھا دیا اسے آگیا - ملائکہ کو نہ پڑھایا اسے نہ آیا - چنانچہ فرشتوں نے خود اقرار کیا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا - پھر فرمایا - اعلم غیب السمٰوات والارض - خدا تعالےٰ

زمین و آسمان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے وہ علیم حکیم ہے - ایک بچہ درزی کو دیکھے کہ اس نے تمام تھان کے ٹکڑے کر دیئے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے - کیونکہ نہیں جانتا کہ یہ ٹکڑے ایک اعلیٰ ملبوس بننے والے ہیں - اسی طرح اللہ کے مصالح اکثر نادانوں سے مخفی رہتے ہیں - وہ ظاہری صورت دیکھ کر چلا اٹھتے ہیں -

گلستان میں ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ لنگڑا ہوگیا - اور ایک دن بیگار میں لوگوں کو پکڑ رہے تھے - اسے چھوڑ گئے - تو وہ خدا کا شکر بجا لایا

قرآن شریف میں موسےٰ اور خضر کا قصہ ہے - خضر نے ایک کشتی کو عیب ناک کر دیا اور بعد میں اس کی حکمت ظاہر ہوئی -

پس ہمیں چاہیئے کہ خدا کی حکمتوں پر ایمان لائیں اور اس کے حکم مانیں - شیطان نے اپنی رائے کو ترجیح دی اسنے انکار کیا اکڑ بازی کی کافر ہوگیا

بہت سے لوگ خدا کا فضل لیکر غضب کما لیتے ہیں - بعض غضب تو نہیں کماتے مگر بھول جاتے ہیں - خدا کے انکار اور شرک وغیرہ کی سزائیں بعد الموت ہیں - مگر شوخی - بے حیائی - کسی کو دکھ دینا کسی کی ہتک کرنا ان سب کے عذاب اسی دنیا میں بھی آتے ہیں - جو محض خدا کے حقوق ہیں ان کے لئے فروگذاشت معاف کی جاتی ہے - مگر حقوق العباد میں دست درازی کرنے کی سزا بہت جلد ملتی ہے -

بعض آدمیوں کو خدا تعالیٰ حسن دیتا ہے مگر وہ اسی نعمت سے عورتوں کو اپنے پر ریجھا کر اپنے لئے موجب غضب بنا لیتے ہیں - دولتمند انسان کے پاس دولت ایک نعمت ہے - مگر یہی نعمت خدا کا غضب بن جاتی ہے - اگر اسے فضولیوں اور عیاشیوں میں صرف کیا جائے یہی حال تندرستی - ذہانت - فراست - موزونیت طبع کا ہے کہ بعض ایسی باتوں میں لگ جاتے ہیں جو حسن و عشق سے وابستہ ہیں - ایک گندی کتاب ہمارے بچپن کے زمانہ میں پڑھائی جاتی تھی - جس کا نام بہار دانش ہے میں نہیں سمجھ سکتا - کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے آگے کس طرح اس کا ترجمہ کر سکتا ہے - غرض خدا تعالیٰ ذہن و ذکا - فہم و فراست - جاہ و جلال - حسن و جمال دیتا ہے - مگر انسان انعام لے کر غضب کے نیچے آجاتا ہے ؏

الٓمٓ سے الحمد کی تفسیر شروع ہوئی ہے پہلے منعم علیہم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ متقی ہوتے ہیں غیب پر ایمان لاتے - دعا ان کا شیوہ ہوتا ہے -

اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ کے الہامات کو مانتے ہیں پھر وہ لوگ ملہم بنتے ہیں۔ اور مظفر و منصور ہوتے ہیں۔

پھر مغضوب علیہم کا ذکر فرمایا وہ بے ایمان ہیں نہ ان کے دل زندہ ہیں نہ ان کے کان شنوا نہ آنکھیں بینا۔ ایک اور بدبخت ہیں جن کا ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ شریروں کے پاس آکر کہتے ہیں انا معکم مومنوں کے پاس کہتے ہیں آمنا۔ پھر منعم علیہم کا ذکر کیا ہے۔ پھر مغضوب علیہم کا۔ جو قرآن شریف کا مقابلہ کرتے ہیں اور بتایا ہے کہ سکھ اللہ کے فرمان ماننے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور دکھ نافرمانیوں سے۔

یضل بہ کثیرًا سے ضالون کا ذکر کیا ہے وہ کون ہوتے ہیں جو بدعہدی کرتے ہیں اور ان سے میل جول رکھتے ہیں جن سے اللہ نے قطع کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک عملی رنگ میں منعم علیہم مغضوب علیہم اور ضالون کا ذکر کیا گیا ہے۔

رکوع ۴

اب جو رکوع اس وقت پڑھتا ہوں اس میں نام لیکر ایک منعم علیہم کا ذکر ہے یعنی آدم اور ایک مغضوب علیہم یعنی شیطان کا۔ اور بھول میں پڑنے والے گروہ ملائکہ کا۔

اللہ جو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ کچھ نواہی بھی ہوتے ہیں۔ یہاں اسکن۔ کلا منھا رغدًا تو احکام ہیں اور لا تقربا نہی ہے۔

ھٰذہ الشجرۃ۔ ایک درخت سے منع کیا جو ان کے لئے مضر تھا۔ بے جا تکلیف اٹھائی ان لوگوں نے جنہوں نے اس درخت کا نام ڈھونڈا ہے میرے اپنے ذوق کے مطابق یہ اعتقاد ہے کہ ہر شخص کو کچھ حکم دیا جاتا ہے تو ساتھ ہی کچھ ممانعت بھی کی جاتی ہے۔ کلوا واشربوا کے ساتھ ولا تسرفوا فرمایا ہے ایسا ہی آدم کو کسی بات سے جو اس کے مضر تھی روکا۔

فتکونا من الظالمین۔ ایسا کروگے تو اپنی جان پر بوجھ ڈالو گے آدم خدا کا مصطفےٰ اور مجتبےٰ تھا اور قرآن مجید میں آیا ہے۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ برگزیدہ لوگ بھی ظالم ہیں مگر وہ ظالم نہیں جن کے ظلم کا نتیجہ برا ہے۔ بلکہ وہ نفس پر رضاء الٰہی کے لئے ظلم کرتے ہیں فازلھما الشیطان شیطان کو بھی ایک موقعہ معلوم ہوا اس نے پھسلانا چاہا۔

عنھا۔ اس درخت سے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ نسی ولم نجد لہ عزمًا۔ کچھ مدت کے بعد آدم حکم الٰہی کو بھول گئے۔ اور یہ کسی انسان کے لئے موجب تعجب نہیں ہو سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی نماز کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ گھر سے آتا ہے وضو کرتا ہے پھر پہلی رکعت دوسری

سے بالکل مختلف ہے پھر بھی بھول جاتا ہے قرآن مجید کی آیات کا بھی یہی حال ہے۔ بعض وقت معمولی آئت قرأت کے وقت بھول جاتی ہے۔ روزہ رکھا جاتا ہے مگر بھول کر پانی پی لیتے ہیں۔ یہ عجائبات قدرت ہیں۔

اخرجھما۔ اللہ نے نکال دیا اس حالت سے جس میں وہ تھے پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جب بعض تمہارے دشمن بھی ہیں تو تم چوکس رہو۔ اھبطوا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ سزا نہیں آدم نے خدا سے کچھ باتیں سیکھیں جیسے حضرت ابراہیم نے اذا ابتلی ربہ بکلمات فاتمھن یعنے کچھ احکام دیئے جن کو ابراہیم نے پورا کیا۔ تو امام بنایا گیا۔ اسی طرح خدا نے حضرت آدم کو درجات عطاء فرمائے۔

ھو التواب الرحیم کے بعد قلنا اھبطوا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بطور سزا ہرگز نہیں یہ قرآن شریف کے سیاق کے بالکل خلاف ہے۔

فاما یاتینکم منی ھدی۔ ہمارا ہدایت نامہ جب آئے تو قاعدہ یاد رکھو جو تابع ہوگا اس پر کوئی خوف وحزن نہیں۔ ہر زمانے میں ایک تغیر آتا ہے اس تغیر میں ایک قوم خوف وحزن میں ہوتی ہے

رسول کریم جب مبعوث ہو کر پبلک میں آئے تو لا الہ الا اللہ کا وعظ کیا۔ اس وقت دو مذہب تھے ایک موحد دوسرے بت پرست۔ ان میں سے جو متبع تھے حضرت نبی کریم کے وہ کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو ساتھ ملا لیا۔ مگر کافر اسی خوف وحزن میں رہے۔ عبداللہ بن ابی اور ابوجہل کو تھوڑا رنج نہ تھا۔ اور پھر کفار کو کتنا حزن ہوا ہوگا۔ جبکہ دونوں کے بیٹے مسلمان ہوگئے

غرض جو فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں۔ وہ سکھ پاتے ہیں۔ اور جو مقابلہ کرتے ہیں وہ اصحاب النار جل بھُن کے کباب ہو جاتے ہیں۔ ایک اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ مومنوں کو بھی خوف وحزن ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ مومنوں کیلئے یہ وعدہ ہے۔ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ غرض یہ خوف وحزن ایک فریق کیلئے کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ تو دوسرے کیلئے ناکامی کا۔

رکوع ۵

سارا قرآن شریف حقیقت میں الحمد کی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تین گروہوں کا اور اپنی صفات میں سے چار صفات کا ذکر کیا ہے۔ ایک گروہ کا نام منعم علیھم ہے۔ بہت سے لوگ منعم علیہ ہو کر بھی مغضوب بن جاتے ہیں۔ مغضوب علیہ وہ ہوتا ہے جو علم پر عمل نہ کرے اور کسی سے بے جا عداوت رکھے۔ احادیث میں یہود بتائے گئے ہیں۔ ان میں یہی بات ہے کہ بے جا عداوت رکھتے ہیں اور جو انعمت علیھم ہو کر علم نہیں رکھتے اور کسی سے بے جا محبت

رکھتے ہیں وہ ضالین ہیں۔ احادیث میں ان کا نام عیسائی آیا ہے۔ یہاں یعقوب کا نام چھوڑ دیا ہے اسرائیل کو یونانی زبان میں سٓ بجائے شٓ بولتے ہیں۔ اشر کے معنے سپاہی بہادر۔ خدا تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کا یہ نام رکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا بہادر سپاہی ہے۔ ماں باپ نے تو یعقوب نام رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل نام رکھا یہاں ہم کو بتایا کہ تم کن اسلاف کی اولاد ہو

انعامات کو یاد کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ ہمارے احکامات کی بجاآوری میں سستی نہ کرو۔ ہمارے احکامات کی بجاآوری کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ جو نتائج پہلوں کو عطا ہوئے ہیں وہ تم کو بھی عطا ہو جائیں گے۔ بعض اوقات انسان کو ایک اور مشکل پیش آجاتی ہے وہ یہ کہ بعض آدمی غریب ہوتے ہیں انکو فکر ہوتا ہے کہ ہم کسی بڑے آدمی کی مخالفت کریں۔ تو ہم کو نقصان پہنچے گا۔

نعمتی التی انعمت علیکم۔ سب سے بڑی نعمت تو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا۔ اوف بعہدی کہ میرے وعدوں کی پابند ہو جاؤ۔ جو میں نے ان پر ثمرات عطا کرنیکا وعدہ فرمایا ہے وہ میں دے دوں گا۔

چونکہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے میں بعض آدمیوں کو مشکلات ہوتی ہیں۔ اور بڑے آدمیوں کا خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ تکلیف دیں اس لئے فرماتا ہے ایای فارھبون ڈر صرف میرا ہی رکھو

انسان حق بات کا اظہار بوجہ مالی ضعف یا ضعف جاہ وجلال یا ضعف علم وہمت کی نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک آدمی غریب ہے اپنا جتھا نہیں رکھتا پس وہ دوسروں کا محتاج ہے۔ فرماتا ہے کہ تم اظہار حق میں کسی کی پرواہ نہ کرو۔ تم میرے وفادار بنو اور میرا ڈر رکھو۔ میں ضرور تمہاری مدد کروں گا۔ یہ ضعفاء کے لئے ہے۔

مصدقاً لما معکم۔ مصدقاً بعض عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ پھر مسلمان کیوں انجیل پر عمل نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مصدق ہونے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ انجیل وہ ہو جو عیسےٰ پر نازل ہوئی۔ اگر وہ انجیل ہو تو ہم اسکے مصدق ہیں۔

پھر کوئی چیز مصدق اس چیز کے لئے ہو سکتی ہے جو تصدیق کی محتاج ہو مثلاً سبت منادٔ یا یہ کرد تو یہ محتاج تصدیق نہیں۔ تصدیق کی محتاج پیشگوئیاں ہوتی ہیں اسلام کی وجہ سے جو تغیر ان کے بلاد اور مذہب میں ہوا۔ عیسائیوں سے ہمارا سوال ہے کہ آیا اس کے متعلق کوئی پیشگوئی تمہاری کتابوں میں ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ پوری ہو چکی۔

تصدیق کے دوسرے معنے سچ کو سچ کہنے والا۔ جھوٹ کو جھوٹ کہنے والے کو مصدق نہیں کہتے پس جو ان کتابوں میں سچ ہے اس کو اپنی تعلیم میں لیکر سچا ثابت کر دیا۔ اور جو جھوٹ ہے اس کی تکذیب کر دی۔ مثلاً یہود کہتے ہیں کہ خدا

ایکسب ہے اور مسیح کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں پس فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ ولا تکونوا اوّل کافر بہ۔ یعنے تم پڑھے ہوئے کافر بنوگے تو اوّل درجہ کے کافر کہلاؤگے۔ گو مشرک پہلے کافر ہوئے تھے مگر وہ جاہل تھے اس لئے پڑھے ہوؤں سے کہا کہ تم اوّل درجہ کے کافر ہوگئے کیونکہ تم کو منہاج نبوت کا علم ہے اور پھر کافر بنے۔ ثمناً قلیلاً کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کی قیمت تھوڑی نہیں لینی چاہیئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹے مسئلے بنا کے اپنی بڑائی یا دنیا چاہنا بہت بُرا ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ قل متاع الدنیا قلیل جس سے ثمناً قلیلاً کے معنے کھل سکتے ہیں۔

فاتقون۔ میرا تقویٰ اختیار کرو۔

انتم تعلمون۔ جب کہ تم پر حق واضح ہوچکا ہو۔ یہ سب علماء سے خطاب ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ علماء میں بہت ہیں۔

مثلاً ایک امیر شیعہ نے ایک عالم سے پوچھا کہ کربلا جانا بہتر ہے یا مکہ جانا۔ اُس نے جواب دیا مکہ کے واسطے توزاد راہ اور امن کی شرط ہے اور کربلا کے واسطے یہ شرط نہیں وہ کربلا کی اتنی عظمت ہے اور اس کی طرف اپنی جان جوکھوں میں ڈالکر جانا۔ یہ سن کر سبحان اللہ پڑھتا چلا گیا۔ بعد میں کسی دوست نے پوچھا کہ یوں حضرت یہ کیا فرمایا کہنے لگے کہ اسی نے دہوکا کھایا میرا مطلب یہ تھا۔ کہ کربلا جانا ثابت ہی نہیں۔ دیکھو اگر اسے حق کہنا منظور ہوتا تو ایسے مشتبہ لفظ نہ بولتا۔ پھر فرمایا کہ نمازیں سنوار سنوار کر پڑھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ میں نے بہت کم عالموں کو زکوٰۃ دیتے دیکھا ہے۔ ان میں زکوٰۃ کا رواج کم ہے اور رکوع کرو فرمانبرداروں کے ساتھ ہوجاؤ۔

اتأمرون الناس۔ ایسے نہ بنو کہ لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرو اور اپنے تئیں ترک کردو۔ تنسون کے معنے ترک کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے نسوا اللہ فنسیہم افلا تعقلون۔ تم کیوں نہیں رُکتے عقل ایک صفت ہے جس سے انسان اپنے تئیں بدیوں سے روک سکتا ہے۔

یہ دو گروہ ہوئے ضعفا اور علما اب تیسرے گروہ کا ذکر آتا ہے۔ یہ امرا کا گروہ ہے۔ ہمارے ملک میں ان لوگوں کے لئے تو گویا کوئی شریعت ہی نہیں اور نہ کوئی واعظ ہے۔ ہر قسم کی بدی ان کے لئے مباح ہے ان کی مجلسوں والے نرے خوشامدی ہیں۔ ایک امیر نے بینگن کی تعریف کی حاضرین مجلس نے بھی ہاں ہاں ملائی۔ دوسرے دن اس نے بینگن کی مذمت کی تو وہ بھی مذمت کرنے لگا۔ ایک دوست نے کہا کہ یہ کیا ہے کہنے لگا میں تو امیر کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں۔

پس امراء کو خصوصیت سے حکم دیتا ہے کہ روزے رکھو۔ نماز پڑھو یہ طریق مشکل ہے مگر خشوع اختیار کرنے والوں کو نہیں۔

انھا کی ضمیر مؤنث ہے جو صبر و صلٰوۃ کی طرف پھرتی ہے۔ عربوں میں قاعدہ ہے کہ مذکر و مؤنث مل جاویں تو مذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن اگر علیحدہ مؤنث و مذکر کو ضمیر پھرتا ہو تو مؤنث ہوگا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ لاینفقونھا۔ ہا ضمیر فضہ کے لحاظ سے مؤنث آیا ہے حالانکہ اشارہ دونوں کی طرف ہے۔ یہ انگریزوں میں بھی رواج ہے کہ ہاتھ ملانے خطاب کرنے میں عورتوں کو مقدم کرتے ہیں۔ عرب کے شعرا کا بھی یہی مسلک ہے ایک شعر ہے وماذکرالرحمٰن یوماً ولیلۃ ملکناک فیھا لم تکن لیلۃ البدر۔

الذین یظنون۔ یقین کرتے ہیں۔

رکوع ۶/۶

یٰبنی اسرائیل۔ اللہ تعالیٰ مخاطب کرتا ہی ایک قوم کو کہ تم بہادر سپاہی کی اولاد ہو۔ اور بہادر بنو۔

میں سمجھتا ہوں تمہیں بھی مخاطب کر کے یہی کہتا ہے تم اپنے بزرگوں کو دیکھو کہ کسطرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے اسلام کی اشاعت میں اپنی جان تک لڑا دی۔ صحابہ ایسے بہادر تھے کہ ایک دفعہ نبی کریم نے ان سے کہا دریا کے کنارے پر جاؤ۔ کچھ کام ہے۔ تین سو آدمی روانہ ہوئے اور میں حیران ہوں کہ یہ نہیں پوچھا کہ ہماری رسد کا کیا انتظام ہوگا۔ کچھ کھجوریں مدینہ سے لے گئے جو رستے ہی میں ختم ہوگئیں۔ جب کچھ پاس نہ رہا تو کیکر کے پتے پھانک کر گذارہ کرتے رہے۔ پھر ایک ویل مچھلی مل گئی جس پر تین سو آدمیوں نے سترہ روز تک گذارہ کیا۔ دیکھو اتباع کی کیا محبت تھی۔ جو اُن لوگوں میں تھی۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ کسی کو مالی نقصان ہی پہنچ جائے یا عزت میں فرق آجاوے یا کسی کے خیال کے خلاف ہی کوئی حکم شرعی ہو تو اسے گراں گذرتا ہے۔

فضلتکم علی العالمین لاتجزی نفس عن نفس۔ احمدی قوم پھر قادیان کے رہنے والے خصوصیت سے اس پر غور کریں۔ ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ کوئی جی کسی جی کے کام نہیں ہو سکتا۔ والدہ کو کتنی محبت ہوتی ہے۔ مگر ذرا بچے کے پیٹ میں درد اُٹھے وہ اس درد کو بانٹ ہی نہیں سکتی۔ سب سے زیادہ محبت کرنے والے تو پیر ہوتے ہیں۔ ان پیروں میں سے سب سے بزرگ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے ہمیں ہگنے موتنے تک کی جانچ سکھائی۔ پھر ہم نے اپنے امام کو دیکھا میں بیمار ہوتا تو وہ میرے لئے قربانیاں کرتے اور بار بار مکان کی تبدیلی کراتے۔ اور دم بدم

خبر منگواتے ایسا درد کسی میں ہو سکتا ہے پھر بھی جب وہ فوت ہونے لگے تو ہم نے کیا کر لیا بعض وقت سفارش بھی کام دے جاتی ہے۔ مگر ایک وقت سفارش بھی نہیں مانی جاتی مؤاخذہ الٰہی کا وقت ایسا آتا ہے۔ کہ

ولا یقبل منہا شفاعۃ۔ یہاں شفاعت کی مطلق نفی نہیں ہے کیونکہ الا باذنہ کا استثناء دوسرے مقام پر موجود ہے ولا یشفعون الا لمن ارتضٰے قرآن میں آچکا ہے۔ دیکھو یہودیوں پر ایک وقت آیا کہ لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدًا ابدًا! وان قوتلتم لننصرنکم کہنے والے کچھ بھی ان کے کام نہ آسکے۔

یستحیون۔ عورتوں کو زندہ رکھتے دوسرے معنے میرے نزدیک یہ ہیں کہ ان کے حیاء کو سلب کرتے۔

فرقنا بکم۔ دریا کو تمہارے لئے الگ کر دیا کس طرح کیا۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے فاضرب لہم طریقًا فی البحر یبسا۔ ایک راستہ اس دریا میں خشک نکال دیا ہے۔

انتم تنظرون۔ ایک فضل تو یہ تھا کہ دشمن کو ہلاک کر دیا اب دوسرا فضل یہ ہوا کہ دشمن کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔

وانتم ظالمون۔ اور تم مشرک ہو گئے ان الشرک لظلم عظیم۔

تشکرون۔ تا تم قدر کرو۔

الفرقان۔ وہ مدد جس سے دشمن اور موسٰے کے درمیان فیصلہ ہوا وہ یہی کہ فرعون غرق ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل نجات پا گئے اور عمدہ ملکوں کے وارث ہوئے۔

حضرت موسٰے علیہ السلام ایک زمانہ میں طور پر تشریف لے گئے۔ ایک شریر آدمی نے بچھڑا بنایا اور ان لوگوں سے کہا کہ یہی موسٰےؑ کا معبود تھا۔ وہ بھول کر پہاڑ پر چلا گیا۔ تم لوگ غالباً تعجب کرو کہ ایک قوم بچھڑے کو کیونکر خدا ٹھہرا سکتی ہے۔ سو میں تمہیں سناتا ہوں۔ کہ دیکھو آجکل ہندو کیسے ذہین اور چالاک ہیں۔ پھر بھی پتھروں کو معبود سمجھتے ہیں بچھڑے میں تو پھر ایک آواز تھی۔ پتھر میں یہ بات بھی نہیں۔ پھر پتھروں پر ہی اکتفار نہیں بلکہ جمنا جی گنگا جی اور اس قسم کی کئی ندیوں کی پرستش کرتے ہیں۔ خیر یہ تو ہندو ہیں مسلمانوں کا حال بھی اچھا نہیں لاہور دار السلطنت ہے اس کی نسبت دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ یہاں تیس ہزار حفاظ قرآن شریف موجود ہیں باوجود اس کے پھر علم قرآن ایسا مفقود ہے کہ وہاں بھی گھوڑے شاہ کی خانقاہ ہے۔ پھر اس قسم کی ہزاروں قبریں ہیں جن پر ٹلیاں یا رسے چڑھتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے صرف یہی کہ کوئی

قوم خواہ کس قدر اچھی ہو جب بُروں سے اس کا تعلق
ہو تو ان کی رسم و عادت نیکوں میں بھی رواج پذیر
ہو جاتی ہے۔ دیکھو مسلمان جانتے ہیں صبر بھی اچھی چیز
ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ بے صبری کا نتیجہ کچھ
بھی نہیں۔ اور پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ چیخ کر رونا
جائز نہیں۔ باوجود اس کے شیعہ کو دیکھ کر سنی بھی
محرم میں روتے پیٹتے ہیں اور تعزیئے بناتے ہیں۔
میں نے تعزیہ بنانے والوں کو پوچھا ہے کہ یہ واقعی
امام حسینؓ کی قبر ہے تو وہ کہتے ہیں نہیں۔ پھر جب
یہ جتایا گیا۔ کہ جو دن امام حسین کے قبر بنانے کا
ہے اس دن تم اس قبر کو توڑتے ہو تو وہ بہت
نادم ہوئے۔ غرض انسان کی غیرت اٹھ جاتی ہے
اور وہ بدی کو نیکی سمجھنے لگ جاتا ہے یہاں بنی اسرائیل
نے بھی ایسا ہی کیا کہ فرعونیوں میں رہتے رہتے وہ
اپنے خدا کو بھول گئے۔ اور گائے کی عظمت ان
کے دلوں میں گھر کر گئی اور وہ اس کی پوجا کرنے
لگ گئے تو خدا نے فرمایا توبوا الی بارئکم۔ تم
اپنے گھڑنے والے کی پرستاری کرو۔

فاقتلوا انفسکم۔ اس کے معنے میرے
نزدیک یہ ہیں کہ اس جرم کے جو سرغنہ ہیں ان کو
قتل کر دو۔ جو عام تھے ان کو خدا نے معاف
فرما دیا۔ جیسا کہ آگے فرمایا۔ فتاب علیکم۔

جھرۃً۔ خدا کو کھلا دیکھ لیں۔ یا یہ بات
کھل کر کہہ دی۔

موتکم۔ غشی از صاعقہ۔

ظللنا علیکم الغمام۔ مصیبتوں کے
وقت بادلوں کا سایہ بھیجا۔

منّ۔ جو رزق بلا محنت کسی انسان کو ملے
الکمئۃ من المن۔ لڑکے جو روٹی کھاتے ہیں میرے
خیال میں وہ بھی من ہے۔ کیونکہ ان کو وجہ معاش
کے لئے کچھ پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔

سلوٰی۔ عربی زبان میں شہد کو بھی کہتے
ہیں۔ جو جنگلوں میں بافراط مل جاتا تھا۔ اور چھوٹے
چھوٹے پرندوں کو بھی کہتے ہیں۔

ظلمونا۔ ہمارا نقصان نہیں کیا۔

وادخلوا الباب سجداً۔ کسی بستی میں جاؤ
تو سچّا عہد کر لو کہ فرمانبردار ہو کر رہیں گے اور خلل
امن کے مرتکب نہ ہوں گے۔

حطۃٌ۔ توبہ کرنے سے ہم تمہارے گناہ بخشدیں گے
اور سجداً کا اجر نزید المحسنین سے ظاہر ہے

رکوع ۷

واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ۔ دنیا
میں قحط پڑتے ہیں ان کے دور کرنے کے لئے
دو راہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مدبرانِ ملک نے مل کر
سوچا کہ اب کیا تدبیر کریں۔ اور پھر جو مجموعی طور
سے رائے قائم ہوا اس پر عمل کیا۔ چنانچہ اس
زمانے میں ریل گاڑی کو قحط کا علاج سمجھا گیا۔
تاکہ جس جگہ پیداوار ہو وہاں سے اس جگہ فوراً
پہنچائی جاسکے۔ جہاں پیداوار نہیں ہوئی۔ پھر
گرانی و ارزانی کی اطلاع جلد بہم پہنچانے کے

لئے تار ایجاد کی گئی۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دیا تاکہ لوگوں کے لئے کافی غلہ بہم پہنچ سکے۔ ایک دنیادار تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا مگر انبیاءؑ کی راہ ان راہوں سے علیحدہ ہے۔ وہ ہر مصیبت کا علاج اللہ کے حکم کے ماتحت کرتے ہیں دیکھو بعض صحابہ کرام کو جب کفار سے تکالیف پہنچیں تو وہ اور ملکوں کو ہجرت کر کے چلے گئے مگر نبی کریم خود نہیں گئے بلکہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ اور فرمایا کہ ہم اور آپ اکٹھے چلیں گے میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے بھی ہجرت کا حکم دے اوروں نے اگر اپنے ارادے سے اور تکالیف سے سفر کیا مگر نبی کریم حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ اسی طرح آپ کے زمانہ میں قحط ہوا۔ آپ اور بھی تدابیر کر سکتے تھے۔ مگر انبیاء کا طریق دعا ہے۔ اسی پر عمل کیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی جب ایسی مصیبت پیش آئی۔ تو انہوں نے پانی مانگا قوم کے لئے کس سے؟ چونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ ایک نبی اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ اس لئے اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس پر ہم نے الہام کیا۔

اضرب بعصاک الحجر۔ اس کے کئی معنے ہیں سبھی معنے صحیح ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ اس پہاڑ پر تم اپنا عصا مارو وہاں بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور یہ امر ممکن ہے کیونکہ زمین کے اندر پانی چلتا ہے۔ اور جہاں اللہ کی مرضی ہو پھوٹ نکلتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے موسٰےؑ کو کشف صحیح عطاء کیا۔ آپ کو جب اعلام الٰہی سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی پانی قریب ہی جاتا ہے۔ تو برچھا مارا اور اس سے چشمہ پھوٹ نکلا میرے خیال میں فلسفی کا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر ایک اور معنے بھی مجھے پسند ہیں وہ یہ کہ لے جا اپنی جماعت کو پہاڑ پر۔

عصا کے معنے عربی زبان میں جماعت الاسلام یعنے فرمانبردار جماعت کے ہیں۔ لاٹھی کو بھی اس لئے عصا کہتے ہیں کہ اس پر انگلیوں کی جماعت اکٹھی ہوتی ہے۔

لا تعثوا۔ جب گھر سے بلا محنت کھانا ملے اور پیٹ بھر جائے۔ تو بعض لوگ فرمانبرداری کی قدر نہیں کرتے۔ اور ان کے دماغ میں باغیانہ خیالات اٹھتے ہیں۔ پس وہ امن میں خلل ڈالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہیں بے محنت رزق دیا تو بجائے شکر فساد نہ کرو۔ عثی سخت فساد کو کہتے ہیں۔ لا تعثوا۔ بہت شرارت نہ کرو۔

لن نصبر علے طعام واحد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تمہارے پانی ہی کا انتظام نہیں کیا بلکہ تمہیں اپنی جناب سے طیب کھانا بھی دیا۔ طعام واحد۔ ایک ہی طرز پر یعنی جنگل سے یا یہ کہ من جدا نہیں ملتی تھی وہ ہمیشہ ہی ملتی سلوی

کی نسبت توراۃ میں لکھا ہے کہ چند روز بلی۔

بقلہا۔ ترکاریاں زمین کی۔

قثائہا۔ ککڑیاں زمین کی۔

فوم۔ لہسن کو کہتے ہیں اور گیہوں کو بھی۔ میری سمجھ میں انہوں نے ان چیزوں کا ذکر کر کے زمینداره چاہا۔ بالذی بدلے اسکے۔

خیر۔ یہ خیر کیا تھی۔ سنو! مجھے ان معنوں پر یقین ہے کہ وہ خیر فرعون کی غلامی اور ماتحتی سے چھڑا کر جہاں انکی صحت و قوئ جسمانی میں فتور آگیا۔ آزادی اور جنگل اور پہاڑوں کی رہائش اور بے محنت رزق کی بخشش تھی۔ خدا کا مقصود یہ تھا۔ کہ ان میں حریت کی روح بھر جائے اور پھر یہ فاتح بنیں۔ مگر انہوں نے اس انعام الٰہی کی قدر نہ کی اور کہا کہ زمیندارہ کرینگے۔

بعض حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک گھر میں زمیندارہ کے آلات دیکھے تو فرمایا ذلت کے سامان ہیں۔ اس ارشاد نبوی سے یورپ کی قوموں نے نفع اٹھایا۔ دیکھو کہ جنگلوں کو آباد کر دیا ہے۔ مگر وہ زمینیں ہمیں دیتے ہیں۔ انگریزوں کو عموماً نہیں دلاتے یہ اس لئے کہ انہوں نے دیکھ لیا۔ مسلمانوں کی چار قومیں سید مغل۔ پٹھان۔ ترک فاتح ہو کر آئیں لیکن آکر زمیندارہ شروع کر دیا۔ تو آخر کار کمزور ہو گئیں کیونکہ وہی زمین جو کسی مورث اعلےٰ کے پاس ہزار بیگھہ تھی۔ اولاد میں تقسیم ہوتے ہوتے ہر ایک کے پاس چار چار بیگھہ رہ گئی۔ جس سے قوت لایموت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

خیر۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اچھا جو کچھ تم نے چاہا۔ وہ ہم نے دیا۔ جاؤ کوئی گاؤں آباد کر لو۔ مگر ان سے یہ معاہدہ کر لیا۔ کہ شام کے فتح ہونے تک دوسری قوم کے ساتھ رہیں گے۔

ضربت۔ لگا دی گئی۔

ذلۃ۔ دن بدن کم ہوتے گئے۔ ذلت کے معنے کمی کے ہیں۔

مسکنۃ۔ بے دست و پا ہو گئے زمیندارہ چھوڑ کر کہیں نہ جا سکتے تھے۔ پھر یہ غضب زمیندارہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کا کفر کرتے۔ انبیاء کے قتل کی تدبیریں سوچتے رہتے۔ یہ جرأت کیوں ہوئی۔ پہلے چھوٹی چھوٹی نافرمانیاں کرتے تھے۔ جن سے جرأت بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی۔ اس بات کا تماشا میں نے آگ سے دیکھا ہے کہ پہلے ایک دیا سلائی ہوتی ہے۔ جس کی تیلی کے ایک کنارہ پر آگ مخفی ہوتی ہے مگر ذرا گھسنے سے وہ بھڑک اٹھتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے وہ مکانوں اور شہروں کو جلا سکتی ہے۔ اسی طرح گناہ پہلے تھوڑا سا ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے فسق و فجور تک نوبت پہنچتی ہے پھر اس سے کفر تک یہاں تک کہ دوزخ کی آگ انکا انجام ہے۔ تم اپنے تئیں پہلے ہی سے بچاؤ۔ تا ہلاکت میں نہ پڑو۔ بنی اسرائیل کی مثال سے عبرت پکڑو۔

رکوع ۸

ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

چونکہ اس وقت ایک مذہبی جنگ شروع تھی۔ اسواسطے تمام قومیں خوف کی حالت میں تھیں کہ خدا جانے ہمارا مذہب اور ہماری عزت باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومن ہیں ان کا نشان یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی ڈر نہیں۔ اور ان میں حزن باقی رہیگا۔

میثاق۔ پکا وعدہ۔

رفعنا۔ اونچا رکھا ہم نے تم پر طور کو۔ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ حضرت موسیٰ کے ساتھ اس شوق میں گئے کہ ہم بھی مکالمات الہیٰہ سنیں۔ حضرت موسےٰ نے انہیں ہدایت کی۔ کہ میں پہاڑ پر جاتا ہوں تم یہاں پہاڑ کے نیچے انتظار کرو۔ جب جناب الہیٰ سے ارشاد ہوگا۔ تمہیں اس دعا کے مقام پر بلالونگا۔ چونکہ انہیں پہاڑ کے نیچے رہنے کی سخت تاکید کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر پہاڑ کو اونچا رکھا(پھر اس میں زلزلہ آیا جس سے وہ سمجھے کہ وہ ہم پر گر پڑنے والا ہے)

ہمارے ملک میں بھی ایسے محاورات بولے جاتے ہیں جیسے راوی پر لاہور آباد ہے۔ یا راوی لاہور کے نیچے بہتی ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے دخلوا علی یوسف۔ اس سے یہ مراد تو نہیں کہ سب بھائی آکر یوسف کے اوپر چڑھ بیٹھے۔ ایک حدیث سے بھی یہ محاورہ صاف ہو جاتا ہے وہ ہجرت کی حدیث ہے۔ جس میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں فرفع لنا الجبل واذکروا ما فیہ۔ جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔

تتقون۔ تاکہ تم دکھوں سے بچ جاؤ۔

مخاطب بنی اسرائیل ہیں۔ مگر ہمیں سمجھاتا ہے کہ غار حرا میں رسول کریمؐ بھی اوپر گئے تھے اللہ نے انہیں وہاں کتاب دی۔ تم اس پر عمل کرو تا دکھوں سے بچ جاؤ۔

ولقد علمتم۔ خاسروں میں سے ہونے کی ایک مثال دیتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے حکم کو نہیں مانتے وہ کس طرح دکھوں میں مبتلا ہوتے ہیں علمتم یعنے تمہیں یہ واقعہ خوب معلوم ہے

اعتدوا منکم۔ خدا کے حکموں سے نکل کر کام کیا اور الہیٰ حد بندیوں کو توڑ دیا۔

فی السبت۔ سبت کے معنے ہیں آرام راحت۔ آسودگی کے۔ لغت میں ہے السبت الراحۃ۔ اکثر لوگ جب خدا انہیں دولت و مال۔ جاہ و جلال۔ جتھا۔ صحت عافیت دیتا ہے تو اس آسودگی میں خدا کو راضی کرنے کی بجائے ناراض کر لیتے ہیں۔ اور قسم قسم کی بدیاں اور حق تلفیاں کرتے ہیں اور اس آرام میں حدود الہیٰہ سے نکل جاتے ہیں۔ سبت کے ایک اور معنے بھی ہیں۔ وہ ایک دن کا نام ہے جیسے ہمارے ہاں جمعہ ہے۔ یہودیوں میں بھی ہفتہ ایک

دن ایسا مقرر کیا گیا تھا جس میں ارشاد الہٰی تھا۔ کہ شکار نہ کرو وہ یوں کرتے تھے کہ گڑھوں میں مچھلیوں کو روک لیتے تھے اور دوسرے دن اٹھا لاتے اور کہتے کہ آج تو سبت نہیں ہے شریعت کے احکام میں کئی لوگ ایسے حیلے بنا لیتے ہیں جس سے ظاہری طور پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا تو ان کے دلوں کی نیتوں کو خوب جانتا ہے اس کو یہ لوگ کیونکر دھوکہ دے سکتے ہیں۔ یاد رکھو اس آیت میں یہ نصیحت ہے کہ مرفع الحال ہو کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے تو وہ بھی برا۔ اور خدا نے جو عبادت کے وقت مقرر کر رکھے ہیں ان میں حیلہ گریوں سے کام لے تو وہ بھی برا۔ پس ان دونوں باتوں سے بچو۔ دیکھو ایک قوم نے ایام راحت اور یوم عبادت کی قدر نہ کی حکم الٰہی کی بجا آوری میں طرح طرح کے حیلے کئے تو اللہ نے انکو یہ عذاب دیا کہ بندروں کی طرح ذلیل بنا دیا۔ وہ احکام کو ٹالکر اپنی عزت چاہتے تھے۔ مگر خدا نے انہیں ذلیل کر دیا۔ اور یہ واقعہ ایسا خطرناک ہوا کہ نجعلنا ھا نکالاً۔ کہ اسے دہشت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے۔ اور ان کے لئے بھی جو پیچھے آئیں گے۔

پارہ ۹ رکوع گیارہ اور پھر پارہ ۶ رکوع ۱۳ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ کسطرح بندر بنائے گئے

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

پس جب ممنوع امور کو گردن کشی سے کرنے لگے تو ہم نے کہا ہو جاؤ تم ...... بندر ذلیل۔ اور جب تیرے رب نے آگاہ کر دیا کہ ان (یہود) پر ایسے لوگوں کو مسلط رکھے گا جو قیامت تک انہیں برے برے دکھ پہنچاتے رہیں۔ بتحقیق تیرا رب جلد اعمال کا برا نتیجہ دینے والا ہے اور بات یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔ اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ بنا کر ملک میں منتشر کر دیا۔ ان میں سے بعض نیکوکار ہو گئے اور انہی میں سے بعض اور طرح کے ہیں اور انہیں ہم نے دکھوں سکھوں سے آزمایا تا کہ رجوع کریں۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ط اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ وَاِذَا

جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ
وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا
يَكْتُمُونَ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ
فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ
لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

میں تمہیں آگاہ کروں کہ اللہ کے حضور بدتر بدلہ پانے والا کون ہے وہی گروہ جسے اللہ نے اپنی رحمت سے دور کیا اس پر غضب نازل کیا جن کو بندر اور سوئر بنایا۔ کیونکہ انہوں نے طاغوت کی فرمانبرداری کی انہی لوگوں کا برا ٹھکانا ہے اور سیدھے راستے سے بہت دور ہیں جب وہ تمہارے پاس آئے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر سے بھرے ہوئے آئے۔ اور اسی کے ساتھ نکل گئے۔ اور اللہ جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور تو ان میں سے بہت کو دیکھیگا کہ گناہ اور زیادتی میں اور حرام خوری میں پیشدستی کرتے ہیں۔ بہت برا ہے وہ امر جو وہ کرتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ان کی شکلیں مسخ نہیں ہوئیں وہ لوگ گائے کی پرستش کرتے تھے۔ خدا نے ان سے درشنی گائے ذبح کرائی

مسلمۃ۔ ان کاموں (تثیر الارض تسقی الحرث) سے بچے۔ بے داغ

رکوع ۹

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا۔ اس آیت کے معنے کے متعلق مجھے شرح صدر نہیں اور خدا تعالےٰ

فرماتا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ لہذا میں متکلف ہو ہو کر اور بنا بنا کر اس آیت کے معنے بیان کروں۔ اس کی مجھے ضرورت نہیں میں اس پر ایمان لایا ہوں۔ کوئی واقعہ ہوا اللہ تعالےٰ اس کو بہتر جانتا ہے کہ کیا بات ہے۔ ہاں یہ معنے کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ اور لوگوں نے کہا کہ گائے ذبح کرو اور اس کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم سے لگاؤ۔ تو وہ زندہ ہو جائیگا سمجھ نہیں آتی اور ایسا کہنا بڑی دلیری ہے ان معانی کو نہ صحابہ نے بیان کیا نہ ائمہ تابعین نے اور نہ تبع تابعین نے نہ کسی محدث نے۔ اسمیں ایک لفظ عجیب ہے وہ ہے کذٰلک یحیی اللہ الموتیٰ مردے اسی طرح زندہ ہوا کرتے ہیں پھر یہ کہ وہ تم کو اس طرح کے نشان دکھاتا رہتا ہے۔ صوفیوں نے بھی اس آیت کے معنے کئے ہیں وہ قتل نفس سے مراد نفس کشی لیتے ہیں۔ اور اس کا طریق بتاتے ہیں۔ بعض قویٰ کو بعض سے مارنا۔ مگر قتل نفس کے یہ معنے میں نے کسی محاورۂ عرب میں نہیں دیکھے۔ اس لئے جرأت نہیں کرتا۔

فیخرج منہ الماء۔ جب بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان سے پانی نکلتا ہے تو مومن کے اندر سے تو اس سے بڑھ کر کچھ نکلنا چاہیئے یعنی اتنی ندیاں پھوٹ کر نکلیں کہ عالم سیراب ہو بعض دلوں سے پانی نکلکر فارغ البالی سرسبزی

کا ذریعہ بنتا ہے تو مومن کے اندر سے بھی ایسے
کلمات نکلنے چاہئیں۔ جن سے روحانی سرزمین
میں بہار آتی ہو۔

لما یھبط من خشیۃ اللہ۔ پتھر
سے اوپر کے گذرنے کا نظارہ انسان میں خشیۃ
پیدا کرتا ہے۔ یا ضمیر قلوب کی طرف ہو۔

وما اللہ بغافل عما تعملون۔ گناہ
سے بچنے اور خشیت اللہ پیدا کرنے کا ایک ذریعہ
یہی ہے۔ کہ انسان کو یہ یقین ہو اللہ میرے
کاموں سے بے خبر نہیں۔

افتطمعون ان یؤمنوا لکم۔ تم
یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بات مان لیں مگر یہ وہ
لوگ ہیں کہ جس کتاب کو کلام اللہ مانتے ہیں
اس کی بھی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ بعد
اس کے کہ اس کو خوب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں
کہ اس کی خلاف ورزی کوئی نیک نتیجہ نہیں رکھتی۔

لیحاجوکم۔ حجت میں غالب آئیں گے۔

امانی۔ امانی کے تین معنے ہیں (۱)
امانی جمع امنیۃ کی امیدیں (۲) امانی کے معنے
تلاوت (۳) امانی کے معنے اکاذیب یعنی ان پڑھ
ان تینوں باتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جھوٹے
خیالات۔ جھوٹی امیدیں۔ عبارت تو سن لیتے
ہیں مگر مطلب نہیں سمجھتے۔

ثمنا قلیلا۔ دنیا جیسا کہ فرمایا متاع
الدنیا قلیل۔ مطلب یہ کہ وہ دنیا کے چند
روزہ فائدہ کے لئے دنیا کو چھوڑتے ہیں۔

مما کتبت ایدیھم۔ (بائبل خصوصاً اس
میں اناجیل اور اس کے ملحقات ترجمہ در ترجمہ
ہو کر اس کی مصداق ہو چکی ہے اور اب کوئی
نہیں کہہ سکتا کہ اصل کیا تھا)

حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے
چالیس سال کی عمر میں اطلاع دی کہ خدا نے مجھے
رسول بنایا۔ تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اس
کے بعد جب آپ کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی۔ حکم
الٰہی کے مطابق ہجرت کر کے چلے گئے۔ مکہ میں آپ
کو کئی قسم کی سہولتیں تھیں۔ اول تو یہ کہ ایک ہی
قسم کے مخالفین سے پالا پڑتا تھا یعنے مشرکوں
سے۔ پھر بوجہ اس کے کہ آپ کا خاندان نہایت
معزز تھا۔ اور آپ کے قرابت دار بھی وہاں
تھے۔ کوئی ایذا رسانی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔
آپ ان لوگوں کے رسم و عادات کو بھی سمجھتے تھے۔
آپ کے کئی پرانے دوست بھی تھے جو ہر وقت
مدد کرتے۔ برخلاف اس کے مدینہ میں جب
آپ آئے تو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ پہلی مشکل
تو یہ کہ مکہ کی مخالفت بدستور تھی (۲) پھر مدینہ
میں بھی مشرکین موجود تھے (۳) ایک منافقوں
کا گروہ بھی وہاں پیدا ہو گیا۔ یہ بدذات گروہ
بڑا خوفناک ہوتا ہے۔ اندر سے کچھ باہر سے کچھ
(۴) عیسائی بھی تھے (۵) بنو قینقاع یہودی
بڑے شہدے اور اوباش تھے (۶) بنو نضیر۔

(۷) بنو قریضہ۔ پھر ان کے علاوہ مدینہ کے
ارد گرد غطفان۔ مضر کا گروہ تھا۔ (مجھے یہاں
ایک نکتہ یاد آگیا۔ ایک شیعہ نے مجھ سے کہا بلغ
ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل
فما بلغت رسٰلتہ۔ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
کوئی بڑا خطرناک کام تھا۔ میں نے کہا کہ بیشک
اتنی قوموں کی مخالفت میں پیغام الٰہی پہنچانا بڑا
مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تسلی کیواسطے
واللہ یعصمک من الناس۔ آیت نازل فرمائی۔
مکّہ کے لوگ تو ایسے تھے کہ نہ ان کے پاس
کتاب نہ انبیاء کے علوم نہ وہ اتنے چالاک۔
مگر مدینہ کا دشمن بڑا خطرناک اور چالاک دشمن
تھا۔ کیونکہ عیسائی اور یہودی سب پڑھے ہوئے
تھے ان کا ایک کالج بھی وہاں تھا جسے بیت المدارس
کہتے تھے۔ پھر ان میں رہبان بھی تھے۔ جو کچھ
روحانی طاقتیں بھی رکھتے تھے۔ اور اپنا خاص
اثر بھی۔ اس واسطے حضرت نبی کریم (صلے اللہ
علیہ وسلم) نے تجویز کی کہ سب قوموں کو بلایا اور
ان سے کہا کہ تم جانتے ہو میں یہاں آکر آباد
ہوگیا ہوں۔ میری قوم کے لوگ میرے دشمن
ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اس قوم کا رعب تمام علاقہ
عرب پر ہے پس ان کے ساتھ اور قومیں بھی
ملکر ہمیں ایذا پہنچائیں گی۔ پس ضرور ہے کہ ہم
بیرونی دشمنوں سے بچنے کے لئے اتفاق کریں
میں اس کے لئے چند شرائط پیش کرتا ہوں۔ جن
پر اگر ہمارا تمہارا اتفاق ہو جائے تو کوئی فساد
نہ رہے چنانچہ آپ نے ان کے سامنے عہد نامہ
کا یہ مسودہ پیش کیا جو انہوں نے مان لیا اور جو
اس رکوع میں مفصل مذکور ہے۔ اس میں حقوق
الٰہی اور حقوق العباد دونوں آگئے۔

لا تعبدون الا اللہ یہی آپ کا اصل
منشاء تھا۔ جو ان سے منوا لیا کہ ہم لوگ اللہ کے
سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ یہودیوں کے
لئے اس کا مان لینا کوئی مشکل امر نہ تھا۔

بالوالدین احسانا۔ یہ عام اخلاقی
باتیں ہیں۔

قولوا للناس حسنا۔ خوش معاملگی (کرنا)۔
قولوا حسنا کے یہی معنے ہیں۔

اقیموا الصلوٰۃ۔ اپنے اپنے طور سے
نمازیں پڑھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔ یہ تو دین
الٰہی کے متعلق معاہدہ ہوا۔ اب دوسری طرف
یہ وعدہ لیا (۱) تم اپنے خون نہ بہاؤ گے یعنی
آپس میں نہ لڑو گے (۲) اپنے لوگوں کو گھروں
سے باہر نکال کر انہیں در بدر نہ کراؤ گے۔

انتم تشھدون۔ تم نے اس معاہدہ
پر اپنی گواہیاں ثبت کر دیں۔ اس سے آگے
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر تم وہی ہو کہ اپنے لوگوں
کو قتل کرانا اور جلا وطن بنانا چاہتے ہو۔ یہ
اس طرح کہ
تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان

بدکاری اور ظلم کے لئے ان کی پیٹھ بھرتے ہو۔ مدد دیتے ہو۔

قیدیوں کو تو فدیہ دیکر چھڑاتے ہو مگر جو اس سے بُرا کام ہے جلاوطن کرانا اس سے باز نہیں آتے۔

افتؤمنون ببعض الکتاب۔ یہ مرض آجکل بہت ساری ہے کہ ایک ہی کتاب کے بعض احکام کی تو تعمیل کی جاتی ہے۔ بعض کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کئی لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ کا خیال تک نہیں روزے رکھتے ہیں۔ مگر نہیں سوچتے کہ کسی پر ظلم کرنا بُرا ہے۔ یوں تو تہجد گذار ہیں۔ مگر لڑکیوں کو میراث دینے کی قسم ہے یہ بہت بُری بات ہے اس سے بچو ورنہ اسکی سزا جہنم ہے۔

وما اللہ بغافل عما تعملون۔ یہ ایک پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں ایک شخص ایک مسلمان کے ہاتھ سے اتفاقیہ طور پر مارا گیا۔ یہ واقعہ گذر گیا۔ مگر رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تمام شہر کے لوگوں کو بلاکر فرمایا کہ ہم مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس کی قوم کے لوگ ہماری مخالفت نہ کریں مگر امن عامہ کے شریک اس دیت کے دینے میں شریک نہ ہوئے بلکہ ایک مسلمان عورت نکلا سیدھا کرانے کے لئے قینقاع (جو لوہار تھے) کے محلہ میں گئی۔ وہ گھونگٹ نکالے ہوئے تھی۔ شریر لوہار نے کہا کہ یہ کپڑا کیوں منہ پر ڈالے ہوئی ہو۔ اس نے جواب دیا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پردہ کا حکم دیا ہے اس پر اس بدمعاش نے شرارت سے لوہے کی ایک میخ پچھلی طرف کپڑے میں ٹھونک دی۔ عورت اُٹھنے لگی تو اس کا کپڑا بھی پھٹ گیا اور گھونگٹ بھی اُتر گیا۔ یہ حالت دیکھ کر بجائے اس کے کہ معذرت کرتے انہوں نے تمسخر اڑایا عورت نے گھبرا کر کہا کہ کوئی ہے جو مدد کرے اِدھر سے ایک مسلمان بھائی نے یہ بات سُن لی وہ مدد کو دوڑا آیا میں وہاں لڑائی چھڑ گئی جس سے ایک قتل ہوگیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی۔ تو فرمایا کہ ہم نے بیرونی انتظام کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ تم اندرونی معاملات میں ایسے تیز ہو جاتے ہو کہ قتل تک نوبت پہنچ گئی ہے جب وہ بہت تنگ ہوئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

اِدھر بنو نضیر سے ایک حماقت ہوئی کہ کسی اپنے معاملہ کے لئے نبی کریم صلعم کو اپنے محلہ میں بلا لیا اور وہاں ایک شخص کو کہا کہ جب دیوار کے پاس بیٹھے ہوں تو تم اوپر سے چکی کا پاٹ گرا دو۔ آپ کو ان کی بدنیتی کی خبر کسی نہ کسی طرح مل گئی اس لئے آپ یکدم اٹھ کر

چلے گئے۔ اور ان کا داؤ نہ چل سکا۔ یہ بات بڑھ گئی ان میں کچھ شاعر بھی تھے۔ وہ مکہ میں گئے اور وہاں کے سرداروں کو جاکر بھڑکایا۔ اور بعض نے مسلمان عورتوں سے تغزل کیا اس لئے بنو نضیر کو حکم ہوا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ جلاوطن کر دیا گیا حالانکہ ان سے معاہدہ لیا جاچکا تھا کہ وہ ایسے کام نہ کریں گے جن سے یہ جلاوطنی نہ کرنی پڑے۔ ادھر مکہ والوں نے پیغام بھیجا کہ تم ان مسلمانوں کی عورتوں کو مارو اور ہم باہر سے لشکر لے کر ان پر حملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک اپنے ساتھ گرد و نواح کی قوموں کو جمع کر لائے سورۂ احزاب میں اس کا ذکر ہے آخر خدا تعالیٰ نے اس لڑائی سے مسلمانوں کو بچا لیا جب وہ لوگ چلے گئے۔ تو آپ نے بنو قریضہ سے پوچھا کہ تم پہلے دو واقعے قینقاع اور بنو نضیر کے دیکھ چکے اور پھر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور اب تمہارے حق میں ایک فیصلہ کرتا ہوں۔ جو تمہیں ماننا پڑیگا۔ بدقسمت انسان نیک کی بات کو نہیں مانتا اس لئے انہوں نے کہا ہمیں سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے نہ آپ کا اس نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ جنگ کے شرکاء کو قتل کر دیا جاوے۔ یہ فیصلہ انہیں چار و ناچار منظور کرنا پڑا جن کو قتل کی سزا دی گئی۔ ان کی تعداد کم از کم دو سو پچاس اور زیادہ سے زیادہ نو سو کی بتائی گئی۔

خیر یہودیوں کے فرقے تو اس طرح تباہ ہوئے۔ باقی رہے عیسائی ان کا لاٹ پادری عامر تھا اس نے لوگوں کو خواب سنایا کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ سلم) کو دیکھا ہے کہ وہ پراگندہ اور ملک بملک اکیلا پھرتا ہوا مر جائیگا۔ آپ نے فرمایا خواب تو سچ دیکھا ہے۔ مگر میرا نہیں اپنا یہ انجام دیکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ مکہ گیا اس خیال سے کہ کچھ انتظام مسلمانوں کے خلاف کروں۔ مگر وہاں اس نے شراب پی کر بدمستی کی تو نکالا گیا مگر روما چلا گیا۔ وہاں بادشاہ کو سکھایا۔ مگر بادشاہ کسی امر پر ناراض ہوا راتوں رات نکل کر بھاگنا پڑا۔ اور آخر اسی طرح مارا گیا۔ حدیث میں وحیداً طریداً فریداً آیا ہے اب میدان صاف تھا۔ دو گروہ رہ گئے ایک منافقوں کا اور دوسرے مسلمانوں کا منافقوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اولٰئک الذین اشتروا الضلالۃ

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے ورلی زندگی کو اختیار کر لیا اس لئے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائیگا اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے چنانچہ جب ان لوگوں کی تباہی آئی کوئی انکا حامی ناصر نہ ہوا۔

(رکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو بھیجا اور پھر اس کے بعد کئی رسول اور بھیجے۔ حتیٰ

کہ عیسےٰ کو بھیجا۔ ایدناہ بروح القدس اور اسے اپنے کلام سے موئید کیا۔ پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ کے آخری رکوع کی آیت وکذالک اوحینا الیک روحاً من امرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح سے مراد کلام ہے۔

غلف۔ جس کا ختنہ نہ ہو اس پر ایک پردہ رہ جاتا ہے اغلف وہ شخص جو نامختون ہے۔ دوسرے معنے غلاف میں ہیں۔ جیسے کہ آیا ہے قلوبھم اکنہ تیسرے معنے ہم بڑے مکرم معظم لوگ ہیں جن پر کسی کا اثر نہیں پڑتا۔

فقلیلاً مایومنون۔ کم ہی ایمان لاتے ہیں یہ محاورہ ہے یعنی ایمان نہیں لاتے۔

مصدق لما۔ ایسے لوگوں کی وہ کتابیں تھیں جن میں کچھ باتیں آیندہ کی نسبت لکھی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم سے ان کی تصدیق ہوگئی۔ چنانچہ تورات باب ۱۸ استثنا آیت ۱۸ میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے ساتھ جانے والوں نے گھبرا کر کہا کہ اے خدا ہم تیری آواز سننا نہیں چاہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وحی تم میں نہیں بلکہ تمہارے بھائیوں میں اُترے گی۔ اور پھر اُس رسول کے نشان بتلائے (۱) وہ بُت پرستی کا دشمن ہوگا (۲) بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا (۳) اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ جو کہے وہ مانو ورنہ دُکھ پاؤگے (۵) جو کہیگا وہ پورا ہوگا (۶) وہ موسیٰ کا مثل ہوگا۔ اعمال حواریوں میں اس مسئلہ کو بالکل حل کر دیا گیا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ تم دعائیں کرو ضرور ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے پہلے وُہ باتیں پوری ہو جاویں جو ہمارے باپ دادا کو کہی گئیں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح کے حق میں نہ تھی۔

یستفتحون۔ یہ باتیں تم کافروں پر پڑھا کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں فتوحات کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

ماعرفوا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم

بغضب علیٰ غضب مسیح کی مخالفت کا غضب پھر اس نبی کی مخالفت کا غضب۔

وھو الحق۔ اور وہ حق ہے۔ اگر کتاب سچی بھی ہو اور تمہاری کتاب کی تصدیق کرنیوالی بھی ہو تو پھر انسان کیوں نہ مانے

تقتلون۔ مقابلہ کرتے ہیں اگر کہیں کہ وہ نبی نہ تھے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ اچھا موسےٰ کو تو تم سب نبی مانتے ہو پس تم نے اس کی کیوں حکم عدولی کی۔

عصینا۔ مان تو لیا مگر ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

اشربوا۔ رچ گئی تھی۔

تمنوا الموت۔ اس کے دو معنے ہیں دونوں پسند ہیں ایک تو یہ کہ تم سب ملکر اس نبی کے مرنے کی دعائیں کر لو۔ اور پھر دیکھو کہ

یہ دعا مقبول ہوتی ہے یا نہیں یا الٹی تم پر پڑتی ہے یا وہ جنگ کرو جو ایک گروہ کو فنا کردے۔ موت بھی جنگ۔ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ولقد کنتم تمنون الموت۔

ومن الذین اشرکوا۔ یہ تو زیادہ جینے کی حرص میں مجوسیوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک دعائیہ فقرہ ہے کہ ہزار سال بزی۔

(رکوع ۱۲)

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزل علی قلبک۔ لوگ کس طرح اللہ کی بات سے محروم رہتے ہیں اور کیونکر راستبازوں کے دشمن ہو جاتے ہیں، اور کس طرح ضد اللہ عداوت بے جا کلمات کے لئے جرأت دلاتی ہے۔ ان تین باتوں کا بیان اس رکوع میں ہے۔

بہت سے لوگ ملائکہ کے منکر ہیں بعض مسلمانوں نے بھی ان پر ایمان لانے کو اتنا ضروری نہیں سمجھا حالانکہ تمام نیک تحریکوں کے سرچشمے یہی ہیں۔ علم عقائد میں ایک کتاب کتاب التوحید میں نے دیکھی ہے جس میں اس نیک بخت نے ملائکہ کا ذکر نہیں کیا۔ میں ملائکہ کی نسبت کچھ تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان پر ایمان نے مجھے بہت بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔

اس دنیا میں کوئی مسبب بغیر از سبب نہیں ایک چیز دوسری چیز سے پیدا ہوتی ہے۔ اس زمانے کے فلاسفر بھی اس بات کو مانتے ہیں پس خیال کرو کہ بعض وقت بیٹھے بیٹھے آدمی کے دل میں نیک کام کے لئے ایک لہر اٹھتی ہے اور ایک نیکی کے کرنے کے لئے جوش پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں جدید تحریک نظر آتی ہے حالانکہ انسان اور اس کا علم اور اس کے قویٰ پہلے سے موجود تھے مگر یہ تحریک یکدم پیدا ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی وجود اس کا محرک ہے پس ایسی تحریک کرنے والے کا نام حدیث و قرآن کے رو سے ملک ہے۔ ملک کو علم ہوتا ہے اس لئے وہ حسب موقعہ و محل ایک کام کی تحریک کرتا ہے جو انسان فوراً اس پر عمل کرتا ہے (ہمارے حضرت اقدس ؑ... اپنے قلب صافی میں جس وقت کسی کام کی تحریک پاتے تو اسی وقت خواہ رات کے بارہ ۱۲ بجے ہوں اس کے کرنے میں مشغول ہو جاتے اور مشکلات کی پروا نہ کرتے) تو ملک کو اس شخص کے ساتھ ایک محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ اور تحریکیں کرتا ہے اور پھر دوسرے ملائکہ کو بھی جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔ اطلاع دیتا ہے کہ یہ قلب اس قابل ہے کہ ہم اسے نیک تحریکیں کرتے رہیں۔ اس طرح تمام ملائکہ حتیٰ کہ ملاء اعلیٰ میں اس کی نسبت ایک توجہ پیدا ہوتی ہے اور اس کا تعلق بڑھتے بڑھتے وہ زمانہ آتا ہے۔

کہ تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ جو میں نے کہی تم تجربہ کرکے دیکھ لو۔

پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملائکہ کا آفیسر جبرئیل امین ہے۔ یعنی تمام محکمے نیکیوں کی تحریک کے جو قلب سے متعلق ہیں ان کا افسر جبرئیل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں عند ذی العرش مکین۔ مطاع ثم امین آیا ہے۔ رسول کریم نے فرمایا۔ اوتیت جوامع الکلم۔ میری تعلیم تمام دنیا کی پاک تعلیموں کی جامع ہے۔ کیونکہ تمام نیکیوں کی تحریکوں کے آفیسر کا تعلق میرے قلب سے ہے۔ جامع کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی صداقت (جو قلبی اور روحانی ہو) نہ ہوگی جس کے لئے قرآن مجید سے کوئی آیت نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جبرئیل کا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہی نیک تحریکوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی نے نازل کیا ہے یہ قرآن تیرے قلب پر۔ آیندہ جو ہوگا۔ وہ دنیا دیکھ لے گی۔ مگر موجودہ تعلیمات دنیا میں جس قدر ہیں۔ ان ساری پاک تعلیموں اور نیک تحریکوں کا عطر نکالو۔ پھر محمد رسول اللہ (صلعم) کی تعلیم سے مقابلہ کرو۔ تو وہ سب کچھ اس میں موجود ہوگا۔

اور میں (نورالدینؓ) اس بات کا گواہ ہوں۔ کہ میں نے ساری بائبل کو دیکھا ہے اور تین (شام یجر۔ رگ) ویدوں کو خوب سنا ہے۔ پھر ساتھ کو بہت توجہ سے پڑھا ہے اور بدھوؤں کی کتابوں کو دیکھا۔ یہی کتابیں میرے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہیں ان سب میں کوئی ایسی صداقت نہیں جو قرآن مجید میں نہ ہو۔ اور پھر اتم نہ ہو۔

مصدقاً لما بین یدیہ وھدًی و بشریٰ للمومنین۔ پھر فرماتا ہے کہ جو اگلی کتابوں میں سچ ہے اس کی تصدیق کرنے کے علاوہ اس میں اور بھی کچھ ہدایتیں ہیں جو پچھلی کتابوں میں نہیں۔ ایک بات سناتا ہوں اگلی کتابوں میں جو نصائح ہیں۔ ان پر دلائل نہیں چنانچہ ان میں لکھا ہے خدا ایک ہے زمین و آسمان میں تیرے لئے کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ پڑوسی کی مدد کر۔ سبت منا۔ مبارک وہ جو غریب دل ہیں۔ اس قسم کی تعلیمات ہیں۔ مگر ان کے ساتھ دلائل کوئی نہیں۔ مگر قرآن شریف میں یہ خاصہ ہے کہ ایک طرف دعویٰ ہے دوسری طرف اس کے دلائل بھی ساتھ دیئے ہیں۔ ان فی خلق السموات والارض الیٰ والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون (البقرۃ ۲ ع ۱۹) میں لآیات سے مراد دلائل ہیں۔

یہ قرآن مجید پہلے مصدق ہوا۔ پھر اس میں نئی باتیں بھی ہیں۔ یہ تو علمی پہلو سے اس کا کمال ہے

اب علمی پہلو میں اس کا ثبوت لو۔ وہ یہ کہ قرآن کریم پر عمل کرو تو دنیا کے فاتح بن جاؤ گے۔ چنانچہ صحابہ کی ذات میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی بشریٰ کی ایک تشریح یہ بھی ہے۔

میکال۔ ان تمام ملائکہ کا آفیسر ہے جن کے علوم دماغ سے وابستہ ہیں مثلاً ریاضی (موسیقی۔ ہندسہ۔ جبر و مقابلہ) اور طبیعات (اسٹرانومی۔ کیمیا) یہ علوم الٰہیات سے کم درجہ پر ہیں۔ اِس لئے جلد سمجھ میں آ جاتے ہیں مگر جوں جوں علوم اعلےٰ ہوتے جاتے ہیں۔ تو باریک بھی ہوتے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک اپنے عزیز کو میں نے وہ لکچر سننے کے لئے بھیجا۔ جو سورج گرہن کو دیکھ کر ایک انگریز نے دینا تھا۔ وہ لڑکا کہنے لگا میں نے تو کچھ نہیں سمجھا پھر اس نے اپنے ماسٹر سے پوچھا تو اس نے کہا پانچ سال میں اس کی صحبت میں رہوں۔ تو اس کی باتیں سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہوں۔ غرض دنیا میں کئی قسم کے علوم ہیں۔ اور وہ تمام علوم ملائکہ کی معرفت لوگوں پر کھلے ہیں۔ وہ الٰہیات کے ہوں یا طبیعات کے دونوں کا انکار۔ ملائکہ اور ملائکہ کے آفیسر جبرئیل و میکائیل کا انکار ہے۔ پھر رسولوں کا انکار ہے۔ جو ان ملائکہ کی تحریکات کے مہبط ہیں۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے جو تمام رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں

اور ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ مخالف ہے۔ اور پھر ایسا کفر کرنے والوں کا ایک نشان ہے۔ کہ وہ سب بدعہد ہیں اور فاسق و فاجر اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کیونکہ جبرئیل و میکائیل کا دشمن وہی ہوگا جو دین و دنیا کے متعلق عمدہ نیک تحریکوں کا مخالف ہو اور وہ فاسق فاجر کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

جب آدمی میں آسایش آ جاتی ہے تو وہ ہر نئی چیز میں بڑی دلچسپی لیتا ہے اور اس انہماک میں پھر جائز و ناجائز امر کو نہیں دیکھتا جیسے کہ جس طرح شیعہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو بُرا کہتے ہیں اور خارجی اہل بیت کو اسی طرح وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ شیعہ نے اس نکتہ چینی سے کیا فائدہ اٹھایا اسی طرح حضرت داؤد کے بیٹے سلیمان برگزیدہ نبی تھے مگر ان لوگوں نے ان کی بھی عیب چینی شروع کر دی۔ اور ان سے ایسی باتیں منسوب کیں۔ جو ایک نبی کی شان سے بالکل بعید ہیں۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں جب ان کو آسودگی ہوئی۔ تو ہندوستان چین اور مصر سے نئے نئے آدمی وہاں جا آباد ہوئے اور ان لوگوں کی دلچسپی کے لئے عجیب عجیب فن پیش کئے جن میں وہ ایسے مشغول ہوئے۔ کہ سب کچھ بھول گئے۔

جیسا کہ انسان کی عادت ہے۔ کہ جب ایک
طرف متوجہ ہو تو دوسری طرف توجہ ضرور کم
ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی خدا کی
طرف توجہ کم ہو گئی اور ان بے ہودہ باتوں کی
طرف بڑھ گئی۔ اور ایسی بڑھی کہ اس کا اثر مسلمانوں
تک بھی پہنچا۔ نقش سلیمانی۔ سحر ہاروت ماروت
اور ایسی کتابیں اسی بے ہودگی اور لغویت کی
یادگار ہیں اور غضب یہ ہے کہ یہ کفر سلیمان
پر تھوپا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سلیمان
نے یہ کفر نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا۔ آپ پر جو
الزام لگائے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی
ہے کہ آپ بلقیس نام ایک ملکہ پر عاشق ہو گئے۔
اور پھر اس کو راضی کرنے کے لئے بت پرستی
بھی کی۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ خدا نے اصل واقعہ
سورۃ نمل رکوع ۸ میں بیان فرمایا ہے۔ اور
وہاں ظاہر کر دیا ہے۔ کہ وہ ملکہ تو خود مسلمان
ہوئی۔ اور عذر خواہ ہو کر سلیمان کے دربار
میں آئی۔ قالت رب انی ظلمت نفسی
واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین۔
بعض وقت انبیاء کی نسبت جو الفاظ بولے
جاتے ہیں ان سے ان کی تعریف مقصود نہیں
ہوتی بلکہ صرف اس الزام کا اٹھانا ہوتا ہے
جو ان پر لگایا گیا ہے۔ یہاں ما کفر اسی لئے
آیا ہے۔

ولکن الشیاطین کفروا یعلمون
الناس السحر۔ وہ قومیں جو اللہ سے بہت
دور تھیں (الشیاطین کے یہاں یہی معنی ہیں)
جب وہ ملک سلیمان میں آئیں۔ تو بنی اسرائیل
کو اپنے ڈھب کا پا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور
انہیں سحر کی تعلیم شروع کر دی۔ سحر کہتے ہیں
دلربا باتوں کو خواہ از قسم عملیات ہوں۔ یا
شعبدہ بازی یا تسخیر۔ کلما دق و لطف
ماخذہ۔ جس کی دریافت نہایت باریک
در باریک ہو

ان من البیان لسحرا بھی آیا ہے۔
اس لئے ناول بھی سحر میں داخل ہے۔ بعض ناول
ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بغیر ختم کرنے کے
ہاتھ سے چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ حضرت عمرؓ سے
کسی نے پوچھا تھا۔ آپ کی طبیعت میں وہ
تیزی نہیں رہی جو زمانہ جاہلیت میں تھی آپ
نے جواب دیا تیزی تو وہی ہے مگر اب وہ کفار
کے مقابلہ میں دکھائی جاتی ہے۔ اسی طرح
جن لوگوں کو لکھنا آتا ہے اور طبیعت موزوں
واقع ہوئی ہے وہ ناول نویسی کی طرف متوجہ
ہو گئے ہیں۔ ایسے شغلوں میں پڑ کر انسان
اپنی کتاب سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اکثر
اوقات یہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کہ میری روحانی
حالت دن بدن بگڑ رہی ہے۔

اس کے بعد ایک اور نصیحت فرمائی
وہ یہ کہ انسان جب کسی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے

تو پھر اس دشمنی کے بڑھانے یا اس سے انتقام لینے کے لئے اپنی دشمنی کی باتیں سنتا اور اس کے خلاف منصوبے کرتا اور اپنی ساتھ اور لوگوں کو ملاتا ہے۔ ہر وقت اس کو یہی دھت لگی رہتی ہے اور وہ اپنے دین سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل جب قید تھے وہ زمانہ دانیال۔ عزرا۔ حزقیل اور ارمیاؑ وغیرہم انبیاء کا تھا۔ جب بابل میں گئے تو بابل والے آسودہ تھے اور آسودگی کی وجہ سے طرح طرح کے گندوں میں مبتلا دانیال باب ۸ درس ۱۶ اور ۱۲ باب درس (۱) میں شراب پینے کا ذکر ہے۔ اللہ نے ہاروت ماروت دو فرشتے نازل کیے ہرت کہتے ہیں زمین کو صاف کرنے کو۔

مرت کہتے ہیں نشیب و فراز دبا کر درخت گھاس کٹوا کر صاف میدان کر دینے کو۔ ان فرشتوں کے ذریعہ یسعیاہ کو آگاہ کیا کہ یہ لوگ خراب ہو گئے ہیں۔ اس واسطے تم اور کسی سلطنت سے گانٹھو اور اس کے ذریعہ سے انکو ہلاک کر دو۔ یہ علم ملائکہ کے ذریعے ان پر نازل ہوا۔ چنانچہ میدو فارس کے بادشاہوں سے دوستی لگا کر بنی اسرائیل نے بابل والوں کو تباہ کر دیا۔ بابل بڑا شہر تھا۔ بھاری آبادی تھی۔ کوئی پچاس میل میں۔ چونکہ بابل کی تباہی میں اللہ نے فارس کے بادشاہوں کے ذریعہ سے فضل کیا اس لئے بنی اسرائیل کے تعلقات فارس والوں سے قائم رہے۔

جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں آئے تو یہودیوں نے چاہا۔ کہ پھر فارس کے بادشاہ کے ذریعے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کا استیصال کریں۔ چنانچہ فارس کے بادشاہ نے اپنے یمنی گورنر کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گرفتار ہی کرنا چاہا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان فرستادوں سے کہا۔ کہ جس نے تمہیں میری گرفتاری کے لئے بھجوایا ہے۔ اس کو میرے خدا نے اسی کے بیٹے کے ہاتھ سے ہلاک کروا دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لیکن چونکہ یہ ایک نبی کا مقابلہ تھا۔ اس لئے اس میں ناکام رہے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں انہی واقعات کی طرف ایماء فرماتا ہے۔

وما انزل علے الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کے جو ایک زمانہ میں دو فرشتوں پر نازل ہوا تھا (ان فرشتوں کا کام تھا۔ کہ بابل کو ویران کر کے صاف کر دیں۔ اسی واسطے ان کو ہاروت وماروت کہا گیا) اس وقت تو یہ کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ خدا کے منشاء کے ماتحت تھا۔ مگر اب تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ ایک نبی کے مقابلہ

میں ہے اس وقت تو ہم نے ان کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ اسے بے موقعہ استعمال کرکے کافر نہ بننا اور دوسری یہ بات ہے۔ کہ اپنی عورتوں کو بھی اس راز کی خبر نہ کرنا کیونکہ عورت کمزور ہے۔ اس کے ذریعے بات نکل جاتی ہے۔ یہ مطلب ہے یفرقون بہ بین المرء وزوجہ کا۔ بس یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ اب فرماتا ہے۔

ویتعلمون مایضرھم۔ اب یہ یہود پھر انہی باتوں کو تعلیم وتعلم کرتے ہیں۔ مگر بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ آگے تو ملائکہ کے ذریعہ یہ باتیں القاء ہوئی تھیں۔ چنانچہ یتعلمون کے ساتھ منہما (ان دو فرشتوں سے) آیا ہے اب یہ شیطانی القاء ہے۔ بہتر تھا کہ وہ ان شرارتوں کی بجائے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے۔ اور دنیا وآخرت میں فلاح پاتے۔ ایسی منصوبہ بازیوں کی کمیٹیوں کا سورۃ مجادلہ رکوع ۲ میں مفصل ذکر ہے۔ جہاں فرمایا۔

الم تر الی الذین نھوا عن النجویٰ ثم یعودون لما نھوا عنہ ویتناجون بالاثم والعدوان ومعصیۃ الرسول

کیا تجھے معلوم نہیں ان لوگوں کا حال جن کو منصوبہ بازی کی خفیہ کمیٹیوں سے منع کیا اور وہ پھر وہی کرتے ہیں جس سے منع کیے جا چکے ہیں۔ اور وہ خفیہ سازشیں کرتے ہیں۔ گناہ، سرکشی اور رسول کی مخالفت کی۔ اور پھر آگے چلکر ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیۃ الرسول وتناجوا بالبر والتقویٰ۔ واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون۔ انما النجویٰ من الشیطٰن لیحزن الذین امنوا ولیس بضارھم شیئًا الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون

سنو! اے مومنو! جب کوئی تم خفیہ مشورہ کرو۔ تو اس میں کوئی گناہ اور سرکشی کی اور رسول کی مخالفت کی بات نہ ہو۔ بلکہ نیکی اور تقویٰ کے متعلق سرگوشی ہو۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے حضور اکٹھے کئے جاؤ گے۔ یہ جو خفیہ انجمنیں ہیں۔ یہ شیطانی کام ہے صرف مومنوں کو گھبراہٹ میں ڈالنے کے لئے مگر الٰہی اذن کے سوا کوئی ضرر انہیں نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہیئے کہ مومن توکل کریں۔

(رکوع ۱۳)

لا تقولوا راعنا۔ بعض لوگ شرارت کے طور پر ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو ذو معنی ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک آشنا تھے ان کی ایک کتاب جو مناظرہ کے متعلق تھی پڑھی

ایک جگہ یہ فقرہ لکھا تھا۔ آپ ہر ایک صداقت
کو ایک ہی کولھو میں نہ پیلتے ہیں۔ میں نے کہا
کہ اس محاورہ کے استعمال کی کیا ضرورت
تھی۔ کہنے لگے کہ مخاطب تیلی ہے۔ یہ اس
پر چوٹ کی ہے۔ پھر ایک جگہ دکھائی جہاں
لکھا ہوا تھا۔ کہ ہٹ کا ہٹ ہی بگڑا ہوا ہے۔
اور بڑے فخر سے کہا کہ یہ شخص جس کے مقابلہ
میں یہ تحریر ہے رنگریز ہے۔

میرے نزدیک یہ طریق اچھا نہیں۔
متانت کے خلاف ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں
میں بھی یہ برائی پھیل گئی۔ ایک قصیدہ کے
چند اشعار مجھے یاد ہیں۔ جو اول سے آخر
تک اسی قسم کی شرارت سے پر تھے۔ ایک
مصرعہ تمہیں سناتا ہوں ؎

تا سرت باشد ہمیشہ تاجدار

یہاں تاجدار کے ایک معنے ظاہر ہیں
دوسرے یہ کہ تا۔ جدار۔ یعنی تیرا سر دیوار
سے ٹکر کھانے گیا ہو۔ اس طرح کے کلام
سے ہمارے سردار نے ہمیں منع کیا ہے
چنانچہ وہ فرماتا ہے راعنا نہ کہو۔ کیونکہ
اس کے معنے ایک تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت
کرو۔ ہم نہیں سمجھے دوبارہ سمجھا دو۔
دوم راعن کا لفظ عبرو میں گالی ہے
احمق۔ رعونت والے کو کہتے ہیں۔ اگر ایسی
ضرورت پیش آجائے تو بجائے راعنا کے جو
ذو معنی لفظ ہے۔ انظرنا بولو۔ جس کے معنے
ہیں ہم غرباء کی طرف بھی آپ نظر رکھیں۔

ان منکروں کے لئے جو اس قسم کے
الفاظ نبی کریم ؐ کے حضور بولتے ہیں دکھ دینے
والا عذاب ہے۔

الذین کفروا۔ یہ کافر دو قسم کے ہیں۔
اہل کتاب (یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس) دوسرے وہ
جن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔ سنی سنائی باتوں
پر ایمان رکھتے ہیں۔ غرض یہ دونوں گروہ پسند
نہیں کرتے۔ کہ تم پر کوئی ایسا امر اتارا جائے
جو خیر و برکت کا موجب ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ خصوصیت
دیدیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے مکہ والوں
نے کہا کہ علے رجل من القریتین عظیم۔
مگر ان کا یہ اعتراض فضول تھا۔ کیونکہ واقعات
نے ثابت کر دیا کہ واقعی یہی مبارک وجود (حضرت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اس رسالت
کا مستحق تھا۔ میرا اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم انسانیت ہیں۔ نہ ایسا کوئی
عظیم الشان ہوا اور نہ ہوگا۔ ایک شخص نے
مجھے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے۔ میں نے
کہا کہ تم کسی اصل مذہبی کے قائل ہو یا نہیں
کہا دعا کا قائل ہوں۔ میں نے کہا۔ دیکھو تم
مانتے ہو کہ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور
زمین گول ہے۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا
وقت نہیں گذرتا۔ جب کوئی مسلمان نماز نہ پڑھ

رہا ہو اور نماز میں درود شریف نہ پڑھتا ہو۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا پیشوا ہے، جس کے مرید ہر وقت اس کے علو مدارج کے لئے دعا کرتے ہوں۔ اور پھر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مطابق وہ تمام نیکیاں جو یہ لوگ (مسلمان) کرتے ہیں حضور کے نامۂ اعمال میں بھی لکھی جاتی ہونگی یا نہیں۔ پھر فضائل نبوی میں دوسری بات مجھے یہ سوجھی ہے کہ دنیا میں جس قدر مرکز ہدایت کے ہیں وہ دراصل صرف دو ہیں۔ ایک آتشکدہ آذر۔ اور دوم بیت المقدس ان دونوں کا اثر عرب پر بالکل نہیں پڑا۔ مگر ہمارے سردار نے عرب والوں کو اپنا دین منوا لیا۔ اور پھر ان کے ذریعہ ان دونوں مرکزوں (بیت المقدس۔ آتشکدہ آذری) پر بھی فتح پائی

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا۔

نسخ کے معنے ہیں نقل کے۔ انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ اور نسخ کے معنے ہیں مٹا دینے کے۔ جیسے فرمایا۔ اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ ثم یحکم اللہ آیاتہ۔ ننسہا نکلا ہے نسیان سے۔ اس صورت میں اس کے معنے ہیں "ہم بھلا دیتے ہیں" یا ننسأ بمعنی تاخیر ہے۔ اس صورت میں اس کے معنے ہیں "ہم موخر کر دیتے ہیں"۔

سنو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر ہم کسی چیز کو بدلاتے یا مٹاتے ہیں یا بالکل بھلاتے اور کسی دوسرے سے تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ تو اس میں ہمارے مصالح ہوتے ہیں۔

اس کی مثال سنیئے! قرآن مجید میں ایک تعلیم ہے۔ یا ایہا المدثر قم فانذر و ربک فکبر اور پھر اخیر میں کھانے پینے کے احکام نازل فرمائے اور ارشاد کیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم۔ تو اب پہلی تعلیم کو جو مقدم کیا اور دوسری کو موخر تو خاص مصلحت سے ہے (یعنی پہلے عقیدہ درست ہو جائے پھر شریعت نازل ہو) دوسری مثال یہ ہے کہ بعض مذاہب ایسے ہیں جو بالکل نسیاً منسیاً ہو گئے۔ اور بعض ایسے جن کے اصول کچھ تو موجود ہیں مگر بہت کچھ تبدیل ہو گئے۔

پھر آیت کے معنے علاوہ کلام الٰہی کے مطلق نشان بھی ہیں۔ مثلاً خزاں میں درختوں کے پتے مٹ جاتے ہیں۔ پھر ان جیسے یا ان سے بہتر پیدا کرتے ہیں۔

نفس نسخ کے متعلق بحث فضول ہے کیونکہ یہ ممکن ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کارخانہ ہستی میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ہاں یہ بات کہ قرآن مجید میں نسخ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق جہاں تک میرا فہم ہے میں بھی کہوں گا

کہ آج تک کوئی ایسی آیت نظر نہیں آئی۔
جو منسوخ اور موجود فی القرآن ہو حضرت
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر و عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ
مروی نہیں جس سے ایسی آیات کا موجود فی
القرآن ہونا پایا جاتا ہو۔

الم تعلم ان اللہ لہٗ ملک
السمٰوات والارض۔ فرمایا کہ اس نسخ
(تغیر) کا سبب ہم نہیں بلکہ تمہاری حالات
میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہمیں
احکام میں تغیر کرنا پڑتا ہے۔

کما سئل موسیٰ من قبل۔ موسے
علیہ السلام سے کیا سوالات ہوئے۔ ایک
کا ذکر سورۃ نساء پارہ ۶ کے پہلے رکوع میں
ہے۔ جہاں فرماتا ہے۔ فقالوا ارنا اللہ
جھرۃً۔

حتیٰ یاتی اللہ بامرہ۔ اس وقت
تک کہ اللہ حکومت تمہیں دے۔ تمہیں چاہیئے
کہ درگذر سے کام لو اور نماز سنوار کر پڑھتے
رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ زکوٰۃ ہر ایک
دے سکتا ہے۔ یہ بھی زکوٰۃ ہے کہ کوئی اپنے
نفس کا تزکیہ کرے۔ پھر کسی کو نیک بات
بتانا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ نیا لباس ملے تو پُرانا
کسی غریب کو دینا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ اور ایک
وہ زکوٰۃ ہے جو مشہور ہے۔

قالوا لن یدخل الجنۃ۔ آدمی جب
اکیلے بیٹھتے ہیں تو دوسروں کی عیب چینی کرنے
لگ جاتے ہیں اور پھر اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگتے
ہیں۔ یہاں تک کہ دوسروں کی حقارت سما جاتی
ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ہی جنت میں جائینگے۔
یہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔

ھاتوا برھانکم۔ برہ کے معنے
ہیں قطع کے۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل قاطع
یا حجت نیرہ پیش کرو۔ اور برہان کے معنے ظاہر کیا ہیں

(رکوع ۱۴)

یہ ایک عیب ہے کہ کوئی شخص دوسرے
کی نسبت رنج پیدا کر لیتا ہے۔ اگر آدمی حد سے
بڑھ جاتے تو یہ بھی ایک قسم کا جنون ہے۔
ایسا ہی نصاریٰ اور یہود میں رنج پیدا ہو گیا
کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسٰے کو حقارت
سے دیکھا۔ اور رنج کیا تھا۔ اس لئے نصاریٰ
ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اور ایک دوسرے
کو لاشئے یقین کرتے ہیں۔

وھم یتلون الکتاب۔ حالانکہ وہ
کتاب پڑھتے ہیں۔ اور پڑھے ہوؤں کا
یہ حال ہے۔ ایسا ہی آج کل مولوی وہابی یا
حنفی اور یا دوسرے متفرق الطریق لوگ
دوسروں پر اس قدر فتوے لگاتے ہیں
جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ سب پڑھے
ہوئے۔ اب جاہلوں کی بات تو سمجھئیں اب

ان کو سمجھائے کون۔

فاللہ یحکم بینہم۔ یہ لوگ جو مسجدوں سے منع کرتے ہیں۔ آخر ذلیل ہونگے۔ کامیابی کا منہ نہ دیکھیں گے۔

خائفین۔ خدا کا خوف دل میں رکھ کر ادب و تعظیم و عاجزی سے آتے اور کسی کا نقار دل میں نہ ہوتا۔

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جدھر تم توجہ کرو گے ادھر ہی خدا کی بھی توجہ ہوگی۔ کیونکہ مشرق و مغرب اسی کا ہے۔

قالوا اتخذ اللہ ولدًا۔ اتخاد ولد کی تردید فرماتا ہے۔ ایک یہ فرما کر کہ سبحانہ دوم لہ ما فی السموات والارض سوم کل لہ قانتون۔ چہارم بدیع السموات والارض ششم اذا قضی امرًا۔

قضی۔ کے معنے ایک تو امر۔ دوم خلق۔ سوم اخبر۔ چوتھا فارغ ہوا۔ اسکی مثال فلما قضی ولوا الی قومہم منذرین۔

لولا یکلمنا اللہ۔ یعنے اللہ ہمیں کیوں الہام نہیں کرتا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ جیسے کوئی جاہل جٹ کہے کہ بادشاہ۔ پیادوں کی معرفت احکام بھیجتا ہے۔ خود کیوں ہم سے مطالبہ نہیں کرتا۔

(رکوع ۱۵)

الحمد شریف میں تین قوموں کا ذکر ہے۔ ایک انعمت علیہم کا ایک مغضوب علیہم کا اور ایک ضالین کا۔ قرآن کریم نے یہاں تک ان تینوں گروہوں کا رنگا رنگ میں ذکر کیا ہے۔

رکوع اول میں بتایا کہ انعمت علیہم کا دوسرا نام متقین ہے ان کو انعام ملتا ہے اولئک ہم المفلحون۔ پھر مغضوب علیہم کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا وعید بیان کیا ولہم عذاب عظیم۔ پھر ضالین کا ذکر کیا۔ اولئک الذین اشتروا الضللۃ ان کی سزا ہے فما ربحت تجارتہم۔ رکوع سوم میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے منعم علیہم بن جاؤ گے۔ اور اس کے خلاف کرنے کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ وقودہا الناس والحجارۃ۔ پھر ضالین کا ذکر فرمایا۔ کہ ما یضل بہ الا الفاسقین۔

رکوع چہارم میں ایک منعم علیہ (آدم) ایک مغضوب و ضال شیطان کا قصہ بیان کیا۔ پھر رکوع ۵ میں بنی اسرائیل کا ذکر شروع کیا اور انعمت علیہم سے ظاہر کر دیا۔ کہ وہ ایک منعم علیہ قوم تھی۔ پھر قسم قسم کے انعاموں کا جو ان پر ہوئے مذکور ہے۔ اور ساتھ ہی ان اسباب کا ذکر فرماتا ہے۔ جن سے یہی منعم علیہ قوم مغضوب علیہ بنی۔ اذا تخذتم العجل گائے کی پرستش۔ موسیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ کر زمیندارہ

پسند کرنا۔ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی پروا نہ کرنا۔ یہاں تک کہ کفر و قتل انبیاء تک نوبت پہنچ گئی۔ پھر سلیمان کے زمانہ میں امن و آسودگی میں بجائے شکر الٰہی کے بغاوت و عملیات و خفیہ کمیٹیوں کی طرف مائل ہونا۔ مسیح کا انکار پھر اس رسول علیہ السلام کا انکار۔ اب اس رکوع ۱۵ میں یہ قصہ ختم ہوتا ہے۔

فرماتا ہے کہ او بہادر سپاہی کی اولاد! میں نے تمہیں ہمعصر لوگوں پر بہت سی بزرگیاں دیں پر تم نے اس بزرگی کی شان کو قائم نہ رکھنا چاہا۔ تم اس دن سے ڈرو۔ جب کہ کوئی جی کسی کے کام نہ آئیگا۔ چنانچہ بنی قریظہ قتل ہوئے۔ سعد بن معاذ کو انہوں نے خیرخواہ سمجھا پر اس نے بھی ان کے خلاف ہی رائے دی۔ بنی نضیر کا تعلق عبداللہ بن ابی سے تھا۔ اس نے کہا بھی۔ ولئن قوتلتم لننصرنکم مگر موقع پر نہ کوئی سفارش کر سکا اور نہ ہی نصرت دے سکا۔ یہ

وھم لا ینصرون۔ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ تیرہ سو برس گذر چکے مگر لا ینصرون کا فتویٰ ایسا اٹل فتویٰ ہے۔ کہ اب تک کوئی قوم بنی اسرائیل کی ناصر دنیا میں نہیں۔ چپہ بھر کہیں ان کی سلطنت نہیں ہے جس ملک میں جاتے ہیں ایسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں کہ ذلیل ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔ اس کی جڑ یہ ہے

کہ یہ سود خوار قوم ہے۔ جب لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے پنجے سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا تو اپنے بادشاہوں کے پاس چغلیاں کھاتے ہیں اور پھر انہیں حکم ہوتا ہے نکل جاؤ۔ میں اکثر مخالفانِ اسلام کو چیلنج دیا کرتا ہوں کہ ایسی پیشگوئی کسی قوم کی نسبت کر دکھاؤ۔ راستباز دل سے مقابلہ کرنا بڑا خطرناک ہے۔

اذا ابتلی ابراھیم ربہ۔ اب بنی اسرائیل کے بعد ایک اور سلسلہ کی طرف متوجہ ہوا ہے وہ بھی انعمت علیہم تھے منعم ہونے کے بعد ان میں سے بھی مغضوب و ضال ہو گئے۔

ابتلی۔ عربی زبان میں کہتے ہیں کسی چیز کے ظاہر کر دینے کو۔ قرآن شریف میں یہ محاورہ ہے۔ یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر۔ ابلاہ اظہر رداءتہ وجودتہ۔ فلاں چیز کے ردی یا جید ہونے کو ظاہر کیا۔ بس اللہ نے ابراہیم کو کچھ احکام دیئے (کلمات کے یہی معنے ہیں) جو انہوں نے پورے کئے۔ تو ان کا جید ہونا ظاہر ہو گیا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے جعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون یعنے ہم امام اسوقت بناتے ہیں جب انسان احکام الٰہی پر ثابت قدم ہو جائے اور ہماری آیات پر پورا یقین لے۔ خیر جب ابراہیم کے جید ہونے کو ظاہر

کردیا۔ تو ارشاد ہوا۔
انی جاعلک للناس اماما۔ میں تمہیں نمونہ اور مقتدا بنانے والا ہوں۔ آپ نے اپنی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ مشرک اس عہد کے لائق نہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قوم میں ایسے لوگ بھی ہونے والے تھے۔
مثابۃ۔ ایسا بنایا کہ یہاں لوگ آتے رہینگے ثبہ کہتے ہیں جماعت کو ثائب ایک جماعت کو جو دوسری جماعت سے آکر ملجائے یثب بعضہم الی بعض مثابۃ کے دوسرے معنے ثواب کی جگہ۔ یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔
رب اجعل ھذا بلدًا امنًا۔ واقعی بیت اللہ امن کا گھر بنا کہ یتخطف الناس من حولھا وامنھم من خوف کا نظارہ پیش نظر ہے
عھدنا۔ مضبوط وعدہ لینا۔
چونکہ حضرت ابراہیم لا ینال عھدی الظالمین سے سمجھ گئے تھے کہ یہاں کچھ شریر بھی ہونگے اس لئے عرض کیا کہ وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ یعنی مومنوں کو رزق طیب دے اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہم رحمان ہیں اس لئے ہم کافر کو بھی روٹی دینگے۔ مگر دنیا میں مومن کی طرح آخرت میں بھی نہیں۔
السمیع العلیم۔ دعائیں سنتا ہے دلوں کے بھیدوں۔ ضرورتوں اخلاص کو جانتا ہے۔
مناسکنا۔ طریق عبادات۔

تب۔ رجوع برحمت کر۔
یتلوا علیھم تم قرآن سنتے ہو یہ بھی ابراہیم کی دعا کا اثر ہے۔
حکمۃ کے معنی ہیں پکی بات۔ عربوں نے اس کے معنے لئے ہیں۔ جو بات انسان کو معزز بنانیوالی اور قبیح باتوں سے ہٹانے والی ہو۔
(پارہ ۱۵ رکوع ۳ میں اس کی تشریح ہے)
ان آیات میں شیعہ کا رد بھی ہے کہ جو رسول آئیگا۔ وہ تزکیہ نفوس بھی کریگا۔ گنہگاروں کو پاک انسان بنادیگا۔ مگر شیعہ کے عقائد کے مطابق آدم سے لیکر قیامت تک کوئی گناہ ایسا نہیں ہوسکتا جن کا ارتکاب صحابہ نے نہ کیا ہو
(رکوع ۱۶)
دنیا کے لوگ عزت چاہتے ہیں اولاد چاہتے ہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں ذکر خیر چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں سے ابراہیم کو متمتع کیا ان کی اولاد دیکھو کہ کوئی حساب نہیں۔ عظمت کا یہ حال ہے۔ کہ مسلمان۔ یہودی صابی۔ پارسی عیسائی باوجود بہت سے اختلاف کے ان کو یکساں معزز و مکرم مانتے ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگوں نے باوجود صدیقاً نبیا نص صریح کے بعض روایات کی بناء پر انہیں جھوٹ بولنے کا الزام دیا ہے۔ توراۃ میں ہے کہ جو تیری بے ادبی کریگا میں اسے ذلیل کردونگا۔ جو تیری لئے برکت مانگیگا میں اسے برکت دونگا۔ اسی لئے

اللّٰھم بارک علےٰ محمد پڑھنے کی ہدایت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے عدیم النظیر انسان کی ملت سے کون۔

یرغب۔ بے رغبتی کرتا ہے۔

ملۃ۔ اللہ تعالیٰ کوئی شریعت کسی نبی کی معرفت یا نبیوں کی معرفت قوم کو دیتا ہے جس کے ذریعے سے اس قوم کے آگے خدا کے قریب پہنچ سکیں تو اس کا نام ملۃ ہے۔

دین و ملت میں یہ فرق ہے کہ دین کی نسبت اللہ اور لوگوں کی نسبت ہو سکتی ہے۔ یعنے دین اللہ مگر ملت اللہ نہیں کہتے۔

سفیہ۔ جو کپڑا ابڑا بنا ہوا ہو اسے سفیہ کہتے ہیں۔ ثوب سفیہ۔ ایسے ہی جو مہار خراب ہو اسے بھی سفیہ کہتے ہیں۔ زمام سفیہ۔ غرض سفیہ کا اطلاق اوچھے کم عقل اور اس شخص پر ہوتا ہے جو دین و دنیا میں ناعاقبت اندیشی سے کام لے لاتؤتوا السفہاء اموالھم قرآن شریف میں آیا ابراہیم میں جو خوبی بدرجہ کمال تھی۔ وہ یہ ہی کہ جب اللہ نے اسے فرمایا۔

اسلم۔ فرمانبردار بن جا۔ تو اس نے پوچھا نہیں کہ کس بات میں بلکہ کہدیا اسلمت لرب العالمین۔ میں پہلے فرمانبردار ہو چکا کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ میرا رب جو کچھ کہے گا۔ وہ ربوبیت کی شان سے کہیگا۔ اور اس حکم میں میری ہی تربیت منظور ہوگی۔ پھر یہ کہ اپنی جان تک ہی اس تعلیم کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی ملت کی وصیت کی۔

اصطفیٰ۔ پسند کیا۔

لاتموتن الا وانتم مسلمون۔ موت اختیار میں نہیں۔ موت سے پہلے بیہوشی ہو جاتی ہے ایسی ایسی حالتوں میں موت آتی ہے کہ اس سے پہلے ایک منٹ اپنے انجام کی خبر نہیں ہوتی۔ ہر انسان پر کئی قسم کی حالتیں آتی ہیں۔ باوجود اس کے ارشاد ہے الا وانتم مسلمون۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ انسان موجودہ حالت میں ترقی کرے۔ اور آیندہ بھی نیکی کا ارادہ رکھے جو لوگ کہتے ہیں کہ بدی کر کے توبہ کر لیں گے یا آیندہ بن جائیں گے۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔

کونوا ھودًا او نصاریٰ تھتدوا فرمایا ہے کہ یہودی و نصرانی بننے میں (اسی طرح تم سمجھو صرف مرزائی کہلانے میں) بھلائی نہیں۔ بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ فرمانبرداری کرے۔ جس جس وقت جناب الٰہی کوئی حکم دیں مان لے اس میں ان لوگوں کا رد بھی ہے جو کہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے نبی کو مانتے ہیں ہمارے پاس کتاب ہے ہمیں کسی اور امام یا مجدد یا ہدایت یا وحی کی ضرورت نہیں۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ ہم ایمان لائے جو پہلے اتر چکا اور جو اب ہماری طرف اترا ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے کہ بعض احکام کو یا انبیاء کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔

سوائے اسلام کے کسی نے اس اصل سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ اپنے سے پہلے تمام انبیاء اور ان کی تعلیمات کو بھی سچا ماننا ہے اور موجودہ کو بھی اور بعد آنیوالی ہدایتوں پر بھی ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے (اس میں یہ فائدہ بھی ہے۔ کہ کسی غیر مسلم کو مسلمان ہونے سے اپنے برگزیدہ مقتداء کی نسبت برُا خیال نہیں رکھنا پڑتا)

شقاقٍ - ضد میں۔

فسیکفیکھم اللہ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سارا جہان ایک طرف ہو اور تو اکیلا ایک طرف۔ سب کے مقابلہ میں صرف ہم تیرے لئے کافی ہیں۔ رکوع اول میں ایک پیشگوئی ہے - اولئك هم المفلحون۔ یعنے مظفر و منصور ہوگے۔

دوسری پیشگوئی۔

بشر الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت ان لھم جنٰت۔

چنانچہ اسی دنیا میں ان کو باغات ملے ؛

تیسری پیشگوئی لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

چنانچہ وہ خوف جاتا رہا نہ صحابہ صرف خود امن میں ہوئے بلکہ دوسروں کے امن کا موجب ہوئے ؛

چوتھی پیشگوئی - اینما تولوا فثم وجہ اللہ - جدھر صحابہ نے قدم اٹھایا - وہی ملک تصرف میں آیا -

پانچویں پیشگوئی -

انا ارسلنك بالحق بشیرًا ونذیرًا - چنانچہ ماننے والوں کو بشارتیں عطاء ہوئیں اور منکروں کو سزائیں ہوئیں -

چھٹی پیشگوئی یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی

صبغۃ اللہ - الہٰی رنگ میں رنگین ہو جاؤ -

اتحاجوننا فی اللہ مسلمانوں کے خدا پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا - کیونکہ وہ اسے تمام خوبیوں کا صاحب اور تمام عیبوں نقصوں کمزوریوں سے منزہ مانتے ہیں -

پارۂ دوم ۲

(رکوع اوّل)

سیقول السفہاء - یہ بڑی یاد رکھنے والی بات ہے کہ صرف عیب چینی بہت بُری بات ہے - میں چھوٹا بچہ تھا - تو ایک کتاب میں نے پڑھی جس کا نام دل بہلاؤ تھا - اس میں سے دو کہانیاں مجھے یاد ہیں - ایک یہ کہ حضرت مسیح کہیں جا رہے تھے آپ نے ایک مُردہ کتا دیکھا - تو کسی نے کہا کہ دیکھئے کیا خراب شکل ہے - آپ نے فرمایا اس کے دانت بہت خوبصورت ہیں - کتاب والا اس کہانی سے یہ عمدہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اچھے آدمی خوبیوں کی طرف نظر رکھتے ہیں مگر بُرے جنھیں میں بد قسمت کہوں گا نکتہ چینیوں کی طرف جھک جاتے ہیں - پھر ایک اَور کہانی لکھی ہے کہ ایک سؤر آتا تھا مسیح دیوار کی طرف ہو گئے اور کہا کہ آپ سلامتی سے نکل جاویں - کسی نے کہا کہ سؤر سے ایسا ادب - فرمایا میں زبان کو درست رکھتا ہوں

تین قومیں دنیا میں ہیں - ایک عیسائی انہوں نے تمام انبیاء کے معاصی کو بیان کرنے کا ٹھیکہ لیا ہے معصوم نبی کے نام سے جو رسالے نکلتے رہتے ہیں ان میں مقدس لوگوں کی اس قدر عیب چینیاں ہوتی ہیں کہ ان کو دیکھ دیکھ کر ہماری کتابوں میں بھی بدگمانیاں پھیل گئی ہیں اس کا نتیجہ دیکھو کہ خود یہ قوم فسق و فجور میں مبتلاء ہو گئی حتٰے کہ شریعت کے قانون کا نام لعنت رکھا ہے اور زنا کوئی جرم ہی نہیں - دوم ۲ بد قسمتی سے مسلمانوں میں چند شریر النفس لوگوں نے دنیا کے لئے دین کا جھوٹا پیرایہ اختیار کر کے غلط فہمیاں پھیلائیں اور مومنوں کے دو فریقوں میں سے ایک کی عیب چینی کر کے ان میں فساد ڈلوا دیا یہ لوگ تمام صحابہ تابعین - ازواج النبی کو فاسق فاجر - ظالم کافر کہتے ہیں حتٰے کہ ان کے ایک مفسر نے لکھا ہے - آدمؑ سے لیکر ایندم تک کوئی گناہ نہیں - جس کا مرتکب عمر نہیں اور دوسرے بدبخت تمام اہل بیت پر تبرا کرتے ہیں -

تیسری قوم آریہ کی ہے - ان کی نظر بھی عیب ہی پر پڑتی ہے - اپنی خوبی کے اظہار کا کوئی ذریعہ نہیں - ہاں دوسرے مقدسوں کو گالیاں سناتے ہیں - اس کی سزا نہیں یہ ملی - کہ خود نیوگ کا مسئلہ ان میں جاری ہوا - جو فسق و فجور کی جڑ ہے - یہ تین قومیں میں نے دیکھی ہیں اللہ تعالیٰ

کی قسم کہ انہوں نے اس بدگوئی کا نتیجہ
نیک نہیں اٹھایا۔ اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ
بہت سے لوگوں کو عیب شماری کا شوق ہو
مگر میں سچ کہتا ہوں اور اپنے مشاہدہ سے
کہتا ہوں کہ جو دوسروں کے عیب از راہ
تحقیر نکالتا ہے وہ مرتا نہیں جب تک خود
اس عیب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس رکوع
میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے

سفہاء۔ جمع سفیہ۔ ثوب سفیہ۔ وہ
ردی کپڑا جو بہت ہی خراب ہو۔ سفیہ کہتے
ہیں اس شخص کو جو دینی دنیوی عقل عمدہ
نہ رکھتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے۔
لاتوتوا السفہاء اموالکم۔ یہ کام
سفہاء کا ہے کہ دوسرے کی عیب شماری
کرتے رہیں اور ہر وقت اعتراض ہی کرتے رہیں۔

ماولٰھم۔ کس چیز نے ہٹا دیا ان کو۔

کذالک۔ بہ سبب ایسی ہی باتوں کے
اسی لئے اپنی تدبیروں سے۔ یہاں کذالک
کے یہی معنے ہیں۔

اُمّۃ وسطاً۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ

شھداء۔ نگران۔

لنعلم۔ تاہم دیکھیں۔

ممّن۔ ان لوگوں سے الگ کرکے۔

ایمانکم۔ تمہاری نمازوں کو۔

حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)
مکّہ معظمہ میں تھے اس وقت بیت المقدس
کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ ہر قوم
میں ایک نہ ایک مسئلہ بہت عزیز ہوتا ہے
اور اس پر سب قوم متفق ہوتی ہے۔ دیکھو
ہندو ہیں۔ ان میں جھوٹ۔ فریب۔ دغا۔ زنا
شراب سب کچھ ہے مگر ایک مسئلہ ہے ان
میں قومیت کا کہ برہمن کھتریوں سے بیاہ نہ
کرے۔ کھتری شودروں سے الگ رہیں
اس مسئلے کے کوئی خلاف نہیں کرتے۔

ایک مسلمان جھوٹ بول لے۔ چوری کرے
دغا دے۔ حرامخوری سے مال چھین لے۔
سب کچھ کرے مگر مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے
لیکن اگر کوئی مسلمان سؤر کھالے تو میں
نہیں سمجھتا اسے کوئی مسلمان سمجھے۔ حالانکہ
دوسری حرام چیزوں کے مرتکب ہونے
سے ایسا نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح عرب والوں میں ایک مسئلہ
تھا۔ اور وہ مکہ معظمہ کی تعظیم کا تھا۔ وہ ہر
بدی کا ارتکاب کرلیتے تھے مگر کبھی مکہ پر چڑھائی
نہ کرتے۔ چڑھائی تو درکنار اس کے حدود
میں شکار نہ کرتے کوئی پناہ لیتا تو پھر اس
سے تعرض نہ کرتے۔ قرآن کریم میں اسی لئے
اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف
اور یتخطف الناس من حولھم فرمایا
یہاں تک ادب تھا کہ مکہ میں آمد و رفت کے

دنوں تمام جنگ موقوف ہو جاتے تھے۔

ایسے موقعہ پر اللہ نے دل میں ڈالا کہ مکہ قبلہ ہونا چاہیئے مگر چونکہ وہاں بُت پرستی تھی اور یہ دین محض توحید تھا اِس لئے پہلے اجازت نہیں ملی۔ پھر جب مدینہ میں گئے۔ تو وہاں یہودی بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے۔ اسوقت ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ کہ مکہ .... کو قبلہ بنایا جائے تا معلوم ہو کہ من یتبع الرسول۔

تقلب وجھك فی السماء۔ تیری توجہ اس بات کی طرف کہ آسمان سے وحی نازل ہو اور آخری قبلہ کھلے۔

بکل ایۃٍ۔ ۱۲ باب پیدائش۔ یسعیاہ ۲۵ ہم ۵ ہم۔ ۶۰ بیت اللہ کے اعزاز کی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو مکہ کے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم خواہ کس قدر آیات پیش کرو۔ یہ مانینگے نہیں تیری کیا مانیں جو ان میں اپنا اتفاق نہیں۔

یعرفونہٗ کما یعرفون ابناءھم انسان بیٹے کو پہچانتا ہے اور اسے اپنا بیٹا مانتا ہے حالانکہ اگر شک کرنے لگے تو پھر مشکلات کا سامنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اس کے نطفے سے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتنی حد تک تو ہم سمجھا چکے ہیں۔ کہ جتنی حد تک بیٹے کے لئے ثبوت درکار ہے۔ اور اگر شک کرنے لگ تو پھر کئی شبہات ہیں۔

(رکوع ۲)

ولکل وجھۃٌ ھو مولیھا۔ توجہ دو طرح کی ہے۔ ایک یہ کہ کسی طرف کو منہ کرنا دوسرے یہ کہ کسی کی پرستش کرنا۔

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مسلمان سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا تم کسی کے بوسہ لینے کو پرستش سمجھتے ہو؟ پھر اس نے کہا کہ تم قبلہ کی طرف منہ جو کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ تم میری طرف منہ کر کے کھڑے ہو کیا یہ پرستش ہے پھر نماز کے تمام ارکانوں کی طرف خیال کرو کعبہ کی طرف منہ نہیں رہتا بلکہ رکوع میں زمین کی طرف ہوتا ہے۔ دائیں بائیں بھی منہ ہوتا ہے۔ پس کسی کیطرف منہ کرنا اور بات ہے اور پرستش کرنا اور بات۔ پھر یہ کہ مکہ معظمہ کی نسبت نہ کوئی خواہش ہے نہ کوئی درخواست مکہ معظمہ سے ہوتی ہے نہ کوئی اس سے التجا کرتے ہیں ہاں حضرت نبی کریمؐ کے روضۂ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ تو لوگ یہ خیال کر سکتے تھے۔ کہ یہ نبی کی پرستش کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ مکہ کے درمیان ہوتے ہیں جن کی اور خصوصاً حنفی مصلی والوں کی تو مدینہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے

انسان کی ایک روح ہوتی ہے۔ روح کا آگا پیچھا دایاں بایاں کچھ نظر نہیں آسکتا۔

پس جو عبادت روح سے متعلق ہے اس کے ساتھ جہات کو کوئی تعلق نہیں مگر جسم میں چونکہ جہات ہیں اس لئے اس کے لئے عبادات میں بھی ایک جہت کی ضرورت تھی توجہ الی القبلہ سے یہی مقصود ہے کہ مسلمان اپنی عبادت میں خدا تعالےٰ کے فرمان کی پابندی کر کے پورے موحد اور فرمانبردار ہونیکا ثبوت دیتا ہے کہ میری اپنی کوئی خواہش نہیں (حتیٰ کہ تیرے حضور کھڑا ہونے میں بھی) پھر یہ کہ مسلمان اِس لئے اس طرف منہ کرتے ہیں کہ حکم مکہ سے صادر ہوا۔ اس لئے اسیطرف توجہ کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ یکجہتی بڑی اچھی چیز ہے۔ کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف منہ کر لیتا تو یہ بات اچھی نہ ہوتی۔ بلکہ یہ امر افتراق کا موجب ہو جاتا۔ عبادت کے لئے ایک نہ ایک جہت ضرور اختیار کرنی پڑتی ہے جنھوں نے خدا تعالےٰ کے حکم کو چھوڑا ان کو پتھروں اور درختوں کی پرستش کرنی پڑی ہے ہندوؤں میں ایک فرقہ ہے جو لنگ پوجا کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ جلہری کی پوجا کرتا ہے ایک ہندو رئیس نے ایک مندر بنایا اور اس میں تین لاکھ لنگ اور تین لاکھ جلہری کی مورتیں بنا کر رکھیں۔ کیسا تعجب ہے۔

این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعًا جہاں کہیں تم ہو گے اسی طرف منہ کر لو گے۔ تو پھر گویا تم سب کو اکٹھا کیا۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے جو ہمارے شیخ المشائخ ہیں ایک دلچسپ نکتہ لکھا ہے کہ خداوند کریم نے مکہ معظمہ ہمارا جائے توجہ بنایا۔ کعبہ میں چار مصلے ہیں۔ حنفی لوگ کہتے ہیں (جن کا مصلے شمالی جانب ہے) کہ ہم اسی طرف اور اسی طرز سے نماز پڑھتے ہیں۔ جس طرف سے رسول کریم نے پڑھی ہے یعنے ہماری پیٹھ بھی اسی طرف رہتی ہے جدھر رسول کریمؐ کی۔ شافعی کہتے ہیں کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی کی تعمیل ہم ہی کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا مصلے اس کے قریب ہے۔ حنبلی کہتے ہیں ہمارا مصلے سنگ اسود کے قریب ہے۔ مالکی ان سب کی تردید کرتے ہیں مگر تاہم ان سب کی توجہ تو ایک ہی طرف ہے وما اللہ بغافلٍ عمّا تعملون میں غالباً انہی چار مصلّوں کی نسبت پیشگوئی تھی۔

المسجد الحرام۔ بعض ملکوں میں جب کسی غیر ملک کے لفظ جاتے ہیں۔ تو ان کے معنے بھی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ حرام کا لفظ ہے۔ یہ ہمارے ملک میں بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حالانکہ عربی زبان میں حرام بڑی عزت کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک کنچنی نے مسجد بنوائی ایک ظریف نے اس کی تاریخ نکالی۔ بیت الحرام یہ بہت بُری

بات ہے کہ اچھے لفظوں کو بُری معنے میں لایا جاوے

حجۃ۔ الزام نہ رہے کہ تم ابراہیمی ملت کے مدعی اور توجہ کعبہ کی طرف نہیں کرتے۔

واخشونی۔ یہ بہت ضروری نصیحت ہے کہ کسی سے ڈر کے گناہ کا ارتکاب نہ کرو۔ ڈر رکھو ایک اللہ کا۔

یزکیکم۔ وہ اس کوشش میں ہے کہ تم میں سے ایک مزکّی گروہ پیدا ہو جائے۔

الحکمۃ۔ پکی باتیں

واشکروالی۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے ولئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

(رکوع ۳)

استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ جہاں تک میں نے تجربہ کیا ہے۔ دکھوں رنجوں مصیبتوں وغیرہا مسائل کے صاف کرنے میں اور پیش آمدہ امور کے متعلق فیصلہ دینے میں اللہ جل شانہ نے جو راہ انسان کو دکھائی ہے اس سے بہت کم لوگ کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک راہ کا یہاں ذکر ہے فرماتا ہے اولوگو! جو ایمان لاچکے ہو استعانت کرو تو اللہ سے اور وہ بھی صبر وصلوٰۃ سے۔ صبر سے مراد ہے روزہ اور بدیوں سے بچنا اور صلوٰۃ سے مراد ہے دُعا ہر ایک تم میں سے اس بات پر غور کرے کہ لوگ اپنے مقصود کے پورا کرنے کے لئے باریک در باریک فکر کرتے ہیں یہاں تک کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ رستہ میں انگلی اِدہر اُدہر گھماتے جاتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے۔ مگر یہ طریق جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ بدیوں سے بچکر روزہ رکھ کر جناب الٰہی میں خشوع وخضوع سے دعا کریں اس طریق پر انبیاء کے سوا دوسرے لوگ کم چلتے ہیں۔

ان اللہ مع الصابرین۔ ایسے لوگ جو صبر سے اور دعا سے استعانت کرتے ہیں ان کے ساتھ ہم ہو جاتے ہیں۔

میں نے مشکل سے مشکل امور میں اس طریق کا تجربہ کیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ لم اکن بدعائک رب شقیًّا۔

افسوس کہ مسلمانوں کے پاس ایسا عمدہ نسخہ ہو اور پھر بھی وہ ناکام رہیں۔ کسی کو بیبیوں کی نسبت شکایت کسی کو قرض کی نسبت کسی کو عدم ترقی کا شکوہ۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لئے کہ استعانت کا یہ طرز چھوڑ دیا۔ جب سلطنت اسلام موجود تھی تو اس وقت کی حالت کو ایک شخص کا نقشہ کھینچتا ہے۔

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

اس وقت کا یہ حال ہے تو آج جو کچھ ہو تھوڑا ہے۔ دنیا طلبی نے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ایک مسلمان بادشاہ دہلی سے ملتان جاتا تھا۔ خواجہ فرید الدین سے اس کے وزیر کو عقیدت تھی اپنے پیر و مُرشد کے آگے کچھ نقد روپیہ اور کچھ کاغذ رکھے۔ نقد روپیہ تو خواجہ صاحب نے لے لیا اور گاؤں کی نسبت پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ دس گاؤں بطور جاگیر پیش کرتا ہوں تا لنگر خانہ وغیرہ کے خرچ میں کوئی دِقت پیش نہ آئے۔ فرمایا اس کو اٹھا لو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس قوم میں زمینداری کا سامان آجائے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔

قرآن شریف سے استنباط فرمایا ہے جہاں یہودیوں کا واقعہ بیان فرمایا۔ کہ اھبطوا مصرًا فان لکم ما سئلتم اور پھر ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ پھر کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا۔ اور تنگی معیشت کا ذکر کیا۔ کہ اتنے روپیہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ ہنس کر کہنے لگے کہ میرے گھر ساری عمر میں اتنا کبھی جمع نہیں ہوا۔

یہ عجیب کیمیا ان کے پاس موجود تھی۔ اہل اللہ لوگ اپنی خواہشیں بہت مختصر رکھتے ہیں اور پھر نہیں حصولِ مطالب کا ایک گر آتا ہے اور وہ گر یہی ہے جو اوپر

اموات۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اس حالت میں فوت ہو گئے یہ مت کہو کہ وہ اپنی عمریں برباد کر گئے۔ وہ عمریں برباد نہیں ہوئیں ان کے اعمال غیر منقطع ہیں۔ اِس لئے انہوں نے حیات جاوید پائی۔

لنبلونکم۔ اس کے معنے ہیں ضرور ضرور ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم تمہیں انعام دینا چاہتے ہیں مگر کچھ تھوڑا سا خوف دیکر

خوف۔ صوفی کہتے ہیں الٰہی خوف فقہاء کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ اکل حرام سے خوف اور شافعی کہتے ہیں جہاد کی تکالیف کا خوف۔

جوع۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ (۱) روزہ (۲) مال حرام ملتا ہے تو نہ لے اور اگر اس نہ لینے سے فاقہ آتا ہو تو اس فاقہ کو مقدم کر کے اسے برداشت کرے (۳) بعض وقت اپنے پیٹ کو خالی رکھ کر دینی امور میں امداد دے۔

نقص من الاموال۔ مالوں کی کمی کی بھی کئی صورتیں ہیں (۱) اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا (۲) رشوت۔ حرامزدگی۔ باطل سے مال ملتا ہے اُسے نہ لیا۔ غرض نقص من الاموال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ دینے سے۔ حرام سے بچنے سے یا کسی الٰہی حکمت کی ماتحت

کسی چیز کے قبضہ سے نکل جانے سے۔
والانفس۔ جانوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔
الثمرات۔ پھلوں کی زکوٰۃ۔ اور اس
سے مراد اولاد بھی ہے۔
انا للہ۔ ایک شخص کا کوئی بہت پیارا
مر گیا۔ وہ بہت مضطرب تھا۔ ایک دوست
نے اسے آکر ایک کہانی سنائی کہ ایک
شخص نے کسی کے پاس جواہرات امانت
رکھے تھوڑے دن بعد جب وہ واپس لینے
کو آیا۔ تو اس نے رونا چیخنا۔ چلانا شروع
کر دیا۔ اس پر وہ شخص بولا جس کا بہت
پیارا مر گیا تھا۔ کہ پھر تو وہ بڑا ہی بیوقوف
تھا جو امانت کو واپس دیتے ہوئے روتا
ہے۔ جب اس کے منہ سے یہ بات نکلی۔
تو اس کے دوست نے کہا آپ اپنی طرف
نگاہ کریں۔ لڑکے بھی آپ کے خدا کی امانت
تھے۔ اگر خدا نے واپس لے لئے تو پھر
جزع فزع کا کیا مقام ہے۔
انا الیہ راجعون۔ یعنی اگر خدا باوجود
اس کا مالک اس کا بادشاہ اور اس کا
خالق و رب ہونے کے کوئی چیز لے لیتا ہی
تو غم کی بات نہیں کیونکہ ہم نے بھی اسی
کے حضور جانا ہے اور وہاں جاکر اس کا
نعم البدل پانا ہے بلکہ اسی دنیا میں بھی
میرے تو لڑکے رہ گیاں مرچکے ہیں
ہر ایک کے مرنے پر میں نے یہی خیال کیا ہے
کہ آخر ایک دن ہم نے جدا ہونا تھا یا میں
نے مرنا تھا یا ان میں سے کسی نے۔ بہر حال
خدا کے پاس جاکر پھر جمع ہونا تھا۔ پھر
اللہ تعالےٰ نے مجھے اور بہت اولاد دے
دی والحمد للہ۔
اولٓئک علیہم صلوٰت۔ صلوٰۃ کہتے
ہیں کہ بدی کا اثر اور سزا جس بات پر مرتب
نہ ہو ان خاصہ عنایات کا نام صلوات ہوتا ہی۔
رحمۃ۔ یعنے علاوہ ان خاص عنایتوں
کے عام رحمتوں سے یہی حصہ ملتا ہے۔
یہ تو ایک دعویٰ تھا۔
اب اس کا ثبوت بیان فرماتا ہے۔
ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ
ہاجرہ نام ایک عورت ہے جو میری تحقیق
کے مطابق ملک مصر کی ایک شاہزادی
تھی۔ ابراہیم کی کرامتوں کو دیکھ کر بادشاہ
نے اپنی لڑکی ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدی
نوجوان اور خوبصورت اور باکرہ تھی اس
وقت ابراہیم کی عمر ۸۴ سال تھی جب کہ
وہ حاملہ ہوئی۔ میں بہت ہی مختصر سناتا ہوں
کہ پہلی بی بی نے اسے نکلوا دیا۔ اس پر اللہ
سے مکالمہ ہوا۔ کہ کیوں نکلی۔ آپ نے عرض
کیا کہ بڑی بی بی رہنے نہیں دیتی۔ خدا نے
فرمایا واپس جاؤ اور اس کی فرمانبردار ہو کر

× محمد ابراہیم ۔ حفیظ الرحمان ۔ محمد ۔ عبدالقیوم ۔ [illegible]

نہ ہو اس صبر کے بدلے میں ہم تمہیں ایک
لڑکا دیں گے جس کی اولاد تمام جہان کیلئے
موجب ہدایت ہوگی اور آسمان کے تارے
اور ریت کے ذرّے گننے آسان ہونگے مگر
تیری اولاد کو کوئی نہ گن سکیگا۔ چنانچہ ایسا
ہی ہؤا۔ پھر جب دوبارہ اس بی بی نے
ہاجرہ کو دُکھ دیا۔ تو ابراہیمؑ انہیں مکہ
میں چھوڑ گئے۔ ابراہیم سے پوچھا کہ ہمیں
کس کے سپرد کرتے ہو۔ آپ نے اس کا
جواب نہیں دیا۔ پھر پوچھا کہ کس کے حکم سے
یہاں لائے ہو۔ فرمایا۔ خدا کے حکم سے اس
پر اس نیک بخت صابرہ بی بی نے کہا تو پھر
اب تمہاری ضرورت نہیں۔ اس بی بی کے
پاس نہ روپیہ تھا نہ مال اسباب تھا نہ مویشی
تھے بچہ بھی چھوٹا تھا وہاں کوئی غمگسار نہ تھا۔
درندوں کا بھی ڈر تھا کوئی آبادی بھی نہ تھی
مگر اس صبر کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مکہ ایک
عظیم الشان شہر آباد ہے جو کروڑہا مخلوق
کا ملجا و ماوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو
میرے نام کے لئے صبر کرکے اس کے نتائج
سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ صفا
و مروہ سے جاکر یہ شعور یہ معرفت حاصل
کریں کیونکہ وہ مقام اللہ کی طرف سے صبر کے
نتائج کے شعور کے حصول کا ذریعہ مقرر شدہ
ہے جو حج کرنے جائے وہ وہاں ذرا چل کر
پھر کر دیکھے کہ ہمارا فضل اس صابرہ پر
کیسا ہؤا۔ ہم کیسے قدردان ہیں۔

(رکوع ۴)

والٰھکم الٰہٌ واحد۔ اوپر کی آیات
میں کفار پر لعنتوں کا ذکر ہے۔ اب ان
سے بچنے کا ایک نسخہ بتلایا ہے (۱) اللہ کی
طرف جھک جانا جو اپنی ذات و صفات میں
یگانہ ہے۔ یہاں اس معبود کی دو عظیم الشان
صفتوں کا ذکر ہے۔

الرحمٰن۔ بلا مبادلہ رحم کرنے والا۔
الرحیم۔ سچی محنتوں کو ضائع نہ کرنے
والا۔ بلکہ انپر ثمرات مرتب کرنیوالا۔ اب اپنی
ہستی اور صفت رحمانیت کا ثبوت دیتا ہے۔
پہلا ثبوت آسمان و زمین کی پیدائش ہے
اور رات و دن کا اختلاف۔ ایک چھوٹی
سی پیالی انسان کسی کے پاس دیکھے۔ تو
یہ کبھی وہم میں نہیں آتا۔ کہ خود بخود بن گئی
تو اتنا بڑا آسمان و زمین دیکھ کر یہ یقین
کیوں حاصل نہ ہو کہ ان کا پیدا کرنے
والا بھی کوئی ہے۔

پھر یہ فطری بات ہے کہ جب مختلف
اشیاء کو خاص ترتیب سے رکھا ہوا دیکھتے
ہیں تو ایک بچہ بھی سمجھ جاتا ہے کہ ان کا اس
ترتیب سے رکھنے والا ضرور کوئی ہے چہ جائیکہ
ایک عقلمند انسان آسمان کو دیکھے زمین

کو دیکھے اس کی مختلف مخلوقات کو ایک خاص نظام میں دیکھے۔ دن رات کے کاموں میں ایک خاص انتظام نظر آئے اور پھر یہ نہ مانے کہ ان کا مرتب کرنے والا بھی کوئی ہے میں تمہیں ایک قصہ سناتا ہوں۔

دارالسلطنت بغداد میں کچھ ایسے آدمی جمع ہو گئے جو دہریہ تھے ان میں سے چند آدمی ایک دفعہ حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس آئے۔ جب امام صاحب نے انہیں اپنے مکان میں جمع ہوتے دیکھا تو نہایت متفکر چہرہ بنا لیا۔ انہوں نے کہا حضرت آپ کس خیال میں ہیں ہم تو ایک مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو اس حیرت میں ہوں کہ یہاں بغداد میں لاکھوں آدمی رہتے ہیں ہر ایک کی ضرورت مختلف ہے کوئی چین سے کوئی حبش سے کوئی کسی اور بحری مقام سے وابستہ ہے پھر ہر ایک ضرورت کے لئے جہاز پر جہاز لدے چلے آتے ہیں۔ اور سنتا ہوں نہ ان پر کوئی ملاح ہے نہ ان کا کوئی مالک ہے۔ نہ انہیں کوئی چلانے والا ہے اس پر اس دہریہ جماعت کا بڑا بولا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے دماغ کو کوئی صدمہ ہو گیا ہے۔ یہ کام بغیر کسی مدبر بالارادہ کے نہیں چل سکتا اور نہ چل رہا ہے آپ نے فرمایا۔ بغداد کی کارروائی تو بغیر کسی مدبر کے نہ چلے مگر آسمان و زمین کا کارخانہ خود بخود چلتا رہے۔ اس پر وہ بہت ہی نادم ہوئے اور چلے گئے مجھے بھی کئی دہریوں سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ میں نے ایک دہریہ سے اس دری کی طرف اشارہ کر کے جس پر ہم بیٹھے تھے پوچھا اس کا یہ دھاگا یہاں سے پلٹ کر ادھر کیوں گیا ہے۔ اس نے کہا مدبر بالارادہ دری کے بننے والے نے اسے بیچدار بنا لیا۔ میں نے کہا آپ نے اس دری کا بننے والا دیکھا کہا نہیں مگر ایسی دریاں بنتے میں نے دیکھی ہیں۔ جب اسے سمجھایا گیا کہ تم لوگ تو تماثل اجسام کے قائل نہیں تو اس نے ہنس کر بات کو ٹالنا چاہا۔ یہاں واختلاف اللیل والنہار تک تو اپنی ہستی اور صفت رحمانیت کا ثبوت دیا۔

اب رحیمی صفت کا بیان ہوتا ہے پہلے تو جہازوں کو لو۔ جن سے لوگوں کو بہت نفع پہنچتا ہے۔ یہ دوسرے ممالک کے ناموں کو بائیکاٹ کرنے والے اور سودیشی تحریک کے بانی اس آیت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اگر ہم آج یہ تفریق کریں گے۔ کہ فلاں ملک کی چیز خواہ کیسی اچھی ہو ہم نہیں لیتے۔ تو کل پھر بعض شہروں کو بائیکاٹ کرینگے۔

پھر مذہبی تفریق درمیان میں آئیگی۔ مسلمان کہیں گے ہم ہندوؤں کی نہیں خریدتے اور ہندو کہیں گے ہم عیسائیوں سے یہ معاملہ نہیں رکھتے۔ پھر مذہبوں کی آپس میں تفریق ہوگی۔ وہابی کہیں گے ہم حنفیوں کی بنی ہوئی چیزیں نہیں خریدتے اور حنفی کہیں گے ہم احمدیوں کی نہیں خریدتے۔ اس طرح تو بڑا فساد پڑے گا۔

پھر اوپر سے پانی کا برسنا اور اس پانی سے فائدہ اٹھانا۔ یہ بھی رحیمی صفت کے ماتحت ہے۔ پھر جانداروں کا پیدا کرنا جو طرح طرح کی ضرورتوں میں ہمارے کام آتے ہیں۔ کوئی بوجھ اٹھاتا ہے کوئی ہل چلاتا ہے۔ کوئی حفاظت کرتا ہے۔ کوئی غذا بناتا ہے۔

وتصریف الریاح۔ ہواؤں کے بارے میں بڑی بڑی کتابیں بنی ہوئی ہیں ایک ہوا ہے جو جہازوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جاتی ہے ایک ہوا ہے۔ جو ریل کو چلاتی ہے ایک گندگیوں کو صاف کرتی ہے ایک بیماری کے جرم فنا کرتی ہے۔ ہوا کی تعریف میں بھی خدا کی قدرتوں اور اس کی رحیم ہونے کے بہت سے نشانات ہیں۔ پھر بادل جو آسمان و زمین میں مسخر ہے گویا کہ وہ سقہ ہے جو جناب الٰہی کے امر کا منتظر ہے جہاں اسے حکم ہو۔ پانی پہنچائے۔ یہ سب کچھ بیان کر کے فرماتا ہے کہ اولوالالباب کا تو اعلےٰ درجہ ہے۔ معمولی عقل والے بھی اس سے اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ رحمان و رحیم ہے اس کا مدمقابل کوئی نہیں۔

حسن و احسان میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ پس عشق و محبت بھی اسی ذات سے سزاوار ہے۔ اکثر لوگ ہیں جو کسی کی آن پر۔ آواز پر۔ اداؤں پر۔ مال پر جاہ و جلال پر علم و فضل پر حسن و خوبی پر لٹو ہو جاتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ یہ سب چیزیں فانی ہیں۔ بہت سی عورتیں جو اپنے حسن دلاویز کی وجہ سے دوسروں کے ابتلار کا موجب تھیں۔ ایک وقت ان پر ایسا آیا کہ آتشک ہوئی اور ناک گر گئی۔ بہت سے ایسے امراء ہیں کہ ایک دم میں غریب ہو گئے بہت سے ایسے علماء ہیں کہ حواس باختہ ہو گئے پھر جس کمال کی وجہ سے ان کی قدر ہوتی تھی وہ جاتا رہا۔ تو کسی نے بات تک نہیں پوچھی۔ پس جو مومن ہے وہ اپنا محبوب اللہ کو بناتا ہے۔ وہ نہ اپنے پیر و مرشد سے اتنی محبت کرتا ہے جتنی اللہ سے چاہیئے اور نہ اپنی بیوی سے نہ دنیا کی کسی اور چیز سے

ولو یری الذین ظلموا۔ جو ایسا نہیں
کرتے وہ مشرک ہیں۔ جب کوئی عذاب آجاتا
ہے تو پھر جس صاحب قوت یا صاحب جمال
یا صاحب مال سے خدا کے برابر محبت کرتے
تھے وہ کسی کام نہیں آتا اسوقت پتہ لگتا ہے
ان القوۃ للہ جمیعًا۔ کہ بل بوتہ سب
اللہ ہی کے لئے ہے کوئی قوت خدا کے
مقابل کام نہیں دیسکتی حسن وجمال۔ علم و
فضل کی قوت تو تلواروں کے ماتحت ہے
الٰہی قوت کسی کے ماتحت نہیں تقطعت
بھم الاسباب۔ اسباب کے معنے تعلقات
کے ہیں یعنی ان کے باہمی تعلقات قطع ہو
جائیں گے۔

یریھم اللہ اعمالھم حسرات
علیھم۔ ایک پاگل میرے ہاں رہتا تھا۔
سو کر جاگتا تو چند منٹ کے لئے اس کی ہوش
وحواس درست ہو جایا کرتے اس وقت وہ
کہتا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ حنا اس
کا نام ہے) تو نے کئی گھروں کو آباد کیا اور
کئی گھروں کو اجاڑا۔ پر تیرے کام کچھ نہ آیا
دیکھو انسان جب خدا کو چھوڑ دیتا ہے تو اس
کے عمل اس کے افسوس کا موجب ہو جاتے
ہیں اور پھر ہر وقت اس کے دل میں ایک
آگ لگی رہتی ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ انسان
جوانی میں بہت کچھ غلطیاں کرتا ہے مگر جو
لاحول واستغفار کے عادی ہوتے اور
پاک صحبتوں میں رہ کر دعاؤں میں مشغول
ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی دستگیری کرتا ہے۔

(رکوع ۵)

کلوا مما فی الارض حلالًا طیبًا۔
بعض مسائل بہت ضروری ہیں۔ میں نے
بہت کم ایسی کتابیں پڑھی ہیں جن میں ان
کا مذکور ہو۔ ضروریات ایمان ہمارے علماء
نے صرف یہ لکھی ہیں۔ ایمان اللہ پر۔ ملائکہ
پر۔ کتب پر۔ رسل پر۔ یوم آخرت پر۔ تقدیر
پر۔ اور عملی حصہ میں کلمہ منہ سے بولنا
کلمۂ شہادت کی شہادت۔ نماز۔ روزہ۔
حج اور زکوٰۃ۔ بس اس کے آگے خاموشی
ہے۔ حالانکہ کئی باتیں اور بھی ایسی ہیں
جو بعینہٖ اسی طرح فرض عین ہیں۔ جیسے کہ
نماز۔ روزہ۔ دیکھو یاد رکھو۔ نیک کام کرنا
بھی فرض عین ہے اور بدی سے بچنا بھی
فرض عین ہے۔ کسی مسلمان سے پوچھیں
پنج ارکان اسلام کیا ہیں۔ تو وہ سنا دیگا۔
مگر اس کے ساتھ چوری۔ حرام زدگی رنڈی
بازی اور قسم قسم کی بدکاریوں کا ذکر ہو تو
افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی پرواہ
نہیں کی جاتی۔ جھوٹ کا مرض بڑھتا جاتا
ہے مگر بچپن میں اس کا کوئی علاج نہیں
کیا جاتا۔ حالانکہ

سرِ چشمہ شاید گرفتن بمیل
چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

ایک سچی مثل ہے۔ آم کا درخت ہے جب اس کا پودہ زمین سے نکلے۔ تو اکھیڑا جا سکتا ہے مگر جب وہ بڑا درخت بن جائے تو اسے اکھیڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بدیوں کی مثال ہے انہیں پہلے ہی سے روکو۔ تا نیکی کی طرف تمہاری طبیعت رجوع رہے۔ جس طرح نماز روزہ فرض عین ہے۔ اسی طرح جھوٹ سے۔ بدنظری سے بدسمعی سے (جو زنا کے مقدمات ہیں) سستی سے۔ کاہلی سے طمع سے حرص سے تکبر سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے۔ میں نے اپنی تحقیق میں چودہ ضروریات اسلام سمجھے ہیں اور وہ تمام نیکیوں اور بدیوں سے بچنے کے اصول ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان اس کے ساتھ اللہ کی صفات پر ایمان اس کے افعال پر ایمان اس کی معبودیت پر ایمان۔ اتنا ایمان لانا ضروری ہے۔ دوسری بات اللہ کی فرشتوں کی تحریکوں پر ایمان۔ تیسری بات اللہ کے کلام پر ایمان۔ چوتھی بات اللہ کے پاک رسولوں پر ایمان۔ پانچویں بات مسئلہ تقدیر پر ایمان جو تمام کامیابیوں کی جڑ ہے چھٹی بات ختم نبوت پر ایمان۔ ساتویں بات بعث بعد الموت۔ یہ سات حصے نیکیوں کے اصول میں ہیں عملی حصے یہ ہیں

پہلی بات اللہ کی توحید کا اقرار کرنا۔ دوسری بات۔ ہر ایک قسم کی بدعملیوں سے بچنا۔ تیسری بات۔ نیک اعمال کی طرف اپنی تئیں متوجہ کرنا۔ چوتھی بات۔ نماز۔ پانچویں بات زکوٰۃ۔ چھٹی بات روزہ۔ ساتویں بات حج۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ ایسی تعلیم میں نے اپنی اسلامی کتابوں میں کم دیکھی ہے اور اگر ہے بھی تو انگریزی سکولوں کی پڑھائی کے اثر کے سامنے اس کا کچھ اثر نہیں۔ جس قدر کوئی کسی مصنف کی کتاب پڑھتا ہے۔ اس مصنف کے عقائد و اعمال کا ایک مخفی اثر پہنچتا رہتا ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی کتب کے خفیہ اثر کو دینی تعلیم سے زائل کیا جائے اور وہ دینی تعلیم قرآن مجید میں ہے اس سے پہلے توحید کا بیان کرتا آتا ہے۔ اب ایک گر سمجھاتا ہے کہ لوگو! جو اس زمین میں ہے اس سے کھالو۔ مگر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حلال ہو۔ باباطل رزق نہ ہو۔ حلال کا علم کیسا ضروری ہے اور حلال کیسا مفید ہے اس کے متعلق بیان بہت طویل ہے۔ پھر حلال ہو تو طیب بھی ہو۔ بعض لوگ مسلمانوں میں ایسے گزرے ہیں۔ کہ وہ پلاؤ

پکوائیں گے تو اس میں تھوڑی سی راکھ ڈلوائینگی
ایک صوفی کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ حلوا
ساگ۔ دال۔ دودھ۔ چھاچھ سب کچھ ملا کر
رکھ چھوڑتا۔ جب بس جاتا تو کھاتا یہ طیب
رزق نہیں ہے۔ بس میں تمہیں وصیت کرتا ہوں
کہ رزق حلال کھاؤ پھر وہ طیب بھی ہو۔

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن

وہ چال نہ چلو جس پر شیطان چلا۔ شیطان
وہ ہے جو خدا سے دور ہے اس شیطان
کا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ وہ تمہیں بدی
اور بے حیائی کی باتوں کی ترغیب دیتا
ہے۔ شیطانی گناہ کے تین اصول ہیں ان
میں سے آخری یہ ہے کہ

ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔

کہ جھوٹا خواب یا جھوٹا کشف یا جھوٹا الہام
بنالئے یا بلا حجت نیرہ کسی چیز کو حلال یا حرام
بھلا یا برا کہدے۔ اور ایک یہ کہ سوء۔ دوم
فحشا۔ یعنی ایسی بدی کہ دوسرے پر اس کا
بدا اثر پڑے۔ ایسے لوگوں کو جب کہا جائے
کہ تم ما انزل کی تابعداری کرو۔ تو وہ کہتے
ہیں ہم اپنے باپ دادا کے پیرو ہیں لا یعقلون
خواہ ان کے باپ دادا ایسے ہیں کہ اپنے
تئیں کسی بد چیز سے روک نہ سکتے ہوں یہاں
تک یہ باتیں بیان ہوئیں (۱) حلال کھاؤ
(۲) طیب ہو (۳) بدیوں کو چھوڑ دو (۴)
فحشاء سے پرہیز کرو (۵) اللہ پر تقول
چھوڑ دو (۶) اندھا دھند تقلید چھوڑ دو۔
(۷) کوئی لایعقل۔ لا یعنی کام کرتا ہو تو تم
وہ نہ کرو۔

ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق

مثال ان لوگوں کی جو بے ایمان ہیں ایسی ہے
جیسی کسی پر کوئی آوازے کستا ہے۔ اور وہ
سنتا ہی نہیں۔

میرے ایک نوجوان دوست تھے۔
میں ان کو درس قرآن شریف سننے کی تاکید
کرتا تھا۔ وہ میرے سامنے تو نہ کہتے مگر
میرے پیچھے اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا
کرتے تھے کہ آسودگی ہو تو پھر قرآن بھی پڑھیں
آخر جب وہ کسی عہدہ پر ممتاز ہوئے تو مجھے
لکھا۔ کہ بارہ برس ہوئے ہیں۔ کہ میں قرآن شریف
نہیں پڑھ سکا۔ خدا کرے تم لوگ ایسے نہ ہو
کہ تمہارا قرآن سنانے والا ایسے لوگوں سے
ہو کہ اس کے سامعین ایسے ہوں۔ جو نہ
آنکھیں رکھتے ہوں کہ دیکھیں نہ کان رکھتے
ہوں کہ سنیں۔ نہ زبان رکھتے ہوں کہ حق
بولیں۔ تم قرآن شریف سننے کو غنیمت سمجھو۔
دنیا کے جھمیلے تو کبھی کم ہونے میں آ نہیں
سکتے۔ ایک کتاب میں میں نے ایک مثال
پڑھی ہے کہ ایک شخص ندی سے گذرنا چاہتا
تھا اس نے تامل کیا کہ یہ موج گذر جائے تو

میں گذروں۔ مگر اتنے میں ایک اور آگئی آخر وہ اسی طرح خیال کرتے کرتے رہ گیا۔

بس طریق یہی ہے کہ حلال طیّب کھاؤ طیّب کہتے ہیں ایسے جو انسان کے لئے دکھ نہ دے اور پھر شکر کرو۔ سات اصول بتائے ہیں۔ ان کو ہر وقت زیر نظر کرو۔ حلال طیب کھاؤ۔ سوء و فحشاء و تقول نہ ہو۔ تقلید بے جا نہ ہو۔ کبھی ایسے رنگ میں اپنے تئیں نہ بناؤ کہ گوش حق کے شنوا آنکھیں حق کی بینا نہ رہیں ؂

یہاں تک یہ بیان فرمایا ہے کہ حق کے حصول کا ذریعہ حلال وطیّب روزی ہی۔ انسان فاقے پر فاقہ اٹھائے مگر حلال کا رزق کھائے جو مالدار ہیں ان کی حالت نہایت نازک ہے۔ غضبؔ الٰہی بھی مال والوں پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کی ہدایت سے محرومی بھی اکثر مال والوں کے حصہ میں آئی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ابلیس کان من خزان الجنۃ گویا آدم کی مخالفت میں جس گروہ کو بڑی محرومی ہوئی وہ بھی مالداروں ہی کا گروہ تھا۔ ایک دفعہ مولوی ریاض الدین احمدؒ نے مجھ سے پوچھا کہ پانچ آدمی قوموں کے لیڈر سمجھے جاتے ہیں۔ کیشپ چندر دیانند لارئے موہن لال۔ سرسید۔ مرزا صاحب آپ کوئی موٹا سا مابہ الامتیاز ان میں آپ بتائیں میں نے کہا بس یہ دیکھ لو کہ اکابر کس طرف گئے ہیں اور غریب کس طرف آئے ہیں۔ اول اول خدا کے رسیدوں کے ساتھ انہی کو تعلق ہوتا ہے ۔ جو مالدار نہ ہوں۔ ہارون رشید مکہ میں گیا تو ابن المبارک کو بھی ساتھ لیتا گیا جو اہلحدیث واہل باطن میں عظیم الشان عالم تھا۔ جہاں جہاں ملاقات کو جاتا۔ اس شخص کے مذاق کے مطابق اپنے ہمراہ کسی معتمد کو لے جاتا۔ فضیل عیاض سے ملاقات چاہی۔ تو ابن المبارک سے استدعا کی۔ یہ گئے۔ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے۔ جواب دیا ابن مبارک کہا۔ مرحبا یا اخی وصاحبی پوچھا۔ میرے ساتھ بھی ایک شخص قریشی ہے۔ کہا مجھے کسی قریش کی ملاقات پسند نہیں۔ کہا۔ میرا تم پر حق ہے وہ بولا ہاں کہا پھر اسے مجھ پر ایک حق ہے کہا اچھا۔ ہارون رشید خاموش بیٹھ گیا۔ فضیل عیاض اسے دیکھ کر کہنے لگے یہ جوان ہے تو خوبصورت میں دعا کرتا ہوں کہ جہنم سے بچ جائے۔ پھر جہنم میں پڑنے کی وجوہات بتلائیں جس پر ہارون رشید دہاڑیں مار مار کر رونے لگا وہ کونسی قوت تھی۔ جو ایک بادشاہ روئے زمین کو یوں ڈانٹ بتانے

کی جرأت دے رہی تھی۔ صرف حلال خوری ایک دفعہ ہارون رشید پھر گیا اور ایک ہزار دینار پیش کیا۔ فضیل نے بہت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا اسے میرے سامنے سے اٹھالو۔ یہ بیت المال کا ہے اور تمہیں اس کے بے تحقیق دینے کا کوئی حق نہیں اس کے بعد ایک لونڈی گھر سے نکلی اور اس نے کہا۔ ہم کئی دن سے فاقے میں ہیں اور یہ بڈھا روپیہ لانیوالوں کو جھڑک دیتا ہے۔ اس پر آپ نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ کہ دیکھو حلال بڑی نعمت ہے ہارون رشید نے چاہا کہ گھر والوں کو یہ روپیہ دے مگر انہوں نے بھی نہ لیا جو حلال رزق چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں غیر معمولی حوصلہ دیتا ہے اور انہیں اپنی جناب سے رزق عطاء فرماتا ہے اور حرام رزق سے کسی نہ کسی حیلے سے بچا لیتا ہے۔ اب حرام چیزوں کا ذکر فرماتا ہے۔

حرم علیکم المیتۃ۔ مردار کے اندر ایک خطرناک زہر ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ انسان کے لئے اچھا نہیں۔ چنانچہ جتنی مردار خوار قومیں ہیں ان کی زبان جلد۔ عقل موٹی اور بھدی ہوتی ہے۔ اوروں کو نہیں تو چوہڑوں کو دیکھ لیں۔ شریف گھروں سے کھاتے ہیں انہی کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں مگر پھر بھی مردار خواری کا اثر ان کی شکلوں اور عقلوں سے ظاہر ہے۔

والدم۔ ہم نے ایسی قومیں دیکھی ہیں۔ جو جانور کا خون پی جاتی ہیں یا اسے بھون کر کھا لیتی ہیں۔ خون میں اس قسم کی زہریں ہوتی ہیں جن سے اعصاب کو تشنج۔ فالج۔ استرخا ہو جاتا ہے۔

ولحم الخنزیر۔ اس جانور کا گوشت کھانے سے قوت شہوت۔ غضب میں بہت ترقی ہوتی ہے اور یہی دو قوتیں ہیں جو تمام قسم کی بداخلاقیوں کی جڑ ہیں۔ یہودی تو اس کا نام تک نہیں لیتے۔ بعض مسلمانوں میں بھی یہ بات ہے وہ خنزیر یا سؤر نہیں کہتے۔

وما اهل به لغیر اللہ۔ وہ جانور جو نامزد کیا گیا ہو۔ اللہ کے غیر کے لئے ایسے جانور تقرب و حاجت روائی کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔

غیر باغ۔ دل سے چاہنے والا نہ ہو۔

ولا عاد۔ اور پھر اضطرار کی ضرورت سے حد سے بڑھنے والا نہ ہو۔

ان الذین یکتمون ما انزل اللہ

اس سورۃ شریف میں اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی کامیابیوں اور فتحمندیوں کے اصول بتلائے ہیں۔ میرے اپنے اعتقاد کے مطابق یہ تمام سورۃ جہاد کی ترغیب کے لئے ہے۔ اور اس میں جا بجا مجاہدین کو بتایا ہے کہ وہ

کس طرح مظفر و منصور ہو سکتے ہیں پارۂ اول میں مفلحون کے معنے مظفر و منصور کے ہیں۔ فتح کا تاج۔ بھلا جہاد کے سوا کسی کے سر پر رکھا جا سکتا ہے۔ پھر اس کے بالمقابل ان الذین کفروا کا ذکر ہے۔ جس کے بعد عذاب عظیم آیا ہے گویا دو گروہ بتا دیئے ہیں جن میں مقابلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ چاہیگا تو میں کسی دوسرے مقام پر اس کی تشریح کرونگا یہاں صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ ایک جگہ فرمایا

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔

پھر صاف بتلا دیا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً۔ پھر فرمایا ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی ضرورت جہاد میں ہے پھر جہاد میں ضروری ہے کہ اللہ پر پورا ایمان ہو۔ اور یہ موقوف ہے توحید پر اور توحید کامل نہیں ہوتی۔ جب تک شرک سے نفرت نہ ہو۔ اسی واسطے ومن الناس من یتخذ میں شرک سے منع فرمایا۔ اور بتلایا کہ مومن کو چاہیئے اکل حلال سے غازی بنے۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ حلال کھانے کا عادی بنے بلکہ ترک حرام بھی کرے۔ پھر اس ترک حرام میں سے ایک اعلےٰ حرامخوری کا ذکر کیا ہے کل کے درس میں اصول محرمات کا ذکر تھا استنباطی طاقت جب پیدا ہوتی ہے۔ جب بطور مثال کچھ بیان ہو۔ چنانچہ یہاں ایک مثال اس آیت میں ذکر کر دی گئی ہے۔

ما انزل اللہ من الکتاب۔ جو کچھ اتارا اللہ نے ایک کامل مجموعہ میں۔

ثمناً قلیلاً۔ مول بہت تھوڑا۔ یعنی دنیا جیسے فرمایا۔ قل متاع الدنیا قلیل ع ب ۸ پ ب

مایاکلون فی بطونھم الا النار۔ اس طرز عمل کا نتیجہ سوا اس کے نہیں کہ جل بھن کر اندر ہی اندر کباب ہوتے رہیں۔

لا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ۔ لوگ اپنا مال۔ اپنی دولت اپنی عزت۔ اپنی آبرو کسی بڑے کی بات سننے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں پس اللہ کی ذات سے جو تمام حسینوں۔ عالموں اور بادشاہوں کا خالق ہے۔ کلام کرنے کو کیوں دل نہ تڑپتا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوسری سزا یہ دیگا کہ ان سے کلام نہ کریگا۔ اندھا آدمی جو دیکھنے کی عجائبات سے واقف نہیں ہوتا۔ وہ اگر دید کی حرص نہ کرے تو تعجب نہیں۔ اسی طرح جسے کلام الہٰی کی عذوبت سے آگاہی نہیں وہ اگر اسے عذاب نہ سمجھے تو نہ سمجھے یہ ہے بڑا عذاب پھر ایک اور دکھ ہوگا۔ وہ یہ کہ تزکی نہ کریگا۔ بلکہ ان کے لئے عذاب ہے۔

عذاب الیم۔ یہ عذاب عذوبت والا نہیں۔ بلکہ دکھ دینے والا۔

اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ۔ ان لوگوں نے حرامخوری سے کیا فائدہ لیا۔ سوا اس کے کہ ضلالت کو ہدایت کے بدلے خریدا یہ اس طرح کہ حرام خوری سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ جب دعائیں قبول نہ ہوئیں تو یہ کہدیا کہ اچھا دعائیں بھی دیکھ لیں۔ اس قول کا نتیجہ کفر ہے۔ پس بجائے اس کے کہ مغفرت حاصل کریں۔ انہیں عذاب ہوگا۔

فما اصبرھم علی النار۔ انکے نظارے دیکھنے والے یہ کہیں گے۔

بعض صوفیوں نے بھی بعض جرأت کے کلمے کہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ دوزخ میں کیا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ دنیا کی ایک معمولی تکلیف کو تو برداشت کر نہیں سکتے۔ مثلاً تپ چڑھی ہو تو ہال پکار سے شور برپا کر دیتے ہیں۔ تو کیا دوزخ جو بڑے دُکھ کا مقام ہے اسے انہوں نے کچھ معمولی سمجھ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دید و شنید برابر نہیں ہوتی۔

ان الذین اختلفوا۔ اس کے معنے ہیں جن لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے **شقاق بعید**۔ یعنے ہمارے اور ان کے درمیان جو تعلقات تھے اور جو وصل تھا اس میں شق آگیا۔ شق بھی پرلے درجہ کا پنجابی...... پاڑن پاڑنا اس مفہوم کو خوب ادا کرتا ہے۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم چونکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ **و للہ المشرق و المغرب** فرما چکا ہے کہ جدھر تمہارا رخ ہوگا ادھر ہی میرا رُخ ہے۔ یعنی میری نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔ اس پر صحابہ نے خیال کیا ہوگا کہ ہم سے بڑا کون ہے کیونکہ جدھر ہماری توجہ ہے ادھر ہی خدا کی توجہ ہے۔ اس لئے فرمایا ہے تو ٹھیک مگر نیکی صرف جہاد و فتوحات سے وابستہ نہیں اور نہ صرف مشرق و مغرب کو فتح کر لینا کافی ہے بلکہ ضروری ہے۔ کہ **من اٰمن باللہ** اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔

والیوم الاٰخر۔ اس وقت پر ایمان ہو جہاں انسان اپنے اعمال کے نتائج دیکھتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اس کی صفات کے خلاف حتے الوسع کوئی بات نہیں کرتا اس خیال سے کہ اس کی نظر سے گر نہ جائے۔ پس حضرت حق سبحانہ کی قرب کے لئے بھی ہم میں ایمان اور فضائل اور کفر و رذائل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

والملائکۃ۔ پھر ایمان بالملائکہ بڑا ضروری ہے۔ میرے خیال میں ہے کہ یہ چوتھی مرتبہ ملائکہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو وہاں بیان ہوا جہاں یہود کی خفیہ سوسائٹیوں کا ذکر کیا ہے

جنھوں نے ہاروت ماروت کی مدد سے اس
زمین کو ہرت و مرت کر دیا۔

پھر دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں بتایا
ہے کہ ایک وہ علوم ہیں جن کا تعلق قلب
کے ساتھ ہے اور ایک وہ جن کا تعلق دماغ
کے ساتھ ہے ان دونوں میں جو تحریک
کرنے والے سردار ہیں ان کا نام جبرئیل
و میکائیل ہے۔

پھر تیسرا مقام آدم کے قصے میں ہے
جو کئی بار یہاں ذکر کیا ہے اور میں نے
بارہا بتایا ہے کہ وہ تمام پاک تحریکیں جن
کا انجام بخیر ہو ملائکہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

والکتب۔ پھر اللہ کی رضامندیوں
کی راہیں جہاں مذکور ہیں وہ اس کی بھیجوائی
ہوئی کتابیں ہیں ان کا ماننا ضروری ہے
انسان اگر جناب الٰہی کے صفات سے آگاہ
نہیں۔ ملائک کی تحریک کو نہیں سمجھتا تو کلام
الٰہی ہی سے سمجھے۔ جو النبیین خدا کی جناب
سے غیب کی آگاہی پانے والوں کو عطا ہوتی
ہے۔ اللہ کی کتابوں میں سے سب سے جامع
کتاب قرآن مجید اور تمام کمالات انبیاء کا
جامع محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے
آدمی پہلے قرآن کریم پڑھے۔ پھر حضرت
نبی کریم کے سوانحمری۔ (جن میں احادیث
شامل ہیں) میں کامل یقین سے گواہی دیتا ہوں
کہ ایسا کامل انسان پھر پیدا نہیں ہو سکتا۔
اب عملی حصہ کا ذکر آتا ہے وآتی
المال علی حبہ۔ یعنی محبت الٰہی کے ساتھ
مال کو خرچ کرے۔ بعض لوگ حبہ کا ترجمہ
کرتے ہیں۔ وہ مال جس سے محبت ہے۔ مگر
میرے نزدیک جس عمل میں اخلاص و ثواب نہ
ہو۔ وہ کسی کام کا نہیں۔

ذوی القربی۔ اب اس مال کے
مصارف بتلاتا ہے انسان غیروں کو دیتا ہی
مگر رشتہ داروں کو نہیں دیتا۔ کیونکہ ان سے
بوجہ رات دن کے معاملات کے بعض اوقات
ناراضی بھی ہوتی ہے۔

والیتمی۔ پھر یتیم کو دے کیونکہ
اس سے بدلے کی امید نہیں۔

والمساکین۔ پھر ان لوگوں کو دے جو
بے دست و پا ہیں۔ میرے خیال میں تین قسم
کے لوگ مساکین ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو
کام نہیں کر سکتا۔ بوجہ معذوری۔ اور یہ دو
طرح ہے۔ مثلاً ایک شخص لوہاری کا کام
جانتا ہے مگر اوزار نہیں رکھتا۔ سینا تو جانتا
ہے۔ مگر سوئی اور قینچی و گز نہیں۔ پس یہ اسباب
ان کو مہیا کر دینے چاہئیں۔ کیونکہ بغیر ان کی
وہ بھی اپاہج کے حکم میں ہیں۔ ایک اور مثال
سنو۔ کوئی کسب جاننے والا ہے تو سہی مگر
وہاں اس کے ہنر کا کوئی قدردان نہیں یا دکان

چلانے کے لئے مکان نہیں۔ پس اپاہج ہو
عدم مالی کی وجہ سے یا عدم اعضار کی وجہ سے
بہر دو صورت مستحق امداد ہے۔

وابن السبیل۔ مسافر کو بعض وقت
بہت مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ مثلاً نقدی
چوری ہو گئی۔ یا کسی اتفاق سے چند پیسے کرایہ
سے گم ہو گئے۔ وغیرہ یا ٹکٹ گم ہو گیا۔

والسائلین۔ سوال کرنیوالوں سے
آجکل بہت بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ بعض
لوگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی سوالی ان
کے سامنے آیا تو انہوں نے اس پر عیب
لگانے شروع کئے۔

وفی الرقاب۔ گردنوں کی چھڑانے
سے مراد غلاموں کا آزاد کرنا ہے۔ ایک
دفعہ ایک غیر مذہب کا شخص بڑے زور
سے کہہ رہا تھا۔ غلاموں کی آزادی دلانے
والا عیسائی مذہب ہے۔ میں نے کہا کہ مسیح
ناصری نے کوئی قانون ان کے لئے نہیں بنایا
نہ کوئی حصہ مقرر کیا۔ مگر ہماری شریعت
میں قانون ہے جو ان آیات میں مذکور ہے
اور بیت المال کا ⅛ حصہ انکے لئے مقرر ہے۔

چھ مصرفوں کا ذکر تو یہاں کیا اور
پارہ ۱۰ میں دو مصرف اور بتائے ہیں ایک
مؤلفۃ القلوب۔ میرے نزدیک اس زمانہ
میں بھی یہ بہت ضروری ہے۔ دوم اس محکمہ

زکوٰۃ کے جو ملازم ہیں ان کی تنخواہ۔

واقام الصلوٰۃ۔ وہ پاک عبادت
جس کا نام نماز ہے۔ غفلتوں، سُستیوں
ناکامیوں میں اسے قائم رکھے۔

واٰتی الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ دے۔ تزکیہ نفس بھی کرے

والصابرین فی البأساء۔ باساء
کہتے ہیں۔ غریبی۔ تنگ دستی کو یہ بُری بلا
ہے۔ کسی کے گھر میں شادی ہو۔ غریب کے
گھر میں بیوی بچوں کے اصرار کی وجہ سے
جو وہ کپڑوں اور زیوروں کی وجہ سے
کر رہے ہیں۔ ماتم ہو رہا ہے۔ امراء میں
عید ہے۔ مگر غریب کے گھر رونا پڑا ہوا
ہے۔ مگر مومن ان مشکلات کی کچھ پروا نہیں
کرتا پھر اس سے بڑھ کر مشکل ایک اور ہے۔

والضراء۔ وہ کیا ہے بیماری چاہے
کانٹا ہی کیوں نہ چبھا ہوا ہو۔ پیٹ میں
کیوں نہ درد ہو۔ آنکھ ہی دکھتی ہو۔ سارا
مریض کے لئے اندھیر ہو جاتا ہے۔ اور دولت
بیوی، بچے۔ عیش و عشرت کے سامان سب
بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک شخص میرے
پاس آیا کہ بیوی حسین موجود ہے۔ قوت
رجولیت نہیں۔ خودکشی کر لوں گا۔ اگر تم نے
کوئی امید نہ دلائی۔ دیکھو کیسا نازک مقام
ہے۔ مگر مومن نہیں گھبراتا وہ استقلال
واستقامت سے رہتا ہے۔ پھر اس سے

بھی بڑھ کر ایک اور مصیبت ہے۔

وحین الباس۔ وہ ہے مقدمات کی۔ (خواہ جہاد شمشیر کی صورت میں ہو خواہ جہاد قلم کے رنگ میں ہو) یہ بہت بڑی بلا ہے۔ دیکھو جنگوں میں کتنی سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ کتنی مقروض ہوئیں۔ کتنے جوان سپاہی اور سپہ سالار ہلاک ہوئے۔ ایسے وقت سچا مومن وہ ہے جو مستقل مزاج رہے۔

(رکوع ۶)

کتب۔ لکھا گیا ہے یہ قانون۔

قصاص۔ بدلہ جو وارثان مقتول قاتل سے لیتے ہیں۔ اس میں جہاد کا ایماء ہے کہ جب قصاص ضروری ہے۔ تو پھر تم بھی اپنے مقتولوں کا بدلہ لو۔ جو کفار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

حُر۔ آزاد۔ اصیل۔ باقی رہی یہ بات کہ حُر عبد یعنی مرد عورت کے مقابلہ میں بھی مارا جائے یا نہیں اس کا جواب پ۶ سورۃ مائدہ رکوع ۱۱ میں موجود ہے ان النفس بالنفس

عفی لہ۔ قتل کا بدلہ یا دیت کا کچھ حصہ ہی معاف کر دیا جائے۔

فاتباع بالمعروف۔ وارثان مقتول کو تابع ہونا چاہیئے۔ قاتل کے ساتھ قاعدہ حکومت و عرف کے مطابق اور چونکہ بدلہ قتل نہیں لیا گیا اس لئے خوبی سے ادا کریں۔

ذالک تخفیف من ربکم ورحمۃ۔ عرب میں ایک کے بدلے سینکڑوں قتل کر دیئے جاتے تھے۔ بڑوں کا جو غلام ہوتا اگر وہ قتل ہو جاتا۔ تو اس کے بدلے میں کئی حُر مارے جاتے۔ اس لئے الحر بالحر کا قانون مقرر کر کے فرماتا ہے۔ یہ خاص تخفیف ہے تمہارے رب سے اور اس کی رحمت اس سے پہلے ایک معمولی بات پر جنگیں ہو کر ہزاروں کے کشت و خون کی نوبت پہنچ جاتی۔ مگر اب یہ بات نہیں۔ بلکہ صرف ایک کے بدلے میں ایک کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

فمن اعتدی۔ اگر پھر وہی اپنا رواج چلاؤ گے۔ تو تمہیں ایک دکھ دینے والا عذاب پہنچیگا۔ خدا کی طرف سے یا حکام کی طرف سے جو کہ وہ مناسب موقعہ و حال تجویز کرینگے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ۔ اس قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ وہ اسطرح کہ اب ایسا نہ ہوگا۔ کہ ایک کے بدلے میں ہزاروں کے کشت و خون کی نوبت پہنچے۔ بلکہ حکومت قصاص لیگی۔ اور قاتل و وارثان مقتول بچ کر کام کریں گے۔ اسطرح آبادی کی تعداد بڑھ جائے گی۔

یااولی الالباب۔ صاحبان عقل کو خصوصیت سے خطاب فرمایا۔ کیونکہ اس راز کو موٹی عقلیں نہیں سمجھ سکتیں۔ کیونکہ بدلہ

لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ بلکہ شریعت کے بہت سے ایسے کام ہیں جو انسان کی اپنی ذات سے وابستہ ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو حکام سے مخصوص ہیں۔ جن لوگوں نے اس بھید کو نہیں سمجھا انہوں نے نقصان اٹھایا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ جو لوگ حکام کی پابندی نہیں کرتے وہ خطرے میں ہیں۔

لعلکم تتقون۔ اس رکوع میں تقویٰ کی بات چلی ہوئی ہے۔ لیس البر میں تقویٰ کے اصول بتائے ہیں۔ اب قصاص کے حکم میں فرماتا ہے کہ لعلکم تتقون ہ۔ یہ جانوں کے متعلق تقویٰ کا جو بیان فرمایا اب مال کے متعلق جو تقویٰ ہے وہ بیان کرتا ہے۔

اذا حضر۔ حاضر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک شدت بیماری۔ دوم یہ کہ موت ہی آجائے۔ پس ایک شق کے لحاظ سے تو یہ معنے ہوتے۔ کہ جب کوئی ایسا بیمار ہو تو وصیت کر دیا کرے اپنے مال کے متعلق وصیت کس کے لئے ہو۔

للوالدین۔ اپنے ماں باپ کیواسطے کیا وصیت ہو۔ ایک تو یہ معنے ہیں کہ اپنے ماں باپ سے کہہ جائے۔ میرے بعد یوں انتظام کرنا۔ دوم یہ کہ اپنے ماں باپ کے حق میں وصیت کر جائے اس صورت میں جبکہ وہ شرعی قانون کے لحاظ سے ترکہ کے وارث نہ بن سکیں۔ مثلاً وہ کافر ہوں غلام ہوں۔ یا اپنے بیٹے کے قاتل ہوں۔ پس ان صورتوں میں وارث اگر ان کیلئے وصیت کر جائے تو جائز ہے یا یہ مطلب کہ ان کو اپنے کاموں کا وصی کر دے۔ یہ سب احکام بھی جہاد کی تمہید میں ہیں۔ کیونکہ جنگ کا زمانہ تھا۔ اِس لئے صحابہ کو فرمایا اپنی وصیتیں کر چھوڑو۔ اور اگر حضر کے معنے یہ ہوں۔ کہ موت آ ہی جائے تو پھر یوں معنے ہونگے کہ لکھی گئی ہے تمہارے لئے وصیت جو والدین اور اقارب کے متعلق ہے وہ بالکل مناسب ہے۔ اور حق ہے متقیوں پر کہ اس کے مطابق عملدر آمد کرو۔ وہ وصیت کہاں لکھی ہے؟ دیکھو پ سورۃ نساء کا دوسرا رکوع یوصیکم اللہ۔

ان اللہ سمیع علیم۔ فرماتا ہے کہ ہم علیم خدا ہیں۔ سمجھ بوجھ کر حصص مقرر کئے ہیں۔ اور وصیتوں کے بدلانے کو بھی سنتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے ومن یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا۔

فمن بدلہ۔ اب سن لو کہ کیا کچھ تبدیل

کیا گیا ہے۔ سب سے اول تو یہ کہ لڑکیوں
کو ورثہ نہیں دیا جاتا۔ خدا تعالیٰ نے عورت
کو حرث فرمایا ہے اور زمین کو بھی ایسا ہی
زمین کو بھی ارض فرمایا ہے اور عورتوں کو بھی
فانما اثمہ۔ چنانچہ اس کا نتیجہ دیکھ
لو کہ جب سے ان لوگوں نے لڑکیوں کا
ورثہ دینا چھوڑا ہے ان کی زمینیں ہندوؤں
کی ہو گئی ہیں۔ جو ایک وقت سو گھماؤں زمین
کے مالک تھے۔ اب دو بیگھ کے بھی نہیں
رہے۔ یہ اس لئے کہ صریحاً آیت نساء رکوع
۲ میں فرمایا۔ وله عذاب مهين اب
اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی عورتوں
پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے
خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا تمسکوهن
ضرارًا۔ دوسرا۔ وعاشروهن بالمعروف
تیسرا۔ ولا تضاروهن۔ چوتھا۔ ان
کرهتموهن۔ پنجم۔ ولهن مثل الذی
علیهن باوجود اس کے وراثت کا ظلم بہت
بڑھ رہا ہے۔ پھر دوسرا یہ کہ بعض ظالم عورت
کو نہ رکھتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں۔ فمن
خاف من موص جنفًا او اثمًا۔ اس حکم
وصیت میں ایک اور وصیت کا ذکر ہے۔
بالفاظ من بعد وصیة۔ پس اس وصیت
میں اگر کوئی کجی کرے تو اس کی اصلاح کر لیجائے
جنفًا۔ کے معنے غیر متجانف لاثم سے ظاہر

ہوتے ہیں یعنی نہ جھکنے والا۔

(رکوع ۷)

یا ایها الذین امنوا کتب علیکم
الصیام۔ روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان
کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے۔ ایک
بقاء شخصی کے لئے غذا کی۔ دوم بقاء نوعی
کے لئے بیوی کی۔ اب دیکھو انسان گھر میں
تنہا بیٹھا ہے پیاس بڑی شدت سے محسوس
ہو رہی ہے۔ دودھ موجود ہے۔ برف
موجود ہے شربت حاضر ہے۔ کوئی روکنے
والا بھی نہیں مگر پھر بھی سچا روزہ دار مطلق
ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ تک نہیں کرتا۔
اسی طرح بیوی پاس ہے۔ کوئی چیز مانع
بھی نہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس سے محترز ہے
یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ روزہ دار ہے
اور اس کے مولا کا حکم ہے کہ ان دونوں
چیزوں سے رُکا رہے۔ یہ مشاقی ہمیں سکھاتی
ہے کہ باوجو سامانوں کے مہیا ہونے اور
ضرورت کے...... ہم ان چیزوں سے
رُکے رہیں جن سے رُکے رہنے کی نسبت
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اسلام میں
ہر سال ایک ماہ تو بالالتزام یہ مشق کرائی جاتی
ہے اور ایک طرح سے چار ماہ کے لئے
یہ مشق ہوتی ہے۔ کیونکہ عادت نبوی تھی کہ
ہر دو شنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے پھر ایام

بیض (۱۲-۱۳-۱۴) میں بھی روزہ رکھتے
گویا ہر مہینے میں بالاوسط دس دن اس
حساب سے روزہ کے لئے سال کے چار ماہ
ہوتے ہیں۔ اب خیال کرو۔ کہ جو لوگ چار ماہ
یہ مشق کرتے ہیں۔ وہ رشوت کیونکر لیں گے۔
اکل بالباطل کیوں کریں۔ کوئی ضرورت
انسان کو ان ضرورتوں سے بڑھ کر پیش
نہیں آسکتی جو بقاء شخصی و بقاء نوعی کے
لئے ضروری ہیں۔ جب ان ضرورتوں میں
باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور کسی
روک کے نہ ہونے کے صرف اللہ کی
فرمانبرداری کے لئے محترز رہا ہے۔ تو پھر
ایک صریح حرام امر کا کیوں مرتکب ہونے لگا

وعلی الذین یطیقونه۔ اور جو
صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنی جنہیں روزے
رکھنے میسر آجاویں۔

فدیۃ طعام مسکین۔ وہ ایک
مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں۔ یہ صدقۃ الفطر
کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ تعامل سے ثابت
ہے کہ ہر روزہ دار نماز عید سے پہلے ایک
مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے اور امرا
اپنا طرز پسندیدہ جو آثار سلف کے مطابق
ہے یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی
کسی غریب کو کھلا دی۔ اور جو لوگ اس کے
یہ معنے کرتے ہیں کہ جو لوگ طاقت نہیں رکھتے
وہ فدیہ دیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے نفلی روزوں
میں ایسا کر لیں۔ کہ ہر دوشنبہ و جمعہ و ایام بیض
کو روزہ نہیں رکھ سکتے۔ تو اس روز مسکین
کو کھانا کھلا دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایسا کیا۔ کیونکہ آپ تو ماہ صیام میں موسم
بہار کی ہوا سے بڑھ کر جود و سخا میں ہوتے تھے۔

فمن تطوع۔ جو شخص کوئی نیکی خوش
دلی سے کرے وہ بہت اچھی ہے اور یہ کہ
روزہ رکھنا تو بہت ہی مفید ہے اس سے
دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔ صبر و استقلال
اور نواہی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے اپنی
اصلاح ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ کمزور
لوگوں کے لئے اس قسم کے مجاہدات منع
ہیں جن میں روزہ رکھنے ہوں۔ اور وہ اخیر
میں خشکی دماغ سے نیم سودائی ہو جاویں
اور کسی کام کے نہ رہیں۔

شہر رمضان الذی انزل فیه
القرآن۔ قرآن شریف کا طرز ہے کہ پہلے
عام فضائل سکھاتا ہے۔ پھر خاص فضیلت
کی بات اسی طرح پہلے عام رذائل سے ہٹاتا
ہے۔ پھر ارذل الرذائل شرک سے۔ پہلے
عام بات کا حکم ہوتا ہے پھر خاص کا۔ مثلاً
پہلے عمرہ وغیرہ کا ذکر ہے۔ پھر حج کا۔ پہلے
صدقات کی ترغیب ہے۔ پھر زکوٰۃ کی۔ اسی
طرح پہلے یہاں عام طور پر نفلی و فرضی

روزوں کا حکم دیا ہے۔ پھر رمضان کے
روزوں کا حکم دیتا ہے۔ پہلے شہر رمضان
کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن
شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق
جزو سورۃ پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے
اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن ماہ رمضان
میں نازل ہوا ہے بلکہ صرف ایک جزو سورۃ
کا نزول بھی کافی ہے۔ میں نے جو تحقیق کی ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریمؐ
جن دنوں غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے
تھے وہ دن رمضان کے تھے اور ان میں پہلی
سورۃ کا جزو نازل ہوا۔ اس پر یہ اعتراض
کیا جاتا ہے کہ اگر رمضان اس لئے فضیلت
کا مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی جز نازل
ہوا تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل
ہیں اس لئے گو یہ دوسرے معنے بھی بہت
سچ ہے کہ وہ رمضان جس کے بارے میں قرآن
شریف نازل ہوا۔ مگر شروع نزول ایک رنگ
رکھتا ہے۔

بیّنات۔ کھلے ہدایت نامے۔

الفرقان۔ قرآن سے مجھے اس کے
یہ معنے معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اس
فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جائے
اور یہ بدر کا دن تھا۔ غزوۂ بدر بھی ماہ رمضان
میں ہوا ہے۔ غرض رمضان المبارک کیا بلحاظ
فتوحات دنیاوی اور کیا باعتبار ابتداء نزول
قرآنی با تاکید قرآنی ہر طرح قابل قدر حرمت ہے

واذا سالک۔ اگر لوگ یہ سوال کریں
کہ روزوں سے کیا فائدہ ہوتا ہے تو ایک
تو یہاں لعلکم تتقون۔ اور دوم یہ کہ
انسان کو خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں بہت قریب ہو
جاتا ہوں۔ اور دعائیں قبول کرتا ہوں۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان
اس کے یہ معنے نہیں کہ جو مانگو وہی ملے کیونکہ
دوسرے مقام پر فرما دیا جو پ۵ رکوع ۱۰
سورۃ انعام کے رکوع ۴ میں ہے۔ بل
ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون
الیہ ان شاء۔ یعنی اگر چاہے۔ تو اس
مصیبت کو ہٹا دیتا ہے۔ یہاں بھی ان
کے ساتھ اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

فلیستجیبوالی ولیؤمنوابی فرمایا
ہے۔ یعنے جس قدر تم میرے فرمانبردار ہوتے
جاؤ گے ایمان میں ترقی کرتے جاؤ گے۔
اسی قدر میں دعائیں قبول کروں گا۔

الرفث۔ عورت سے رغبت کرنا جماع
کرنا جماع کی باتیں کرنا۔

ھن لباس لکم۔ عورتوں کو لباس
فرمانے میں ان کے بہت سے حقوق فرمائے
ہیں۔ عورتوں کو ساتھ رکھنا چاہیئے یہ فلاسفی

میری سمجھ میں نہیں آتی کہ لحاف کشمیر میں ہو
اور موسم سرما پنجاب میں بسر کرے جاڑا لگے
تو کہدے میرا لحاف کشمیر میں ہے۔

تختانون انفسکم۔ یہ لوگ ایک
غلط رسم میں مبتلا تھے ان میں کوئی سوجاتا
تو پھر رات کو نہ کھانا کھاتا نہ بیوی سے جماع
کرتا۔ فرمایا اللہ نے تم پر فضل کیا۔ مغرب
کے بعد سوجائے۔ تو اٹھ کر کھانا کھاوے۔ ایسا کرنیکی ممانعت نہیں

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمْ۔ ایک شخص نے
ایک دفعہ کہا کہ صبح صادق ایک انتظامی بات
ہے۔ پانچ منٹ ادھر ہو گئے تو کیا اور اگر
ادھر ہو گئے تو کیا۔ اللہ تعالےٰ نے عجیب
طور سے اسے اس کا جواب سمجھایا وہ جولاہا
تھا۔ اسے خواب آیا کہ میں تانی پھیلا رہا ہوں
مگر ایک طرف سے میخ کے ساتھ باندھنے میں
پانچ انگلی کا فرق رہ گیا ہے اور وہ چلا
رہا ہے یا تو میخ کو ادھر کرو یا رستہ کو لمبا
کرو۔ ورنہ میری تانی بگڑتی ہے اور کوئی
اسے کہہ رہا ہے کیا ہوا صرف پانچ انگلی کا
فرق ہے۔ اس پر اس کی جاگ کھلی اور بہت
نادم ہوا۔ اور اسے

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کے
معنے سمجھ میں آئے۔

کذلک یبین اللہ۔ واقعی یہ طریق
عوام وخواص کو سمجھانے کا کب آتا ہے۔ جو

اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم۔ فرمایا
ہے۔ کہ ہم نے یہ سارا علم حصول تقوے
کے لئے بیان کیا ہے۔ پس تم مالی معاملات
میں وہ راہ اختیار کرو۔ جو خدا کو پسند ہے۔
مجھے افسوس آتا ہے اس ملک کے لوگوں
پر۔ یوں تو چوہڑوں کی نسبت مشہور ہے
کہ ان کا چھرا حلال وحرام پر چلتا ہے مگر
میں کہتا ہوں۔ کئی گھر مسلمانوں کے چوہڑوں
کے گھر بن رہے ہیں۔ ایک ضرب المثل ہے
ضرب المثل کہنا تو نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس
کے کہنے والے تو حکماء ہوتے ہیں۔ یہ کسی
سفیہ کا قول ہے۔ کہ دنیا کھائے مکر سے
اور روٹی کھائے شکر سے۔ یہ بالکل ایک
گندہ قول ہے۔ اور کسی مادہ پرست تاریکی
کے فرزند کا ہے۔

تدلوا بھا الی الحکام۔ رشوت
نہ دو اور نہ یونہی مقدمہ بازی میں ناحق خرچ کرو۔

باطل۔ کہتے ہیں اس کو کہ اجازت
شریعہ کے خلاف کچھ حاصل کیا جائے۔

(رکوع ۸)

یسئلونک عن الاھلۃ۔ یہ سورۃ
مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ مدینہ طیبہ
کا وقت جو رسول اللہ پر گذرا ہے۔ اس کا
پتہ چار باتوں سے لگتا ہے۔

مکہ معظمہ میں آپ کو اور آپ کی جماعت کو شدید تکلیفیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ جن لوگوں کے جتھے تھے وہ بھی ہار کر افریقہ میں چلے گئے۔ جب جتھے والوں کی یہ حالت تھی تو جن کا جتھا نہیں تھا ان کی حالت خود ظاہر ہے۔ صرف اسی بات کی طرف غور کر کے ان کے مشکلات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر افریقہ چلے گئے جو بالکل بیابان و غیر آباد تہا۔ پھر وہاں تک پہنچنا بھی کوئی آسان نہیں تہا۔ نبی کریمؐ پر جو تین برس آئے وہ تو ایسی تھے کہ بڑی مشکلات کا سامنا تہا۔ کسی سی نکاح نہیں کر سکتے روٹی وغیرہ کسی کے ساتھ نہیں کھا سکتے۔ کوئی ان کو سلام نہیں دیتا تھا۔ غلہ جو باہر سے آتا تہا اسے بنی ہاشم خرید نہیں سکتے تہے۔ پھر تیسری تکلیف یہ تہی۔ کہ جب آپ مدینہ میں چلے گئے۔ تو بدبخت لوگوں نی مدینہ کے اردگرد شام کی تجارت کا بہانہ بنا کر تمام نواحی مدینہ کی قوموں پر رعب ڈالنے کے لئے قافلے پر قافلے بھیجنے شروع کئے۔ چوتھی بات تکلیف کی یہ تھی کہ وہاں بھی دشمن موجود تہے۔ بنو قینقاع۔ قریظہ۔ بنو نضیر۔ عیسائی وغیرہا سات قوموں کا جمگھٹا تہا۔ ان سب فرد دینے والوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے جہاد کے سوا کوئی تدبیر نہ تہی۔ چنانچہ یہ سورۃ

اول سے آخر تک جہاد کی ترغیب میں نازل ہوئی۔ پہلے رکوع میں اولئٓک ھم المفلحون فرما کر یہی اشارہ کیا ہے۔ مفلح کہتے ہیں اسی جس کے سر پر فتحمندی کا تاج ہو۔ پھر تیسرے رکوع میں یبشر الذین اٰمنوا فرما کر مفتوح ملکوں کا نقشہ دکہایا ہے کہ ان میں نہریں بہتی ہونگی۔ باغ ہونگے جن کے وارث مومن ہوں گے اور اس کے ساتھ کفار کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ نار الحرب میں ہلاک ہونگے۔ پھر بنی اسرائیل کا ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے موسٰے علیہ السلام کے حکم کے خلاف جہاد میں جانے سے مضایقہ کیا۔ تو اھبطوا مصراً کے ماتحت ذلت مسکنت میں نیچلے گئے۔ اس میں اشارہ کیا کہ تم یوں نہ کرنا اس کے بعد کئی طور سے ترغیب [illegible] ہیں اور بتایا ہے کہ جہاد میں خوف جوع مال و جان کا نقصان۔ سب کچھ ہوگا لیکن اگر تم استقلال سے کام لوگے۔ تو پہر تمہالے لئے بشارت ہے۔ ہاجرہ کے واقعہ پر غور کرو۔ کہ اس نے صبر کا کیا اجر پایا۔ پہر قصاص کی ترغیب دی اور یہ بھی بتایا۔ کہ یہ سب کچھ ہیچ ہے جب تک تقویٰ نہ ہو کیونکہ یہی تقویٰ تمام کامیابیوں کی جڑ ہے۔ پھر تقویٰ کے حصول کے ذریعے بتائے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک ذریعہ کا ذکر پچھلے

رکوع میں فرمایا۔ کہ روزے رکھواؤ مناہی سے بچنے کی مشق کرتے رہو۔ جب ایک مہینہ کی نسبت صحابہ کو یہ علم ہوا کہ اس میں یہ فضیلتیں ہیں۔ تو انہوں نے دوسرے تمام چاندوں کی نسبت بھی سوال پیش کیا یہ شانِ نزول ہے۔ یسئلونک عن الاھلہ کا تو فرمایا۔ کہ ھی موقیت للناس والحج۔

ولیس البر بان تاتوا البیوت

اس سے پہلے ایک دفعہ جو لیس البرّ آیا۔ اس میں بتایا۔ کہ تم مشرق و مغرب کے فاتح ہو جاؤ گے۔ مگر تقوےٰ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ یہاں یہ بتایا۔ کہ ظاہری رسوم کی پابندی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ جب تک کہ اس کی روح پر تمہارا عمل نہ ہو۔ ہمارے علاقہ (بھیرہ شاہپور) میں ایک رسم ہے کہ حرام کا دودھ الگ برتنوں میں رکھتے ہیں اور حلال کا الگ برتنوں میں۔ مٹی کے برتنوں کا تو بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ مگر پیٹ میں سب کچھ جمع کر لیتے ہیں۔ اس ظاہرداری پر کیسا افسوس آتا ہے کہ مٹی کے برتن میں تو حلال و حرام کے لئے تفرقہ کر لیں مگر حقیقی برتن (پیٹ) کے لئے کچھ پرواہ نہ کریں۔

اسی طرح نمازوں میں صفیں سیدھی کرنے کی تو بہت تاکید ہوتی رہتی ہے۔ مگر جو اس کا اصل مقصد ہے جب وہ نہ ہو تو یہ ایک معمولی رسم رہ جائے گی۔ وہ یہ کہ کوئی بڑا بن کر آگے نہ ہو اور پیچھے نہ ہو اور آپس میں ایک جان ہو کر رہو۔ پس اگر تم ایک نہ ہو جاؤ اور دلوں میں کھوٹ رہے۔ تو پھر ٹخنے کا ٹخنے سے ملانا عبث ہے۔

وأتوا البیوت من ابوابھا۔ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک راہ ہوتی ہے پس اسی راہ سے اسے طلب کرو۔ جب انسان اس راہ پر نہ چلیگا۔ تو منزل مقصود کو ہرگز نہ پہونچے گا ان میں ایک رسم بھی تھی۔ کہ گھروں میں واپس آتے تو چھت پھاڑ کر گذرتے۔ اس سے منع فرمایا۔ کہ یہ رسم ہے اس کے اصل کی طرف توجہ کرو۔

واتقوا اللہ لعلکم تفلحون

اے انتم تصیرون مفلحون یعنی تم تقویٰ اختیار کرو۔ شاید کہ وہ مفلح تم ہی ہو جاؤ۔ وہی مفلحون جن کا ذکر رکوع نمبر ا میں آیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تم بھی (اے احمدیو!) اپنے دلوں کو صاف کرو۔ منصوبہ بازیوں میں شریک نہ ہو۔ کسی سے مقابلہ کرو تو نفس کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے۔

رسول کریمؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت
کے اظہار کے لئے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی قوم کی
عزت وجلال کے لئے کوئی کسی خیال سے
کوئی کسی خیال سے۔ مگر جو لڑتا ہے کلمۃ اللہ
کے اعلاء کے لئے وہی خدا کے نزدیک سچا
مجاہد ہے اب بتاتا ہے کہ لڑائی کرو تو کن
سے کرو۔

الذین یقاتلونکم۔ جو تم سے لڑائی
کرتے ہیں وہ بھی از خود نہیں۔ بلکہ ایک امام
کے ماتحت۔ فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ
وسلم نے الامام جنۃ یقاتل من داوٗہ
امام ایک سپر ہے اس کے پیچھے لڑا جاتا ہے
ایک سپاہی دوسرے سپاہی کو مارتا ہے
مگر اس کا واقف نہیں ہوتا۔ کوئی پوچھے
یہ جو اس کے مقابلے کے لئے آگ ہو رہا
ہے۔ آخر کوئی وجہ۔ تو اس کا یہی جواب ہوگا
کہ وجہ ان کے آفیسر کو معلوم ہے۔ پس
سپاہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے
آفیسر کا تابع رہے۔

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو یہ
اس لئے فرمایا کہ سپاہی کو جوش میں حد
کی خبر نہیں رہتی اس لئے اس کی ہر ایک
حرکت اپنے آفیسر کے ماتحت ہونی چاہیئے۔

واقتلوھم۔ ھم سے کون مراد
ہیں وہی جو الذین یقاتلونکم کے مصداق
ہیں یعنی جو جنگ کرتے ہیں۔

الفتنۃ اشد من القتل۔ قتل سے
ایک نفس کا نقصان ہوتا ہے۔ مگر فتنہ ایسی
بلا ہے کہ اس میں قوم کی قوم ہلاک ہو جاتی
ہے۔ بعض دفعہ ایک بچہ فتنہ کا ذریعہ بن جاتا
ہے۔ اس کی مثال دیا سلائی سی ہے کہ پہلے
ایک گرین بھی سلفر اس میں نہیں ہوتا۔ مگر
جب اسے گھسا کر کسی لکڑی سے لگاتے ہیں
تو پھر بعض اوقات محلوں کے محلے بلکہ شہروں
کے شہر جل جاتے ہیں۔ پس تم چھوٹی بات کو
چھوٹا نہ سمجھو بلکہ بڑا سمجھو اور فتنوں سے بچتے رہو۔

وقاتلوھم حتے لا تکون فتنۃ
ویکون الدین للہ۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنا
چاہیئے۔ کہ اللہ مذاہب کا ابطال نہیں چاہتا
بلکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ
چاہتا تو سارے جہان کو ایک مذہب پر قائم
کر دیتا۔ ولو شاء لھدٰکم اجمعین۔
دوسرے مقام پر فرمایا۔ لولا دفع اللہ
الناس بعضھم ببعض لھدمت
صوامع وبیع ومساجد وصلوات
یعنے اگر اللہ آدمیوں کی ایک دوسرے
سے مدافعت نہ کرتا رہتا۔ تو عیسائیوں کی
مسلمانوں کی مجوسیوں کی یہودیوں کی عبادت
گاہیں منہدم ہو جاتیں۔ جس سے معلوم ہوا
کہ مذاہب کا اختلاف اللہ کے منشاء کی ماتحت

ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے تو امن قائم کرنے کے لئے۔ یہ منشاء نہیں ہوتا کہ لوگوں کو پکڑ کر مسلمان بنائیں۔ بلکہ وہ لااکراہ فی الدین کے ماتحت چلتے ہیں۔ کیونکہ انسان اس وقت تک خدا کے نزدیک تو مومن نہیں ہوتا جب تک کہ دل سے ایمان نہ لائے۔ اور پھر ضروری ہے کہ اس کے ایمان کے آثار اس کے ظاہری کاموں میں ہویدا ہوں اور کوئی اس کو روک نہ سکے۔ پس جہاد بھی اس وقت تک جائز ہے کہ مومن کفار کے فتنہ میں نہ رہے اور جو ایمان لاچکے ہیں۔ وہ اپنی عبادت بلاکسی خوف و روک کے ادا کر سکیں۔ وہ نفاق سے کام لینے پر مجبور نہ ہوں۔ بلکہ یکون الدین للہ اللہ کے لئے ان کا دین ہو اور کوئی فتنہ نہ رہے۔

فان انتھوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والفتنۃ اکبر من القتل۔ شرارتیں اور فتنے اللہ کو ناپسند ہیں۔ پس اس وقت تک لڑائی جائز ہے کہ جب تک فتنہ رہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتےٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے وہ تم سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کرلیں۔ پس جب یہ خوف جاتا رہے اور کفار بالاکراہ کسی مسلمان کو کافر بنا سکنے اور فتنہ بازیوں سے ہٹ جائیں تو پھر تمہارے الٰہی حدبندی (امن) کو توڑنے کا کوئی موقعہ نہیں۔ مگر ان لوگوں کے لئے جو فتنہ ڈالتے رہے۔

واتقوا اللہ۔ یعنے تم ان کی حدبندی توڑنے کی ان کو سزا دیدو۔ مگر تقویٰ کو ضرور ملحوظ رکھو۔ یعنے اگر انہوں نے بچوں اور عورتوں کو ذبح کیا یا دُکھ دیا یا کسی عورت سے بدکاری کی۔ تو تم ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرو۔ بلکہ اپنے حاکم کی معرفت اور رنگ میں سزا دو۔

وانفقوا فی سبیل اللہ۔ لڑائی کے وقت مالوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ترغیب دی۔ دیکھو ابوبکرؓ و عمرؓ قوم کے لحاظ سے ابوجہل وغیرہ سے بڑے نہ تھے مگر انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ بڑے بن گئے۔ میں ہمیشہ اس امر کو ذوق سے دیکھا کرتا ہوں۔ کہ مہاجرین نے خدا کے لیے وطن چھوڑا۔ تو ان کو بدلے میں ملک کی سلطنت ملی انصار نے یہ کام نکیا۔ اس لئے ان کو یہ اجر بھی نہ ملا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کبھی ضائع نہیں جاتا۔ ایک صحابی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ دیا تھا۔ کیا اس کا کچھ ثواب ملیگا۔ فرمایا اسلمت علےٰ ما اسلفت اُسی کی برکت

سے تو تو مسلمان ہوا۔ ایسا ہی ایک اور قصہ
ہے۔ کہ کوئی خشک فتویٰ گر تھے۔ ان کے
پڑوس میں ایک یہودی رہتا۔ جو ہر صبح
چڑیوں کو چوگا ڈالتا تھا۔ اس فتویٰ گر
نے کہا۔ کہ کیوں ناحق اپنا مال ضائع کرتا ہے
تیرے اس جود وسخا کا بوجہ کفر کوئی فائدہ
نہیں۔ کچھ مدت ہوئی تو اسے حج کرتے پایا۔
اس وقت سمجھا کہ یہ اسی خیرات کا اثر تھا۔
ایسا ہی ایک اور بدکار نے ایک پیاسے
کتے کو اپنے موزے سے پانی نکال کر پلایا
تو خدا نے اسے نجات کی راہ بتائی۔

بہرحال انفاق فی سبیل بہت سے
ثمرات رکھتا ہے اور ہر زمانے میں انفاق
کا ایک رنگ ہوتا ہے یہ زمانہ فوجی
تیاریوں پر خرچ کرنے کا نہیں بلکہ قلمی
جہاد کا ہے۔ پس اسی میں مدد کرنا ہر مومن
پر فرض ہے اگر تم یہ خرچ نہ کرو گے تو اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک کرلوگے۔
کیونکہ جب دشمن کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اس
کا نتیجہ سوا اپنی بربادی اور گمنامی کے
اور کچھ نہیں۔ اس لئے فرماتا ہے

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ تم
اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت میں
نہ ڈالو۔

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین
احسان کی عادت ڈالو۔ تا تم خدا کے محبوب
بن جاؤ۔ روح کے خواص میں سے ایک یہ
بات ہے کہ ہر شخص محبوبیت کے مقام کا خواہاں
ہے۔ شاعر شعر کہتا ہے۔ لکچرار لکچر تیار کرتا
ہے۔ خوبصورت بن ٹھن کے نکلتا ہے دولتمند
مال خرچ کرتا ہے اس لئے کہ وہ محبوب
بن جائے۔ اس محبوبیت کے مقام کے
حصول کا ایک ذریعہ اللہ بتاتا ہے وہ یہ
کہ تم محسن بن جاؤ۔ پھر تم محبوب بنو گے اور
محبوب بھی کس کے اللہ کے۔ کوئی شخص اپنے
محبوب کو ذلیل نہیں کرتا۔ پس وہ جس کا خدا
محب ہو وہ کیونکر ذلیل ہو سکتا ہے۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ مکہ والوں
نے مسلمانوں کو حج وعمرہ سے منع کیا ہوا
تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تم حج کرو گے۔
یہ کب تک روکتے رہیں گے۔

فان احصرتم۔ اگر تم روکے گئے
(جیسے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر) تو بھی اندیشہ
کی بات نہیں۔ اخیر تمہاری فتح ہے۔

ذٰلک لمن لم یکن اھلہ حاضری
المسجد الحرام۔ ذٰلک میں بحث ہے بعض
کہتے ہیں کہ یہ حج وعمرہ کو ملا کر کرنے کی بیرونی
لوگوں کو اجازت ہے۔ مکہ والوں کو نہیں۔
بعض کہتے ہیں کہ مکہ والے بھی کر سکتے ہیں مجھے
وہ بات پسند ہے کہ یعنی مکہ والے تمتع نہیں کر سکتے۔

(رکوع ۹)

معلومات۔ اسلام کے تعارف میں ہر ایک جانتا ہے۔

رفث۔ جماع کا ذکر کرنا۔ جماع کے سامان۔ خود جماع۔ تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن عباس نے پہلے معنوں کو پسند کیا ہے۔

بعض لوگ اثنا عشر فی کتاب اللہ سے استدلال کر کے کل کا نام حج قرار دے لیتے ہیں۔ لیکن ائمہ اربعہ میں میں نے دیکھا ہے کہ وہ تمام سال احرام باندھنے کو پسند نہیں کرتے۔

تزودوا۔ کھانے پینے سواری کا انتظام۔ یہ سامان بہت ضروری ہیں مدینہ کی راہ میں میں نے ایک نوجوان شخص کو دیکھا کہ جب وہ سخت تھک گیا تو ایک شخص کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ پر سے گرا دیا اور خود اوپر چڑھ گیا۔ اگر اس کے پاس زاد راہ ہوتا تو یہ جدال کیوں کرتا۔

فان خیر الزاد التقویٰ۔ سامان کا عظیم الشان فائدہ تو یہ ہے۔ کہ آدمی سوال اور گناہ سے بچ جاتا ہے جس کے پاس زاد راہ نہ ہو وہ چوری وغیرہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور غالباً اس قسم کی حکایتیں انہی قسم کی کمزوریوں کی وجہ سے بن گئی ہیں۔ ایک نابینا عورت کی کسی نے چادر اتار لی۔ تو وہ کہنے لگی وے بچہ حاجیا میری چادر تو دیتا جا۔

فسوق۔ جو کچھ ایمان کے خلاف ہے۔ وہ فسق ہوا۔

جدال۔ بے جا لڑائی کرنا۔ ایک دو کہانیاں مجھے یاد آ گئی ہیں۔ ایک دفعہ راہ میں ایک شخص کی مجھ سے چابی گم ہو گئی۔ وہ مجھے کہے کہ میں بعینہ وہی چابی لوں گا۔ میں نے کہا۔ کہ بہت اچھا خدا تعالیٰ قادر ہے اصل بات یہ تھی کہ کچھ ڈاکو ہمارے اسباب و سامان پر پڑے تھے۔ اس روز وہ چابیاں لے گئے۔ چونکہ میرا صندوق سب سے بھاری تھا۔ اس لئے اس شخص کا مطالبہ تھا کہ تمہاری وجہ سے ہماری چابی گئی ہے وہ مہیا کر دو۔ اب ان ڈاکوؤں کی چند سپاہیوں سے مٹ بھیڑ ہوئی اور وہاں وہ چابیاں چھوڑ گئے۔ اور اتفاق سے وہ سپاہی ہمارے قافلہ میں آ گئے۔ اور اس طرح وہ چابی ہمیں مل گئی۔

دوسرا قصہ یاد آیا۔ کہ ایک دفعہ دو بھائی حج کرنے چلے میں نے ان سے کہا کہ تم جو خرچ کرتے ہو۔ لکھتے جاؤ۔ بعد میں حساب کر لینا۔ مگر انہوں نے اسے برادرانہ تعلقات کے خلاف سمجھا۔ لیکن آخر جا کر ان کی لڑائی ہوئی۔

تیسری بات مجھے یاد آئی کہ بدوؤں
کی عادت ہے۔ کہ جب ایک سا کھانا کھانے
لگے تو جتنے بدو ہوں سب اسی پر ٹوٹ
پڑتے ہیں اور اس طرح وہ بھوکے رہتے
ہیں میں اپنے اونٹ والے کو آدھی رات
کے وقت کھجوریں دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ
میں نے اسے کہا جاؤ پانی لاؤ وہ گیا اور
تھوڑی دیر بعد خالی واپس آیا میں نے کہا
کیا ہوا کہا تری انشاء اللہ مصبحین۔ صبح
معلوم ہوا کہ ایک رئیس کے یہاں قافلے
میں پانی کی بوند نہیں تھی۔ بات یہ ہوئی کہ
اس نے پانی مانگا انہوں نے انکار کیا اسے
غصہ جو آیا۔ تو ان کے مشکیزوں میں سوراخ
کر دیا۔ یہ باتیں میں نے اس لئے سنائیں۔ تا
آپ کو معلوم ہو کہ جھگڑے کیوں پیدا ہوتے
ہیں۔ اور یہ کہ اتنے مختلف المزاج لوگوں
میں ایسے معاملات کا پیش آنا ممکن ہے
پس خدا منع فرماتا ہے کہ بیجا لڑائی مت کرو۔

ان تبتغوا فضلاً من ربکم چونکہ
اس راہ میں کچھ آسودگی بھی چاہیئے پس
اس کے لئے اجازت ہے کہ تم کچھ تجارت بھی کرو۔

بعض علماء ظاہر مال کو برا سمجھتے ہیں
مگر خدا تعالیٰ اسے فضل فرماتا ہے۔

المشعر الحرام۔ مزدلفہ
ثم افیضوا من حیث افاض الناس

دو غلط رسمیں تھیں ان کی اصلاح فرمائی۔
ایک تو یہ کہ مکہ والے عرفات کے کنارے
رہتے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے سب وہاں اکٹھے جائیں۔

دوسری رسم یہ تھی۔ کہ مزدلفہ سے
سویرے کوچ نہ کرتے تھے۔ بلکہ ٹبیر پہاڑی
پر جب دھوپ آجاتی تو اس وقت چلتے۔

واستغفروا اللہ۔ ہر عبادت
کے بعد استغفار کا حکم ہے۔ دیکھو بڑی
عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد
پڑھا جاتا ہے اللھم اغفرلی وارحمنی
وعافنی۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ
ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح
بیان فرمایا۔ کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے
کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔ نبی کریمؐ
کسی مجلس سے جب اٹھتے تو ۷۰ سے ۱۰۰ تک
استغفار پڑھتے۔

فاذکروا اللہ۔ اس اکٹھ میں شاعر
اپنی شاعری کا کمال دکھاتا۔ بہادر اپنی بہادری
کا۔ فرمایا تم اپنی مفاخرت کے بدلے حضرت
حق سبحانہٗ کا ذکر کرو۔

فمن الناس۔ بعض لوگ صرف یہاں
دنیا کمانے کے لئے آتے ہیں۔ بعض دین
و دنیا دونوں کے لئے وہ بھی اچھے ہیں دنیا
کے حسنات میرے نزدیک یہ ہیں۔

(۱) صحت (۲) علم اور اس پر عمل (۳) اللہ کی سچی عبادت اور اخلاص و توفیق خیر (۴) رزق میں اتنا جتنا ضرورت ہو (۵) نیک اولاد (۶) نیک بی بی (۷) عمدہ مکان (۸) لباس اچھا (۹) دوست اچھے (۱۰) خاتمہ بالخیر اور آخرت کے حسنات کے لئے۔ میں یہ کہہ دیا کرتا ہوں کہ جو تیرے حضور حسنہ ہوں جسے تیرے پاک بندوں اولیاء و انبیاء نے حسنہ کہا ہے۔

من الناس من یعجبك قوله۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکو باتیں بنانا خوب آتی ہیں۔ باتیں بنانے کے لئے اس فن کی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ مگر مومن کا یہ کام نہیں ہوتا۔ وما انا من المتکلفین امام ذکر سے کسی نے چالیس سوال کئے ایک دو کا جواب دیکر کہا وما انا من المتکلفین

یشھد اللہ یعنے بات بات پر قسم کھانا کہ واللہ باللہ بخدا یوں بات ہے۔

الد الخصام۔ جھگڑالو حق کا طالب نہیں ہوتا

تولی۔ حاکم بن جائے۔

سعی۔ کوشش کرتا ہے۔

الحرث والنسل۔ ظالموں کا قاعدہ ہے لوگوں کی کھیتیاں برباد کر دیتے ہیں اور غرباء کے بال بچوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بہت ہی افسوس ہے ایک اور معنی بھی سناتا ہوں وہ یہ کہ لواطت کرتا ہے۔ اور لواطت والا اپنی نسل کو ہلاک کرتا ہے اور حرث سے مراد عورت بھی ہے۔

العزۃ۔ دنیا کی نمائش اور عزت پر مرتا ہے۔ ایک شخص کو میں نے لڑکی کے نکاح پر کہا تھا کہ وہ خرچ کرو جو دنیا کے بڑے معزز نے کیا یعنی محمد رسول اللہؐ نے کیا۔

ابتغاء مرضات اللہ۔ واسطے چاہنے اللہ کی رضامندی کے من یشری نفسہ اپنے آپکو فروخت کر دیتا ہے۔ اس کا سکھ اس کا آرام اس کی کوئی خواہش اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتی۔ فداہ کیا نکلا۔

ادخلوا فی السلم کافۃ۔ فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ۔ فرمانبرداری انسان کو کامیاب کر لیتی ہے۔ ابتداء سے یہ سبق شروع ہی پہلے بتایا یؤمنون بما انزل وما انزل من قبلك پھر فرمایا اعبدوا ربکم پھر اما یاتینکم منی ھدی پھر ابراہیم کی طرز پر چلنے کا ارشاد کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ اس راہ میں جان پر بھی پڑے تو تامل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ اس کی تفسیر پارہ ۹ سورۃ انفال رکوع ۱ و ۲ سے ہوتی ہے وہ پڑھ لینا چاہیئے جہاں اللہ تعالی کی مدد کا ذکر ہے کہ گھٹا ٹوپ بادل آگیا جو کفار کے نقصان اور مومنوں کے

فائدے کا موجب ہوا۔ اذ یغشیکم
النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم
من السماء ماءً لیطھرکم بہ اور ملائکہ
کا بھی ذکر ہے۔ اذ تستغیثون ربکم
فاستجاب لکم انی ممدکم بالف
من الملٰئکۃ مردفین۔

(رکوع ۱۰)

سل بنی اسرائیل کم اٰتینٰھم
من اٰیۃٍ بیّنۃ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان
کو جو قوتیں عطا کی ہیں۔ وہ دو قسم کی ہیں
ایک وہ جن پر انسان کو کوئی دخل و تصرف
نہیں اور ترک یا فعل ان قویٰ کے متعلق انسان
کا کچھ نہیں۔ ان قوتوں کے لحاظ سے کہا جا
سکتا ہے کہ انسان کے بس میں کچھ نہیں۔
مثال کے لئے دیکھو انسان کا قد۔ ایک قد
میرا ہے اور ایک میری ہی عمر کے کسی اور
شخص کا۔ اسی طرح بدن میں ہڈیوں کی تعداد
ہے اور شریانیں ہیں ان میں انسان کا کچھ
دخل نہیں۔ ایسا ہی کوئی شخص جناب الٰہی کو
گالیاں دے رہا ہے۔ تو کان سننے سے
نہیں رہ سکتے۔

دوم۔ وہ حصہ انسانی قویٰ کا جس پر
انسان کو قابو ہے۔ دونو کی سہل مثال میرے
نزدیک زبان ہے اس میں جبر و اختیار کے
دونو رنگ موجود ہیں۔ زبان پر میٹھا نمک
کسیلا رکھ کر پھر زبان سے کہو کہ وہ نمکین کو
میٹھا کہے۔ تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہاں یہی زبان
ہے اس سے چاہے کوئی خدا کو انبیاء کو گالیاں
دیکر جہنم اپنا گھر بنالے اور خواہ ذکر و محامد
الٰہی کرکے جنت الفردوس کا وارث بن جائے
نتیجہ اس ساری بات کا یہ نکلا کہ اگر کوئی
شخص پوچھے کیا انسان مجبور ہے تو کہو نہیں
اور اگر کوئی کہے مختار ہے تو کہو نہیں۔

ایک فریق ایسا ہے جو سمجھتا ہے کہ
انسان مجبور ہے۔ چنانچہ اس قسم کے اشعار
کہے ہیں ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

میرے نزدیک یہ نافہمی ہے انسان
کو مجبور پیدا کرکے پھر اسے دوزخ میں ڈالنا
ظلم ہے۔ اس واسطے میں نہ انسان کو بالکل
مجبور کہتا ہوں نہ بالکل مختار۔ قرآن کی
صداقت کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس
میں ایسے کچھ الفاظ بالکل نہیں اختیار کئے
گئے۔ چنانچہ کسی آیت قرآنی بلکہ حدیث
صحیح حسن اور ضعیف میں بھی جبر و اختیار
کا لفظ نہ پاؤ گے۔

پس تم یاد رکھو کہ جس حصہ میں انسان
کو جناب الٰہی سے اختیار حاصل ہے۔ اس
میں بعض امور کے کرنے کا حکم ہے اور بعض

کے نہ کرنے کا۔ اب جو منشاء خداوندی کے برخلاف کرے اس کے متعلق باز پرس ہوتی ہے۔ انبیاء کی آمد اسی حصہ کی اصلاح کے متعلق ہے اور الٰہی قوٰی کی ہدایت پر مبنی ہے جو انسانی مقدرت کے پیچھے ہیں۔

حضرت یوسف کی وجہ سے بنی اسرائیل کو مصر میں بہت عزت حاصل ہو گئی تھی۔ مگر کوئی قوم جب آسودہ حال ہو جاتی ہے اور ان میں کوئی بڑا ولی پیدا ہو جاتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ کچھ مدت بعد اس نسل کے لوگوں میں کاہلی اور سستی آ جاتی ہے اس ولی کے جو صاحبزادے ہوتے ہیں وہ بھی چونکہ مریدوں سے حضور حضور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے ان کو بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کا اثر قوم پر پڑتا ہے اور آخر وہ قوم پانچوں عیب شرعی ہو جاتی ہے چنانچہ اصلی قانون کے موافق بنی اسرائیل میں یہ عیوب آ گئے۔ اور پھر ان پر خدا کی طرف سے ذلت اور مسکنت لیس دی گئی۔ بیگاروں میں پکڑے جاتے۔ تو وہی اینٹیں پکوانے کے کام لئے جاتے تو ان سے پھر ایک اور قانون الٰہی ہے۔ کہ جب اصل گناہوں والے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں تو پھر اس نکبت زدہ قوم میں ہی سے خدا کا کوئی پاک بندہ پیدا ہوتا ہے

اور پھر اس کے ذریعہ وہ قوم سنبھلتی ہے چنانچہ جب بنی اسرائیل کی نکبت انتہاء کو پہنچی اور اصل مجرم ہلاک ہو چکے۔ تو حضرت موسٰیؑ پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو پھر نجات کی راہیں دکھائی گئیں۔ آپ کا منشاء تھا کہ جہاد کے لئے یہ قوم تیار ہو اور ملک شام کی وارث ہو۔ اس لئے آپ نے حکم دیا۔ یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علٰے ادبارکم۔

حضرت موسٰے تو انہیں فاتح بنانا چاہتے تھے مگر انہوں نے بے ادبی کا کلمہ منہ سے نکالا کہ وہ بڑے بہادر ہیں ہم سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو۔ قرآن کے درس میں کوئی بنی اسرائیل شامل نہیں ہوتا۔ پس یہ قصہ کیوں سنایا۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم نے بھی اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا۔ آپ کا بھی یہی منشاء تھا۔ کہ اس ملک سے نکل کر صحابہ مقابلہ کریں۔ اور فاتح بنیں۔ آپ کی قوت قدسیہ کا اثر یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم جہاد کو تیار ہو تو انہوں نے جواب دیا۔ لا نقول کما قالوا لموسٰی اذھب انت وربك فقاتلا بل نقاتل من یمینك

وعن شمائلک یعنے ہم حاضر ہیں آپ جہاں چاہیں لے جائیں۔

آیۃ بینۃ۔ ایک آیت تو یہ کہ فرعون کی غلامی سے نکالا۔ نجینا کم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب (۲) پھر جنگل میں موقع پر پانی برسایا اور بلا محنت رزق دیا (۳) بادشاہ ہوگئے لیکن چونکہ انہوں نے انعام الٰہی کی قدر نہ کی اس لئے ان پر طرح طرح کے عذاب آئے۔

عقاب۔ یہ عقاب نکلا ہے عقب سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کی سزا اعمال کے عقب میں نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ما اصابکم من مصیبۃ الا بما کسبت ایدیکم۔

ما۔ اور من حصر کے لئے ہیں۔ گویا بڑی تاکید سے فرماتا ہے کہ تمہاری تکالیف تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہیں۔

زین للذین کفروا۔ خوبصورت دکھلائی گئی ہے کافروں کے لئے ورلی زندگی زین کا فاعل نہیں بتایا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے۔ قرآن مجید میں تین موقعہ پر اسکا فاعل مذکور ہے۔ ایک جگہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم دوم ایک مقام پر فرمایا۔ کہ تم کسی کی بزرگوں کو گالیاں نہ دو۔ وہ تمہارے معبود حقیقی کو گالی دینگے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ۔ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ اس سے آگے فرماتا ہے۔

وکذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ غرض ایمان کی خوبیاں اور ایمان کے متعلقات ان کو خوبصورت دکھلانے والا تو اللہ ہے۔ اور وہ جو بدی کو خوبصورت دکھاتا ہے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے زین لکثیر من المشرکین قتل اولادہم اور پارہ دہم رکوع ۲-۱ انفال میں واذ زین لہم الشیطان اعمالہم۔

جو اللہ سے دور آدمی ہیں وہ بدعملیوں کو خوبصورت دکھاتے ہیں۔ غرض زین کے دو فاعل ہیں۔ نیک کاموں کے لئے نیک اور بدکاریوں کے لئے بد (شیطان) ۱۴ پارہ رکوع ۱۴ سورۃ نحل میں بھی آیا ہے لقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فزین لہم الشیطٰن اعمالہم فھو ولیہم۔

ویسخرون من الذین امنوا۔ جب کوئی مامور آتا ہے۔ تو دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مانتا ہے ایک نہیں مانتا۔ اللہ کی کتاب سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو اکابر ہوتے ہیں وہ قطع تعلق کرتے ہیں۔ اکابر علوم کے لحاظ سے فرحوا

بما عندهم من العلم۔ یا وہ جلال مال و منال کے لحاظ سے حضرت نوحؑ کے پیروؤں کو کہا گیا۔ هم اراذلنا بادی الرأی۔

کان الناس امۃ واحدۃ

نیک و بد تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ مگر ایک وقت لوگوں پر ایسا آتا ہے کہ ان میں سے غیرت ایمانی اٹھ جاتی ہے اور وہ مذہبی جھگڑوں کو فساد جاننے لگتے ہیں۔ ایک مصنف فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میرا ایک دوست بڑا پیارا تھا۔ ۳۰ برس سے ملاقات چلی آتی ہے اور میں نے کبھی اس کے سامنے خدا کا نام نہیں لیا۔

امۃ واحدۃ کے میرے نزدیک یہی معنے ہیں کہ بے غیرت ہو کر ایک رنگ میں رنگین ہو جانا ایسے وقت میں اللہ کے مامور آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

فبعث اللہ النبیین۔ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے۔

بغیاً بینھم۔ یہ محض ضد کی وجہ سے نہیں مانتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ دن پہلے مسیلمہ کذاب نے پیغمبری کا دعوی کیا ایک صحابی کا آشنا مسیلمہ کا مرید تھا۔ اس سے پوچھا گیا تم نے مسیلمہ کو کیوں مان لیا۔ اور محمد رسول اللہ میں کیا نقص دیکھا۔ تو وہ کہنے لگا اکذب بنی یمامہ احب الی من اصدق قریش۔ قریشی خواہ کیسا راستباز ہو آخر قریشی ہے۔ اس سے مجھے اپنی قوم کا اکذب اچھا۔ پس یہ وجہ ہوتی ہے اختلاف کی۔

میں کل بتلا چکا ہوں کہ جس حصہ میں انسان کا دخل نہیں اس میں شریعت نازل نہیں ہوتی اور جس میں دخل اور اختیار ہے اس میں شریعت ہے۔

قانون سرکاری اور شریعت میں یہ فرق ہے کہ قانون گورنمنٹ اس وقت گرفتار کر سکتا ہے جب گناہ کا اثر کسی دوسرے پر عملی رنگ میں پڑے مگر شریعت گناہ کے مبدء کو پکڑتی ہے۔ مثلاً بدنظری ہے۔ اب پولیس اسے نہیں پکڑتی لیکن شریعت نے یہ برکت کا کام دنیا میں کیا ہے کہ جو شخص شریعت پر عمل پیرا ہو وہ پولیس کے ہاتھ میں آتا ہی نہیں۔

اب اس آیت کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ خدا نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ آرام چاہتا ہے۔ چنانچہ جہاں اس نے روح کے تقاضے بیان کئے ہیں۔ وہاں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ وہ آرام کو چاہتی ہے۔ جس قدر معالجات ہیں علوم ہیں اموال خرچ کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا منشاء

یہی ہے کہ آرام حاصل ہو اور آرام کے لئے جامع لفظ ہے۔ جنت۔ جنت کہتے ہیں باغ کو باغ میں جانے سے غم غلط ہوتا ہے۔ نظارۂ قدرت دیکھا جاتا ہے۔ پھولوں سے دلکو راحت حاصل ہوتی ہے احباب کی ملاقات کا لطف آتا ہے۔ پھر طرح طرح کے میوے کھائے جاتے ہیں۔ گویا باغ میں آنکھوں کا مزا۔ کانوں کا مزا۔ زبان کا مزا ناک کا مزا سب کچھ شامل ہے۔ سائنس دان بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ باغ میں جو ہوا چلتی ہے وہ خاص طور پر راحت بخش ہوتی ہے۔ شدت گرمی میں جو آرام باغوں میں ہوتا ہے وہ بھی بے مثل ہے۔

الغرض انسان کی فطرت میں آرام کی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تدخلوا الجنت میں ظاہر فرما کر کہتا ہے کہ تم چین کے مقام پر جانا چاہتے ہو۔ مگر کیا بغیر کچھ کئے کے؟ ہرگز نہیں۔ ہر شخص کو چین کے حصول کے لئے کچھ کام کرنا پڑے گا۔

جنت میں جانے کے کچھ اصول ہیں ان میں چند کل انبیاء و اولیاء میں مشترک ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نفس کی بے انت خواہشوں کو روکنا تین قسم کی خواہشیں ہیں۔

ایک مال کی خواہش ہے چنانچہ اس کے لئے انبیاء نے یہ قاعدہ بنایا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ اس میں ملازم پیشہ وردغیرہ سب آگئے۔ دوم کان آنکھ۔ زبان حسن کے بہت مشتاق ہیں۔ حسین چیز کو دیکھنا اس کی خوشبو کو سونگھنا اس کی آواز سننا۔ ان تمام باتوں کی خواہش کا نام شہوت ہے۔ شہوت آنکھ سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے سورۂ نور میں قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ؂ پارہ ۱۸۔

اسی طرح مومنات کے لئے حکم ہے سوم غضب۔ اس کے متعلق بھی بڑی تعلیمیں ہیں۔ چنانچہ پارہ چھ کے شروع میں فرماتا ہے۔ ان تبدوا خیرًا او تخفوہ او تعفوا عن سوءٍ فان اللہ کان عفوًا قدیرًا۔ یعنے تم اپنے حال کو نہیں دیکھتے کہ خدا کے مقابلہ میں کیا کیا بغاوتیں کی ہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرماتا۔ وہ قادر ہو کر عفو کرتا ہے۔ پس تم بھی درگذر کیا کرو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ انسان چین چاہتا ہے اور چین کی حصول کے لئے خواہش کرتا ہے۔ مال کی۔ شہوت کی۔ غضب کی۔ لیکن جو ان کو ناجائز طریق سے حاصل کرتا ہے یا ان کا بے جا استعمال کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے۔ زانی کو دیکھو کہ وہ

جب شہوت کو بے جا طور سے استعمال کرتا ہے تو اسی عضو پر آتشک و سوزاک سے سزا اٹھاتا ہے جس سے خدا کے قانون کو توڑا۔ اسی طرح چور کا حال ہے کہ وہ مال کے لئے شریعت کی مخالفت کرتا ہے اس لئے کبھی کوئی چور دولتمند نہ دیکھو گے ایک چور کسی عورت کا جوڑا اُتار کر لے گیا عورت نے دیکھ لیا مگر پکڑ نہ سکی۔ آخر کئی سالوں کے بعد چور اسی عورت کے دروازے سے گذرا۔ تو اس عورت نے کہا کہ اے بدبخت میرے ہاتھوں میں تو پھر بھی جوڑا ہی موجود ہے تجھی پر خدا کی پھٹکار پڑی۔ اسی طرح غضب والے جو ارتکاب جرائم کرتے ہیں اس کی سزا پاتے ہیں۔ پس خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جنت جب ملے گی جب تم

بٱسآء۔ غربی یہ بھی پیدا ہوتی ہے مال کی کمی سے۔

ضرّآء۔ بیماری۔

زلزلوا۔ دوسرے مقام پر جہاں لباس فرمایا ہے۔ یہ غضبی قوت کا نتیجہ ہے ان تین امتحانوں میں پوری نہ نکلو گے تو جنت نصیب نہ ہو گا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور جب یہ حال ہے کہ مال کو جائز طریقوں سے حاصل کرنا ہے پھر کسر یٹ (فوجی اخراجات) کہاں سے آئے گی۔ فرمایا۔ جو مال سے میسّر ہو خرچ کرو۔ اور صرف کسر یٹ ہی نہیں۔ بلکہ والدین کو بھی دو اور رشتہ داروں کو بھی۔

کُتب علیکم القتال۔ یہ بھی اس امت کے لئے مقدر تھا کہ دشمنوں کے ظلم کی وجہ سے ان سے لڑنا پڑے۔

کرہٌ لکم۔ تمہارے لئے ایک بڑی مشکل ہے اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ تمہیں بُری لگتی ہے کسی رافضی کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم میں ایک ایسا انسان ہوں۔ جو صحابہ کے لئے یہ بات گوارا نہیں کر سکتا اور نہ اس مقدس جماعت کے منہ سے یہ لفظ نکل سکتا ہے صحابہ کے لئے مشکلات البتہ تھیں۔ مال نہ تھا۔ جاہ و جلال نہ تھا جتھا نہ تھا۔ اور دشمن کے لئے یہ سب کچھ حاصل تھا۔

تحبّوا۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ مال جس حیلے سے ملے لے لوں۔ کسی حسین کو دیکھے تو چاہتا ہے۔ جیسے بھی ہو میرے قبضے میں آجائے۔ مگر اس کے نتائج بہت خراب ہیں

وانتم لاتعلمون۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سب ان ہدایتوں کے اصولوں سے بے خبر ہو۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔

(رکوع ۱۱)

عرب میں خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں

چھوٹی چھوٹی بات پر خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ ایک فریق دوسرے کی مانتا نہ تھا۔ اس واسطے ان میں طوائف الملوکی رہتی تھی۔ جہاں کوئی جوہڑ ہوتا وہ جنگ گاہ بن جاتا اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ مویشی رکھتے تھے۔ اور ہر ایک یہی چاہتا۔ کہ میں ہی اپنے مویشی کو آرام پہنچاؤں۔ اس لئے ان کے درمیان مقاتلات بن جاتے تھے۔ غرض حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قوم میں دو بڑے عیب تھے ایک بُت پرستی۔ دوم باہم لڑائی۔ ان دونوں کی اصلاح آپ نے فرمائی۔ چنانچہ قرآنمجید میں ہے۔ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ یعنے تم دشمن تھے ایسے دشمن کہ ابن العم کا لفظ ہی گویا لڑائی کا نشان تھا۔ حالانکہ یہ رشتہ اتحاد و قرب کے لئے ہے۔

دوسرا عیب شرک کا تھا۔ اس کا اس قدر زور تھا۔ کہ مکہ معظمہ کے اندر ۳۶۰ بُت تھے۔ اس شرک کے متعلق آپ کی تعلیم خصوصیت سے ایسی تھی۔ کہ اس کی جڑیں کاٹ دے چنانچہ اول تو لاالہ الا اللہ تمام شرکوں کی جڑ کو کاٹتا ہے۔ اس کے معنے ہیں اللہ کے سوا کوئی ہمارا حاجت روا نہیں ہم کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس کے سوا کوئی ہماری دعا کو نہیں سنتا۔ ہم کسی کی نذر کو نہیں مانتے۔ پھر صریح طور پر فرمایا۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذٰلک۔ آپ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو سب سے پہلے یہی وعدہ لیتے تھے ان لا یشرکن باللہ شیئاً۔

غرض عرب میں دو عیب تھے۔ دونوں کے دُور کرنے کے لئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ اور ان کو شرک سے نکال کر توحید کی راہ دکھائی اور خانہ جنگیوں سے چھڑا کر بھائی بھائی بنا دیا۔ قوموں میں فساد کا بیج بونے کے لئے چار اصول بتلائے

(۱) بدظنی کی ترک کیونکہ یہی جڑ ہوتی ہے تمام لڑائیوں کی۔ بدظنی سے نکتہ چینی تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر غیبتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ارشاد کیا یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن

(۲) ٹھٹھا کرنا۔ یہ بھی کئی قسم کی لڑائیوں کا موجب ہو جاتا ہے اس لئے فرمایا۔ لایسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیراً منہم۔

(۳) اگر کوئی تمہیں تکلیف دے۔ تو تم صبر سے کام لو۔ چنانچہ فرمایا۔ ان اللہ مع الصابرین۔ دنیا میں جتنی جنگیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف صابر ہو تو نفع اٹھائے مگر افسوس کہ سطحی خیالات کے لوگ صبر کی

حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ دیکھتے ہیں۔ اگر شہنشاہ کسی کی معیت کا دعویٰ کرے تو وہ شخص پھولا نہیں سماتا۔ پس جس کے ساتھ اللہ اپنی معیت جتائے اسے کتنا فخر حاصل کرنا چاہیئے۔ اور فرمایا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صابرین کے لئے نیک ثمرات کا وعدہ ہے اور ولمن صبر وغفر ان ذٰلک من عزم الامور میں بتلایا ہے۔ کہ صبر کرنا بڑا بھاری کام ہے۔

(۴) چوتھا اصل یہ فرمایا۔ کہ ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔

غرض بدظنی سے روکا۔ تمسخر سے روکا صبر کے فوائد بتلائے اور یہ کہا کہ اگر آدمیوں میں نقارہ ہو تو تم صلح کرا دو۔ ان چار اصولوں کو بتا کر دنیا میں امن عامہ کی بنیاد ڈالی۔

عرب کی جنگجو قوم میں صبر کا مادہ ضرور تھا۔ چنانچہ اسی لئے وہ شہر حرام میں قتال نہ کرتے تھے حتےٰ کہ اپنے بیٹے یا بھائی یا باپ کے قاتل کو بھی نہ مارتے تھے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مادہ کو بڑھانے کی کوشش فرمائی اور ان میں وحدت کی روح پیدا کرنے کی تدبیریں کیں۔ ازاں جملہ ایک یہ تھی۔ کہ اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا۔ تاکہ غلاموں کو حقیر نہ سمجھا جائے۔

آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس ارادہ میں کامیاب ہوئے اور آپ نے ایک ایسی جماعت پیدا کر لی جو امن عامہ کی بہت طرفداری کرتی تھی۔ شریر لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تو صبر کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے شہر حرم میں بھی انکو چھیڑنا شروع کیا اس پر صحابہ نے سوال کیا۔ کہ ہمیں شہر حرم میں لڑائی کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور اس لڑائی کے تین نقصان ہیں۔ صدٌّ عن سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں آمد و رفت سے روکا جاتا ہے) اور پھر اس کا کفر ہے اور عزت والی مسجد کا کفر ہے۔ اور پھر خاص شہر والوں کا نکالنا تو اس سے بھی بڑا جرم ہے۔

جاھدوا۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ میں کوشش کر رہے ہیں۔

واللہ غفورٌ رحیم۔ ایسے لوگوں سے اگر کوئی غلطی بھی ہو گی۔ تو خدا تعالےٰ بخشنے والا ہے۔

ومن یرتدد۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ومن یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ

پھر فرمایا۔ حبطت اعمالھم۔ وہ اسلام
کے مقابلہ میں تیزی سے اٹھیں گے۔ مگر
ان کی کوششیں اکارت جاوینگی۔ وہ دنیا
میں ہلاک ہونگے۔ میں اس آیت پر یقین
کرکے کہتا ہوں کہ جو لوگ امن عامہ کی
خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ضرور ناکام
ونامراد ہلاک ہوں گے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر۔
لڑائی میں سپاہی کو شراب پلادیتے ہیں۔ تاکہ
اس کی مزاج میں رحم وغیرہ نہ رہے اور
وہ اندھا دھند تلوار چلاتا جائے۔ اس
لئے صحابہ نے شراب کے متعلق سوال کیا۔
پھر لڑائی کے لئے اخراجات کی ضرورت
ہے۔ عرب میں ایسے موقعہ پر یہ دستور
تھا کہ بڑے بڑے امیر لوگ جوا کھیلتے
جو ہارتا اس کے ذمے قحط اور ضرورتوں
کا خرچ ہوتا۔ عرب کے بعض شعروں
سے پایا جاتا ہے کہ وہ ہارنے کو بہت پسند
کرتے تھے اور اپنی ہار کو فخر سے بیان
کرتے تھے۔ اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ ایسے
لوگوں کے ذمہ تمام اخراجات ہو جاتے
اور قحط میں سارے غریبوں کا نان ونفقہ
اسی کو دینا پڑتا۔ چونکہ اس میں ایک نیکی کا
موقعہ ملتا تھا۔ اس لئے وہ افتخار کرتے تھے
اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان میں
بڑی بدکاری ہے۔ بے شک غرباء کو نفع
پہنچتا ہے (نفعھما کے یہی معنے ہیں) مگر
اس بدکاری کا جو نتیجہ ہے وہ سخت گندہ
ہے۔ اس کے مقابل میں اس نفع رسانی کی
کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ جب ان کے ذمے
یہ اخراجات پڑتے اور پاس ایک کوڑی
بھی نہ ہوتی تو ناچار ان کو آرمینیا اور کاکس
تک ڈاکہ زنی کرنی پڑتی۔

جب صحابہ نے خمر ومیسر کے متعلق حکم سنا تو
معًا ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا۔
ماذا ینفقون۔ ہر خرچ کہاں سے آوے۔ تو فرمایا
العفو۔ جو تمہاری حاجت اصلی سے
زیادہ ہو۔ مٹھی بھر جو جمع کرو۔ خدا تعالےٰ
اسی میں برکت ڈالدیگا۔

یسئلونک عن الیتمیٰ۔ جب لڑائی
چھڑتی ہے تو اس میں مقتول بھی ہوتے
ہیں اور مقتول کے بچے یتیم بھی ہوتے تھے۔
اس لئے ان کی نسبت حکم دیا۔

اصلاح لھم خیر۔ ان کی بہتری۔
بہبودی کا فکر بہت بڑی نیکی ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح
امام محمدؒ کے پاس کسی یتیم کے کپڑے تھے
آپ نے انہیں بیچ ڈالا کسی نے کہا یتیم کے
مال میں کیوں تصرف کرتے ہو۔ تو آپ نے یہی
آیت پڑھی اور اسے سمجھایا کہ کپڑے تو پرانے

ہوکر ان کی قیمت گھٹتی جاتی تھی۔ اس لئے انکو بیچدیا تا مال محفوظ رہے۔

لا تنکحوا المشرکت حتی یومن لڑائی میں کفار کی عورتیں قیدی بن کر آتی تھیں اس لئے صحابہ نے ان کے نکاح کا مسئلہ پوچھا کیونکہ وہ ان کی رشتہ دار تھیں۔ آپ نے حکمدیا کہ مشرکہ سے نکاح جائز نہیں۔ اسمیں بہت بڑی حکمتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ عورتوں میں شرک بہت ہوتا ہے۔ اگر مشرکہ عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں آجاتیں تو ان کی اولاد پر برا اثر پڑتا ہے۔ میں نے ایک عورت کو ایسے شرک میں مبتلا دیکھا جس کو میرا واہمہ تجویز نہیں کرسکتا۔ وہ یہ کہ ایک عورت ہر صبح پاخانہ کو سجدہ کرتی اور کہتی کہ ہے قدمچہ مائی مجھے بیٹا ملے۔ تو میں اپنا بیٹا تجھی پر ہگایا کروں گی۔

ولا تنکحوا المشرکین۔ یعنے اپنی لڑکیوں کی شادیاں مشرکوں کو مت کرو۔ اسی بناء پر ہمارے امام نے حکم دیا کہ غیر احمدیوں کو اپنی لڑکیاں نہ دو۔ کیونکہ ان میں بھی شرک ہے۔ اور اس طرح میل جول سے شرک بڑھ جائیگا۔ شرک میں بلا تحقیق نہیں کہا۔ مسیح کے مسئلہ ہی میں جو خوفناک گمراہی ان میں ہے وہ کم نہیں۔ وہ کونسی اللہ کی صفت ہے جو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ خالق کمخلق اللہ اسے مانتے ہیں احیاء موتی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ عالم الغیب اُسے جانتے ہیں۔ حرام و حلال کا اختیار اسے دے رکھا ہے۔

پھر ختم نبوت کے بھی وہ قائل نہیں پس ایسے مشرک لوگوں سے ہمیں تعلق ازدواج قائم کرنے میں سراسر نقصان ہے۔ اسلئے امام نے منع فرمایا۔ جن احمدیوں نے حضرت امام کی اس نصیحت پر عمل نہیں کیا۔ سکھ اونھوں نے بھی نہیں پایا۔

(رکوع ۱۴)

ویسئلونک عن المحیض۔ عرب کا دستور تھا۔ کہ وہ جنگ میں اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ اس رسم کا فائدہ یہ تھا۔ کہ وہ بڑے جوش سے جنگ کرتے تھے۔ اور جان توڑ کر لڑتے تھے کیونکہ انکو خیال ہوتا کہ اگر ہم نے پیٹھ پھیری اور بزدلی دکھائی۔ تو ہماری عورتوں کی عصمت محفوظ نہیں رہے گی۔ اور سب بال بچہ دشمنوں کے قبضے میں آجائیگا۔ اسواسطے جنگ کا نام بھی انہوں نے حفیظہ رکھا تھا کیونکہ جنگ ان کے ننگ و ناموس کی حفاظت کا موجب تھی۔

اب جنگوں میں جب عورتیں ان کے ساتھ تھیں۔ تو بعض وقت انکو حیض بھی آجاتا۔

اس حالت میں اونھوں نے یہ مسئلہ پوچھا
کہ کیا حکم ہے اسلام میں حیض کے متعلق عورتوں
کو کئی حکم ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ روزہ رکھے (کیونکہ
پہلے ہی سے بہت ضعیف ہوتی ہے اس
طرح بیماری بڑھتی ہے) نماز نہ پڑھے وضو
نہ کرے۔ کیونکہ ٹھنڈے پانی سے استنجا
سخت نقصان پہنچاتا ہے۔

کلمة الحکمة ضالة المؤمن
حیث وجدھا اخذھا کے ماتحت
میں ہندو مذہب کے اس طریق کو بہت اچھا
سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عورتوں کو آٹا تک
نہیں گوندھنے دیتے۔ تاکہ پانی نقصان نہ
پہنچائے گو وہ اس احتیاط میں حد سے
بڑھ گئے ہیں۔ ہماری پاک شریعت چونکہ
انسان کے جان و مال کی محافظ ہے اس
واسطے اللہ نے خاص عبادتیں معاف کر
دی ہیں۔ اور ادھر مردوں کو روکدیا۔

ھو اذًی۔ بدبودار چیز ہے اس
حالت میں انسان جماع کرے تو دکھ کا موجب
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف وضع
فطرت بھی حرام ہے۔ ایک پاک فطرت کا
انسان حضرت علی رضؓ فرماتا ہے کہ اگر قرآن
میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو میرا واہمہ تجویز ہی
نہیں کر سکتا۔ کہ یہ بدکاری بھی ہے۔

ولا تقربوھن۔ بالکل نزدیک نہ
جاؤ۔ اس سے لواطت کی حرمت بھی ظاہر ہے۔

یطھرن۔ پاک ہوجاویں ہمارے
ملک کی عورتیں بہت ناواقف ہیں۔ خوشبو
وغیرہ کا استعمال نہیں جانتیں۔

یحب المتطھرین۔ اس کے معنے
اللہ نے پارہ ۱۹ سورۂ نمل رکوع ۴/۱۶ میں
بتائے ہیں۔ اخرجوا اٰل لوط من قریتکم
انھم اناس یتطھرون۔ گویا جو شخص
لواطت سے اجتناب کرے اسے متطھر کہتے ہیں۔

حرث۔ کھیتی وہ ہے جہاں بونے
سے کچھ فائدہ ہو۔ اس سے بھی اس خلاف
وضع فطرت کی ممانعت نکلتی ہے۔

عرضة۔ اللہ کے نام کو نیکی کرنے
میں روک نہ بناؤ۔ مثلاً خدا کی قسم کھا کر یہ کہہ
دیا۔ میں فلاں کے ساتھ نیکی نہیں کروں گا۔
فلاں کے گھر نہ جاؤں گا۔ وغیرہ۔

باللغو فی ایمانکم۔ مختلف مذاہب
کے رو سے پانچ طرح کی قسمیں ناجائز ہیں۔
(۱) غضب کے وقت (۲) عادت کے طور
پر واللہ باللہ بخدا کہنا۔ (۳) اپنی جگہ تحقیق
سے کہتا ہے مگر در اصل وہ بات غلط ہے
(۴) قسم کھا کر بھول جائے اور ارتکاب
اس فعل کا کرے جس کے نہ کرنے کی قسم کھا
چکا ہو۔ (۵) حلال چیز کو کہدے کہ یہ میرے
لئے حرام ہے۔

یؤلون۔ ایلاء کرتے ہیں۔ اپنی بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا۔

ان عزموا الطلاق۔ یہاں میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اسلام میں کتنے مسئلے موجود ہیں تاکہ انسان کی جان و مال و عزت کا نقصان نہ ہو۔ کوئی کسی کو دکھ نہ پہنچائے مگر خود مسلمانوں ہی نے ایک مسئلہ کو تمام دکھوں کی جڑ بنا دیا ہے۔ حالانکہ نکاح آرام و دوستی و رحمۃ کے لئے تھا۔ چنانچہ فرمایا لتسکنوا الیھا۔ مگر بعض ایسے لوگ ہیں کہ نکاح کرکے نہ تو بساتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں؟ طلاق کی اجازت پر اگر یہ عمل کرتے تو عورتوں پر یہ ظلم و ستم نہ ہوتا۔ میں نے دنیا بھر میں صرف ایک ایسا شہر دیکھا جہاں عورت کو ذرا بھی تکلیف ہو تو وہ قاضی کی عدالت میں چلی جاتی ہے۔ اس وقت شوہر کو بلایا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ یا تو ابھی طلاق دو یا آئندہ نیک سلوک کی ضمانت دو۔ دیکھو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ عورتیں بہت ہی کمزور ہیں۔ تم ان مظلوموں پر رحم کرو۔ ان سے نیکی کے ساتھ معاشرت کرو۔ لھن مثل الذین علیھن کو یاد رکھو۔ اگر نشوز کا خوف ہو کوئی لڑائی ہو۔ تو ایک اپنے قبیلے سے ایک اس کے قبیلے سے حکم مقرر کرکے جلد فیصلہ کردو۔ حتی الوسع عفو درگذر چشم پوشی سے

کام لو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔ استوصوا بالنساء خیرا۔ اسے مت بھولو۔

ثلثۃ قروء۔ یہ عدت کی مدت ہے قرء کہتے ہیں حیض کو اور طہر کو بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص حکمت سے ایسے ذو معنی الفاظ قرآن مجید میں لاتا ہے تاکہ جنہیں قرآن کا عشق ہے ان کے لئے تدبر کا میدان وسیع ہو۔ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں جو کہتے ہیں۔ میں نے بخاری رسول علیہ السلام سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے جب قرء کی بحث آئی۔ تو میں نے عرض کیا۔ یہ حیض ہے یا رسول اللہ؟ تو فرمایا اذا فرغت من قرء۔ مکرر سہ کرر عرض کیا پھر بھی آپ نے یہی قرء کا لفظ فرمایا۔

(رکوع ۱۳)

طلاق ایک اسلامی حکم ہے جو شریعت نے ضرورتاً جائز رکھا ہے۔ کیونکہ بعض وقت جو حقیقی تعلق میاں بی بی کا ہے۔ وہ قائم نہیں رہ سکتا اس لئے اس کو قطع کرنا پڑتا ہے۔ وہ حقیقی تعلق آیت لتسکنوا الیھا میں مذکور ہے کہ تسکین ہوتی ہے (۲) مودۃ گر دوستانہ بڑھانے کا ذریعہ ہے (۳) ورحمۃ (۴) خانہ داری کا انتظام۔

عورت ایک بہت نازک صنف ہے اور ہر طرح مدد کی محتاج ہے۔ وہ تعلیم میں مرد کی سی برابری نہیں کرسکتی۔ کیونکہ حمل اور بچہ کی

پرورش اور منتقلی کورس کی کمزوری اس
کے لاحق حال ہے اس کے اعضاء میں ایک
قسم کی نزاکت ہوتی ہے۔ پھر بوجہ پردہ
عام طور سے اسے تجارب کا موقعہ نہیں
ملتا۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنکھ کو اگر ذرا
بھی دُکھ پہنچے تو ایڑی کے زخم سے اس
کی زیادہ غور و پرداخت کی جاتی ہے۔ تو پھر
عورت کے چھوٹے سے چھوٹے دکھ کی بھی
کیوں نہ پروا کی جائے۔ بعض وقت میاں
بی بی کے تعلقات میں اس قسم کی باتیں آجاتی
ہیں کہ ان میں کسی طرح اصلاح نہیں ہو سکتی۔
تو اس صورت میں بجائے اس کے کہ اس
بچاری کو دُکھ دیا جائے طلاق دینے کا
ارشاد ہے مگر یکدم طلاق دینے کی اجازت نہیں۔

الطلاق مرتٰن۔ طلاق دو بار ہے
پھر اس کے بعد
امساک بمعروف۔ رکھ لے تو پسندیدہ طور پر
تسریح باحسان۔ یا رخصت کرے
بہت سلوک سے۔ افسوس مسلمان اس پر
عمل نہیں کرتے اور یکدم سو طلاق دیتے ہیں
حالانکہ طلاق متفرق طہروں میں دینی چاہیئے۔

شیئًا۔ یہ تاکید کے لئے ہے کہ کچھ
بھی واپس لینا جائز نہیں۔

فیما افتدت بہ۔ عورت کچھ روپیہ
دیکر مرد سے طلاق لے سکتی ہے۔ اس کا نام
خلع ہے۔

فان طلقہا۔ یہ تیسری طلاق کا ثبوت ہے

فلا تحل لہ۔ اس سے جو حلالہ کی بد
رسم جاری ہوئی وہ اسلام کے لئے ننگ
ہے۔ حلالہ اس چیز کا نام ہے کہ موقت نکاح
کرتے ہیں۔ ادہر نکاح و جماع اور صبح طلاق
پھر پہلا شوہر نکاح کر لیتا ہے۔ یہ بہت بری
رسم ہے۔

ولا تتخذوا ایات اللہ ہزوا۔
مسلمانوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیئے۔
جو لوگ نہ عورتوں کو بساتے ہیں نہ چھوڑتے
ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور خدا
کے عذاب کے نیچے ہیں۔

(رکوع ۱۴)

واذا طلقتم النساء۔ چونکہ جنگ
میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار مرد اور عورتیں
موجود تھے۔ اور طرف مخالف میں ان مسلمان
عورتوں کے رشتہ دار بھی تھے اس لئے بعض
وقت یہ عورتیں نشوز بھی کر لیتی تھیں کیونکہ
رشتہ داری کا معاملہ تھا۔ اور پھر
زناشوئی کے تعلقات پر اس کا اثر پڑتا
تھا اس لئے مجبورًا طلاق دینا پڑتا تھا اس
لئے جہاد کے بیان میں طلاق کے مسائل
بیان ہو رہے ہیں۔

فلا تعضلوھن۔ یہ آیت ایک واقعہ

کے بیان سے صاف ہو جائے گی۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص کی حقیقی بہن نے کسی کے ساتھ نکاح کیا۔ میاں بی بی میں ناموافقت ہوئی۔ تو میاں نے طلاق دیدی۔ مگر عدت گذرنے سے پہلے اس نے پھر رجوع کر لیا۔ اسی طرح کئی بار ہوا۔ کہ جب وہ وقت گذرنے کو آتا۔ تو پھر وہ باہمی تعلقات کو جائز کر لیتا۔ آخر جب ایک دفعہ اس نے رجوع کرنا چاہا۔ تو چونکہ قانون الہٰی کے مطابق پانچ جگہوں کی رضامندی حاصل کرنی پڑتی تھی۔ اول قرآن اس سے یہ دیکھا جاتا کہ تعلق جائز ہے یا نہیں۔ دوم۔ رسولؐ کا عملدرآمد۔ سوم عورت کی رضامندی۔ چہارم مرد کی رضامندی۔ پنجم عورت کے کنبہ کی۔ یعنی جو عورت کا ولی ہے۔ اس کی رضامندی اس آخری شرط کے مطابق میاں نے اپنی بی بی سے مصالحت کے بعد پیغام بھیجا۔ کہ چونکہ آپ کی رضامندی ضروری ہے۔ اس لئے آپ بیٹھیں تا یہ معاملہ طے ہو جائے۔ اس پر اس نے اپنے بہنوئی کو سخت سست کہلا بھیجا اور کہا کہ میں ہرگز اپنی بہن کو اب تجھ سے نکاح نہ کرنے دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ جب میاں بیوی راضی ہیں۔ تو تمہیں روکنا نہیں چاہیئے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ مخفی در مخفی نکاح یا عربی زبان میں عورتوں سے نکاح کر لینا شریعت نے جائز نہیں رکھا۔

والوالدات یرضعن اولادھن

چونکہ اکثر ایسی مطلقہ بھی ہوتی تھیں۔ جن کی گود میں بچہ دودھ پینے والا ہوتا اس لئے دودھ پلانے کے متعلق بھی فیصلہ ہونا چاہیئے تھا۔ جو یہاں بیان کر دیا۔ کہ اول تو مائیں ہی دودھ پلائیں۔

لا تکلف نفس الا وسعہا۔ یہ بات خود یاد رکھو کہ اسلام جو قاعدہ سکھائے گا وہ انسان کے قویٰ روحانیہ و عقلیہ مشاہدہ و تجربہ کے خلاف ہرگز نہ ہو گا۔ جس چیز کی برداشت انسان کی قوت نہیں کر سکتی۔ اس قوت کے متعلق کوئی حکم نہ ہو گا۔ رمضان کا روزہ ہے۔ تو بیمار و مسافر کے لئے حکم ہے کسی اور دن میں رکھ لیں۔ ایسا ہی دودھ پلانے والی اور حاملہ اور بوڑھے آدمی کے لئے اجازت ہے کہ وہ کھانا دے دیا کرے۔ کیونکہ اسے پھر رکھنے کی امید نہیں۔ پھر نماز ہے اس کے لئے اجازت ہے۔ وضو کر کے نہیں پڑھ سکتے۔ تو تیمم کر کے۔ اٹھ کے نہیں پڑھ سکتے۔ تو بیٹھ کے پڑھ لیں۔ بیٹھ کر نہیں۔ تو لیٹ کر۔ ان

سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے احکام شریعت میں انسان کی برداشت کو مدنظر رکھا ہے۔ اسلام میں کوئی مسئلہ تثلیث کی مانند نہیں۔ کہ ایک + ایک + ایک کو ایک ماننا پڑتا ہو۔ نہ کفارہ کا مسئلہ ہے کہ بدی کا ارتکاب کرے زید اور سزا دی جائے بکر کو۔ نہ اس میں یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ انگور کا پانی اور روٹی واقعی مسیح کا لہو بن جاتا ہے نہ اس میں بت پرستی ہے جو بہت ہی بودا عقیدہ ہے۔ کیونکہ جب کل چیزیں انسان کی خادم ہیں اور وہ مخدوم نہیں بن سکتیں۔ تو معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ باوجود اس تعلیم کے میں نے اکثر بد معاش شریر النفس لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بدکاری کے بعد یہ عذر کرتے ہیں کہ خدا نے مجھ سے ایسا کروا دیا۔

در کوئے نیکنامی ما را گزر ندادند
گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

اگر یہ جواب صحیح ہو۔ تو پھر تمام شرائع باطل ٹھہرتی ہیں۔ اسی واسطے فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔

عن تراض منہما وتشاور۔ اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑا دیں تو کوئی گناہ نہیں۔

واتقوا اللہ۔ بس اصل حقیقت تو یہ ہے کہ خواہ جہاد کے مسئلے ہوں یا تمدن و معاشرت کے ان میں بہرحال تقویٰ مدنظر رکھو۔ اب متقی بننے کا ایک گر بتاتا ہے۔

واعلموا ان اللہ بما تعملون بصیر۔ جب تم کوئی کام کرو۔ کوئی بھی ہو اصولاً تین نوع میں کل کام آ سکتے ہیں۔ غضب و انتقام ایک۔ غرض دنیوی حرص دو۔ شہوت۔ شجاعت تین۔ سب میں یہ بات یاد رکھو۔ کہ تم پر کوئی حکمران اور نگران ہے۔ تمام افعال و اقوال میں اگر انسان اس دستور العمل کو نگاہ رکھے تو متقی بن جاوے

والذین یتوفون منکم۔ تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حاملہ ہو۔ اس صورت میں دوسرا نکاح نہ کرے جب تک بچہ نہ جن لے۔ دوم یہ کہ حاملہ نہ ہو۔ اس صورت میں چار ماہ دس دن انتظار کرے۔ بصورت فوتیدگی شوہر۔ اور بصورت طلاق دینے کے ثلثۃ قروء۔ یہ سب اس لئے کہ شائد حمل ہو۔ تو اس مدت میں پتہ لگ جاتا ہے یا پچھلے تعلقات زناشوئی کا لحاظ مقصود ہے۔

فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف۔ بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق اکثر مسلمان تامل کرتے ہیں یہ رسم بہت ہی بری رسم اور اسا ور اس کے

رسول کے احکام کے خلاف ہے سادات
میں سے وہ عورت جس پر کل سادات کو فخر
ہے۔ جس سے سیدوں کی اولاد چلی۔ بیوہ
تھی۔ مغول کی عظمت کا سلسلہ بھی جہاں
سے شروع ہوتا ہے ان کے مورث اعلےٰ
کی بیوی بھی بیوہ تھی۔ جیساکہ نسل بڑھانے
کا عضو مرد کے ساتھ ہے عورت کے
ساتھ بھی ہے۔ کھانے پینے پہننے کی خواہش
اگر مرد میں ہے تو عورت میں بھی ہے اگر
عورت کسی کی سخت بیمار ہو تو مرد کو دوسرے
نکاح کی فکر پڑ جاتی ہے اور عورت کے
مرنے پر تو کوئی مرد نہیں جو عزم کرے
میں نکاح نہیں کرونگا۔ اگر کوئی ایسا ہو۔
تو میں اسے سلیم الفطرت مرد نہیں سمجھتا
غرض جب نکاح ثانی سے مرد کی ناک
نہیں کٹتی۔ تو عورت کی کیوں کٹنے لگی۔
اس بد رسم کا اثر میں نے اپنی طبی پیشہ
میں بہت دیکھا۔ جہاں کئی شریف زادیاں
اسقاط حمل کی دوائیاں پوچھتی پھرتی ہیں۔

لا تعزموا عقدۃ النکاح۔ اس
حکم کی عدم تعمیل میں بھی بدذاتی سے کام
لیا گیا ہے۔ اور اکثر ملاں باوجود اس نص
صریح کے ایام عدت میں نکاح پڑھ دیتے
ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں صرف روک کے لئے
تاکہیں کسی اور جگہ نکاح نہ کرلے۔ دیکھو کیسا
بودا عذر ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ تم ان حیلوں سے خلقت کے سامنے
شائد عہدہ برآ ہو جاؤ۔ مگر خدا تمہارے
دلی ارادوں اور منصوبوں کو خوب جانتا
ہے۔ اس کے غضب سے ڈرتے رہو وہ
اگرچہ بردبار ہے مگر اس کی بردباری
یہ معنے نہیں رکھتی کہ وہ اپنے قانون کی
خلاف ورزی پر باز پرس نہ کریگا۔

(رکوع ۱۵)

او یعفوا الذی۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ سارے کا سارا دیدے۔

بیدہٖ عقدۃ النکاح۔ شوہر

حافظوا علی الصلوات۔ جہاد
کا مسئلہ تھا۔ اس میں نماز کا ذکر بظاہر
خلاف ترتیب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن
میرے نزدیک اصل ترتیب تو یہی تھی۔ کہ
جہاد کا ذکر ہو کیونکہ اول سے آخر تک
یہی بیان چلا جاتا ہے۔ درمیان میں طلاق
وغیرہ کے مسائل تو ضرورۃً آگئے تھے۔
اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تاکید اس لئے فرمائی
کہ جنگ دوپہر ڈھلنے کے وقت شروع ہوتا
تھا اور ظہر و عصر کی نماز جمع کرنی پڑتی
تھی اس لئے اس نماز کی خصوصیت سے
تاکید فرمائی۔ کہ جنگی اشغال تمہیں نماز
سے نہ روکیں۔

ایک صوفی نے اس آیت پر ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اللہ نے جہاد کے بیان میں خانہ داری کے امور کا بیان کرتے کرتے نماز کا بھی ذکر کر دیا۔ گویا یہ سمجھایا۔ کہ جیسا ہم نے ان جہاد کے مسئلوں کے درمیان طلاق وغیرہ کے ضروری مسئلے بیان کر دیئے اسی طرح تم بڑے بڑے ضروری کاموں میں نماز کو درمیان رکھ لیا کرو اور اسے قضا نہ کر دینا

والذین یتوفون منکم۔ یہ بھی جہاد ہی کی بات ہے۔ کیونکہ آخر مسلمان بھی مقتول ہوتے تھے ان کی بیبیاں پیچھے رہ جاتیں۔ ان کے لئے وصیت فرمائی۔ کہ ایک سال تک نہ نکالی جاویں۔ یہ آیت چار ماہ دس دن کے حکم کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہ عدت کی مدت ہے جو عورت پر واجب ہے اور یہ بطور وصیت اس متوفی کے وارثوں کو حکم ہے۔ کہ ایک سال تک اس بیوہ کو خرچ دیتے رہیں۔

واللہ عزیز حکیم۔ چونکہ لوگ بیوہ کے نکاح کے بارے میں کہتے ہیں۔ یہ ہماری عزت کے خلاف ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میرا نام عزیز ہے۔ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ میں یہ حکم دیتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ بیوہ کا نکاح نامناسب ہے۔ اس لئے فرمایا۔ ہم حکیم ہیں۔ ہر قسم کی حکمت کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ حکم دیا جو نامناسب نہیں۔

(رکوع ۱۵)

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم۔ اس آیت کے متعلق بہت سے اختلاف ہیں۔ مگر میں جو معنے کروں گا۔ وہ کامل یقین اور پورے انشراح صدر کے ساتھ ہیں۔

اسی آیت کے اخیر میں فرمایا ہے۔ ان اللہ لذو فضل علے الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ اللہ کے آدمی پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ پہلے ہم کو انسان پیدا کیا۔ اگر کتے اور سور بنا دیتا تو ہم کیا دخل دے سکتے تھے۔ پھر چوہڑی چمار بنا دیتا تو ہم کیا دخل دے سکتے۔ پھر کمزور قوموں میں پیدا کر دیتا۔ تو ہمارا کیا بس تھا۔ پھر ماں کے پیٹ سے نکل کر ہم پاگل ہو جاتے یا اندھے یا بہرے یا گونگے یا اپاہج تو ہمارا کیا زور تھا۔ دیکھو اس کا ہم پر کیسا فضل ہے کہ معدوم سے موجود کیا۔ موجود ہوئے تو آدمی بنایا۔ میرے ایک دوست ذلیل قوم سے تھے۔ ان کو اس بات کا رنج تھا۔ وہ مجھی کہتے۔ جب ہم وہ پیشہ چھوڑ چکے جو ذلت کا موجب تھا۔ تو پھر لوگ ہمیں کیوں حقارت سے دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک تمہارا

ہی قصور ہے۔ یہ لقب تمہارا کسی تمہاری مخفی بدکاری کا نتیجہ ہے جو اس زمین میں تم لوگوں نے کی۔ اگر تم اس لعنتی سرزمین کو چھوڑ کر سو میل دور چلے جاتے۔ تو کم از کم لوگ تمہیں شیخ تو کہتے۔ اس پر وہ بولا کہ یہاں ہماری حویلیاں ہیں یہ ہے وہ ہی میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں ان بدکاریوں سے کچھ تعلق ہے۔

یوسف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پاک معاملہ تھا۔ جس ملک میں وہ رہتا ان کے لئے ترقی کے سامان نہ تھے۔ اللہ نے انہیں ایک عجیب تدبیر سے مصر پہنچایا۔ وہاں جب پہنچے۔ تو ان کی نیکی۔ نیک نیتی۔ عاقبت اندیشی علم و دیانت۔ شجاعت ایسی تھی کہ مقربان بارگاہ بادشاہی سے بنا دیا۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اب بھی جو بچہ ان خصلتوں کو لازم پکڑیگا۔ ان مدارج کو پہنچیگا۔ جن پر یوسف پہنچایا گیا چنانچہ سورۂ یوسف ع۳ میں فرماتا ہے۔ فلما بلغ اشدہ اٰتینٰہ حکماً و علماً و کذٰلک نجزی المحسنین۔

پس انہی حضرت یوسف کی طفیل بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ میں نے بار ہا بتایا ہے کہ جب خدا کے فضل سے کوئی قوم مالدار اور آسودہ حال ہوتی ہے اور اسے عزت مکان۔ اولاد صحت و عافیت۔ جتھا مل جاتا ہے تو وہ خدا کو بھلا دیتی ہے۔ کبھی تو اس کے افراد علموں پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک نے کہا۔ انما اوتیتہ علیٰ علم عندی ہم مولوی فاضل ہیں یا حکیم ہیں یا مدبر ہیں۔ اس لئے ہم کو یہ کامیابی ہوئی اور کبھی مال و منال جاہ و جلال پر غرہ کرتے ہیں۔ جب قوم کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کا تنزل شروع ہوتا ہے۔ پھر بعض کی تو قطع نسل ہو جاتی ہے اور وہ بالکل بے نام و نشان ہو جاتے ہیں۔ اور بعض حاکم سے محکوم بنجاتے ہیں اور ان کا نام عزت سے نہیں لیا جاتا۔

بنی اسرائیل پر جب یہ زمانہ آیا۔ تو وہ خدا کے احکام کو بھول گئے۔ اور خدا نے ان پر ذلت و مسکنت لیس دی۔ بیگاروں میں پکڑے جاتے۔ پزاوے پکانے کا کام ان کے سپرد ہوا۔ ایک صوفی لکھتا ہے انسان کا قاعدہ ہے کہ جب اس کے پیٹ میں درد ہو تو پہلے وہ اپنی تدبیروں سے کام لیتا ہے مثلاً فاقہ کرنا۔ پھر گھر میں جو سیانا ہو اس کی رائے پر چلنا۔ پھر اپنے محلہ کے حکیم سے مشورہ لیتا ہے۔ پھر اس طبیب سے جو بڑا ہو یہاں تک کہ پھر کسی اور مشہور طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے جو کسی دوسرے شہر میں ہو۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ پھر وہ اس ملک کو چھوڑ کر محض علاج کی

خاطر دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے جب وہاں بھی کچھ نہیں بنتا۔ تو پھر کسی خدا رسیدہ کے قدموں پر گرتا ہے۔ جب وہاں سے بھی مایوسی ہو تو پھر پکار اٹھتا ہے۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ تب خدا کی رحمت کا دریا جوش مارتا ہے۔ اور وہ اسے شفا دیتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی حالت جب یہاں تک پہنچی تو انہوں نے خدا کے حضور تضرع کیا اور موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے وہ انہیں اس ملک سے نکال لائے۔ وہاں ان کے لئے کیا تھا؟ یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم۔ اولاد کو ذبح کرنے اور عورتوں کو بے پردہ کرنے کی تجویزیں تھیں۔ پس یہ حذر الموت تھا جس سے ہزار وہزار اس ملک سے نکلے۔

اب موسیٰ نے ان کو حکم دیا۔ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم مگر انہوں نے بے ادبی سے کہا کہ وہ زور آور ہیں۔ ہم سے تو مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑو۔ اس پر اللہ نے فرمایا۔ ہم نے تمہیں زندہ قوم بنانے کے لئے اپنے نبی کی معرفت یہ حکم دیا تھا۔ نہیں مانتے تو جاؤ۔

موتوا۔ ہلاک ہو جاؤ۔ اس بنا پر وہ حالت طاری ہوئی۔ جو ۶ پارہ سورۃ مائدہ رکوع ۴ میں درج ہے۔ اور وہ موسیٰ کی دعا کا اثر تھا۔ جو انہوں نے ان الفاظ میں کی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین فرمایا۔ فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین۔ کہ چالیس سال خراب خستہ حال مارے مارے جنگلوں میں پھرتے رہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ جو بے ادبی میں شامل تھے۔ ہلاک ہو چکے۔ اور چالیس سال میں ان کے بچے جوان ہوئے یا وہ لوگ رہ گئے جو بے ادبی میں شریک نہ تھے۔ تو پھر

ثم احیاھم۔ ان کو زندہ قوم بنا دیا۔ ھُم سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہی مر کر زندہ ہوئے بلکہ متکلم۔ مخاطب۔ غائب کا ضمیر اس کے مثیل کی طرف بھی پھرتا ہے متکلم کی مثال سنیئے۔ ما قتلنا ھٰھنا ہم اس جگہ مقتول نہ ہوتے۔ حالانکہ جو قتل ہو چکے ہیں وہ کس طرح بول سکتے تھے۔ مراد ان کے مثیل ہیں مخاطب کی مثال۔ واذ قلتم یموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ غائب کی مثال۔ ما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ۔ جس کی عمر بڑھائی گئی اسی کی گھٹانے کا ذکر بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مراد اس کا مثیل ہے؛

وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ دشمن کا مقابلہ کرو۔ مگر اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے نفسانی غرض شامل نہ ہو۔

یقرض اللہ قرضاً حسناً۔ قرض کے لفظ پر بعض نادانوں نے اعتراض کیا ہے کہ مسلمانوں کا خدا مفلس ہے جو اپنی مخلوق سے قرض مانگتا ہے۔ ایسے لوگوں کو کہنا چاہیئے۔ گورنمنٹ بھی بینک میں روپیہ لیتی ہے تو کیا وہ غریب ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہرچہ گیرد علتی علت شود کے ماتحت اس لفظ کے معنے بھی ہمارے ملک میں آکر بگڑ گئے۔ قرض کے معنے ہیں مال کا حصہ کاٹ کر دینا۔ مقراض اسی سے نکلا ہے۔ پس اب ان معنوں پر کوئی اعتراض نہیں۔

یقبض۔ اللہ لیتا ہے۔

یبصط۔ پھر اسے بڑھاتا ہے۔

من بعد موسٰی۔ من بعد لانے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا واقعہ موسٰے کے زمانہ کا ہے۔

قالوا لنبی لھم۔ اس زمانہ میں جو روحانی بادشاہ ہوتا اسے نبی کہتے۔ اس قصہ میں اللہ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے۔ کہ ایک وقت آئیگا تم میں بھی روحانی بادشاہ الگ ہو جادیں گے اور جسمانی الگ چنانچہ ابوبکر و عمر مدینہ کی خلافت تک روحانی و جسمانی بادشاہ جمع رہے۔ پھر ملک الگ منتخب ہوتے رہے۔

ونحن احق بالملک منہ۔ یہ بہت سوچنے کی بات ہے کہ خدا کے انتخاب پر آدم سے ایندم تک اعتراض ہوتا چلا آیا ہے۔ پہلے آدم پر اعتراض کیا گیا پھر داؤد کا ذکر کہ دشمن قلعے کی دیواریں پھاند کر چڑھ آئے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃً فی الارض۔

ہماری سرکار پر بھی اعتراض ہوا کہ قرآن علی رجل من القریتین عظیم پر کیوں نہ اترا۔ پھر ہمارے امام پر بھی کم اعتراض نہ ہوئے لوگ کہتے رہے کہ الائمۃ من قریش امامت بنو فاطمہ کا حق ہے مغلوں کو کیوں دی۔ ایک شخص نے مجھے کہا پنجاب کے ایک کورہ کا رہنے والا ہے کم از کم دہلی کا تو ہوتا۔

جواب دیتا ہے کہ۔ زادہ بسطۃً فی العلم والجسم۔ یہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے۔ اس کو نہیں مانتے۔ تو کم از کم یہ خیال تو کرو کہ اللہ تم سے وسیع علم والا ہے اور یہ اس کا انتخاب ہے وہ مالک ہے جسے چاہے سلطنت دے۔

پھر ایک اور نشان بتایا کہ ان یاتیکم التابوت تمہیں ایسے دل (قلب) عطا ہونگے کہ انہیں تسلی ہوگی۔ یعنے اس کے زمانے میں لوگوں

کے قلوب میں ایک خاص سکینت و اطمینان
نازل ہوگا۔ اور یہ
بقیۃ مما ترک اٰل موسٰی واٰل
ھارون اور یہ وہی قوت قدسیہ کا اثر
ہے۔ جو موسٰے و ہارون کی اولاد میں
ورثہ بہ ورثہ چلا آیا ہے کہ لوگ ان کے
ساتھ آرام پاتے اور ان کے ساتھ وابستہ
ہو جاتے ہیں۔ اور خود بخود لوگوں کے
دل ان کی طرف رجوع کرتے ہیں انہیں
ایک خاص جذب دیا جاتا ہے انکی تقریر
میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ جب وہ
کسی امر میں فیصلہ دیتے ہیں۔ تو دشمن
بھی اس وقت مان جاتے ہیں۔

تحملہ الملائکۃ۔ اس میں کچھ شک
نہیں۔ کہ دلوں کا اٹھانا فرشتوں کا کام ہی

(رکوع ۱۶)

جہاد کی کامیابی اس بات پر منحصر
ہے۔ کہ فی سبیل اللہ ہو اور سپاہی اپنے
آفیسروں کی فرمانبرداری کریں۔ حدیثوں
میں آیا ہے۔ کہ بعض موقعہ پر امتحان لینا
منع ہے۔ لیکن اس بات کی مثالیں بھی
موجود ہیں۔ کہ بعض موقعوں پر امتحان
لے لینا چاہیئے۔ یہاں اس صورت آخرہ
کی مثال اس آیت میں ہے۔ جس پر آج
کا درس ہے۔

فلما فصل۔ شہر سے جدا ہوئے۔

ان اللہ مبتلیکم۔ ابتلاء کہتے
ہیں اس امر کو جس کے ذریعے فرمانبردار اور
نافرمانبردار کچے اور پکے میں امتیاز ہو جاوے
جب طالوت ایک فوج لے کر چلے۔ تو کئی
تماش بین بھی ساتھ ہو لئے۔ اس لئے آپ
نے ایک امتحان میں ڈالا تا جو حقیقی فرمانبردار
ہیں وہ میرے ساتھ رہیں۔

نھرا۔ اس کے دو معنے ہیں ایک
تو نہر۔ دوم آرام و آسائش۔ چنانچہ ان
المتقین فی جنٰت و نھر میں نہر کے معنے
آسائش کے ہیں۔ نہر کے معنے ہوں تو کیا
متقی نہر میں ڈوبے رہیں گے۔

فمن شرب منہ فلیس منی۔ اس
جنگل میں شہد بہت تھا۔ پس جب نہر کے
معنے آسائش کے ہوں۔ تو اس سے مراد
شہد کا پینا ہے۔

الا قلیلاً منھم۔ ایک علم ہوتا
ہے ایک عمل۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

لیس الخبر کالمعاینۃ۔ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوسف کے
معاملہ میں۔ جب ان کے پاس چوبدار آیا
کہ بادشاہ تمہیں بلاتا ہے۔ اور وہ نہ گئے تو
فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو چلا جاتا۔ مگر خود جب
مسجد سے قریب اپنی ایک بیوی کے ساتھ

کھڑے تھے۔ اور پاس سے کچھ آدمی گذرے تو آپ نے انہیں روک لیا۔ اور کہا دیکھو یہ میری بیوی صفیہ ہے۔

یظنون۔ یقین کرتے ہیں۔

صبرًا۔ یہاں صبر کے معنے استقلال کے ہیں۔ حدیث میں صبر کی دعا منع ہے۔ کیونکہ جو صبر مانگتا ہے۔ بلا مانگتا ہے ہاں ضرورت کے وقت استقلال کی دعا ممنوع نہیں÷

قتل داؤد جالوت۔ یہ ایک مقام ہے جس پر بعض نادانوں کو تاریخی طور پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ جس ندی پر آزمائش ہوئی تھی۔ وہ جدعون کے زمانے کی بات ہے۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی کا ذکر ہے۔ وہاں ندی کا ذکر نہیں بلکہ جدعون اور طالوت میں ۱۵۷ سال کا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض تابوت سکینہ کے متعلق ہے کہ داؤد و جالوت کی لڑائی سے بیس سال پہلے عملیق لوگ صندوق لے گئے تھے۔ ان میں مری پڑ گئی تو انکو وہم ہو گیا کہ ہو نہ ہو اسی صندوق کی نحوست ہے۔ اس لئے انہوں نے اس صندوق کو ایک چھکڑے پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا۔ ساؤل ایک شخص تھا اس کی زمین پر یہ چھکڑا جا ٹھہرا۔ یہ کہتے ہیں یہ بیس برس پہلے کی بات ہے۔

تیسرا اعتراض۔ کوئی ندی وہاں نہ تھی۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی ہوئی۔

ان تینوں اعتراضوں کے جواب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ ہم نہر کے معنے آرام و آسائش کے کرتے ہیں۔ پس ندی کے موجود نہ ہونے کا اعتراض ہوا۔

دوم یہ کہ یہ باتیں تم نے سموئیل کی کتاب باب ۱۷ سے لی ہیں۔ اسی سموئیل کے باب ۹۔۱۰ میں لکھا ہے کہ داؤد بربط نوازوں میں نوکر تھا۔ پھر لکھا ہے کہ داؤد اپنے بھائی کی روٹی لے کر آیا۔ وہاں ایک عملیقی کے ساتھ جھگڑا دیکھا۔ یہ نوجوان تھے۔ بول اٹھے میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اس پر سموئیل نے کہا کہ یہ کون ہے۔

دیکھئے۔ پہلے تو اسے بربط نواز بتایا۔ پھر یہ کہ بادشاہ کو معلوم ہی نہ تھا۔ کہ یہ کون ہے۔

پھر لکھا ہے کہ اس نے کہا جو نامختون سے مقابلہ کرے۔ میں اسے لڑکی دوں گا۔ اور اپنی زرہ نکال کر دی۔ اس اختلاف کو دیکھ کر محققین یورپ نے فیصلہ دیا ہے کہ سموئیل کا باب ۱۷ الحاقی ہے۔

پس جس کی اصلیت خود ہی مشتبہ ہے

اس سے قرآن پر اعتراض صحیح نہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں تمہاری تاریخوں میں طالوت کا لفظ کہاں ہے۔ پس یہ کہنا کہ اس کا نام ساؤل تھا یا نہ تھا فضول ہے کیونکہ قرآن شریف نے ان میں سے کسی کا نام ہی نہیں لیا۔ جہاں طالوت کا ذکر ہے وہاں جالوت کا نہیں۔ اور جہاں جالوت کا ہے وہاں طالوت کا نہیں۔

پس دونوں کا زمانہ متحد کہاں سی ثابت ہوا۔ پھر ہم کہتے ہیں طالوت کے معنے ہیں لمبے قدوالا۔ بائبل میں بھی لمبے قدوالا ہی لکھا ہے۔ پس یہ نام نہیں۔ ایسا ہی جالوت اس کو کہتے ہیں جو میدان میں جولان کرے۔ پس اس طرح کوئی اعتراض نہیں رہتا کیونکہ یہاں کسی کا نام ہے ہی نہیں۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ داؤد کا مقابلہ جہاں ہوا۔ وہاں شورق نام ندی ہے۔ پرانے جغرافیئے جو ہیں ان میں اس کا موقعہ موجود ہے۔ پھر آخری فیصلہ کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ تمام صحیح قرآنوں میں فھزموھم باذن اللہ پر وقف ہے۔ پس وہ قصہ الگ ہے اور یہ الگ۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض کئی موقعہ پر میں اس کی تفصیل کر چکا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے خود اپنی مرضی سے جہان میں اختلاف رکھا ہے اور اسی پر کارگاہ عالم کا دارومدار ہے اگر جہان میں سب اسی خیال کے ہوں۔ کہ بھنگی کا کسب برا ہے۔ تو اعلےٰ قوموں کی زندگی وبالِ جان ہوجاتی۔

پارہ سوم

(رکوع ۱ و ۲)

منھم من کلم اللہ۔ کلام تو سب پیغمبروں سے ہوا۔ مگر بعض کو مخصوص بوجہ کثرت کلام کیا۔

البینٰت کھلی باتیں عیسٰیؑ کی تعلیم اخلاقی کی تھی۔ اور اخلاقی رنگ کا وعظ ہر مذہب میں مقبول ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بیّنٰت فرمایا۔

وایدناہ بروح القدس۔ اس اخلاقی تعلیم کو اپنی پاک کلام سے مؤید کیا روح القدس کبھی کلام لانے والے فرشتے کو بھی کہتے ہیں۔ مگر عام معنے یہی ہیں پاک کلام۔

قرآن شریف میں ہے۔ وکذالک اوحینا الیک روحًا من امرنا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا۔ ینزل الملائکۃ بالروح علےٰ من عبادہ من یشاء ان انذروا انہ لا الٰہ الا اللہ۔

ما اقتتل الذین من بعد ھم یعنی اگر کوئی لڑائی کرتا تو ہم اس کے ہاتھ کو شل کر دیتے۔ بدزبانی کرتا تو زبان بند کر دیتے۔ مگر بندوں کو اللہ نے مجبور نہیں پیدا کیا اور نہ ان کے اختیارات کو چھینا۔ بلکہ مقدرت عطاء کی ہے۔

ولکن اختلفوا۔ جب خدا نے جبر نہ کیا۔ اختیارات نہ چھینے تو ان لوگوں نے تو اس مقدرت* ہم زور سے کام لیتے تو وہ نہ لڑتے مگر جب ہم نے ہدایت پر مجبور نہ کیا تو لڑنے اور گمراہی پر کیوں مجبور کرنے لگے۔

فمنھم من امن۔ مگر کچھ ایسے تھے۔ جنھوں نے ایمان کے مطابق عمل کیا۔

ومن ھم من کفر۔ بعض ایسے تھے جنھوں نے امن میں خلل ڈالا۔ امن کی تعلیم کا انکار کیا۔

ولو شاء اللہ ما اقتتلوا۔ جناب الٰہی تو ایسی طاقت رکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو یہ قدرت نہ دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے کیونکہ وہ جبر کرنے والا نہیں۔

یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ وہاں نہ کوئی نئی بیع ہوسکیگی نہ خلۃ نہ شفاعۃ۔ یہاں بیع۔ خلۃ۔ شفاعۃ کی مطلق نفی ہرگز نہیں ہے عربی میں لا دو طرح کے آتے ہیں۔ ایک وہ جس کے بعد تنوین آتی ہے اور ایک وہ جس کے بعد تنوین نہیں آتی۔ پہلے کی مثال یہی آیت ہے اور دوسرے کی مثال لا رفث ولا فسوق ولا جدال۔ ان دونوں لاؤں میں فرق ہے۔

تنوین نہ ہو تو اس کے معنے ہیں بالکل "نہیں" یہ لا نفی جنس کا ہے اور اگر تنوین ہو۔ تو اس سے مراد ہے۔ بعض صورتوں میں نہیں یہ لا مشبہ بہ لیس ہے اب چونکہ یہاں تنوین ہے اس لئے یہاں بیع کی مطلق نفی نہیں۔ اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا فاستبشروا ببیعکم التی بایعتم بہ۔ اور نہ خلۃ کی مطلق نفی ہے۔ چنانچہ فرمایا الاخلاء بعضھم لبعض۔ عدوا الا المتقین۔ اور نہ شفاعۃ کی۔ چنانچہ اس سے آگے الا باذنہ آتا ہے۔

والکافرون ھم الظالمون۔ کافر اپنی جان پر بھی ظلم کرتا ہے۔ اور دوسروں پر بھی۔

لا الٰہ الا ھو۔ معبود وہی ہے جس کی بات کو مانا جائے۔ پس اس کی فرمانبرداری کرو۔

القیوم۔ حافظ و ناصر۔

سنۃ۔ کسی شخص نے اعتراض کیا تھا کہ اونگھ سے کیا نقصان ہوسکتا ہے اس کے ہاتھ میں دو شیشے دیئے گئے اور کہا گیا کہ تم اس کی حفاظت کرو۔ جب اسے نیند

* کسب سے ارادی فعل

کا غلبہ ہوا۔ تو اس نے اپنے تئیں بہت روکا مگر اونگھ جو آئی۔ دونوں شیشے آپس میں ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے۔

کرسیہ۔ کرسی کے معنے علم کے ہیں۔ بخاری میں یہ معنے موجود ہیں۔ ایک شعر بھی یاد آگیا ؎

تحف بہ بیض الوجوہ وعصبۃ
کراسی بالاحداث حین تنوب

لا اکراہ فی الدین۔ ایک انبیاء کی راہ ہوتی ہے ایک بادشاہوں کی۔ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ ظلم وجور وتعدی سے کام لیں۔ ہاں بادشاہ جبر واکراہ سے کام لیتے ہیں۔ پولیس اس وقت گرفت کر سکتی ہے۔ جب کوئی گناہ کا ارتکاب کر دے۔ مگر مذہب گناہ کے ارادہ کو بھی روکتا ہے۔ پس جب مذہب کی حکومت کو آدمی مان لیتا ہے۔ تو پولیس کی حکومت اس کی پرہیزگاری کے لئے ضروری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جبر واکراہ کا تعلق مذہب سے نہیں پس کسی کو جبر سے مت داخل کرو۔ کیونکہ جو دل سے مومن نہیں ہوا وہ ضرور منافق ہے شریعت نے منافق اور کافر کو ایک ہی رسی میں جکڑا ہے۔ غلطی سے ایسی کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ بھلا خیال تو کرو۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا۔ تو ہندوستان میں اتنے سو سال حکومت رہی۔ پھر یہ ہزاروں برسوں کے مندر۔ شوالے اور پستکیں کیوں موجود پائی جاتیں

عالمگیر کو بھی الزام دیتے ہیں۔ کہ وہ ظالم تھا اور بالجبر مسلمان کرتا۔ یہ کیسی بیہودہ بات ہے۔ اس کی فوج کے سپہ سالار ایک ہندو تھے۔ بڑا حصہ اس کی عمر کا اپنے بھائیوں سے لڑتے گذرا۔ اس کی موت بھی تاناشاہ کے مقابل میں ہوئی۔ پھر اسلام بادشاہوں کے افعال کا ذمہ وار نہیں ہے۔ مسلمانوں نے بھی غلطی کی کہ معترضین کے مفتریات کو تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اسلام دلی محبت واخلاق سے حق بات ماننے کا نام ہے۔ اسی لئے اسلام میں جبر نہیں۔ یہ آیت ضروری یاد رکھنی چاہیئے۔ اسلام میں ہرگز اکراہ نہیں۔ چنانچہ پارہ گیارہ رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے۔ ولو شاء ربک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعًا۔ افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین۔

قد تبین الرشد من الغی۔ رشد کہتے ہیں۔ اصابۃ الحق والصواب یعنے واقعی بات کو پا لینا اور حق تک پہنچ جانا۔ غی کہتے ہیں۔ اس حق وصواب کی جگہ سے رُک جانے کو۔ اسلام کے چند اصول بیان کرتا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

اس میں رشد وغی کو کیسا امتیاز سے بیان کیا ہے۔ فرمایا۔ شرک نہ کرو۔ وعید بتلایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کوئی حضرت مسیح کو پوجے یا امام حسینؓ یا سید عبدالقادرؒ جیلانی کو یا درخت یا تالاب۔ پہاڑ۔ جانور کو سب برابر ہیں۔ کیونکہ یہ سب چیزیں خادم ہیں۔ سخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض۔ پس جو مخدوم ہونے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی وہ تمہاری معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ انجیل وید۔ ژندوستا بدھ کی تعلیم میں ہیں نے عظمت الٰہی کی یہ راہیں ہرگز نہیں پائیں۔ قرآن کا ایک ایک رکوع مسلمانوں کو توحید کا سبق دیتا ہے۔ پھر بھی اگر یہ شرک میں گرفتار رہیں تو ان کی بدقسمتی۔ کیا خوب فرمایا۔ ابغیکم الٰھًا وھو فضلکم علے العالمین۔ تم خود جہان والوں سے افضل۔ اور پھر انہی میں سے کوئی چیز تمہاری معبود بنے؟

پھر اسلام میں عام اخلاق کی نسبت دیکھو۔ کہ شراب سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا۔ کیونکہ یہ سب برائیوں کی جڑ ہے ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس نے کہا وصل کی شرط ہیں اس بت کی پرستش کرو۔ (۲) خاوند کو قتل کر دو۔ شراب پی لو۔ اس نے کہا کہ ایک شراب پینا مان لیتا ہوں۔ باقی بہت خوفناک گناہ کے افعال میں نہ کروں گا۔ جب شراب پی۔ تو پھر دوسری چیزوں کا بھی مرتکب ہو گیا۔

اسلام کا تیسرا اصول۔ پردے کی تعلیم ہے۔ میں نے کسی کتاب میں جو خدا کی طرف سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ تعلیم نہیں پائی۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم اور قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن مومن مرد اور عورتیں نیچی اور نیم باز نگاہیں رکھنے کی عادت ڈالیں۔

دیکھا۔ جامع الاثم (خمر) اور حبائل الشیطان (عورت) سے کس طرح روکا پھر نماز کی تاکید کی۔ جو شخص پانچ نمازوں کا پابند ہے۔ وہ کبیرہ گناہ شراب وغیرہ کا ارتکاب بھی نہیں کریگا۔ پھر اسلام میں مال حرام کی ممانعت کی۔ شراب وغیرہ کا پینا مال کثیر پر موقوف ہے۔ اور مال کثیر زیادہ تر طریق حرام ہی سے آتا ہے۔ اس لئے منع کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اللھم ارزق آل محمد قوتاً۔

پھر اسلام میں جزا و سزا کا مسئلہ ہے۔ یہ بھی کل گناہوں سے روکنے والا ہے۔ پھر اسلام کا یہ اصل کہ وہ تمام پسندیدہ امور کے کرنے اور قبیحہ امور کے نہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ

علیہ وسلم ایک موقعہ پر فرمائے تھے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

ایک قوم نے اپنا سفیر واسطے تحقیق دین اسلام کے بھیجا تھا۔ وہ یہ کلمہ سنتے ہی واپس گیا اور اپنی قوم سے جاکر کہا سب مسلمان ہو جاؤ۔ وہ حیران ہوئے تو اس نے بتایا کہ جس مذہب کا اصل امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو وہ کیونکر برا ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس میں نہ داخل ہونے والا برا ہی۔

فمن یکفر بالطاغوت۔ طاغوت طغووت سے نکلا ہے۔ حد بندی سے آگے بڑھنے والے کو طاغی کہتے ہیں۔ سیلاب کو بھی طغیانی اسی لئے کہتے ہیں کہ پانی ندی کی حد مقررہ سے باہر نکل کر اچھلتا ہے۔

شریعت نے ہر بات کے لئے حد رکھی ہے۔ پس جو اس حد سے نکلا ہے وہ طاغی ہوا۔ اور جو تمام حدبندیوں کو توڑ کر نکل جاوے وہ طاغوت کہلاتا ہے پس جو حضرت حق سبحانہ کا جو منزہ ہے۔ تمام عیوب و نقائص سے اور جامع ہے کمالات و خوبیوں کا۔ فرمانبردار ہو۔ تو فقد استمسک بالعروۃ الوثقی اس نے بڑی مضبوط پکڑنے کی چیز کو پکڑا عروہ کہتے ہیں پکڑنے کی چیز کو۔

اللہ ولی الذین۔ اللہ جو سمیع علیم ہے اس کی پہچان کیا ہے فرماتا ہے کہ وہ مومنوں کا والی بن جاتا ہے۔

اب مومنوں کی پہچان بتاتا ہے کہ وہ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتے جاتے ہیں۔ ظلمت کیا ہے جس میں تمیز نہ رہے روشنی کیا ہے جس میں تمیز ہو سکے۔ معمولی روشنی سورج کی ہے پھر اس سے بڑھکر نور طب ہے جس سے انسان کے اندرونی امراض معلوم ہوتے۔ پھر اس سے بڑھ کر نور فلاسفہ ہے۔ کہ وہ خط و خال سے۔ بال سے۔ آواز سے۔ ناک سے۔ ہونٹ سے کسی کے اخلاق پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔ پھر جن کو اس سے بھی بڑھ کر انوار دیئے جاویں وہ مومن ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اتقوا من فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ پس مومن ہونے کا نشان ہے۔ کہ اس انسان کی قوت متمیزہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے۔ اور اپنی حالت میں دن بدن نمایاں تبدیلی پاتا ہے۔

ظلمتیں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک رسم کی۔ مثلاً شادی آگئی۔ اب رسم کہتی ہے کہ دس ہزار روپیہ خرچ کرو۔ اب گھر میں

تو اپنے روپے ہیں نہیں۔ پس ساہوکاروں کے پاس جاتا ہے۔ وہ سود مانگتا ہے خدا فرماتا ہے جو سود دیتا یا لیتا ہے۔ وہ خدا سے جنگ کرتا ہے۔ پھر اسی طرح بڑھتے بڑھتے ایک گناہ سے کئی گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

پھر عادت کی ظلمت ہے۔ یہ عادت بڑی بلا ہے جس چیز کی عادت پڑ جاوے وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بعض کو قصہ سننے کی دھت ہوتی ہے بعض کو ناول پڑھنے کی بعض کو چاء پینے کی حقہ پینے کی پان کھانے کی

پھر ظلمت سے شہوت۔ حرص غضب سستی۔ کاہلی۔

پس یہ بات یاد رکھو۔ کہ جس تعلیم سے قوت ممیزہ بڑھے وہ سچی ہے۔

(رکوع ۳)

یہ تو میں پہلے بتا چکا ہوں۔ کہ اس ساری سورۃ کا مقصد دشمن سے مقابلہ کے لئے طیار کرنا ہے۔ اور اس کے ضمن میں تمام قسم کی سچائیاں اور فضائل اور تقوٰی کی راہیں بتا دی ہیں۔ اور یہ سمجھا دیا ہے کہ کامیابی کی سچی راہ کا پاک اصل صرف تقوٰی ہے۔ یومنون بالغیب الی اولئك هم المفلحون سے اس مضمون کو شروع کیا ہے۔ اور یہاں اب بتایا جاتا ہے کہ بہت سے شریر لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے پاک بندوں سے جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ بندے اگرچہ کمزور ہوتے ہیں۔ مگر اللہ عین وقت پر ان کی ایسی دستگیری کرتا ہے کہ دشمن دم بخود رہ جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور اس غریب جماعت کو ہلاک کر دونگا۔ مگر آخر وہ خود ہلاک ہوتا ہے۔ یہ مخالف نادانی سے انبیاء کے ہمراہیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں چنانچہ نوحؑ کے ماننے والوں کو اس کی قوم کے امراء کہتے ہیں۔ اراذلنا بادی الرأی پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعون نے یہی کہا الم نربك ولیدًا و لبثت فینا من عمرك سنین۔

کیا ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی۔ اور تو اپنی عمر کے بہت سال یہاں نہیں گذار چکا۔ اس کا جواب موسیٰ نے کیا خوب دیا۔ و تلك نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل۔ کیا یہ کوئی بڑی نیکی ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے۔ حالانکہ اس کی جڑ یہ ہے کہ تو نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ پس کیا ہوا۔ اگر ان کے ایک بچے نے تمہارے ہاں پرورش پا لی۔ اگر تم پرورش نہ کرتے تو کیا اس کے ماں باپ پر اس کی روٹی دو بھر تھی۔ غرض پاک لوگوں

اور ان کے اتباع کو یہ نادان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ ان کو مقابلہ میں ذلیل کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے حضرت ابراہیم کا قصہ بیان کیا ہے۔ آپ کی قوم مجوسیوں کی تھی۔ جو سورج چاند کی پرستش کرتے تھی۔ ان میں جس کو خدا نے حکومت دی تھی ابراہیم نے کہا کہ ربی الذی یحیی ویمیت۔ میرا رب ہی ہے کہ جو آبادی اور ویرانی کرتا ہی یہاں احیاء واماتت کے یقیناً یہی معنے ہیں غلطی کرتے ہیں وہ جو یہاں زندہ کرنے اور مارنے کے معنے لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ایک بے وقوف سے بیوقوف بھی عوئی نہیں کرتا کہ حیات وممات طبعی کا موجد میں ہوں۔ اس کے ثبوت میں ہم موت کے کئی معنے پیش کرتے ہیں۔ جو لغات عرب سے ثابت ہیں۔ موت کے ایک معنے ہیں نشوونما کے۔ چنانچہ فرمایا یحیی الارض بعد موتھا۔ اور احیینا بہ بلدۃ میتاً۔

(۲) احساس کا دور ہونا۔ قوی کا زوال جیسے اس آئت میں یالیتنی مت قبل ھذا۔ وکنت نسیاً منسیاً مرجانے کی دعا جیسے احادیث میں منع ہے ایسے ہی تورات میں بھی۔ پس مریم اپنے لئے موت کی دعا نہیں کر سکتی تھیں۔

(۳) زوال عقل۔ امن کان میتا فاحییناہ یعنے کم عقل۔ بے ایمان۔ انسانیت سے نابلد تھے آخر وہ انبیاء کی پاک صحبت سے عقلوں والے ہو گئے۔

(۴) حزن مکدر للحیاۃ۔ یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت۔ ہر طرف سے دکھ اور حیات کو مکدر کرنے والے آئینگے۔

(۵) نیند کے معنے۔ سونے کے بعد اُٹھے تو یہ دعا احادیث میں آئی۔ الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد اماتنا۔

(۶) قوت حیات کا بطلان۔ انک میت وانھم میتون۔

(۷) جن کا بدلہ نہ لیا جاوے۔ وہ بھی مردہ ہیں۔ سبعہ معلقہ کا ایک شعر ہے ؎

ان نبشتم مابین ملحتہ فالصاقب
فیھا الاموات والاحیاء

لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء۔ زندہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ ان کا بدلہ لیا جاویگا۔ غرض یہ موت کا لفظ متشابہ رنگ میں آیا ہے پس جو راسخ فی العلم ہوتے ہیں وہ مختلف المعانی الفاظ کو حسب موقعہ معنی کا لباس پہناتے ہیں۔

(۸) ترقی کے رک جانے کا نام بھی موت ہے

(۹) فقر کا نام بھی موت ہے۔

(۱۰) موت العقل۔ موت العلم اور ذلت کا نام بھی موت ہے۔ اوّل من مات ابلیس۔ پس یہاں حسب موقعہ موت کے معنے ویرانی کے ہیں۔

ابراہیم نے کہا کہ آبادی و ویرانی میرے رب کے اختیار میں ہے۔ وہ کافر بولا نہیں یہ کام بادشاہوں کے متعلق ہے۔ میں بھی بادشاہ ہوں۔ پس یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ سبحان اللہ انبیاء کی کیا عقل ہوتی ہے۔ فرمایا

ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب۔ نادان خیال تو کر تو اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ تم تو سورج کی پرستش کرتے ہو۔ اس وجہ سے کہ فصول وغیرہ کو اسی سے وابستہ سمجھتے ہو۔ اب اگر احیاء و اماتت (ویرانی۔ آبادی) تمہارے اختیار میں ہے تو گویا سورج تمہارا معبود نہیں بلکہ وہ تمہارے قبضہ اختیار میں ہے۔ پس اگر یہ بات ہے۔ تو تم اس کی چال پر ذرا حکومت دکھاؤ۔

جن لوگوں کو اس نکتہ چینی کی سمجھ نہیں آئی انہوں نے کہا کہ ابراہیم نے ان اللہ یاتی کہہ کر تبدیل استدلال کیا ہے اور صوفیوں نے یہ بتایا ہے کہ پہلی دلیل کو قوی کیا ہے یہ بات یاد رکھو کہ انبیاء کا طریق مباحثات میں یہ ہے کہ وہ اپنا آپ درمیان سے نکال دیتے ہیں۔ وہ جناب الٰہی کے حکم کے نیچے ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس لئے مناظر دل میں ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور وہ کافر بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

ایک بات یاد آئی کہ ابن صیاد کے پاس نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) گئے اور اسے کہا میرے دل میں کیا ہے۔ اس نے کہا۔ درخ۔ آپ کے دل میں یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ اس نے بتایا۔ کہ دخ کے متعلق کوئی مضمون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اخسأ فلن تعدو قدرک۔ ذلیل رہ اس سے نہیں بڑھے گا۔ مطلب یہ تھا کہ آئندہ ہم احتیاط کریں گے۔ جناب الٰہی کے حکم کے نیچے حسب دستور مناظرہ ہو گا۔ پھر تو کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔

او کالذی مر علےٰ قریۃٍ۔ اس آیۃ شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ انسان جب اللہ کے حضور کامل یقین سے دعا کرتا ہے تو وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

دعا میں تین مشکلات لوگوں کو پیش آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خدا کی خدائی اور اس کی حکمتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ قسم قسم کی خواہشیں کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ جب قبول نہیں کرتا۔ تو وہ نادانی سے دعا ہی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر انکی یہ دعائیں قبول

ہوں تو دنیا فنا ہو جائے۔ عورتوں ہی کو لو۔
وہ بچوں سے تنگ آکر انہیں کس طرح کوستی
ہیں۔ ایک عورت ایک نئی قسم کی بد دعا دیا کرتی
تھی۔ وہ یہ کہتی۔
"لوہے کا جھاڑو۔ لوہے کا جھاڑو"
مطلب یہ تہا۔ کہ ایسا صفایا ہو کہ کوئی نام و
نشان نہ رہے۔ اسی طرح گنوار۔ زمیندار
اپنے مویشیوں کے حق میں بد دعائیں دیتے
ہیں۔ ادہر فریق ثانی بہی۔ اب اگر دونوں کی
دعائیں خدا تعالیٰ سن لے تو ایک بہی نہ رہے
پہر دوسری بات یہ ہے۔ کہ دعا ایک محنت
ہے اور اپنے لئے ایک موت اختیار کرنا
ہے۔ دعا جب ایک خاص نقطہ تک پہنچتی ہے
تو اسے قبولیت کا جامہ پہنایا جاتا ہے بعض
لوگ ورے ورے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں
مگر یہ نہیں ہوتا تو گھبرا اٹھتے ہیں۔ پھر بعض
لوگ ایسے بہی ہیں۔ جو اس نکتہ معرفت سے
بے خبر ہیں۔ کہ دعا ضائع نہیں جاتی۔ بلکہ اگر
وہ مقصد حاصل نہ ہو تو اس کا فائدہ ضرور
ہے۔ کہ معاصی کے نتائج اور آنے والی
بلاؤں سے بچا لیتی ہے۔ یہاں ان آیات
میں جو مذکور ہے اس کی اصل یہ ہے کہ بنی
اسرائیل جب شرارت میں حد سے بڑھ گئے
تو خدا تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت
لیس دی۔ وہ بابل میں جلاوطن کئے گئے۔ پھر
جب انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ تو ان
میں حزقیل۔ عزرا۔ دانیال سے برگزیدہ پیدا
ہوئے۔ حزقیل نے ان کے لئے بہت دعائیں
کیں۔ اور گھبرا کر پکار اٹھے کہ اب یہ مردہ قوم
کب زندہ ہوگی۔ یہ ویرانہ کب آباد ہوگا۔
اللہ تعالیٰ نے ان کو رویا میں سب کچھ دکہایا
یہ ایک عام سنت اللہ ہے کہ جس بات کی تورات
میں تفصیل ہو۔ قرآن شریف اس کی طرف اجمالی
اشارہ کرتا ہے اور جس کا توریت میں مجمل بیان
ہو۔ قرآن شریف اسے مفصل بیان کرتا ہے
اس قصہ کو تورات میں خوب کھولا گیا ہے
وہاں حزقیل باب ۳۷ میں صاف لکھا ہے۔ کہ
آپ نے خواب دیکھا۔ ایک وادی میں ہڈیاں
بھری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نبوت
(پیشگوئی) کرو۔ جو سچ بات ہو اس کی مثالیں
بہت مل جاتی ہیں۔ چنانچہ اس طرز کی ایک
رویا ابو حنیفہ کی بہی ہے کہ آپ نے دیکھا
کہ حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر
میں ہڈیوں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ معبرین زمانہ
سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ رسول کریمؐ
کے سچے علم میں ایک بے خبری کا مرض آگیا تہا۔
آپ کے ذریعہ سے اب یہ دین از سرِ نو زندہ ہوگا
اماتہ اللہ۔ کے متعلق میں یہ بہی سنائے
دیتا ہوں۔ کہ بعض وقت نبی امت کا قائم مقام
ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو معراج میں دودھ اور شراب پیش کیا گیا تو آپ نے دودھ پیا تب جبرئیل نے بتایا کہ اگر آپ شراب پیتے تو تمام امت بدکار ہو جاتی ایسا ہی ایک مقام پر قرآن کریم میں آیا ہے "یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء" پہلے نبی سے خطاب ہے۔ مگر پھر آگے چل کر کھول دیا ہے کہ نبی قائم مقام امت ہے۔ پس اماتہ اللہ سے قوم کی ویرانی و تباہی مراد ہے جو ایک سو سال تک رہی۔ پھر وہ قوم از سر نو زندہ ہوئی

غرض حزقیل کو خدا نے وہ نظارہ رویا میں دکھایا۔ حزقیل اپنے قیاس سے یوم و بعض یوم کہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اسے سو سال بتاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی بتایا ہے کہ تم بھی سچے ہو۔ کیونکہ طعام و شراب پر سال نہیں گزرے۔ اور رویاء میں یہ بات ممکن ہے۔ چنانچہ سورۃ یوسف میں ایک ذکر ہے کہ بادشاہ نے چودہ سال قحط و سرسبزی کے ایک آن میں دیکھ لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ رویاء کا لفظ یہاں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین۔ انبیاء کے لئے خواب کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔

حضرت صاحب سے میں نے ایک دفعہ اس آیت کے معنے دریافت کئے تو آپ نے فرمایا۔ میں نے جناب الٰہی میں توجہ کی۔ تو مجھ پر یہی کھلا کہ وہ شخص واقعی مر گیا تھا۔ عرض کیا کہ پھر سو سال کے بعد اٹھنا کیا معنے؟ فرمایا۔ کہ انبیاء کو مرنے کے بعد ایک حیات دی جاتی ہے۔ ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے بھی فرمایا تھا۔ کہ میں چالیس دن کے بعد زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر عرض کیا کہ وہ آیت کس طرح بنے۔ فرمایا۔ کیا مردہ آیت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرعون کی نسبت فرماتا ہے لتکون لمن خلفک آیۃ" چونکہ میری طبیعت میں شرم و ادب بہت تھا اس لئے میں نے یہ نہ پوچھا کہ انظر الی طعامک و شرابک لم یتسنہ کا کیا مطلب ہوا۔

قاضی میر حسین صاحب نے بھی ایک معنے کئے ہیں۔ وہ اماتت کے معنے باستدلال آیت یاتیہ الموت من کل مکان۔ پریشانی و پراگندگی کرتے ہیں۔ اماتہ اللہ مائۃ عام سے یہ مراد ہے کہ حزقیل کو خدا نے سو سال تک غم اور پریشانی اور حزن مکدر للحیاۃ میں رکھا۔ بیس برس کی عمر میں حزن پیدا ہوا۔ یوروشلم تباہ ہو چکا تھا۔ ۷۰ برس تباہی رہی۔ ۳۰ برس میں آباد ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یوروشلم کو آباد کر دیا۔ تو عزرا نبی تشریف لائے۔ دیکھا کہ جہاں پانی نہ تھا۔ وہاں کھانے پینے کی تمام چیزیں تازہ بتازہ نو بنو دانہ کہ سڑی بسی) موجود ہیں۔ بلکہ مال مویشی اور سواری کے جانور بھی یہ معنے بھی کسی وقت دلچسپی سے خالی نہیں۔

وانظر الی العظام۔ یہ انی یحیی کہ اور کس طرح زندہ کریگا۔ کا عقلی جواب ہے کہ تم اپنی ہڈیوں ہی کو دیکھو۔ کہ اللہ انہیں آہستہ آہستہ کس طرح اٹھاتا ہے۔

جہاد میں اس قصے کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ خدا نے فرمایا۔ ویرانی اور آبادی میرے اختیار میں ہے۔ پس تم اپنے لوگوں میں سے کسی کے قتل ہو جانے پر حزن مت کرو تم اس پر کامل یقین کرو۔ وہ ہمیں ایک زندہ قوم بنا دیگا۔

میں نے ایک مشہور مفسر کو دیکھا ہے کہ اس نے عام کے معنے دن کے کئے ہیں۔ تو اس لحاظ سے مائۃ عام سے $\frac{1}{2}$ ۲ چلّے مراد لیتا ہے۔ جو حزقیل نبی کو دعا واضطراب میں جو ایک قسم کی موت تھی کاٹنے پڑے یہ معنے قاموس نے لکھے ہیں۔ مگر قاموس نے غلطی کھائی ہے۔ وہ لفظ دراصل عیام ہے جسے وہ عام سمجھا۔

اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔ یہ تیسری مثال بھی جہاد کے متعلق ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ جب اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے۔ تو ضرور اللہ اس کو ایک حیات بخشتا ہے۔ اور اسپر ایک فضل ہوتا ہے وہ اپنے سے رزق پاتا ہے ابراہیم جو حنفاء کے باپ تھے انہوں نے اس نظارہ کو دیکھنا چاہا۔ کہ اس عالم میں شہداء کسطرح زندہ کئے جاتے ہیں۔

کیف۔ سے کسی کا وہم ہو سکتا تھا۔ کہ شائد آپ مانتے نہ تھے۔ اِس لئے اس وہم کو سوال وجواب کے پیرائے میں دور کیا۔

اولم تؤمن۔ ایمان نہیں۔

قال بلیٰ۔ کہا کیوں نہیں۔

ولکن لیطمئن قلبی۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ دید وشنید میں فرق ہے میں نظارۂ قدرت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

فخذ اربعۃ من الطیر چار پرندوں کے لانے کا حکم دیا۔ چار کی تعداد اس لئے مناسب ہے کہ انسان کی بھی چار ہی خلطیں ہوتی ہیں۔

صرھن۔ صر کے عربی میں دو معنے ہیں ایک اپنی طرف مائل کرنا۔ ایک شعر یاد آگیا۔

وما صید الاخلاق فیھم جبلۃ
ولکن اطراف الرماح تصورھا

ابن عباس نے بھی اس کے معنے اماھن کئے ہیں۔ الیٰ کا صلہ بھی یہی معنے چاہتا ہے دوسرے معنے کچل دینے کے ہیں۔ میرے نزدیک کلام الٰہی میں جتنی وسعت ہو سکے کرنی چاہیئے۔ پس دونوں معنے صحیح ہیں۔

یاتینک سعیًا پہلے کے مطابق یہ مطلب ہے کہ جب تھوڑی سی ربوبیت کا یہ اثر ہے کہ تم ان کو اپنی طرف بلاؤ۔ تو تمہاری طرف دوڑتے آتے ہیں۔ تو پھر رب الارباب کے

بلانے سے کیوں نہ آئیں گے۔

دوسرے معنے کے لحاظ سے یہ مطلب ہے کہ خدا نے ان کو دوسرے عالم میں زندہ کیا اور یہ کیفیت کشف میں ابراہیم کو دکھا دی

(رکوع ۴)

مثل الذین ینفقون اموالھم۔ ان جنگوں میں ضرورت پڑتی تھی خرچ کی پس اس کی ترغیب دی۔ یہ بات یاد رکھو کہ انبیاء ما اسئلکم علیہ من اجرٍ ان اجری الا علی اللہ کا اعلان کرنیوالے ہیں جو داعی الی الحق ہوں ان کو کسی اجر کی ضرورت نہیں میں خود اپنی طرف دیکھتا ہوں کہ تمہیں درس دیتا ہوں۔ مگر کبھی میرے واہمہ میں بھی نہیں گذرا کہ کوئی اس کے عوض میں مجھے کچھ دے یا سلام تک بھی کرے۔ عبدالقادر جیلانی نے کخردلۃ علے حکم اتصال میں اپنے پاک دل کا بہت ہی سچا نقشہ کھینچا ہے گو احمق لوگوں نے اس کے شرک آمیز معنے لئے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ انہوں نے یہ بتلایا ہی کہ میرے نزدیک دنیا کی قدر ایک رائی کے دانے کے برابر نہیں مگر دنیا رائی میں نہیں آسکتی پس خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چندہ دینے والوں کو کچھ دلانے کے لئے۔ اللہ کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں۔ انہیں سے یہ بھی ایک راہ ہے جس کا ذکر پہلے شروع سورت میں "مما رزقنھم ینفقون" سے کیا۔ پھر "اتی المال علی حبہ" میں پھر اسی پارہ میں "انفقوا مما رزقنکم" سے۔ مگر اب کھولکر مسئلہ انفاق فی سبیل اللہ بیان کیا جاتا ہے۔ انجیل میں ایک فقرہ ہے کہ جو کوئی مانگے تو اسے دے۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے اس مضمون کو ۵ رکوع میں ختم کیا ہے۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کسی کو کیوں دے۔ سو اس کا بیان فرماتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خرچ کرنے والوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ جیسے کوئی بیج زمین میں ڈالتا ہے مثل باجری کے پھر اس میں کئی بالیاں لگتی ہیں۔

واللہ یضاعف لمن یشاء۔ بعض مقام پر ایک کے بدلے دس اور بعض میں ایک کے بدلے سات سو کا مذکور ہے۔ یہ ضرورۃ۔ اندازہ۔ وقت و موقعہ کے لحاظ سے فرق ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے دریا کے کنارے پر سردی کا موسم ہے۔ بارش ہو رہی ہے ایسی حالت میں کسی کو گلاس بھر کر دیدے تو کونسی بڑی بات ہے۔ لیکن اگر ایک شخص کسی کو جبکہ وہ جنگل میں دوپہر کے وقت تڑپ رہا ہے پیاس کی وجہ سے جان بلب ہو۔ محرقہ میں گرفتار۔ پانی دیدے تو عظیم الشان نیکی ہے۔ پس اسی قسم کے فرق کے لحاظ سے

اجروں میں فرق ہے۔ رابعہ کا ایک قصہ لکھا ہے کہ ان کے گھر میں ۲۰ بیس آدمی مہمان آگئے گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں۔ آپ نے اپنی جاریہ سے کہا۔ جاؤ کہ یہ فقیر کو دیدو۔ اس نے دل میں کہا کہ زاہد عابد بیوقوف بھی پرلے درجے کے ہوتے ہیں۔ دیکھو گھر میں ۲۰ بیس مہمان ہیں۔ اگر انہیں ایک ایک ٹکڑہ دے۔ تو بھی بھوکے رہنے سے بہتر ہے۔ اور ان مہمانوں کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ رابعہ کا کیا مطلب ہے۔ تھوڑی دیر ہوئی تو ایک ملازم کسی امیر عورت کی ۱۸ روٹیاں لائی رابعہ نے انہیں واپس دیکر فرمایا۔ کہ یہ ہمارا حصہ ہرگز نہیں واپس لے جاؤ۔ اس نے کہا نہیں میں بھولی نہیں۔ مگر رابعہ نے بہ اصرار کہا کہ نہیں یہ ہمارا حصہ نہیں ناچار وہ واپس ہوئی ابھی دہلیز میں قدم رکھا ہی تھا کہ مالکہ نے چلا کر کہا کہ تو اتنی دیر کہاں رہی یہ تو دو قدم پر اس کا گھر ہے ابھی رابعہ بصری کا حصہ پڑا ہے۔ چنانچہ پھر اسے ۲۰ بیس روٹیاں دیں جو وہ لائی تو آپ نے بڑی خوشی سے لے لیں۔ کہ واقعی یہ ہمارا حصہ ہے۔ اس وقت جاریہ اور مہمانوں نے عرض کیا۔ کہ ہم اس نکتہ کو سمجھے نہیں۔ فرمایا جب وقت تم آئے۔ تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں۔ میرے دل میں آیا۔ کہ آؤ پھر مولا کریم سے سودا کر لیں۔ اس وقت میرے مطالعہ میں یہ آیت تھی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ اس لحاظ سے دو کی بجائے بیس آنی چاہیئے تھیں۔ یہ ۱۸ لائی تو میں سمجھی کہ میں نے تو اپنے مولا سے سودا کیا ہے۔ وہ تو بھولنے والا نہیں۔ پس یہی بھولی ہے۔ آخر یہ خیال سچ نکلا۔ یہ بات واقعی ہے کہانی قصہ نہیں۔ میں نے خود بارہا آزمایا ہے۔ مگر خدا کا امتحان مت کرو۔ اس کو تمہارے امتحانوں کی کیا پرواہ ہے۔ خدا کے قول کا علم عام کھیتی باڑی سے ہو سکتا ہے۔ بیج ڈالا جاتا ہے تو اس کے ساتھ کیڑے کھانے کو موجود۔ پھر جانور موجود پھر ہزاروں بلائیں ہیں۔ ان سے بچکر آخر اس دانے کے سینکڑوں دانے بنتے ہیں۔ اسی طرح جو خدا کی راہ میں بیج ڈالا جاوے وہ ضائع نہیں جاتا۔

اب اس سوال کا جواب تو ہو گیا۔ کہ کیوں دے اب بتاتا ہے کس طرح دے؟ اوّل تو یہ کہ محض لابتغاء مرضات اللہ دے احسان نہ جتائے۔ بعض لوگ ملاں کو کہتے ہیں ہماری روٹیوں کا پلا ہوا یہ حد درجے کی سفاہت و کمینگی کی بات ہے۔ دوم کسی کو تکلیف نہ دے۔

ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

یہ خیرات کی برکات بتائی ہیں کہ مشکلات میں خیرات کرنے والے کو خوف اگر لاحق ہو تو وہ دور کیا جاتا ہے۔ اور پھر اسے حزن نہیں ہوتا۔ ایک مفسر نے سخت غلطی کی ہے جو اس آیت کی نسبت لکھ دیا ہے۔ کہ صرف صحابہ کے لئے تھی اب یہ بات نہیں۔

قول معروف و مغفرۃ۔ سائل سوال کرتا ہے۔ تو اس وقت چار مشکلات ہو سکتی ہیں۔ مسئول کے لئے یہ دو ہو کہ مثلاً جیب میں روپیہ پیسہ ہیں مگر دل دینے میں مضائقہ کرتا ہے۔ کئی عذرات سامنے آتے ہیں۔ کہ آمدنی کم ہے۔ فلاں فلاں خرچ درپیش ہے۔ پس دوں تو کیونکر دوں۔ احتیاج لازم حالی ہے۔ کنبہ بہت ہی یا پاس کچھ نہیں اور دل چاہتا ہے یا ظاہرداری کا تقاضا ہے کہ کچھ دے۔ اسی طرح سائل یا تو ایسا ہے کہ واقعی محتاج ہے یا وہ بطور پیشہ و عادت کے مانگتا ہے۔ جیسے کہ میں نے ایک عورت کو سونے کا زیور پہنے مانگتے دیکھا پوچھا تو کہا یہی ہمارا پیشہ ہے۔ گویا یہ چار صورتیں ہیں۔ اب اللہ ان کے لئے دو نکتے سکھاتا ہے۔ اگر مجیب میں ہے اور دے نہیں سکتا۔ تو کوئی اچھی بات ہی کہدے جو اس کے حق میں مفید ہو۔ ایسا ہی پاس کچھ نہیں تو قول معروف ہی اس کے بدلے میں کردے یہ مسئول کے لئے ہے اور سائل کے لئے قول معروف یہ ہے کہ اپنے آپکو سمجھائے باوجود ہونے کے کیوں سوال کرتا پھرتا ہے۔ اگر واقعی احتیاج سے سوال کرتا ہے تو بھی اپنے لئے قول معروف کرے کہ کیوں عجز اختیار کر رکھا ہے۔ کوئی پیشہ اختیار کرے۔ ایسا ہی اگر مسئول کے پاس ہے اور دیتا نہیں تو استغفار کرے کہ جود و سخا مثمر ثمرات طیبہ کیلئے شرح صدر عطا ہو۔ اگر پاس کچھ نہیں اور دینا چاہتا ہے تو بھی استغفار کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کشایش دے یا سائل کے لئے استغفار کرے۔ ایسا ہی وہ سائل جو ہے اگر باوجود مال کا مالک ہونے کے مانگتا ہے تو استغفار کرے کہ کیوں خواہ مخواہ ذلت میں گرفتار ہے۔ اگر واقعی ہے نہیں پھر بھی استغفار پڑھے۔ کہ اللہ اپنی جناب سے رزق دے۔ اور سوال کی ذلت سے بچا رہوں۔

غنی حلیم۔ اللہ کو اپنی ذات کے لئے صدقوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ وہ حلیم ہے۔ اور الصدقۃ تطفی غضب الرب ؎

ربوۃ۔ اس کے معنے بعض مترجموں نے غلطی سے اونچی جگہ یا ٹیلا کے کئے ہیں یہ غلط ہے۔ یہ ربو سے ہے جس کے معنے ہیں

بڑھنا۔ پس ربوہ اس زمین کو بولتے ہیں جس میں سے بیج جلد نکل آوے۔ اور بہت کثرت سے پھولے پھلے۔ پنجاب میں ایسی زمین کو نیائیں بولتے ہیں۔ اور پہاڑوں کے قریب بچوہ۔

وابل۔ پورا مینہ۔

ضعفین۔ معمول سے بہت بڑھ چڑھ کر۔ تثنیہ کبھی کثرت کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے لبیک، سعدیک۔ فارجع البصر کرتین۔

تثبیتاً من انفسہم۔ کسی کے کہنے سننے سے نہ ہو۔ فوری جوش نہ ہو بلکہ دل کے پکے ارادے سے ہو پہلے بتایا خرچ کیوں کرو۔ پھر بتایا خرچ کس طرح کرو۔ ریاء کے لئے نہ ہو۔ احسان نمائی اور تکلیف دہی نہ ہو۔ دلی محبت سے محض اللہ کی رضامندی کے لئے ہو۔ اب ایک دنیوی مثال دیتا ہے کیونکہ اللہ ہی پاک باتیں جو رسولوں کی زبان پر دنیا کو پہنچاتا ہے۔ اس کے نمونے دنیا میں رکھے ہوتے ہیں۔

ایود احدکم۔ اس آیت میں تمام درختوں میں سے نخیل و اعناب کا ذکر بالخصوص اس لئے کیا ہے کہ یہ بہت اعلیٰ قسم کے درخت ہیں۔ رسول کریمؐ نے مومن کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی ہے اس لئے کہ اس میں چند خاصیتیں ہیں اول تو یہ کہ اس کے پتے ہوا سے نہیں جھڑتے مومن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ قسم قسم کی مصیبتوں میں گھبرا نہ اٹھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھ پر بہت سی مصیبتیں یک لخت ٹوٹ پڑیں۔ میں جماعت کرانے لگا۔ الحمد کے آل تک پہنچا تھا۔ کہ حمد پڑھنے سے میری طبیعت نے مضائقہ کیا۔ میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ تو ایک قوم کا امام ہو کر الحمد پڑھنے لگا ہے کیا واقعی تیرا قلب شرح صدر سے اللہ کے حضور میں شکر گذار ہے۔ اس وقت بہت اضطراب کا وقت تھا۔ ایک طرف یہ خیال کہ مقتدی منتظر ہیں۔ دوسری طرف یہ کہ اگر نہیں پڑھتا تو مقتدیوں کو ابتلاء ہے اور اگر پڑھتا ہوں اور شرح صدر سے نہیں پڑھتا ہوں۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں قربان جاؤں اپنے مولیٰ کے معاً اس نے میری دستگیری کی اور سمجھایا۔ ہم کوئی مصیبت بھیجتے ہیں۔ اور اس پر اگر کوئی شخص صبر کرتا ہے تو ہم اسے بہتر سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔ پس ایک کوڑی ضائع کرنے سے پونڈ ملے تو رنج کی کونسی بات ہے۔ اب کیا معلوم کہ اس میں کس قدر انعامات میرے لئے مخفی ہیں۔

پھر مصیبتیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔

گناہوں کے عوض میں جو سزا مجھے ملنی
تھی وہ خدا جانے کس قدر تکلیف دہ ہوتی
پھر یہ مصیبت موجود جو ہے۔ اس پر بھی
شکر کا مقام ہے۔ کہ خدا اس سے بڑھ بڑھ
کر مجھے مصیبتیں پہنچا سکتا ہے۔ میری ناک
کٹ جاتی میں بے عزت ہو جاتا۔ تباہ ہو جاتا
کوئی عضو ہی جاتا رہتا۔ لڑکا ہی نافرمان
ہو جاتا۔ تو کس قدر دکھ کا موجب ہوتا۔

پس جب اس نے مصیبت پر انا للّٰہ
پڑھنے والے کو نعم البدل دینے اور عام
و خاص رحمتوں سے ممتاز فرمانے کا وعدہ
کیا ہے تو میں کیوں شرح صدر سے الحمد
نہ پڑھوں۔ اس کے بعد میں نے الحمد پڑھی
غرض مومن کو چاہیئے کہ وہ مصیبتوں میں گھبرا نہ اُٹھے

پھر کھجور میں ایک اور خاصیت ہے
کہ اس کے پھل سال بھر قائم رہتے ہیں اسی
طرح مومن ہر حالت میں دوسرے کے لئے
مفید بنتا ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص موسم
نہیں۔ تیسری بات کھجور میں یہ ہے کہ وہ غذا
کا کام بھی دیتی ہے اور شربت کا بھی۔ گٹھلی
گھوڑوں کو دیتے ہیں مقوی ہوتی ہے۔
اس کی لیف سے قسم قسم کی رسیاں اور باریک
تاروں سے بستر بناتے ہیں۔ پتوں کی چٹائیاں
فرش اور صندوق بنتے ہیں۔ شاخوں کی الماریاں
اس سے اتر کر انگور ہے۔ اس کا منقہ بھی
غذا اور شربت دونوں کا کام دیتا ہے۔
پھر اس کے پتے بھی مفید ہیں۔ گو عام طور
سے استعمال نہیں ہوتے۔ پھر وہ باغ بھی
ایسا ہو کہ اس میں نہریں بہتی ہوں۔

من کل ثمرات۔ سیب۔ سنگترے
فالسے۔ کیلے وغیرہا۔ غرض اس باغ پر ساری
عمر کا سرمایہ لگا جا چکا ہے۔ اور اب کوئی ارمان
باقی نہیں۔

اعصار۔ اب اس پر کوئی بلا آ جاوے
جو اسے دبوچ لے اور وہ جل بل کر خاک سیاہ
ہو جاوے تو کیسی بری بات ہے۔ اسی طرح
کوئی خیرات تو کرتا ہے مگر وہ ان ہدایات
کے مطابق نہیں کرتا جو حق سبحانہ نے بتائے۔
تو پھر سب خرچ اکارت جاویگا۔

ولا تیمموا الخبیث منہ۔ ایک قصہ
یاد ہے کسی ملاں کے پاس لڑکا دودھ لایا۔
اس نے کہا تم تو کبھی نہیں لائے آج کیا بات
ہے اس نے کہا کتا اس میں منہ ڈال گیا تھا۔

الشیطٰن یعدکم الفقر۔ بعض وقت
انسان کچھ دینا چاہتا ہے مگر دل میں طرح
طرح کے وسوسے اُٹھتے ہیں۔ کہ یہ یہ خرچ درپیش
ہیں۔ اگر اس طرح سخاوت کی تو پاس کچھ بھی
نہ رہے گا۔ ان کے متعلق فرماتا ہے کہ شیطان
تو یہ کہتا ہے مگر خدا فرماتا ہے کہ جو تم خلوص
قلبی سے خرچ کرو گے میں اسے بڑھا دوں گا۔

فحشاء۔ بخل کو کہتے ہیں۔ یہاں یہی معنے ہیں۔

یؤتی الحکمۃ۔ حکمت کی یہی باتیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ بعض نادان طبابت کو حکمت کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔

ویکفر عنکم سیئاتکم۔ صدقہ فروِ ردِ بلا ہے۔ ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہوا راہ میں اس نے کسی سے دو پیسے مانگے۔ سپاہیوں نے لینے دیئے کہ آخری وقت ہے معمولی بات پر کیا منع کرنا اس نے دو روٹیاں خریدیں اور آگے چل کر کسی مسکین محتاج کو دیدیں۔ ادھر اس کے گلے میں رسہ ڈالا گیا۔ ابھی تختہ نیچے سے کھینچا نہیں تھا کہ حکم آگیا کہ پھانسی ملتوی کرو کچھ تحقیقات باقی ہے۔ آخر الامر وہ رہا ہو گیا۔ دیکھا یہ دو روٹیاں آدمی کی جان بچا گئیں۔

(رکوع ۵)

قرآن شریف یہ بتا کر کہ کہاں سے دے اور کس مال کو خرچ کرے۔ اب یہ بتاتا ہے کہ کس کس کو دے۔

للفقراء الذین۔ سوال میں سے ایک تو وہ فقراء ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ جہاد سنانی ہو یا لسانی اور اس وجہ سے وہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض زمین میں کمانے کے لئے جدوجہد نہیں کر سکتے۔

بسیماھم۔ ان کی علامتوں سے شریعت نے قرائن کا بھی ایک علم رکھا ہے۔

الذین یاکلون الربوا۔ کمانے کی صورتوں میں سے ایک صورت کمانے کی جہاد کی بہت بھاری دشمن ہے اور وہ سُود ہے۔ ربوا کے بہت ہی خطرناک نتائج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ سود خواروں کے اخلاق ایسے خراب ہوتے ہیں۔ کہ ایک سود خوار کے آگے میں نے ایک فقیر کے لئے سفارش کی تو وہ کہنے لگے کہ پانچ روپے میں دے تو دوں گا۔ مگر میرے پاس رہتے تو سو برس میں سود در سود سے ۱۰ لاکھ ہو جاتا۔

لکھنؤ میں ایک سلطنت تھی وہ بھی محض سود سے تباہ ہوئی۔ پہلے ان کے مبلغات پرومیسری نوٹوں کے بدلے میں گئے۔ پھر وہ جنگ کرنے کے قابل نہ رہے اور آخر وہ وقت آیا۔ کہ یہ سلطنت برباد ہو گئی۔ میں نے چند مصنفین کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ ربوا کے معنے حضرت عمر پر بھی نہ کھلے۔ تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالےٰ نے یہاں تک تو فرما دیا۔ کہ فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اور یہ نہ کھولا۔ کہ ربوا کیا ہے۔ پھر ساہوکار جاہل سے جاہل زمیندار سب جانتے ہیں

کہ سود کیا ہے۔

یمحق اللہ الربوا۔ سود کو مٹاتا ہے اللہ۔ کیونکہ اس کو منع کر دیا۔

ویربی الصدقٰت۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اس طرح پر کہ ان کے دینے کا حکم دیا۔

(رکوع ۶ و ۷)

واتقوا یوماً ترجعون فیہ انسان کی فطرت میں جیسی محبت کی خواہش ہے ویسے ہی دکھوں میں اسے کسی راحت رسان ذریعہ کی آرزو ہے۔ پس اس تقاضائے فطری کے ماتحت حضرت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تم جناب الٰہی میں ضرور حاضر کئے جاؤ گے کیا تم نے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کی ہے؟ ایک ادنےٰ سفر میں بھی انسان اپنے اترنے کے مقام اور ضروریات سفر کا انتظام کر لیتا ہے۔ پس کیا اس لمبے سفر کے لئے بھی کبھی کوئی فکر دامنگیر ہوئی ہے؟ انسان اپنی حالت پر غور کرے کہ جب وہ تھوڑے مجمعے میں اپنی ہتک گوارہ نہیں کرتا تو کیا جہاں اولین و آخرین جمع ہونگے۔ وہاں اپنی ہتک گوارا کریگا۔ ہرگز نہیں۔

لا یظلمون۔ کسی قسم کی کمی نہ ہوگی

یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم جہاں میں ضرورت ہے روپیہ کی اور روپیہ کا حصول بعض کے نزدیک سود پر منحصر ہے فرمایا کہ جو سود لیتا ہے وہ اللہ سے جنگ کرتا ہے۔ ہاں لین دین کے معاملے میں کافی احتیاط ضروری ہے۔

کاتب بالعدل۔ یعنے کاتب کی تحریر عدالت سے وابستہ ہو اور قانون سلطنت کے ٹھیک مطابق ہو۔ ہم نے ایک دفعہ پانسو روپیہ دیا۔ اور جائداد کی رجسٹری نہ کرائی۔ چنانچہ وہ روپیہ بھی واپس نہ ملا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نورالدین نے دو گناہ کئے ایک تو یہ کہ اللہ کے حکم کیمطابق وہ رجسٹری داخل خارج نہ کرائی۔ دوم اپنے تساہل سے دوسرے کو گناہ کرنے کا موقعہ دیا۔ انہیں شاید ۵۰۰ روپیہ کی فکر ہے اور مجھے اس بات کی کہ یہی ۵۰۰ روپیہ گناہ کا کفارہ ہو جائے کسی اور شامت میں مبتلا نہ ہوں۔

کئی لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ وہ لکھواتے ہیں اور قانون سلطنت کے مطابق رجسٹری وغیرہ کرانے میں تساہل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی یہ ہمارے اپنے ہیں یا بڑے بزرگ ہیں۔ ان کی نسبت کیا خطرہ ہے۔ مگر آخر اس حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ اٹھاتے ہیں۔

کما علمہ اللہ۔ کما کے معنے ہیں کیونکہ علمہ اللہ۔ صحیح فرمایا۔ کیونکہ العد ہی فی دماغ

دیا اسی نے فہم دیا اسی نے آنکھیں دیں۔ کوئی کاتب کتابت نہیں کرسکتا مگر اللہ کے فضل سے اس لئے اپنی طرف منسوب فرمایا۔

بالحق۔ یعنے لکھواتے لکھواتے بیہودہ باتیں نہ لکھوائے۔

ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ۔ لاہور میں ایک شخص نے میری تقریر سُن کر مجھ سے کہا۔ کیا یہ باتیں آپ کی مجھے لفظ بلفظ یاد رہیں گی۔ میں نے سادگی سے کہا۔ نہیں۔ اس پر وہ بولا تب یہ حدیثیں وغیرہ سب نامعتبر ہیں کیونکہ جب دس منٹ کے بعد کوئی کلام لفظ بہ لفظ یاد نہیں رہ سکتا۔ تو پھر دوسو سال کے بعد وہ باتیں کیسے یاد رہ سکتی ہیں۔ حدیثیں تو تمام دوسو سال کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ میں نے اسے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک بھول جائے تو دوسرا یاد کرائے اس اصول کے مطابق ہم حدیثوں کے قدر مشترک کو لے لیتے ہیں۔

فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا۔ تم پر گناہ نہیں جو نہ لکھوا سکو اس سے معلوم ہوا کہ لکھنا بہر حال بہتر ہے یہ اس کلمہ سے خوب ملتا ہے فلا جناح علیہ ان یطّوف بھما۔ اس میں طواف واجب ہے۔

واشھدوا اذا تبایعتم۔ شافعی دکاندار معمولی سودوں میں بھی آس پاس کی دوکانوں کے لوگوں کو گواہ کر لیتے ہیں یا کم از کم علی مذہب ابی حنیفہ پکار اعلان کر دیتے ہیں۔

یضار۔ کاتب کو حق کتابت ضرور دینا چاہیئے۔ گواہوں کو بھی حرجانہ حسب حیثیت ان کی دینا چاہیئے۔

واتقوا اللّٰہ۔ اللہ کو سپر بناؤ۔ اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ علم دیگا۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے۔ کہ تقوے کا نتیجہ سچے علوم کا ملنا ہے ؀

(رکوع ۸)

یہ سورۃ بقر کا خاتمہ ہے۔ وہ بات جو میں نے ابتداء میں بیان کی تھی۔ اس کا اس میں بھی پتہ لگتا ہے کہ اصل غرض اس سورۂ کریمہ کی اعلان جہاد ہے۔ چنانچہ وانصرنا علی القوم الکافرین میں اس مطلب کو ظاہر کر کے ختم کر دیا۔ "انعمت علیھم" میں بتایا کہ بعض منعم علیہم۔ مغضوب بھی بن جاتے ہیں چنانچہ وہ بنی اسرائیل جن کی نسبت فرمایا اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم انہی کی نسبت باؤ بغضب من اللہ فرمایا۔ دوسرے رکوع میں فرمایا کہ منعم علیہم کی کیا صفات ہیں اور مغضوب علیہم اور ضالین کا انجام کیا ہے۔ پھر منعم علیہم میں سے ابراہیم اور اسباط کا ذکر کیا۔ پھر جہاد کے لئے آیات فرمائیں اور قاتلوا میں اس کی تصریح کر دی چونکہ جنگوں

میں جوش کے لئے شراب اور خرچ کے لئے
میسر کا طریق تھا۔ اِس لئے اس کی نسبت احکام
صادر فرمائے اور لڑائی میں بعض بیوہ ہوئیں
بعض یتامیٰ۔ کچھ خانگی تنازعات پیش آئے۔
اِس لئے ان کے بارہ میں ضروری احکام بتا
دیئے۔ پھر بتا دیا کہ تم ایسے نہ بننا جیسے موسیٰ
کے ساتھی تھے۔ اور نہ ایسے جیسے طالوت
و داؤد کے زمانے میں بعض ہوئے اسی ضمن
میں انفاق کی تاکید فرمائی اور بتایا کیوں دے۔
کیا دے کہاں سے دے کس طرح دے۔
پھر اسی صورت میں توحید۔ نماز۔ روزہ۔
حج۔ زکوٰۃ اور تمام انسانی فضائل ورذائل
کا بیان فرمادیا۔ گویا یہ سورت ایک جامع
سورت ہے اب اخیر میں بیان فرمایا کہ
للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض
ان تمام ملکوں پر ایک وقت آتا ہے۔ کہ
حکومت الٰہیہ ہو جاوے گی۔

یحاسبکم بہ اللہ۔ دوسرے مقام
پر فرمایا اقترب للناس حسابھم۔ محاسبہ
کا بھی ایک دن ہوتا ہے۔

فیغفر لمن یشاء

مَنْ میں عموم ضروری نہیں۔ معرفہ بھی
ہوتا ہے۔ یہاں بتا دیا ہے کہ مغفرت انکو
ہوگی۔ جو یومنون بما انزل الیک کے
مصداق ہیں۔ کیونکہ وہی مفلحون ہیں۔ اور
عذاب ان کو ہوگا۔ جو ان الذین کفروا
سواءٌ علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم
کے مورد ہیں۔

کل اٰمن باللہ

اللہ اس ذات سے مراد ہے جو تمام عیبوں
اور نقصوں اور بدیوں سے منزہ تمام خوبیوں
اور کمالات کی جامع اور ہر طرح کی نیکیوں
سے متصف ہے۔

چونکہ ایک معمولی بزرگ سے تعلق اس
بات کی تحریک کرتا ہے کہ میں بھی نیک بن
جاؤں۔ تو پھر جس کا تعلق ایسی ذات سے
ہوگا۔ وہ کیوں نہ پاک بنے گا۔ ایمان باللہ
کا یہی فائدہ ہے۔

وملائکتہ۔ بارہا بتا چکا ہوں۔ کہ
انسان کو جب نیک تحریک ہو تو اسی وقت
کرے کیونکہ وہی وقت اس نیکی کے کرنے کا
ہوتا ہے۔ اگر ذرا بھی سستی کیجاوے تو نتیجہ
اچھا نہیں ہوتا۔ ان اللہ یحول بین
المرء وقلبہ۔

جب ایک فرشتے کی تحریک مانی جاوے
تو پھر آہستہ آہستہ بہت فرشتوں سے تعلق
پیدا ہوتا ہے اور بالآخر ان تمام کے سردار
جبرئیل سے اور اس کے ذریعے سے وہ
علوم اترتے ہیں۔ جن کا تعلق قلب سے ہے
اور میکائیل کے ذریعے وہ علوم جن کا تعلق

دماغ سے ہے۔ ان سرداران ملائک سے تعلق بڑے لوگوں کا ہوتا ہے جو ان سے کم ہے وہ کتب الہٰیہ پڑھیں۔ پھر ایک وہ ہیں جو پڑھنا بھی نہیں جانتے۔ ان کے لئے رسل ہیں۔

غفرانک ربنا

انسان جزع فزع میں بے صبری سے شہوت وحرص کے سبب حضرت حق سبحانہ کے فیضان سے رک جاتا ہے۔ اسواسطے استغفار کا حکم دیا۔ تمام لوگوں پر ایک وقت قبض وکسل کا آتا ہے اس کے دور کرنے کیلئے یہ حکمی علاج ہے۔ فقہاء ائمہ میں سے ایک امام کا یہ مذہب ہے (جو مجھے بھی پسند ہے) کہ اللھم انی اعوذ بک من العجز والکسل کی دعا واجب ہے آج کل مسلمان یا تو عجز میں گرفتار ہیں یا کسل میں۔ عجز کہتے ہیں اسباب مہیا نہ کرنے کو اور کسل کہتے ہیں اسباب مہیا شدہ سے کام نہ لینے کو۔ ان کو چاہئیے کہ وہ کسل چھوڑ دیں۔ جس کے اسباب میں سے ایک کبر وغرور خود پسندی بھی ہے۔

لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا

عیسائی کہتے ہیں کہ شریعت کا نزول ہمارے عجز کے ثبوت کے لئے ہے ایسی ہی کئی اور لوگ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ شریعت پر عمل نا ممکن ہے اس لئے فرمایا۔ کہ ہم کوئی حکم ایسا نہیں دیتے جو انسان کی مقدرت وسعت استطاعت کے مطابق ہو۔

لہا ما کسبت

جو کچھ عمل کرے اس کا فائدہ بھی اسی عامل کے لئے ہے۔

وعلیہا ما اکتسبت

ہر مصیبت کی جڑ انسان کی نافرمانی ہوتی ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ پھر بھی بعض گستاخ لوگ اپنے دکھوں کو خدا کے ذمے لگاتے ہیں۔

ربنا لا تواخذنا

حدیث میں آیا ہے اس دعا کا نتیجہ تھا۔ کہ نسیان پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ خطاء کی مثال یہ ہے کہ بندوق ماریں ہرنی کو۔ اور لگ جائے انسان کو۔

اصرًا

اصر کیا چیز ہے۔ اصر کے معنے غفلت کرنے کی وجہ سے کئی انسان شریر ہو گئے۔ پھر اسی اصر کے معنے نہ سمجھنے سے تقدیر کے مسئلے میں غلطی لگی۔ اصر کے معنے ہیں ایسے فعل کا ارتکاب جس کے بعد انسان سست وکاہل ہو جائے۔ اصر کہتے ہیں گرہ ڈالنے کو جس اٹھے۔ اصر نام ہے ایسے عہد کا جس کے توڑنے سے انسان خیرات کے قابل نہیں رہتا۔ پس اس کے معنے یہ ہوئے کہ اے

ہمارے مولا کریم ہم کو ایسے افعال کا مرتکب نہ کر جن کا یہ نتیجہ ہو کہ ہم تیرے حضور سے دھتکارے جائیں۔ جیسے کہ پہلے لوگوں نے بدذاتیاں کیں۔ معاہدات کا نقض کیا۔ اور مغضوب علیہم بنے۔ ہم نہ بنیں۔

انت مولٰنا

مولا جب خدا کے لئے بولا جاوے تو اس کے تین معنے ہیں۔

مالک۔ رب۔ ناصر۔

سُورۂ آلِ عمران

(رکوع نمبر ۱)

اس سورۂ شریف کا بعینہٖ وہی مطلب ہے جو سورۂ بقر کا ہے۔ اس سورۂ کا نام آلِ عمران ہے۔ یہ اِس لئے کہ اللہ تعالٰے نے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو موسٰی کے ساتھ بہت تشبیہ دی ہے اور موسٰے بھی آل عمران ہی تھے۔ ایک جگہ صریحاً فرمایا ہی انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ اور یہ ایک آئت ایک ایسی سورۃ میں ہے جسے مسلمان اپنی اغراض کے لئے بطور وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اسی آئت کے ساتھ فرمایا فکیف تتقون ان کفرتم۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آل عمران سے تشبیہ دینے میں بہت زور دیا ہے چنانچہ اسی لئے موسٰی علیہ السلام کا بیان قرآن مجید میں بار بار آیا ہے جس سے کم از کم میرے جیسا انسان نبی کریم ؐ کے حالات پیدائش سے لیکر موت تک نکال سکتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے حالات آپ کے اخلاق کیا تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کان خلقہ القرآن۔

یہ سورۃ بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہی۔ ایک اور سورۃ احسب الناس ان یترکوا بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے اور یہ سب مضامین میں مقاصد میں متحد ہیں۔

سورۃ آل عمران میں پچھلی سورۃ کی آئت کرُسی کا ایک ٹکڑا توحید کی یاددہانی کیلئے رکھ دیا ہے۔

نزل علیك الکتاب۔ اُتاری تم پر جامع کمالات تحریر۔

مصدقالمابین یدیہ۔ سورہ بقر میں بھی تین بار مصدق لما معھم آیا ہی لما معھم کی بحث تو بہت، دفعہ ہو چکی ہے یہاں لمابین یدیہ ہے یدیہ عربی زبان میں پیش پا۔ سامنے کی بات کو کہتے ہیں جیسی ایک مقام پر فرمایا۔ ہوائیں آتی ہیں تو پہلے ایک ٹھنڈا جھونکا آتا ہے بین یدی رحمتہ۔ چونکہ سورۂ بقر میں اولئك

هم المفلحون۔ لهم عذاب عظیم۔ اور
لاخوف علیهم ولاهم یحزنون
بہت سی پیشگوئیاں ہیں اس لئے یہ فرمایا
کہ ہم اس کے متعلق تورات میں بھی فرما چکے
ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو اس نبی کی مخالفت
کرینگے ہلاک ہو جاویں گے۔

هدی۔ ہدایت تھی۔ کہ مقابلہ نہ کرنا
ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

انزل الفرقان۔ معلوم ہوتا ہے
اس وقت فرقان ہو چکا تھا۔ فرقان کے
معنے قرآن شریف نے خود کئے ہیں۔ چنانچہ
فرمایا ہے یوم التقی الجمعان وہی جنگ
بدر جس میں اکابران مکہ مارے گئے۔

ان الذین کفروا۔ بعینہ وہی ترتیب
ہے جو سورۃ بقر میں تھی۔ وہاں عذاب عظیم
فرمایا یہاں شدید۔ عظمت کے ساتھ شدت
کو بڑھا دیا۔

واللہ عزیز۔ وہ عزت والا ہے
وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین
بس وہ اپنے رسول اور مومنوں کو ذلیل
نہ کرے گا۔

ذو انتقام۔ وہ اے یہودیو! تمہاری
شرارتوں کی ضرور سزا دیگا۔

ان اللہ لا یخفی علیہ۔ کہا جا سکتا
ہے کہ جو چیز ابھی نہیں ہوئی۔ اس کی نسبت
یہ کہاں سے اطلاعیں آپ کے پاس پہنچیں۔
فرمایا اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں سنریهم
آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی
یتبین لهم ..... انه الحق۔

هو الذی یصورکم۔ فرمایا کہ انسان
باریک در باریک کام کرتا ہے تو روشنی میں
کرتا ہے مگر ہم وہ ہیں کہ جتنا باریک کام ہے
اندھیروں میں کرتے ہیں۔ مثلاً تمہاری صورتیں
فی ظلمات ثلث پیٹ کے اندر رحم پھر رحم
کے اندر غشاء اس میں بناتے ہیں۔ جب ہم
اس کا علم رکھتے ہیں۔ کیا آئندہ کا علم کہ وہ
بھی ایک طرح کی تاریکی میں ہے نہیں رکھ سکتے

لا الہ الا هو۔ اگر غور کرو۔ تو اس
نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ کہ ساری صفات کاملہ سے
موصوف تمام بدیوں سے منزہ وہی معبود
بے مثال ہے۔

الحکیم۔ اس کا کوئی کام حکمت
سے خالی نہیں۔ پس اس کا کلام بھی پُر از حکمت
ہے ایسا نہ ہو کہ تم اپنی غلط فہمی سے اس
کی الٹی تاویلیں کرنے لگو۔ کوشش کے بغیر
کچھ نہیں ہوتا۔ والذین جاهدوا فینا
لنهدینهم سبلنا میں یہ سر بتایا ہے۔
کہ کلام الٰہی کے سمجھنے کیلئے کچھ ہمت چاہیئے

هو الذی انزل علیک الکتاب
اس نے تم پر جامع کمالات کتاب اتاری جس

میں بعض آیات تو محکمات ہیں وہ ام الکتاب ہوئیں۔ اور باقی بعض متشابہات۔ افسوس ہے امت نے تو یہاں علم کے حصول کا گر بتایا تھا یہ نہیں کہ فرحوا بما عندھم من العلم بلکہ واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ مگر یہ لوگ بجائے اس کے کہ اس لطیف کتاب سے فائدہ اٹھاتے اور بھی جھگڑے میں پڑ گئے۔ محکمات متشابہات کا مسئلہ بہت صاف تھا۔ مگر مسلمانوں کے اس بارے میں کئی فریق ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ یہ محکم ہے کسی نے کہا کہ یہ متشابہ ہے۔ کوئی تنزیہ کی آیتوں پر ایسا جما بیٹھا ہے کہ خدا کو محض لاشئے بنا دیا۔ علت العلل تو کہدیا۔ دوسری طرف تشبیہ والوں نے جو زور دیا۔ تو خدا تعالیٰ کا ایک جسم بنا دیا۔ میں نے ایک بڑے عالم سے پوچھا تھا کہ محکم و متشابہ آیت میں امتیاز کیا ہے تو اس نے کہا کہ کچھ گڑبڑ ہی ہے۔ جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔

میں تو اس کو بہت سہل سمجھتا ہوں میرے نزدیک ہر شخص کے لئے کوئی حصہ کسی متکلم کے کلام کا محکم ہوتا ہے یعنے جو خوب طور سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور کوئی حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے معنے سمجھنے میں دقتیں پیش آتی ہیں۔ اور بوجہ اس کے کئی محمل رکھنے کے کئی معنے ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص پر یہ حالت گزرتی ہے اللہ نے اس کے متعلق یہ راہ دکھائی ہے کہ جو آیات ایسی ہیں کہ جن کی خوب سمجھ آجائے اور تجربہ و عقل و مشاہدہ اس کے خلاف نہ ہو وہ تو محکم سمجھ لو۔ پھر وہ آیات جن کے معنے سمجھ میں نہیں آئے ان کے معنے ایسے نہ کرے جو ان محکم آیات کے خلاف ہوں۔

ہر متکلم جس کے ساتھ مجھے وابستگی ہے وہ کون۔ محدثین۔ صوفیاء کرام۔ حکماء عظام طبیعات کے ماہر۔ ان سب سے مجھے بہت محبت ہے۔ ان کے کلمات کو جب میں پڑھتا ہوں۔ تو بعض تو فوراً سمجھ میں آجاتے ہیں اور بعض وقت کلام کے سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اسے میں متشابہ سمجھتا ہوں۔ پھر جو محکمات ہیں ان کو کتاب کی جڑ سمجھ کر مصنف کے اصلی منشاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسکو حل کر لیتا ہوں۔ کئی ایسے کلام ہیں جو ایک وقت میرے لئے متشابہ تھے پھر دوسرے وقت محکم نظر آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض آیات خوب سمجھ میں آجاتی ہیں اور بعض کے معنے جلد نہیں کھلتے۔ اس کے لئے ایک گر بتایا ہے۔

اب فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ انہی متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں وما یعلم تاویلہ الا اللہ اللہ کے سوا اس کی حقیقت کس کو معلوم ہے یہاں وقف ہے ؎

والراسخون فی العلم۔ اب فرماتا ہے جن کو یہ خواہش ہے کہ وہ راسخ فی العلم ہو جاویں وہ محکموں کو سچا مان لیتے اور متشابہ کا انکار نہیں کرتے بلکہ کل من عند ربنا کہتے ہیں یعنی دونوں پروردگار کی طرف سے مانتے ہیں۔ پس وہ متشابہ کے ایسے معنی نہیں کرتے جو محکم کے خلاف ہوں۔ بلکہ ہر جگہ کل من عند ربنا کا اصول پیش نظر رکھتے ہیں کوئی آیت ہو اس کے خواہ کتنے معنی ہوں مگر ایسے معنے نہ کرنے چاہئیں جو محکم کے خلاف ہوں۔

دوسرا طریق دعا کا ہے وہ یوں بتایا کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا یعنے اے ہمارے ہمیں کجی سے بچالے یعنے قرآن کے معنے اپنی خواہشوں کے مطابق نہ کریں؛

وھب لنا من لدنک رحمۃ۔ اپنی خاص رحمت سے ممتاز کر وہ رحمت کیا ہے "الرحمٰن علم القرآن"

ربنا انک جامع الناس۔ پھر یہ سمجھا کہ جب معمولی مجلس میں ہتک گوارا نہیں کر سکتا۔ تو جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے وہاں کیونکر ذلت گوارا ہو گی۔ پس مجھے کسی غلطی میں نہ ڈال کہ قرآن کی کچھ مراد سمجھ کر میں عذاب میں گرفتار ہو جاؤں۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ ایک وعدہ الٰہی تو یہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ دوسرا الرحمٰن علم القرآن۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم دعا مانگنے والوں کو سمجھا دیں گے۔

(رکوع ۲)

ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم۔ سورۂ بقر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ جو لوگ تعلیمات الٰہیہ کے منکر ہیں۔ اول تو کلام الٰہی سنتے نہیں اور جو سن بھی لیں تو اس پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ اس تعلیم کا وجود و عدم وجود برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے اب اس کی تشریح فرماتا ہے کہ لوگ اس خیال سے کافر ہیں کہ مسلمانوں میں شامل ہونے کی وجہ سے ہمارے اموال میں نقصان ہو گا۔ یا ہماری اولاد خطروں میں پڑے گی۔ فرمایا نہ مال کام آئیگا نہ ہی اولاد۔

واولئک ھم وقود النار۔ اس نار سے مراد دنیا میں نار الحرب ہے۔ چنانچہ لکھا اوقدوا نارًا للحرب" میں نار کا ذکر ہے پھر آیت ان کنتم فی ریب مما نزلنا علےٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کے آخر میں فاتقوا النار التی وقودھا الناس

موجود ہے بس یہاں بھی وقود کا لفظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سامان مجتمع ہوتے رہیں گے کہ یہ جنگوں میں ہلاک ہو جاویں گے۔ یہ دنیا کی بات ہے آخرت میں کیا ہوگا۔

کدأب اٰل فرعون۔ جیسی فرعونی ایک چال چلے تو خدا بھی ان کے مقابلہ میں ایک چال چلا۔ اور پھر جو کچھ عاد و ثمود وغیرہ سے ہوا کیا ہوا؟

فاخذھم اللہ بذنوبھم۔ پکڑ لیا اللہ نے بدیوں کے سبب۔

واللہ شدید العقاب۔ اس عذاب کی وجہ بتا دی۔ عقاب عقب سے نکلا ہے۔ انسان جو نافرمانی کرتا ہے اس پر جو نتیجہ جنابِ الٰہی سے مرتب ہوتا ہے اسے عقاب کہتے ہیں۔

قل للذین کفروا ستغلبون۔ سورۂ بقر میں اولٰئک ھم المفلحون۔ اور فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ وغیرہ سے جو امر بتا آیا ہوں وہاں اسے کھولتا ہے کہ اے کفار تم عنقریب مغلوب ہوگے۔ اور یہ خطاب ہے مدینہ کے بے ایمانوں سے۔ مدینہ میں میں نے اس لئے کہا ہے کہ بدر کا واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے ہو چکا ہے۔ چنانچہ آگے آتا ہے۔

وتحشرون الی جھنم۔ قیامت کے متعلق قرآن مجید اربعہ متناسبہ سے کام لیتا ہے۔ مثلاً کوئی چیز ایک روپیہ کی سیر ہے تو چار روپیہ کی چار سیر ہوگی۔ جو نسبت پہلے کو دوسرے سے ہے وہی تیسرے کو چوتھے سے ہے۔ وہاں مدینہ میں سات قومیں مسلمانوں کی دشمن تھیں۔

بنو قینقاع۔ بنو قریظہ۔ بنو نضیر۔ اوس خزرج میں باہمی عداوت تھی۔ عیسائی ابو عامر کے ماتحت نواحی مدینہ غطفان اور مضر کا قبیلہ۔ مکّہ کے شریر لوگ جو تجارت کے بہانے سے کبھی مدینہ کی مغرب کی طرف نکل جاتے کبھی مشرق کی طرف سے اور قوموں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے پھرتے۔ تجارت کے ذریعے ایسی پولیٹیکل چالیں چلی جاتی ہیں۔ یہ سب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔ ان کی حالت کا نقشہ اور پھر ان کا انجام اس آیت میں ہے۔ وظنوا انھم مانعتھم حصونھم فاتٰھم اللہ من حیث لم یحتسبوا۔ اب دیکھئے یہاں پیشگوئیاں دو ہیں۔ ستغلبون اور تحشرون الی جھنم جب تغلبون دکھا دیا۔ تو تحشرون خود ہوگا۔

فی سبیل اللہ۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے۔

یرونھم مثلیھم رأی العین۔ کفار ایک ٹیلہ پر ۶۰۰ تھے اور مسلمان ۳۱۳۔ اور مومن کے لئے تو یہ آیت ہے اس لئے کہ

اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے ان یکن منکم الف یغلب الفین وان یکن مائتہ یغلب مائتین۔ تورات یسعیاہ ۲۱ باب ۱۵ آئت میں یہ پیشگوئی لکھی ہے اس اعتبار سے اہل کتاب کے لئے بھی بدر کا واقعہ آیت ہے۔

من یشاء۔ یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ من معرفہ بھی آتا ہے۔

زین للناس۔ یہ میں پہلے ایک موقع پر بیان کر چکا ہوں کہ زین کے دو فاعل آتے ہیں چنانچہ زین لھم الشیطان اعمالھم۔ میں گندی باتوں کا مزین شیطان کو بتایا ہے۔ اور حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم میں اللہ کو۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ کذٰلک زینا لکل امۃ عملھم۔ اکثر لوگ اس کا ترجمہ غلط کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی مذہب کے بزرگ کو برا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالیاں دینگے۔ پھر فرمایا دیکھو ہم ہر قوم کے لئے وہ کام جو اُن کو کرنا چاہیئے کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ اور زین مجہول رکھا ہے۔ تاکہ حسب موقعہ و محل دو طرفہ لگ سکے۔

حب الشھوات۔ ایک خواہش ہوتی ہے۔ دوسرا اس خواہش کا پسند کرنا چنانچہ انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی کے معنے ہیں گھوڑوں کی محبت کو میں پسند کرتا ہوں

اس آئت میں عام انسانی فطرت کو بتایا ہے کہ کوئی جمال پر لٹو ہے۔ کوئی جلال پر۔ کوئی آن پر۔ کوئی اولاد پر۔ کوئی سونے چاندی پر کوئی گھوڑوں پر۔ مگر یہ سب ورلی زندگی کا سامان ہے

اؤنبئکم۔ بناء سے ہے جس کے معنے عظیم الشان بات۔

الذین اتقوا۔ متقی بننا بڑی قربانی چاہتا ہے۔ امام غزالی نے مناظرہ میں ۵۶ کبیرہ گناہوں کو لکھا ہے۔ اور ایک جگہ یہ بتایا ہے کہ قطب کے دل سے جو آخری گناہ نکلتا ہے۔ وہ کبر ہے۔

ورضوان من اللہ۔ "السابقون الاولون من المھاجرین والانصار" کے اخیر میں لکھا ہے۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ جس سے معلوم ہوا۔ مہاجرین وانصار کو رضوان من اللہ کا سرٹیفکیٹ مل گیا تھا۔

واللہ بصیر بالعباد۔ انسان نگرانی میں غلطی بھی کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ بہت عمدہ نگران حال ہے۔

الذین یقولون ربنا۔ متقی کی تعریف سورۂ بقر میں ہے۔ یومنون بالغیب یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ جو لوگ یہ تین صفتیں نہیں رکھتے یعنے غیب پر ایمان۔ دعا مانگنے کی عادت۔ کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرنا وہ کبھی ہدایت نہیں

پاتے۔ پھر لیس البر میں اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ اب یہاں بھی متقی کی کچھ صفتیں بیان کرتا ہے

اول تو یہ کہ وہ دعا مانگتے رہتے ہیں اپنی کمزوریوں کی حفاظت خدا سے چاہتے ہیں۔ استغفار تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ پس تم ان سے بڑھ کر نہیں ہو کہ استغفار سے مستغنی ہو

وقنا عذاب النار۔ نار الحرب۔ نار جہنم دونوں سے۔ لڑائیوں کی ابتداء بھی نار سے ہوتی ہے۔ اور انتہاء بھی پہلی غضب اٹھتا ہے وہ بھی آگ ہے۔ پھر لوگوں کو ساتھ ملانے کے لئے مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اس میں بھی آگ ہے۔ پھر توپ۔ بندوق۔ تار پیڈو۔ یہ تو سب نے دیکھی۔ پس اسی طرح انجام شریر کا نار جہنم ہے۔

الصّابرین۔ متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت وتحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدرت سے باہر ہو۔ اسی لئے لایکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعہا فرما چکا ہے۔ ایک رئیس تھا۔ اس کے حضور میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے گالی دی ہے۔ اُسے بلایا گیا۔ رئیس نے اس آدمی کو سخت گالیاں دیں۔ جو اس کی شان سے بعید تھیں۔ اخیر اس حاکم نے اس سے پوچھا تم نے اس آفیسر کی کیوں بے عزتی کی۔ تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی پھر مجھ میں تاب حوصلہ نہ رہی۔ رئیس نے کہا کہ صبر کی طاقت تو تجھ میں ہے۔ دیکھو میں نے بھی تجھے گالیاں دیں اور تم چپکے سنا کئے۔ اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاوے۔ صبر کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے تئیں روکنا۔ غیظ وغضب سے شہوات سے حرص وآز سے۔

الصادقین۔ راستباز

القانتین۔ فرمانبردار

والمستغفرین بالاسحار۔ لوگوں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ تہجد صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی یا دوسروں پر بھی۔ اس آیت سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ استغفار اسحار میں متقی کا فرض ہے۔

شھد اللّٰہ۔ یہ گواہی انبیاء نے دی ہے۔ پھر ان کے متبعوں نے سنی ہے۔ خود خدا بولا ہے اور اس نے اپنی زبان سے فرمایا کہ میں یگانہ معبود خلائق ہوں۔ میں خود بھی گواہ ہوں کہ اللہ نے اپنی ذات کی نسبت گواہی دی۔ اس نے مجھے فرمایا من جمع القرآن فقد نصر نصان۔ نصن کے معنے میں نہیں جانتا

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام۔ میں

نے دنیا کے بہت سے مذاہب کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ ان کی الہامی کتابوں میں ان کے مذہب کا کوئی نام نہیں۔ مگر اللہ نے ہمارے لئے جو دین پسند کیا اس کا نام اسلام بتلایا اور فرمایا کہ وہ دین جو خدا کے حضور پسندیدہ ہے وہ یہی ہے کہ فرمانبرداری ہو۔ حضرت نوح آ گئے تو ہم تابعدار ہیں۔ پھر ابراہیم آئے۔ ہم فرمانبردار ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا دور ہی ہم مطیع فرمان ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہم ان کے غلام ہیں۔ پس یہی سلامت روی کی راہ ہے۔ یہ نظارہ گورنمنٹ کی ظاہری سلطنت میں بھی نظر آتا ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جاتا ہے دوسرا آتا ہے۔ رعایا کو کسی خاص شخص سے وابستگی نہیں بس جو آیا اس کے وہ مطیع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ کہتے ہیں۔ بہت ناپسند کیا ہے۔ مسلم وہی ہے جو سب انبیاء و اولیاء و خلفا کا تابع فرمان ہو۔

الا من بعد ما جاءھم العلم انہوں نے خلاف ورزی کی۔ مگر اس کے بعد جب ان کے پاس علم آ چکا۔ میرے عقیدہ کے مطابق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک آیت تھا۔

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

آپ کے اقوال آپ کے افعال آپ کے پاس بیٹھنے والے۔ آپ کے دوست آپ کے آشنا آپ کے کارکن آپ کی تعلیم آپ کی کتاب ان سب کو جب میں دیکھتا ہوں۔ تو زبان بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ وہ ایک بے نظیر رسول تھا قوم کا ایک مدبر آیا۔ آپ فرما رہے تھے امر بالمعروف کرو اور نہی عن المنکر وہ یہ بات سنتے ہی بھڑک اٹھا۔ اس نے جا کر قوم کو کہا کیا تم پسندیدہ امور کرنا چاہتے ہو یا نہیں وہ بولے ہاں۔ کیا تم ناپسندیدہ سے رکنا چاہتے ہو یا نہیں۔ کہنے لگے ہاں۔ اس پر وہ بولا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں آ جاؤ۔ کہ وہ بھی یہی فرماتا ہے۔

اسلمت وجھی۔ سپرد کر دیا ہے اپنی تمام توجہ کو۔

ومن اتبعن۔ دیکھو باطن کا حال کسی کو معلوم نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس زور سے کہتے ہیں۔ کہ اے یہودیو! اے نصرانیو! سنو کہ جیسا میں جان و دل سے خدا کا فرمانبردار ہوں۔ ایسا ہی میرے تابعدار فرمانبردار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ظالم و فاسق ہوتا جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہیں تو کیا آپ یہ دعویٰ سے کہہ سکتے۔ اسی مضمون کی آیت سورہ بقر میں بھی ہے۔

نحن لہ مسلمون۔

ان الذین یکفرون بایات اللہ۔ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اللہ کی آیات ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود آپ آئت ہیں آپ کے ساتھی آئت ہیں۔

یقتلون النبیین بغیر حق۔ پس آپ کے ساتھ جو مقابلہ کرتی ہیں وہ درحقیقت سب انبیاء سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیونکہ آپکی نبوت میں تمام انبیاء کی نبوت کا ثبوت موجود ہے۔

فبشرھم۔ ایسا کھول کھول کر اس بات کو بیان کر کہ اس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاوے۔ سورہ بقر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ ذٰلک بانھم یکفرون بایات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق۔ میں اس آئت کے یقیناً یہی معنے سمجھتا ہوں۔ کہ نبی کریمؐ کا مقابلہ گویا سارے جہان کے نبیوں کا مقابلہ ہے اور ان کے قتل کی تجویزیں گویا تمام انبیاء کے قتل کے برابر ہے۔ بلکہ آجکل کے جو انصاف سے حکم کرنے والے ہیں یعنے صحابہ جن کی تعریف میں آیا ہے۔ واولوا العلم قائماً بالقسط اور یامرون بالقسط ان سب سے مقابلہ کی ٹھانی ہے۔

اولئک الذین حبطت اعمالھم۔ ان کو کھول کر سنا دو کہ تمہاری تمام تجویزیں اور منصوبہ بازیاں ناکام رہ جاویں گی۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر۔ پھر ان کے دشمنوں کا جو حشر ہوا وہ سب نے دیکھا۔ اس کے بعد ابو بکرؓ کے مقابلہ میں جو لوگ اُٹھے وہ بھی ناکام رہے۔ جب دنیا میں یہ حالت ہوئی تو بس آخرت میں بھی ضرور یہی ہوگی۔

وما لھم من ناصرین۔ یہود کی قوم اس کا ثبوت موجود ہے۔ کسی ملک میں انکو سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔ جہاں جاتے ہیں جلا وطن کئے جاتے ہیں۔ کوئی آدمی انکی پیٹھ بھرنے والا نہیں۔ سورہ بقر میں بھی اسی مضمون کی آئت آئی۔ دیکھو رکوع ۱۰ پارہ اوّل اولئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ فلا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینصرون۔

ثم یتولی فریق منھم۔ قصہ تو یہودیوں کا بیان ہو رہا ہے مگر مسلمانوں کو اس سے عبرت لینی چاہیئے۔ ان کی حالت بہت کمزور ہے۔ پہلی بات یہ کہ باہم محبت نہیں دوم یہ کہ عورتوں کے حقوق کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ عورتوں کے اقرباء کو جو حقوق دے رکھے ہیں وہ گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً سسر ایسری۔

سالا۔ پھر جس کی امید پر عورتوں کے حقوق وراثت چھینتے ہیں۔ کیا ان کے انجام کی خبر ہے لا تدرون ایّہم اقرب لہم نفعًا۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے۔ پس ایک انسان کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ رشتہ دار مجھے زیادہ فائدہ دیگا۔ چوتھے خود غرضی و تکبر بیں بہت بڑھ گئے ہیں۔

غرّہم فی دینہم ما کانوا یفترون۔ بناوٹی قصوں جعلی روایتوں پر اعتبار ہے یہ عیب مسلمانوں میں بھی ہے اور اولیاء کرام کے متعلق اس قسم کے اعتقاد تراش رکھے ہیں۔ کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

قل اللّٰہم مالک الملک۔ خدا کے تمام وعدے اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اعمال کی توفیق دعاؤں سے حاصل ہوتی ہے اس لیئے دعا سکھائی ہے۔ قرآن کی دعائیں یا تو ربّ۔ ربّنا سے شروع ہوتی ہیں یا اللّٰہم سے۔ عام دعا جو ہر نماز میں مانگی جاتی ہے۔ وہ بھی اللّٰہم سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اللّٰہم صلّ علیٰ۔

تولج الیل فی النہار۔ وہ چاہے تو جن کے گھر غموں کی اندھیری ہے وہاں آرام کا دن چڑھا دے۔ اور چاہے تو جہاں راحت کی روشنی ہے وہاں دکھوں کی تاریکی کردے وہ چاہے تو بُروں سے بھلے اور بھلوں سے بُرے بنا دے۔ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کرے۔ یہ دعا نبی کریم ؐ و صحابہ نے مانگی۔ خدا نے آپکو عزت دی نیک و ممتاز انسان بنا دیا۔

یہاں جہاد کے متعلق یہ ہدایت کی ہے کہ دعا ضروری ہے۔ پہرا فترا نہ کرے۔ خلاف خدا کا ہرگز نافرمان نہ ہو۔ اب فرماتا ہے کہ

لا یتخذ المومنون الکٰفرین اولیاء مومن کبھی کافروں کو اپنے دلوں پر متصرف نہ مانے۔ پارہ ۲۸ سورۂ ممتحنہ میں اسے اور بھی کھولکر بیان کیا ہے۔ شروع سے سورۃ کو پڑھ کر دیکھ لو۔

الّا ان تتقوا منہم تقٰۃ۔ اسلام میں جتنے مسائل ہیں ان میں حفظ نفوس حفظ اموال۔ حفظ اغراض مقصود ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایک گُر بتا دیا۔

محضرًا۔ نتیجہ سامنے دیکھے گا اس سے آگے وما عملت من سوء کے لئے محضرًا نہیں فرمایا۔ یہ اس کی شان ستّاری کا تقاضا ہے۔

(رکوع ۴)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی آدمی کو سچائی میں کس قدر طاقت دیجاتی ہے اور کہ راستی میں کتنی قوت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس آیت سے ہو سکتا ہے۔ دیکھو

محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ اعلان کردو۔ میں نے خدا کی فرمانبرداری کر کے یہ مقام حاصل کیا۔ اب تم میرے پیچھے پیچھے چلو۔ تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ ہر شخص کی زندگی کا آرام اس بستی کے مقتدر کی مہربانی سے وابستہ ہوتا ہے۔ پھر اس گاؤں کے نمبردار سے اوپر چلیں۔ تو اس ضلع کے حاکم سے۔ پس اللہ جو رب۔ رحمان۔ رحیم اور مالک ہے اس کے ساتھ تعلق کس قدر سکھوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہاں تعلق کا وعدہ نہیں۔ بلکہ فرمایا۔ خدا اپنا محبوب ہمیں بنائے گا۔ خدا پرست دیکھ کر اسے تجربہ کرے کیسا مجرب نسخہ ہے۔ میں اکثر اوقات اس آیت کو پڑھکر بے اختیار نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجا کرتا ہوں۔

لڑکے پڑھنے میں سخت محنت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں سل اور دِق ہو جاتا ہے۔ تا بی۔ اے بن جائیں۔ اور پھر کوئی مرتبہ پائیں۔ اب دیکھئے پاس ہونا موہوم ہے۔ موہوم مرتبہ ملنے تک زندہ رہنا خیالی بات باوجود اس کے لڑکے محنت کئے جاتے ہیں۔ پس وہ انسان کیسا بدقسمت ہے جو اس خدا کے پاک وعدے کو جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے کچھ قدر نہ کرے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ اعلان کرتے ہیں۔ میری چال اختیار کرو۔ کوئی کہہ سکتا ہے۔ ہم بڑے گنہگار ہیں فرماتا ہے میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ وعدہ کرتا ہے گناہ بخش کر پھر بھی اپنا محبوب بنا لیں گے۔ کیونکہ ہمارا نام غفور رحیم ہے۔

قل اطیعوا اللہ والرسول۔ پھر بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہر حرکت و سکون میں ایسی فرمانبرداری نہیں کر سکتے۔ کہ اس میں فنا ہو جاویں۔ اس لئے فرمایا کہ رسول ہونے کی حیثیت سے جو حکم اس نے دیئے ان پر عمل کرو۔ پس اگر محبوب نہ بنائیں تو کفر سے تو نکال لینگے۔

ان اللہ اصطفٰی اٰدم۔ اللہ تعالٰے نے آدم زاد کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا۔ اور یہ ظاہر ہے ایک عالم کبیر ہے تو آدم عالم صغیر تمام اشیاء کا جامع ہے۔ پھر آدمیوں میں سے نوحؑ کو اول الرسل بنایا۔ آدم کو خدا نے رسول نہیں فرمایا۔ بلکہ خلیفہ کہا۔ اول الرسل نوحؑ ہی ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کو ترک بدی کی تعلیم دی اور استغفار سکھایا پھر جب دوسرا دور آیا۔ تو ابراہیمؑ کو رسالت سے ممتاز کیا۔ جنہوں نے تنزیہ کے علاوہ فرمانبرداری کی تاکید کی۔ اور ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا سبق دیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آیا۔ اسکی قوم کو اللہ تعالٰی نے نبوت

بھی دی۔ غرض تمام انعامات سے بھرپور کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھو کہ ان میں خاص خاص لوگ ہی تھے۔ بلکہ عمران کی عورتوں کو بھی مشرف بکلام الٰہی کیا۔

چنانچہ عمران کی ایک عورت کا ذکر کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ مریم کی والدہ عمران کی بیوی نہ تھی۔ یہ غلط ہے۔ یہودیوں۔ عیسائیوں میں بزرگوں کے نام پر قوم چلتی ہے۔ موسےٰؑ اور ہارونؑ عمران کے بیٹے تھے۔ پس انہی کی نسل میں سے ایک عورت تھی جس کا یہ ذکر ہے

محرراً۔ اب تک ہندوؤں میں اور بعض مسلمانوں میں یہ رسم ہے۔ کہ اگر کسی کی اولاد زندہ نہ رہے۔ تو وہ چڑھاوا چڑھا دیتا ہے۔ گویا اس پاک رسم کی اصل موجود ہے۔ وہ کسی خانقاہ کے نام پر تو نہ تھی۔ البتہ فرمایا۔ کہ یا اللہ میں نے اپنے کام سے آزاد کر دیا۔ دین کے لئے وقف کر دیا۔

وضعتہا انثیٰ۔ یہ اس لئے کہا کہ لڑکی کا رواج نہ تھا۔

لیس الذکر کالانثیٰ۔ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو پیشگوئی ہے کہ یہ لڑکی معمولی عورتوں سے بہت اچھی ہوگی۔ اگر اس میں عورت کا کلام ہے۔ تو معنے ظاہر ہیں۔

وکفلہا زکریا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ تا بتائے کہ یہ تمام گھرانہ پاکوں کا ہے جس کی عورتیں اور مرد انعامات الٰہی سے مشرف تھے

والی اعیذھا بک۔ کیا اچھا ہو کہ مسلمان اس ہدایت پر عمل کریں اور صحبت سے پہلے بہت بہت دعائیں کر لیا کریں۔ تا کہ ان کی اولاد نیک ہو۔

وجد عندھا رزقاً۔ بہت معمولی بات ہے۔ مگر مفسرین کی اعجوبہ پسند طبیعت نے بے موسمی میوے کھائے۔ یہ خواہ مخواہ کی زیادۃ علی القرآن ہے۔ قالت ھو من عند اللہ۔ یہ واقعہ صرف اللہ تعالیٰ نے اس لئے بیان کیا کہ تا ظاہر ہو کہ اس خاندان کے بچے بھی کیسے خدا پرست تھے کہ وہ معمولی چیزیں بھی جب پاتے تو توحید میں ایسے مستغرق تھے کہ یہی کہتے۔ "کہ خدا نے دیا ہے"

ھنالک دعا زکریا۔ مفسرین نے جھک مارا ہے۔ جو کہا ہے کہ زکریا ناامید تھے۔ ناامید خدا کی جناب سے کافر ہوتا ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ انبیاء دعاء نہیں کرتے۔ جب تک خاص تحریک اور اجازت الٰہی نہ ہو۔ حضرت نوحؑ کی نسبت پڑھو۔ الی اعظک ان تکون من الجاھلین۔

پس اس وقت زکریا کو ایک تحریک ہوئی۔ تو کہا اے خدا ایسی نیک اولاد مجھ

بھی دے۔ یہ معنے ہیں وھب لی من
لدنک ذریۃ طیبۃ۔ انک سمیع الدعاء کے
مصداق۔ وہ راستبازوں کی
تصدیق کرنے والا ہوگا۔
بکلمۃ من اللہ۔ یہ بشارت
ایک کلام کے ذریعہ ہوئی۔ جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نازل ہوا۔
حصوراً۔ بدیوں سے پاک۔
یہ غلط ہے کہ وہ ہیجڑے تھے۔ انبیاء
کے صفات بلاضرورت کے بیان نہیں ہوتے۔
ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما کفر
سلیمٰن۔ تو کیا نبی کافر بھی ہوسکتا ہے۔
پس یہ حصوراً بھی اس الزام کی تردید
میں آیا ہے۔ جو ان پر لگایا گیا۔ ایک کنجنی
نے زکریا کے خاندان پر یہ گند بکا تھا۔
انیٰ یکون لی غلامٌ۔ میں بڑھاپے
میں ایسا لڑکا جو جوان بھی میرے سامنے
ہوجائے۔ عجیب سمجھتا ہوں۔

(رکوع ۵)

قال اٰیتک الا تکلم الناس
ثلٰثۃ ایام الا رمزاً۔ تو تین دن
لوگوں سے کلام نہ کریگا۔ ہاں مگر اشارہ
کے ساتھ۔ جب تو کلام نہ کریگا۔ تو ہم تیرے
لئے وہ بات پیدا کردینگے یہ معنے ہیں۔ کہ
آپ تین دن کے لئے گونگے ہوگئے۔ اگر
یہ بات تھی۔ تو پھر واذکر ربک کثیراً۔
وسبح کے کیا معنے ہوئے۔ میں نے اس
نسخہ کو بے اولادوں کے لئے بہت آزمایا۔
اور اکثر مفید پایا ہے۔ ایسے لوگوں کو
میں نے کہا ہے کہ کم بولنے کی عادت ڈالو۔
اور تسبیح و ذکر میں مشغول رہو۔
اذ قالت الملائکۃ۔ دنیا میں دو
خیالات کے لوگ رہتے ہیں۔ ایک وہ
جو ہر بات میں عالم اسباب پر نظر رکھتے
ہیں۔ وہ کسی قدرت کے اسباب کے سوا
قائل نہیں۔ وہ ہر امر میں ایک باریک در
باریک راہ نکال لیتے ہیں۔ اور اسی کو
کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اگر ناکام رہیں
تو کہدیتے ہیں۔ کہ کوئی خاص سبب جو اس
سلسلہ اسباب میں کامیاب ہونیکے
لئے ضروری تھا۔ رہ گیا۔ اگر اس کا علم ہوجاتا
تو کبھی ناکام نہ رہتے۔ یہ وہ ہیں۔ جن کا
سورۃ بقرہ میں فمن الناس من یقول
ربنا اٰتنا فی الدنیا وما لہ فی الاٰخرۃ
من خلاق کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ایک
وہ ہیں جو عالم اسباب کو بالکل ہی نہیں
مانتے۔ وہ اپنے آپ کو مردہ بدست زندہ
سمجھتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ عالم اسباب
کی کچھ قدر نہیں۔ لیکن ضرورت کے وقت
بھیک مانگ لیتے ہیں۔ بدبختی سے اس ملک

میں ایک عظیم الشان انسان گذرا ہے جس نے زمانہ کے مصائب کو دیکھ کر عالم اسباب کو ترک کرنا چاہا۔ مگر اس کے پیرو ایسی غلطی میں پڑے کہ عالم اسباب کو ترک کا دعوےٰ کر کے عالم اسباب کے ازذل ترین پیشہ میں جا پڑے (یعنی بھیک) وہ نفسانی خواہشوں کے مارنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر آخر انہی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان دونوں خیالات کے لوگوں کو ناپسند کیا ہے۔ اس کو تو یہ راہ پسند ہے ومنھم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ۔ عالم اسباب کی رعائت بھی نہ ہے اور پھر خدا پر توکل بھی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو عالم شہادت میں پیدا کیا ہے ایک عالم غیب بھی ہے۔ ساری چیزوں میں تین باتیں ہوتی ہیں۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذوات المحسوس نہیں ہوتے۔ ہاں صفات سے ہم یقین کرتے ہیں کہ کوئی ذات ہے اور صفات کا علم افعال سے ہوتا ہے۔ اور وہ موصوف جو ہے۔ وہ عالم غیب میں ہے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے۔ بڑی محنت سے کشاء ورزی کی ہے۔ پھر فصلوں کو کاٹا ہے۔ مگر کھلیان کو آگ لگ گئی۔ اور سب محنت برباد ہو گئی۔ عالم اسباب کے معتقد کہہ سکتے ہیں۔ احتیاط نہیں کی۔ یہ سچ ہے کہ عام اسباب کی رعایت ضروری ہے۔ مگر اللہ کی مرضی بھی کوئی چیز ہے۔ اس بات کا ذکر خدا تعالےٰ نے ایک آیت میں کیا ہے۔ وآتیناہ من کل شئ سببًا۔ لیکن اسباب موافق مقصد کا حصول بھی اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ اور ایک جگہ منافقوں کے عذر کا ذکر کر کے کہ ہم جنگ میں نہیں جا سکتے فرماتا ہے یقولون ان بیوتنا عورۃ ط وما ھی بعورۃ ج ان یریدون الا فرارا۔ اگر وہ نکلنا چاہتے۔ تو پھر ہم اسباب بھی مہیا کر دیتے۔ چونکہ عالم اسباب کے کارخانے میں ہمارا علم محیط نہیں اس لئے انکے مناسب موقعہ حصول کے لئے الٰہی امداد کی ضرورت ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس کے آگے پھر انسان کا بس نہیں چلتا۔ بلکہ خدا کی توفیق و یاوری کی ضرورت ہوتی ہے۔ نام زنگی کافور نہند کا یہ مطلب بھی ہے۔ کہ وہ سیاہی کے تمام مدارج کو طے کر چکا ہے۔ بس آگے سفیدی ہی ہے۔ اسی طرح ناامیدی جب حد کو پہنچی۔ تو سمجھو امید آئی۔ حضرت یسعیاہ کی کتاب باب ۵۲ میں

صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مکہ معظمہ کی نسبت ذکر فرمایا ہے۔ کہ یہ شہر عروس عرب ہے۔ اس پر خطرناک مایوسی ہوگی۔ اس کا کوئی بیٹا بیٹی لائق نہ ہوگا۔ وہ خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہونگے۔ پر آخر اس مایوسی میں امید اس ظلمت میں خورشید نظر آئیگا۔ یہاں بطور تمثیل مریمؑ اور زکریا کا ذکر کرتا ہے کہ دونوں نے اسباب موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنی مراد پائی۔ اسی طرح مکہ عروس عرب ہے زیادہ رہے۔ کہ شہر کو عروس کہنا عام ہے لندن کو عروس البلاد کہتے ہیں۔ شام کو عروس عسقلان اس کا بھی ایک بیٹا ہے۔ جو مظفر و منصور ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں جو اُٹھیگا۔ ناکام رہیگا۔ بڑی بڑی طاقتوں سے لوگ اُٹھتے ہیں۔ مگر معاً ہلاک ہوتے ہیں۔ کام وہی ہوتا ہے۔ جو خدا کرے دیکھو بنگالی ہیں۔ ان کے نادان بچوں نے گورنمنٹ کے مقابلہ میں شرارت کی۔ مگر ناکام رہے۔ میں بارہا واتبعوا ماتتلوا الشیطین اور ما انزل علے الملکین ببابل ھاروت ماروت کی تفسیر میں یہ سمجھا چکا ہوں۔ کہ کبھی کسی خفیہ کمیٹی۔ مخفی منصوبے میں شامل نہ ہو۔ یہی پاک تعلیم انبیاء کی ہے۔ کہ انکی

کوئی بات مخفی نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت صاحب کو اگر کوئی خلوت میں کچھ کہتا۔ تو آپ اتنے زور سے گفتگو کرنے لگتے کہ نیچے گلی میں چلنے والے سُن سکتے۔ ان مخفی کمیٹیوں کی ہزار ہزار صفحے کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ یہ مدت سے قائم ہیں۔ مگر حضرت نبی کریمؐ سے لیکر حضرت عثمان تک ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔ یہ ان کا رُعب اور ان کی قدرت نمائی تھی۔ کیونکہ خدا نے اعلان کرادیا تھا۔ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔ میری بڑی عمر ہوگئی۔ میں بچہ تھا۔ پھر جوان ہُوا۔ پھر ادھیڑ پھر بوڑھا۔ مگر میں آج تک کبھی کسی خفیہ محفل یا کمیٹی یا جلسہ میں شامل نہیں ہُوا۔ میرا ایک بہت پیارا دوست شہر میں تھا۔ مگر میں نے اس سے بھی کبھی مخفی ملاقات نہ کی نہ مخفی اس سے گفتگو رکھی۔ یہ خدا کا مجھ پر بڑا فضل ہے جو منصوبہ بازوں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ مجھے حاصل ہُوا۔ میں تمہیں کہاں تک سناؤں سناتے سناتے تھک گیا۔ مگر خدا کی نعمتوں کے بیان کرنے سے میں نہیں تھکتا۔ اور نہ مجھے تھکنا چاہیئے۔ اس نے مجھ پر بڑے بڑے فضل کئے۔ یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی نظم چھاپی۔ مجھے [illegible]

پڑھتا اور سجدہ میں گر گر جاتا۔ چونکہ وہ
بہت درد سے لکھی ہوئی تھی۔ اس لئے
اس نے میرے دردمند دل پر بہت اثر
کیا۔ وہ صوفیانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی
نظم تھی۔ میں جس بات پر شکر کرتا وہ یہ تھی
کہ خدا مجھ پر وہ وقت لایا ہی نہیں کہ مجھے
معلوم نہ تھا۔ میں نے ہوش سنبھالتے
ہی مولوی خرم علی۔ مولوی اسمٰعیل مولوی
محمد اسحاق کی کتابوں نصیحۃ المسلمین۔
تقویۃ الایمان۔ رویاۃ المسلمین کو پڑھا۔
اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑھا کہ
ہر غلطی سے بحمد اللہ محفوظ رہا۔

غرض خدا تعالیٰ جن کو نوازتا ہے
ان کے لئے عالم اسباب کو بھی انکا خادم
کر دیتا ہے۔ زکریا اور مریم کے گھر میں
جو اولاد ہوئی اس میں ایک اسباب
پرست تعجب کر سکتا ہے۔ پھر یہ تمثیل جس
عروس عرب کے لئے ہے۔ وہ بھی کسی
کے لئے باعث تعجب ہو۔ مگر یہ سب کچھ
پیشگوئی کے ماتحت ہوا۔

یہاں اس آیت میں جو مریم کے
صفات بیان کئے ہیں۔ تو اس سے یہ
مطلب نہیں کہ اور کوئی عورت ایسی نہیں
گذری۔ بلکہ قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ جو
مرض ہو اس کا علاج کرتا ہے۔ جو مرض
نہ ہو اس کا ذکر نہیں کرتا۔ احمق لوگوں نے
سلیمان پر کفر کا فتویٰ دیا۔ تو خدا نے فرمایا
وما کفر سلیمان ایک عورت کی تہمت
دی۔ تو فرمایا۔ اسلمت مع سلیمٰن۔
حضرت مریم کو یہودیوں نے بُرا کہا۔ تو
فرمایا۔ کہ ان کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ پاک بنایا۔

واسجدی۔ یہودیوں میں رکوع
تک تو نماز ہے۔ سجدہ ایک الگ ہے

ذٰلک من انباء الغیب۔ بس
یہی وہ بات ہے جس کے لئے میں نے
ابتداء میں تقریر کی۔ کہ اس قصہ میں
مکہ کی نسبت پیشگوئی ہے۔

وما کنت لدیھم اذ یختصمون
یہ آیت اذ یلقون اقلامھم سے الگ
ہے۔ اور اس آیت کا مضمون اس آیت
سے ملتا ہے۔ جہاں ما کان لی من
علم بالملاء الاعلےٰ یختصمون جب
کوئی انتخاب خداوندی ہوتا ہے۔ تو
ملاء اعلےٰ میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا
ہے۔ اور کچھ رائے زنی ہوتی ہے۔

بکلمۃ منہ۔ ملائکہ کہتے ہیں۔ کہ ہم
اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس کلام
کی نقل کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ہمیں پہنچی۔

کلمۃ۔ بمعنے کلام آتا ہے مسلمانوں

کی بدقسمتی سے ان کی کتابوں میں لکھا ہی کہ کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں اس لئے وہ کلمہ بمعنی کلام سنکر حیران ہوتے ہیں۔ سنو۔ کلمہ متحمل خبر صدق و کذب کا نہیں ہوتا۔ مگر خدا فرماتا ہے تمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا اور ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون ٥

ویکلم الناس فی المهد وکهلا۔
اس آیت پر لوگوں نے بے وجہ بحث کی ہی اور اس بے وجہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کی طبیعتیں اعجوبہ پسند ہیں۔ حالانکہ بات صاف ہے۔ کہ بعض عورتوں کے بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ پھر بعض بچے گونگے بہرے ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ پیشگوئی میں مریم کو تسلی دیتا ہے۔ کہ وہ گونگا نہیں ہوگا۔ بلکہ کلام کرنے والا ہوگا۔ اس وقت جب کہ بچے بولنا سیکھ لیتے ہیں جیسا کہ بڑا سمجھدار ہو کر کلام کریگا۔ کہلا کے معنے بخاری میں حلیم کے لکھے ہیں۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ وہ تیری ہی زندگی ہی میں ادھیڑ عمر تک بھی پہنچ جاویگا۔

قال کذالك۔ اسی طرح ہو کر رہیگا۔ جیسے کہا سورۃ مریم میں اسی کذالك پر وقفہ

اللہ یخلق ما یشاء۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

کن فیکون۔ اس پر مجھے بارہا سوال اٹھا ہے کہ یہ کس موقعہ پر آتا ہے۔ تو میں نے جہاں تک دیکھا یہ حیات بعد الموت پر بولا جاتا ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے۔ اولیس الذی خلق السموات الیٰ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔

اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر
ان آیات میں پانچ الفاظ تشریح طلب ہیں خلق۔ طین۔ یکون طیرا۔ ابرئ الاکمہ۔ احی الموتیٰ۔

خلق کے معنے تجویز کرنے کے ہیں۔ بڑا ثبوت ان معنوں کا یہ آیت ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اب اگر یہ معنے کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ زمین میں سب کچھ پیدا کر چکا ہے۔ تو یہ معنے واقعات کے خلاف ہیں۔ اسی واسطے تفسیر کبیر میں اس کے معنے تقدیر و اندازہ کے لکھے ہیں۔

دوسری شہادت الخالق الباری۔

المصور۔ تصویر تو ہر ایک چیز کی نظر آتی ہے۔ اس سے پہلے برُی کی حالت ہے۔ یعنے جیسے کوئی مُصوّر سنگ مرمر کی بھدی شکل کو تراش خراش کر کے بناتا ہے۔ پھر اس برُی سے اندازہ ہوتا ہے

خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرًا میں بتایا ہے کہ خلق کا مرتبہ اندازہ سے بھی پہلے کا ہے۔ وہ کیا ہے تجویز۔

لکم۔ تمہاری بھلائی کے لئے۔

طین۔ قرآن مجید میں طین کا دو جگہ ذکر ہے۔ ایک جگہ شیطان کا قول خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ تراب وماء کے ملنے کو کہتے ہیں۔ طین۔ کیچڑ جو ہوتا ہے اس میں خاصیت ہے۔ کہ جس رنگ میں چاہیں ڈھال لیں۔ مگر آگ نہیں ڈھل سکتی۔ یہاں مسیح فرماتے ہیں کہ میں تجویز کر سکتا ہوں۔ مگر اس کے لئے جو طین ہو یعنی کوئی شخص میری تعلیم کو تسلیم کرے اور اپنے میں طین کی صفات رکھے (جس رنگ میں چاہیں ڈھال سکیں) تو وہ یکون طیرًا جناب الٰہی میں اڑنیوالا ہو جاویگا۔ طیر کا لفظ مومن کے لئے حدیث میں آیا ہے۔

فانفخ فیہ۔ میں اس میں کلام کی ایسی روح پھونکوں گا۔ کہ وہ مادہ پرستی سے نکلکر بلند پرواز انسان ہو جائیگا۔

خلق کے معنے پیدا کرنے کے ہیں تو یہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ھل من خالق غیر اللہ خلق کل شیئ خالق کل شی ولا یخلقون شیئًا۔

ابرئ الاکمہ والابرص۔ مذاہب عالم پر نظر کرنے سے ہندوؤں کا یہ مذہب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر دکھیارے کو کہتے ہیں۔ اس نے پچھلے جنم میں بدی کی ہے جس کی یہ سزا بھگت رہا ہے قرآن شریف اس عقیدہ کے مخالف ہے۔ چنانچہ وہ مردوں کے لئے فرماتا ہے۔ ومن وراءہم برزخ اور مسیح بھی۔ چنانچہ آپ کے پاس ایک جنم کا اندھا آیا۔ جو ان کی دعا سے اچھا ہؤا تھا۔ حواریوں نے سوال کیا کہ حضرت یہ جنم کے اعمال سے اندھا ہؤا یا ماں باپ کے اعمال سے۔ آپ نے فرمایا۔ دونوں باتیں غلط ہیں۔ بلکہ یہ اس لئے اندھا ہؤا تا خدا کا جلال ظاہر ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کیوقت تناسخ کے خیالات بعض لوگوں میں تھے۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ مسیح نے بھی تناسخ کی تردید کی۔ اور کہا۔ کہ میں اکمہ وابرص کو ہما تعلمون سے بری ٹھہراتا ہوں۔ یہ پچھلے جنم کی بدیوں کی وجہ سے اکمہ یا ابرص نہیں ہوئے۔ قرآن شریف میں مرض کے مقابلہ میں شفاء کا لفظ ہے۔

احی الموتیٰ۔ احیاء موتیٰ تین طرح کا ہے۔ ایک۔ اللہ کا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں حضرت ابراہیم نے کہا۔ ربی الذی یحیی

ویمیت اور ایک جگہ آیا ھو یحیی و
یمیت وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ خدا کے
فعل کا تو کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔
ایک احیاء موتیٰ وہ ہے جو کفار
نے موسیٰ کے مقابلہ میں کیا۔
فاذا ھی حبالھم و عصیھم
ایک احیاء موتیٰ انبیاء کا ہی۔ چنانچہ
نبی کریمؐ کی نسبت فرمایا۔ یاایھا الذین
امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا
دعاکم لما یحییکم۔ مسیح رسول تھا پس
اس کا احیاء بھی رسولوں والا احیاء ہونا
چاہیئے۔ وہ کیا ہے۔ بدوں کا نیک بن
جانا۔ ایک شخص نے یہ معنے سنکر مجھے کہا
تھا۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ میں نے اسے
کہا کہ آپ نے اگر کوئی ایسا مُردہ زندہ کیا
تو بتاؤ۔ تو وہ دم بخود رہ گیا۔
وانبئکم بما تاکلون۔ اس کے
یہ معنے غلط ہیں کہ لوگوں کو ان کا کھایا
پیا بتا دیتے تھے۔ یہ نبیوں کا کام نہیں
ہوتا۔ طبیبوں کا ہو سکتا ہے۔ نبی تو کھانے
پینے اور ذخیرہ رکھنے کے متعلق احکام
بتاتے ہیں۔ پس عیسٰےؑ کہتے ہیں۔ میں تمہیں
متنبہ کرتا ہوں اس بات پر کہ تمہیں کیا کیا
چیز کھانا حلال ہے۔ اور مال میں سے
کتنا حصہ زکوٰۃ دینی چاہیئے۔ اور کیا پاس
رکھنا چاہیئے۔ جائز ہے۔
میں ایک دفعہ ایک جگہ گیا تو وہاں
ایک صاحب کی تعریف ہونے لگی۔ کہ وہ
جو کچھ رات کو کھایا جاوے بتا دیتے ہیں
حالانکہ اصل بات یہ تھی۔ کہ وہ طبیب تھے۔
ان کی دوکان کے پاس ہی سبزی کی ایک
ہی دوکان تھی۔ پس وہاں سے خریدنے
پر وہ دیکھ لیتے۔ کہ آج ان کے گھر کیا پکا ہے!
ولاحل لکم۔ اس آیت کیلئے دیر تک
میں فکر میں رہا۔ قرآن شریف میں آیا ہے
لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب
ھذا حلال و ھذا حرام۔ پس یہ مسیح
کیونکر کسی چیز کو حرام یا حلال کہہ سکتے تھے
یہ تو خدا کا کام ہے۔ بہت سوچ کے
بعد دو امر حل ہوئے ایک تو یہ کہ اِنَّ
ابراہیم حرم مکۃ کے معنے سب یہی
کرتے ہیں۔ بیّن حرمتہا ابراہیم نے
مکہ کی حرمت کو بیان کیا۔ پس اس سے
یہ مطلب ہوا کہ عیسٰےؑ حرام و حلال بیان
کرتے ہیں۔ دوسرے معنے یہ ہوئے۔ کہ
ہر نبی اپنی قوم کو اعلےٰ معراج پر پہنچانا
چاہتا ہے۔ یہودیوں پر ذلت و مسکنت
لبس دی گئی تھی۔ ان کے لئے طیبات
جو مال غنیمت اور سلطنت کے انعامات
کے رنگ میں تھے۔ بوجہ ان کی بداعمالی کے

حرام کر دیئے گئے تھے۔ یعنے وہ ان سے محروم ہو گئے تھے۔ اب عیسےٰ کہتے ہیں میری پیروی کرو۔ یہ سب انعامات جن سے تم محروم ہو، تمہارے لئے حلال کر دیں گے۔

من انصاری الی اللہ۔ اگر کوئی میرے انصار میں سے ہے۔ تو ادہر چلے جدہر میں جا رہا ہوں۔ معنی اللہ کی طرف۔

الحواریون۔ مفسرین نے لکھا ہے حواری کہتے ہیں دھوبی کو۔ چونکہ انہوں نے دلوں کو صاف کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں دھوبی کہا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو بڑے خلوص سے اپنی جان پر کھیلنے کو تیار ہوں۔ ایسی لوگوں کو حواری کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱۹۔ یہ آیت یاد رکھنے کے قابل ہے۔ دیکھو اس کی ضمیر بظاہر حواریوں کو کی طرف پھرتی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں بلکہ ان لوگوں کی طرف راجع ہے۔ جو منہم الکفر کے مصداق ہیں پس کبھی ضمیر کا مرجع دور بھی ہوتا ہے۔ مکر بمعنی تدبیر ہے۔ عربی سے ناواقف ہر چہ گیرد علتی علت شود کے مصداق اپنی زبان پر قیاس کر کے اس کو اپنے معنوں میں لیتے۔ اور مکر۔ مکرا۔ مکروا کی گردان پڑھتے ہیں۔

(رکوع ۶)

اس رکوع میں اللہ نے مجھے ایسا انشراح صدر بخشا ہے۔ کہ میں اس کے ذریعہ سے تمام دنیا کے مذاہب کو محض فضل الٰہی سے یقیناً جیت سکتا ہوں۔ اس قدر انشراح مجھے حاصل ہے کہ میں کسی مجلس میں جہاں اسلام کے مخالف لوگ بیٹھے ہوں ذرہ بھر بھی بزدل نہیں ہوتا۔ تمام دنیا کیلئے یہ قاتل حجت ہے جس کے سامنے کوئی بول نہیں سکتا

یہ آیت قیامت تک اسلام کا بول بالا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ اس لئے میں نے کہا۔ تا تمہیں اس نعمت کی قدر ہو

انی متوفیک۔ میں تیری روح کو قبض کرنیوالا ہوں۔ توفی کے معنے پر حضرت صاحب نے سیر کن بحث فرمائی ہے میری تشریح کی حاجت نہیں۔ آپ نے انعامی اشتہار شائع کئے۔ کہ قبض روح کے سوا کوئی اور معنے اس کے بلا قرینہ صارفہ بتائے ایک مولوی نے دہلی میں وفیات کو پیش کیا۔ مگر وہ کیسا نادم ہؤا جب آپ نے فرمایا کہ کیا یہ ایسے باب سے ہے۔ جس باب سے توفی ہے۔

رافعک الی۔ لوگ تجھے جھوٹا کذاب

سفلی زندگی کا سمجھتے ہیں۔ مگر میری تیری روح کو قبض کر کے اعلےٰ علیین میں (ان الابرار لفی علیین) مقام دوں گا۔

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ بس یہ وہ دلیل ہے جس پر ساری دنیا کے مذاہب کا امتحان ہے۔ فرماتا ہے کہ میں کرنے والا ہوں وہ جو کہ تیرے تابع ہیں بڑھ کر ان پر جو تیرا انکار کرتے ہیں۔ اور پھر یہ قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ یا مسیح کو ماننے والے یا مسیح کے منکر۔ ان دونو کے درمیان تو یہ فیصلہ کی راہ بتائی۔ کہ مسیح کے ماننے والے منکروں پر غالب رہیں گے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اور مسلمان مسیح کے ماننے والے یہود پر حکمران ہیں۔ اور پھر اور قومیں جو مسیح کی منکر ہیں۔ وہ بھی محکوم ہی ہیں اور صرف محکوم نہیں بلکہ فرمایا کہ

فاعذبھم عذابا شدیدا! دنیا ہی میں اُن کو عذاب دونگا۔ اور عذاب بھی سخت۔ چنانچہ یہود کو جو جو عذاب اور دکھ پہنچے وہ مخفی نہیں۔ اور یہی دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا ثبوت ہوگا۔

وما لھم من ناصرین۔ پھر یہاں تک ہی ختم نہیں۔ بلکہ غیر قوموں کی محکومیت میں ایسے آئیں گے۔ کہ اور مظلوموں کے تو مددگار پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر مسیح کے منکروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

من الآیات۔ یہ بات نشانوں میں سے ایک بھاری نشان ہے۔ یہانتک تو منکران مسیح کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ کفروا سے مراد مسیح کے کافر ہیں۔ اب سچے اور جھوٹے متبع کا فرق بتلاتا ہے۔ مسلمان کہتے ہیں۔ ہم مسیح کے سچے پیرو ہیں۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم فرمایا۔

ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم عیسائی کی مثال آدم کی مانند ہے۔ اس کو ہم نے تراب سے پیدا کیا۔ پھر وہ مر گیا۔ اور مرنے کے بعد کن فیکون سے قیامت کے دن زندہ ہوگا۔ اسی طرح عیسٰے بھی مر چکا اور قیامت کو زندہ ہوگا۔ جس گروہ کے عقائد یہ ہیں وہی حق پر ہیں۔ اگر تم اس کی الوہیت کے قائل ہو تو کوئی دلیل دو۔ آدم کا مثیل ہونے سے اس کی بشریت ظاہر ہے۔ دنیا نے اس کو دیکھا کہ وہ انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہگتا موتتا رہا۔ پھر وفات بھی پا گیا۔ **الحق من ربک**

بس اے مخاطب تیرے رب کی طرف سے
یہی بات حق ہے۔ تو شک میں نہ ہو۔ اس پر
بھی جو نہ مانے اس کے لئے آخری فیصلہ
بتایا ہے۔

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم
یعنے مباہلہ کرلیں۔ کاذبوں پر لعنت ڈالیں
پھر دیکھیں کس پر خدا کا عذاب آتا ہے
اور کون قوم اس کی رحمت سے دور رہتی ہے

(رکوع ۷)

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا
وبینکم۔ مذہبوں کے مطالعہ سے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ جوں جوں پیچھے چلے جائیں
تو شرک۔ بُت پرستی کا مرض کم ہوتا جاتا ہے
ایک رئیس تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ
مباحثات کیا کرتا تھا۔ مجھے ایک دفعہ اس
نے کہا کہ کوئی معیار مذہبوں کی پہچان کا
ضرور چاہیئے۔ وہ معیار جب تک قائم
نہ ہو جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے۔ چونکہ
یہ میرا یقین ہے کہ حق بات ضرور فطرت
بے ساختہ بول اُٹھتی ہے۔ اسلئے میں
نے کہا۔ حضور ہمارے آقا ہیں۔ ہماری
عقلیں اور عزتیں ایسی نہیں کہ ہمارے
قائم کردہ معیار کی عزت آپ کے دل
میں بیٹھ سکے۔ اس لئے آپ خود ہی
تجویز فرماویں۔ آپ جو معیار قائم کرینگے
لامحالہ وہ قابل قدر ہوگا۔ یہ مجھے یقین تھا۔
کہ اگر اس نے غلط معیار قائم کرکے کوئی
الجھن ڈالی۔ تو فطرت کی آواز سے اسے
سلجھا لیا جاویگا۔ اس نے کہا مذہب کا
پراچین ہوتا ہے۔ یعنی جس قدر قدیم کیطرف
چلے جاویں جو سب سے قدیم ثابت ہو
وہی مذہب حق ہے۔ میں نے کہا بڑا مسئلہ
تو خدا ہی کے ماننے کا ہے اس سے باقی
مسئلے نکلتے ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ
بت پرستی کو کہاں تک قدامت رکھتی ہے
اس نے کہا کچھ بھی ہو۔ اسلام سے تو
پہلے کی ہے۔ اسلام کو ابھی بارہ سو
سال ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اسلام تو
فبھداھم اقتدہ کہہ کر اپنے تئیں قدامت
سے وابستہ کرتا ہے آپ فرمائیں کہ بُت
پرستی کب سے ہے۔

رامچندر جی کے زمانہ سے مان لیتے
ہیں۔ پس رامچندر دیوتا کی پرستش کرتے
تھے۔ اس نے وشنو کی۔ مَیں نے کہا اور
وشنو؟ کہا برما کی۔ میں نے کہا اور برہما۔
کہا ایشور کی۔ اس پر میں نے کہا بس
وہ مسلمان تھے۔ یہی مسلمانوں کا مذہب
ہے۔ اسلام کا اہم مسئلہ بھی لا الٰہ الا
اللہ ہی تو ہے۔

یہاں ان آیات میں عیسائیوں سے

بحث ہے۔ عیسائیوں کی پرانی کتاب تو
توراۃ ہے اور اس میں تثلیث وغیرہ کا
ذکر نہیں۔

میں نے ایک دفعہ ایک عیسائی
سے کہا۔ تمہارے اعمال میں یہ پیشگوئی ہمارے
نبی کے حق میں ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ
بے انصافی کرتے ہو۔ یورپ و امریکہ
کے لوگ یہ معنے نہیں کرتے۔ آپ کیوں
ان کے خلاف معنے کرتے ہیں۔ میں نے
کہا یہ قاعدہ تو آپ نے خود ہی توڑا۔ جو
معنے توراۃ کی پیشگوئیوں کے یہود
کرتے ہیں۔ وہ آپ کیوں نہیں کرتے
حالانکہ توراۃ کے وارث وہی ہیں جس
قدر مسیح کی الوہیت کے دلائل آپ کے
پاس ہیں ذرا انہیں یہودیوں کی تصریح
کے مطابق صحیح تو کر دیں۔ اس پر وہ
جوش میں آکر بولا۔ وہ بے ایمان ہیں۔
میں نے کہا ہم آپکو بے ایمان سمجھتے ہیں۔

یہاں فرمایا۔ کہ یسوع کو خالق ارض
وسماء وغیرہ کہنا تو اس زمانے کی باتیں
ہیں۔ آؤ اس اصل کی طرف چلیں جو سب
سے پہلے ہے۔ یعنی توحید اس پر ایمان
رکھیں۔ یہ بات یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب
کی کسی کتاب میں عیسٰے نہیں آیا۔ اسی لئے
ان کے سمجھدار لوگ عیسائی نہیں بلکہ مسیحی

کہلاتے ہیں۔ کوئی شخص یسوع نام ہوا ہے
جس کا مسلمانوں کی کتابوں میں ذکر تک
نہیں۔ اس کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔
باقی رہا مسیح سو اس کا آدم ہونا تو مشاہدات
سے ثابت ہے۔ اس کے خدا ہونے کی کوئی
حجت نیرہ چاہیئے۔ جو کوئی نہیں۔ پس
تعالوا الی کلمۃ .... سواء بیننا وبینکم۔
ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً
من دون اللہ۔ تین قسم کے معبود ہیں۔
ایک تو پوپ کو بھی خدا سمجھتے۔ اس کے
اختیارات میں معاصی کی مغفرت کا اعتقاد
تھا۔ پوپ ایک زمانہ میں بادشاہ بھی تھا۔
ایک گروہ مریم کو خداوند کی ماں کہتا۔
اور اس کی تصویر کے آگے سجدہ کرتا ہے۔
ایک روح القدس۔ باپ تینوں کو خدا
سمجھتا ہے۔

فرمایا۔ بہتوں کا نوکر اچھا نہیں ہوتا
ءارباب متفرقون خیر ام اللہ
الواحد القہار۔ پنجابیوں نے اس
نکتہ کو خوب سمجھا ہے۔ ان میں ایک مثل
ہے۔ دو گھروں کا مہمان بھوکا رہتا ہے
ارباباً من دون اللہ کے ماننے والوں
کو ہم کہتے ہیں۔ کہ ایک خدا میں آپ نے
کیا کمی دیکھی ہے۔ جو دوسرے کو بھی اس
کے ساتھ ملایا ہے۔ جس میں کمی ہے۔ وہ

الوہیت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

یٰاَھلَ الکتاب لِمَ تُحاجّون۔ کبھی تو جوش میں آکر کہتے ہیں۔ کہ توراۃ کی پہلی کتاب سے تثلیث نکلتی ہے۔ وہاں الوہیم آیا ہے۔ پھر دانیال اور ابراہیم کو بھی تثلیث ماننے والا بتاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ استنباط تم کرتے ہو۔ توراۃ سے یہ دونوں ابراہیم کے بعد نازل ہوئیں۔ کسی مذہب نے اپنا کوئی نام نہیں رکھا۔ یہودا کی طرف منسوب ہو کر یہودی کہلائے۔ اور مسیح کی طرف منسوب ہو کر مسیحی۔۔ اصل میں ایک ہی نام کل مذہبوں کا ہو سکتا ہے۔ وہ کیا؟ وہی جو مذاہب کا مقصد ہے۔ یعنی راستبازی اور فرمانبرداری۔ یعنے اسلام۔ جسکی تعلیم میں کسی قسم کا شرک نہیں۔ بلکہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ بچہ جس وقت بالغ ہوتا ہے۔ تو کم از کم اتنی سمجھ تو اسے آجاتی ہے۔ کہ میں اپنا خالق آپ نہیں بلکہ کوئی اور مقتدر ہستی ہے۔ پس یہی وہ فطرت کی گواہی ہے۔ جس سے شرک کا استیصال ہو جاتا ہے

واللہ ولی المومنین۔ ولی معمولی لفظ نہیں۔ قرآن شریف نے اس کی تفسیر بتائی ہے۔ اور اس کی ایک پہچان بتائی ہے۔ جب اللہ کسی کا ولی بنتا ہے۔ تو اس کی ولایت کا نشان یہ ہے کہ یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ یعنے انسان جو قسم قسم کی ظلمتوں میں پڑا ہو۔ ان ظلمتوں سے روز بروز نکلتا جاتا ہے۔ بڑی ظلمت تو یہ ہے۔ کہ ماں باپ اچھے نہ ہوں پھر دوسرے مربی استاد وغیرہ پھر دوست آشنا۔ پھر رسم و عادت۔ پھر محبت و بغض۔ پھر شہرت و حرص۔ پھر بخل و عجز و کسل۔ کسی کے اوپر بے جا ظلم (الظلم ظلمات) پس ان ظلمتوں سے نکل کر جو نور کی طرف جا رہا ہو۔ تو سمجھے کہ اللہ میرا ولی ہو گیا ہے۔

وما یضلّون الا انفسھم۔ یہ نہیں گمراہ کر سکتے۔ مگر اپنے ہی ڈھب کے لوگوں کو۔

(رکوع ۸)

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں دو قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ۔۔۔۔ جنہیں اگر عمدگی سے وعظ کیا جائے تو مان لیتے ہیں۔ اور اگر تشدد کیا جائے تو انکار کرتے ہیں۔ اور ایک وہ جو دلائل کو مانتے ہی نہیں۔ ہاں دو چار جوت لگ جائیں تو کہتے ہیں جی ٹھیک ہے۔

ایک زمانہ میں مجھے خیال پیدا ہوا۔ تو میں نے چند لڑکوں سے سوال کیا اگر کوئی

لڑکا بدچلنی کرے۔ تو اس کے روکنے کی
کیا تدبیر ہے۔ اس پر..... بعضوں نے لکھا
کہ اسے نصیحت کی جاوے۔ مگر تنہائی میں
اور بعضوں نے یہ کہا کہ نصیحت کی جائے
مگر عام لڑکوں میں تا اسے ندامت ہو بعضوں
نے کہا پکڑ کر خوب بید لگائے جاویں۔ تا
پھر کبھی ایسی جرأت نہ کرے۔ درحقیقت
سب نے سچ لکھا۔ کیونکہ کئی قسم کے لوگ
ہیں۔ بعض وہ جو نصیحت مان لیتے ہیں۔
..... مگر دلائل کے ساتھ۔ بعض ایسے بھی
ہیں جنہیں دلائل دیں تو وہ اور بھی پڑ جاتے
ہیں اور ردّ و قدح شروع کر دیتے ہیں۔
بعض صرف کہنے سے مان جاتے ہیں بعض
مدلل کہنے کو مانتے ہیں۔ بعض صرف خموشی
یا توجہ چھوڑ دینے سے مان جاتے ہیں بعض
مار کھائے بغیر نہیں سمجھتے ہیں۔ پھر بعض ایسی
طبائع کے انسان ہوتے ہیں جو دن رات
منصوبے سوچتے رہتے ہیں۔ ایسی بدبخت
ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ مگر وہ اسی فکر میں
غلطاں پیچاں رہتے ہیں۔ کہ فلاں بڑے
کارخانے کو نقصان پہنچائیں۔ بس ایسے
بدبختوں کا ذکر اس آیت میں ہے انہوں
نے ایک تجویز کی۔

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب
آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا
وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلھم
یرجعون ۔ گروہ نے اہل کتاب میں سے
کہا۔ بڑے بڑے عمائد یہود جو ہیں یہ سب
ملکر صبح مسلمان ہو جاؤ۔ اور عصر کی نماز کے
بعد اس دین کو ترک کردو۔ اور یہ ظاہر کردو۔
کہ ہم نے اندر جا کر اس میں بہت سی بدیاں
دیکھیں۔ پس اس تجویز سے یہ چند اہل کتاب
جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ واپس اپنے دین
میں لوٹ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منصوبہ
بازیوں کا کچھ فائدہ نہیں۔

ان الھدیٰ ھدی اللہ۔ کامل
ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔
اور وہ یہ کہ تمہاری مثل ایک اور قوم کو بھی
انہی انعامات سے ممتاز فرمایا گیا ہے۔ سلطنت
نبوّت ؛

او یحاجوکم عند ربکم۔ بلکہ
وہ تمہارے رب کے حجت میں تم پر غالب ہیں
اَو کے معنے بلکہ کے ہیں۔

ان الفضل بید اللہ۔ اللہ تعالیٰ
نے رسول کریمؐ کی نسبت بھی فرمایا۔ واللہ
یعصمک من الناس۔ اور داؤد کے
عبادتگاہ میں جب دشمن چڑھ آئے تو وہاں
بھی فرمایا انا جعلناک خلیفۃ فی الارض
ہم نے تمہیں بادشاہ بنایا ہے۔ یہاں یہ
مسئلہ سمجھایا ہے کہ الٰہی انتخاب کے خلاف

ریشہ دوانیاں کرنا ہلاکت کا موجب ہیں۔
ومن اھل الکتاب من ان تامنہ (الیٰ) یعلمون۔ ایسے آدمی ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ ایک شخص نے جنگل میں ایک عورت کو زیور سے لدی ہوئی پایا جو راستہ بھول گئی تھی۔ اس نے اسے مقام پر پہنچایا حالانکہ پوری دسترس رکھتا تھا۔ کہ زیور اتار لے۔ پھر ایسے بھی ہیں جو ایک دینار کو دیکھ کر دل ثابت نہیں رکھ سکتے۔ ایک صوفی نے شیطان کو عالم کشف میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کئی لگامیں ہیں۔ پوچھا یہ کیا؟ کہنے لگا۔ یہ لوگوں کو قابو کرنے کے لئے۔ پھر اس نے کہا تم لوگ تو صرف کان پکڑ کر قابو کر لئے جاتے ہو۔ نیکی کے رنگ میں گمراہ کرنا ایسے آدمیوں کے لئے شیطان کو بہت آسان ہے جماعت کھڑی ہو گئی ہے مگر کئی ہیں کہ ابھی وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔
پھر یہ لوگ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اور اسے شرعی عذر کے نیچے لا کر صحیح قرار دیتے ہیں۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ ہر حرکت وسکون کے وقت دیکھ لے کہ اس سے تعظیم لامر اللہ، شفقت علیٰ خلق اللہ میں تو کوئی فرق نہیں آتا۔
عن سبیل۔ الزام۔
من اوفی بعھدہٖ۔ وعدہ پورا کرو۔ کسی عیسائی سے کرو یا چوہڑے چمار سے۔
لا یکلمھم اللہ۔ محبت کا کلام نہیں کریگا۔
ولا ینظر الیھم۔ نظر شفقت نہیں کریگا۔
یلوٗن السنتھم۔ بہ کئی واعظوں کا قاعدہ ہے کہ پہلے کوئی آیت پڑھ لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے مطلب کی بات شروع کر دیتے ہیں سننے والا سمجھتا ہے کہ ترجمہ کر رہا ہے۔ کوئی فرد بشر ایسا نہیں جسے اللہ کتاب دے۔ پھر والحکم پکی باتیں پھر والنبوۃ۔ قبل از وقت بعض باتوں سے آگاہ کرے اور وہ کہے میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہیگا ربانی بنو۔ اس کے چار معنے ہیں۔ حکماء (بات کی تہ کو سوچنے والے) علماء۔ فقہاء التقلید کرے تو ایسی کہ دوسرے غلطی میں نہ پڑیں) چوتھے من یربی بصغار السن۔

(رکوع ۹)

ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا کہ تمہارا قرآن شریف اپنے نبی کی نسبت پیشگوئیاں تو اگلی کتب سے بیان کرتا ہے۔ مگر ورس اور باب کا حوالہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بہت عمدہ جواب سمجھایا۔ میں نے وقفہ دیگر ایک انجیل ہاتھ میں لی اور کہا کہ اس میں مسیح کی نسبت بعض پیشگوئیاں عہد نامہ عتیق سے دی گئی ہیں۔ مگر باب اور ورس کا ذکر نہیں۔ اسے خدا جانے نبی

بات یاد نہ رہی۔ کہنے لگا باب اور درس تو
چودھویں صدی کے بعد بنے ہیں۔ اس
پر میں نے اُسے کہا کہ ذرا ہوش میں آؤ۔
قرآن شریف نے بھی اس وقت ان پیشگوئیوں
کے حوالے دیئے ہیں جب کہ یہ باب درس
نہیں تھے۔ وہ بہت ہی شرمندہ ہُوا۔

ایک عیسائی عورت سے میں نے پوچھا
کہ وہ ناصری کہلائیگا توریت میں کہاں موجود
ہے۔ وہ کہنے لگی توریت میں تو کہیں ہی نہیں۔
مَیں نے کہا تم پھر اس مذہب کی پابند
کس طرح ہو۔ کہنے لگی میرا خاوند پادری ہے
میثاق النبیین کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ
یہاں کل نبی مراد ہیں۔ چنانچہ اعمال باب ۳
آیت ۲۱ میں ہے۔ کہ نبیوں نے اس بات
کی دعا کی ہے۔ تا تازگی بخش ایام آئیں اور
ضرور ہے کہ آسمان اسے روکے رہے جب
تک کہ وہ جو تمام نبیوں نے کہا پورا ہوا اور
موسٰی کے مثیل نبی آئے۔ اس کے دو
بڑے فائدے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ
موسٰی کے مثیل مسیح تھے۔ ان سے ہم کہتے
ہیں کہ بقول تمہارے مسیح تو خدا تھا پس
خدا کو موسٰی سے کیا مثلیت ہو سکتی ہے۔
دوم مسیح کو وہ کامیابی کب ہے جو موسٰے
کو ہوئی۔ پھر لکھا ہے یہ پیشگوئی پوری ہونے
کے بعد آئیگا۔ یوحنا کی انجیل باب ا میں لکھا ہے

کیا تو وہ "نبی" ہے۔ وہ نبی سے مراد بعض
عیسائی دجّال لیتے ہیں۔ مگر ان کے ریفرنس
والوں نے استثناء کے باب کا حوالہ دیا ہے
جس میں موسٰے کے مثیل نبی ہونے کا ذکر ہے
اور استثناء باب ۳۳ میں لکھا ہے کہ دس
ہزار قدوسیوں کے ساتھ۔ چنانچہ دس ہزار
صحابی رسول علیہ السلام کے ساتھ تھے جب
آپ مکہ میں مظفر و منصور داخل ہوئے۔
غرض استثناء باب ۱۸۔ باب ۳۳۔ یوحنا
اول اعمال سوم کے علاوہ یسعیاہ نبی کی
کتاب میں سلاؔ کا نام مذکور ہے۔ اور یہ
پہاڑی مدینہ میں ہے۔ کہ وما نری من
وراء سلاؔ من سحاب۔

۴۲-۵۴- یسعیاہ میں مینڈھے بکریوں
کی قربانیوں کا ذکر ہے۔ حالانکہ مسیح کے
بعد کوئی قربانی نہیں۔ اس کے بعد ایک اور
پہچان بتائی کہ اس نبی کے مخالف بدعہد
ہوں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کی کتب میں
مذکور ہے۔ معاہدہ کیا ہوتا ہے توڑنے
کے واسطے ہوتا ہے۔ معاہدہ موجودہ وقت
کی تصویر ہوتی ہے واذ اخذنا میثاق
بنی اسرائیل کو سورۂ بقرہ میں پڑھو۔
جہاں ان کی عہد شکنیوں کا مفصل ذکر ہے
پھر فسق و فجور کی جڑ ہے۔
عورتوں کی آزادی اور شراب اور یہ

دونوں باتیں اسی قوم میں موجود ہیں۔

افغیر اللہ۔ سچے دین کا نشان بتایا۔ کہ اس میں فرمانبرداری سکھائی جاتی ہے۔

ان علیھم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ اللہ کی رحمت سے دور یعنے خدا کا اُن سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ملائکہ سے بھی دور۔ یعنے کوئی نیکی کی تحریک نہیں ہوتی۔ لوگوں سے دور۔ یعنے وہ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لن تقبل توبتھم۔ اس آیت پر بہت بحثیں ہوئی ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ وہ جو پہلے توبہ کی ہوئی تھی۔ جب اسے توڑ دیا تو قبولیت کیسی؟

ولو افتدیٰ بہ۔ ہدیہ تو قبول نہیں تھا۔ مگر فدیہ بھی نہ ہوگا۔

پارہ چہارم

رکوع اوّل

لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبّون۔ قرآن کریم سورہ بقرہ میں جہاں پہلا رکوع شروع ہوتا ہے۔ وہاں متقی کی نسبت فرمایا ہے ومّما رزقنٰھم ینفقون۔ یعنے کچھ اللہ نے دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ تو پہلے رکوع کا ذکر ہے۔ پھر اسی سورۃ میں کئی جگہ انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی تاکیدیں آئی ہیں۔ ۵ رکوع میں اس قدر بیان ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کیا وعظ کر سکتا ہے

انسان دُکھوں کے وقت تو انفاق پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر حقیقی دنیا تو وہ دینا ہے جو خوشدلی سے دیا جاوے۔ یہود کی نسبت فرمایا ہے۔ فلن یقبل من احدھم ملأ الارض ذھبا ولو افتدیٰ بہ اولٰئک لھم عذاب عظیم۔ بے ایمان آدمی جب عذابوں اور دُکھوں کو دیکھیگا تو اس کا دل یہ چاہے گا۔ کہ زمین کی گول کو بھر کر سونا دیدے مگر قبول نہ ہوگا۔

پس تم حقیقی نیکی کو نہیں پا سکو گے جب تک کہ تم مال سے خرچ نہ کرو۔ مما تحبون کے معنے میرے نزدیک مال ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانہ لحب الخیر لشدید۔ انسان کو مال بہت پیارا ہے۔ پس حقیقی نیکی پانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنی پسندیدہ چیز مال میں سے خرچ کرتے رہو۔

وما تنفقوا من شیءٍ۔ جو کچھ بھی خرچ کروگے اللہ کو اس کا علم ہے یعنے اسے مال کے لینے اور بڑھانے کا خوب علم ہے۔ پارہ سیقول رکوع ۱۶ میں آیا ہے۔ من

ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہٗ لہٗ اضعافاً کثیرہ۔ واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون۔

کون ہے جو اپنے مالوں کو عمدگی سے الگ کرے اور اللہ اُسے بڑھائے۔ اس شخص کی لئے بہت بڑھاتا ہے۔ اللہ مال کو لیتا ہے۔ اور اس کو بڑھاتا ہے

کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل

دنیا میں جس قدر بے ایمانیاں دھوکہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اور لوگ شراب۔ زنا۔ چوری جھوٹ سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ صرف مال کے لئے ہے اور پھر اس بارے میں کوئی نصیحت کرے تو اُلٹا اسی پر اعتراض جماتے ہیں۔ جب مسلمانوں کو یہ وعظ کیا گیا کہ انفاق کرو۔ اور یہود کو بھی ترغیب ہوئی۔ تو وہ بجائے اس کے کہ اس نصیحت کو مانتے کہنے لگے۔ کہ تم تو حرام خور ہو۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ کہ سب چیزیں جو ہم مسلمانوں کے کھانے میں آتی ہیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں۔ ہاں وہ جو اسرائیل نے اپنی مرض رنگین کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ (یہ ماحرم کے معنے ہیں)

من قبل ان تنزل التوراۃ۔ اور کل الطعام کان حلاً لبنی اسرائیل۔ تورات کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ یہ بات خوب یاد رکھو۔ کہ کل الطعام کے یہ معنی نہیں کہ جو کچھ تورات میں حلال و حرام ہے وہی قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ تمام چیزیں جو ہم کھاتے ہیں یہ وہ ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے بھی تورات کے نزول سے پہلے کی حلال تھیں۔ پس اگر ان چیزوں کا کھانا.... حرام خوری ہے۔ تو یہ اعتراض ابراہیم۔ اسحٰق و یعقوب علیہم السلام پر بھی ہو سکتا ہے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں تمہاری کتابوں کا متبع نہیں ہوں۔ میں ابراہیم کے دین پر قائم ہوں۔

فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا۔ تم بھی اسی دین کو قائم رکھو۔ افراط و تفریط سے بچنے والے ہو کر۔ حنیف کے یہی معنی ہیں ایک طرف جھکا ہُوا غلط معنے ہیں۔ احنف۔ ٹیڑھے پاؤں والوں کو بطور دُعا کہتے ہیں۔ حنیف وہ آری ہے۔ جس میں کوئی کمی اور ناقص زیادتی نہ ہو۔ جو مشرک ہوتا ہے۔ وہ محبت میں افراط سے کام لیتا ہے۔ کبھی غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے کبھی رکوع کبھی اپنے محبوب کے لئے قربانیاں کبھی غیر اللہ سے دعائیں مانگتا ہے۔ کبھی اس سے حاجتیں طلب کرتا ہے۔ یہ محبت میں غلو ہے۔ جو افراط کی راہ ہے۔ انہیں خدا کے حق میں تفریط ہے۔ وما کان من المشرکین۔ مگر ابراہیم

میں یہ عیب نہ تھا۔

پھر عظیم الشان ثبوت اس بات کا کہ ابراہیم کو کیوں مانیں۔ کیا تورات کو چھوڑ دیں یہ ہے کہ سب سے پہلے خدا کی خالص توحید کے لئے جو گھر بنایا گیا ہے وہ وادی مکہ میں ہے۔ مکہ کہتے ہیں اس مقام کو جہاں لوگوں کا بڑا اژدہام ہو۔

مبارکًا۔ برکت دیا گیا ہے.... دیکھو یہیں وہ مبارک وجود تھا۔ جو اہل ارض کے لئے امان تھا۔ اسی گھر میں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ پیدا ہوئے۔ رضوان اللہ علیہم اسی میں طلحہ و زبیر۔ چنانچہ خدا نے فرمایا۔ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع۔ اللہ نے اس کے گھر کے لوگوں کو بڑا بنانا چاہا ہے۔

مقام ابراھیم۔ پھر اس مکہ کی اول تو یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس میں ابراہیم کا عبادت گاہ ہے۔ یہودی۔ عیسائی اپنے متبوع کی کوئی جگہ پیش نہیں کر سکتے۔ جو ان کے قبضہ میں ہو۔

دوسری آئت من دخلہ کان امنًا اور دوسری جگہ فرمایا۔ و یتخطف الناس من حولھم۔ کہ سارے جہان میں افراتفری پڑی ہے۔ پر مکہ میں نہیں۔

تیسری آئت و للہ علی الناس حج البیت جو یہ نہیں سمجھتا۔ وہ یہ پیشگوئی سن لے کہ حج بیت اللہ کا لوگوں میں رہے گا۔

و من کفر۔ اور جو باوجود ان دلائل کی کفر کرے ؛

تبغونھا عوجًا کے معنوں میں میں نے بہت غور کیا ہے۔ بہت لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عیب جوئی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یعنے ایسی عادت والوں کو دیکھا ہے کہ وہ مرتے نہیں۔ جب تک اسی گناہ میں گرفتار نہ ہو لیں۔ جس کے لئے وہ دوسرے کی تحقیر کرتے ہیں اور لوگوں میں شور و فساد ڈالتے ہیں۔ اسلام ایک سیدھا اور سادہ مذہب ہے۔ مگر تبغونھا یہ لوگ چاہتے ہیں اس کے لئے عوجًا۔ کہ کوئی عیب نکل آئے اور ایک معنے یہ ہیں کہ یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ اسلام میں رہیں۔ یعنے اللہ کی راہ پر قائم رہیں۔ اور پھر اسی طرح ٹیڑھے کے ٹیڑھے بھی رہیں۔ حقیقی تبدیلی کو پیدا نہیں کرتے۔ کیسا افسوس کا مقام ہے۔

ایک طرف اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ ہے۔ دوسری طرف عیب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہنا بہت ہی خطرناک راہ ہے مومنوں کی تعریف میں فرمایا ہے۔ یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا و علٰی جنوبھم۔ اب جو بجائے

ذکر اللہ کے مخلوق کے عیب بیان کرتا پھرے
وہ مومن کیسا ہوا۔ اور پھر اپنی غلطی پر اڑ
جانا اور یہ سمجھنا کہ ہم نے خدا سے کوئی وعدہ
لے لیا ہے اور بھی بُرا ہے۔ اپنی آنکھ کے
شہتیر کو نہ دیکھنا اور دوسروں کی آنکھ کے
تنکے کو گھنونی نظر سے دیکھنا اچھا نتیجہ
نہیں رکھتا۔

ان تطیعوا۔ یعنے جیسے یہود وغیرہ
چاہتے تھے کہ اسلام صاحب اسلام اصحاب
اسلام کے اندر عیب تلاش کریں۔ اور خود
کتنے عیب دار ہوں۔ مگر دوسروں کی معمولی
خطاء کو بھی گرفت کرنے سے نہ رہیں۔ اسی
طرز عمل پر اگر تم چلوگے تو کافر ہو جاؤگے
یوں تو کوئی ایسا مسلمان نہیں ہوتا۔
جو یہودیوں کا فرمانبردار بن جائے۔ پس
تطیعوا کے معنے یہی ہیں کہ ان کے طرز عمل
پر چلوگے۔ جیسے وہ عیب چینی کرتے پھرتے
ہیں۔ ایسے ہی تم کرتے رہوگے۔ تو اس کا
نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

(رکوع ۲)

یا۔ اے۔ ایھا۔ سُن لو تمہیں کو سناتے ہیں۔
الذین امنوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے۔
اتقوا اللہ حق تقتہ۔ بیٹا اپنے
باپ کا کہا مانتا ہے۔ شاگرد اپنے استاد کا۔
محکوم اپنے حاکم کا۔ دوست اپنے دوست کا۔
اور یہ سب تعلیم کسی فائدہ کے حصول پر مبنی
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہمارا حکم بھی
مان لو۔ تا تم فلاح دارین پاؤ۔ وہ حکم کیا ہے
تقویٰ اختیار کرو۔ اپنا سارا زور لگا کر۔

ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ اب
موت کا وقت تو معلوم نہیں۔ بعض وقت
انسان سوتا سوتا ہی مرجاتا ہے۔ اور مسلمان
بننے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے آج سے
ہی تیاری کرلو۔ اور ہر وقت یہی سمجھو کہ موت
قریب ہے۔ تا تمہارا انتقال بحالت اسلام ہو۔
انسان جب کوئی نیکی شروع کرتا ہے۔ تو ہر
نیکی کا قول یا فعل یا عمل دوسرے نیک قول
یا فعل یا عمل کو پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ گویا
ایک نیکی دوسری نیکی کے لئے بمنزلہ زنجیر کی
کڑی کے ہے۔ پس تقویٰ اختیار کروگے تو
اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہی مروگے۔
تقویٰ کی بہت سی راہیں ہیں۔ ایک ان میں
سے یہ ہے۔

فاعتصموا۔ اپنے آپ کو دکھوں سے
بچالو۔ کس ذریعہ سے؟

بحبل اللہ۔ ایک اللہ کا رسن ہے اس
پر دو قومیں زور لگا رہی ہیں۔ تم سارے مل کر
زور لگاؤ۔ تا ذلت اور شکست کے دکھوں
سے بچ جاؤ۔ ہمارے زمانہ طالب علمی میں
بہ رسّے کا کھیل نہیں ہوتا تھا۔ مگر اب تو

سکولوں میں یہ کھیل رائج ہے۔ اِس لئے
اس آیت کی خوب سمجھ آسکتی ہے۔

شفاء۔ کنارہ۔

من النار۔ غضب۔ غیظ۔ کینے۔
ایک دوسرے کی جلن۔

فانقذکم منہا۔ ان تمام جھمیلوں
سے قرآن نے نکالا۔

دیکھو۔ میں تمہیں دردِ دل سے کہتا ہوں۔
کہ وحدت بڑی چیز ہے۔ اور ہر قسم کی
کامیابیوں کی جڑ ہے۔ صحابہ کرام نے اس
کا مزہ چکھا ہے۔ انکی قوم ایک کس مپرس
عالت میں تھی۔ صرف وحدت کے ذریعے
ساری دنیا میں عظیم الشان اور مظفر و
منصور ہو گئی۔

جب تک ہر ایک آدمی اپنے اغراض
کو چھوڑ کر دوسرے کی ہمدردی میں فنا نہ
ہو جاوے۔ یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عمائد
مکہ کو دعوت دی۔ اور کہا۔ کوئی تم میں سے ہے
جو ہمارا بوجھ اُٹھا سکے۔ علیؓ اس وقت ایک
نوجوان لڑکے تھے۔ آنکھیں بھی اس وقت
خراب تھیں۔ بڑی جرأت سے کہا۔ کہ میں
حاضر ہوں یا رسول اللہ۔

اُس وقت لوگوں نے ہنسی اڑائی۔ مگر
خدا کے نزدیک یہ قول ایسا قابل قدر تھا۔
کہ تیرہ سو برس گذر گئے اور مولیٰ مرتضےٰ کی
اولاد کا بچہ بچہ سید (سردار) کہلاتا ہے وہ
سچا خادم بنا۔ تو خدا نے اسے مخدوم بنا دیا۔

"ایاتہ۔ یہ خدا کی خدائی کے نشانات ہیں

امۃ۔ گروہ۔

اولئک ھم المفلحون۔ امر بالمعروف
نہی عن المنکر کو میں نے تو آزما لیا اس سے
انسان مظفر و منصور ہو جاتا ہے۔ ایک
مظفر و منصور ہونا تو تم نے دیکھ لیا۔ کہ میں
بھی تمہیں سے ایک تھا۔ اور تمہارا پیر بن گیا۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا۔ دیکھو
تفرقہ بہت بری چیز ہے اور اس کا انجام
دکھ اور درد اور ذلت کی زندگی کے سوا کچھ
نہیں۔ عیب چینی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر
جھگڑا کرنا چھوڑ دو۔ اس قسم کی نازک خیالی
ٹھیک نہیں۔ کہ فلاں کی جیب میں دو پیسے
ہیں۔ شائد اس نے کہیں سے چرائے ہیں
اب رسول کریم صلے اللہ علیہ نے فرمایا۔ چور
بحالت ایمان چوری نہیں کرتا اور جو چور
ہے اس کا گویا خدا کے رزاق ہونے پر
ایمان نہیں اور چوری کو خدا کے وعدہ پر
مقدم کرتے ہو اس لئے کافر ہو۔ دیکھو
ایک شخص کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ رسولِ
کریمؐ نے فرمایا کہ تم اپنے باپوں کو گالیاں
نہ دو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضرت کوئی

اپنے باپ کو بھی گالی دیتا ہے (اب تو بیٹے باپ کو مارتے بھی ہیں) تو آپؑ نے فرمایا۔ جب تم نے کسی کے باپ کو گالی دی تو گویا اپنے باپ کو دی۔ کیونکہ وہ تمہارے باپ کو گالی دیگا۔

بدی کا بدلہ۔ بدی سے دینا گویا ایک اور بدی کرنا ہے۔ صبر بڑی بڑے پھل رکھتا ہے۔ ہم یہاں سب کیوں آئے ہر ایک شخص اپنی اپنی نسبت جانتا ہے۔ میں تو یہاں دین سیکھنے کے لئے آیا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب کے منہ سے اتنا نکلا تھا۔ کہ تم اپنے وطن کا خیال تک بھی نہ لاؤ۔ سو اس کے بعد میں نے وطن کی کبھی خواہش نہیں کی۔ یہاں میں نے مالی جانی نقصانات اٹھائے۔ مگر صبر کیا۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس صبر کا اجر مجھے مل گیا۔ کہ میں مظفر و منصور ہو گیا۔ کوئی وظیفہ کوئی عمل تم سے الگ مجھے نہیں آتا۔ پھر بھی میں نے وہ بات حاصل کی۔ جو میرے ایسے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ انسان کی روح میں ایک تڑپ معیت کی بھی ہے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ ایک معمولی انسان کا ساتھ کتنی بڑی بات ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا ہو اسے اور کیا چاہیئے۔

غرض تفرقہ پیدا ہوتا ہے ایک دوسرے کی بات نہ سننے سے جس کی تم لوگوں کو عادت ڈالنی چاہیئے۔ میرے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے کہ مسلمان کیوں ترقی نہیں کرتے۔ یہ مسلمان کب بنیں گے۔ میں نے اس سوال پر بہت غور کیا ہے۔ دوسری قوموں کے پاس تو تعلیم کوئی تھی نہیں۔ مگر ضرورت محسوس کر کے انہوں نے وحدت قائم کر لی اور اس کا پھل کھایا۔ ہندو ہیں۔ بس ان میں دولت رام نام چاہیئے۔ پھر وہ کہدینگے۔ کہ یہ ہماری قوم کا ہے۔ پھر نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے قومی وحدت کا مسئلہ اختیار کر لیا ہے۔ دوسرا اصل ان قوموں نے یہ سمجھ لیا کہ محنت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ پس انہوں نے محنت اختیار کر لی۔ مسلمان ہیں ان کو خود مذہب نے سکھایا۔ کہ تم وحدت پیدا کرو۔ اور محنت کرو۔ مگر انہوں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔

دوسری قوموں کا یہ حال کہ انہوں نے عبادت کو تو ایک خاص شخص کے گلے پر منڈھ دیا ہے۔ چنانچہ میں جن راجوں کے ہاں ہوتا تھا۔ ان میں ایک مدبر کو دیکھتا کہ وہ بڑی محنت سے کام کرتا۔ جب نوکر آکر عرض کرتا۔ کہ مہاراج پوجا کا وقت ہے تو وہ کہہ دیتا۔ کسی برہمن کو چند پیسے دے کر پوجا کرالو

اسی طرح عیسائی ہیں۔ انہوں نے الا بلا
یسوع کے سر پر ڈال دی۔ جو ان کے لئے
کفارہ ہو گیا۔ اب دنیا رہ گئی سو اس
کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے اور اس میں
کامیاب ہوئے۔ مسلمانوں نے نہ تو دین کو
سنبھالا نہ دنیا کو۔ دین کا حال تو یہ ہے
کہ سرحدی مولوی ہیں۔ انہوں نے فتویٰ
دیدیا کہ انگریزی علاقہ سے کوئی دنش
بھیڑ بن لائے۔ ایک ہمیں دیدے باقی
حلال۔ اور دنیا کا یہ کہ بس ساری دنیا
میں نکمے ہیں تو مسلمان۔ ترقی کریں تو کیونکر
کریں۔ وحدت پیدا کرو تا کامیاب بنو۔
ایک دن آتا ہے کہ کچھ لوگ بے عیب
تجویز کئے جاوینگے۔ وہ مسلمان ہونگے
وہ خدا کی رحمت میں ہونگے۔

(رکوع ۳)

کنتم خیر امۃ۔ ہو تم عمدہ اعلیٰ
جماعت۔ خیر تفضیل کا صیغہ ہے زیادت
کے معنوں میں آتا ہے۔

اخرجت للناس۔ لوگوں کی بھلائی
کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ہر ایک شخص
کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔
اور دیکھے کہ میں نے آٹھ پہر میں لوگوں
کی بھلائی کے لئے کیا کام کیا۔ امت محمدیہ
کا منشاء ہی یہی ہے کہ لوگوں کی بھلائی کے
لئے جان تک لڑا دی جائے۔ سرہندی
بزرگ نے لکھا ہے کہ میں جب رات کو
سونے لگتا ہوں۔ تو سوچتا ہوں کہ اپنے
فرض منصبی کو کہاں تک ادا کیا ہے۔ گویا
حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ و وازنوا
قبل ان توازنوا پر عمل فرماتے تھے اب
اس بھلائی کی تصریح فرماتا ہے۔

تامرون بالمعروف۔ پسندیدہ باتیں
حسن قرآن عقل اور ایک شریف سلیم الفطرت
پسند کرتا ہے وہ کرے اور جو اس کے خلاف
ہو اس سے روکے۔

وتومنون باللہ۔ پھر خود بھی ان
بھلائیوں پر عمل کرنے والے بنو۔ اور تمام
اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات
پر پورا پورا ایمان ہے۔

الا اذیٰ۔ محض زبانی بکواس کر لیں۔
اس کے سوا اور کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

ثم لا ینصرون۔ میں تو اس کے یہی
معنے کرتا ہوں۔ پھر کبھی بھی ان کو نصرت نہ
دی جاویگی۔ تیرہ سو برس سے یہود کا یہہ
حال دنیا دیکھ رہی ہے۔

الا بحبل من اللہ وبحبل من الناس
ہاں مسلمانوں کے معاہدہ کے نیچے یا دوسرے
لوگوں کے معاہدہ و تعلقات کے اندر اس
سے کچھ محفوظ رہ سکتے ہیں؛

تقدیر عبارت یوں ہے اینما ثقفوا ما عصموا من الذلۃ الا عصموا بحبل من اللہ۔ یہ عصموا میں نے دو آیات سے نکالا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ اور من یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جہاں پائے گئے ذلت سے نہیں بچیں گے۔ مگر مسلمانوں کے عہدنامہ میں اس بری ذلت سے کچھ نہ کچھ بچ سکتے ہیں۔ ایک اور معنے ہیں وہ یہ کہ یہودی ہمیشہ ذلت میں رہیں گے۔ ہاں اگر اللہ کے رسن کے نیچے آجاویں۔ یعنے مسلمان ہو جاویں۔ یا کوئی اور مذہب اختیار کرلیں۔ تو پھر بچ سکیں گے۔ یہودی۔ یہودی رہ کر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ الا کو عاطفہ بھی بتایا ہے۔ یعنے وَلا مطلب یہ ہے کہ وہ ذلت سے نہ بچیں گے۔ خود مسلمانوں سے عہدنامہ کریں۔ یا کسی دوسرے مذہب کے۔

المسکنۃ۔ یعنے سلطنت کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مار سکیں گے۔

من اھل الکتاب امۃ قائمۃ۔ ہر مذہب میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو شریر ہوتے ہیں۔ وہ غیر مذہب کی مخالفت محض ازراہ شرارت کرتے ہیں۔ ان میں طلب حق ہرگز نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ جو شرارتوں میں شریک نہیں ہوتے وہ نیکی میں بقدر اپنی طاقت کے بڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پر۔ قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔ اپنی عقل و فہم کے مطابق پسندیدہ کام کرتے اور برُے کاموں سے رُکے رہتے ہیں۔ اور کسی نبی وغیرہ کی ہتک نہیں کرتے اس قسم کے لوگوں کو خدا نے امیدوار ٹھہرایا ہے۔ کہ ما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ جو کچھ بھی وہ بھلائی کریں۔ اس کی ناقدری نہ ہوگی؛

واللہ علیم بالمتقین۔ کیونکہ اللہ کو متقین کا علم ہے۔ پس ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہمیں رائے زنی کا کوئی حق نہیں (ان نیکیوں کی قدردانی بھی یہ ہے کہ "اسلام" قبول کرنے کے لئے شرح صدر ہو جاوے) باقی رہی جو کھلم کھلا انکار کرتے اور شرارت و ایذارسانی سے پیش آتے ہیں۔ وہ تو کچھ خرچ بھی کریں تو اکارت جاتا ہے۔

بطانۃ۔ اندرونی دوست نہ بناؤ۔ اس کی تصریح سورۃ ممتحنہ میں خوب فرمائی ہے۔ اب اس سے آگے ان کے طرز عمل سے اطلاع دی ہے۔ تا محفوظ رہ سکو؛

(رکوع ۱۴)

مکّہ کے لوگوں میں خودپسندی اور خودی بہت تھی۔ اس کی جڑ آسودگی ہے۔ کیونکہ تمام جہان کی پوجا کا مال اُن کے پاس آتا تھا۔ پھر مکہ ایک بڑا معبد تھا۔ تمام عرب والے اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس لئے یہ لوگ اپنے تئیں مہنت سمجھتے تھے۔ تیسری وجہ ان کی خودپسندی کی۔ رحلۃ الشتاء والصیف تھی۔ یعنی وہ تجارت کے لئے موسم گرما میں عراق وشام ومصر وغیرہ کی طرف جاتے تھے اور سرما میں ہندوستان۔ چاٹنا کی طرف جتنی تجارت پیشہ قومیں ہیں۔ وہ ایک وقت آسودگی کی وجہ سے خودی اور خودپسندی میں مبتلاء ہو جاتی ہیں۔

خودی اور خودپسندی والے ہر بات پر ناک چڑھانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ دوسروں کی نسبت یہی کہتے ہیں۔ ہم اسے کیا سمجھتے ہیں۔ پس جب کوئی دوسرے کی بات سنے نہیں۔ تو حق کس طرح پا سکتا ہے۔ ان کی اس خودی اور خودپسندی کی اصل جڑ تو انکے بُت تھے۔ جیسے ہندوستان میں مہا دیو ہے۔ ایسے ہی وہاں ہبل تھا۔ جیسے یہاں دیویاں ہوتی ہیں۔ وہاں نائلہ تھی۔ ہر بُت کے پجاری لاکھوں روپے کماتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ایک نوجوان ہمارے ہی خاندان کا ہمارے تمام کارخانہ مکرمت پر پانی پھیرنا چاہتا ہے۔ تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ادھر انہی کے قوم کے لوگ ورقہ بن نوفل۔ علی صدیق زید بن حارث وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ تو یہ اور بھی گھبرائے اور مقابلہ کی ٹھانی اور حتی الوسع انہوں نے کوشش کی۔ کہ کس طرح اسلام کا استیصال کیا جائے۔ نبی کریمؐ کو ۱۳ برس اس گھمسان میں گزرے۔ دیکھو کس قدر بڑی ہمت کیسی بلند پروازی۔ کتنا محکم ارادہ ہے اور کیسا استقلال تھا۔ پھر صحابہ میں جن کی قومیت اور عصبیت نہ تھی۔ وہ بھاگ اُٹھے۔ فرمایا حبش میں چلے جاؤ۔ وہاں وہ لوگ جا کر رہے۔ پہلے رنگ میں تو بتایا۔ کہ شریر سے شریر حکومت کے نیچے کس طرح مسلمانوں کو رہنا چاہیئے۔ دوسری میں یہ بتایا کہ نیک دل عیسائی گورنمنٹ کے تحت میں کیونکر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ گویا آپ کو یقین تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر آنیوالا ہے کہ وہ غیر قوموں پر حاکم ہونگے۔ اور پھر ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ وہ محکوم ہوں گے۔ یہ تو مکہ کے حالات تھے۔ اب جب آپ مدینہ میں آئے۔ تو یہاں کے رسم و رواج سے آپ کو آگاہی نہ تھی۔ ان کی جماعتوں میں کوئی منصوبہ کرتا۔ تو کوئی خبر تک دینے والا نہ تھا۔

منافقوں کے علاوہ ایک طرف یہود
تھے۔ بنو قینقاع۔ بنونضیر۔ بنو قریظہ۔ دوسری
طرف پادری جن کا لارڈ بشپ ابو عامر ہرقل
سے تعلقات رکھتا تھا۔ اس طرح پر اس
سلطنت کا خدشہ تھا۔ پھر مدینہ کے مشرک
اوس خزرج تھے۔ پھر یہاں تک ہی بس نہ
تھی۔ بلکہ مکہ والے تجارت کے بہانے سے
اِدھر اُدھر گھومتے اور ریشہ دوانیاں کرتے
پھرتے تھے۔ اور قوموں کو اکساتے پھرتے
پھر ایران کے بادشاہوں سے انکی سازباز
تھی۔ ان کو حضرت نبی کریمؐ کی جماعت پر برانگیختہ
کرتے رہتے۔ چونکہ دشمنوں کا یہاں تک
زور تھا۔ اسیواسطے بلغ ما انزل الیک
من ربک واللہ یعصمک من الناس
کا وعدہ ہوا۔ ایسے مشکلات میں اللہ تعالےٰ
تیرا محافظ ہے۔

بہرحال ان حالات میں شریر دشمن نے
مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں نے رویاء دیکھی ہے۔ اس سے
خدشہ معلوم ہوتا ہے۔ پس باہر نکل کر نہیں
لڑنا چاہیئے۔ مگر بعض تیز طبیعت صحابہ نے
عرض کیا نہیں حضور باہر ہی چلنا چاہیئے۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ
کا جوش دیکھا تو فرمایا۔ اچھا۔ آپ نے دو زرہیں
پہن لیں۔ صحابہ یہ دیکھ کر ڈرے اور سمجھ لیا۔
کہ امر بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ پھر
عرض کیا کہ حضور اندر ہی لڑینگے۔ آپ نے
فرمایا نبی جب کسی چیز کی تیاری کر لیتا ہے
تو رک نہیں سکتا۔ اب یہ اس موقعہ کا ذکر ہے۔

تبوّئ المؤمنین مقاعد للقتال۔ تو
بٹھاتا تھا مومنوں کو جگہ بہ جگہ جہاں انہیں
کھڑے ہو کر لڑنا چاہیئے۔ اس سے ایک سبق
تمہارے لئے نکلتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ۔ مناظرہ
مباحثہ بے شک کرو۔ مگر اپنے امام کی منشاء
کے ماتحت۔ کیونکہ یہ ترتیب جس کا انجام فتح و
ظفر ہو اللہ کے بندے ہی جانتے ہیں۔

اذ ھمت طائفتٰن۔ یہ گروہ بنوسلمہ
اور بنو حارثہ تھے۔ خدا نے پردہ پوشی کی۔
انہوں نے خود ہی اپنے نام بتائے۔ کسی نے
کہا۔ تفشلا کے الزام کے نیچے آنا۔ کیوں
ظاہر کرتے ہو کہنے لگے واللہ ولیھما کی خوشخبری
خموش نہیں رہنے دیتی۔

مومن انسان کبھی کبھی کمزور ہو جاتا ہے۔
یہ جنگ کا موقعہ پھر شہوت کا مقابلہ۔ غیظ و
غضب کا مقابلہ۔ بزدلی کا مقابلہ۔ یہ ایسی باتیں
ہیں کہ بڑے ابتلاء کا مقام ہیں۔

اب نظیر دیتا ہے۔ کہ بدر میں جب تم تھوڑے
اور بے مقدور تھے۔ عمائد مکہ پر فتحیاب ہو چکے۔
پس تم اللہ کو اپنا سپر بناؤ۔ وہ تمہیں ہلاکت
سے محفوظ رکھے گا۔

ثلثة الاف من الملائکة ہندوستان میں سید صاحب نے کسی قدر احتیاط سے ملائکہ کے عقائد میں ذکر نہیں کیا۔ اور مصر میں مفتی عبدہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے.... جنہوں نے ملائکہ سے انکار کیا ہی یا اندرونی نادان دوست ہیں۔ حالانکہ ملائکہ کا اعتقاد تمام انبیاء کی تعلیم کی جز ہے اور نبوت کی سیڑھیوں میں پہلی سیڑھی تو ہی ملائکہ پر ایمان ہے۔ میں اس کے متعلق پہلے مفصل سنا چکا ہوں۔

مسومین۔ ان کو نشان لگا ہؤا ہے۔

بخمسة الاف من الملائکہ۔ جوں جوں انسان کا قرب اللہ سے بڑھتا ہے توں توں ملائکہ سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے صبر و تقویٰ سے کام لینے پر بجائے تین ہزار کے پانچ ہزار فرمایا۔

(رکوع ۵)

تھوڑی سی بات سے بڑی باتوں کا امتحان کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں تو یہ مسئلہ صاف ہے کیونکہ ہر امر کے لئے امتحان لیا جاتا ہے۔ امتحان کے معنے ہیں کسی کی محنت کو جانچ لینا اور اس کا بدلہ دینا۔ ایک جگہ فرمایا ہے اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم بالتقوی۔ پھر ایک امتحان کا ذکر بقرہ میں کیا ہے۔ ان اللہ مبتلیکم بنھر۔

ایسا ہی یہاں جہاد کے لئے ایک امتحان ہے کہ سود لینا چھوڑ دو۔ کیونکہ بیاج خور مال میں وسعت حوصلہ سے کام نہیں لے سکتا۔ اور جو مال خدا کی راہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ جان کیونکر دیگا۔ پس یہاں فرمایا کہ اول تو تم سود کو چھوڑ دو۔

ربوا کے لفظ پر بعض لوگوں نے بحث کی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ربوا کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں کئے۔ ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآن کا لفظ لفظ کے معنے حدیثوں میں آئے ہیں۔ جب خدا تعالیٰ ایک چیز کو حرام فرماتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کو خدا سے جنگ قرار دیتا ہے تو کیا وہ ایسا لفظ تھا جس کے معنے لغت عرب سے واضح نہ ہوتے ہوں۔ نقدی کے اوپر میعاد معینہ کے لحاظ سے زیادہ لینا سود کہلاتا ہے ہاں بعض باریک باتیں بھی ہیں۔ جو عام فہم نہیں ہیں۔ مگر تاہم کوئی ایسی مشکل بات نہیں۔ بعض نابکار لوگ کہتے ہیں۔ کہ سود کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ حالانکہ بارہ سو برس (بارہ سو برس میں نے اس لئے کہا کہ تیرہویں صدی میں مسلمانوں نے سود لینا شروع کر دیا) کا تجربہ بتاتا ہے کہ بغیر سود کے سب کام چل سکتے ہیں۔ میں اس بات کا گواہ

موجود ہوں۔ کہ بغیر ربوا کے لینے اور
دینے کے انسان تمام کام کر سکتا ہے۔
میں نے بھی ملازمت کی۔ کاشتکاری
بھی کی۔ تجارت بھی کی۔ لاکھ لاکھ روپے کی
تجارت کی۔ مگر مجھے کبھی سود کی ضرورت
نہیں پڑی۔ ایسے ایسے وقت بھی مجھ پر گذری
ہیں کہ رات کو کھانے کے لئے سامان نہیں
مگر پھر بھی میرے مولیٰ نے میری دستگیری کی

اضعافاً مضاعفۃ۔ اسکے ترجمے
کے لئے میں نے بہت غور کیا۔ "بڑھ بڑھ
کر" سے زیادہ کوئی لفظ اس مفہوم کو ادا
کرنے والا نہیں یہ معنے کرنے کہ ایک کے
سات سو پھر سات سو کا دگنا چودہ سو
ایک روپیہ پر بیاج لینا منع ہے بہت
ہی حماقت ہے۔

ایک سُود کی وہ قسم بھی ہے۔ جو لینا
پڑتا ہے۔ مثلاً ملازموں کی تنخواہ سے کچھ
حصہ کاٹا جاتا ہے۔ بینک کا سُود ہے اُسی
میرے خیال میں مال غنیمت سمجھنا چاہیئے
اور اسے کسی نیک کام میں لگا دینا چاہیئے۔

اعدّت۔ امام ابو حنیفہ ایک
عظیم الشان امام گزرے وہ فرماتے
ہیں:۔ اخوف آیۃ عندی فی القرآن
اس لئے کہ جہنم تو بے ایمانوں کے لئے ہے
پس یہ مومنوں کا گھر کیوں ہو۔

سارعوا الی مغفرۃ۔ اللہ کی رسول
کی اطاعت کرو۔ اگر کوئی غلطی ہو جاوے۔
تو بخشش مانگو۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن
الناس۔ ایک تو یہ بات ہے کہ غیظ و غضب
پی جائے۔ پھر اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ
ہے کہ نہ صرف اپنے جذبات کو روک لے
بلکہ معاف بھی کر دے۔ حضرت عائشہ کے
معاملہ میں حضرت ابو بکر اپنے ایک بھائی
پر ناراض ہو گئے اور اس کا وظیفہ بند
کر دیا۔ خدا نے فرمایا۔ الا تحبون ان
یغفر اللہ لکم۔

فاحشۃً۔ ایسی بدی جسے کھُلم کھُلا
لوگ بُرا سمجھیں۔

لا تہنوا۔ نفس کے مقابلہ میں اور
دشمن کے مقابلہ میں سستی اختیار نہیں
کرنی چاہیئے۔

(رکوع ۶)

جنگ احد میں نبی کریم ایک گھمسان
میں تھے۔ کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ نبی
کریم قتل ہو گئے۔ اتنے بڑے عظیم الشان
شخص کے قتل کی خبر عین معرکۂ جنگ میں
ہوش اڑا دینے والی ہوتی ہی تھی۔ بعض تو
حیران رہ گئے۔ بعض جان توڑ کر لڑے۔
بعض نے ہمت ہار دی۔ اللہ جلشانہ ان کو

فرماتا ہے۔ آخر محمد رسول اللہؐ رسول ہی
ہیں۔ اگلے رسول بھی مر چکے۔ گو یہ مسلمہ بات
ہے کہ نبی گھمسان میں نہیں مارا جاتا۔ مگر فرض
کرلو کہ وہ فوت ہو گئے یا مارے گئے تو
کیا وہ دین جو تم نے قبول کیا وہ چھوڑ
دو گے اور پھر اس بت پرستی کی طرف
لوٹ جاؤ گے۔

کاین من نبی۔ یعنے کس قدر نبی
ہیں بہت ہیں۔

وما استکانوا۔ استکان میں بحث
ہے۔ بعض اسے کون سے کہتے ہیں۔ میرا
بھی یہی اعتقاد ہے۔ بعض سکون سے۔ مگر
اس صورت میں استکن بنیگا۔ تو مطلب
یہ ہوا کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت
میں نہیں ہوئے۔

ربی۔ امام۔ نیک لوگ۔ جماعت۔

(رکوع ۷)

انسان میں دو طرح کی طاقتیں ہیں
ایک وہ جو اس کے دخل و تصرف کے
نیچے ہیں۔ ایک وہ جن پر اس کا کچھ تصرف
نہیں۔ نیکی کی راہ انسان دکھ مصیبت
کسی بزرگ کے کلمہ یا الہام سے سمجھ لیتا ہے
نیکی سے روکنے کے اسباب بھی ہیں۔
جن میں نفس۔ شیطان۔ معاندان حق
شامل ہیں۔ ۱۲

ان تطیعوا الذین کفروا۔ تمام وہ لوگ
جنہوں نے کفر کیا۔ نفس سے لیکر خدا کے
کھلے منکروں تک۔ اگر ان کا کہا مانو گے یا
ان کی ترغیب کے آگے دب جاؤ گے تو چونکہ
انسان ایک حد تک ٹھہرتا نہیں۔ اس لئے
نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ ایمان سے تم بُعد
میں پڑ جاؤ گے۔

بل اللہ مولٰکم و ھو خیر الناصرین
اگر مولیٰ سے تعلق رکھو گے۔ تو وہ دشمنوں
کے مقابلہ میں تمہیں نصرت بخشیگا۔ چاہیئے
کیا؟ یہ کہ کفار کے سامنے ایسے ہو کہ تمہارا
رُعب ان پر پڑ جائے۔ اور جیسے جونک پتھر
پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح کفار کا تم
پر کوئی اثر نہ پڑے اشداء علی الکفار
رحماء بینھم کی یہی تفسیر ہے۔

اذا فشلتم۔ احد کی پہاڑی میں جہاں
جنگ تھی۔ احد کے مشرق کی طرف کفار تھے۔
ایک درہ تھا پہاڑی پر۔ آپ (نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم) نے ۵۰ آدمی مقرر کئے کہ فتح
ہو یا شکست ہو تم لوگوں نے یہاں سے
بغیر میرے حکم کے نہیں ٹلنا۔ مسلمانوں کو فتح
ہوئی۔ یہ سمجھے کہ اب کیا ضرورت ہے وہاں
سے ٹل آئے۔

فشلتم۔ پھسل گئے۔
تنازعتم۔ افسر نے کہا کہ ٹھہرو۔ دوسروں

نے کہا اب کیا ضرورت ہے بس یہ جھگڑا تھا۔

ولقد عفا عنکم۔ قریب تھا کہ خمیازہ اٹھاتے۔ مگر ہم نے درگذر کی۔

غما بغم۔ بڑا غم۔ دوم یہ کہ ایک غم کے بدلے جو تمہاری نافرمانی نے رسول کو پہنچایا۔ تم کو بھی پھر غم ہؤا۔ تکلیف اٹھائی شکست کھائی۔

لکیلا تحزنوا۔ یہ سب کچھ یہیں بھگت گیا۔ اتنے میں ہی خیر گزری۔ تا کہ تم غم نہ کرو۔

(بقیہ رکوع ۷ و رکوع ۸)

لو کان لنا من الامر شیئ۔ اگر ہوتا ہمیں حکومت سے کچھ حصہ۔

ما قتلنا ھٰھنا۔ یہ قتلنا قابل غور ہے۔ جو قتل ہو چکے ہیں۔ وہ تو بول نہیں سکتے۔ یہ وہی بات ہے جو میں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ کہ ضمیریں متکلم کی ہوں یا غائب کی یا مخاطب کی۔ اپنے مثل کے معنے بھی رکھتی ہیں۔ جیسے اذا قلتم یا موسیٰ لن نصبر علے طعام واحدٍ۔ میں مخاطب وہ نہیں جنہوں نے کہا کہ موسے ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔

ولیبتلی۔ "تا ظاہر کرے" قرآن میں ایک جگہ ایسا محاورہ ہے۔ جہاں فرمایا یوم تبلی السرائر۔

یمحص۔ خالص کر کے دکھا دے۔

ببعض ما کسبوا۔ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔ نماز میں لذت نہیں آتی۔ مصیبت پر مصیبت پڑتی رہتی ہی۔ انسان پہلے خود ایک بدی کرتا ہے پھر اس بدی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان اس شخص کے ساتھ دوستی پیدا کرتا ہی۔ بس یہ تعلق شیطان ببعض ما کسبوا کا اثر ہے۔ قرآن نے اس مسئلہ کو کئی رنگوں میں بیان کیا ہے۔ شیطان کسی کے پھسلانے کی اس وقت کوشش کرتا ہے جب وہ پہلے کسی بدی کا ارتکاب کرے۔ چنانچہ فرمایا۔ فلما زاغوا۔ ازاغ اللہ قلوبھم دوسری آیت واما الذین فی قلوبھم مرض زادتھم رجسًا علے رجس۔ ہمنے بعض شخصوں کو دیکھا ہے کہ ایک وقت تھوڑے سے گناہ کا کام بھی کئی پردوں میں چھپ کر کیا ہے۔ پھر یہاں تک بڑھے ہیں کہ عین سر بازار رنڈیوں کے ساتھ شطرنج کھیلتے دکھائی دیتے ہیں۔ یا ٹمٹم پر سوار۔ ایک شخص اس ابتلاء میں پڑ گیا۔ اس کی ہدایت کا موجب یہ آیت ہوئی۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ برق کی طرح اس کے دل میں اثر کر گئی۔ اور سب منہیات

کو چھوڑ دیا۔ انسان جب بدی کرتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا تو پھر وہ بدی اس کی نظر میں بدی ہی نہیں رہتی۔ ایک شخص قرآن شریف میں کونوا مع الصادقین پڑھ رہا تھا۔ کہ اوپر سے اس کا ایک دوست آیا۔ اور کہا کہ فلاں نے مقدمہ دائر کر دیا۔ اس نے جواب دیا کہ تم بھی ایک دعویٰ دائر کر دو۔ ہم گواہوں کا انتظام خود کر لیں گے۔ یعنے جھوٹے گواہ مہیا کر لیں گے۔ میں نے دیکھا ہے کئی آدمی بے وجہ جھوٹ بولتے ہیں اس جھوٹ بولنے سے نہ انکی عزت کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے نہ مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ماما لوا وما قتلوا۔ یہ کہنا حقیقت میں بڑی بھاری غلطی ہے۔ کہ فلاں جگہ نہ جاتے۔ تو یوں نہ ہوتا۔

لیجعل اللہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہی کہ اللہ بنادے۔

وشاورھم فی الامر۔ بڑے بڑے ذی وجاہت اور فہیم لوگوں سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو ان سے درشتی نہیں چاہیئے۔ بلکہ بدستور انہیں مشورہ میں شامل رکھنا چاہیئے۔

ما کان لنبی ان یغل۔ یہ جو تم نے پہاڑی کو چھوڑا۔ تو کیا تم کو نبی پر اعتبار نہ تھا۔ کہ وہ تمہارے حصہ کی حفاظت نہ کرینگے۔

ھم درجٰت۔ وہ انبیاء بڑے درجہ والے ہیں۔

یزکیھم۔ اپنی توجہ سے مزکی بنائیگا۔

(رکوع ۸ رکوع ۹)

بہت سے لوگ ہیں کہ انہیں دنیا کے کاموں میں بہت تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ مگر اس کام کو چھوڑ نہیں دیتے۔ لیکن اگر دین میں کچھ تکلیف پہنچے تو بہت جلدی بیدلی ظاہر کرتے ہیں۔

میں ایک بزرگ سے پڑھتا تھا۔ جو ہمیشہ سے سفر میں رہتے۔ جب وہ کہیں جاتے مجھے بھی ساتھ جانا پڑتا۔ ایک دفعہ کسی شخص کی بھینس چور لے گئے۔ چوروں کا پتہ مل گیا ہمارے استاد کو سفارش کے لئے وہ لوگ جن کا نقصان ہوا تھا لے گئے۔ وہاں جاکر انہوں نے بہت کچھ کہا۔ مگر چور یہی کہتے کہ بدلے کی دہی ہے۔ اصل نہیں دیتے اور وہ گاؤں ایسا تھا کہ اس میں سب مال چوری ہی کا تھا۔ ہمارے دوست ایک طالبعلم تھے جو اولاد میں سلطان باہو رحمۃ اللہ کے تھے انہوں نے کہا ہم خود کچھ انتظام کرتے ہیں۔ یہ لوگ مولویوں کی بات نہیں مانتے تم میرے ساتھ چلو۔ وہاں جاکر تم نے کہنا آج میں کہوں گا نہیں کل۔

چنانچہ ہم گئے اور ایسا ہی کیا ایک نوجوان

نے حیرت سے پوچھا کہ کیا بات ہے میرے دوست نے کہا یہ قریشی ہیں اور چلے ہیں تمہارے گھر اذان دینے اس نے کہا خدا کے لئے ذرا ٹھہر جاؤ اور وہ ڈرتا ہوا گھر گیا۔ کہ غضب ہوگیا ستم ہوگیا۔ چنانچہ وہ لوگ ہمارے استاد کے پاس گئے اور کہا کہ ہم بھینسیں لا دیتے ہیں خدا کے لئے ہمارے گھر اذان نہ کہنا۔ آخر انہوں نے راز بتایا کہ ان لوگوں کا خیال ہے قریشیوں نے مسجد میں اذان دی۔ تو وہ ایسی ویران ہوئی کہ نہ اس میں کوئی بھینس باندھی جا سکتی ہے نہ گائے۔ پس یہ اذان دے کر ہمارے گھر کو بھی مسجد یعنے ویران بنا دینگے۔ پس وہ ڈر کے مارے بھینسیں لے آئے

میں نے دیکھا ہے کہ پیر خود بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کسی پر ناراض ہوں۔ اور اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر انبیاء ایسے نہیں ہوتے وہ توحید کا جوش رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر نیک بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ دکھ اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہیں۔

یہ کل من عند انفسکم کی تفسیر ہے۔ اس میں بتایا ہے۔ کہ مصیبت تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی شریعت کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ تو سزا ملتی ہے۔ قرآن پہلے سید و قریش کے گھر سے نکلا (گو اب اس نکلنے کے یہ معنے ہیں کہ نکل ہی گیا) اور یہی لوگ اب قرآن سے جاہل ہوتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی بڑائی کی وجہ ہی یہی تھی۔ کہ وہ قرآن شریف جانتے تھے۔ لوگوں نے قرآن شریف سے دین و دنیا کے فائدے اٹھائے ہیں۔ مگر پھر تو نیتوں میں فتور آگیا۔ ایک محلہ میں بہت سے حافظ رہتے تھے۔ والد صاحب نے کہا کہ جانتے ہو کہ یہ کیوں اتنے حافظ ہیں۔ میں نے کہا فرمائیے۔ کہا یہ لوگ کابل کی طرف تجارت کرتے ہیں۔ اور وہاں حفاظ قرآن کیلئے محصول تجارت معاف ہے۔ پس یہ حافظ بن جاتے ہیں۔ ایک اور حافظ قرآن شریف یاد کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ آپ قرآن کیوں یاد کرتے ہیں۔ کہا کہ قرآن شریف یاد کرکے کلکتہ جاؤں تو دو سو روپیہ لاؤں۔ سندھ جاؤں تو ایک سو روپیہ۔

یہ تو پڑھنے والوں کا حال ہے اور جن کو پڑھنا چاہیئے۔ اور نہیں پڑھتے۔ انکا حال سنو۔ کہ ایک بڑے آدمی سے میں نے کہا۔ آپ پڑھتے کیوں نہیں تو وہ بڑے جوش میں آکر کہنے لگا۔ کیوں ہم کوئی بندر ہیں۔ سیکھتے تو بندر ہیں۔ خیر نہیں سیکھتے۔ میں نے

کہا کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں بھی ایک
مثال پیش کروں۔ باز تو سیکھتے ہیں مگر کوے
نہیں سیکھتے۔ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

ایسا فرقہ بھی ہے جو اپنے نیک اور
بد کام خدا سے منسوب کرتا ہے۔ تقدیر کے
مسئلے کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔

میری والدہ اوان قوم سے تھی بڑی
فہمیدہ عورت تھی۔ وہ ہمیشہ ایک مثال
دیا کرتی تھی۔ جو آگ کھاتا ہے انگارے
ہگیگا۔ یعنے جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ والقدر
خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کے معنے بتایا
کرتیں۔ کہ ہر نیک و بد عالم کا اندازہ خدا
کی طرف سے ہو چکا ہے جیسا کریں ویسا
نتیجہ پائیں۔ قدرہ تقدیرا۔

المتقی الجمعن۔ احد کی جنگ میں۔

یستبشرون۔ وہ اس بشارت کے
منتظر ہیں کہ ہمارے خلف بادشاہ ہونگے
اور پھر ان پر نہ یہ خوف رہیگا نہ ان پر کوئی
حزن طاری ہوگا۔ بلکہ مظفر و منصور ہونگے

ان الناس قد جمعوا لکم۔

سپہ سالار فوج احد کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال
ہم تم سے لڑائی کریں گے۔ پھر انہوں نے
کچھ آدمی بھیجے۔ تا مومنوں کو ڈرائیں۔ مگر
مسلمانوں نے سن کر کچھ پرواہ نہ کی۔
بدر میں دشمن نہ آیا۔ اور مسلمان
تجارت کر کے مال حاصل کر کے لوٹے۔

ذلکم الشیطن۔ وہ خبر اڑانے والا
شیطان تھا۔

یخوف اولیاءہ۔ اس کا اثر اسی کے
دوستوں پر پڑتا ہے۔

(رکوع ۱۰)

ہر مومن کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہیں
مومن کا دل صاف ہوتا ہے۔ اسکے دل
میں کپٹ نہیں ہوتی۔ نبی کریم (صلے اللہ علیہ
وسلم) کے دشمن مدینہ کی اطراف میں آپ
کے دشمنوں کو اکساتے رہتے۔ فرمایا۔ کہ
جلد بازی نہ کریں وہ لوگ۔۔۔۔ ہم ان کو
عذاب عظیم دیں گے۔ تیرے منکر گمان نہ
کریں۔ کہ ان کو جو مہلت دی گئی ہے وہ
ان کے لئے مفید ہے۔ مہلت سے بعض
لوگ بدی میں اور ترقی کرتے ہیں۔ یہاں
بھی بعض لوگ منافقانہ طرز اختیار کئے
ہوئے ہیں۔ جس سے ملے اُسی کی سی باتیں
کرنے لگے۔ ہم کو ایسے لوگوں کی خبر ہو جاتی
ہے۔ ایسے منافق لوگ انجام کار ذلیل ہوا
کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ مال جس کا یہ بخل کرتے
ہیں۔۔۔۔۔ اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے
بعض لوگ بہت سے چندوں کی تحریکیں
سن کر یہ کہدیتے ہیں۔ کہ ان کا اگر خدا سے
تعلق ہوتا۔ تو یہ مانگتے ہی کیوں۔

سنکتب ۔ کے معنے سنحفظ ہیں۔
ہندوؤں میں ایک قربانی ہوتی تھی۔ جسمیں آدمی کو جلاتے یا ...... جانور کو جلاتے ہیں۔ اب اس کی بجائے گھی شکر چاول وغیرہ چیزیں جلاتے ہیں ...... دنیا کا بڑا حصہ لوگوں نے دہوکہ میں ضائع کیا۔ خدا تعالیٰ تم کو فہم عطاء کرے۔ اور جھوٹ۔ حرص تکبر سے بچائے۔ محبتیں پیدا کرے۔ مسلمان بڑی فضولیاں کرتے ہیں۔ اپنی طاقتوں سے بڑھ کر کام نہ کرو۔

(رکوع ۱۱)

فرشتوں پر ایمان بہت ضروری ہے
ایک فرشتہ کی تحریک کو انسان مانتا ہے تو پھر اور ملائکہ سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔
جب انسان ملائکہ کی لعنت کے نیچے آتا ہے تو اس کا نشان یہ ہے کہ ان اکثرہم فاسقون۔ کا شان نزول بنتا ہے۔
میں نے تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ فسق اختیار کرتے ہیں ان کی سمجھ میں پاک باتیں آتی ہی نہیں۔ چنانچہ مردار خوار۔ خنزیر خوار۔ ما اھل بہ لغیر اللہ ایسی تمام قوموں کا یہی حال ہے۔
مسلمان۔ مردار۔ سؤر نہیں کھاتے۔
پھر بھی ان میں مجرم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ اکل الباطل جس سے نیکی کی توفیق نہیں ملتی

انسان کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت خدا کو یاد رکھے اور دعا میں لگا رہے۔ جیسا کہ اس رکوع میں الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا اور ربنا اننا سمعنا سے ظاہر ہے۔
کفر عنا سیاٰتنا۔ یہ جب ہوگا کہ گناہ گناہ کی حد تک نہ پہونچے۔
انی لا اضیع عمل عامل۔ یہ وہ عامل مراد نہیں جو تعویذ دھاگہ کرتے ہیں۔
اصبروا و صابروا۔ صبر کرو بھی اور سکھاؤ بھی ؛

سورۃ النساء

(رکوع ۱۲)

اس سورہ شریف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تم جب آرام کی زندگی عطاء کرے۔ تو کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ مومن لڑائیوں میں انتظامات نہیں کر سکتا۔ امن کی حالت میں کرتا ہے۔ اس لئے امن کی زندگی بسر کرنے کے قاعدے و طریقے سکھاتا ہے۔
بڑا امن تکبر کے چھوڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کبرائیوں کے تمام شعبے چھوڑ دینے چاہیئے۔
شیطان کا پہلا گناہ جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ ابی واستکبر

قومیت کے خیال کو تقویٰ کی حد کے اندر لانا چاہیئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ جب تم ایک شخص کی اولاد ہو۔ تو پھر کبریائی کس لئے تقوے سے امن.... پیدا ہوتا ہے۔ اور کبریائی سے فساد۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم میں بتایا ہے۔ کہ اللہ کے نزدیک معزز و مکرم صاحب تقویٰ ہے۔ نہ کہ اعلیٰ ذات والا۔

واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ دوبارہ حکم تقویٰ کا دیتا ہے کہ اس اللہ کے متقی بنو جس کے حضور تم دعا کیا کرتے ہو۔ جس کے در پر جا کر مانگنا۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی ٹھیک نہیں۔

والارحام۔ انبیاء نے عورتوں کے رشتہ کی یہاں تک قدر کی۔ کہ آنحضرت (صلے اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم) نے صحابہ رضؓ کو نصیحت کی۔ کہ مصر کے قبطیوں کا خیال رکھنا وہ تمہارے رشتہ دار ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل کی ماں مصر کی تھی۔ پھر حضرت نبی کریم جب قربانی کرتے تو خدیجہ کی سہیلیوں کے ہاں بھی گوشت بھجواتے رحموں کا بہت لحاظ رکھو۔

واتوا الیتمٰی اموالھم یتیم بڑا مظلوم ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے لا تقربوا مال الیتیم۔

ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ان کی عمدہ چیز اپنی کسی ردی سی مت بدلاؤ۔

حوبا کبیرا۔ بھاری گناہ۔

حرامخوری کی بہت قسمیں ہیں۔ جو نوکر اپنی نوکری نہیں کرتا وہ حرامخور ہے۔ جو طبیب راکھ کی پڑیہ بنا کر سونے کے نام سے دے وہ بھی حرامخور۔ جو حرفے والے اپنے حرفے میں فریب کرے وہ بھی حرام خور۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی بعض وقت یتیم لڑکیوں پر یا ان لڑکیوں پر جو بیوی کے ساتھ آتی ہیں ظلم ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کا طریق بتایا تا امن ہو۔

واتوا النساء صدقتھن نحلۃ

مسلمان جب پہلے پہلے یہاں آئے۔ تو ان کے پاس روپیہ بہت تھا۔ وہ لاکھوں کا مہر باندھ دیتے تھے۔ مگر اب یہ حالت نہیں۔ پس قدر کے مطابق مہر باندھو اور دل سے ادا کرو۔

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم۔ مال کمانا سہل ہے پر خرچ کرنا بہت اہم ذمہ داری کا کام ہے۔

عورتوں کی قوم بڑی کمزور ہوتی ہے پس اموال ان کو نہ دیدو۔ ایسا ہی لڑکوں

کے حوالہ مال نہ کیا کرو۔ کئی لڑکے فضول خرچ ہوتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ انہیں پیسے دیدیئے جاتے ہیں۔ ہمیشہ چیز منگوا کر دینی چاہیئے۔ اس لئے محکمہ کورٹ آف وارڈز کا اصول اسلام ہی نے رکھا ہے۔

(رکوع ۱۳)

یہ وہ رکوع ہے جس پر عمل مسلمانوں سے بہت کچھ اُٹھ گیا ہے۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو وراثت نہیں دیتے۔ ان کے لئے خزی فی الحیوۃ الدنیا ہے۔

واللہ علیم حلیم۔ تم حکیموں فلاسفروں عقلمندوں کی باتیں مانتے ہو پس علیم خدا کی باتیں بھی مان لو۔

(رکوع ۱۴)

او یجعل اللہ لھن سبیلاً۔ اس سے شائد یہ مدعا ہے۔ کہ نیک ہو جائے۔

یعملون السوء بجہالۃٍ۔ بدی کا ارتکاب جہل ہی سے ہوتا ہے۔ ایک مولوی صاحب عورت کے معاملہ میں قید ہوئے تو ایک بزرگ نے انہیں گدھا گدھی کی شکل میں دیکھا۔ میں نے کہا خواب سچا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کمثل الحمار۔

یجل اسفاراً۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑا رحیم کریم ہے۔ لاکھوں بار بھی خطا ہو جائے پھر بھی توبہ کرے۔ جب انسان کو اللہ پر ایمان ہو۔ تو وہ ارتکاب معاصی سے بچتا ہے۔ جس قدر لوگ ارتکاب معاصی میں گرفتار ہیں۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ ورنہ ایک بچے کی سامنے گناہ سے جھجک ہو اور خدا کے سامنے نہ ہو۔ خود یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کہ وہ ہلاکت سے بچتا ہے۔ انسان تو کجا ایک اونٹ کو مہار کے ذریعے کوسوں لے جا سکتے ہیں۔ مگر ایک گڑھے میں ڈالو تو نہیں گرے گا۔ کیونکہ اسے ہلاکت کا یقین ہوتا ہے۔

لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھًا۔ ایک عورت کا خاوند آیا کہ میری بیوی کو آتشک ہو گیا ہے۔ وہ بی بی بہت نیک تھی۔ مجھے یقین نہ آیا۔ آخر اس نے اقرار کیا کہ مجھے یہ خاوند پسند نہیں۔ اس لئے بہانہ بنایا ہے۔

کرھتموھن۔ عورت سے کوئی مکروہ امر دیکھو۔ تو نیک برتاؤ کرے۔ اس میں تمہارے لئے خیر کثیر ہے؛

(رکوع ۱۵)

محی الدین عربی نے اپنی فتوحات میں لکھا ہے کہ ان کے استاد جو بڑے حافظ تھے۔ قرآن مجید کی روزانہ منزل قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے اور ساتھ ساتھ حروف پر انگلی بھی رکھتے جاتے۔ میں نے پوچھا حضور آپ تو حافظ ہیں۔ فرمایا۔ اونچی آواز سے پڑھتا ہوں۔ تو کان۔ زبان اور انگلیاں اس نیکی کے کام میں شامل ہوتی ہیں۔

ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے احسانوں سے ایک یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اذان کا دستور ڈالا۔ گویا اسلام کے اصول اس کے کان میں پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ یہ لغو فعل نہیں۔ آجکل کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ جو آواز کان میں پہنچ جاوے۔ اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ ایک عورت نے لفظ نومی میں جرمن زبان میں لکچر دیا۔ ڈاکٹر نے تحقیقات کی۔ معلوم ہوا اس کی ماں جرمن سے آئی تھی۔ وہ ایک پادری کی نوکر تھی۔ اس کے یہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ تو اس پادری سے ایک سرمن سنی۔ جس کی آوازیں اب تک محفوظ چلی آتی ہیں۔

تم بھی اپنے کان۔ زبان اور دل کو قرآن کریم میں لگاؤ۔

(ربائبکم)

تمہاری بیوی کی لڑکیاں جو پہلے خاوند سے ہوں۔

مقت۔ ناخوشی۔

خاندانوں میں بعض موروثی بیماریاں ہوتی ہیں۔ قریب کے رشتے اسی لئے منع ہیں۔ مگر ان کی کوئی حد بھی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قرآن کریم کے ذریعے بتا دی۔

ان تجمعوا بین الاختین۔

نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ کہ خالہ و بھانجی۔ پھوپھی اور بھتیجی کو بھی جمع نہ کرو۔

پارہ پنجم

(رکوع ۱)

المحصنٰت۔ وہ بی بی جو کسی دوسرے کی بیوی ہو گویا وہ ایسی ہے جیسے کوئی قلعہ میں ہوتا ہے۔

وما ملکت ایمانکم۔ جنگی قیدیوں کا تعلق اپنے ملک سے قطع ہو جاتا ہے۔ وہ جنگ ایسا ہی قطع تعلق کرتی ہے۔ جیسے کہ طلاق۔ پس اس لئے یہ جائز ہیں۔

غیر مسافحین۔ صرف مستی اتارنے

جناح = گناہ

کے لئے نہ ہوں۔

فأتوھن اجورھن۔ ہندوستان میں لاکھوں کے مہر باندھے جاتے ہیں۔ میرا بھی ایک نکاح ہوا۔ جب مہر حد سے زیادہ بندھنے لگا۔ میں بول پڑا۔

عورتوں میں شور مچ گیا۔ استاد بھی ناراض ہو گئے۔ کہ دولہ بولتا ہے۔ مگر ہم نے ۵۰۰ سے زیادہ منظور نہ کیا۔

جناح۔ کے لغوی معنے ہیں جھکنا۔ اسی لفظ سے گناہ نکلا ہے۔ ج مبدل بہ گ آمد ح۔ ہ کا ہمارے ملک میں فرق نہیں۔ میں نے اکثر پادریوں سے کہا کسی نبی کے لئے جناح کا لفظ نکالدو۔ وہ نہیں نکال سکے۔ عربی میں خطا۔ ذنب۔ عصیان ایسے اکیس لفظ ہیں جن کے معنے بالکل الگ الگ ہیں ؛

ان ینکح المحصنٰت۔ یعنے حُرّہ۔

(رکوع ۲)

سنن الذین من قبلکم۔ وہ راہیں سکھائیں جن کے ذریعے وہ مقرب بارگاہ صمدی ہوئے ہیں۔

یتوب علیکم۔ اللہ تم پر متوجہ ہو۔

واللّٰہ علیم حکیم۔ انبیاء۔ اولیاء علماء اور حکماء کی باتیں بھی اسی لئے مانی جاتی ہیں۔ کہ ان میں علم و حکمت ہے ؛

یرید ان یتوب علیکم۔ اللہ کسی کو پکڑ پکڑ کر تو نہیں بناتا۔ مگر انسان کو ایک طاقت و مقدرت عطاء کر دی۔ اگر تم کسی اور کی طرف جھکو گے۔ تو تمہاری جان و مال کو نقصان پہنچیگا۔

یخفف عنکم۔ دیکھو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے معمولی لباس کافی ہے۔ مگر دیکھ لو جب کسی برات میں جاتے ہیں تو کیسا قیمتی لباس پہن کر جاتے ہیں۔ ایک ہمارا دوست تھا اس نے میراسیوں کو ۸ ہزار روپیہ دیدیا۔ اسی طرح مرنا بھی دیکھ لو۔ معمولی کفن ہے۔ شادی میں بھی یہی حال ہے لوگ اپنے رسوم کے ماتحت خواہ مخواہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کی بنائی ہوئی راہ میں آرام و تخفیف نہیں۔ مگر ہماری بنائی ہوئی راہ میں یہ بات ہے۔ کہ کیونکہ لوگوں کو فطرت کا علم نہیں۔ عیسائیوں نے اپنے خود ساختہ قواعد سے مجبور ہو کر کہدیا۔ کہ شریعت صرف اس لئے آئی۔ تا انسان کو مجبور ثابت کرے۔

ہمارے زمانہ کے نوجوان سوسائٹی سوسائٹی پکارتے ہیں۔ انکو معلوم نہیں انگریز خود اپنی سوسائٹی کی قیود سے کس قدر تنگ ہیں۔ ایک مولوی نے مجھ سے ذکر کیا۔ مجھے ایک جنٹلمین نے انگریزی سوسائٹی

میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ ایک برات کے موقعہ پر میرے ستر روپے ایک سُوٹ پر خرچ کرا کے مجھے ساتھ لے گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہُوا۔ کہ کھانے کا سوٹ۔ سونے کا سوٹ۔ ونٹ بال کا سوٹ۔ سیر کا سوٹ۔ ملاقات کا سوٹ۔ تین دن تک مولوی صاحب بیمار بن کر پڑے رہے۔ آخر جب رخصت کا وقت آیا۔ تو پھر چند لمحہ کے لئے اس لباس نے کام دیا۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ ایک غلطی سے دوسری۔ دوسری سے تیسری پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پھر گناہ کی انتہا ہو جاتی ہے۔ اس انتہاء کو گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔

فکفر عنکم سیئاتکم۔ اگر کوئی درمیان میں اس بدی سے علیحدہ ہو جاوے تو ہم اسے عزت کے مقام پر پہنچا دینگے۔

ولا تتمنوا۔ اللہ تعالیٰ کچھ تو انسان کو بلا معاوضہ دیتا ہے۔ جو صفت رحمانی سے ملتا ہے اور کچھ بدلہ میں جو صفت رحیمی کا عطیہ ہے۔ حسن و جمال۔ رنگت جسم۔ طاقت وغیرہ میں تفاضل ہیں۔ تفاضل انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ پس اس میں دخل نہ دو یہ دخل دینا تمنی کہلاتا ہے۔

للرجال نصیب۔ انسان کے لئے کچھ کرنے کے کام ہیں۔ ان کاموں میں اللہ کا فضل مانگو۔

والذین عقدت ایمانکم۔ انسان کے کچھ دوست ہوتے ہیں۔ کچھ وارث ہر ایک کے ساتھ ان کی حیثیت و قربت کے مطابق عمل کرو۔

(رکوع ۳)

الرجال قوامون علی النساء۔ یہ آیت بیاہے ہوئے مردوں کو بہت اچھی لگتی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ مردوں کو چاہیئے اپنی بیویوں کے محافظ اور ان کی درستی اور ٹھیک رکھنے کا موجب بنیں۔

بما فضل اللہ۔ کیونکہ مردوں کو خدا نے اس قسم کی لیاقتیں اور موقعے بخشے ہیں۔ عورتیں بھی مردوں کے ناموس کی محافظ ہیں۔

نشوزھن۔ ان کی بدخوئی کا ڈر ہے۔ تو ان کو نصیحت کرو۔ پھر بستر سے الگ کرو۔ (فی المضاجع میں جو اشارہ ہے اور آجکل کے رسمی مسلمانوں میں جو بود و باش کا طرز ہے قابل غور ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے تعلقات کو واضح کیا مردوں کو فرض ہے کہ ان کی اصلاحیں سمجھائیں۔ تاکہ وہ نیک اور فرمانبردار بنیں۔

صوفیوں نے کہا انسان تو رجل ہے اور نفس مؤنث ہے۔ مومن انسان وہ ہوتا ہے؟

جو اس عورت کو وعظ کرے۔ یعنے اپنے نفس کی اصلاح کرے۔

ایک مرتبہ میرے دل میں ایک گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے بہت سی حمائلیں خرید لیں۔ ایک جیب میں ایک صدری میں اور ایک ہاتھ میں ایک بسترے میں ایک الماری میں۔ غرض کوئی جگہ خالی نہ رہی جب خیال آتا۔ فوراً قرآن نظر پڑتا یہاں تک کہ نفس کی وہ خواہش جاتی رہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب میں بخل کا علاج لکھا ہے۔ کہ جب ایک پیسے کا بخل ہو تو اس سے دگنا چوگنا بلکہ سینکڑوں روپے خرچ کرے تا عادت ہو جائے۔

وبالوالدین احسانا۔ لوگ غیروں سے احسان کرتے ہیں۔ پر اپنوں سے نہیں نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ رحم نے جناب الٰہی میں عرض کیا۔ تیرے نام رحمٰن۔ رحیم میں بھی یہی مادہ موجود ہے۔ میرا لحاظ رکھو۔ اللہ نے فرمایا میں تیرا ایسا خیال رکھوں گا۔ جو تجھے قطع کریگا میں اس سے قطع کر دوں گا۔

صاحب بالجنب۔ ایک سیٹ پر بیٹھنے والے۔ ساتھ کے دکاندار ہم نشین۔ ہم عہدہ۔ ہم محکمہ۔ ہم دفتر۔ ایک آقا کے دو ملازم ایک جہاز یا ریل کے سوار۔

یبخلون۔ کسی کے پاس کوئی چیز ہو اور وہ اس کے دینے سے مضائقہ کرے۔ یہ تو عام لوگوں کے نزدیک بخل ہے قرآن کریم کی اصطلاح میں سچی بات اور مفید مشوروں کے دینے سے جو لوگ اپنے آپ کو روکیں۔ وہ بھی بخیل ہیں۔ لوگ اپنی اولاد کو الگ قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ یہ بھی بخل ہے۔ اپنے ایک دوست سے میں نے کتاب مانگی۔ اس نے مکرر سہ کرر مانگنے پر انکار کیا۔ میں نے با آواز بلند اناللہ پڑھا۔ چند روز گزرے ایک بڑا پولندہ پشاور سے آیا اس میں وہ کتاب بھی تھی۔ بلکہ اس کی شرح۔ پھر اس شرح کی شرح۔

شیخ۔ آپ دینا تو درکنار کوئی دوسرا دے تو بھی اس کو ناگوار ہو۔ یہ سچ ہے۔ اس قسم کے لوگ ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ایسے علماء کی اولاد جاہل رہتی ہے۔

رئاء الناس۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے تو خرچ کرتے ہیں پر خدا کی راہ میں ایک کوڑی دینا بھی دو بھر ہو۔

عرب میں ایک حکیم گذری ہیں۔ انکا مقولہ ہے کہ کسی شخص کا حال معلوم کرنے کیلئے اس شخص کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے دوستوں سے اس کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسے ہیں۔

مثقال ذرۃ۔ ذرہ عربی زبان میں لال چیونٹی کو کہتے ہیں اور مثقال اسکے سر کو۔

فکیف۔ تعجب کے رنگ میں یہ لفظ آتا ہے۔ یعنے کیا حال ہوگا۔

(رکوع ۴)

سکاریٰ۔ سکر نیند کا غلبہ۔ شراب سے بدمست ہونا۔

حتیٰ تعلموا ما تقولون۔ اس آئت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان نماز سمجھ کر پڑھے۔

عابری سبیلٍ۔ جو لوگ انگریزی پڑھے ہوئے نہیں اور ان کو ریل وغیرہ کے سفر میں نہانے کا موقعہ نہ ملے یا آسانی سے نہ ملے تو ایسے مسافر کو تیمم کرکے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اور اسی قسم کی مجبوریوں میں انسان تیمم کرے۔ ورنہ بلا غسل نماز نہ پڑھے

عوام کو بیماری کی حالت میں خواہ وہ بیماری کیسی ہی ہو ان کنتم مرضیٰ۔ تیمم کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ بیماریوں کے حقائق تو اطباء سے بھی بعض اوقات مخفی رہتے ہیں کہ تیمم مضر ہے یا مفید۔ ایک مرتبہ میں نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے شروع کئے تو میری بیماری دستوں کی رفع ہوگئی۔ میں سمجھا یہ روزے تو اکسیر ہیں۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ میری قوت رجولیت قطعی مفقود ہوگئی۔ پھر میں نے اٹھارہ بیس روز خوب توبہ کی۔ جب کہیں جاکر وہ کیفیت دور ہوئی

غائط۔ علیحدہ مکان۔ اونچی جگہ جہاں سے چھینٹیں اڑکر نہ پڑیں۔

لمس۔ ہتھیلی کی طرف سے انگلیوں سے چھونا۔ الٹے ہاتھ سے چھونا لمس نہیں۔ دوسرے معنے جماع

تیمم کا طریق یہ ہے کہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے پھر پھونکدے تا کوئی کنکر وغیرہ ہاتھ کو لگ گیا ہو تو چھوٹ جائے پھر منہ پر پھیر کر ہاتھ پہنچوں تک ایک دوسرے سے مل لے۔ یہ وہ طریق ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں

واللہ اعلم باعدائکم۔ عجیب عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ کئی لوگ ہم سے ملتے ہیں۔ بڑی خوشامد سے مزاج پرسی کرتے ہیں حضور کا مزاج کیسا اور السلام علیکم نہیں کہتے

وکفیٰ باللہ ولیاً۔ جس شخص کی روزانہ غلطیاں کم نہیں ہوتی جائیں اور برائی وضد میں بڑھتا جاتا ہے خدا اس کا ولی نہیں۔

واسمع غیر مسمع۔ پیچدار لفظ شریر لوگوں کا قاعدہ ہے۔ ان سے بچو۔

جن لوگوں کو کتاب دی ان کو نصیحت کرتا ہے۔ دوستی کرو۔ مگر ایک حد تک دشمنی کرو۔

مگر ایک حد کی۔ کسی سے دشمنی ایسی کرو۔ کہ اگر
وہ دوست بن جائے تو تم کو شرمندہ نہ ہونا پڑے
کسی سے دوستی کرو تو ایسی کہ وہ دشمن ہو جائے
تو نقصان نہ پہنچا سکے۔

ان نطمس وجوھا۔ یکھ اعلیٰ درجہ کے لوگ

فنردھا علیٰ ادبارھا۔ ادنیٰ آدمی سے
جو اعلےٰ بنے وہ پھر ادنےٰ بنا دیئے جاتے ہیں

لعنھم کما لعنا اصحٰب السبت۔ اصحٰب
السبت یہود کو کہتے ہیں۔ جب ان کو آرام ملا
وہ بدکار ہو گئے۔

یہودیوں کے اوپر یہ لعنت آئی ہے
کہ وہ دوسروں کے ماتحت بندروں کے
مانند ہو گئے کہ جیسے نچاتے ہیں ناچتے ہیں۔
یہاں یہودی نہیں بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہودی نہ تھے مسلمان
تھے۔ پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں ہی کو سکھاتا
ہے کہ تم یہودیوں کی مانند نہ بن جانا۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ کسی
آدمی پر بھروسہ نہ کرو۔ ڈپلومے اور سند
پر بھروسہ کرنا بھی شرک ہے۔ ایک مرتبہ ایک
شخص نے بڑے فخر وناز سے میرے سامنے
ڈپلومہ کی بڑائی کا ذکر کیا۔ تو میرے پاس
بھی ایک سند تھی اسی کے سامنے منگا کر اس
کو چاک کر دیا۔

(رکوع ۵)

طاغوت۔ حد سے بڑھا ہوا۔

جبت سحر۔ دھوکہ دینا۔

دھوکہ دینے والوں اور چالاکی کرنے
والوں کو بعض لوگ بہت جلد مان لیتے ہیں۔
بعض لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ یورپ
آجکل کس قدر ترقی کر رہا ہے حالانکہ وہ
مسلمان نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ انبیاء جس
تعلیم کو لے کے آئے۔ اس میں مثلاً خشیت
الٰہی میں انہوں نے کس قدر ترقی کی۔ یہی کہ
ایک ہگنے موتنے والے کو خدا بنا لیا ہم لوگ
پانچ وقت میناروں پر چڑھ کر خدا کی توحید
کا وعظ کرتے ہیں۔ یورپ نے با ایں ہمہ اقتدار
کیا کیا۔

ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔

اللہ تعالیٰ سے جب انسان دور ہو
جاوے۔ تو پھر اس کا کوئی مددگار نہیں رہتا
یاد رکھو بدی کے وقت تو لوگ شریک ہو جاتے
ہیں۔ پر دکھ کے وقت کم ہی شریک ہوا کرتے ہیں

ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ خدا
تعالیٰ کی مخلوق کا انتظام ایسے لوگوں کے
سپرد کرو جو اس کے اہل ہوں۔ کمیٹیوں میں
ممبروں کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرو۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے روبرو دو شخص آئے
کہ ہمیں کام سپرد کیجئے۔ ہم اس کے اہل ہیں۔

فرمایا جن کو ہم خود حکم فرماویں۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے۔ جو خود کام کو اپنے سر پر لے۔ اس کی مدد نہیں ہوتی۔ پس تم عہدے اپنے لئے خود نہ مانگو۔

(رکوع ۶)

تعالوا الی ما انزل اللہ۔ کوئی مسلمان ایسا خیال نہیں کرتا کہ ہماری شریعت میں جھوٹ ہے۔ لیکن عملدر آمد اس کے خلاف ہے۔ جو کچھ مسلمان کر رہے ہیں۔ وہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے لڑکیوں کو ورثہ تک نہیں دیتے۔ اپنے مقدمات کو اللہ ورسول کے فیصلہ کے مطابق کرا کے خوش نہیں ہوتے۔ شیعہ سے ہم نے بارہا کہا ہے آؤ قرآن شریف سے فیصلہ کریں۔ مگر وہ کبھی نہیں مانتے۔

رایت المنفقین یصدون عنک صدودا۔ ایک کہانی تو مشہور ہے۔ کسی یہودی کا کسی منافق سے جھگڑا ہوا وہ دونو بارگاہ نبوی میں گئے۔ نبی کریمؐ نے یہودی کو ڈگری دی۔ جو منافقؔ کے مضر تھی۔ اس نے کہا میں تو حضرت عمرؓ کا فیصلہ مانوں گا۔ چنانچہ وہاں گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں تمہاری گردن اڑاتا ہوں کہ تم نے نبی کے فیصلے سے نفرت کی۔

ولو انا کتبنا علیھم۔ اللہ تعالیٰ جان بھی لینا چاہے۔ وطن بھی۔

ما فعلوہ الا قلیل منہم۔ بہت کم لوگ یہ کام کر سکتے ہیں۔ میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا۔ اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ اب تو آپ فارغ ہیں۔ میں نے عرض کیا ارشاد فرمایا۔ آپ رہیں۔ میں سمجھا۔ دو چار روز کے لئے فرماتے ہیں ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوالیں۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑیگا۔ تعمیر کا کام بند کرا دیا۔ چند روز بعد فرمایا۔ کتابوں کا آپ کو شوق ہے۔ یہیں منگوا لیجئے۔ تعمیل کیگئی فرمایا۔ اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوالیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ لا تصبون الی الوطن فھی تھان و تمتحن۔ یہ الہام نورالدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا۔ اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا۔

(رکوع ۷)

خذوا حذرکم۔ بہت سے لوگ اسراف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر کنجوسی کرتے ہیں۔ تو وہ بھی حد سے زیادہ کرتے ہیں عداوت میں بھی اس قدر بڑھتے ہیں۔ کہ خود ہی پچھتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مومن کو چوکس رہنا چاہیئے۔

ثُبَاتٍ۔ جماعتیں بنکر مسلمانوں میں استقلال نہیں جس کام کو شروع کرتے ہیں نباہ نہیں سکتے۔ بعض امور اسلام میں ایسے ہیں۔ جو جماعت کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے کہ خاص خاص آدمیوں کے۔

لَيُبَطِّئَنَّ۔ اب جنگ کا کام تو ہے نہیں۔ اب تو دوسرے چلتے ہوئے کاموں میں بطکوڑا لتے ہیں۔ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیَّ۔ اگر بھائی بلا میں مُبتلاء ہؤا تو فکر نہیں۔ بلکہ خوش ہیں کہ ہم تو مطمئن ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ جو دنیا کو مقدم کر رہے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرو۔ جو دنیا میں مقابلہ کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں تم بھی ایسے جائز ذرائع ترقی سے کام لو کہ ان سے بڑھو۔ ایسا ہی دین میں اور اپنے دوستوں میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرو۔

(رکوع ۸)

اللہ جلشانہٗ محض فضل سے کبھی وقت صبر کا حکم دیتا ہے۔ کسی وقت بدلہ لینے کا صبر کے دن مقابلہ کے دن نہیں ہوتے ان اوقات کو انبیاء خوب پہچانتے ہیں۔ یہ انبیاء کے حالات سے ناآشنا لوگوں کی باتیں ہیں۔ کہ جب تک مکہ میں تھوڑے آدمی تھے صبر کا حکم تھا۔ قلت و کثرت مومن کے لئے کچھ بات نہیں۔ انبیاء تو جب اللہ حکم دیتا ہے۔ صبر کرتے ہیں جب مقابلہ کا حکم دیتا ہے۔ مقابلہ۔ وہ نہ ہتھیاروں کی پروا کرتے ہیں نہ آدمیوں کی۔ کیا موسٰی اور نوح علیہما السلام نے تلوار سے کام لیا تھا۔ دیکھا وہ پانی جو مخالف کے غرق کا موجب ہؤا۔ آپ کی نجات کا ذریعہ بنا۔ پھر دیکھو۔ "یَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ" میں کثرت کو عجب کا موجب ٹھہرایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے احمق مقابلہ صرف تلوار کا سمجھتے ہیں۔ جبھی تو جیتنے کے منتظر ہوتے ہیں۔

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ۔ بعض لوگ بندوں سے ایسے ڈرتے ہیں۔ جیسے خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ فرماتا ہے بندوں سے کیا ڈر۔ جہاں آدمی ہو جس حال میں ہو۔ موت تو اپنے وقت اپنا کام کرکے رہے گی۔ ہمارے طبیب اُستاد تھے۔ ایک پہلوان کو دیکھا۔ ہیضہ ہے مگر اسے کہا تمہیں بدہضمی ہے۔ تاکہ دِل شکستہ نہ ہو۔ اس نے کہا بدہضمی کی کیا مجال۔ ایک مگدر اُٹھایا کہ اسے پھیر کر کھانا ہضم کرے۔ پھیرتے ہی راہی عدم ہؤا۔

بروج۔ چونکہ برج گول ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو برج کہتے ہیں۔ ورنہ برج کے معنے ستارے کے ہیں۔ آتشبازی کے غبارؤں کو اس لئے برج کہتے ہیں کہ وہ اوپر جاکر ستاروں کی مانند ہو جاتے ہیں۔

کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ بہت لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔ کہ دوسری جگہ مَا اَصَابَکَ

من سیئۃ فمن نفسک فرمایا ہے۔ مگر انہوں نے سمجھا نہیں۔ جزا و سزا جو انسانی اعمال کی پاداش ہے۔ وہ سب اللہ کے حکم سے ہی آتی ہے۔ بعض اوقات اللہ معاف بھی کر دیتا ہے پس دکھ سکھ پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے باقی اس کے ذرائع ہیں۔ آرام تو فضل اللہ سے ہے جس کی جاذب نیک عملی ہے اور دکھ انسان کی اپنی بدعملی کی پاداش ہے بعض دیگر مصالحہ الٰہیہ بھی ہیں۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

حضرت نبی کریمؐ تمام فضائل انسانی کے خاتم ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم نہیں کہ آپؐ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہے۔ دنیا میں مذاہب کے تین حصے ہیں۔ عبرانیوں کا مذہب ایرانیوں کا مذہب۔ تیسرا مشرک۔ جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ..... نبی کریمؐ اور انکے پیروؤں کے ہاتھوں پر تینوں کے صدر مقام فتح ہوئے۔ مکہ معظمہ پر کسی نے فتح نہ پائی تھی حتےٰ کہ سکندر ایسا فاتح بھی محروم رہا۔ میرا مذہب ہے کہ آپ خاتم کمالات انسانی ہیں "الیوم اکملت لکم دینکم" دنیا میں تمام مذاہب کی کتابیں کسی میں دعویٰ کے ساتھ دلیل نہیں۔ پس خاتم الکتب بھی انہی کی کتاب ہے۔

(رکوع ۹)

لوکان من عند غیر اللہ۔ وعدہ وعید کی پیشگوئیاں قرآن میں ہیں۔ عین مطابق واقعہ ہوتی ہیں۔ اذا جاءھم امر من الامن۔ قرآن اس طریق کو منع کرتا ہے۔ کہ ہر ایک امن یا خوف کی بات کو سوائے عظیم الشان انسان کے کسی اور تک پہنچایا جاوے۔ مسلمان جیسے معاشرت سے ناواقف ہیں۔ ایسے ہی امن کی راہ سے۔

فقاتل فی سبیل اللہ۔ یہاں سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ کہ نبی کریمؐ نے اس وقت جہاد کا حکم دیا۔ جب جتھا ہو گیا۔ دیکھو محض نبی کریمؐ کو قتال کا حکم ہوا۔

من یشفع شفاعۃ حسنۃ۔ جہاں تمدن و معاشرت ہو وہاں حکام و رعایا بھی ہوتی ہے۔ وہاں سفارشیں بھی لوگ بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کے متعلق ہدایت فرمائی۔ کہ وہ سفارش کرو۔ جو نیکی و بھلائی کے متعلق ہو۔ جس کا نتیجہ نیک ہو۔ جو کسی مظلوم کی مدد ہو۔

حییتم بتحیۃ۔ جب تم اچھا سلوک کئے جاؤ تو تم اس سے بہتر سلوک اس کے ساتھ کرو۔

علیٰ کل شیءٍ حسیبا۔ مگر حساب کھونے کی ضرورت نہیں۔ حساب رکھنے والا خدا ہی ہے لیجمعنکم۔ جو کچھ سمجھا یا جاتا ہے ضائع نہیں جائے گا۔ تم سب جمع ہو گے۔ وہاں بدلہ ملے گا:

(رکوع ۱۰)

دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں۔ (۱) جنہیں مکالمۂ الٰہیہ کا شرف حاصل ہے (۲) جو اُن لوگوں کی باتیں خوب سمجھتے ہیں (۳) لا یعقل فما لکم۔ اللہ تعالیٰ ماموروں کے سامنے ادب سکھلاتا ہے۔ کہ یہ ہر ایک کا کام نہیں کہ رائے زنی کرتے پھرتے ہو۔ نفاق کے اسباب کئی ہیں۔ ایک سبب بتایا ہے۔ اعقبہم نفاقاً فی قلوبہم۔ منافق کے یہ نشان نبی کریمؐ نے فرمائے اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا خاصم فجر اذا عاھد غدر اذا اتمن خان۔ بولے تو جھوٹ۔ وعدہ خلاف۔ لڑائی کے وقت گند تولنے والا۔ عہد شکن۔ امانت میں خیانت کرنے والا۔ ایک شخص کو میں نے گالیوں سے منع کیا اس نے دو چار گالیاں دیکر کہا کہ میں کس ایسے .... کو گالیاں دیتا ہوں؟

یریدون ان یأمنوکم۔ یہ منافقوں کی دوسری قسم ہے فریقین کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ اس رکوع کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے بڑے اہم امور میں دخل نہ دیا کرو۔

(رکوع ۱۱)

بہت ملک ہیں جہاں مسلمان رہتے ہیں جیسے یاغستان۔ بعض حصص افغانستان سرحدی ملک عرب۔ روم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی مومن کسی مومن کو دکھ نہیں دیتا لیکن جہاں مسلمانوں کے قبضے میں تلوار ہے جیسے مذکورہ بالا ممالک میں وہاں تلواریں چلاتے ہیں۔ جہاں تلوار پر قبضہ نہیں۔ وہاں لٹھ ہاتھ وغیرہ چلاتے ہیں۔ ہاتھ نہ چلے تو زبان ہی چلاتے ہیں۔ ہر قسم کی گالیاں ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ عورتوں کا بس نہ چلے۔ تو اپنی اولاد ہی کو کوستی ہیں۔ یہاں فرماتا ہے۔ کہ مومن قتل عمد تو کرتا ہی نہیں۔ اگر خطاء ہو تو غلام آزاد کرے۔ دیت دے جو دس بارہ ہزار ہو جاتی ہے۔ دو مہینے کے روزے

فتبینوا۔ سفر میں ہر چیز کی تحقیق ضروری ہے۔ اور بہت سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے۔

فجزاءہ جہنم۔ غضب خود ایک جہنم ہے۔ غضب کرنے والوں کا دل کمزور ہو جاتا ہے اختلاج قلب میں گرفتار رہتے ہیں۔ خدا نے جھگڑوں کی ایک جڑ بتائی ہے۔ فلما نسوا ماذکروا بہ اغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء۔ جب لوگ نصائح کو بھول گئے۔ تو ان میں عداوت اور بغضاء شروع ہوا۔

لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام۔ جو تم کو سلام کہتا ہے۔ سلامت روی سے پیش

آتا ہے اسے کافر کہو۔

(رکوع ۱۲)

الم تکن ارض اللہ واسعۃً۔

تم سب نے تجربہ کیا ہو گا۔ کہ بعض اوقات انسان کا جی چاہتا ہے کہ آج عبادت ہی کریں۔ بعض آدمیوں کو دیکھ کر بھی عبادت کو جی چاہتا ہے۔ اسی طرح بعض موقعوں پر خدا سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض انسان ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کے ملنے سے خدا سے نفرت پیدا ہو کر دنیا کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض شخصوں کو دیکھ کر دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے اور آخرت کا خیال آجاتا ہے۔ یہ ایک دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ یہ دونوں حالتیں قریباً ہر انسان پر وارد ہوتی ہیں۔ بعض کھانے چارپائی اور مکان میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریمؐ کا حکم ہے۔ کہ ایسی جگہ کو بدل دو۔ چارپائیوں کے بستروں کے بدلنے سے بھی حالت بدل جاتی ہے۔ یہاں اسی مسئلہ کو خدا نے بیان کیا۔ جس ملک میں رہنے سے آدمی دین کو بھولے اسے کیوں نہ چھوڑ دے۔ فرشتے ان پر سختی کریں گے اور کہینگے کہ تم ایسے مقاموں میں رہے کیوں۔ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی۔ تم اس جگہ سے یہ سبق سیکھو جہاں غفلت کی صحبت ہو۔ اس میں مت بیٹھو۔ ایک بزرگ نے مجھے کہا کہ تم کو کتنے دن سے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہاں سستی ہو گئی۔ فرمایا۔ تم نے قصاب کی دوکان نہیں دیکھی؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو قصاب جب دو چھریاں آپس میں رگڑتا ہے تو تیز ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح صحبت صادقین کا فائدہ ہے۔

یجد فی الارض مراغماً۔ مہاجر کی نیت ہجرت اگر للہ ہو تو وہ کبھی تکلیف نہیں۔

(رکوع ۱۳)

اذا ضربتم۔ جب تم سفر کرو سان تقصروا سفر میں دوگانہ پڑھا جاتا ہے۔

واذا کنت فیھم۔ یہ تمام آیت آجکل کے انگریزی پڑھنے والوں کے لئے غور طلب ہے۔ دیکھو مومن ایسے ہوتے ہیں کہ گھمسان کی لڑائی ہے۔ جان کے لالے پڑ رہے ہیں۔ مگر نماز سے غافل نہیں۔ آجکل انگریزی پڑھنے والے نمازی مسلمانوں کو کھڑ کتے اور اولڈ فیشن کہتے ہیں۔

لو تغفلون۔ دیکھو مومن کو بہت چوکس رہنے کا حکم ہے۔ عجز و کسل مومن کی شان سے بعید ہے۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ۔ یہ سنتوں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا عام ذکر کی طرف ہے۔ فرض کے بعد سنتیں

[illegible]

(رکوع ۱۴)

بما اراك اللہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی قرآن کو خوب سمجھتا ہے۔

ولا تکن للخائنین خصیما۔ شریر کی طرف سے حمایت کا بیڑا کبھی نہ اُٹھانا چاہیئے خائن کی طرف سے بھی جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے اگر کسی عزیز رشتہ دار کی مصیبت پڑ جاوے تو استغفار بہت پڑھو۔ خدا تعالیٰ تمہیں بچا لیگا ھا۔ خبردار ہو جاؤ۔

ومن یکسب خطیئۃ۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ خود کوئی بدی کرکے دوسرے کے ذمے لگا دیتے ہیں۔

(رکوع ۱۵)

میں تم کو قرآن شریف سُناتا ہوں۔ مدعا اس سے میرا یہ ہوتا ہے کہ تم اس پر عمل کرو اور عمل کرکے اس سے نفع اٹھاؤ۔ قرآن کریم پر عمل کرنے سے انسان کے آٹھ پہر خوشی سے گذرتے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل کرنے سے انسان کو خوشی و عزت اور کم سے کم بندوں کی اتباع اور محتاجی سے نجات ملتی ہے۔

ان یضل۔ خبردار ہو جاؤ۔ ایک گروہ اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔

وما یضرونك من شیئ۔ اگر تم قرآن شریف پر توجہ رکھو۔ تو تم گمراہ کرنے والوں کی کوششوں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ یورپ والوں نے کس قدر ترقی کی ہے۔ لیکن دیکھو ایک بندے کو خدا بنا لیا۔ ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ دیوتا بنا لیئے۔ آریہ وحدہٗ لاشریک نہیں کہہ سکتے۔

وعلمك مالم تکن تعلم۔ دیکھو نبی کریمؐ ایسے انسان کو ارشاد ہے۔ کہ اگر قرآن شریف نہ آتا۔ تو تجھ کو کچھ نہ آتا بھلائی اور برائی سمجھنے کا ایک ہی ذریعہ قرآن شریف ہے

لاخیر فی کثیر من نجواھم۔ امن کی زندگی۔ عمدہ معاشرت و تمدن کے لئے یہ ضروری نصیحت ہے۔ مخفی کمیٹیاں کرنے والے بجائے اصلاح بین الناس کے تفریق بین الناس کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص قرآن و حدیث کا علم نہیں رکھتا۔ تو اسے یہ حق کہاں پہنچتا ہے۔ کہ وہ کہے کہ میں حق کی حمایت کرتا ہوں۔ پس تم کسی خفیہ مشورہ میں سوائے اہل الرائے عالمان قرآن کے شامل نہ ہو۔ اور یہ لوگ بھی مشورہ کریں۔ تو نیک چندہ دینے۔ کسی نیکی اور اصلاح کے متعلق مشورہ کریں:

ویتبع غیر سبیل المؤمنین۔ دیکھو سُنی شیعہ پنج ارکان اسلامی میں اصولی طور پر متفق ہیں۔ پھر آپس میں ایسے کھچے رہتے ہیں۔ کہ کیا مجال ایک دوسرے کی مسجد میں چلا جاوے:

(رکوع ۱۶)

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ شرک کے معنے ہیں کسی کے ساتھ ساجھی کرنا۔ اللہ کی ذات اللہ کے صفات اللہ کے افعال کا کسی کو ہمتا بنانا اللہ کی عبادت جس طرح کیجاتی ہے اسی طرح کسی دوسرے کی عبادت وتعظیم کرنا۔

ایسی کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی ہے جس نے خدا کی ذات جیسی کوئی ذات مانی ہو۔ اِسی لئے انبیا علیہم السلام نے خدا کی ذات کی توحید کا بیان کم فرمایا ہے۔ صرف ایک قوم ہے جو ثنویہ کہلاتی ہے۔ وہ یزداں وا ہرمن مانتے ہیں۔ صفات الٰہی میں بھی لوگوں نے شرک بہت کم کیا ہے۔ خدا کے افعال میں بھی لوگوں نے شرک کم کیا ہے۔ مشرک بھی مانتے ہیں۔ کہ زمین وآسمان کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ ہاں چوتھی قسم کا شرک شرک فی العبادت ہے۔ کل انبیاء اسی شرک کے دور کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بتوں سے مشرک حاجات مانگتے ہیں۔ انکے آگے سجدہ کرتے تھے

ما دون ذالک۔ یہں مادون کے معنے ہیں۔ کہ اس سے نیچے اتر کر جو گناہ ہیں۔ وہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کا انکار شرک سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ پس مادون کا ترجمہ سوائے پسندیدہ نہیں۔

اناثا۔ دیویاں عرب بھی لات وغیرہ مونث بتوں کے پجاری تھے۔

محیص۔ بھاگنے کی جگہ۔

لا یظلمون نقیرا۔ کھجور کی گٹھلی کی پشت پر ایک نقطہ ہوتا ہے اسے نقیر کہتے ہیں ؛

(رکوع ۱۷)

بعض وقت لوگ یتیم لڑکوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ ان کے مال کو کھا لیتے ہیں۔ اس سے منع فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔

ان تقوموا للیتمٰی بالقسط یتیموں کے لئے انصاف پر قائم رہو۔

ان یصلحا بینھما صلحاً۔ صلح بڑی اچھی چیز ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں۔ کہ وہ عداوت کو بڑھاتے ہی رہتے ہیں۔

کالمعلقۃ۔ ایسا نہ کرو۔ کہ وہ عورت درمیان میں لٹکی رہے۔ کہ نہ اس کو خاوند والی کہہ سکتے ہیں نہ بے خاوند والی۔

وتتقوا۔ تقویٰ بہت ضروری ہے ایک امیر کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ اور میرے استاد اسے بُرا سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ذکر چل پڑا۔ میں نے متقیوں کی مثال میں اس امیر کو پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ تقویٰ کے معنے جانتے ہو۔ عرض کیا۔ جو کوئی کام شریعت

کے خلاف نہ کرے۔ فرمایا یہی بات ہے کہ وہ شریعت کی تو آڑ رکھتا ہے۔ اور کرتا وہی ہے جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اپنے اغراض کے موافق احکام کو ڈھال لیتا ہے۔

وکان اللّٰہ غنیا حمیدًا۔ ایک پولیس مین کی مخالفت سے انسان سکھ نہیں پا سکتا۔ تو خدا کی مخالفت کر کے وہ کیونکر آرام پا سکتا ہے

(رکوع ۱۸)

کئی وقت انسان کے لئے امتحان کے ہوتے ہیں۔ ایک تو غضب کا وقت ہوتا ہے۔ غضب کی حالت میں آدمی دوسروں کو انواع و اقسام کے نقصانات پہنچا دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ غلطی ہوئی۔ عفو کرو۔ لیکن جب دوسرا کوئی نقصان پہنچائے۔ تو ہرگز عفو پر رضامند نہیں ہوتے۔ اسی طرح آدمی بعض اوقات محبت میں بھی حد سے بڑھ جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقدمات میں گواہی دینے کا ہوتا ہے آدمی اپنے عزیز دوست کا نقصان گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کو مقدم رکھو۔ اور گواہی انصاف سے دو۔ خواہ اپنے عزیزوں کے مقابلہ میں ہو۔ اپنی جان پر یا اپنے ماں باپ ہی کے متعلق گواہی دینی پڑے۔

فاللّٰہ اولی بہما۔ اللّٰہ تعالیٰ ہی غریب و غنی کی رعایت سے بہتر ہے۔

فلا تتبعوا الھوٰی۔ گری ہوئی بات انصاف کے خلاف ہوتی ہے۔

من یکفر باللّٰہ وملائکتہ۔ ملائکہ کا کفر یہ ہے۔ کہ اندرونی پاک تحریکات کے خلاف کرے۔

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جب پکڑے جاتے ہیں۔ تو مومن ہو جاتے ہیں۔ پھر موقع پلٹتے ہیں۔ پھر گمراہ۔ منافق کی ایک بڑی پہچان یہ بھی ہے۔ کہ وہ بار بار اقرار کرتا ہے۔ پھر اس کو پورا نہیں کرتا۔

یُستھزأ بہا۔ حقیر سمجھا جاتا ان کو

(رکوع ۱۹)

ہمنے بارہا تمہیں بتایا۔ کہ منافق امانت میں خیانت کرتے۔ وعدہ پورا نہیں کرتے جھوٹ بولتے ہیں۔ لڑتے ہیں۔ تو گند بکتے ہیں۔ پھر منافق وہ ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو۔ منافق کا دل کمزور ہوتا ہے۔ اس میں نہ قوتِ فیصلہ نہ تاب مقابلہ۔ منافق اللّٰہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں۔ نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ اور دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں

مذبذبین بین ذالک۔ مکھی کی طرح کبھی ادھر جاتا ہے۔ کبھی ادھر۔ آجکل لوگ جس کو پالیسی کہتے ہیں۔ وہ نفاق کا ٹھیک

ترجمہ ہے۔ منافق کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

پارہ ششم

(رکوع نمبر ۱ و ۲)

یکفرون باللہ ورسلہ۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو خدا کو مانتے ہیں۔ مگر رسولوں کو نہیں مانتے۔ اللہ فرماتا ہے جو رسولوں کو نہ مانیں وہ پکے کافر ہیں۔ مومن کو چاہیئے۔ کہ اللہ پر بھی ایمان اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاوے۔

ان تنزل علیہم کتابا۔ شریر لوگ جب کسی نیک بات پر عمل نہیں کرنا چاہتے تو طرح طرح کے عذر تراشتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا ہم پر بھی ایک کتاب بھیجدیتا۔ پھر موسٰے سے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ ارنا اللہ جھرۃً چنانچہ ان پر عذاب آیا۔ پر بیوجہ نہیں بلکہ بظلمہم۔

ادخلوا الباب سجدًا۔ یہ ہم نے تم کو بارہا نصیحت کی ہے۔ جب کسی شہر میں جانے لگو۔ تو داخل ہوتے وقت دعا مانگو۔ فرمانبردار ہو کر شہر میں داخل ہو۔

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسے بن مریم رسول اللہ۔ رسول اللہ کہنا بطور استہزا ہے۔ اور اس لئے کہ ان کی کتابوں میں تھا کہ اللہ کا نبی مقتول بالصلیب نہ ہوگا۔ اس لئے انہوں نے کہا۔ تا ظاہر ہو کہ وہ اللہ کے رسول نہ تھے۔ اِس لئے اللہ نے فرمایا۔ کہ وہ مقتول بالصلیب نہیں کر سکتے۔ بلکہ مشابہ بالمصلوب بنایا گیا مسیح ان کے لئے۔

الا اتباع الظن۔ سیالکوٹ میں ایک پادری تھے۔ ان سے میری گفتگو ریل پر ہوئی مَیں نے تمام واقعات متعلقہ صلیب ان سے منوا لئے گویا اس نے دبی زبان سے اقرار کیا کہ مسیح کے مقتول ہو جانے کا ان کو یقین نہیں۔ ظن ہی ظن ہے۔

ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدًا۔ اس سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن مسیح گواہی دیگا۔ ~~دنیا میں آکر نہیں۔~~

حرمنا علیہم طیبٰتٍ۔ طیبات سے آدمی محروم ہو جاتا ہے۔ جب وہ شرک پر کمر باندھے۔ سبیل اللہ سے روکے۔ اموال الناس بالباطل کھانا شروع کردے۔

(رکوع ۳)

اوحینا الیک۔ وحی کہتے ہیں جو جلدی سے کسی کو بات بتادے۔ وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو زمین کو بھیجی گئی۔

بان ربک اوحی لھا۔ پھر وہ جو شہد کی مکھی کو بھیجی جاتی ہے۔ پھر وہ جو حضرت موسٰی کی ماں کو بھیجی گئی۔ پھر اور وحی جو ان بزرگوں کو بھیجی گئی۔ جو نبی نہ تھے جیسے فرماتا ہے واذ اوحیت الی الحواریین۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ وحی ان معمولی وحیوں سے نہیں۔ بلکہ یہ وہ ہے جو اولوالعزم رسولوں کی طرف بھیجی جاتی رہی ہے۔ فامنوا خیرًا لکم۔ ایک شہد کی مکھی سے انسان بہت کچھ سبق سیکھ سکتا ہے۔ وہ کیسی دانائی سے گھر بناتی۔ شہد بنانے میں دانائی کو کام میں لاتی ہے۔ قناعت بھی حد درجے کی کرتی ہے۔ محنت وکسب سے اپنے لئے کھانا مہیا کرتی ہے۔ بدبودار چیز پر بھی نہیں بیٹھتی۔ پھر اپنے امیر کی مطیع ہوتی ہے۔

(رکوع ۴)

لن یستنکف المسیح۔ عیسائی لوگ حضرت مسیح کو خدا سمجھتے ہیں۔ بعض بیٹا کہتے ہیں۔ قرآن شریف نے جب بڑے بڑے وعظ کئے کہ وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے تو بعض احمقوں نے کہا۔ اتنی مدت سے ہم اسے بڑا مانتے آئے ہیں کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ مسیح ناک نہیں چڑھاتا برا نہیں مناتا۔

یستکبر۔ الکبریاء روائی۔ تکبر خدا کی صفت ہے۔ انسان کے لئے تکبر کرنا بہت ہی بری چیز ہے۔ میں جب پاخانہ میں جاتا ہوں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ جس کے اندر سے یہ نکلتا ہے۔ وہ کبریائی کرے۔ ذرا ہوا بند ہو جائے۔ تو بس پھر خاتمہ ہے۔ پھر قریباً سب کی مائیں چوہڑیوں کا سا کام کرتی ہیں۔ بس انسان کو اپنی ذات پر کیا گھمنڈ ہو۔

انزلنا الیکم نورًا مبینا۔ افسوس کہ آجکل قرآن شریف مسلمانوں نے پانچ کاموں کے لئے بنا رکھا ہے۔ ۱ سر حد میں تو اس لئے کہ کسی کے ساتھ دغا کرنا ہو تو اس پر پنجہ لگاتے ہیں۔ ۲ کچہری میں جھوٹی قسموں کے لئے۔ ۳ عام طور پر کسی منتر جنتر کے لئے۔ ۴ حافظ لوگ کبریائی کے لئے کہ کوئی کہے ہم بھی حافظ ہیں۔ ۵ بعضے روپیہ کمانے کیلئے۔ کئی لوگ آتے ہیں مجھے کہتے ہیں۔ کوئی وظیفہ بتاؤ۔ ایک عامل نے بتایا۔ کہ من یتق اللہ یرزقه من حیث لا یحتسب۔ رٹا کرو۔ ہم اس نکتہ سمجھ گئے۔ کہ یہ رٹنے کے لئے نہیں عمل کے لئے ہے۔ پھر اسے مجرب پایا۔ متقی بن جاؤ۔ خدا اپنی جناب سے رزق دیگا

رکوع ۵
سورۃ مائدہ

سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران ہر دو میں جہاد..... کا ذکر ہے ہاں پہلی میں زیادہ تر یہود مخاطب ہیں اور دوسری میں نصاریٰ۔ پھر سورۃ نساء اور اس سورۃ مائدہ میں اندرونی انتظام کا ذکر ہے۔ کیونکہ گھر بیٹھے بیٹھے بھی بڑے بڑے کام کرنے پڑتے ہیں۔ اور بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ دونوں سورتوں میں تمدن و معاشرت کا ذکر ضروری تھا۔ چونکہ باآرام

بیٹھے بیٹھے مباحثات بھی چھڑ جاتے ہیں۔ اِس
لئے نساء میں یہود کے ساتھ اور مائدہ میں
نصرانیوں کے ساتھ مباحثہ کا طریق سکھایا
ہے۔ تم لوگوں (احمدیوں) کو اپنے فرض
منصبی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ دونوں
قوموں سے تمہیں بھی مقابلہ ہے۔ تم میں سے
بعض سپاہی تو ہیں جو قلم کا ہتھیار استعمال
کر رہے ہیں۔ مگر بہت وہ ہیں جو آرام سے بیٹھے
ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ مناظرہ کا طرز سیکھیں
پہلی صورت میں بیبیوں کے تعلقات کا بھی
ذکر ہے۔ مَیں نے کسی کتاب میں جو خدا کی طرف
منسوب کی گئی ہو اس شرح و بسط کے ساتھ
معاشرت کا ذکر نہیں دیکھا۔ تھوڑا ذکر توراۃ
میں ہے۔ مگر انجیل پھر وید اس سے بالکل خالی
ہیں۔ دیانند کی ستیارتھ پرکاش دیکھی مگر
جب بیبیوں کے تعلقات کا ذکر آیا تو منو
وغیرہ کے حوالے دیئے۔ اگر وید پر ہاتھ پڑتا
تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔

مجھے تعجب ہے کہ انجیل میں تمدن کا
کوئی ذکر نہیں۔ بیبیوں کی معاشرت کے
متعلق کوئی مسئلہ نہیں۔ مگر پھر بھی عیسائی
اپنی بیبیوں کے ساتھ کیسی محبت کرتے ہیں
مسلمانوں میں کس قدر تاکید ہے۔ مگر انہوں
نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ یہ قرآن مجید کی سخت
بے ادبی ہے۔ مجھے بہت دکھ پہنچتا ہے۔
جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ لتسکنوا الیہا
اور جعل بینکم مودۃ ورحمۃ کی مطلق
پرواہ نہیں کی جاتی۔

چونکہ معاشرت میں پہلی بات معاہدہ
ہے۔ اِس لئے پہلے تو اسے نباہنے کی تاکید
فرمائی۔ کہ اوفوا بالعقود۔ لین دین۔ بعت
اشتریت۔ زوجت۔ تزوجت ہیں۔ یہ سب
عقد ہیں۔ حتے کہ اخذنا منکم میثاقًا
غلیظًا۔ اگر پوچھو کہ میثاق غلیظ کیا ہے۔
تو کئی ہیں۔ جن کو اس کا علم ہی نہیں۔ پس نکاح
میں تو ہمارا ایک خطبۂ فارسی ہے۔ وہ پڑھ
دینگے۔ فرماتا ہے تمام عقود۔ قرض لین دین
بیاہ دوستی و دیگر معاہدات وفاداری کے
ساتھ نباہو۔ ہمارے ساتھ بھی بعض
لوگوں نے عقد باندھا ہے۔ جو بھلی بات
کہو گے۔ مان لیں گے۔ ہم نے تمہیں کئی بھلی
باتیں بتائیں ان پر عمل چاہیئے۔ یاد رکھو کہ
اگر لوگ معاہدات پر قائم ہو جائیں۔ تو تمدن
میں بڑا آرام ہو جائے۔ اور کبھی کوئی جھگڑا
نہ اٹھے۔ چونکہ کھانا پینا بھی معاشرت میں
شامل ہے۔ اِس لئے فرمایا کہ حلال کھاؤ۔
احلت لکم بہیمۃ الانعام۔ قرآن شریف
میں بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ ہرن۔ گائے۔ نیل
گائے اونٹ کو بہیمہ کہا گیا ہے۔
غیر محلی الصید وانتم حرم۔ اللہ تعالےٰ

نے انسان کو عبد بنانا چاہا ہے۔ تمام وہ اعضاء جو شریعت کے ماتحت رکھے ہیں۔ ان کو فرمانبرداری سکھائی ہے۔ مثلاً بولنا اس کے متعلق حکم جاری کیا۔ کہ لغو مت بکو۔ اب ہم کو واجب ہے کہ دیکھیں بولنا مفید ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ بولو۔ مگر جھوٹ نہ بولو۔ لعنۃ اللہ علے الکاذبین۔ جھوٹ نہ بولیں تو پھر کیا کریں۔ سچ بولیں۔ مگر پھر یہاں بھی اپنی معبودیت کا رنگ جمایا ہے۔ اور کہا کہ دیکھو سچ میں سے بھی ایک سچ منع ہے وہ کیا؟ غیبت۔ صحابہ نے پوچھا کہ کسی میں وہ عیب واقعی ہے تو اس کا تذکرہ تو بُرا نہ ہوگا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر وہ عیب واقعی نہیں تو اس کا نام بہتان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جا بجا اپنی عبودیت سکھائی ہے پھر سچ ہو۔ غیبت نہ ہو۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجاز بولو۔ مگر ایک دو مجاز کی بھی اجازت نہیں۔ مثلاً انبت الربیع البقل (بہار نے سبزی اُگائی) بول سکتے ہیں۔ مگر مطرنا بنوءِ کذا۔ بولنا منع ہے۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ جب برج آبی میں چاند چلا گیا۔ تو بارش ہوتی ہے۔ مگر حکم الٰہی آگیا کہ ایسا کہنا چھوڑ دو۔ تو چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح جانوروں کے کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ کہ ہرنی بھی

بے شک بکری ہے۔ اور نیل گائے بھی گائے ہے۔ حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ وجہ سمجھ نہ آئے تو عام مومن یہی سمجھ لیں۔

ان اللّٰہ یحکم ما یرید۔ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

لا تحلوا شعائر اللّٰہ۔ جن چیزوں سے اللہ پہچانا جاتا ہے۔ ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پہچانا۔ اِسلئے اس کی بے حرمتی جائز نہیں۔ بھلا یہ حرمت ہے کہ اس پر پاؤں رکھ لو۔ یا اور کتابوں کے نیچے رکھو۔ یا یونہی صفوں پر ڈالدیا جاوے۔ اِنہنے بھی تمہیں پہچان کی راہ بتائی ہے۔ میری بھی حرمت کرو۔

ولا الشھر الحرام۔ پھر حرمت کے مہینے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ ان سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کسقدر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔

ولا الھدی ولا القلائد۔ اسیطرح قربانیوں کے جانور ہیں۔ کہ وہ سکھاتے ہیں اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیئے۔ دنیا کے آقاؤں کے لئے جان دیتے ہیں۔ پس دنیا و آخرت کے آقا زمین و آسمان کے مالک پر جان کیوں نثار نہ کریں۔

ولا یجرمنکم شنان قوم۔ اگر کوئی دشمن ہے۔ تو اس سے دشمنی کی حد بندی کرو۔ حد بندی نہ کروگے تو دین بدن دشمنی بڑھتی جاوے گی۔

ان صدوکم عن المسجد الحرام کیسی
آدمی سے دشمنی ہے۔ تو دشمنی کے باعث اس
سے قطع تعلق نہ کر لو۔ اگرچہ وہ دشمن ایسا ہے
کہ عزت کے مقام سے تمہیں روکتا ہے۔

ان تعتدوا۔ اگر تمہیں کوئی مسجد میں
نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ تو جس مسجد
میں تمہارا اختیار ہے۔ اس میں نماز پڑھنے
سے نہ روکو۔

حرمت علیکم المیتۃ۔ معاشرت
میں ضرورت ہے عمدہ اخلاق کی اور بدن کو
حوادث سے محفوظ رکھنے کی پس مردار کو
استعمال کر کے جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اسی طرح خون میں بھی بہت سی زہریں
ہوتی ہیں۔ وہ لطیف طاقتیں جو خدا کی معرفت
کے لئے ضروری ہیں۔ خون کھانے والوں
میں نہیں رہتیں۔ چوہڑے (ہلاک خور) کو
اگر جناب الٰہی کی عظمت و جرأت کا مضمون
سمجھاؤ۔ تو وہ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح

ولحم الخنزیر۔ سؤر کا گوشت ہے۔
جو شہوت و غضب کو بڑھا دیتا ہے۔ بعض
آدمی بات بات پر آگ ہوتے ہیں۔ گویا ان کا
دوزخ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جلتے ہوئے
ناک چڑھاتے جائیں گے۔ ہر وقت ایک جلن
محسوس کرتے رہیں گے۔ شیر باوجود اتنا بہادر
ہونے کے اپنے دشمن کے مقابلہ میں احتیاط
کرتا ہے۔ اِدھر اُدھر ہو کر حملہ کرتا ہے۔ مگر
سؤر غضب کے وقت سیدھا آتا ہے۔ اسی
طرح اس جانور میں شہوت ..... بڑی ہوتی ہے
تمام گناہوں کی مبدء یہی دو قوتیں ہیں غضب
و شہوت اس لئے اس کا گوشت کھانے
سے منع فرمایا۔

وما اھل بہ لغیر اللہ۔ پھر وہ چیزیں
ہیں۔ جن پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ ان
کا کھانا بلحاظ عقائد اللہ سے بُعد میں ڈال
دیتا ہے۔ اس کے بعد میتۃ اور ما اھل
کی کچھ تفصیل دی۔ پہلے پہلے اسلام نے
عقائد سکھائے۔ اللہ کی عظمت پھر ملائکہ
پھر رسولوں پھر کتابوں کا علم سکھایا۔ پھر
عبادت کے طریق بتلائے۔ پھر زکوٰۃ۔ روزہ۔
حج۔ پھر بتدریج سکھاتے سکھاتے تمدن
کے ضروری مسائل سکھائے۔ پھر کھانے
پینے کے مسئلے بھی بتا دیئے۔ اس پر کہا
کہ اب تو تمہارا کھان پان بھی بیان ہو چکا
اس لئے شریعت کے اصول کامل ہونے
سے کافر ناامید ہو گئے۔

ماذا احل لھم۔ پوچھتے ہیں کیا
کیا حلال ہے۔ ہم نے حرام بتا دیئے ہیں
باقی سب حلال ہیں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ
طیّب ہوں۔ فطرت صحیحہ بتا دیتی ہے کہ
طیّب کیا ہے۔ مثلاً پاخانہ ہے یہ بدن

سے نکالا گیا ہے پس اسے واپس کرنا فطرت
کے خلاف ہے۔

طیبات ۔ جن سے تمہارے بدن اور
اخلاق و مذہب کو ضرر نہ پہنچے

طعام الذین اوتوا الکتاب ۔ یعنے
اہل کتاب تمہاری دعوت کریں۔ تو حلال ہے
بشرطیکہ کوئی حرام چیز نہ ہو۔

غیر مسافحین۔ شہوت کے مٹانے
کے لئے ہوں۔

(رکوع ۶)

سورۃ نساء میں معاشرت کا ذکر ہے
جو اپنی بی بی۔ بچے۔ نوکر۔ ماں باپ کے ساتھ
تعلقات میں عمدگی کا نام ہے۔ اور تمدن
کا ذکر ہے۔ جو کسی گاؤں یا شہر میں ملکر
رہنے کے اصول کا نام ہے۔ کچھ باتیں پچھلے
رکوع میں بتائی ہیں۔ اب کچھ اور فرماتا ہے
کہ عمدہ معاشرت میں یہ بھی ضروری ہے
کہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ ملکر نمازیں
پڑھیں۔ اور نمازوں کے لئے وضو کرو۔
جس کا طریق سکھاتا ہے۔

فاغسلوا وجوھکم۔ اپنے مُنہ دھو
لو۔ ہاتھ کا ذکر اس لئے نہیں کیا۔ کہ یہ فطری
بات ہے۔ کوئی ہاتھ ناپاک ہو تو منہ نہ دھوئیگا۔

الغائط۔ باہر سے آئے یا خانہ۔ پیشاب۔ ریح۔
لمستم النساء۔ چھونے کے دو معنے ہیں۔
صرف ہاتھ لگانا۔ دوم صحبت کرنا۔ دونوں
معنے بہت عمدہ ہیں۔

فلم تجدوا ماءً۔ اللہ تعالیٰ نے
دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اگر پانی نہیں
ملتا یا ملتا ہے۔ مگر اس کے لینے میں خوف
نقصان مال یا جان یا عزت ہے۔ تو پھر
مٹی سے تیمم کر لو۔ اس بات میں بحث ہے
کہ صاف پتھر پر کہ از جنس ارض ہے تیمم
ہو سکتا ہے یا نہیں۔

ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمته
علیکم۔ ایسی باتیں بتا کے اللہ طہارت
کی رُوح تم میں پھونکنا چاہتا ہے۔ اِن
ذرائع سے ترقی کرو۔ تو اللہ تم پر اپنی نعمت
کامل کر دیگا۔ شریعت نے ہر ظاہر کے لئے
ایک باطن رکھا ہے۔ مثلاً ہر چیز کو دائیں
ہاتھ سے لینے کا حکم ہے۔ دائیں کو فارسی
میں راست اور اردو میں سیدھا۔ عربی
میں یمین۔ اور بائیں کو چپ۔ اُلٹا۔ شمال
کہتے ہیں۔ اسمیں ایک نصیحت ہے۔ کہ لین
دین میں ہمیشہ راستی کو مدنظر رکھو۔ سیدھا
دو اُلٹے ہاتھ سے نہ دو نہ لو۔

ایسا ہی انسان کو اپنی قومیت کا گھمنڈ
ہوتا ہے۔ اس میں اصلاح فرماتا ہے۔ کہ تم
کو ماء یا تراب سے پیدا کیا۔ آخر تم اہی میں
ملنے والے ہو۔ ضرورت کے موقعہ پر اہی سے

ظاہری جسم پاک کرنے کا ارشاد کیا۔ جیساکہ
ان کی اصلیت کا خیال باطنی خیالات کو پاک
کرتا ہے۔

ومیثاقه الذی واثقکم به اطیعوا
الله واطیعوا الرسول بھی ایک عہد ہے۔

علیم بذات الصدور۔ ظاہرداریوں
سے کام نہیں چلیگا۔ وہ تمہارے سینہ کی
باتوں سے واقف ہے۔ اب چونکہ معاشرت
میں تعظیم لامر اللہ کے سوا شفقت علے
خلق اللہ بھی چاہیئے۔ اِس لئے اس کی
نسبت ہدایت فرماتا ہے کہ چونکہ معاملات
میں مقدمات بھی ہوتے ہیں۔ اِس لئے تم
جب ان میں گواہی دو۔

کونوا قوامین لله شهداء
بالقسط۔ تو تمہاری گواہیاں اللہ کے لئے
عدل کے ساتھ ہوں۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علےان
لا تعدلوا۔ کسی کی دشمنی انصاف کی مانع
نہ ہو۔ مثلاً آریہ لوگ تم کو دفتروں سے
نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تو اسلام
کی یہ تعلیم نہیں۔ کہ تم ان کے مقابلہ میں بھی ایسی
کوشش کرو۔ جہاں تمہیں اختیار حاصل ہے۔

واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون
تقویٰ کا علاج بتایا کہ تم یہ یقین رکھو کہ تمہارے
کاموں کو دیکھنے والا اور ان سے خبر رکھنے
والا بھی کوئی ہے۔

وعد الله الذین آمنوا۔ چونکہ پھر
بھی انسان کمزور ہے اس لئے فرمایا۔ کہ
جن مومنوں کے اعمال صالحہ زیادہ ہوں
ان کے لئے مغفرت ہے۔

اذ ھمّ قوم۔ حدیبیہ میں بھی ایسا معاملہ
ہوا۔ کہ دشمن کی ضرر رسانی سے مسلمانوں
کو بچایا۔ تبوک کے راستے میں بھی یہ فضل ہوا
مدینہ طیبہ میں بھی جب یہود نے چکی کا پاٹ
گرانا چاہا۔ تو آپ محفوظ رہے۔ اِسی طرح
ہر زمانہ میں خدا کے برگزیدوں اور ان کی
جماعت کو مشکلات پیش آتے اور وہ دشمنوں
سے بچائے جاتے ہیں؛

(رکوع ۷)

ولقد اخذ الله۔ اللہ تعالےٰ
قرآن کریم میں کبھی یہود کا ذکر کرتا ہے کبھی
عیسائیوں کا۔ کبھی مشرکوں کا۔ کبھی ابراہیم
و موسےٰ کا۔ ہمارے سامنے نہ یہود ہیں نہ
موسےٰ ہیں۔ پس ہم کو اور تم کو سناتا ہے
فرعون کس طرح فرعون بنا۔ اور موسےٰ
کیونکر موسےٰ ہوا۔

فرماتا ہے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے
وعدہ لیا تھا۔ اور ان میں بارہ سردار بنائے
چھاؤنیوں کو اب تک بارہ پتھر کہتے ہیں۔
حضرت مسیح نے بھی بارہ حواری بنائے۔

ہمارے نبی کریمؐ نے فرمایا۔ کہ بارہ شخص قریشی بڑے خلیفہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں کوئی اسلامی ملک ایسا نہ تھا۔ جو حضرت ابوبکرؓ کے تحت تصرّف سے باہر ہو۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے پیچھوں تک تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک سردار ہوتا تھا۔ دوسرا دعویدار تک نہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کے زمانہ میں قطعًا خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اٰتیتم الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ کے فرض کا لوگوں کو بہت کم خیال ہے۔ میں نے سوائے ایک کے کسی مولوی کو زکوٰۃ دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

فبما نقضہم میثاقہم لعنّٰہم۔ مسلمانوں میں عیاشی حد سے بڑھ گئی۔ تو خدا نے ایک شخص کو مسلّط کیا۔ جس کا نام ہلاکو تھا۔ اسلام جہاں جہاں بادشاہ ہوا اس نے غیر قوموں کو رہنے دیا۔ لیکن عیسائیوں کے تین زمانے میں ایک زمانہ تو اس کا وہ ہے کہ انہوں نے زبردستی لوگوں کو عیسائی بنایا۔ اور ظلم کئے دیکھو اسلام کا حال اسپین میں۔ پھر شبہات شکوک دوسروں کے مذہب میں ڈالنے شروع کئے۔ یہ بھی ایک جبر ہے۔ پھر یہ کہ خاص عہدے عیسائیوں کے لئے مخصوص ہو گئے۔

یخرجہم من الظلمٰت الی النور۔ ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ روزانہ ظلمت سے نکل کر نور کو نہیں جا رہا تو وہ مومن نہیں۔

نحن ابناءُ اللّٰہ۔ آجکل سیّدوں کی بھی یہی حالت ہے۔ کوئی کبریائی ایسی نہیں جو ان میں نہیں۔ حالانکہ بعض ذلیل ہو رہے ہیں۔

(رکوع ۸)

بندے ایک وہ ہوتے ہیں۔ جن کو الہام ہوتا ہے خدا تعالیٰ ان کو فہم عطا کرتا ہے اور اپنے فہم سے خدا تعالیٰ کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں۔ کہ جن کو نہ الہام ہوتے ہیں نہ خدا انکو تفہیم کرتا ہے لیکن ان کو وسعت نظر حاصل ہوتی ہے۔ اور علم وسیع ہوتا ہے۔ تیسرے وہ ہوتے ہیں جن کو نہ علم ہوتا ہے نہ تفہیم الٰہیہ۔ اور ان تیسری قسم والوں کو پہلی دو قسم والوں کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا۔ کہ

یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ۔ موسٰے فرماتے ہیں۔ اگر میرا کہنا نہ مانو گے تو گھاٹا پاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یاموسٰی ان فیہا قومًا جبارین۔ آپ کو خبر نہیں وہاں طاقتور لوگ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے بگاڑ کی اصلاح جلد کر سکتے ہیں۔ ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ ان باتوں میں تجربہ کار ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ رجلان ہیں۔ جن کے نام یوشعؑ بن

توان اور کلبہم۔ جنھوں نے کہا بسر وچشم
حاضر ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی وعظ کیا۔

قال رب انی لا املک الا نفسی

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام
کو کس قدر رنج پہنچا۔

قال فانہا محرمۃ۔ یہ ہے نبی کی
نافرمانی کا نتیجہ۔

بعض لوگ غلطی کر لیتے ہیں۔ پھر
کہتے ہیں اب بخشو نا۔ معاف کرو۔ خدا کا
یہاں کارخانہ الگ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ
اب اس میں جانا چالیس برس کے لئے بند ہے
یتیہون فی الارض۔ یونہی جنگلوں
میں جھک مارتے مرجائیں گے۔ ہاں ایک
قوم پیدا ہوگی۔ یعنے ان کے بچے جو اس خطا
میں شریک ہی نہ تھے۔

(رکوع ۹)

ابنی آدم۔ آدم کے دو بیٹے ہابیل
اور قابیل تھے۔ یہ نام قرآن شریف میں نہیں۔
توراۃ میں ہیں۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں اور
نہ ایسے مواقعہ پر تحریف کا گمان ہے۔

قربا قربانا۔ قربانی کی وہ قربانی کیا
تھی۔ یہ نہیں بتایا کچھ ہوگا۔

فتقبل من احدھما۔ قبولیت کا
پتہ معلوم ہو۔ کلام الٰہی سے یا آدم علیہ السلام
کو بذریعہ الہام الٰہی علم ہوا۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یہہ
آئت قابل غور ہے۔ اعمال نیک بھی نیکوں
ہی کے قبول ہوتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر
فرما چکا ہے کہ جو ریاء الناس پر عمل کرتے
ہیں ان کی مثل ایسی ہے۔ جیسے کوئی پتھر پر
مٹی بچھا کر تخم ریزی کرے۔ بارش آئے
وہ کھیتی کو مع زمین بہالے جائے اور صاف
چٹیل چھوڑ جائے۔

انی ارید ان تبوء باثمی یعنی میرے
قتل کا جو گناہ ہے وہ بھی تو حاصل کرے
یہ بھی ایک جذبات رحم کو برانگیخت کرنے
والی درخواست اور نصیحت دینے والی بات
تھی۔ کہ اور ہر طرح سے تو شریر تو ہے ہی
اب یہ ایک گناہ ہے یہ بھی کرلے اور دوزخی
بن جا۔ میں نے کیا کہنا ہے۔

فاصبح من الخاسرین۔ ایسا ٹوٹا پانے
والا ہوا کہ جس خاندان نے اس سے شادی
کی وہ بھی تباہ ہوا۔ معلوم ہوا شادی
صلحاء میں کرنی چاہیئے۔

فبعث اللہ غرابا۔ کوّے میں تین
صفتیں عجیب ہیں۔ (۱) کوّے کو کسی نے
جماع کرتے کم دیکھا ہے۔ (۲) ایک ٹکڑا
بھی کھانے کو مل جائے اُڑ کر اوروں کو اطلاع
ضرور کریگا۔ کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ (۳) کسی
کوّے کو صدمہ پہنچے۔ تب وہاں جمع ہوجاتے

ہیں)۔ اسی واسطے شور و غل کو ہماری زبان پنجابی میں کاواں رولی کہتے ہیں۔ ہم نے ایک سا بڑے شکاری سے پوچھا کبھی کسی کوّے کی لاش تم نے جنگل میں دیکھی ہے تو اس نے کہا نہیں اس سے تین باتیں نکلیں (۱) شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے۔ (۲) نیک برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور ہمدردی (۳) مُردے کی لاش کو دبانے کی فکر یہ قصّہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ابراہیم بھی ایک آدم تھا۔ (اُسے ابوالانبیاء کہتے ہیں) اس کے دو بیٹے تھے۔ اسحٰق اور اسمٰعیل مدینہ کے یہود جو بنو اسحٰق تھے۔ انہوں نے نبی کریم اسمٰعیل کی اولاد کو قتل کرنا چاہا۔ سو انہیں بتایا گیا۔ کہ دیکھو اس سے پہلے ایک بھائی نے دوسرے کو قتل کر کے کیا لیا۔ سوا اس کے کہ خاسر و نادم ہُوا۔ اور انہیں سمجھایا کہ من اجل ذٰلک۔ صرف اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو پہلے سے یہ حکم دے رکھا ہے۔ کہ من قتل نفسًا جو ایسے عظیم الشان نفس کو قتل کریگا وہ گویا سارے جہان کے قتل کا مرتکب ہوگا۔ یحاربون اللہ۔ اللہ کے دین کا مقابلہ کرتے ہیں۔ من خلاف۔ بوجہ انکی خلاف ورزی کے امام ابو حنیفہؒ نے لکھا ہے کہ مجرموں کی کئی قسمیں ہیں۔ پس ان کے موافق ان سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جاویگی۔

خزیٌ فی الدنیا۔ یہ نشان ہے آخرت میں عذاب کا۔ دنیا میں جب پیشگوئی جب مل گیا تو آخرت کی خبر درست ہوگی۔

(رکوع ۱۰)

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ۔ اصل مقصد ساری تعلیم کا تقویٰ ہے۔ تقوٰے کا ابتداء یہ ہے کہ ایمان بالغیب خدا پر ہو دعا میں لگا رہے۔ کچھ ہاتھ سے دے۔ پھر اس سے بڑھ کر کسی نبی پر بدگمان نہ ہو الٰہی کتابوں پر ایمان رکھے۔ قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے جانے۔

دوسرا مرتبہ وہ ہے۔ جو رکوع سورہ بقرہ لیس البرّ میں اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتب پر۔ انبیاء پر ایمان ہو۔ ذوی القربیٰ۔ یتامٰی مساکین وغیرہ کو دے۔ صبر و استقلال سے بسر کرے ؛

تیسرا مرتبہ۔ آخری یہ ہے۔ کہ قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اور قل اللہ ثم ذرھم۔ اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ یاد رکھو۔ معاشرت کے اصولوں میں سے اعلیٰ اصول یہ ہے کہ حکموں کا پابند ہو یہ بدمعاش لوگوں کا اصول ہے کہ دنیا کھائے مکر سے۔ ایسے لوگ کبھی سُکھ نہیں پاتے ؛

وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ وسیلہ کے

دو معنے ہیں۔ ایک تو حاجت۔ پس مطلب
یہ ہوا کہ اپنی حاجتیں جناب الٰہی میں لے
جاؤ۔ دیکھو سورۃ بنی اسرائیل اولئك الذین
یدعون۔ یبتغون الی ربھم الوسیلۃ
یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں۔ وہ تو خود اپنی
حاجتیں رب کے حضور مانگتے ہیں۔ ابن
عباس کا ایک شعر۔

کل الرجال بھم الیك وسیلۃ

دوسرے معنے ہیں ذریعہ کے۔ اور ذرائع
چار قسم کے ہیں۔

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے
تو اختیار کرنے والے کو با ایمان کہتے ہیں۔
ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے
تو اختیار کرنے والے کو عقلمند کہتے ہیں۔
ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے
تو اختیار کرنے والے کو بے ایمان کہتے ہیں۔
ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے
تو اختیار کرنیوالے کو بے عقل کہتے ہیں۔

مثلاً اللہ کے حکموں کو ماننا۔ نیک بننا۔
ہدائت کی بات مان لینا۔ یہ تمام مذہبوں کا
متفق علیہ مسئلہ ہے۔ پس اس ذریعہ پر
عمل کرنے والا با ایمان ہے۔

دوم۔ مثلاً پار جانا ہے۔ دریا میں
موجوں پر موجیں آ رہی ہیں۔ اب ناؤ کشتی
کا سامان کرنے والا عقلمند کہلاتا ہے۔

سوم۔ مثلاً بت پرست بت کے آگے
ناچتا ہے۔ عمدہ کھانے پکا کے اس کے سامنے
رکھتا ہے۔ قبر کو سجدہ کرتا ہے۔ اللہ کے
نام کے سوا کسی کا روزہ طواف قربانی کرتا
ہے۔ اس وسیلہ کو اختیار کرنیوالا بے ایمان ہے۔

چہارم۔ مثلاً ایک ایسا آدمی ہے۔ جو
ان وسائل کو جو قدرت نے کسی مطلب کے
حصول کے لئے بنائے ہیں اُنپر جھوٹا قیاس
کرتا ہے۔ مثلاً باریک سوئی ململ کو سی سکتی
ہے۔ تو وہ سمجھے کہ ہل کا پھلا بطریق اولیٰ
اسے جلد سی سکتا ہے یا جیسے بیوقوف لوگ
کہا کرتے ہیں۔ کہ جب معمولی آدمی اس دنیا
میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ تو نبی و ولی جسم سے
الگ ہو کر بعد وفات بطریق اولیٰ ہماری
مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی شخص جہاز میں لوہا سمجھ
کر۔ پھر بہت سا لوہا لے کر اس پر ہو بیٹھے
اور سمجھے کہ میں اسپر پار اتر جاؤں گا۔ یہ
بے عقل ہے؛

پس الوسیلہ فرمایا یعنے ذریعہ ہو مگر
اس ذریعہ کو دیکھ لو وہ بے ایمانی کا تو نہیں
عقل و تجربہ و ایمان کے موافق ہے یا نہیں
مکلف انسان عقل و تجربہ و ایمان سے تقویٰ
کے سامان کرے۔ مگر وہ عقل و تجربہ و شریعت
کے خلاف نہ ہوں۔ پھر یہ کہ مجاہدہ فی سبیل
اللہ کرے۔ جب ان تین قاعدوں پر چلیگا۔

تو مظفر و منصور ہو گا۔ بعض لوگ حقیقی ذرائع
سے کام نہیں لیتے۔ اور چاہتے ہیں کہ گھر
بیٹھے ہم کو عمدہ لباس عمدہ مکان راحت
و آرام کی چیز مل جائے۔ ایسے لوگ آخر مثلاً
چوری کا پیشہ وغیرہ ناجائز اختیار کر لیتے
ہیں۔ فرمایا۔

السارق والسارقة۔ مرد ہو یا عورت
ایسے پیشہ وروں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

واللہ علی کل شیء قدیر۔ رزق
کے لئے ایسی بری راہ اختیار کرنا نہایت
قبیح ہے۔ وہ تو جائز طریقے سے رزق دینے
پر قادر ہے۔

لا یحزنک الذین یسارعون بعض
وقت کفر کرنے والے کو آرام میں دیکھ کر
ضعیف مومن کا دل گھبرا اٹھتا ہے کہ یہ
بے ایمان ہو کر کیسے آرام اور عزت میں ہیں
یہ دھوکہ ہوتا ہے۔ ورنہ ہم نے کئی ایسے
لوگوں کو بظاہر دیکھا ہے۔ کہ اتنا بڑا
مکان ہے۔ اور اس میں ایک ہی بڑی
دری ہے مگر ساتھ مرگی کا عارضہ ہے
جو کثرت زنا کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح
ایک اور کو دیکھا۔ ہر وقت وہاں راگ و
رنگ رہتا آہستہ آہستہ موقعہ آیا۔ کہ
اس نے آتشک سے اپنا بالکل تباہ ہونا
مانا۔ اور یہ صرف غم میں دل بہلانے کیلئے تھا۔

ان اوتیتم ھذا فخذوہ۔ یعنے اگر
یہ بات ان میں پائی گئی۔ تو سچے ورنہ نہیں لوگ
گھر ہی سے باتیں بنا کر لے آتے ہیں ایک
دفعہ حضرت صاحب کے پاس ایسے آدمی
آئے جو گھر سے یہ مشورہ کر آئے۔ کہ فاتحہ
خلف الامام کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اگر انہوں
نے کہا جائز نہیں تو سچے ورنہ جھوٹے۔
ایسی خود ساختہ باتوں میں بہت دھوکہ لگتا ہے

من یرد اللہ فتنتہ۔ جو لوگ اپنی شرارتوں
سے اس حد تک پہنچ گئے۔ خدا ان کے فتنہ
کا ارادہ رکھتا ہے۔

لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم۔
فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم سے
اس کی تشریح ہوتی ہے۔ یعنے خدا ان کے
دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جو
خود ٹیڑھا پن سے اس حالت کو پہنچ گئے
کہ پھر سیدھے نہیں ہونا چاہتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بہت
آسان رکھا ہے۔ دین کا مدار تعظیم لامر اللہ
شفقت علی خلق اللہ پر ہے۔ دیکھئے ایک
طرف نماز کیسی اعلیٰ عبادت ہے۔ کہ تمام
مذاہب کی عبادتوں کی جامع ہے۔ دوسری
طرف زکوٰۃ۔ قرآن مجید میں دونوں کی تاکید
ہے۔ اس کے علاوہ اور جو عیوب لوگوں میں

ہوں۔ ان کی اصلاح فرماتا ہے۔ جوں جوں زمانہ پیچھے جاتا ہے۔ نبوت کے ثبوت بڑھتے جاتے ہیں۔ آدم کے وقت میں اگر کوئی مسئلہ الہام و نبوت پر اڑ بیٹھتا۔ تو جواب دینا مشکل تھا۔ لیکن ہمارے زمانے میں کوئی مشکل نہیں انبیاء اولیاء ملہمین گذر چکے ہیں۔ امم کا مشترکہ تعامل موجود ہے۔ پھر سب سے زیادہ سہولت یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب کے دلائل حالات اخلاق۔ کارنامے ہم کو میسر آسکتے ہیں جو ڈھونڈ وستا ملتے نہ تھے۔ اب چند پیسوں پر ملتے ہیں۔ ویدوں کے لئے ایک زمانہ تو وہ تھا۔ کہ احمد بیرونی ایک شخص انجمن تحقیق مذاہب کا ممبر ۴۰ سال ہند میں رہا۔ وہ ہندوؤں کے حالات کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ انکی ایک اور کتاب ہے۔ جس کو یہ لوگ زبانی بعض مقامات سے پڑھتے ہیں۔ اور میں نے اسے دیکھا نہیں دیکھنے پایا تو وہ زمانہ کہ ۴۰ سال ایک شخص محض اسی تحقیق کے لئے رہتا ہے۔ اور سنسکرت کی تحصیل میں ایسی سرگرمی دکھلاتا ہے کہ وہ اس کی مادری زبان کی طرح ہو گئی مگر وید دیکھنے نصیب نہیں یا اب یہ زمانہ کہ چاروں وید عـہ روپیہ پر ملتے ہیں یہی حال بائبل کا ہے کہ ایک روپیہ تک مل سکتی ہے ؛

پس تحقیق کے لئے بہت آسانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ تورات والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ تم تورات ہی کو غور سے پڑھو۔ ہم نے اس میں ھدیٰ یعنی ہدایت نازل کی۔ یعنی اس عہد نامہ کے رسول کی طرف رہنمائی کی چنانچہ بتا دیا کہ موسیٰ کا مثیل آئیگا اور وہ بت پرستی کا دشمن ہوگا۔ اس کا خلاف کروگے تو تم سے حساب لیا جائیگا۔

فلا تخشوا الناس۔ پس تم لوگوں سے نہ ڈرکر۔ بلکہ میرا ڈر رکھ کر اور دنیا کی آیات اللہ کے سامنے مطلق پروا نہ کرکے ما انزل اللہ کو حاکم بناؤ۔ صاف معلوم ہوگا۔ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ مگر تم نبی پر ایمان لانا تو کجا اس کی ایذا رسانی اور قتل کی فکر میں ہو حالانکہ تورات ہی میں درج ہے کہ نفس کے بدلے نفس مارا جائیگا۔ بلکہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ان آیات میں بتایا ہے کہ تم تورات کے اور احکام بھی چھوڑ چکے ہو۔ نبی کی مخالفت میں تو یہ بتاتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنا دین بڑا عزیز ہے ہم اپنے دین پر قائم ہیں۔ مگر واقعات اس کے خلاف ہیں ؛

(بقیہ رکوع ۱۱ اور رکوع ۱۲)

بالحق۔ سراپا حق۔ بعض کتابیں بالکل باطل ہوتی ہیں۔ بعض میں حق و باطل ملا جلا بعضوں میں حق زیادہ ہوتا ہے اور باطل

کم مگر یہ قرآن سراپا حق ہے۔

مھیمنا۔ جامع۔ محافظ۔

شرعۃً ومنھاجًا۔ شرعہ کہتے ہیں پانی کے گھاٹ کو اور منہاج خشکی کا رستہ کہتے ہیں۔ انسان کو دو ضرورتیں ہیں۔ ایک ضرورت تو اللہ کی پاک شریعت ہی سے حل ہوتی ہے۔ اور ایک قسم کی ضرورت کو اللہ نے انسان کے عقل و فہم پر چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم زراعت کرو۔ اب کھیتوں میں بیج بونے کے طریق کو شریعت میں داخل نہیں کیا ایسا ہی کپڑے پہننے کا حکم ہے۔ مگر اب ہر ملک کے موسموں کی سبب جیسا کپڑا چاہیئے یہ انسان کے فہم پر چھوڑ دیا ہے ؛

لجعلکم امۃ واحدۃً۔ یعنے تمہیں ایک ہی مذہب پر بنا دیتا۔ مگر یہ جبر ہو جاتا۔ لیکن ہم نے تمہیں ان قویٰ میں جو ہم نے دیئے ہیں۔

لیبلوکم۔ انعام دینا چاہا ہے۔ پس تم نیکیاں بڑھ بڑھ کر کرو اور اجر لو۔ اگر اپنے اختیار سے تم نیکی نہ کرو۔ بلکہ فطرۃً تو پھر اجر کیسا ہو۔

افحکم الجاھلیۃ یبغون یعنی شتر بے مہار بننا چاہتے ہیں۔

اولیاء۔ دل کا متصرف۔

یسارعون فیھم۔ ان میں شامل ہونے کے لئے جلد بازی کرتے ہیں۔

(رکوع ۱۳)

یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہٖ۔ اس آیت میں جو معاملہ ہے۔ وہ بظاہر تکلیف دہ ہے۔ کسی شخص کا بھائی۔ بیٹا۔ دوست سچے مذہب سے پھر جائے۔ تو اسے کسقدر رنج پہنچتا ہے۔ پھر صحابہ کرام کو اپنے قلت تعداد کی حالت میں اس قدر محنتوں سے مسلمان بنانے کے بعد پھر بھی کسی کا ارتداد دیکھنا پڑے۔ تو کیا کچھ دکھ پہنچنا چاہیئے تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ اس معاملہ میں مومنوں کے لئے ایک بشارت دیتا ہے۔ کہ ایک مرتد ہو تو میں تمہیں اس کے بدلے میں ایک قوم دونگا۔ اور وہ قوم بھی ایسی کہ میں ان سے محبت کروں گا۔ اور وہ مجھ سے۔

ایک دفعہ ایک لڑکے نے (جس کی پڑھائی پر میں نے ہزاروں روپیہ خرچ کیا تھا) مجھے خط میں لکھا۔ کہ میں ناپاک مذہب اسلام کو چھوڑتا ہوں۔ مجھے بہت دکھ ہوتا۔ اگر یہ آیت معًا میرے ذہن میں نہ آجاتی۔

اذلۃ۔ دراصل تھوڑوں کو کہتے ہیں چونکہ تھوڑے عاجز ہوتے ہیں۔ اس لئے

مطلب یہ ہے کہ نرم دل۔
یہ آئت شیعہ کے لئے کاری حربہ ہی۔
عرب میں بھی جب سلسلہ ارتداد شروع ہوا
تو جو قوم انکے مقابلہ میں اُٹھی۔ جسے یحبہم
ویحبونہم کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہو۔ وہ
بالاتفاق حضرت ابوبکر اور ان کے پیرو تھے
وہی کافروں پر غالب آئے۔ وہ فی سبیل اللہ
جہاد کرتے رہے۔ اور وہی کسی سے نہیں ڈرتے
یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ کہ
وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر وقت خدا کی جناب
کے فرمانبردار ہیں۔ اس آئت کو شیعہ نے حضرت
علی پر لگایا ہے۔ اور ایک روائت بیان
کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی نے بحالت رکوع
..... زکوٰۃ دی۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے
ہمارے دوست حکیم فضل دین صاحب
نے ایک دفعہ ایک شیعہ کو خوب جواب
دیا۔ پہلے اس سے دریافت کیا۔ کیا حضرت
ابوبکر حضرت علی کے مدمقابل میں تھے؟ اس
نے کہا ہاں۔ انہوں نے خلافت غصب کی
وغیرہ وغیرہ۔ تب حکیم صاحب نے کہا تم
ہوش کرو۔ اسی آئت کے ساتھ لکھا ہے
فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ پس غالب
تو تم خود ابوبکر کو مانتے ہو۔ حزب اللہ سے
بھی وہی ہوا اور یہی نشان ہے ان لوگوں
کا۔ جو یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون کے

مصداق ہیں۔

قل ھل انبئکم بشر من ذالک
فاما الانسان اذا ما ابتلہ ربہ
فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن
واما اذا ما ابتلہ فقدر علیہ
رزقہ فیقول ربی اھانن سے معلوم
ہوتا ہے کہ ابتلاء دو قسم کے ہیں۔ ہمارے
ملک میں اگر کسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا حال ہے
تو وہ کہتا ہے بڑا فضل ہے جس سے مراد
یہ ہے کہ مال مویشی۔ اولاد سب کچھ ہے۔
اسی طرح فضل الٰہی کے چھن جانے سے
بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ہیں
نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی سورت میں فرماتا ہے
کہ فضل کا دارمدار تو یتیم کے ساتھ سلوک
کرنے کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب
پر ہے اور یہ کہ مال سے زیادہ محبت نہ ہو۔
اس رکوع میں بعثت کے نشان فرمائے ہیں
ترجمہ یہ ہے۔ کیا ہم اطلاع دیں تمہیں
اس کی جس کو ایک بُرا نتیجہ ملا ہے۔
جعل منہم القردۃ۔ وہ ذلیل کردیئے
گئے۔ چنانچہ یہود کی نسبت ارشاد ہے۔
الا بحبل من اللہ و بحبل من الناس
اور لا تنصرون ہ
والخنازیر۔ مال دنیا کا حریص اور شہوت کا حریص۔

عبد الطاغوت۔ حد سے نکلنے والے کا فرمانبردار۔

سواء السبیل۔ پاک عمدہ۔ قریب راہ۔

والعدوان۔ حد بندیوں سی نکلنے والے۔

اکلھم السحت۔ حرام خوری میں بارہا بتا چکا ہوں۔ انسان کی نیکی اور تقوے کا پتہ مالی معاملات میں لگتا ہے۔

ید اللہ مغلولۃ۔ نادان لوگ جب تنگ ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں۔ خدا کے ہاتھ ہمارے لئے شل ہو گئے ہیں۔

من فوقھم۔ میرے نزدیک اس سے مراد مکالمات الہٰیہ ہیں۔

(رکوع ۱۴)

میں کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ سورۃ نساء و مائدہ معاشرت و تمدن کی مسائل کے لئے ہے کہ آدمی آرام میں کیوں کر گذارے۔ چنانچہ بیوی۔ بچوں۔ یتیموں بیواؤں سے جیسا سلوک کرنا چاہیئے اس کا ذکر ہو چکا۔ اب فرماتا ہے کہ آرام میں اللہ کی کتاب ہی۔ اور اصلاح بین الناس کی طرف متوجہ ہو۔ لڑائیاں اگر فتوحات کے لئے ہوں۔ تو آرام ان فتوحات کے انتظام کے لئے۔

بلغ ما انزل الیک۔ یہ آئت بہت قابل غور ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں سات بلکہ دس مشکلات میں تھے ایسی حالت میں آپ تبلیغ کرتے رہے (۱) مکہ کے دشمن تو موجود تھے ہی آپ ۱۲۰ میل پران چالاکیوں سے کیونکر واقف ہو سکتے تھے (۲) یہود۔۔۔۔۔۔۔ بنو قینقاع جو بڑی بے رحم قوم تھی۔ (۳) بنو قریظہ۔ جن کا مکہ کے گھر گھر میں دخل تھا۔ (۴) بنو نظیر جو گنڈے تعویذ وغیرہ بھی دیتے تھے (۵) عیسائیوں کا گروہ (۶) اوس و خزرج دونو میں منافق (۷) مشرکان مدینہ (۸) پھر عیسائی جو روما کی سلطنت کو ابھارتے تھے۔ (۹) یہود ایران والوں کو ابھارنے والے ایسی مشکلات کا سامنا تھا۔ (۱۰) مکہ کا دشمن بدستور بلکہ آگے سے زیادہ تیز۔

واللہ یعصمک من الناس۔ اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا جو وقت یہ آئت اتری۔ آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سب چلے جاؤ۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ اس آئت پر مجھے ایک مضمون سوجھا کرتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کیسے بڑے آدمی کیسے بڑے مدبّر تھے۔ اور بارعب۔

حضرت عثمانؓ ایک چلتا پرزہ قوم بنو امیہ میں سے تھے۔ جن میں بڑی بڑے عقلمند اور تجربہ کار تھے۔

حضرت علیؓ بڑے شجاع و بہادر تھے۔ مگر قتل کرنے والوں نے حضرت علیؓ کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کو مارنے والوں نے تمام صحابہ کرام کے سامنے مار دیا حضرت عمرؓ کو نماز پڑھتے ہوئے ایک اکیلے شخص نے خنجر لگا دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ اسلام کی پوری شوکت کا زمانہ تھا۔ ان لوگوں کے پاس حفاظت کے سامان بھی تھے۔

ارد گرد سب خیر خواہ تھے۔ مگر پھر بھی قتل کر ہی دیئے گئے۔ برخلاف اس کے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اتنی مشکلات میں عرب کا اکثر حصہ اور اپنے پرائے دشمن پھر کس تحدی سے جاہلوں کو للکار کر پیشگوئی کی جاتی ہے۔ واللہ یعصمک من الناس اور یہ پیشگوئی پھر پوری نکلتی ہے۔

لا یھدی القوم الکافرین منکر لوگوں کو تیرے قتل کرنے کی کوئی راہ نہ سوجھے گی۔

شیعہ قوم پر مجھے بار بار تعجب آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ کو ابو بکرؓ عمرؓ کا خوف تھا۔ حضرت علی کی خلافت کا اعلان نہ فرماتے تھے۔ اس لئے "بلغ ما انزل الیک" کا نزول ہوا۔ نادانوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ "واللہ یعصمک من الناس" کا وعدہ موجود۔ پھر دو تین آدمیوں کا کیا خوف تھا۔

والذین ھادوا۔ ہر قوم کو آخر اسلام کی طرف جھکنا پڑتا ہے۔ صابی حضرت ابراہیم کو عظیم الشان مانتے ہیں۔ حضرت یحییٰ کو بھی۔ وضو کرتے نماز قبلہ رُخ ادا کرتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے میں تامّل ہے۔ فرمایا کہ وہ جو اللہ پر ایمان لاتے اور آخرت پر اور نیک عمل کرتے ہیں ان پر زمانہ آتا ہے۔ کہ

لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہونگے۔ خوف و حزن سے محفوظ ہونگے۔ یعنے آخر اسلام غالب آئیگا۔۔۔۔ دیکھو جو بتوں کے حامی تھے۔ جو اپنی اپنی خود ساختہ روایات کے پابند تھے۔ ان کو اپنے بتوں کی کار خانے بگڑنے اور اپنے دین کے کمزور ہو جانے کا کس قدر خوف تھا۔ اور پھر جب سب کچھ تباہ ہو گیا تو کیسا حزن لاحق ہوا۔

عرب کے ملک سے عیسائیت کا اور یہودیت کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک اسلام والے ہی رہ گئے۔

تاب اللہ علیھم۔ رجوع رحمت کیا اللہ نے۔ حضرت محمد رسول اللہ سا نبی مبعوث کیا۔

ثم عموا و صموا۔ پھر بھی نہ حق کے بینا رہے نہ حق کے شنوا۔

قد خلت من قبلہ الرسل۔ مسیح بھی ایک رسول تھا۔ کیا کوئی رسول اس سے

پہلے اللہ ابن اللہ۔ دائمی زندگی والا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس ایسا ہی یہ بھی ہے جیسے پہلے رسول ہو گذرے۔ یہ مسیح بھی مر چکا۔

کانا یاکلان الطعام۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ ہگتے اور موتتے تھے۔ کیا ہگنے اور موتنے والا خدا ہو سکتا ہے۔

(رکوع ۱۵)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل۔ انہی میں سے وہ تھے۔ جن کا ذکر ھل اتاک نبؤا الخصم میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کہ اے داؤد ہم نے تجھے خلیفہ بنایا ہے بعض وقت غلطی سے انسان کسی عظیم الشان مقرب عند اللہ کی تحقیر کر بیٹھتا ہے۔ اس وقت وہ خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور لعنوا کا فرد جرم اس پر لگتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ ذکر مسلمانوں کو سنانے کے لئے آیا ہے۔ اسلام کو بادشاہت مقصود نہیں۔ شاہی مذہب نہیں۔ یہ تو ایمان سکھانے کے لئے آیا ہے۔ اسلام میں کوئی خاص زبان لباس نہیں۔ وہ تو تمام لوگوں کو خدا منوانا چاہتا ہے۔

بما عصوا و کانوا یعتدون۔ آدمی پہلے چھوٹے چھوٹے گناہ کرتا ہے۔ پھر بڑے بڑے گناہوں میں گرفتار ہوتا ہے مثلاً پہلے کسی کو بد نظری سے دیکھ لیا۔ پھر دوسری بار دیکھنے کو دل چاہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا پتہ دریافت کیا۔ آخر زنا میں گرفتار ہو گیا۔ پھر حدود اللہ سے بھی آگے بڑھتا ہے اور ایک چڑ سی ہو جاتی ہے۔ اسوقت لعنوا کا زمانہ آتا ہے

اتخذوھم اولیاء۔ اگر کچھ بھی غیرت ہوتی۔ تو اللہ۔ رسول۔ امام کو برا کہنے والوں سے ہرگز پیار نہ ہوتا۔

اشد الناس عداوۃ۔ یہود نے کبھی کسی سچے مسلمان کو پناہ نہیں دی۔

والذین اشرکوا۔ مشرک کبھی مومن کا خیر خواہ نہیں ہوتا۔ آریہ کا بھی یہی حال نظر آتا ہے۔ حضرت صاحب ایک مقدمہ کی مشکلات میں ۲½ سال رہے۔ حالانکہ وہ ایسا مقدمہ تھا۔ کہ چند منٹوں میں عیسائی حاکم نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

اقربھم مودۃ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بھی ہجرت کر کے گئے۔ تو ایک عیسائی سلطنت نے پناہ دی اور نیک سلوک کیا؛

قسیسین۔ قس دراصل قص ہی ہے
یعنے وہ لوگ جو بزرگوں کے قصے کہانیاں
بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے اثر
سے بعض نیک صفات باقی رہتی ہیں۔
رھبانا۔ تارک الدنیا۔

پارہ ہفتم

(رکوع اوّل و دوم)

رشک اور غبطہ بھی ایک نعمت ہے
کسی کو علم آتا ہے۔ اور وہ اس علم کو رات
دِن اللہ تعالےٰ کے لئے پڑھاتا ہے
کِسی کے پاس مال ہے اور وہ اسے
صبح و شام رضا الٰہی میں خرچ کرتا ہے
تو رسولِ کریم ؐ نے فرمایا۔ کہ اس کی حالت
قابل غبطہ ہے۔

اب دیکھو کہ اللہ جس بات کی تعریف
کرے وہ کیوں مومن کے لئے قابل رشک
نہ ہو۔ اس رکوع میں عیسائی حبشیوں کا
ذکر ہے کہ جب صحابہ ان کے پاس ہجرت
کر کے گئے اور جعفر نے قرآن سُنایا تو
ایسے روئے کہ گویا آنکھیں بہی جاتی تھیں
تم لوگ جو مسلمان کہلاتے ہو اپنے دِل
میں سوچو کہ کیا تمہاری یہ حالت ہے ایک
جگہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ قرآن شریف
کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔
اور تقشعر منہ جلود الذین یخشون
ربھم ثم تلین جلودھم میں نے
ایسے کئی نظارے دیکھے ہیں۔ ایک امیر
اپنے ایک خادم پر نہایت سخت ناراض
ہؤا۔ جوش غیظ و غضب میں خادم کو مارنے
اُٹھا ایک پاؤں دہلیز کے باہر تھا۔ اور
ایک اندر کہ میں آگیا۔ میں نے پڑھا
الکاظمین الغیظ میرا یہ کہنا ہی تھا۔ کہ
وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ اور دیر تک کھڑا
رہا۔ اس کا چہرہ زرد رہ گیا۔ حضرت عمر
کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس
بات کو بہت مکروہ سمجھا۔ کہ ایک دس برس
کا لڑکا بھی بیٹھا ہے۔ کہ ایسی عالی شان
بارگاہ میں لونڈوں کا کیا کام۔ اتفاق
سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر
ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا وہی لڑکا پکار
اٹھا۔ الکاظمین الغیظ اور پڑھا واعرض
عن الجاھلین۔ اور کہا ھٰذا من
الجاھلین۔

حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور
خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے
بھائی نے کہا دیکھا اسی لونڈے نے
تمہیں بچایا۔ جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔
وما لنا لا نؤمن۔ انسان کو چاہئے

کہ باتیں سُنے اور شہادت حق دے۔ اور صلحاء میں داخل ہونے کی تڑپ رکھے۔ اب تو مسلمانوں کی محبت قرآن سے یہی کہ جھوٹی قسمیں کھانے کے لئے نکال لیا۔ فال دیکھ لی۔ کوئی عمل یا وظیفہ پڑھ لیا۔ کوئی ترکیب یا صیغہ دیکھ لیا۔ عمل مقصود نہیں رہا؛

وذالك جزاء المحسنین۔ ہر محسن کے لئے یہی جزا ہے یہ مت سمجھو کہ انعامات اگلوں کے لئے ہی تھے۔ اور تم محروم ہو۔

لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم۔ انسان بدکاری میں ترقی کر کے خدا کے انعاموں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لا تعتدوا۔ ہر ایک چیز کیلئے ایک حد مقرر ہے۔ حتیٰ کہ نیکی کی بھی چار رکعت نماز مقرر ہے۔ کوئی پانچ پڑھے تو جائز نہیں

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ انسان کبھی غضب میں آ جاتا ہے۔ اور کبھی عادۃً قسم کھا لیتا ہے۔ کبھی ایک چیز کو واقعی سمجھتا ہے۔ اور وہ واقعی نہیں ہوتی کبھی شریعت کے خلاف کسی امر پر قسم کھاتا ہے۔ اس پر گرفت نہیں۔

من اوسط ما تطعمون۔ اکثر نے اس کے معنے میانہ درجہ کے کئے ہیں۔ مگر بعض مفسرین نے اوسط کے معنے اعلےٰ درجہ کے کئے ہیں۔

کسوتھم۔ جس میں کم از کم دو چادریں ہوں

لعلکم تشکرون۔ ایک مقدمہ جیتنے کے لئے تمام جائداد تباہ کی جاتی ہے ناکامی پر ناکامی اٹھاتے ہیں۔ مگر پریوی کونسل تک جاتے ہیں۔ کیا دین کے لئے بھی کبھی ایسی کوشش کی ہے۔

ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء بغض و عداوت ایسی بڑی چیز ہے کہ اس کے جس قدر ذرائع ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ چنانچہ خمر۔ میسر۔ انصاب۔ ازلام کو حرام فرمایا۔ کہ ان سے باہمی تباغض پیدا ہوتا ہے مسلمان تو ان چیزوں سے بچتے ہیں۔ پھر بھی ان میں بغض و عداوت ہے۔ اس کی وجہ مجھے تو یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ قرآن مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔ فنسوا حظًا مما ذکروا بہ فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء

(رکوع ۳)

ظاہر و باطن کا تعلق ضرور ہے۔ اگر کسی کے دل میں خوشی ہو تو اس کا تعلق اثر اس کے چہرے پر ضرور پڑے گا۔ اگر غم ہوگا۔ تو بھی بشرہ پر اس کا اثر ہویدا ہوگا۔ اگر کسی کے دل میں محبت ہو۔ تو جب وہ سامنے آئیگا ضرور چہرہ کی کیفیت بدلیگی۔ کسی سے دشمنی ہوگی۔ تو بھی۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں

ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں اور پھر اس کے پاس تک نہیں بیٹھتے۔ انبیاء نے اس حقیقت کو بہت خوب سمجھا ہے۔ نمازوں میں دیکھئے۔ دل میں اگر عجز و نیاز ہے۔ تو اس کے اظہار کو ظاہر جسم پر بھی ایک رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی صفات پر غور کر کے انسان جھک جاتا ہے۔ اور پھر اس کی عظمت کا مطالعہ کرتے کرتے متاثر ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ اسی طرح دیکھو جو شعائر اللہ ہیں اللہ ان کی عظمت و جبروت کو قائم رکھنا چاہتا ہے مکہ ایک بے نظیر شہر ہے۔ وہاں حضرت ہاجرہ نے بڑے صبر سے کام لیا۔ اس وادی غیر زرع میں خاوند سے الگ ہو کر رہیں۔ وہیں صفا و مروہ جہاں بے تابانہ آپ گھومی تھیں۔ اب وہاں اتنی بھیڑ ہے کہ جگہ نہیں ملتی۔ وہ تو عورت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو دیکھو۔ ابراھیم الذی وفیٰ کا سارٹیفکیٹ پایا۔ آپ نے خدا جانے کس اخلاص و جوش توحید کے ساتھ اینٹیں لا لا کر پھیرے دیئے۔ اور دیواریں بنائیں کہ اب جو جاتا ہے اس عظمت کا مطالعہ کرنے کے لئے طواف کرتا ہے۔ پس ایسے مکہ کی تعظیم و تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! ہم تمہارے لئے امتحان رکھ کر انعام دینا چاہتے ہیں۔ دو یہ کہ وہاں شکار مت کرو بحالت احرام۔

ذو عدل منکم۔ صاحبان عقل و فہم۔

جعل اللہ الکعبۃ۔ یہاں اللہ تعالیٰ ثبوت دیتا ہے اس بات کا کہ میں ہوں اور میں علیم اور قادر مطلق ہوں۔ ابراہیم نے بھی ایک گھر بنایا۔ لوگ بھی گھر بناتے شہر بساتے ہیں۔ مگر کئی گھر کئی شہر برباد و تباہ ہو چکے۔ لیکن وہ جو توحید و عظمت الٰہی کی خاطر بنایا گیا۔ اب تک قائم ہے۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔ اللہ نے اس گھر کو عزت والا بنایا:

قیاماً للناس۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ بھی رہے گا۔ یہ نہ ہوگا۔ تو دنیا بھی نہ ہوگی:

والشھر الحرام والھدی والقلائد عزت والے مہینوں میں لوگوں کی آمدورفت رہے گی۔ قربانیاں یہاں ہوتی رہینگی۔ اور اس مطلب کے لئے جانور آتے رہینگے۔

یہ سب اس لئے ہوگا۔ تا تم جانو کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ دیکھو ایرانیوں کا بڑا معبد ..... آتش کدہ برباد ہوا۔ یہودیوں کا معبد بیت المقدس تباہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک عورت مسیح سے پوچھتی ہے۔ کہ ہیکل کہاں تھی۔ جواب کیا خوب دیا جاتا ہے نہ یہ رہے گی

نہ وہ۔ غرض تمام معبد خانے جو انسانوں نے بنائے وہ تباہ ہوئے۔ پھر بنائے تو مفتوح ہوئے۔ مگر عرب کا معبد مکہ اب تک خدا کے سچے بندے مسلمانوں کا ہے۔

عرب ایسا ملک ہے۔ کہ مقدونیہ کا بادشاہ ہند تک آیا۔ مگر مکہ وہ بھی فتح نہ کر سکا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی فتح کیا۔ مفتوح بنائے۔ پھر سب کو فاتح بھی بنا دیا۔ ایسا کہ پھر مفتوح نہ ہو صلیبی جنگوں میں ۸۳-۸۴ سال قبضہ رہا یورپ کی مجموعی طاقت تھی۔ مگر مدینہ ایسے معمولی گاؤں پر قابو نہ پا سکے۔

ان اللہ شدید العقاب وان اللہ غفور رحیم۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ صحیح واقعہ سناتا ہوں۔ یہاں ایک شخص آیا کشمیر میں ملازم تھا۔ حضرت صاحب سے بیعت کی بیعت کر کے کہنے لگا۔ جو اب میں گناہ کروں تو خدا کی جو مرضی ہے سزا دے لے وہ تو یہ کہہ کے چلا گیا۔ مگر میرا دل کانپ اٹھا آخر ایک معمولی حیلہ سے اس کے پاس تین ہزار جمع ہو گیا۔ پھر ایک شخص کی گواہی دیتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ رشوت لیتا ہے میں خود اپنی معرفت اس کو دلاتا رہا ہوں جس پر ایک مقدمہ قائم ہو گیا۔ یہاں اس نے بڑے عجز و الحاح سے دعا کے لئے لکھا حضرت صاحب نے فرمایا۔ دعا کے لئے دل توجہ نہیں کرتا۔ ابتلاء معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ تین ہزار بھی مقدمہ ہی میں خرچ ہو گیا اور اخیر قید کا حکم ہوا۔ اس وقت کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے خدا ہی کوئی نہیں نہ کوئی دعا ہے نہ فقیر نماز بھی چھوڑ دی۔ دہریہ ہو گیا اس وقت اسے رات کو خواب آیا کہ تو تو کہتا تھا۔ کہ اب کوئی گناہ کروں تو خدا جو چاہے سزا دے لے مگر اب ایک معمولی سزا ہی سے خدا ہی سے منکر ہو بیٹھا اس وقت وہ اٹھا۔ اور بہت استغفار کی۔ کلمۂ شہادت پڑھا نماز پڑھی اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ نظر ثانی کراؤ۔ کہنے لگا۔ نہیں اب تو خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے رشتہ دار نے نظر ثانی کرائی۔ مدعی اتنے میں مر گیا۔ عدالت نے فیصلہ دیا۔ چند امور تنقیح طلب باقی ہیں۔ مدعی مر چکا ہے۔ اس لئے اسے رہا کر دیا جائے۔ دیکھا وہ شدید العقاب بھی ہے۔ مگر اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرے تو غفورٌ رحیم بھی ہے۔

(رکوع ۱۴)

انسان ضعیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان احکام کی تعمیل فرض کی ہے جو

خالق فطرت نے اس کے مناسب حال جانی اگر کوئی خواہ مخواہ سوال کر کے اپنے تئیں پیچ در پیچ مسائل کا مطیع بنائے تو یہ اس کی غلطی ہے۔

حضرت صاحب نے بیعت کا اشتہار دیا۔ اور آپکو الہام ہوا۔ کہ لوگوں سے بیعت لو۔ تو آپ چونکہ جانتے نہ تھے۔ کہ بیعت کیونکر لی جاتی ہے اس لئے آپ دس ماہ اسی فکر میں بیٹھے رہے اور باریک در باریک راہوں سے معلوم کر لیا کہ یوں کرنا چاہیئے۔ ہمارے ایک دوست کو اس بات کی ٹوہ تھی کہ بیعت میں کیا کیا شرائط ہوں۔ مَیں نے انہیں سمجھایا کہ ممکن ہے کہ ہم ان کے پابند نہ ہو سکیں اس لئے ایسی کوشش نہیں کرنی چاہیئے مگر اس نے نہ مانا سردست تو وہ مخالف ہے۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں۔ کہ لوگ عجیب عجیب سوال کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہماری مخفی دولت کا پتہ لگا دو۔ یا فلاں کام کی نسبت دریافت کر دو۔ ہوگا یا نہیں۔ گویا ہمیں خدا کا ایجنٹ سمجھتے ہیں نبی کریمؐ کے سامنے ایک شخص نے پوچھا۔ من ابی۔ دوسرے نے کہا۔ کیا ہر سال حج فرض ہے تو آپ نے جھڑک دیا تھا۔ علماء میں بھی تحقیقات ہوتی رہتی ہے۔ کہ آدمؑ جس شجرہ کے نزدیک گیا تھا۔ اس کا نام کیا تھا۔ گیہوں۔ انگور۔ اور پھر انکی تشبیہات تک گئے ہیں۔ (۲) نوحؑ نے جو کشتی بنائی تھی۔ اس کی لکڑی کس درخت کی تھی (۳) وہ شخص جس نے ابراہیمؑ سے مباحثہ کیا تھا اس کا کیا نام تھا۔ کالذی مر علےٰ قریۃ والا کون ہے یہاں تک کہ بعض نے اسے ولی اللہ۔ بعض نے نبی اور بعض نے کافر بھی کہا ہے (۴) موسٰیؑ کے زمانے میں جس بقرہ کے ذبح کا حکم ہوا تھا۔ وہ گائے تھی یا بیل۔ یہ سوال تو بنی اسرائیل کو بھی نہ سُوجھا۔ (۵) اصحاب کہف کے کتے کی شکل اور رنگ کیا تھا۔ (۶) شداد کا باغ کیسا تھا۔ (۷) براق کی شکل کیسی تھی۔ ایسی بے ہودہ تحقیقوں میں پڑنے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور منشاء الٰہی جو شریعت کے نزول سے تھا جاتا رہتا ہے۔ اصل غرض قرآن کی تو تقویٰ اور اعمال صالحہ۔ خشیت اللہ۔ کا پیدا کرنا اور خودی۔ خود پسندی اور خود رائی۔ عجب۔ بدنظری۔ دنیا پرستی سے بچنا ہے۔

ثم اصبحوا بھا کافرین پہلے بڑے جوش و خروش سے دعوے اطاعت کیا جاتا ہے پھر اس کو نباہ نہیں سکتے۔

ایک دوست نے بہت زور سے اپنے افسر کے لئے دعا کی جو اس کا مخالف تھا۔

الہام ہؤا کہ نوکری نہ چھوڑنا۔ صبح کسی بات سے ناراض جو ہوئے جھٹ کہدیا میرا استعفا لے لو۔ جو لے لیا گیا تو بعد میں افسوس ہؤا ہمارے ایک شاگرد تھا۔ اس نے جب ابراہیمؑ کی نسبت ہم سے سنا کہ خدا نے اسے فرمایا۔ اَسْلِمْ۔ تو اس نے کہا کہ اسلمت لرب العالمین۔ تو وہ جھٹ بول اُٹھا۔ میں بھی آپ کا ایسا مطیع ہوں ہم نے آزمائش کے لئے یُوں کیا کہ وہ گھر میں کھانا کھاتا تھا کہدیا اب تم طالب علموں کے ساتھ کھانا کھایا کرو اس پر اسے ایسا صدمہ ہؤا۔ کہ وہ کہے مجھے واپس گھر بھجواؤ۔ مجھے اپنی تذلیل منظور نہیں

بحیرہ۔ جس اونٹنی سے بارہ بچیاں پیدا ہو جاویں۔ اسے آزاد کر دیتے نہ دودھ لیتے نہ بال کاٹتے۔ ہاں مہمان کو دودھ پلاتے اگر تیرھویں بچی بھی ہو جاتی۔ تو اسے بھی آزاد سمجھتے۔ خدا نے اس سے منع فرمایا۔ ایسی اونٹنی کو بحیرہ کہتے ہیں۔

سائبہ۔ تین طرح پر جانور چھوڑے جاتے ہیں۔ ایک تو جب وباء پڑے تو ایک جانور لے کر اسے سیندور وغیرہ ملا جاتا ہے پھر اس پر غلہ وغیرہ رکھ کر شہر سے باہر نکال دیتے ہیں۔ (۲) بڑے بڑے امراء اپنے جانور چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنی عظمت۔ جبروت۔ رُعب داب دکھانے کے لئے کہ اسے بھلا کوئی چھیڑ سکتا ہے۔ عرب میں ایک شخص نے دُنبہ چھوڑا تھا۔ اس کے گلے میں چھری بھی باندھ دی تھی۔ کہ کسی کو جرأت ہے جو اسے ذبح کرے۔ (۳) نروں کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ نسل بڑھائیں۔ سکھوں کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ مگر یہ سانڈ وغیرہ تو بجائے فائدہ کے نقصان کرتے ہیں اور وہ قوت نسل کشی کی ان میں رہتی ہی نہیں

وصیلہ۔ ایک بکری جو جب پانچ دفعہ جنے دو دو میمنے...... تو اس بکری کو چھوڑ دیتے۔

حامہ۔ اونٹ جس سے دس کے قریب نسل ہو چکی ہو۔

لا یعقلون۔ رسوم کے تابع ہو کر اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ پھر اپنے تئیں روک نہیں سکتے۔

ہماری ایک قریبی رشتہ دار ایک شادی پر امداد کی درخواست کرنے لگی۔ ہم نے کہا ان رسوم کی ادائگی کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں۔ ایک ساہوکار نے اس بات کو سُن لیا۔ اور کہا کہ میں سب کچھ دوں گا۔ چنانچہ اس نے روپیہ دیا۔ تب قریبی رشتہ دار نے مجھے کہا کہ تم سے تو وہی اچھا ہے۔ لیکن جب اس نے سود در سود اور اصل کا مطالبہ کیا۔ اور زمین تک جانے لگی۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ خیر خواہ کون تھا۔

لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔

چالیس برس کا عرصہ گذرتا ہے۔ میں نے جب مسند احمد حنبل پڑھی تھی۔ تو پہلی حدیث حضرت ابوبکرؓ سے اسی آیت کی تفسیر کے متعلق پڑھی تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اذا رأیت شحًا مطاعًا وھوًی متبعًا واعجاب کل ذی رأی برأیہ۔ جب ایسا وقت آجاوے کہ انسان بخل کنجوسی کا مطیع ہو اور خواہشوں کا تبع ہو ہر ایک شخص اپنی رائے ہی پسند کرنے لگے تو تو پھر تو اپنی جان کا فکر کر۔ امام نوودیؒ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پا جاؤ۔ تو پھر تم امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی کر دو گے پھر اتمام حجت کے بعد اگر کوئی پھر بھی...... نہ مانے۔ تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی۔

شہادۃ بینکم۔ اللہ نے پہلے اسلام دین۔ ایمان۔ آخرت کی تاکید کی ہے۔ اور مفصل بیان فرمایا ہے کہ جو حکم جناب الٰہی سے آویں ان کی پابندیاں کرو۔ اور رسومات قبیحہ کو چھوڑ دو۔ دین کے بعد دنیا کی اصلاح کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ اے ایماندارو جب

حضر احدکم الموت۔ تم میں سے کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں حضر کے یہی معنے ہیں۔ تو تمہیں حاضر ہونا چاہیئے شہادت کے معنے حضور کے ہیں۔ اضافت ظرف کی طرف ہے۔ جیسے ھذا فراق بینی و بینکم اور بل مکر اللیل والنہار اور شہادت بمعنے حضور جیسے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ اور لیشھد عذابھما طائفتان۔

حین الوصیۃ اثنان۔ حاضر ہونا کس کا۔ دو کا۔ وصیت کے وقت۔

کبھی کبھی اسم کو رکھ لیتے اور فعل کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے کفٰی باللہ شہیدًا۔ میں اکتف۔ کفی اللہ۔ اکتف باللہ شہیدا۔ کیونکہ کفٰی کا صلہ ب نہیں آتا۔ اسی طرح یہاں یشھد محذوف ہے۔ وہ دو کیسے ہیں۔

ذوا عدلٍ۔ صاحبان رشد و عقل۔

منکم۔ تم میں سے دین کا تعلق رکھنے والے۔

اٰخران۔ مسلمان نہ ہوں۔

قاضی شریح نے لکھا ہے۔ کہ سفر اور وصیت کے معاملہ میں غیر مسلم گواہ بھی لے لئے جاتے ہیں۔

ان انتم ضربتم فی الارض۔ ان کے بعد اسم نہیں آتا۔ پس یہاں فعل محذوف ہے یعنی ان ضربتم انتم ضربتم۔

لا نشتری بہ ثمنًا۔ یہاں اعتراض کیا

گیا ہے۔ کہ جب وہ گواہ ہیں۔ تو گواہ سے
قسم کیسی۔ ہم کہتے ہیں بصورت شبہ وہ
گواہ نہیں رہے۔ بلکہ مال ان کے سپرد
کیا گیا ہے۔ پس وہ اس صورت میں مدعا
علیہ ہو گئے۔ ورثہ مدعی ہیں۔ اور یہ مدعا
علیہ۔ مقدمہ کے دوران میں ایسا ہو
جاتا ہے۔

ایک تمیم داری نصرانی تھا۔ اور ایک
عدی بن بدا بھی .... مکہ میں تجارت
کے لئے آتے۔ عدی ایک تاجران کے
ساتھ گیا۔ راہ میں مر گیا۔ اور اپنا مال ان
کے سپرد کر گیا۔ عمرو بن عاص اس کے
وارث تھے۔ انکو ایک جام کے متعلق
شبہ ہوا۔ ایک لوٹے کی ایک نالی میں
فہرست بھی مل گئی جس برتن کے متعلق شبہ
تھا۔ وہ بھی اس میں درج تھا۔ جو دیا نہیں
گیا۔ اور یہ پہلے پوچھ لیا گیا کہ اس نے
کوئی چیز تمہارے آگے بیچی تو نہیں اور
پھر جام جہاں بیچا وہاں سے بھید کھل گیا
اس صورت میں وہی عیسائی گواہ مدعا علیہ
بن گئے۔ نشتری بہ۔ میں ہ کا مرجع اللہ
ہے یا قسم۔

یعنے ہم نہیں لیتے اللہ کے نام کے بدلے
یا قسم کے بدلے کوئی دنیاوی فائدہ۔
ان عثر۔ اگر مطلع ہو گئے۔ عثر کے معنے
ہیں کسی کے اوپر گرنا۔ عثرت منہ علیٰ خیانۃ
ایک محاورہ ہے۔

انہما استحقا اثماً۔ اے استوجب الاثم۔
یعنے انہوں نے واجب کر لیا اپنے ذمے
اثم۔ اثم کہتے ہیں غیر کا مال بلا وجہ لے لینے کو۔
فاخران یقومٰن مقامہما۔ اور دو
قسمیں کھائیں مدعیوں کی طرف سے۔

من الذین استحق علیہم الاولین۔
اس کا ترجمہ غور سے سنو! اکثر لوگوں نے
غلطی کی ہے۔ وہ قسم کھانے والے ان
وارثوں میں سے ہوں۔ (وہ وارث کیسے
ہیں) ایسے وارث ہیں کہ ثابت کر دیا ہے
ان پہلوں نے وارثوں کے لئے طلب
حق کو (یعنے اس بات کو کہ تم اپنا حق لے
لو) اور یہ (کیسے ہیں ثابت کرنے والے)
بہت قریبی ہیں اس میت سے۔

(رکوع ۵)

کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے
ذلت نہیں چاہتا۔ جب ایک کے سامنے
نہیں چاہتا تو جہاں اولین و آخرین جمع
ہونگے۔ وہاں اپنی ذلت کیونکر برداشت
کر سکتا ہے۔ اللہ کے ایمان کے ساتھ آخرت
کے ایمان کا ذکر ہے۔ بلکہ ملائکہ کے ایمان
کو بھی اس کے پیچھے رکھا ہے۔ من امن
باللہ والیوم الآخر والملائکۃ اس

کی وجہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان ہو تو پھر
انسان بدی کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ
اس کو یقین ہوتا ہے۔ کہ میری تمام منصوبہ
بازیاں خدا کے حضور پیش کی جاوینگی؛

ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا یعنی
علم کی نفی خدا کے علم کے مقابلہ میں ہے
کیا معنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں کیونکہ جو کچھ
جانتے ہیں وہ تو بخوبی جانتا ہے۔

لا علم لنا الا ما علمتنا۔ دوسرے
معنے یہ کئے گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے۔
کہ یہاں تو دل کا معاملہ ہے۔ اور
ہم کسی کے دل کی باتیں نہیں جانتے۔ کہ
اس نے ہمیں کیسا مانا۔

قال اللہ۔ فرمائیگا بروز قیامت۔
بروح القدس۔ کلام پاک سے۔
کھلاً۔ اے حلیماً یعنے عقلمند ہو کر۔
علمتک الکتاب۔ معلوم ہوا کہ خدا
کی کتاب کا علم بھی الٰہی فضل ہی سے آتا ہے
الحکمۃ۔ پکی باتیں۔
تخلق۔ اندازہ کرتا تھا۔
طین۔ یعنے ایسی سعید روحیں جو
ہر قالب میں گیلی مٹی کی طرح ڈھل جانے
والی ہوں۔
طیراً۔ اڑنے والا۔ یہاں تک کہ
عرش خدا کے حضور پہونچ جاوے۔

بلند پرواز انسان۔
فتنفخ فیہا۔ تو خدا کا کلام اس
میں پھونکے گا۔
تبرئ۔ بری کرتا تھا۔ وہ لوگ مبروص
اور اندھے کو ناپاک سمجھتے تھے۔
الاکمہ۔ مادر زاد اندھا یا جسے شب
کوری کا مرض ہو۔
تخرج الموتی۔ یعنے شریر اور کفر
میں مرے لوگ۔
کففت عنک۔ یقیناً معلوم ہوا
کہ بنی اسرائیل پھانسی پر قادر نہیں ہو سکے
تھے۔ من لا اصل لہ۔ جس کی حقیقت
وہ نہ ہو جو بظاہر معلوم ہو۔
او حیت الی الحواریین۔ نبی کریمؐ
کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ لو انفقت ما
فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم
اور صحابہ کو فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔
پس اسی طرح کو ارشاد ہوا۔ کہ حواریوں
کا ایمان ہمارے ہی فضل سے تھا۔
یستطیع۔ کیا تیرا کہا مان لیگا۔ اس
کے یہی معنے ہیں۔ ہر نبی کے واسطے ایک
دعا ایسی ہوتی ہے کہ وہ ضرور قبول کی
جاتی ہے۔ نوحؑ نے وہ دعا اپنی قوم کے
لئے مانگی۔ کہ لا تذر علی الارض من
الکافرین دیاراً۔ حضرت نبی کریمؐ سے

دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ میں نے وہ دعا دنیا
میں نہیں کی۔ قیامت کے دن کروں گا
شفاعتہ لامتی۔ (بابی انت وامی یا رسول اللہ
روحی فداک) تمہارے مرزا صاحب سے
بھی میں نے پچھوایا تھا۔ مگر وہ ہنس پڑا۔
اور سکوت کیا۔

من السماء۔ آئل رزق۔

لاولنا واخرنا۔ اس سے صاف
ظاہر ہے کہ اس دعا کا اثر محض حواریوں
کے لئے نہیں تھا۔ اور نہ مائدہ کوئی ایسی
چیز ہے۔ کہ صرف حواری ہی اس سے
مستفیض ہوئے ہوں۔ بلکہ عام رزق مراد
ہے۔ جیسے کہ آگے خود تشریح کی ہے
وارزقنا وانت خیر الرازقین۔

انی منزلها علیکم۔ یہاں علماء
کی بحث ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فانی
اعذبه عذابا سُن کر وہ ڈر گئے۔ مگر
میرے نزدیک یہ دعا کی گئی۔ اور یقیناً
قبول ہوئی دیکھتے نہیں۔ عیسٰیؑ کے نام
لیوؤں کے پاس کتنا رزق ہے۔ کتنی
دولت ہے۔ یہاں تک کہ دن میں کئی بار
لباس تبدیل کرنے اور نئے سے نئے
کھانے کی وجہ سے گویا ہر روز ان کے
ہاں عید ہوتی ہے۔ عیداً لاولنا و
آخرنا کے لفظ کا اثر ہے۔

(رکوع ۶)

میں نے دنیا میں بہت سے حالات
دیکھے ہیں۔ غریبی۔ امیری۔ امیر ہو کر غریب
ہونا اور غریب ہو کر پھر امیر ہونا دیکھا ہے۔ ۱
روپیہ ماہوار کی آمدن بھی دیکھی۔ اور
ہزار ہا روپیہ کی۔ دونوں حالات میں خدا
کے فضل سے یکساں خوشحال رہا ہوں۔
میں نے دیکھا ہے کہ دنیا کوئی بڑی چیز
نہیں۔ پس بڑے ہی احمق ہیں وہ لوگ جو
دنیا کے لئے دین کو برباد کرتے ہیں اور
موت اور خدا کو بھلا دیتے ہیں۔ انسان
اولاد کے لئے یہ دنیا جمع کرتا ہے لیکن
اگر اولاد نالائق ہے۔ تو اس کے جمع کرنے
کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر لائق ہے تب
بھی نہیں۔

بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ مکانوں کی
اینٹیں اکھڑواتے بھی گالی دیتے ہیں۔ کہ
بھڑوے نے ایسا سخت مصالحہ لگایا ہے
جو اکھڑتا بھی نہیں سکتا۔ اور اگر لائق ہے
تو اسے اپنے باپ کی کچھ پروا نہیں۔ ایک
شخص نے بھیرہ میں تین لاکھ روپیہ عمارتوں
پر خرچ کیا۔ میں نے اس کی اولاد کو دیکھا۔
کہ سات سات فاقے گزرتے ہیں۔ پس
انسان فانی دنیا کے لئے کیوں خدا کو بھلا
دے اور تکبر کیوں کرے جسقدر آسودگیاں

اور نعمتیں خدا نے دی ہیں۔ ان کی نسبت ضرور سوال ہوگا۔ اور تو اور انبیاء سے بھی باز پرس ہو گی۔ بعض لوگ یوں کفران نعمت کرتے ہیں۔ کہ انعامات الٰہی کو انعام ہی نہیں سمجھتے۔ ایک عورت مجھ سے کہنے لگی خدا نے جو کچھ مجھے دیا تھا۔ سب کچھ لے لیا۔ میں نے کہا کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ کان نہیں۔ ناک نہیں۔ ہاتھ نہیں۔ پاؤں نہیں۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ اس رکوع میں ایک نبی سے باز پرس کا ذکر ہے جسے خدا بنایا گیا۔

وامی الٰہین۔ مریم کو بھی خدا کی ماں کہتے ہیں۔ اور رومن کیتھولک اس کی تصویر کو سجدہ کرتے ہیں۔ لارڈ رپن نے اپنی جیب سے پندرہ تصویریں پیتل کی دکھائی تھیں۔ مہاراج نے مجھے کہا یہ تو ہمارے ہی بھائی ہیں۔ آپ ان کو اہل کتاب بنائے پھرتے ہو۔

ما فی نفسی۔ میری باتیں۔

ما فی نفسک۔ تیری باتیں۔

ان اعبدوا اللہ ربی وربکم

انبیاء توحید ذاتی پر نہیں بلکہ صفاتی پر زور دیتے ہیں۔ کیونکہ اسی کے متعلق قوموں میں غلط فہمیاں ہیں۔ شرک کا مسئلہ باریک ہے۔ ایک طرف خدا کا حکم ایک طرف نفس کی تحریک۔ اب جو نفس کا کہا مانتا ہے۔ وہ بھی شرک میں گرفتار ہے۔ اسی واسطے جھوٹ بولنے والے۔ زانی۔ چور۔ بد معاملہ۔ غافل سست۔ حرام خور سب مشرک ہیں۔

توفیتنی۔ جان کو قبض کر لیا۔

اس سورت میں معاشرت کے اصول بتائے۔ بیویوں۔ بچوں۔ یتیموں اپنے ہم مذہبوں غیر مذہبوں سے برتاؤ بتایا۔ اور سمجھایا کہ سب سے مقدم اللہ کی رضا مندی ہے۔

ذالک الفوز العظیم۔ لوگ پاس پاس لئے پھرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر پاس ہونا تو یہی ہے۔ پھر فرماتا ہے تم خواہ کتنے ہی بڑھ جاؤ گے۔ پھر بھی خدا سے نہیں بڑھ سکتے زمین و آسمان اسی کا ہے بلکہ ما فیہما بھی اور پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہے تو اس کا مگر متصرف کوئی اور ہی بلکہ۔

وھو علی کل شیٔ قدیر۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

(رکوع ۷)

آپ لوگوں کو یاد ہوگا۔ کہ سورہ بقرہ وآل عمران میں خانہ جنگیوں کے متعلق ہدایت ہے۔ اور یہ کہ جہاد میں متقی ہی کامیاب ہوں گے۔ پھر نساء اور مائدہ میں

معاشرت کے متعلق ہدایات ہیں۔ اب اس سورہ انعام میں حضرت نبی کریم ؐ کی رسالت کی نسبت ثبوت اور اعتراضوں کے جواب ہیں۔

خلق السمٰوٰت والارض۔ اوپر دیکھو اور مختلف ستاروں کی دوری اور حالات کی طرف توجہ کرو۔ پھر نیچے زمین اور مافیہا پر نظر کرو۔ سوئی کے ایک ناکے پر جو پانی کا قطرہ ہے۔ اس میں بھی صدہا کیڑے ہیں۔ ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے انسان نے بڑے بڑے جانوروں سے مقابلہ کیا اب چھوٹے چھوٹے جانوروں طاعون کا کیڑا۔ ہیضہ کا کیڑا۔ مرگی کا کیڑا وغیرہ کا مقابلہ ہے۔ دیکھئے۔

جعل الظلمٰت والنور۔ روشنی اور اندھیرے کا فرق۔ دوپہر اور آدھی رات کے وقت معلوم ہوسکتا ہے روشنی میں تمیز اور اندھیرے میں بے تمیزی ہوتی ہے

بربھم یعدلون۔ پس خالق السمٰوٰت والارض اور جاعل الظلمٰت والنور سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ بے تمیزی سے تمیز دینا بھی اسی اللہ کا کام ہے اور اسی میں ثبوت ہے بعثت نبوت کا۔ عالم روحانی میں جب ظلمات بڑھے تو نور ضروری ہے۔

یستہزءون۔ ہزو سے کسی چیز کو خفیف سمجھنا۔

الم یروا۔ اعتقاد کرتا سبق حاصل کرتے

سحر مبین۔ دلربا بات ہے۔ مگر قوم سے کاٹ دینے والی۔

لولا انزل علیہ ملک۔ فرشتوں کا نزول دو طرح ہے۔ ایک تو عذاب کے لئے سو اس کے لئے فرمایا۔ کہ اگر فرشتہ اترتا تو پھر فیصلہ ہوجاتا۔ اور ایک وحی کے لئے سو وہ تمہارے سامنے کس طرح آئے۔ لامحالہ مرد کی صورت میں آئیگا۔ پھر وہی التباس پڑیگا۔ کہ یہ فرشتہ کیوں کر ہے ممکن ہی کوئی آدمی ہی ہو۔

(رکوع ۸)

یہ سورۃ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں رسالت کے ثبوت میں ہے۔ جو لوگ اپنا مال اپنی جان۔ اپنی اولاد اپنی عزت برباد کر چکے ہیں۔ وہ ہرگز عقلمند نہیں۔ پس

کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ فرما کر بتایا ہے۔ کہ تم سوچو اور فراعنہ مصر کا انجام کیا ہوا کیا ان کا نام ونشان باقی ہے ابراہیم کے مکذب کا کیا انجام ہوا جس کے نام کی نسبت بھی مفسرین کو اختلاف ہے۔ وہ ..... بے نام ونشان ہوا اور اس کے مقابلہ میں ابراہیم کو دیکھو کہ اس وقت یورپ۔ امریکہ۔ ایشیا کے عیسائیوں

یہودیوں۔ مسلمانوں کا پیشوا ہے پھر فرماتا ہے۔ کہ لیجمعنکم الیٰ یوم القیامۃ۔ اس قیامت کے دن کا ہی فکر کرو۔ جہاں اوّلین آخرین جمع ہونگے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا عذاب غیر مقطوع ہے یا نہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک غیر مقطوع نہیں اس نے کہا پھر تو ہم بھی آپ سے آملینگے۔ میں اس وقت خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد میں اور وہ بازار میں گئے۔ میں نے چوک میں پوچھا یہاں آپ کا کوئی واقف ہے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میرا بھی کوئی واقف نہیں۔ پس یہ لو دو روپے اور مجھے ایک جوت سر پر مار لینے دو۔ بول اٹھا میں سمجھ گیا۔ میں نے اسے کہا او نادان چند واقفوں میں تو اپنی ہتک گوارا نہیں کر سکتا۔ تو وہاں جہاں سب جمع ہوں گے اپنی ہتک کیونکر گوارا کر سکیگا۔

ما سکن فی الیل والنہار وھو السمیع العلیم۔ تمہارے اقوال و اعمال کا سننے اور جاننے والا ہی کیا تم انکار کر سکتی ہو۔ اغیر اللہ اتخذ ولیاً۔ ہر ایک کو اپنے حامی و مددگار کی ضرورت ہے۔ اور دنیا کے حامیوں میں تفاوت ہے پس جس نے آسمان و زمین بنایا۔ اس کے سوا اور کسی کو حامی بنانا کیا کوئی دانشمندی ہے۔

اوّل من اسلم۔ اول درجہ کا فرمانبردار ہوں۔ اور منہیات بچنے والا ہوں۔

عذاب یوم عظیم۔ فطرتاً انسان دُکھ سے بچتا ہے۔ پھر عید و میلے کے دن تو کوئی بھی رنج و ہتک پسند نہیں کرتا۔ فرماتا ہے۔ اس عظیم الشان دین میں نافرمانی کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس سے ڈرتا ہوں۔

فلا کاشف لہ۔ سب سے بڑھ کر تو ماں غمخوار ہے۔ مگر ایک ادنیٰ دُکھ بھی (مثلاً شکم میں درد) بانٹ نہیں سکتی۔

قل اللہ شھید بینی و بینکم۔ ہمارا تمہارا مقدمہ ہے۔ پچھلی کتابوں میں شہادت موجود ہے۔ تم دیکھ لو کہ مکذبین رسل کا انجام کیا ہوا۔ تازہ شہادت چاہتے ہو تو اپنے اور میرے اتباع کو دیکھ لو۔ بو علی سینا ایک طبیب تھا۔ امام غزالی و امام رازی اچھی عربی لکھنے والے ہیں۔ مگر یہ بھی ان سے کم نہیں۔ ایک دن اس نے عمدہ تقریر کی۔ ایک اُلو کا پٹھا اس کا شاگرد بیٹھا تھا۔ اس نے کہا آپ نبوت کا دعوےٰ کرتے تو آپ کو زیبا تھا۔ اس وقت ابن سینا خاموش ہو رہا۔ ایک دن سردی تھی۔ ٹھنڈی ہوا اور یخ بستہ پانی موجود اسی شاگرد سے کہا ذرا کپڑے اُتار کر اس میں ہو آؤ۔ وہ کہنے لگا خیر ہے کیا آپ

مجنون تو نہیں ہو گئے۔ کہا۔ کیا اسی ہمت پر مجھے پیغمبر بنایا تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو گمساانوں میں جانیکا جو حکم دیتے تھے۔ کیا وہ بھی جواب دیتے تھے۔ غرض یہاں اتباع کو مقابلہ میں پیش کیا گیا۔

واوحی الی۔ اور میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن مجھ پر وحی ہوا ہے۔ مگر یہ صرف وحی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ خطرناک بات ہے کہ جو

لانذرکم بہ۔ اسی وحی کے خلاف کریگا۔ وہ یقیناً عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اور نہ صرف تم بلکہ

من بلغ۔ جن لوگوں تک قرآن پہنچیگا اگر وہ اس کی ہدایات پر کاربند نہ ہوں گے تو خوار ہوں گے۔ تباہ ہونگے۔

الذین اٰتینٰہم الکتاب۔ فقرا (جن کے سینوں میں کتاب ہوتی ہے۔) حق سمجھ تو لیتے ہیں۔ مگر شبہات میں رہتے ہیں۔ حالانکہ ایسے شبہات وہ اپنی اولاد کی نسبت بھی کر سکتے ہیں۔ پر پھر بھی اپنی اولاد کو مانتے ہیں۔

(رکوع ۹)

انہ لا یفلح الظالمون۔ مفتری اور غیر مفتری کی شناخت کا معیار بتایا ہے۔

کہ مفتری ظالم ہے وہ کبھی مظفر و منصور نہیں ہوتا۔ انسان تنہا بیٹھ کر تو بہت سی عمارتیں بنا لیتا ہے۔ مگر نہیں سمجھتا کہ خدا بھی ہے۔

تزعمون۔ جنہیں تم اپنے زعم باطل میں شریک باری تعالیٰ سمجھتے ہو۔

فتنتہم۔ عذر اور قول ان کا فتنہ کے معنے عذر کے اس لئے کئے ہیں۔ کہ یہ عذر بھی ان کے فتنہ و شرارت کے ضمن کی بات ہے۔

یستمع۔ سماع وہی ہے جو دل کے کانوں سے سنا جائے اور قبول کر لیا جائے

وقراً۔ یوں تو سُن لیتے تھے مطلب یہ ہے کہ حق نہ سنتے تھے۔

اساطیر۔ اسٹوریاں ہیں۔ مگر میں تمہیں سچے یقین کے ساتھ بتاتا ہوں۔ کہ قرآن میں کوئی قصہ نہیں بے شک آدم نوح۔ یعقوب۔ ابراہیم۔ موسٰے۔ صالح۔ ہود۔ شعیب کا بیان ہے۔ مگر صرف حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حال سے مطابق کرنے کے لئے گویا ان واقعات کے ذریعے پیشگوئی کی گئی ہے کہ تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔ پس وہ قصے نہیں۔ بلکہ تمثیلی رنگ میں پیشگوئیاں ہیں۔

ان ھی الا حیاتنا۔ منہ سے نہیں

مگر اکثر لوگ اپنے اعمال سے بھی ظاہر کرتے ہیں اور یہی گواہی دیتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہے دنیا ہی دُنیا ہے۔

قال۔ عام ہے جو صرف بولنے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح کوئی امر ظاہر ہو۔

(رکوع ۱۰)

ما فرطنا۔ جو ہم نے کوتاہی کی۔

اوزار۔ جمع وزر۔ اثم۔

لعب۔ بے حقیقت چیز۔

لھو۔ خدا سے غافل کرنے والی۔

پس مومن کو چاہیئے کہ وہ ہر کام سوچے کہ یہ بے حقیقت خدا سے غافل کرنیوالا تو نہیں اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے یا نہیں

یکذبونک۔ تجھے تو یہ جھوٹا نہیں کہتے۔ کیونکہ دعویٰ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی تجھے ایسا نہیں کہا۔ اور اب دوسرے معاملات میں جھوٹا نہیں کہتے۔ صرف وحی الٰہی کو جھٹلاتے ہیں۔ گویا میری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ زبردست شہادت ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر۔

لیحزنک۔ جس طرح باپ بیٹے کیلئے بادشاہ رعایا کے واسطے یہ چاہتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہوں۔ اسی طرح انبیاء جن کو اُٹھتے بیٹھتے خدا کی عظمت مدنظر ہوتی ہے یہی چاہتے ہیں۔ کہ تمام لوگ خدا کے نیک بندے بن جاویں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی قوم کے افراد کو کفر و شرک۔ چوری۔ زنا۔ شراب قصہ کہانیوں اور طرح طرح کے گناہوں میں مشغول دیکھتے ہوں گے۔ تو بہت بہت کڑھتے ہونگے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے "لعلک باخع نفسک"۔

(رکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اپنے اپنے وقتوں میں اپنا کام کر رہی ہیں۔ مثلاً ایک وقت دن کا ہے ایک رات کا ایک نور کا ایک ظلمت کا۔ الرافع الخافض۔ الضار النافع اللہ تعالیٰ ہی کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں

سنفرغ لکم۔ میں بعض لوگوں کو وہم گذرا ہے کہ کیا خدا کسی کام میں ایسا مصروف ہے کہ دوسری طرف توجہ نہیں۔ اور پھر توجہ ہوگی۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ ہر کام کے لئے ایک وقت ہے ایک ہزار برس آتا ہے کہ نافرمانوں کی سزاؤں کا وقت ہوتا ہے اور اس میں ہر مجرم کو سخت پکڑ ہوتی ہے۔ دوسرے ہزار میں ایسا نہیں ہوتا۔

مَیں نے ایک شخص کو زناء وغیرہ سے منع کیا۔ اُس نے مجھے نہایت حقارت سے جواب دیا۔ کہ ملاّ۔ ہم تو اتنی مدت سے ایسا ہی کر رہے ہیں۔ کوئی تکلیف نہیں پائی۔ اس

وقت میں سمجھ گیا۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنے کئے کا پھل پائے۔ چنانچہ کچھ دِن بعد دیکھا۔ کہ ہائے ہائے کرتا آرہا ہے۔ دیکھا تو خطرناک قسم کی آتشک اس کو تھی۔ جو تین دِن میں ہلاک کر دیتی ہے۔ ہم نے اس کے زخم کو جلا دیا۔ لیکن اس نے اپنے معالجہ کی پروا نہ کی اس لئے مرض اندر ہی اندر بڑھتا گیا اور اُسے چپ سی لگتی گئی۔ اب اس کے گھر والے اس کا علاج نہ کرتے یہ سمجھ کر کہ بدمستی کی وجہ سے چپ ہے۔ یہی بات اسکی ہلاکت کا نشان ہوئی۔ چنانچہ وہ آخر بالکل خاموش ہوگیا۔ پھر مر گیا۔

غرض اس رکوع میں بتایا ہے۔ کہ ہم رسول بھیجتے رہتے ہیں۔ اور ان کے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوتا ہے کہ تمام اقوام کو۔

باساء۔ قسم قسم کے قحط۔

الضرّاء۔ قسم قسم کی بیماریوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ غرض کیا ہوتی ہے۔

لعلّھم یتضرّعون۔ تضرع اختیار کریں۔

کبر بہت بُری چیز ہے۔ ہمایوں نے ایک دفعہ اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ فوج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگا۔ اتنی کثیر التعداد فوج کو ہلاک کرتے خدا کو بھی کئی دِن لگ جائیں شیر شاہ پاس کھڑا تھا۔ الگ ہو گیا کہ یہ تو بے ایمان ہے۔ آخر ہمایوں پر وہ ذلّت کا زمانہ آیا کہ ہند میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی۔ ایران چلا گیا۔ کبر کے کلمے یوں کر دیتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کئی ایسی جگہوں میں عذاب کیوں آتا ہے جہاں اس وقت کے رسول کی اطلاع تک نہیں پہنچی۔ ہم کہتے ہیں وہ وقت رسالت کے پہنچانے کا نہیں وہ تو مجرموں کی گرفتاری کا ہے اور یوں بھی بائبل کا ترجمہ ۲۸۰۰ زبانوں میں ہو چکا اور احکام الٰہی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی رنگ میں تمام اقطار عالم واکناف جہاں میں پہنچ چکے ہیں۔ آریہ۔ برہمو بھی توحید کا پرچار کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ اس وقت تضرع چاہتا ہے

یہاں قادیان میں پچھلے دنوں طاعون پھیلنے لگا۔ مَیں نے خدا کی جناب میں نہایت تضرع سے دعا کی کہ ابھی تیری چھوٹی سی جماعت ہے۔ اب تو اس جماعت میں اس درجہ کا دعا کرنے والا بھی نہیں۔ پس تو اپنا فضل کر۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ طاعون معاً چلا گیا۔ جو بیمار تھا۔ وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ تضرع کا نتیجہ ہے۔

جاءھم باسنا۔ یہ بأس (جنگ و جدال) جس میں کئی کئی طرح کی مصیبتیں آتی ہیں بأس

کے مقابلہ میں ہے۔ آجکل بھی جنگ و جدال عجیب عجیب رنگ میں ظاہر ہو رہا ہے قسطنطنیہ کی جو حالت ہے۔ ایران کی جو حالت ہے وہ تم اخباروں میں پڑھتے ہو۔ چالباز مدبر عرب والوں کو سمجھا رہے ہیں۔ تم الگ ہو جاؤ۔ ترکوں کے ماتحت نہ رہو۔ مطلب یہ کہ متفرق ہو کر طاقت کم ہو جاوے پھر قبضہ میں آسانی ہو۔

زین لھم الشیطان اعمالھم۔ ایک اصل بتایا جاتا ہے کہ دنیا کے کام یوں کرو۔ گویا مرنا ہی نہیں یہ بھی اسی مثل سے ہے۔

دابر القوم الذین ظلموا۔ ساری قوم ہلاک نہیں ہوتی۔ جو مدبرین ہیں۔ وُہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

فالحمد للہ رب العالمین۔ یعنی مالک یوم الدین کی صفت جب اپنا جلوہ دکھا چکتی ہے تو پھر الحمد للہ رب العالمین کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

مَیں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور اسلام نہایت نازک حالت میں ہے اس طرف آریہ زور لگا رہے ہیں۔ ادہر عیسائی ادہر کالجوں سے دہریہ بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ فرمایا۔ تختی جب تک صاف نہ ہو نقش خوب نہیں پھبتا۔

الا مبشرین و منذرین۔ رسول عذاب کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ تو پاک لوگوں کو تیار کرتے ہیں۔ جن کو بشارت کامیابی دیتے ہیں۔ اور کچھ گندے لوگ تیار ہوتے جاتے ہیں۔ ان کے لئے منذر ہوتے ہیں۔

من امن و اصلح۔ جو ایمان لائے زبان ہی سے نہیں بلکہ اصلاح بھی کرے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ واقعی مومن لاخوف ولا یحزن ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم مومن ہیں اور ہم کو یہ دُکھ ہے وہ دُکھ ہے میں کہتا ہوں کہ اس کلمہ پر غور کرو۔ ولکن المنٰفقین لا یفقھون۔

ایک شخص نے مقدمہ میں مجھ سے سفارش کرانی چاہی۔ میں نے کہا کذٰلک نولی بعض الظالمین بعضاً۔ آپ کوئی ظالم ہوتا ہے۔ تو اس پر ظالم کو متولی کرتا ہے پس تم اپنے ظلم کو دور کرو۔ میں نے سفارش بھی نہ کی مگر وہ حاکم بدل گیا۔

سنو! اس نے جب استغفار کی کثرت کی تو اتفاق ایسا ہوا۔ کہ جس روز اس کا مقدمہ پیش ہونا تھا۔ وہ حاکم کسی کو چارج دے گیا۔ اور قائم مقام نے اس کے حق میں فیصلہ کیا۔

بما کانوا یفسقون۔ بدعہدی کی وجہ سے عذاب الٰہی آتا ہے۔ ہمارا بادشاہ

ایسا نہیں کہ اسے کچھ خبر نہیں۔ اس کی خفیہ پولیس ہر وقت عن الیمین و عن الشمال موجود رہتی ہے۔ اور ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔

لا اقول لکم۔ اس آیت نے مجھے رسول کریمؐ کی بہت ہی محبت بڑھائی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک کنوئیں پر گیا تو زمیندار نے میری بڑی خاطر کی۔ میں حیران تھا کہ کیا وجہ ہے۔ آخر اس نے بتایا کہ آپ کے باپ نے ہمیں ایک تعویذ دیا تھا۔ جس سے بیڑا پار ہو گیا۔

عرب جیسا مشرک ملک لوگوں کو یقین کہ یہ (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) مقرب بارگاہ الٰہی بنتا ہے پس یہ تو سب کام کرا دیگا۔ آپ ان کی شرک آمیز قوت سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ صاف کہتے ہیں۔ میرے پاس خزانے نہیں۔ میں غیب دان نہیں میں دیوتا کا اوتار نہیں۔ میں تو ایک بشر ہوں جو حکم آئے اس کی تابعداری کرتا ہوں۔ اللھم صلّ علےٰ محمدٍ۔

(رکوع ۱۲)

انذر بہ الذین یخافون۔ وعظ ان کے لئے مفید ہوتا ہے۔ جنہیں یوم الحشر کا خوف ہے۔

ولیؐ۔ ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا۔

ولا تطرد الذین۔ انبیاء ایک آدمی کو وعظ نہیں کرتے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ضائع چلا جاوے۔ اِس لئے وہ عام مجلس میں سمجھاتے ہیں۔ تا کوئی سعادتمند روح نجات پا جائے۔

نبی کریم نے فرمایا ہی ربّ مبلغ اوعیٰ بالسامع

وجھہ۔ اس کی ذات اور توجہ۔

تاب من بعدہ و اصلح۔ توبہ کے ساتھ اصلاح کی قید ہے۔

المجرمین۔ جناب الٰہی سے قطع کرنیوالے۔ نبی کریم جس ملک میں جس وقت رہتے تھے۔ وہ ملک وہ وقت عظیم الشان بُت پرستی کا تھا۔ مکہ کے اندر ۳۶۰ بُت پوجے جاتے تھے۔ عیسائی جو تھے۔ وہ حضرت مریم کے پجاری تھے۔ ایک کتاب میں میں نے پڑھا ہے۔ کہ مریم کے بُت کو وہ پہلی گوٹے کناری کے کپڑے بھی پہناتے جاتے تھے۔ بُت پرست کی عقل عجیب طور پر ماری جاتی ہے۔ ایک عظیم الشان بُت پرست کا ذکر ہے۔ کہ وہ اکتوبر کے آخری دنوں میں توشہ خانے میں تنہا بیٹھا بڑے اہتمام کے ساتھ درزی سے کچھ کپڑے پشمینے کے سلا رہا تھا۔ میں انکو دیکھ کر بہت

حیران ہؤا۔ کہ سیتا جی کے ہیں۔ میں نے درزی سے کہا اس میں روئی بھی ڈال دینا۔ سردی کا موسم ہے۔ (مولانا کا مطلب اس کی فطرت کو بیدار کرنے کا تھا۔ وہ بول اُٹھیگا کہ روئی کی کیا ضرورت ہے۔ بُت کو سردی تھوڑی ہی لگتی ہے پھر اعتراض ہوسکتا۔ کہ پشمینے کی۔ پھر لباس کی کیا ضرورت ہے)

اس پر وہ خاموش رہ گیا۔ سوا اس کے کچھ نہ کہا۔ آپ مذہبی معاملہ میں بھی ٹلتے نہیں۔ بُت پرستوں کی عجیب عجیب حکایتیں ہیں۔ کہیں گرمی سے بے ہوش ہوکر پتھر پر گر پڑے۔ خون نکلنے سے ہوش آیا تو اسی پتھر کو پوجنا شروع کر دیا۔ کہ یہی ہوش میں لایا۔ میرے تین لڑکے مر چکے تھے۔ ایک ہندو دوست نے مجھے کہا کہ میرے باپ کے اولاد نہیں ہوتی تھی دو پیسے میری ماں کو کھلائے گئے۔ تب میں اور میرا بھائی ہوئے۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے..... پس آپ بھی آزمائیے۔ جیسے دواؤں کو آزماتے ہیں۔ اگر آپ کو شریعت مانع ہو۔ تو آپ کی طرف سے میں ترکتا دیوی کی منت کروں گا۔ میں نے کہا آپ تکلیف نہ کریں دیوی نے آپ کے باپ کو آپ جیسا دائم المریض آپ کے بھائی جیسا پاگل دیا۔ مجھے ایسی اولاد نہیں

غرض بُت پرستی میں عقل بالکل ماری جاتی ہے۔ بُت پرست یہ نہیں سمجھتا کہ دنیا کی سب چیزیں میری خادم بنائی گئی ہیں اور پھر اپنے خادموں کو مخدوم بلکہ معبود بناتا ہوں۔

مفاتح۔ جمع ہے مفتح کی۔ جس کے معنے خزانے کے ہیں۔ قارون کے بیان میں بھی مفاتحہ آیا ہؤا ہے۔ جس سے مراد خزانے ہیں۔ مفاتیح نہیں کہ جابیاں اس کے معنے ہوں۔

(رکوع ۱۴)

ہمارے ملک میں بعض الفاظ کے معنے غلط کرتے ہیں۔ مثلاً قاہر ہے اس کو قہر و غضب کے معنوں میں لینا سخت غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

هو القاهر۔ فوق عباده یعنی قاہر کے معنے یہ ہیں کہ بندے دوسری مخلوق پر غالب ہیں تو خدا بندوں پر۔

حفظة۔ انسان جب سے پیدا ہؤا ہے اپنی نگہبانی کے سامان مہیا کر رہا ہے۔ موت سے بچنے کے لئے کئی دوائیں تلاش کیں۔ جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو بی بی کو اپنا جوڑا بنایا تا میں نہ رہوں تو اولاد ہی رہے۔ لیکن خدا فرماتا ہے میرے ہی بچانے سے بچتی ہیں اسکا ثبوت یہ ہے۔

اذا جاء احدکم الموت توفته
رسلنا جب موت آتی ہے ہمارے فرستادے
روح قبض کر لیتے ہیں۔ مگر روح کو فنا نہیں
اس لئے فرمایا۔ ثم ردوا الی اللہ پھر
اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہاں آخرۃ
میں بھی نجات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس
کے ثبوت میں دنیا کی مشکلات کی نجات
کے لئے فطرت کی گواہی پیش کی ہے۔

تدعونه تضرعا و خفیه۔ معلوم
ہوتا ہے اس زمانہ سے مشرک نہیں تھے
کیونکہ مسلمانوں کا شرک اس حد تک میں نے
دیکھا کہ دریا میں کشتی خطرے میں پڑے
تو ہماری طرف بہاؤ الحق کا نام لیتے ہیں
عدن کے قریب یا اوروس کہتے ہیں۔
افسوس! مسلمانوں میں کوئی عبادت خدا
سے مخصوص نہیں رہی۔ طواف۔ سجدہ
ہاتھ باندھ کر دعا۔ قربانیاں۔ روزے
مال کا عشر۔ حتے کہ صلوٰۃ (غوثیہ) رب
غیر اللہ کے لئے بھی کرتے ہیں۔ ایک بڑا
پیر تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ جنوب کی
طرف جھک کر نماز پڑھتا ہے۔ پوچھا تو
کہا ہمارے حضرت اسی طرف ہیں ہمارا
قبلہ تو وہی ہیں۔ اب ان کا قبلہ کوئی اور
ہو تو خیر! اس وقت مجھے یہ آیت یاد آئی
ما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا
لنعلم من یتبع الرسول۔

عذابا من فوقکم۔ فوق کے تین
معنے ہیں۔ کوئی ظالم بادشاہ مسلط کردے
بیرونی دشمن حملہ آور ہو۔ ہوائیں ایسی
آویں جن سے لوگ پہاڑوں کے نیچے دبکر
مرجائیں۔

او من تحت ارجلکم۔ اس کے
بھی تین ہی معنے ہیں۔ زلزلوں سے زمین
پھٹ جائے۔ خسف ہو جائے اپنے نوکروں
کے ہاتھ سے ہلاک ہو جاویں۔ جن کو ذلیل
سمجھا ہوا ہے۔ وہی تسلط پا جاویں۔
رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے دعا فرمائی۔ کہ الہٰی میری قوم کو بیرونی
دشمن سے بچا۔ کہ اس کا استیصال نہ کر
دے۔ حدیث میں ہے کہ پروردگار نے
فرمایا۔ میں نے قبول کی۔ پھر عرض کیا کہ خانہ
جنگیوں سے ان کا استیصال نہ ہو۔ یہ
دعا بھی قبول ہوئی۔ پھر باقی رہ گیا۔ یذیق
بعضکم باس بعض۔ چونکہ یہ نتیجہ تھا
قرآنی نافرمانی کا۔ و نسوا حظا مما ذکروا
به فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء
اس لئے یہ برقرار رہا۔ میں تم سے پوچھتا
ہوں کہ غیروں سے تم نے لڑائی کی۔ کہ
انہوں نے مسیح کو زندہ کہہ کر قرآن کو چھوڑا۔
گویا نسوا مما ذکروا به کے مصداق ہوئے!

مگر تم لوگ آپس میں لڑائی کرو۔ تو انا للہ
ہی پڑھنا چاہیئے۔
اس میں پیشگوئی بھی تھی۔ یہ تمام عذاب
اہل مکہ پر آئے۔ باہر سے نبی کریمؐ نے حملہ
کیا خود اپنے ماتحتوں سے مشرک قتل ہوئے
کذب بہ قومک۔ اس پر مجھے ایک
لطیفہ یاد آیا۔ مالیر کوٹلہ میں شیعہ بہت
ہیں۔ سادھورہ سے ایک اشتہار آیا۔ کہ
کوئی سنی ابوبکر کا ایمان ثابت کر دے۔
ایک حدیث مسلمہ اہل سنت میں ہے۔
کہ عائشہؓ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے پوچھا کہ آپکو بڑی تکلیف کس سے پہنچی
تو آپ نے فرمایا تیری قوم سے۔ اب قوم
کسی آدمی کی باپ دادے تائے ہی ہوتے
ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ ابوبکر سے آپکو
بڑی تکلیف پہنچی۔ (نعوذ باللہ) میں نے
کہا۔ کذب بہ قومک کے معنے بھی حل
ہو گئے۔ آخر نبی کریمؐ کی قوم عبداللہ۔ ابو
طالب۔ اور علی ہی تھے۔ اس پر شیعہ ایسے
شرمندہ ہوئے کہ پھر اشتہار چھپا دیا۔
یخوضون۔ خوض کا ترجمہ ٹھیٹھ
پنجابی میں گھیچ بہت موزون ہے۔
لاتقعد۔ بالکل نہ بیٹھے یا بیٹھے تو
جب یاد آئے۔ اُٹھ جائے۔
لعبا۔ بے حقیقت۔

لھوًا۔ خدا سے غافل۔
کالجوں میں کس قدر غفلت کا سامان
موجود ہے۔ اور دین کو کیا بے حقیقت سمجھا
جاتا ہے۔ اس لئے کالجیئٹوں کو بڑے ہی
استغفار کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں
کے سامنے یہ لوگ تو غفلت اور سیاہ دلی
کا سامان مہیا کرتے ہیں۔
تبسل۔ کے پانچ معنے صحابہ اور
تابعین سے مروی یاد ہیں۔ تسلم (سونپا جائے)
تحبس (بند کیا جائے) ترتہن رہن پڑ جائے
تجزی۔ سزا دیا جائے۔ تحرم (حرام کیا جائے)
(رکوع ۱۵)
استھوتہ۔ نیچے اُتار دیں۔
الشیطین۔ بدمعاش۔ اللہ سے دور
ہلاکت والی روحیں۔ مسافر کو نیچے کھوہیں
اتار دیں۔ تو پھر وہ حیران رہ جاتا ہے۔
جو بدکار ہیں یا بدکاروں کے آشنا
انکو کیا ہدایت مل سکے۔ بد صحبت سے بچو۔
جہاں تمسخر ہو رہا ہو۔ وہاں کوئی بھلا
مانس چلا جائے۔ تو وہ بھی کوئی بات تمسخر
میں کر دیگا۔ پس ایسی صحبت ہی میں نہ بیٹھو۔
حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص کے
حالات معلوم کرنے ہوں۔ اس کے دوستوں
کو دیکھو۔
ان المرء علی دین حبیبہ۔ مومن کو چاہئے

کہ دعا کرے کہ شہر والے مجھ سے محبت کریں
پر میں صلحاء سے محبت کروں۔
وامرنا لنسلم۔ یہ ہدی اللہ کے پانے
کی راہ بتائی ہے۔
الیہ تحشرون۔ اگر کسی کا قصور
ہو جائے تو انسان اس کے سامنے نہیں ہوتا
پر خدا کے حضور ضرور جاتا ہے۔ ان تنفذوا
من اقطار السموات والارض فانفذوا
لا تنفذون الا بسلطن۔
عالم الغیب والشہادۃ۔ غیب جو اب
نہیں۔ شہادت جو موجودہ ہیں۔
لابیہ۔ اب عام ہے۔ مراد کوئی بزرگ
رشتہ دار والا مراد نہیں کیونکہ ابراہیم نے
آخر عمر میں جو دعا کی ہے اس میں آتا ہے۔
ربنا اغفرلی ولوالدی۔ حالانکہ دوسری
جگہ واغفر لابی کہنے کی ممانعت آئی ہے۔
کذالک۔ یہ سبب اسی فرمانبرداری اور
جوش توحید کے۔
ولیکون۔ انجام یہ ہوا کہ ہوا یقین
کرنے والوں میں سے۔
ایک دفعہ حضرت صاحب سے میں نے
پوچھا۔ یقین کی کوئی انتہاء بھی ہے۔ فرمایا
جب میں بچہ تھا۔ تب بھی خدا پر میرا ایمان
تھا۔ جب جوان تھا۔ تب اور ایمان بڑھا جب
کچھ پڑھا تب اور ایمان بڑھا۔ پھر جب

الہام ہوا۔ پھر اور ایمان بڑھا۔ پھر الہاموں
کو پورا ہوتے پایا۔ پھر اور ایمان بڑھا پس
یقین کی کوئی حد نہیں اور مراتب یقین کی کوئی
حد نہیں ؛
کوکب۔ مرکری۔ اس کی بہت پرستش
ہوتی ہے۔ ہندو کام دیوتا اسی کو کہتے ہیں
ھذا ربی۔ یہ اشارہ بطور تحقیر کے ہے۔
لم یھدنی۔ اگر مجھے ہدائت نہ کی
ہوتی۔ معلوم ہوا کہ آپ اس سے پہلے
ہدائت یاب تھے۔ یہ نہیں کہ اس وقت بھول
سے تارے چاند کو رب کہہ رہے تھے۔
را الشمس بازغۃ۔ جب سورج
برج حمل میں آتا ہے۔ تو مجوسی، آتشی شیشے
کے آگے سیاہ کپڑا رکھ دیتے اور چندن کی
لکڑیوں کو آگ لگاتے پھر وہ آگ برس تک
محفوظ رکھتے اور موم بتیاں شام کے
وقت اس سے جلاتے اور کہتے۔ ای سورج
تو غروب ہو چلا۔ پر یہ تیری ہی آتش کا فیض
ہے۔ کہ بتیاں روشن ہوئیں۔ یہ دراصل
چوٹ کی ہے ؛
لم یلبسوا ایمانھم بظلم۔ اس
کے معنے صحابہ نے نبی کریمؐ سے پوچھے ہیں
کہ اینا لم یظلم یا رسول اللہ۔ آپ نے
فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

(رکوع ۱۶)

تلك حجتنا۔ یہ بات خوب یاد رکھو کہ کبھی اپنی طرف سے مباحثہ کی ابتداء نہ کرو اور اپنے علم پر مغرور نہ ہو جاؤ بلکہ جب چاروں طرف سے بات گلے پڑ جائے تو اس وقت دعا کرے کہ میرا علم۔ میری قدرت۔ میری عقل ناقص ہے تو ہی اپنے فضل سے میرا معین و ناصر ہو میں پچاس سال سے تجربہ کر رہا ہوں۔ اسی طرز میں ہمیشہ کامیاب ہوا ہوں۔ تلك حجتنا میں بتایا ہے۔ کہ وہ ھذا ربی کی دلیل خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔

ھذا ربی۔ یہ بطور استفہام ہے

نرفع درجٰت من نشاء۔ اس میں بتایا ہے کہ یہ کوئی ابراہیم کی خصوصیت نہیں

(رکوع ۱۷)

ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی۔ اس کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

ما انزل اللہ علی بشر من شیءٍ۔ اللہ نے کسی بندے پر کچھ نازل نہیں فرمایا ہمارے ملک میں ایک فرقہ ہے۔ جس کا نام ہے برہمو سماج وہ تمام مذاہب عالم کے ساتھ نہایت ہی نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ مگر جب گند بولنے پر آتے ہیں تو ایسا گند بولتے ہیں۔ کہ سب انبیاء کو کذاب قرار دیا ہے کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے ما انزل اللہ علی بشر من شیءٍ۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ انبیاء نے بڑی تحدی کے ساتھ باصرار کہا کہ ہم پر یہ خدا کی وحی نازل ہوئی اور ہمارا اس کلام میں کچھ دخل نہیں۔ یہ لوگ او کذب بالحق لما جاءہ کی مد میں آتے ہیں۔

چونکہ ایک یہودی نے ایسا کہا اس لئے اس کو جواب دیا گیا۔

من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسٰی۔ کہ وہ کتاب جو موسےٰ پر اُتری تھی اور جسے تم مانتے ہو۔ وہ کیا وحی الٰہی نہ تھی۔

برہموں کے لئے بھی یہی جواب ہو سکتا ہے کہ موسےٰ کو فرعون کے مقابلہ میں جو نصرت ہوئی۔ کیا ایک کذاب مفتری کی ایسی نصرت ہو سکتی ہے۔

قراطیس۔ معمولی کاغذ قرار دے رکھا ہے:

ما لم تعلموا۔ احمدی قوم کو مخاطب فرما کر حضرت مولانا نے قرآن مجید اور اس کی تفاسیر اور اس کے پڑھنے کے متعلق تمام سہولتوں کا ذکر فرمایا۔ اور بتایا کہ اس سے پہلے زمانے کے لوگوں کے لئے یہ اسباب نہ تھے۔ پھر آپ نے ولقد یسرنا القرآن

کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے طور پر تحقیق حق کے لئے بیٹھتا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا۔ تمام مذاہب عالم کی کتابوں کو اوّل سے آخر تک مطالعہ کرنا مطالعہ کرنے کے لئے ان کی زبان کا صحیح علم حاصل کرنا۔ پھر انتخاب کرنے کے بعد (جو کام ایک انجمن سے ہو سکتا ہے) کچھ صداقتیں اکٹھی کرنا پھر بھی ان کے فیصلہ کرنے میں عاجز تھا۔ لیکن قرآن مجید نے دنیا کے مذاہب کی تمام صداقتوں کو نہ صرف جمع کیا۔ بلکہ ان دعاوی کے دلائل بھی دیئے ہیں۔ جو صرف اسی کتاب کا خاصہ ہے۔ دیکھئے اس پہلو سے قرآن کریم حصول صداقت و حق کے لئے کس قدر آسان ہے

والذین یومنون بالاٰخرۃ یؤمنون به۔ یہ آئت ان لوگوں کے لئے جو صرف ایمان باللہ و ایمان بالآخرۃ کو ہی ذریعہ نجات ٹھہراتے ہیں ایک حجت قوی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آخرۃ پر ایمان لاتے ہیں انکے ایمان کا نشان یہ ہے کہ وہ قرآن کی بات پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور پھر نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اور نماز ہی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ بعض لوگ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر آئت کو قرآن مجید سے پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس آئت کو نہیں پڑھتے ایسوں کے لئے چھٹے پارہ کے پہلے رکوع میں خدا نے فرمایا ہے۔

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ و یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلاً۔ اولئک ھم الکفرون حقاً

ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت۔ ایسے ظالم جو افتراءً وحی کے مدعی ہوتے ہیں۔ وہ ضرور ہلاک ہوتے ہیں اور ذلت کی موت مرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ تجزون عذاب الھون۔

خولنکم۔ اٰتینا کم اصلحنا کم۔ جو کچھ مال۔ مویشی وغیرہ تمہاری بھلائی کے لئے دیا۔

(رکوع ۱۸)

کیسی قدرت نمائی ہے ایک دانہ ہوتا ہے اس سے کئی دانے بنا دیتا ہے۔ بڑ کا بیج کیسی باریک چیز ہے۔ مگر اس سے خدا بڑ جیسا عظیم الشان درخت نکالتا ہے۔ تخم ریزی جو ہوتی ہے۔ تو گویا جو کچھ ہوتا ہے۔ گھر سے باہر نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر پرندے چرندے کیڑے ہزاروں بلائیں ہیں۔ ان سے محفوظ رہ کر کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ اسی طرح خدا ادنیٰ

سے اعلیٰ بنا دیتا ہے۔ پھر اسی طرح گٹھلی کیا چیز ہے۔ مگر اس سے کیا کیا درخت بنتے ہیں

فالق الحب والنویٰ۔ ہے اس کے سوا کون ہے جو کیمیاوی ترکیب سے یا کسی کل کے ذریعہ بیج سے اتنا بڑا درخت لگا دے میں نے ایک مشکل کے وقت یہی دعا کی تھی۔ کہ جو دانہ سے گٹھلی سے اتنا بڑا درخت بنا دیتا ہے۔ مجھے بھی بار آور کر۔

یخرج الحی من المیت۔ گندوں کے گھر میں پاک پیدا کر دیتا ہے۔

یخرج المیت من الحی۔ بڑے بڑے زندوں سے مُردے پیدا ہوتے ہیں دیکھو آدم کا ایک بیٹا۔ نوح کا بیٹا۔ سلیمان کا بیٹا۔ اس میں ہم کو دو امیدیں دلائیں کہ اگر ہمارے بزرگ سُست تھے تو پروا نہیں ہم چُست ہو سکتے ہیں۔ اور ہم چُست ہیں تو گھمنڈ نہ کریں۔ کیونکہ ممکن ہے ہماری نسل سُست ہو؛

فانیٰ تؤفکون۔ خدا تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ جیسے دانہ سے درخت اور درخت سے گٹھلی کافر سے مومن بے نام و نشان بے نام و نمود والے بناتا ہوں۔ ویسے میں ان چند مسلمانوں کو بہت بڑی قوم بنا سکتا ہوں۔ یہ ذلیل سمجھے جاتے ہیں پر میں انہیں عزت دوں گا۔

فالق الاصباح۔ اب یہ چوتھی مثال دیتا ہے۔ کہ میں صبح کے وقت رات کو پھاڑ کر دن نکالنے والا ہوں۔

جعل اللیل سکناً۔ رات اندھیری ہے قیدی و بادشاہ کا ایک رنگ ہوتا ہے۔ خوبصورت۔ بدصورت۔ بیمار۔ تندرست سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت بادشاہ خواب دیکھتا ہے۔ میں قید ہو گیا اور قیدی خواب دیکھتا ہے میں بادشاہ ہو گیا۔ نیند کے بھی عجائبات بے شمار ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کہ خواب کے عجائبات کے متعلق حکماء کی کیا رائے ہے۔ میں نے کہا ہم کتاب کیوں دیکھیں۔ جب کہ ہم بھی سب کچھ دیکھتے ہیں۔ اس نظارہ میں حکماء کی تخصیص نہیں۔ اب اس سے بڑھکر ایک اور نظارۂ قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

والشمس والقمر حسباناً حسباناً کے معنے ہیں اپنے محور پر گردش کرنا۔

جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا۔ ایک ستارہ تو وہ ہے۔ جس پر تمام جہاز رانی موقوف ہے۔ یعنے قطب۔ قطب نما ایسی چیز ہے۔ کہ آجکل تمام جہاز اسی پر چلتے ہیں۔ عرب دوسرے ستاروں سے بھی بہت کام لیتے اور راہ پاتے؛

خدا تعالیٰ یہ تمام نظارے اپنی قدرت کے بیان فرما کر سمجھاتا ہے کہ بڑا ہی نادان ہے وہ جو مسئلہ نبوت کا منکر ہے۔ ان معمولی پڑاؤں اور منزلوں کے لئے تو اس نے رہنمائی کا اتنا بڑا سامان مہیا کیا ہو اور اس کی سنت ہو کہ ظلمت کے بعد روشنی عطا کرے۔ لیکن اپنے حضور پہنچنے کیلئے کوئی شمس کوئی قمر کوئی ستارہ نہ ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اے منکران نبوت جب تم فعل الٰہی سے نفع اٹھا رہے ہو تو قول الٰہی سے بھی اٹھاؤ۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ جب سے ریل۔ تار۔ موٹر وغیرہ بنے ہیں۔ اس وقت سے خدا تک پہنچنے کی راہیں بھی سہل ہو گئی ہیں۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ صحابہ کیلئے بہت سخت مجاہدہ تھا۔ یہاں تک کہ جان بھی دینا پڑتی تھی۔ مگر اب تو یہ باتیں نہیں۔

مستقر۔ جہاں ٹھہرنا ہے یعنی بہشت۔

مستودع۔ جہاں بطور امانت عارضی قیام تھا۔ ماں کا پیٹ۔ پھر ماں کی گود۔ پھر گھر کا صحن پھر وطن یہ سب عارضی ہی ہیں

من السماء ماءً۔ جیسے آسمان پر سے پانی اترتا ہے۔ اسی طرح وحی کا نزول بھی ہے۔ ادھر قرآن۔ رسول کریمؐ کی پاک تعلیم ہے۔ اور ادھر دلوں کی سرزمین اس آب حیات کو قبول کرنے کو تیار ہے۔ جیسے مینہ اترتا ہے تو ہر قسم کی روئیدگی اگتی ہے اور ایک نیا لباس عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی کے وقت ہر چیز میں نشوو نما آتا ہے۔ اور زمانہ میں ایک تبدیلی پیدا ہونی چاہتی ہے۔ جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ پھر اس پانی سے قسم قسم کے درخت اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح وحی الٰہی سے ہر قسم کے علم و ہنر و تہذیب میں ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ایک دانہ کے بیجنے کے وقت ایک نادان کہہ سکتا ہے۔ کہ او ہو یہ تو مٹی میں مل گیا۔ اسی طرح اس رسول کی قوم پہلے حقیر دانے سی معلوم ہوتی ہے مگر وہ فالق الحب والنویٰ۔ اسی کو ادنے سے اعلےٰ۔ بے برکت سے بابرکت۔ ناچیز سے چیز بنا دیتا ہے۔ لوگ خدا کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔ مگر میں تو دیکھتا ہوں اس نے ایک وقت میں ایک بے جان لکڑی سے جو چند پیسوں کی ہو گی۔ خدا کہلانے والوں کا تختہ الٹ دیا۔ (موسیٰ کا عصا)

ہمارے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے کسی کو خوشی ہے کہ میری اولاد بہت ہے اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا جتھا بہت ہے۔

پر میں خوش ہوں کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر
مطلق ہے ؛

(خاکسار اکمل نے رباعی عرض کی ہے۔
کوئی خوش ہے کہ میں ہوں صاحب اولاد بڑا
کوئی خوش ہے کہ مرا بھائیوں کا ہے جتھا
کوئی خوش ہے کہ مرے پاس ہے دولت اکملؔ
اور میں خوش کہ مرا قادر مطلق ہے خدا)

وجعل اللہ شرکاء۔ احمق لوگ خدا
کو جب چھوڑتے ہیں۔ تو پھر پتھروں کی پھر
ادنٰے سے ادنٰے چیزوں کی پرستش شروع
کر دیتے ہیں۔ یورپ۔ امریکہ نے اس خدا کو
چھوڑا۔ تو ایک انسان کو خدا ماننے پر مجبور ہوئے

(رکوع ۱۹)

بدیع السموات والارض۔ پہلے
رکوع میں یہ بات ذکر کی ہے۔ کہ دانہ کو میں
کھولتا ہوں۔ گٹھلیوں سے درخت میت
سے حی بناتا ہوں۔ دانہ سے گٹھلی بڑی پھر
آگے جاندار اس سے بھی بڑا۔ پھر اس سے
بڑھ کر شمس و قمر۔

اب اس سے بڑھ کر بتاتا ہوں آسمان
و زمین ؛

باوجود قدرت کے نظارے کرنے
کے پھر بھی خدا کا بیٹا ایک انسان کو قرار دیتے ہیں
انجیل کی بات! جو بات تو نے حکیموں
کی نظر سے چھپائی۔ وہ بچوں کو دکھائی۔
صادق آتی ہے۔ انگریز کیسے عقلمند اور پھر
اس معاملہ میں کیسے کودن نکلے۔ کفارہ اور
تثلیث جس پر اڑے ہیں کوئی چیز ہے!

لم تکن لہ صاحبۃ۔ نتیجہ جو ہوتا ہے
دو چیزوں کے ملنے سے۔ پس عورت کا ہونا
لازمی ٹھہرا۔ تم صاحبہ مانتے نہیں اور بیٹا
بناتے ہو!

ایک عورت مسیح کے پاس آئی۔ کہا
میرے بیٹوں نے تمہارے لئے سب کچھ
چھوڑ دیا۔ جب تو بادشاہ بنے ایک کو دائیں
اور ایک کو بائیں بٹھائیو! کہا یہ تو مولیٰ کے
اختیار میں ہے۔ پھر قیامت کے بارے میں
کہا۔ اس گھڑی کا علم مجھے نہیں۔ الوہیت
کا مدار صفات کاملہ پر ہے۔ اور مسیح میں
اس کے اس بیان سے علم و قدرت ہی نہیں

لا تدرکہ الابصار۔ اب ردّ الوہیت
کی ایک اور دلیل فرماتا ہے۔ کہ مسیح کو تو
آنکھ نے احاطہ کر لیا۔ حالانکہ اللہ کا احاطہ
نہیں ہوتا۔

وھو اللطیف۔ یہ لا تدرکہ الابصار
کا ثبوت ہے۔

الخبیر۔ یہ ھو یدرک الابصار
کا ثبوت ہے۔

بصائر۔ انسان کی فہم و فراست کا
سب سامان موجود ہے ؛

ومن عمی فعلیہا۔ کوئی کہے کہ ہمیں
نفع کی ضرورت نہیں۔ فرمایا۔ نفع نہ اُٹھاؤ گے
تو اندھے ہو کر دُکھ پاؤ گے۔

وما انا علیکم بحفیظ۔ تم جان بوجھ
کر اندھے بنو گے۔ تو میں تمہارا لاٹھی پکڑنے
والا نہیں کہ ذمہ وار ہوں۔

اتبع۔ یہ خطاب عام ہے۔

لا الٰہ الا ھو۔ یہ تمام دینوں کا
خلاصہ ہے کہ وہ معبود ہے جس کے فرمان
پر عمل کیا جائے۔ ایک طرف رسم عادات۔
احباب بلاتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ کا حکم۔
اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کا
فرمانبردار ہے یا نفس کا اور احباب کا۔

لا الٰہ الا اللہ۔ کس دل سے مانا ہے
یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں نے
کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل
دیدیں۔ حضرت عمرؓ اسی سادگی میں روانہ
ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری اونٹ
پر چڑھتے آتے تھے۔ ابو عبیدہ نے عرض
کیا۔ آپ کپڑے بدل لیں۔ گھوڑے پر سوار
ہوں۔ آپ نے یہ عرض مان لی۔ مگر تھوڑی
دور جا کر گھوڑے سے اُتر بیٹھے۔ کہا میرا
وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے۔
تو بطریق وغیرہ نے رعب میں آکر چابیاں
پھینک دیں۔ کہ اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم
نہیں کر سکتے۔ پس میں کس طرح الناس باللباس
کہنے والوں کا قائل ہو جاؤں۔ وجہ کیا تھی۔
تو اللہ کا فرمانبردار بن۔ سب مخلوق تیری
فرمانبردار ہو جاوے گی۔

لوشاء اللہ ما اشرکوا۔ جبر سے کام
لیتا تو کوئی مشرک نہ رہتا۔

اب ایک اخلاقی تعلیم پیش کرتا ہے۔
کہ حق بات کہو۔ دین کی تبلیغ کرو۔ مگر کسی کے
بزرگ کو گالی نہ دو۔ نہ رام چندر کو نہ کرشن
کو۔ نہ بدھ کو۔ اور نہ کسی اور کو۔

کذالک زینا لکل امۃ عملہم۔ اس
آیت کا ترجمہ نہایت گندہ کیا جاتا ہے۔ کسی
معبود کو بُرا نہ کہو ورنہ ہمارے مولیٰ کو بُرا
کہیں گے۔ اسی طرح خوبصورت
کر کے دکھلایا ہے۔ ہم نے ہر قوم کے لئے
وہ کام جو ان کو کرنا چاہیئے۔ یعنے جو عمل ہم
ان سے کرانا چاہتے ہیں۔ اس کی خوبصورتی
ہم نے اسی طرح بیان کی۔ دیکھو اللہ کا
بیٹا نہ بنانے اور شرک کی بُرائی کے لئے
کیسے معقول دلائل دیئے ہیں۔

لئن جاءتھم ایۃ۔ معجزات کے
منکر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ
نے کوئی نشان نہیں دکھلایا۔ یہ بات
غلط ہے۔ انما الایات عند اللہ میں تو
یہ بتایا گیا ہے۔ کہ میرے اللہ کے پاس

تو ایک چھوڑ کئی آیات ہیں۔ میں کیوں نہ
تمہیں نشان دکھلاؤں گا۔ جس موٹے نے
مجھے بھیجا اس کے پاس تو آیات ہیں۔ بس
وہ نشان کیوں نہ دکھلائیگا۔

کہا۔ کیونکہ۔

پارہ ہشتم (رکوع ۱)

(۱) انسان تیز دریا بہتا دیکھ کر دوڑتا چلا
آئے کہ اس سے پار نکل جاؤں تو وہ بیوقوف ہے
(۲) کسی شخص نے مرغے کو بازو پھڑپھڑا کر
اذان دیتے دیکھا کہا میرے سامنے اکڑتا
ہے۔ میں بھی ایسا کروں گا۔ پھر مرغا ایک
دیوار سے دوسری دیوار پر چلا گیا۔ اس
نے بھی زقند لگائی۔ تو گر پڑا اور مر گیا۔ یہ
حد سے بڑھنے کا نتیجہ ہے۔
(۳) قرآن نے مثال دی ہے کہ ایک شخص
دور سے کلر دیکھ کر اسے پانی سمجھا پانی کی
لئے دوڑا جب وہاں تک پہنچا تو کچھ بھی نہ
پایا بلکہ پیاس اور بھی بڑھی۔ دیکھو پارہ
۱۸۔ الذین کفروا اعمالھم کسراب
بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً۔ الآیۃ۔ بعض
لوگ غلطی سے جو چیز مفید نہیں اسے مفید
سمجھتے ہیں اور مفت کی شیخیاں بگھارتے
ہیں جیسے مسلمان آگے قلعہ فتح کرنے پر
ناز کرتے تھے۔ اب بعض ایسے ہیں کہ کسی
عورت سے ناجائز تعلق میں کامیاب ہوں۔
تو کہتے ہیں۔ ہم نے قلعہ فتح کر لیا۔
(۴) بددیانتی یہاں تک بڑھی ہے کہ جو
معمار ہیں وہ جان بوجھ کر عمارت ناقص بناتے
ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں ہمارا کام کس طرح
چلے اور پھر ہمیں کون بلائے۔ حالانکہ ایسے
لوگ ہمیشہ غریب رہتے ہیں۔ غرض انسان
جس راہ پر اپنے تئیں ڈال لے اسی کے
موافق نتیجہ نکلتا ہے۔ دیکھو حق کو نہ ماننے
کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ

نقلب افئدتھم وابصارھم۔ سمجھ
بھی الٹی ہو گئی۔ اور حق کے بینا نہ رہے
پھر بڑھتے بڑھتے سرکشی میں بھٹکتا رہتا ہے۔

لو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ۔ یہاں
تک کہ اگر فرشتے بھی اتریں۔ موتیٰ کلام کریں
تو بھی نہ مانیں۔ بڑے بڑے بدکاروں کو بدی
کرتے کرتے نیکی کا خیال اٹھتا ہے۔ یا کسی
وقت ان کے دلوں میں بھی نیکی کی تحریک
ہوتی ہے اور پھر باوجود اس کے نزول
ملائکہ ...... نہیں مانتے۔

کلمھم الموتیٰ۔ یہ بھی اکثر لوگوں کو اتفاق
ہوتا ہے۔ کہ خواب میں کچھ ہدائت ہوتی ہے
مُردہ کچھ ان کو بتاتا ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

حشرنا علیھم کل شیءٍ۔ ہر بدکار کو
کسی نہ کسی سزا کے نتیجے دیکھتے ہیں۔ مگر پھر
بھی عبرت نہیں پکڑتے۔

وکذالک جعلنا۔ ایسے ہی بدکار لوگ پھر بڑھتے بڑھتے انبیاء کے انکار پر کمر باندھ لیتے ہیں۔

شیاطین الانس والجن۔ بعض اپنے تئیں ظاہر طور پر مقابل کرتے ہیں۔ بعض چھپے رہتے ہیں۔ اور خبیث روحوں کا ان سے تعلق ہو جاتا ہے۔

زخرف القول۔ ملمع سازی کی باتیں۔

انزل الیکم الکتاب۔ بدکاریوں کے علم کے لئے فرماتا ہے۔ کہ اس کتاب کی طرف توجہ کرو۔

مفصلاً۔ جس میں نیکی بدی کی تفصیل جُدا جُدا دی ہے۔

الا الظن۔ اکثر لوگ اپنی اٹکل بازی سے نیکی بدی کی تشریح کرتے ہیں۔ اور یہ راہ بالکل غلط ہے۔

(بقیہ رکوع اور رکوع ۲)

فکلوا۔ جس طرح ایک جانور خاموش مالک کے آگے گردن رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح مومن کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مولیٰ کے آگے سر رکھ دے۔ چونکہ جانور پر مولیٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں اس کے ذبح میں ایک تعلیم حاصل کرنا چاہیئے۔

حرمت کے چار قاعدے ہیں۔ ایک وہ حرام ہے۔ جو انسان کی جان کو ہلاک کر دے۔ مثلاً مردار۔

دوم۔ وہ جو اخلاق میں شہوت و غضب کو بڑھائے۔ مثلاً سؤر۔

سوم۔ وہ جو طبعی قوتوں کو برباد کرے مثلاً لہو۔ جس کی زہر تشنج۔ استرخاء پیدا کرتی ہے۔ جو قومیں مردار خون سؤر غیر اللہ کے نام کا استعمال کرتی ہیں۔ ان میں الٰہیات کے سمجھنے کی قوت نہیں رہتی۔

چہارم۔ جو غیر اللہ سے تقرب اور حاجت روائی کے لئے ذبح کیا جاوے۔ اور یہ شرک ہے۔

وذروا ظاھر الاثم وباطنہ۔ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک ظاہر کسی کا مال چرا لیا۔ دُکھ دیدیا۔ جھوٹ بول لیا۔ ایک باطن یعنی مخفی گناہ۔ مثلاً کینہ۔ بغض۔ حسد۔ تکبر دوسرے کی تحقیر۔ حرص۔ کفر۔ بعض لوگ خدا کے منکر ہیں۔ بعض منکر نہیں مگر مان کر پروا نہیں کرتے۔ بعض اس خدا کے برابر کسی اور کو بھی قرار دیتے ہیں۔ اور مثال دیتے ہیں۔ کہ جیسے بادشاہ کے پاس بغیر وزیر نہیں جا سکتے۔ ویسے ہی خدا کے حضور بجز وساطت نہیں جا سکتے۔ یہ مثال غلط ہے۔ کیونکہ بادشاہ بوجہ بشریت و عدم اطلاع معذور ہے۔ مگر خدا تو سب کی سُنتا ہے۔ چھت کے لئے بے شک سیڑھی کی ضرورت ہے۔ مگر خدا تو اقرب ہے اقرب ہے۔

ان الذین یکسبون - اب عام اصول بتلاتا ہے کہ جو گناہ کرے - اس کے نتائج ضرور بھگتیگا۔ اگر اللہ تعالیٰ عفو نہ کرے۔ جن لذتوں کے لئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہی اس کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں۔

لیجادلوکم - مثلاً چوہڑے کہتے ہیں۔ کہ خدا کی ماری حرام اور تمہاری ذبح کی ہوئی حلال۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ ایک محبوب کے نام پر کشتہ ہے۔

میتاً - اخرجکم من بطون امہاتکم لاتعلمون شیئاً - میں اس کی تفسیر ہے۔ جب تک انسان خدا کی فرمانبرداری کی تہ کو نہیں پہنچتا - مردار ہی ہوتا ہے - لیکن جوں جوں خدا کی عظمت و جبروت کو سمجھتا ہے - زندہ ہوتا جاتا ہے۔

جعلنالہ نوراً یمشی بہ فی الناس فی الظلمت - عقل و سمجھ و سچائی و کتاب الٰہی کا علم - لوگوں میں بھی اس کا ذکر کرتا ہی ایسے بھی لوگ ہیں جو افراد قوم - ملک کی بہتری تو کجا اپنی بہتری کو بھی نہیں سمجھتے یا موروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

لیس بخارج منہا - ہر روز ضرور سوچو کہ بہ نسبت کل کے تم نے خدا سے نزدیک ہونے یا مخلوق پر شفقت کرنے میں کیا ترقی کی تا سمجھ آئے کہ ظلمات سے نور میں یعنے بے تمیزی سے تمیز میں کہاں تک پہنچے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ من استواہ یوماہ فہو مغبون۔

پس تم ضرور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو اور ایک پہچان "نبوت" کی بتلائی ہے وہ یہ کہ اکابر جو ہوتے ہیں - وہ انبیاء سے قطع تعلق کرنے والے ہوتے ہیں - تم خدا کی بڑائی کے لئے وعظ کرو - امیر تمہارے بھی دشمن ہو جاویں گے۔

میرے سامنے کسی نے سوال کیا کیشب دیانند - سرسید - مرزا صاحب - چاروں اصلاح مدعی ہیں - ان میں کیا فرق ہے - میں نے کہا یہی کہ اکابر صرف مرزا صاحب کے دشمن ہیں۔

حتیٰ نوتیٰ - ہم کو بھی الہام ہو - اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمیندار مالگزاری وصول کرنے والے کو کہے اگر بادشاہ نے یہ روپیہ لینا ہے تو وہ خود کیوں میرے گھر میں نہیں آتا۔

(۱) اللہ تعالیٰ دلوں کی پہچان کا ذکر کرتا ہی (۲) بعض صحبتیں - مکان - دوست ایسے ہوتے ہیں - کہ ان سے تعلق بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے - (۳) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجلس میں ستر بار سے زیادہ استغفار فرماتے تھے - تاکہ قلب پر رین تک بھی نہ آئے۔ (۴) استغفار بہت ضروری ہے ورنہ رین بڑھتے بڑھتے ختم - قفل تک نوبت پہنچتی ہے (۵) جو لوگ ہدایت پانے کے قابل ہوتے ہیں

وہ حق بات کے ماننے کے لئے ہر وقت بشرح صدر تیار ہوتے ہیں جیسے ابراہیم نے اَسْلِمْ کے جواب میں اَسْلَمْتُ کہا۔

حرجًا فی السماء۔ پہاڑ ہیں ڈھلوان۔ تنگ راستہ خاردار جھاڑیوں سے پُر۔ پھر اس میں بلندی پر چڑھنا پڑے تو تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس آدمی کا حال ہے۔

لا یؤمنون۔ اضلال کن کا ہوتا ہے جن کا سینہ حق بات کے ماننے سے تنگی کرے۔

یذکّرون (لے یتذکرون امری) لھم۔ دارالسلام۔ احکام الٰہی کے ماننے کا فائدہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں قبر میں۔ قیامت میں۔ پلصراط میں۔ جنت میں سلامتی کا گھر ملتا ہے۔ پھر خدا اس مومن کا والی ہو جاتا ہے

ھو ولیّھم۔ ایسے مومن پر خواہ کس قدر مصیبتیں آئیں۔ وہ سلامتی کے ساتھ نکل جاتا ہے۔ وہ ظلمات سے بتدریج نکلتا رہتا ہے۔ کئی قسم کی ظلمتیں ہیں (۱) ظلمت جہل (۲) ظلمت رسم و عادت (۳) ظلمت حُبّ (حبک الشئی یعمی ویصم) (۴) ظلمت افلاس و دولت (۵) ظلمت مجلس (۶) ظلمت شرک (جس نے عیسائیوں کی عقل دین کے بارے میں باوجود اس درجہ ترقی صنعت و حرفت کے ماردی ہے۔)

ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ امراء سے روپے لئے۔ غریبوں نے اس کے معاوضے میں ان کے کام کئے۔

(رکوع ۳)

انسان میں دو قسم کے قویٰ ہیں۔ ایک جن پر انسان کو مقدرت ہے۔ دوم جن پر کوئی مقدرت نہیں۔

پہلی قسم کے متعلق شریعت ہے دوسری کے متعلق ہرگز نہیں اگر کوئی شریعت اس کے بارے میں حکم دے۔ تو وہ شریعت جھوٹی ہی دیکھ لو۔ رنگ قد۔ اندرونی پھوں ہڈیوں کے بارے میں کسی شریعت حقہ نے حکم نہیں دیا۔ ہاں۔

مشرک قوموں نے ایسے مسئلے گھڑے ہیں۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں "تین خدا ہیں مگر ایک ہے"۔ اس بات کو کوئی انسانی عقل باور نہیں کر سکتی۔ بت میں منتر پڑھنے کے بعد خدا آ جانے کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

زبان دونوں قسم کے قویٰ کا مظہر ہے کھٹے کو میٹھا نہ کہے گی۔ مگر خدا کو گالیاں دلوالو اسی آخری قدرت و تصرّف کے متعلق اصلاح کے لئے اللہ رسول بھیجتا ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں جن و انس۔ امراء اور غرباء دونوں کو مخاطب کرتا ہے۔

رسلٌ منکم۔ تم ہی میں سے رسول ہوئے انبیاء امراء بھی ہوئے ہیں جیسے سلیمان غرباء

بھی سب جیسے یحیٰے علیہ السلام۔

برہمو سلسلۂ رسالت کے منکر ہیں وہ تمام انبیاء کو مفتری قرار دیتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء نے یہ کہنے میں کہ ہمیں خدا سے وحی ہوئی ہے دروغ مصلحت آمیز سے کام لیا ہے۔ پھر وہ ملائکہ کے منکر ہیں۔ نہایت لطیف پیرائے میں اس اعتقاد کو انہوں نے شرک عظیم قرار دیا ہے۔ گویا تمام قسم کی نیکی کی تحریکوں کے مخالف ہیں۔

غرتهم الحیوٰة الدنیا۔ دنیا نے انکو بڑا دھوکہ دیا ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی کھانا طلب کرتا ہے۔ پھر اس میں غضب پیدا ہوتا ہے۔ پھر حرص۔ چنانچہ ایک پستان چوستا دوسرے پر ہاتھ رکھتا ہے اور اپنی دوسرے بھائی سے بیر پیدا کر لیتا ہے۔ پھر غضب کے ساتھ ساتھ حب بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ سب قوت بہیمی کے کرشمے ہیں۔ پھر شہوت میں ترقی ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہم نوجوانوں کے ہر روز آنیوالے خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔ غرض کھانا۔ پینا۔ بغض عداوت حب۔ شہوت۔ حرص تو پہلے قبضہ جما لیتے ہیں۔ اور انبیاء کی تعلیم اور عقل بعد میں آتی ہے۔ پھر یورپ۔ امریکہ کے لئے تو اور بھی مشکل ہے۔ وہ جب ہوش سنبھالتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ کسی انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ تو وہ ایسے لغو عقیدے کو دیکھ کر ان میں ہوش والے مذہب ہی کو ایک لغو اور جھوٹی چیز خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سامنے توحید کی پاک تعلیم نہیں آئی۔ پھر موجودہ سازو سامان رہائش کچھ کم غافل کرنے والا نہیں۔

غافلون۔ جب تک خدا کی طرف سے غافلوں کو خبردار کرنے والا آنہ جائے۔ عذاب نہیں آتا۔

ان یشاء یذھبکم۔ چاہیں تو کسی قوم کو تباہ کر دیں۔

یستخلف۔ ایک قوم چلی جاتی ہے۔ دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے ان کا بڑا خلیفہ کہلاتا ہے۔ آدم کی خلافت کے مسئلے پر اس آیت سے روشنی پڑتی ہے جس پر اللہ اپنے اوامر و نواہی بھیجتا ہے۔

مکانتکم۔ اپنی پوری طاقت پورے زور سے کام کرو۔ پھر دیکھو انجام بخیر کس کا ہوتا ہے۔ ایک طرف ایک بے کس بے کس بےبس انسان ہے۔ دوسری طرف تمام امراء ورؤسا پھر دیکھو کس تحدی سے کہا جاتا ہے تم پورا زور لگا لو۔ یہ نبی کی نبوت کی صداقت کا ثبوت ہے!

وجعلوا اللہ۔ جو لوگ شریعت کی پروا نہیں کرتے! انہیں بھی کسی نہ کسی اصل یا رسم پر چلنا ہی پڑتا ہے۔ پس انسان کیوں

شریعت کا پابند نہ ہو جس کی پابندی ثمر
ثمرات کثیرہ و برکات متعددہ ہے۔
ایک شخص کو جو قرآنی احکام کی
تعمیل کو بہت بھاری سمجھتا تھا۔ میں نے
قائل کیا کہ تم جس سر رشتہ کے ملازم ہو اس
کے پھر میونسپلٹی کے قوانین کے پھر گورنمنٹ
کے قوانین کے ماتحت ہو۔ کیا ان سب کا
حجم قرآن سے زیادہ نہیں۔ اس پر اس
نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ ورنہ میں نے
اسے کہنا تھا تم نیچر کے ذرّے ذرّے
کے قوانین کے ماتحت ہو۔ قرآن کریم نے
کیا لطیف فرمایا ہے۔ ان تنفذوا
من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا
لا تنفذون الا بسلطٰن۔
غرض جو لوگ شریعت کو چھوڑتے ہیں
وہ اس سے دو چند سہ چند رسوم کی مشکلات
میں پھنستے ہیں۔ اور دکھ اٹھاتے ہیں۔
وجعلوا للہ۔ دیکھئے زکوٰۃ نہ دی
تو کس گمراہی میں پڑے۔
لشرکائنا۔ ہمارے قرار دادہ یا خدا
فرماتا ہے ہمارے شرکاء
یصل الی شرکائهم۔ خدا کا حصہ بھی
اپنی مہنتوں کو دیدیا جاتا ہے
قتل اولادھم۔ ہندوؤں میں
ایسے کئی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک مہنت

آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ہم ماس
کھاتے ہیں۔ اور ماس بھی تمہارے بیٹے کا
شرط یہ ہے کہ قیمہ بناتے ہوئے خوشی کے
گیت گاؤ۔ اس پر معتقدین نے ایسا کیا
ہے۔ پھر تم نے سنا ہوگا۔ کہ یہ فلاں بزرگ
کا توشہ ہے۔ اس میں فلاں فلاں آدمی
شریک نہیں ہو سکتے۔
لا یذکرون اسم اللہ علیہا۔ بلکہ جے
دیوی کہتے ہیں۔

(رکوع ۴ و ۵)

معروشٰت۔ چھتری والے جیسے
انگور کی بیل۔ گلو کی بیل۔
غیر معروشٰت۔ جن کی بیل نہیں
ہوتی۔ مثلاً گلاب۔ چنبیلی۔ انب۔ سنگترہ
کھجور؛
مختلفاً اکلہ۔ چاول کا مزہ اور ہوتا
ہے۔ باجرے اور مکی کا اور۔
والزیتون۔ مثلاً بادام۔ اخروٹ۔
اور چکنائی والے درخت۔
لا تسرفوا۔ خطا کاری مت کرو یعنی
کمانا اور کھانا۔ مگر بھوکوں کا خیال نہ کرنا۔
حمولۃ۔ لادو جانور (۱) جو سواری کے
قابل ہیں۔ (۲) بار برداری کے لائق (۳)
ہل جوتنے یا کنوئاں چلانے کے لئے۔
فرشاً۔ وہ جانور جو چلے اور زمین کو

لگے۔ مثلاً بھیڑ۔ بکری۔ خرگوش۔

علیٰ طاعم یطعمہ۔ شرفاء میں جو کھائی جاتی ہیں۔ ان میں کوئی حرام نہیں سوائے.....

دماً مسفوحًا۔ خون باریک عضو کو ہلاک کرتا ہے اور اس میں زہر ہوتی ہے۔

لحم الخنزیر۔ کیونکہ اس سے شہوت۔ غضب۔ اٰہیات سے دوری ہوتی ہے۔ خنزیر خور قوموں کو دیکھ لو۔

(رکوع ۵)

جزینٰہم ببغیہم۔ جس طرح بیمار انسان کو بعض پرہیز بتائے جاتی ہیں۔ اور وہ وقتی بات ہوتی ہے۔ اسی طرح سے یہودی قوم پر ایک وقت وہ تمام چیزیں حرام کردی تھیں۔ جن کے ناخن تھے۔ اور منجملہ ان کے اونٹ بھی تھا۔ اور ان کی چربیاں سوائے پیٹھ کی چربی کے۔ یا جو انتڑیوں سے ملی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی ہوئی ہو۔ یہہ سب مناہی صرف وقتی تھی۔

سیقول الذین اشرکوا لو شاء ما اشرکنا آہ۔ اس اعتراض کے مفصلہ ذیل جواب دیئے ہیں۔ (۱) اشرکوا کہا۔ (۲) کذٰلک کذب الذین من قبلہم (۳) ذاقوا باسنا (۴) فلو شاء لھدٰکم اجمعین۔ (۵) ھلم شھداءکم الذین یشہدون۔ (۶) لا یؤمنون بالاٰخرۃ (۷) وھم بربھم یعدلون۔

قل ھل عندکم من علم۔ یعنی کبھی اللہ تعالےٰ نے اپنی طاقت سے تمہیں کان سے پکڑ کر نیکی سے روکا ہے یا بدی کی طرف چلایا ہے۔ اگر ایسی بات ہے۔ تو ثبوت پیش کرو۔

رکوع ۶

دُنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ اوّل جو دوسرے لوگوں کی تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور انکی باتوں کو مانتے ہیں۔ دوم وہ جو اپنے تجربے اور اپنی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ عقلمندی کا کام یہ ہے کہ جو صداقتیں دنیا میں تسلیم ہوئی ہیں۔ انکو مان لیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی کتابوں سے (جو صداقتوں اور تجربوں کا مجموعہ ہیں) ضرور فائدہ اٹھاؤ۔

الا تشرکوا بہ شیئًا۔ شرک چار قسم ہے (۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات (۳) شرک فی الافعال (۴) فی التعظیم۔ یہ چوتھا شرک عام ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم۔ (۱) ایسی دوا کھانا کہ حمل گر جائے (۲) دختر کشی۔ (۳) اولاد کی پروا نہ کرنا۔

ما ظہر منہا۔ زنا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ گالیاں۔ وما بطن۔ کینہ۔ کپٹ۔ بُغض۔

لا یکلف اللہ نفساً الّا وسعہا اللہ تعالیٰ انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جو اس کے لئے موجب تکلیف ہو۔

(رکوع ۷)

الکتاب۔ کتاب بہت سی چیزوں کی جامع کو۔ کتیبہ لشکر کو بھی اسی واسطے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو کتاب فرمایا ہے۔ کہ اس میں تعلیم اور دفع شبہات کے لئے ایسے لشکریں موجود ہیں جو شبہات مٹانے کے لئے بہت ہیں۔

مبارک۔ اپنی برکتوں میں بڑھتی رہیگی۔ برکہ کا لفظ جس کے معنے حوض کے ہیں۔ اسی سے نکلا ہے۔

سورۂ اعراف (رکوع ۸)

المص۔ انا اعلم۔ صادق القول صادق الوعد۔

ما انزل الیکم۔ صرف نبی کریمؐ پر انزال نہیں ہوا۔ بلکہ کم ظاہر کرتا ہے کہ اور بھی اس نعمت سے سرفراز ہوئے۔ گویا ان کی طرف ہی نازل ہوا۔

دعواھم۔ ان کا عذر۔

بایاتنا یظلمون۔ آیات سے مراد ہی اللہ کے پاک انسان۔ اللہ کا پاک کلام ساری دنیا اور نشانات نبوت۔

(رکوع ۹)

بنو عامر۔ کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ان کے ساتھ کیسے طواف کریں۔ اس لئے ان دو رکوعوں میں لباس کے متعلق ذکر آئے گا۔

اسجدو الآدم۔ یاد رکھو۔ آدم کا ولد بھی آدم ہی ہے۔

الیٰ یوم یبعثون۔ یعنی وہ وقت جب انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے از سر نو زندہ ہوتا ہے اور شہوت۔ غضب کے ساتھ مقابلہ کر کے فتحمند ہو جاتا ہے۔

من المنظرین۔ یہ قابل غور ہے کیونکہ اس کے ساتھ یبعثون نہیں فرمایا۔ پس اگر یوم یبعثون سے قیامت مراد ہو۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔

من شمائلھم۔ آگے پیچھے۔ دائیں بائیں کا ذکر کیا۔ مگر اوپر کا ذکر نہیں۔ پس انسان یہ نہ سمجھے۔ کہ شیطان سے گھر گیا۔ بلکہ آسمانی فضل اور خوف الہٰی کی جانب شیطان سے بحمد اللہ خالی ہے

(رکوع ۱۰)

تین قسم کے لباس ہیں۔ (۱) یواری سواتکم۔ (۲) وریشاً وہ لباس جو کہ جمعہ کے دن عید کے دن۔ بیاہوں شادیو

کے موقعہ پر لیا جاتا ہے۔ یعنی زینت کا لباس
(۳) تقیکم بأسکم جو لڑائی سے تم کو بچائے
لباس الحر والبرد لباس التقویٰ۔
من الجنّۃ۔ جنت سے باغ سے۔
وجوھکم۔ اپنی ساری توجہ۔
حق علیہم الضلالۃ۔ اس فرد جرم
لگنے کے اسباب ہیں۔ (۱) ماں باپ بدکار
ہوں۔ خوراک حرام کی۔ پرورش بدکاروں
میں صحبت بد۔ غذا بری۔ حرام کھانا۔

(رکوع ۱۲)

جمل۔ اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اور جہاز
اور بڑی کشتیوں کے موٹے رسّے کو بھی
عملوا الصالحات۔ دجال نے اس شبہ
کو بہت بڑھایا ہے۔ چنانچہ پولوس کہتا ہے
کہ شریعت انسان کو کمزور ثابت کرنے کیلئے
آئی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ غلطی پر ہیں۔
وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا
لوگ قرآن کے احکام سے بڑھ کر اور نہایت
ہی معاملات پر اپنی رسوم میں عمل کرتے ہیں۔
اسلام نے تو شادی کو ایجاب و قبول اور
غمی کو جنازہ اور انا للہ پر ختم کر دیا ہے
اور لوگوں کو ان دونوں امور میں جو کچھ کرنا
پڑتا ہے وہ ظاہر ہے۔ کہتے ہیں شریعت
پر عمل مشکل ہے۔ اور شادیوں کے لئے تو اپنی
زمینوں تک رہن کر دینے سے نہیں جھجکتے

پس کیا خدا کے نام کچھ دینے کا حکم ناقابل برداشت
کہا جا سکتا ہے۔
من غلّ۔ دنیا میں دوزخ ہی کسی کا حسد و بغض
اہل جنت وہ ہیں۔ جن کے سینے دنیا میں
بھی بُغض و کینہ سے صاف رہتے ہیں۔
نودوا۔ آواز دی جائیگی۔ عیسائی
سوال کرتے ہیں۔ کہ نجات فضل سے ہے
یا عمل سے۔ اگر فضل سے ہے تو عملوں کی
کیا ضرورت ہے۔ اگر عمل سے ہے۔ تو پھر
درخواست فضل کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے
قرآن شریف سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں
الحمد للہ الذی احلنا دار المقامۃ
من فضلہ لا یمسنا فیہا نصبٌ۔ یہاں
تو فضل کا ذکر فرمایا ہے۔
ایک یہ آیت ہے۔ اس میں بما کنتم تعملون
فرمایا جس سے معلوم ہوا۔ کہ انسان عمل سے
وارث جنت ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا
ہے۔ قد افلح المؤمنون جس کے اخیر
میں ہے۔ اولئک ھم الوارثون الذین
یرثون الفردوس اس سے معلوم ہوا۔
کہ ایمان سے انسان وارث جنت بنتا
ہے۔ تطبیق دینے سے اصل معاملہ کھلتا
ہے کہ تینوں ضروری ہیں۔
نجات تو فضل سے ہے۔ لیکن فضل کا
جاذب ہے ایمان۔ جیسے ہم ایک مکان میں ہیں

اگر ہم چاہتے ہیں کہ روشنی آئے تو ضرور ہے
کہ روشندان کھولیں۔ روشنی فضل ہے
مگر فضل نہیں آتا جب تک فضل کا جاذب نہ
ہو۔ پھر جیسا کسی کا ایمان ہوتا ہے ویسے ہی
اس کے عمل ہوتے ہیں۔ پس نجات کے لئے
ایمان۔ عمل اور فضل تینوں ضروری ہیں۔

عوجًا۔ اللہ کی راہ میں شبہات نکالتے
ہیں۔ چاہتے ہیں اس راستہ کے لئے کوئی
ٹیڑھاپن پیدا ہو جائے۔ دوسرے معنے یہ
ہیں۔ کہ بعض آدمی جھوٹ بولتا ہے احکام
شریعت کا پابند نہیں۔ پھر جنت چاہتا ہے۔
گویا ٹیڑھا رہ کر پھر ان انعامات کا وارث
ہونا چاہتا ہے۔ جو سچے مسلمانوں کیلئے ہیں۔

وعلی الاعراف۔ اعراف کے متعلق
مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے۔ معتزلہ کہتے
ہیں۔ منزلۃ بین المنزلتین۔ یعنے دوزخ اور
بہشت کے درمیان جگہ ہے۔ اہل سنت کا یہ
خیال نہیں۔ صوفیوں نے اسے خوب حل کیا
ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اعراف میں عارف لوگ
ہونگے۔ جو دوزخیوں بہشتیوں کا تماشا دیکھ
رہے ہونگے۔

اعراف کہتے ہیں اونچی جگہ کو۔ گویا وہ
اونچی جگہ پر بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہونگے۔

(رکوع ۱۳)

جمعکم۔ تمہارا مال۔

ما کنتم تستکبرون۔ وہ جو تمہارے
تکبر کا بڑا ذریعہ ہے۔ خدمتگار۔ بھائی بند۔

ادخلوا۔ داخل ہو۔ کہنے والے اصحٰب
الاعراف ہوں گے۔

لاخوف علیکم۔ سب سے بڑا خوف تو حشر
میں ہوگا۔ جہاں اولین و آخرین جمع ہونگے۔

الذین اتخذوا۔ یہ کافرین کی تعریف ہے۔
لھوًا۔ جو غافل کر دے۔ ایسا وظیفہ بھی
لہو ہے۔ جس کو پڑھتے پڑھتے لوگ فرض
قضا کر دیتے ہیں۔

لعب۔ جو بے حقیقت ہو۔ یہ مرض آجکل
بہت زور پر ہے۔ لوگ دین کو بے حقیقت
سمجھتے ہیں۔ کسی حق کے لینے کے لئے وکیل سے
مشورہ لیتے ہیں پہلے یہ دریافت نہیں کر لیتے
کہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔

ننسٰھم۔ آج ہم انکو ترک کرتے ہیں۔
ینظرون۔ انتظار کرتے ہیں۔

تاویلہ۔ بہت سے الفاظ کے قرآن
کریم میں اور معنے ہیں۔ مخلوق میں اور معنے
مثلاً کلمہ کا لفظ ہے۔ اس کے معنے کرتے ہیں
لفظ وضع لمعنی جو مفرد متحمل صدق و
کذب نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
تمت کلمۃ ربک صدقًا وعدلًا یہاں
کلمہ کی صفت عدل فرمائی ہے۔
الا اصدق کلمۃ قالہا لبید الا کل

شیٔ ما سوی اللہ باطل۔

اسی طرح قرآن شریف میں "علم" کے اور معنے ہیں۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور عام طور پر علم موجب کبر ہے۔

اسی طرح تاویل کے معنے لوگ ہیر پھیر کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لینے کے کرتے ہیں۔ مگر قرآن کریم میں انجام حقیقت اصلیت کے معنے ہیں۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں ہے هذا تاویل رویائی۔ اور ایک جگہ آیا ہے۔ ولما یأتھم تاویلہ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یعنی اس کی حقیقت کو۔ پس یہاں معنے ہیں کہ لوگ چاہتے ہیں۔ عذابوں کے نتیجے ظاہر ہوں۔ مگر جس روز انجام ظاہر ہو گا۔

(رکوع ۱۴)

فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں۔ ۱۲ گھنٹے کا دن مراد نہیں۔ اس کی تفسیر ہمارے حضرت صاحب نے خوب لکھی ہے۔ ہر چیز کی تکمیل چھ مراتب کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً انسان پہلے نطفہ پھر علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر لحماً۔ پھر کسونا اللحم عظاماً۔ ثم انشاناہ خلقاً اخر۔

میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ انگریزوں کو شریعت سے تعلق نہ تھا۔ مگر ایم۔ اے تک چھ درجے تکمیل کے لئے رکھے ہیں۔

زمین کو پہلے درست کرتے۔ پانی دیتے بیج ڈالتے ہیں۔ دو دن میں یہ کام ہوا ہے اور چار دن کے بعد بیج اگتا ہے کل چھ دن ہوئے۔

قرآن کریم میں یوم بہت معنوں میں آیا ہے۔ ایک آن بارہ گھنٹوں سے لیکر سال ہزار سال۔ پچاس ہزار برس تک کے معنوں میں آیا ہے۔ مطلق وقت کے معنوں میں بھی جتنے میں وہ واقعہ ہو گیا۔ جیسے یوم حنین ذکرھم بایام اللہ۔

استوٰی۔ کے معنے ہیں ٹھیک۔ یعنی اس کے تخت سلطنت میں کوئی نقص نہیں۔ پھر تمام کائنات کا وراء الوریٰ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس لئے اس کے معنے علیٰ بھی درست ہیں۔ بعض نے کہا ہے معنے ظاہر ہیں۔ مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ اس کی مثال سنیئے۔ جیسے بیٹھنا اب جیسا جیسا کوئی موصوف ہو۔ ویسے ویسے معنے ہوں گے۔

(۱) مثلاً میں بیٹھ گیا۔ (۲) دیوار بیٹھ گئی۔ (۳) ساہوکار تھا۔ اب بیٹھ گیا۔ (۴) ہندوستان کے تخت پر یورپ کا بادشاہ بیٹھا ہے (۵) فلاں شخص کی محبت یا اس کا کلام یا بغض فلاں کے دل میں بیٹھ گیا۔ یہ سب "بیٹھنے" الگ الگ معنے رکھتے ہیں۔ پس اسی طرح استوٰی تو عام ہے۔ مگر اللہ کا استوا ایک

خاص شان رکھتا ہے۔ وہ لیس کمثلہ شیٔ
ہے۔ پس استوی بھی لیس کمثلہ ہے۔ خدا
کی ہر صفت کا یہی حال ہے۔

حثیثاً۔ لگاتار۔ مثلاً یہاں رات
آتی ہے تو دوسری بالمقابل بلاد میں صبح
کی تیاری ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ
ظلمت کے بعد نور۔ فترت کے بعد نبوت
کا وقت آتا رہتا ہے۔

ادعوا۔ تمام صفات کو بیان فرما کر
دعا کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس زمانہ میں
تمہارے لئے دعا کا میدان وسیع اور
خالی ہے۔

(۱) بعض خدا کے منکر ہیں (۲) بعض
خدا کو مانتے ہیں۔ مگر اس کے متصرف
ہونے کے قائل نہیں۔ (۳) بعض دُعا
کے قائل ہیں۔ مگر اسباب پرستی میں منہمک
ہیں۔ پس تم کامل امید۔ کامل یقین۔ کامل
مجاہدہ سے دعا میں لگے رہو۔ اور دعاؤں
میں لفظ رب کا بہت استعمال کرو۔

خفیۃ۔ چلتے بیٹھتے بات کرتے
کتاب پڑھتے سب حالات میں۔

انہ لا یحب المعتدین۔ ایک شخص
نے بلند آواز سے دعا کی تو رسول اکرمؐ نے
فرمایا۔ لا تدعون اصم ولا غائباً۔ ایک
شخص نے دعا کی۔ کہ جنت میں ایسے ایسے
کوٹھے مجھے دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جنت
مانگو۔ حد سے نہ بڑھو۔

ان رحمۃ اللہ۔ قبولیت کے لئے فضل
کی ضرورت ہے۔ وہ محسنوں کے قریب ہے
پس تم محسن بن جاؤ۔

یرسل الریح۔ زمانہ بعثت نبوت
بہار کا وقت ہوتا ہے۔ جو کچھ کسی کے اندر
ہو۔ باہر نکلتا ہے۔

ثقالاً۔ وقت سے۔

(رکوع ۱۵)

ما لکم من اللہ غیرہ۔ یہ تمام انبیاء
کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں۔

اخاف علیکم۔ اس قوم میں شفقت
علیٰ خلق اللہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم طائف
گئے۔ ایک نمبردار سے کہا۔ میں چند باتیں
پہنچانی چاہتا ہوں۔ اس نے کہا اکیلا کیوں
سنوں سب کو بلاتا ہوں۔ اس کے بعد وہ
چند بدمعاش اکٹھے کر لایا۔ جنھوں نے
آپ کو دکھ دیا۔ آپ سر سے پیر تک لہو
لہان ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ بارہ کوس
تک مجھے پتہ نہیں لگا۔ کہ میں کدھر جاتا ہوں
ایک فرشتہ نے کہا۔ کہ حکم ہو تو طائف کو
تباہ کر دیں۔ فرمایا۔ یہ قوم نادان ہے۔ اگر

مجھے رسول اللہ جانتے تو ایسا نہ کرتے۔ امید
ہے یہ نہیں تو ان کی اولاد مسلمان ہو جائیگی۔
زید بن حارث ساتھ تھے۔ وہ کہتے ہیں طائف
والوں نے بارہ کوس کے بعد پیچھا چھوڑا۔
آگے باغ تھا۔ باوجود مخالفت کے انہوں نے
اپنے نوکر کے ہاتھ انگور بھیجے۔ جب اس نوکر
نے انگور آپ کے آگے رکھے۔ تو آپ نے
اللہ کا نام لے کر انگور اٹھایا۔ جس پر اس
نے تعجب کیا۔ آپ نے اسے وعظ شروع
کیا۔ اس نے کہا ایک یونس نبی گذرا ہے
ہمارے ملک میں وہ ایسی ہی باتیں کہا کرتا
تھا۔ آپ نے فرمایا وہ میرا بھائی تھا۔ اس
پر وہ مسلمان ہوا۔

الملاء۔ جو اشراف بنے پھرتے تھے۔

رسول من رب العالمین۔ سارے
جہان کے پروردگار نے منتخب کر کے بھیجا
ہے۔ کیا میں گمراہ ہو سکتا ہوں۔

(رکوع ۱۶)

اعبدوا اللہ۔ ایک تعظیم اپنی اٹکل
پر ہوتی ہے۔ اور ایک خدا کے حکم کے ماتحت
انبیاء آخر الذکر تعظیم کی تعلیم لاتے ہیں۔ کہ
ہر حرکت و سکون ہر قول و فعل خدا کے حکم
کے ماتحت ہو۔

الملاء۔ ملاء وہ لوگ جن کی بات دل
کے اوپر گہرا اثر کرے۔ کیا معنے ان کے کہنے
کا اثر پڑے۔ اور رعب پڑ جائے۔ دنیا میں
چار قسم کے لوگ ہیں۔ علماء۔ فقراء۔ امراء۔
عوام۔ یہ سب امراء ہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔
اور یہی انبیاء کا مخالف گروہ ہے۔

لیس بی سفاهة۔ سوائے نبی کے
کوئی ایسا نرم جواب نہیں دے سکتا۔

(رکوع ۱۷)

سورۃ اعراف میں نبوۃ کی بحث ہے
اور اس بات کے نظائر پیش کئے ہیں۔ کہ
راستبازوں کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔
عدن سے لیکر مغربی طرف عرب کے ثمود
قوم رہتی تھی۔ جس قدر لوگ انبیاء سے دور
چلے جاتے ہیں۔ انہیں اختلاف بڑھتا جاتا
ہے۔ اور جس قدر قریب ہوتے ہیں ان
میں اتفاق ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً فلاسفران
میں عجیب عجیب اختلاف ہوتے ہیں۔ نبیوں
میں یہ بات نہیں۔ اسی لئے سب کی تعلیم
اصولاً ایک ہی ہے۔ اسی واسطے اعبدوا
اللہ مالکم من الٰہ غیرہ۔ ہر نبی کی تعلیم
لکھی ہے:

تنحتون الجبال۔ اس زمانے میں بھی
امیر لوگ گرمیوں میں پہاڑوں پر چلے
جاتے ہیں۔

فعقروا۔ یہ ان کے کفر کا ثبوت ہے
عن امر ربهم۔ قرآنی محاورے میں

نہی بمعنے امر بھی آجاتی ہے۔ لا تمسوھا
بسوءٍ عتوا۔ گناہ کرکے پھر شوخی
جٰثمین۔ مُرغی جب زمین کرید کرید کر اپنا
سینہ رکھ دیتی ہے تو اسے جسم کہتے ہیں۔
لتأتون الرجال۔ اس کی سزا میں
تین باتیں فرمائیں۔ (۱) اس قوم کو ہلاک کر دیا
(۲) انہا لبسبیل مقیم۔ عذاب دیا۔ پھر
عذاب کا نشان قائم رکھا۔ (۳) کوئی نہیں
چاہتا کہ عالی ہو کر سافل بنے۔ مگر اس عذاب
کے لئے فرمایا۔ جعلنا عالیہا سافلہا۔
یتطہرون۔ طنزاً کہا۔

(رکوع ۱۸)

فاوفوا الکیل۔ جو سچا خیر خواہ ہو۔
وہ اپنے بھائی کو اس کے عیب پر مطلع کرتا ہے
چنانچہ شعیب نے اپنی قوم کو ان کے نقص بتلائے۔
برتن وہاں سے ٹکرایا جاتا ہے جہاں
کمزوری کا شبہ ہو۔ اسی طرح مومن کو ابتلاء
اسی بات میں آتا ہے جس میں وہ کمزور ہو۔
بعد اصلاحھا۔ اب تو میں (شعیب)
اصلاح کے لئے آچکا۔ اب تو فساد میں تم
معذور نہیں سمجھے جا سکتے۔

پارہ نہم

(رکوع ۱)

اولوکنا کارھین۔ اس آیت سے
ظاہر ہے کہ ایمان جبر و زور سے کبھی نہیں آتا۔
الا ان یشاء اللہ۔ یہ ادب ہے کہ مشیت
الٰہی کو بہر حال مقدم رکھا ہے۔ ایک مولوی نے
حضرت صاحب کو لکھ بھیجا کہ ہم تمہارا مذہب
کسی صورت میں نہ مانیں گے۔ خواہ تم کیا
نشان دکھاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ شعیب کا
قول ہی یاد کر لیتا۔

(رکوع ۲)

حتّٰی عفوا۔ بڑھ گئے آسودگی کے
ساتھ۔ تکبر۔ ظلم۔ تحقیر۔ پانچ گناہ آجاتے ہیں۔
اتقوا۔ مجرموں کو ہلاک ہوتے ہوئے
دیکھ کر گناہوں سے اجتناب کرتے۔
برکٰت من السماء۔ الہامات۔ الہام
کے صدق کا ایک یہ نشان بھی ہے۔ کہ اس
کے ساتھ پہرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فانہ
یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا۔
افامن۔ یہ تو کہتے ہیں کہ خدا غفور رحیم
ہے۔ پر نہیں جانتے کہ وہ شدید العقاب
بھی ہے۔
وھم نائمون۔ ایک سانپ ہے جو
سوئے ہوئے آدمی کو ڈستا ہے۔ پاس جو
ہتھیار ہو اسے ہٹا لیتا ہے۔
وھم یلعبون۔ بس عذاب الٰہی ایسے
ہی لوگوں پر آتا ہے۔ استغفار کرنے والے
ڈرنے والے کو کوئی خطرہ نہیں۔

مکر اللہ۔ تدابیر الٰہی۔

(رکوع ۳)

الارض۔ کسی زمین کے۔

اھلھا۔ ان زمینوں کے مالکوں کے بعد

اولم یھد۔ زمین کے وارث ہونے والوں کو ہدایت آنی چاہیئے۔ کہ جن کی زمین ہم نے لی ہے۔ آخر وہ کسی گناہ ہی میں پکڑے گئے ہیں اور ذلیل ہوئے ہیں۔ اغلب ہے کہ ہم بھی ایسے گناہوں کی سزا میں ذلیل ہوں پس نیکیاں کریں۔

ونطبع علٰے قلوبھم۔ بلکہ گناہوں کی سزا میں یہاں تک نوبت پہنچے کہ دلوں پر مُہر لگ جائے۔ اور پھر کبھی حق بات سننے کے قابل نہ رہو۔ آخر میں ہلاک ہو جاؤ۔

کذالک یطبع۔ نطبع علٰے قلوبھم کی تفسیر فرمائی ہے۔

ثم بعثنا۔ قریب کا تاریخی واقعہ بیان کرتا ہے۔

انی رسول۔ تو تو صرف مصر کا بادشاہ ہے۔ میں تمام عالموں کے بادشاہ بلکہ رب کا فرستادہ ہوں۔

(رکوع ۴)

بیضاء۔ بے عیب۔ جیسے فرمایا۔

الذین ابیضت وجوھھم۔

تلقف۔ تباہ کر دیگا۔

جو لوگ علم النفس۔ علم توجہ۔ مسمریزم۔ اسپریچولزم جانتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ موسٰی اور ان لوگوں نے توجہ خاص سے عصا اور رسیوں کی شکل سانپ کی دکھائی۔ موسٰیؑ کی قوت بڑھ کر تھی۔ اس لئے وہ جیت گیا۔ اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گولیاں آگ پر رکھنے سے سانپ کی شکل بن جاتی ہیں۔ اور سونٹا مارنے سے کچھ بھی نہیں رہتا۔ بعض لوگ اسے استعارے کے رنگ میں پیشگوئی سمجھتے ہیں:۔

میں ایمانی رنگ میں تو بڑھیوں کے ایمان کی طرح بلا دلیل مان لیتا ہوں۔ مگر خصم کے مقابلہ میں قول موجہ کی ضرورت ہے۔ قرآن نے حضرت نبی کریمؐ کو حضرت موسےٰ کا مثیل (انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ وشھد شاھد من بنی اسرائیل) فرمایا ہے۔

پس عصا کے سانپ بن جانے کے بار بار ذکر میں حکمت ہے۔

ان الاسلام لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرہا۔

یہ اسلام مدینہ طیبہ میں اس طرح جمع ہوگا۔ جس طرح سانپ اپنے بل میں۔ پھر مدینہ کے لئے فرمایا ہے۔

مجھے ایک شہر دکھلایا گیا۔ تاکل القریٰ

ایک طرف اسلام کو دشمن کے ہلاک کرنے کے لئے سانپ فرمایا ہے۔ دوسری طرف مدینہ کو سانپ کی جگہ۔ پھر ساحر کے ساتھ علیم کا لفظ موسےٰ کے لئے آیا ہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ساحر کہا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساحر کی علیم سے تفسیر فرمائی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

الساحر۔ الماھر۔ السحر کلما دق ولطف ماخذہ۔ جس کا لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسے ساحر کہہ دیتے ہیں۔ موسیٰ نے جو کچھ پیش کیا..... وہ بے عیب تھا پس مخالفین نے جو کچھ پیش کیا اس کے سامنے وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تلقف ما یأفکون۔

فالقوا۔ انبیاء پہلے حملہ نہیں کرتے۔

اما ان تلقی۔ یہ ساحروں کا ادب ہے۔ جس نے انہیں مومن بنایا۔ حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ الطریقت کلہا ادب۔

دوسرا نکتہ صوفیاء نے یہ لکھا ہے کہ مومن وکافر میں کیا فرق ہے۔ ایک وقت ایسی کمزوری کہ فتحیاب ہو کر پھر بھی مزدوری کے طالب ہیں۔ انعام بھی نہیں کہا۔ دوسرے وقت یہ حالت کہ اسی فرعون کو ڈانٹ دیا۔ اور اس کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اس کی دھمکیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کی بلکہ مال چھوڑ کر جان کی بھی پرواہ نہ رہی۔

(رکوع ۵)

الھتک۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے۔ کہ وہ اپنے معبود کو ایسا کمزور خیال کرتے ہیں۔ کہ موسےٰ اسے موقوف کر سکتا ہے۔ جو قومیں رب العالمین کو چھوڑ کر غیر کی طرف جھکتی ہیں انکی عقل ایسی ہی ماری جاتی ہے۔

بعض ملکوں میں رعایا تو بادشاہ کی پوجا کرنے پر مجبور ہے۔ اور بادشاہ خدا کی اس میں حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ رعایا پر شرک کی وجہ سے ناراض رہے۔ تو وہ ہمیشہ محکوم رہیں۔ اور بادشاہ پر بوجہ توحید راضی رہے تو وہ ہمیشہ حاکم بنا رہے۔

بُت پرستوں سے بدتر وہ ہیں جو بُتوں کو چھوڑ کر نفس کی دیوی کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر ان سے بھی بدتر وہ ہیں۔ جو یہی کہتے رہتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں فلاسفر کا یہ قول ہے۔ حالانکہ فلاسفروں کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوتا۔ مَیں نے ایک فلاسفر کا قول پڑھا ہے۔ کہ وہ اپنے تئیں خدا سے اعلےٰ سمجھتا۔ وہ کہتا..... کہ گلاب کی جڑ سے گلاب کا پھول جو اس کا نتیجہ ہے اچھا ہے:

استعینوا۔ اللہ کی توجہ۔ عنایت۔ اعانت چاہو۔

واصبروا۔ استقلال سے کام کرو۔

قالوا۔ وہ جو سطحی خیالات کے تھے۔

فینظر کیف تعملون۔ ایک جگہ مسلمانوں کو بھی فرماتا ہے۔ کہ تم کو بھی ہم دنیا میں بادشاہ بنائیں گے۔ پھر دیکھیں گے۔ تم کیسا عملدرآمد کرتے ہو۔ لننظر کیف تعملون۔

(رکوع ۱۶)

مَیں نے بارہا سنا ہے۔ کہ مجرموں کی گرفتاری کا جناب الٰہی میں ایک وقت ہوتا ہے۔ ابن لیلی کی کچہری میں ایک شخص کو سزا دی گئی۔ اس نے کہا کہ یہ میرا پہلا جُرم تھا۔ سزا ہلکی دینی چاہیئے تھی۔ آپ نے سزا بڑھا دی۔ وجہ یہ بتائی۔ کہ اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اگر یہ پہلی دفعہ کرتا۔ تو پکڑا کیوں جاتا۔ خدا نے خود فرمایا ہے ویعفوا عن کثیر ولقد اخذنا۔ فرعون کی گرفتاری کا وقت آگیا۔

بالسنین۔ معلوم ہوا کہ قحط سالی اور کمی پیداوار اس لئے ہوتی ہے کہ لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہوں۔ خدا کی قدرتوں سے لوگ ایسے غافل ہیں۔ کہ ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ امریکہ میں ایسی کل نکلی ہے جس سے درخت چلتے آتے ہیں۔ پتھر بولتے ہیں تو وہ مان لیتے ہیں۔ مگر انبیاء کی نسبت ایسی بات سُن کر صاف انکار کر دیتے ہیں۔

یطیّروا بموسیٰ۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہود نے کہا منذ اتانا۔ غلت سوارنا۔ وقلت اسطارنا۔

طائرہ۔ خط۔ حصّہ۔

لتسحرنا۔ دھوکہ دے ہمیں۔

الطوفان۔ بہت سیلاب پانی کا۔ نوحؑ کے قصّہ میں آتا ہے۔ فاخذھم الطوفان وھم ظالمون۔ طوفان موت اور طاعون کو بھی کہتے ہیں۔

الجراد۔ جرد کہتے ہیں چھیل دینے کو۔

القمّل۔ گھن۔ سُوس۔ ٹڈی دل کے چھوٹے بچے۔ چچڑی۔

الدّم۔ نکسیر کا مرض۔ بعض کہتے ہیں پانی گندہ ہو کر سُرخ ہو جاتا ہے۔ یہ معنے بھی صحیح ہیں۔ بحر احمر مشہور ہے۔

بما۔ اس منتر کے ساتھ جو اس نے تجھے سکھایا۔

فاتوا علیٰ قوم۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس واسطے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھتے تو ستر بار استغفار فرماتے۔ موسیٰؑ کی قوم کی درخواست بھی دوسری قوم میں میل جول کی وجہ سے تھی۔ انگریزوں کی قوم اس معاملہ میں بہت ہوشیار ہے۔ وہ ہندوستان میں آئے۔ مگر ہندوستانیوں سے بہت کم میل جول رکھتے ہیں۔ اس طرح

قومی خصائص جاتی رہتی ہیں۔

فضلکم۔ پھر کس قدر بے وقوفی ہے کہ افضل مفضول کی پرستش کرے۔

یستحیون نساءکم۔ مکہ کے بے ایمان فرعون سے بڑھ کر تھے۔ کہ انہوں نے عورتوں کو بھی قتل کیا۔

(رکوع ۷)

اربعین لیلۃً۔ چالیس کے عدد سے انسان کو ایک خاص مناسبت ہے۔ نطفہ چالیس دن میں صورت انسان اختیار کرتا ہے۔ ۴۰ دن کے بعد اس کی ماں تندرست ہوتی ہے۔ چالیس سال پر آدمی کے تمام قوٰے کمال کو پہنچتے ہیں۔ خدا نے موسٰے سے فرمایا۔ روحانی برکات کے حصول کی لئے تیس دن ہماری طرف تبتل تام کرو۔ اور اگر دس دن اور رہو تو یہ درجہ اکمل ہے۔

اخلفنی فی قومی۔ ثابت ہوا کہ جب کوئی بڑا آدمی قوم کا لیڈر مرکز سے جدا ہو تو اپنا ایک خلیفہ مقرر کر کے جائے۔

جعلہ دکّا۔ صوفیاء نے اس مقام پر بحث کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ پہاڑ تو اب بھی برقرار ہے۔ پس وہاں دیدار الٰہی ہوا۔ علماء کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک تجلی ربانی کو نہ برداشت کر سکا۔ اس لئے جب استقر مکانہ پورا نہ ہوا۔ لن ترانی کیونکر پورا ہوتا۔

وکن من الشاکرین۔ قدر کرنیوالوں میں سے ہو۔ یعنی اس پر عمل کرو۔

ساصرف عن اٰیاتی۔ یہ تکبر کی سزا ہے

ولقاء الاٰخرۃ۔ یہ ضروری نہیں کہ منہ سے تکذیب آخرت کی جائے۔ بلکہ کئی ہیں۔ جو اپنے اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ گویا مرنا ہی نہیں۔

(رکوع ۸)

بچہ میں طمع حُبِّ غیر اللہ۔ غضب۔ شہوت پہلے آجاتی ہے۔ اور قوت تمیزہ انبیاء کی تعلیم بعد میں۔ یہ انسان کیلئے بڑی مشکل ہے۔ پھر رسم و عادت و صحبت کا اثر ہے۔ اس لئے خدا کی بات سمجھنے کے لئے فضل الٰہی درکار ہے۔ اور بڑے مجاہدہ کی ضرورت۔ فرعون جس کا تاج بھی گئو مکھی تھا۔ اس کی قوم کے بداثر سے بنی اسرائیل بھی نہ بچے۔ اسی لئے ان میں گاؤپرستی کا خیال رہا۔

حلیہم۔ خود اپنے زیوروں سے۔

لہٗ خوار۔ آجکل کی صناعی کے لحاظ سے یہ قابل تعجب امر نہیں۔

لا یکلمہم۔ برہمو۔ نیچری۔ فلاسفرانہ طبیعت کے لوگ بلکہ عامہ علماء غور کریں۔ یہاں معبودیت کی تردید اسی دلیل سے کی ہے کہ لا یکلمہم۔ پس وہ خدا کیونکر معبود ہو۔ جو کلام نہیں کرتا۔

لا یھدیھم سبیلاً۔ کلام کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ کوئی عمدہ راہ دکھلائے۔

سقط فی ایدیھم۔ اس کے معنے ہیں "ندامت ہوئی"۔

غضبان اسفاً۔ دیکھا انبیاء علیہم السلام شرک سے کیسے بیزار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اصول کی طرف پہلے توجہ کرتے ہیں۔ ٹمپرنس سوسائٹیاں۔ ہمدردی حیوانات کی سوسائٹیاں اسی لئے کامیاب نہیں ہوتیں کہ فروع کی طرف توجہ کرتی ہے۔

اعجلتم امر ربکم۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے جانے کا دن نہ گنا تھا۔ اس لئے قوم کو سامری نے دھوکہ دیا۔ کہ وہ وعدہ مقررہ پر نہیں آئے۔ خدا بچھڑے میں آگیا۔

القی۔ رکھ دیں۔

ابن ام۔ ماں میں ایک خاص قسم کی محبت ہوتی ہے۔ پیار کے لئے اس کی طرف منسوب کیا۔

قال رب اغفر لی۔ انبیاء قدم قدم پر دعا کرتے ہیں۔ اس زمانہ کے لوگوں کی طرح غافل نہیں ہوتے۔

(رکوع ۹)

اس رکوع میں دو باتیں ہیں کہ انسان ذلیل کس طرح ہوتا ہے۔ اور مظفر و منصور کس طرح۔ کوئی انسان فطرتاً ذلت کو نہیں چاہتا۔ اور عزت کو بہر حال چاہتا ہے۔ ذلت کے وجوہ بیان کئے ہیں۔ فرمایا ان الذین اتخذوا العجل۔

ذلت کی جڑ شرک وافترا ہے۔ اور اس سے نکلنے کا اصل رجوع الی اللہ بذریعہ ایمان و استغفار ہے۔

واختار موسٰی۔ اس پر موسٰی کی قوم نے کہا ہم کس طرح یقین کریں یہ باتیں خدا نے کہی ہیں۔ آپنے ۷۰ آدمیوں کو منتخب کیا۔

اخذتھم الرجفۃ۔ وہ آتش فشاں پہاڑ تھا۔ زلزلہ آیا۔ توجہ الی اللہ کے لئے تھا وہ ڈرے اور کہا کہ ہم بلکہ ہماری اولاد خدا کی آواز کبھی نہیں سننا چاہتے۔ اسی بے ادبی کا نتیجہ تھا۔ کہ موسٰے ایسا پیغمبر پھر ان میں سے پیدا نہ ہوا۔ بلکہ ان کے بھائیوں میں پیدا ہونے کی بشارت ملی۔

فتنتک۔ بھلے کو برے سے الگ کرنا۔

فساکتبھا۔ اب یہ انعام کسی اور قوم کو ملے گا۔

یؤتون الزکوٰۃ۔ سچی پاکیزگی اپنے نفس کو مزکی و مطہر کر دینا۔

والانجیل۔ ایک اعمال ۳ باب ۲۱-۲۲ آئت میں۔ متی ۱۳ باب ۱۳ آئت یوحنا ۱ باب ۲۲ آئت۔

یامرھم بالمعروف۔ ایک پہچان پیشگوئی

سے ہوتی ہے۔ دوسری تعلیم سے۔ چنانچہ اس
کے اصول بیان فرمائے۔

اصرہم۔ بڑے عظیم الشان معاہدے
کی خلاف ورزی سے جو عذاب آتا ہے وہ
نبی کریمؐ کی متابعت سے ٹل گیا۔

(رکوع ۱۰)

وکلمتہ۔ اب تو قرآن گویا قسم کے
لئے رکھا ہے۔ یا عمل حُبّ و بُغض وحصول
رزق کے لئے افسوس جو قرآن حب لغیر اللہ
کو چھوڑ واکر الحب للہ کے لئے آیا۔ اس سے
یہ امید رکھی جاوے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے جو میرا پیر
بھائی تھا۔ مجھے ایک عمل لکھ بھیجا کہ اسے
پڑھنے سے ڈیڑھ سو روپیہ آمدنی ہوجائیگی
جو میں نے کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ عرض حال
پر اس نے مجھے لکھا ؎

بمطلب ے رسد جویائے کام آہستہ آہستہ
زورہ یا بیکشد صیاد دام آہستہ آہستہ

اس کے بعد جب میں نے وہ عمل کیا اور
اپنی اوسط آمدنی کی نکالی۔ تو سچ مچ ڈیڑھ
سو نکلی۔ مگر معاً میرے دل میں آیا۔ یہ اس
عمل کا نتیجہ ہے یا طبابت کا۔ اس بات کو
صاف کرنے کے لئے میں نے ارادہ کیا
کہ پہلے صرف طبابت کرتا ہوں۔ پھر دوسرے
مہینے طبابت چھوڑ کر صرف یہ عمل کروں گا۔
پھر دیکھوں گا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ کا خاص
فضل ہے اس نے میری ہدایت کا سامان
بہم پہنچایا۔ اس مہینے مجھے طبابت سے ۱۲۰۰
روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ اس عمل کو میں نے
اپنے خسارے کا موجب جانا اس لئے چھوڑ
دیا۔ کچھ مدت بعد وہی عمل بتلانے والا آیا۔
جس نے آخر مجھ سے استدعا کی۔ کہ مہاراج
کے پاس مجھے ساٹھ روپے کا دعا گوہی بنوادو۔
حتے کہ پندرہ روپے پر راضی ہوگیا۔ جس سے
صاف کھل گیا کہ یہ فرقہ کیسا ذلیل ہے۔
اور یہ راہ منعم علیہم کی نہیں۔

من طیبٰت ما رزقنٰکم۔ سلطنت
سے جو مال ملتا ہے۔ غنیمت کا مال بڑا طیب
ہوتا ہے؛

حطۃ۔ استغفار جس کا نتیجہ نغفر لکم
خطیئٰتکم ہے۔

سُجّدًا۔ فرمانبرداری جس کا نتیجہ سنزید
المحسنین ہوگا؛

من السماء۔ اٹل۔

(رکوع ۱۱)

یہودیوں۔ عیسائیوں کی باتیں مسلمانوں
کی نصیحت کے لئے ہیں۔

عن القریۃ۔ (۱) یاردن کے کنارے
یروشلم (۲) دوسرے معنے یہ کہ لوگوں کے
اجتماع سے جو فرعون کے غرق ہونے وقت تھے

فی السبت۔ سبت کے معنے آرام کے
بھی ہیں۔ جس کو ذرا آرام ملا۔ حد سے گزرنا
شروع کر دیا۔ ؎

نفس ہر کس کمتر از فرعون نیست
لیکن او را عون ما را عون است

دوسرے معنے سبت کے ہفتہ کے
ہیں۔ یہود کو اس دن شکار کی ممانعت تھی
جیسے مسلمانوں میں جمعہ ہے۔

نبلوھم۔ مخلصوں اور شریروں کا اظہار کرتے
نسوا۔ چھوڑ دیا انہوں نے۔

(ارکوع ۱۱-۱۲)

واشہدھم۔ ہر ایک لڑکے کو جب
ہوش آتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ پر گواہ ہوتا
ہے۔ کہ میں اپنا رب نہیں ہوں۔ بلکہ ایک
اور مدبر بالارادہ ہستی ہے۔

میں تو اپنے آپ سے یہ سوال کر کے
اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ میرا رب وہی
ہے جو رب العالمین ہے۔ ایک شخص نے
کیا ہی عمدہ دلیل دی ہے۔ البعرۃ تدل
علی البعیر۔ واثر القدام علی المسیر۔
اما تقول ان الارض والسموات تدل
علی العلیم القدیر۔

آتینہ ایتنا۔ کچھ کتاب دی۔

فانسلخ منہا۔ اس پر عمل نہ کیا الگ
ہو گیا۔

لرفعنہ بہا۔ اس کو بہت ترقی دیتے۔
در مسلخ عشق جز ایں نہ کشند۔

مسلخ کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں جانوروں
کی کھال اتاری جائے۔

تحمل علیہ۔ دھتکارنے کا پتھر اٹھاؤ۔
او تترکہ یلھث۔ یعنی بہر دو حال بے آرام ہے۔

وللہ الاسماء الحسنیٰ۔ جس قسم کا
عیب اور نقصان انسان میں ہو اسی کے
مقابل خدا کے نام سے دعا کرے۔

(رکوع ۱۳)

فی ملکوت السموات۔ غور کریں کیا
کوئی آسمانی بادشاہت۔ کلام الٰہی کے نزول
کا اس سے پہلے مدعی تھا۔ پھر تم اگلی آسمانی
کتب سے موازنہ کر لو۔ کہ یہ سلسلہ منہاج
نبوت پر ہے یا نہیں۔

والارض۔ پھر زمین والے گواہی دے
سکتے ہیں۔ کہ میرا کیرکٹر کیسا ہے۔ اور میرے
پیرو کیسے ہیں۔

وان عسیٰ ان یکون قد اقترب
اجلہم۔ آسمان میں ایک وقت خاموشی
ہوتی ہے۔ دوسرے وقت بجلی کا کوندنا۔
بادل کا گرجنا۔ اسی طرح زمین کا حال ہے
ایک وقت سیلاب۔ دوسرے وقت مطلع
صاف۔ پس یہ الہاموں کا زور یہ مذہبوں
کا آپس میں مباحثے ضرور ایک مفید نتیجہ

رکھتے ہیں۔ یہ جھگڑے خود گواہ ہیں اِس بات کے کہ دنیا میں امن عامہ آنیوالا ہے

من یضلل۔ یہ نتیجہ ہے انسان کی اپنی اختیار کردہ ضلالت کا۔ دو خط جب زاویہ پیدا کرینگے۔ تو جوں جوں بڑھینگے فاصلہ بھی بڑھتا جاویگا۔

عن الساعۃ۔ تیری کامیابی اور دشمنوں کی تباہی کا وقت ہے۔

ثقلت فی السمٰوات والارض۔ کیا کبھی کسی نے سُنا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کی تمام قوم اور تمام ملک سب کے سب مسلمان ہو گئے ہوں اس واسطے یہ عظیم بات ہے۔

ان انا الا نذیر و بشیر۔ ہاں یہ بات ہے کہ حق کے دشمنوں کے لئے ڈرانیوالا ہوں۔

(رکوع ۱۴)

شرک بڑی بلا ہے۔ اس سے قوموں میں تفرقہ پڑتا ہے۔ مشرک کبھی سچے علوم کا وارث نہیں ہوتا۔ یہ سورۃ اب ختم ہوتی ہے۔ اس لئے اخیر میں پھر رسالت مآب کی تعلیم کا خلاصہ بیان کر دیا ہے جو توحید ہے۔

من نفس واحدۃ۔ ہر ایک شخص ایک آدمی کا نطفہ ہوتا ہے۔

منہا۔ اسی کی قسم کا۔ یہ ظاہر ہے آدم زاد کے حیوانات سے نکاح نہیں ہوتے۔ گدھی۔ بکری۔ لومڑی سے اولاد نہیں ہوسکتے۔

لیسکن الیہا۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ عورت ذات بوجہ اپنی کم علمی۔ ناتجربہ کاری کے بہت ہی قابل رحم وقابل مہربانی ہے۔ جن کے گھر میں آرام ہو اور بیوی ہو وہ بہت آرام پاتے ہیں۔ شہوت کے بد استعمال میں کم گرفتار ہوتے ہیں۔

جعلا لہ شرکاء۔ کئی ایسے لوگ ہیں۔ جن کا یہ حال ہے۔

لایستطیعون لہم نصرًا۔ وہ ان مشرکان عرب کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔

ولا انفسہم۔ ان کی اپنی بھی خیر نہیں۔ چنانچہ سب توڑے گئے۔ قطب شمالی یا جنوبی کی دریافت کوئی بڑا کام نہیں۔ کام تو یہ بے نظیر ہے کہ آپ نے تمام عرب میں وحدت و یکجہتی کی روح پھونک دی۔ اور انہیں حیوان سے با اخلاق باخدا انسان بنا دیا۔ کوئی ہے؟ جو اسکی نظیر دکھائے۔

ثم کیدون۔ مجھ سے سب ملکر جنگ کرو۔ اور مہلت بھی نہ دو۔ یہ جرأت راستباز نبی کے سوا کسی میں نہیں ہوسکتی۔

وھو یتولی الصالحین۔ خدا کی تولی کی علامت یہ ہے۔ کہ انسان دن بدن

ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتا ہے۔
فاتحین۔ مورخ۔ سائنس دان سب
قرآن کی مخالفت میں کمر بستہ ہیں۔ اور مسلمان خفتہ۔
لعلکم ترحمون۔ اس سے ظاہر ہے
کہ یہاں مومن مخاطب نہیں۔ کیونکہ ان کے
لئے ورحمۃ فرما چکا۔ مگر لوگ ہیں کہ الحمد امام
کے پیچھے نہ پڑھنے کا جھگڑا لے بیٹھتے ہیں
اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ یہاں مومن مخاطب نہیں۔
پھر دور کی صف میں کھڑا ہوا تو سُن ہی نہیں
سکتا۔ پھر ظہر و عصر کی نمازوں میں تو جہری
قرأت نہیں ہوتی۔ پس خلف الامام الحمد
پڑھنے سے کیوں منع کرتے ہیں۔
ولہ یسجدون۔ اللہ کے فرمانبردار ہوتے ہیں

(رکوع ۱۵)

سورۂ نساء، مائدہ۔ انسان کو تمدن
و معاشرت سکھلاتی ہیں۔ سورۂ اعراف۔
انفال۔ رسول علیہ السلام کی نبوۃ کو ثابت
کرتی ہیں۔...... ایک علمی بحث نبوت ہوتی
ہے۔ جس سے عامۃ الناس فائدہ نہیں اٹھا
سکتے۔ یہ عالی دماغ لوگوں کے متعلق ہے۔
یسئلونک عن الانفال۔ تین لفظ
ہیں۔ فئے۔ غنیمت۔ نفل۔ فئے۔ جس مال پر
مسلمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو۔ جیسے
کہ سورۂ حشر میں۔ فما اوجفتم علیہ من
خیل ولا رکاب۔ نفل وہ مال جو خرچ کے
بالمقابل زیادہ ملا ہو۔
غنیمت۔ اس لفظ کے معنوں میں عام
لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ جیسے صاحبزادہ
اور حضرت گندے معنوں میں لئے جاتے
ہیں۔ اسی غنیمت کے معنے لوٹ کے مال
کے لئے ہیں۔
عربی زبان میں غنیمت کہتے ہیں مطلق
حصول مال کو۔
عرب میں کسی کو رخصت کرتے ہیں تو
کہتے ہیں سالماً غانماً۔
واصلحوا ذات بینکم۔ ہر آدمی کا
وہ تعلق جو دوسرے سے ہے۔ اس میں
سنوار پیدا کرو۔
کما۔ ک معنے کیوں۔
لکرھون۔ السابقون الاولون
خدا کے حکم سے کراہت کریں۔ ہرگز نہیں اس
کے معنے ہیں مشکل سمجھنے والے۔ جیسے کتب
علیکم القتال وھو کرہ لکم حملتہ
امہ کرھا ووضعتہ کرھا۔ حمل سے
کوئی شریف عورت کراہت نہیں رکھتی۔
وھم ینظرون۔ کفار دیکھ رہے
ہیں کہ مرنے کا مقام ہے۔
صحابہ کرام کی ہرگز یہ حالت نہ تھی۔
کہ وہ میدان جنگ میں جانے سے ڈرتے
اور ان کی حالت یساقون الی الموت

ہوتی ۔انہوں نے تو کہا۔ لا نقول لك كما قلت بنو اسرائیل لموسٰی اذهب انت وربك الاٰیة۔

تستغیثون۔ پانی پر کفار قبضہ کر چکے تھے۔ اس لئے مومنوں نے بادل مانگا

(رکوع ۱۶)

جنگوں میں بھی اور عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ بیٹھے بیٹھے دل کو غیر معلوم وجہ سے خوشی یا غم پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی دن یا تو خوشی کی خبر آتی یا غم کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو آئندہ واقعات سے ایک تعلق ہے۔ اسی قانون کے ماتحت فوجی آدمی کو نیند آجائے۔ تو یہ اس بات کی فال سمجھی جاتی ہے۔ کہ ضرور ہماری فتح ہوگی۔ گویا اس طرز پر روح کو اللہ تعالیٰ ایک باریک علم عطا کرتا ہے۔ اسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ اذ یغشیکم النعاس امنةً وینزل علیکم من السماء ماءً پانی پر کفار کا تسلط تھا۔ اس پانی کی تکلیف کے رفع کو بطور احسان فرمایا۔

لیطهركم به۔ تاکہ تمہارے دلدر دور ہو جاویں۔

اذ یوحی ربك الی الملائكة۔ ملائکہ کا فعل پاک بندوں پر ظہور پکڑتا ہے جیسا کہ خدا کا فعل فرشتوں پر ظہور کا فعل پکڑتا ہے۔

فرشتوں کا انکار تین قوموں نے کیا ہے۔ دہریہ۔ برہمو۔ نیچری۔ حالانکہ جس طرح اللہ پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح ملائکہ پر۔

شدید العقاب۔ عقاب سے ظاہر ہے کہ پہلے انسان جرم کرتا ہے۔ پھر اس کو سزا ملتی ہے۔

فلا تولوهم الادبار۔ اس وقت بھی مذاہب میں ایک بڑی جنگ ہو رہی ہے۔ اور وہ دلائل کی جنگ ہے اعتراضوں کے جواب دینے کی جنگ ہے۔ نیک نمونہ دکھانے کا دن ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ مخالفوں کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیریں۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو بہت سی روحیں قبول حق کے لئے تیار ہیں۔

اذ رمیت۔ ہتھیار پھینکا تو نے۔

ان تستفتحوا۔ یہ کفار کو خطاب ہے۔

(رکوع ۱۷)

کھانا جو حفظ حیات و حفظ طاقت کے لئے ہے۔ اس میں بھی طبائع مختلف ہیں۔ کسی کے لئے ادنےٰ سا کھانا بہت اعلےٰ۔ اور کسی کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ کھانا مضر ہوتا ہے۔ یہی حال لباس کا ہے بعض صرف لنگوٹ باندھتے ہیں۔ بعض ضرورت کے مطابق۔ بعض بہت سے کپڑے پہنتے ہیں۔

پھر اس میں قسم قسم کے اختراع کئے ہیں۔ اور ہر وقت فیشن کی دھن میں کتر بیونت کرتے رہتے ہیں۔ یہی اولاد کے اخراجات کا یہی مکانات کا۔ یہی کتب کا۔ یعنی ایک درجہ ضرورت ایک حد سے بڑھ کر فضولی۔

دوسری بات۔ عجائبات قدرت اور اللہ کے انعاموں کے مطالعہ سے فرمانبرداری کا مادہ بڑھتا ہے۔ اس رکوع میں ان باتوں کا ذکر آتا ہے۔

لما یحییکم۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہے۔ کل کم عاد الا من کسوتہ وکل کم ضال الا من ھدیتہ۔

یحول بین المرء وقلبہ۔ کبھی اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان روک ڈال دیتا ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ تحریک ملک پر عمل نہیں کیا۔ جو وقت نیکی کرنے کا تھا اس میں نیکی نہیں کی۔

لاتصیبن الذین ظلموا۔ جب مصیبت آجائے۔ تو سب لپیٹے جاتے ہیں۔ عیسٰی بدین خود موسٰی بدین خود کا اصل غلط ہے۔ وامر بالمعروف کو مت چھوڑو۔ ورنہ بدی کی وجہ سے عذاب آنے پر سب کو ملوث ہونا پڑیگا۔

مستضعفون۔ یہ اس بات کا جواب ہے کہ کمزوری تبلیغ سے مانع نہیں۔

فتنۃ۔ کٹھالی پر چڑھانا۔ اولاد اور اموال سے آدمی کے ایمان کا امتحان ہو جاتا ہے۔ اور وہ خالص کیا جاتا ہے۔

(رکوع ۱۸)

ایک روحانی طب بھی ہے۔ جس میں بخل حسد۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا وغیرہ روحانی امراض کے علاج ہیں۔

یجعل لکم فرقانا۔ ہر ایک شخص ممیز کامیابی چاہتا ہے۔ اسے فرقان کہتے ہیں۔ موسٰی کو یہ فرقان حاصل ہوا۔ اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون۔ دشمن ہلاک ہوا وہ بھی آنکھوں کے سامنے۔ اس سے بڑھ کر کامیابی ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ جن کا فرعون خشکی میں غرق ہوا۔ یہ موقوف ہے تقوٰی پر۔

ویکفر عنکم سیٔاتکم۔ انسان کا دل نہیں چاہتا کہ اس کی کمزوری اس کا گناہ کسی پر ظاہر ہو۔ چنانچہ ایک خوردسال بچہ بھی کسی بات کے برا ہونے کا علم حاصل کر کے پھر اپنی طرف اس کا...... منسوب ہونا پسند نہیں کرتا۔

انسان کی روح چار باتیں چاہتی ہے۔ دشمن کا ہلاک۔ گناہوں کی معافی۔ اپنی ترقی۔ فضل۔ ان چاروں کے حصول کا گر تقوٰی بنایا ہے۔ کیا یہ نسخہ مجرب ہے۔ ضرور۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

کرام کے حالات سے ظاہر ہے۔ دنیا کے
تمام بادشاہوں کے نام عموماً بے ادبی سے
لئے جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کا نام بھی ادب
سے لیا جاتا ہے۔

واذ یمکر بك۔ متقی کو تمام مشکلات
سے مخلصی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے چنانچہ
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ پیش کرتا ہے۔

خیر الماکرین۔ تدبیر کرنے والوں میں
تو خیر و برکت والا تو خدا ہی ہے۔

الا اساطیر الاولین۔ اس زمانہ
میں بھی ایسا کہنے والے موجود ہیں۔ دہرسیال
نے ایک رسالہ اس نام کا لکھا ہے۔

فامطر علینا۔ شقی لوگوں کی یہی علامت
ہے۔ کہ وہ کسی کے حق ہونیکا ثبوت اسی میں
مانگتے ہیں۔ ابوجہل نے بھی یہ دعا کی تھی۔

ان اولیاءہ الا المتقون۔ یہ پیشگوئی
تھی۔ جو پوری ہوگئی۔ خانہ کعبہ کے متولی۔ نبی
کریمؐ اور ان کی جماعت ہوئی۔

(رکوع ۱۹)

ان ینتھوا یغفر لھم۔ مغفرت کی
شرط ہے۔ کہ جن بدیوں میں گرفتار ہیں ان کو
چھوڑ دیں۔

حتی لا تکون فتنہ۔ یہ لڑائی کی
غرض بتائی۔ کہ فساد نہ رہے۔

ویکون الدین کلہ للہ۔ یعنی جو عقیدہ
دل میں ہو وہی ظاہر کر سکیں۔ سب دین اللہ
کے لئے ہو جائے۔ مومن کے لئے کوئی
خوف مذہبی معتقدات و اعمال کا نہ ہے۔

پارہ دھم ۱۰

(رکوع ۱)

انما غنمتم۔ جو مال تم جنگ میں حاصل
کرو۔ شرعی جائز طور پر۔

یوم الفرقان۔ پہلے فرمایا تھا۔ ان
تتقوا اللہ یجعلکم فرقاناً۔ اب یہاں
اس کا حصول یاد کرایا ہے۔

عن بینۃ۔ حجت ملزمہ کے ساتھ۔

یریکھم اللہ فی منامك۔ امام حسن
بصری نے منام کے معنے آنکھ کے کئے ہیں
کیونکہ منام کے معنے نیند کی جگہ کے ہیں۔
جو آنکھ ہے۔ یہی معنے دلچسپ ہیں۔ ایک
سوال کسی نے کیا تھا۔ کہ بعض واقعات
الہامات کے خلاف کیوں معلوم ہوتے ہیں
میں نے یہ آیت یاد دلائی فی اعینکم قلیلاً۔

(رکوع ۲)

تفلحون۔ مظفر و منصور ہونیکا گر بتایا
کہ ثابت قدم رہو اور اللہ کے حضور دعا
بہت کرو۔ یہ واذکروا اللہ کثیراً
کے معنے ہیں۔

ایک دفعہ مجھ سے بھیرہ میں اولیاء اللہ سے پکار کر دعائیں مانگنے کے عدم جواز میں مباحثہ ہوا۔ مخالفین نے یہ بات مان لی کہ ہم زمانہ سلف کے کسی بزرگ کا قول مان لیں گے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر میں مجھے وتبتل الیہ تبتیلاً کے نیچے یہ مل گیا۔ کہ مسلمانوں میں جو اپنے پیروں کے حق میں علم غیب کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ مشرک ہیں۔ وہاں بڑے مکار مولوی جمع تھے۔ ایک نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا کہ بچہ کیوں گھبراتے ہو۔ ہم تمہارے دشمن نہیں۔ گویا وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں گھبراہٹ کی حالت میں سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ دوسرے سے میں نے کہا تم ہی یہ عبارت پڑھ دو۔ وہ کھڑا ہو کر رونے لگا۔ اور کہا کہ تفسیروں میں بھی تحریف ہو گئی۔ یہ لفظ پیران ہے۔ جس سے مراد ہے کہ ہنومان وغیرہ سے دعا نہ کریں۔ گویا میری دلیل کو اپنی فریب سے مشتبہ کر دیا۔ اس وقت میں نے دعا کی اور ثابت قدم رہا۔ آخر میری فتح ہوئی۔

(رکوع ۳)

لوگ اپنے دوستوں۔ حاکموں محسنوں کا لحاظ تو کرتے ہیں مگر اللہ جل شانہٗ کی عظمت وجبروت کا کچھ لحاظ نہیں کرتے اس کی نافرمانی کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انہم لا یعجزون۔

واعدوا لھم ما استطعتم۔ اب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مخالف کے مقابل دلائل وبراہین کے ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) دل یقین سے لبریز ہو۔ ایمان پکا ہو متزلزل نہ ہو۔ (۲) دشمن کے حالات اور اس کی گھاتوں کی خبر نہ ہو۔ (۳) دلائل مضبوط۔ قول موجہ جانتا ہو۔ (۴) اللہ پر بھروسہ اور اسے دعا اور اسی کے لئے مباحثہ ہو۔ جس میں یہ باتیں نہ ہوں وہ ایسے لوگوں کو مدد دیں۔ غرض دو قسم کے لوگ ہوئے ایک وہ جو مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دوم وہ جو مالی مدد دے سکتے ہیں۔ ان کو ارشاد فرماتا ہے۔ وما تنفقوا من شیءٍ فی سبیل اللہ یوف الیکم۔

ان یخدعوک۔ یہ لوگ چندہ دینے سے مضائقہ کریں۔ تجھے چھوڑ دیں۔ تو اللہ بس ہے؛

(رکوع ۵)

حرّض۔ ایک ہوتا ہے حثّ یہ نرم لفظ ہوتا ہے۔ اس کے معنے ہیں ترغیب دوسرا لفظ ہے۔ حضّ۔ تیسرا لفظ ہے۔ حفّ چوتھا لفظ حرّض ہے۔ جس میں ان تینوں کے

علاوہ اور ادر بھی ہے۔ اس کا ترجمہ اُردو
یا پنجابی کا تنہا لفظ برداشت نہیں کر سکتا۔
المومنین۔ کو اس لئے کہا ہے کہ مومن
ہمیشہ اللہ کو اپنا کارساز سمجھتا ہے۔ اور
اسی پر ہر حال میں بھروسہ کرتا ہے۔
صوفیوں میں ایک بحث ہے کہ تفویض
اعلےٰ ہے یا توکیل۔ بعض کہتے ہیں کہ تفویض
اعلےٰ ہے کیونکہ اسمیں سب کچھ سپرد کر دیا جاتا ہے
قوم لا یفقہون۔ کفار کا اللہ پر بھروسہ
نہیں ہوتا۔ اللہ سے دعا نہیں کرتے۔ اللہ
کی کتاب کے ساتھ تمسک نہیں۔ ان سے
اللہ کے کسی بندے کی تائید و نصرت نہیں
ہوتی۔ اس لئے وہ لا یفقہون ہیں۔
ان فیکم ضعفا۔ موجودہ حالات
ہیں۔ چونکہ تم روحانی ترقیات کے لئے اعلےٰ
مدارج پر نہیں پہنچے۔ جنگ کا تجربہ نہیں
اس لئے ایک دو کے مقابلہ میں فتحیاب
ہوگے۔ مومن ہر روز ایک ترقی کرتا ہے۔

(رکوع ۶)

اولئک بعضہم اولیاء بعض
ایک دوسرے کے سچے دوست۔

(رکوع ۷)

یہ سورۃ توبہ الگ سورۃ نہیں ہے بلکہ
انفال کا ایک حصہ ہے۔ یہ ایک بے سود
بحث ہے۔ کہ اس میں بسم اللہ کیوں نہیں
ہے۔ ہاں اس ٹکڑے کے علیحدہ کرنے میں
ایک میں ایک غرض تھی۔ مکہ کی فتح کے بعد
ابوبکرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام
کے لئے بھیجا تھا۔ اس کے بعد انہی آیتوں
کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھیجا۔ یہ ایک اعلان
جنگ تھا۔ جو بطور یادگار کے علیحدہ رکھا
گیا۔ اس اعلان جنگ میں وجوہات بیان
کئے جاتے ہیں۔ جن کی بناء پر جنگ .....
کیا جائے ؛
براءۃ۔ بیزاری کا اظہار ہے۔ اللہ
اور اس کے رسول کی طرف سے۔
عاھدتم من المشرکین۔ عہد کیا پھر
توڑ دیا (اس کا ذکر آگے آتا ہے)
مخزی الکفرین۔ نبی کریمؐ نے ۱۳ برس
وعظ کیا۔ بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ ۱۳
برس کے بعد مدینے میں آئے۔ یہاں بھی
آٹھ برس کفار کا باوجود نیک سلوک کرنے
کے بھی بدسلوک رہا۔ اب اکیس ۲۱ برس کے
بعد کہا جاتا ہے۔ اگر توبہ کرو۔ تو بہتر ورنہ
عذاب الیم آتا ہے۔
الا الذین عاھدتم۔ اس سے معلوم
ہوا۔ کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں
نے معاہدہ میں نقض کیا۔
الاشھر الحرام۔ یہ چار مہینے وہ ہیں
جن کے اندر اپنا اپنا انتظام کر لینے کا نوٹس

دیا جا چکا تھا۔
فان تابوا۔ دیکھئے کس قدر نرمی ہے
کہ عین جنگ میں جو توبہ کرے اسے بھی چھوڑ
دو اور جو پناہ مانگے اسے پناہ دو۔ پھر شریر
کہتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔

(رکوع ۸)

نقض عہد بہت بڑی بات ہے۔ قرآن
شریف کے تیسرے رکوع ہی میں ہے وما
یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون
عہد اللہ۔ میں بھی لوگوں کے عہد لیتا
ہوں۔ عہد کے بعد میں کانپ جاتا ہوں
اور کہتا ہوں کہ اس سے کوئی معاہدہ نہ لوں
تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس میں نفاق آجائے۔ میں
تمہیں معاہدہ پر قائم رہنے کی سخت تاکید
کرتا ہوں۔ موت کے وقت یہ اولاد یہ دولت
یہ جتھے کبھی کام نہیں آتے۔ پس خدا سے
اپنا معاملہ صاف رکھو۔
فما استقاموا لکم۔ جب وہ قائم رہیں۔
المتقین۔ معاہدہ پر پکے رہنے والے۔
ان یظہروا علیکم۔ تمہارے مقابلہ
میں اگر کوئی بھی ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے
والا ہو۔
الّا۔ اِل کے معنے ہیں۔ اللہ۔ قسم کھانا۔
قرابت۔ ماں کے لحاظ سے۔ قرابت۔ باپ
کی طرف سے۔ قرابت یا بیوی بہن کی طرف
سے قرابت۔

فاسقون۔ فاسق کے معنے قرآن نے
کئے ہیں۔ ینقضون عہد اللہ۔
لعلہم ینتہون۔ اس لئے نہیں کہ
تمہارے ہمخیال ہو جاویں۔ بلکہ یہ کہ بدی
سے باز آجاویں۔ یہ غرض نہیں کہ سارا جہان
مسلمان ہو جاوے۔ بلکہ صرف یہ کہ فتنہ اٹھ
جائے۔ اور دین اللہ کے لئے ہو جاوے۔
یشف۔ وہ جو تمہیں مقابلہ سے درد
دُکھ پہونچا ہے اس کو دور کر دیگا۔
جاھدوا منکم۔ دین میں آدمیوں
کی کثرت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں
کی جن میں استقلال۔ راستبازی۔ عاقبت
اندیشی۔ ہمت بلندی ہو۔
ولیجہ۔ ولی دوستی والا۔
خبیر بما تعملون۔ بدیوں سے رُکنے
کے لئے اس آیت کا مطالعہ بہت ضروری
ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے۔
ہمارے ہر کام سے باخبر ہے۔

(رکوع ۹)

خدا تعالیٰ نے ہمارے تمام اقوال افعال
بلکہ دنیا کی تمام اشیاء میں مراتب رکھے ہیں
مراتب کو نگاہ رکھنا بڑا ضروری ہے۔ دُنیا
میں نیکیاں ہیں۔ پھر ان سے بڑھ کر اور
پھر ان سے بڑھ کر اور مثلاً فرمایا۔ کہ رستے
میں کوئی کانٹا یا دُکھ دینے والی کوئی چیز ہو۔

تو اس کو الگ کر دو۔ یہ ادنیٰ نیکی ہے صوفیوں
کے نزدیک اماطۃ الاذیٰ سے مراد رذائل
ہیں جو خدا تک پہنچنے میں روک ہو جاتے
ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ایمان باللہ والرسو
ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگ
چھوٹی چیز کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور بڑی
کا خیال نہیں رکھتے۔ مثلاً تہجد کیلئے اٹھیں گے
خواہ صبح کی نماز قضا ہی ہو جاوے اس حفظ
مراتب نہ کرنے سے نقصان پہنچتا ہے۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس
مسئلہ کو خوب کھولا ہے۔ مکہ والوں نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض
کیا اور ایک یہودی سے کہا کہ دیکھو ہم
حجاج کی خدمت کرتے ہیں۔ اور مسجد حرام
کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہم محمدیوں
سے اچھے نہیں جنھوں نے آکر پھوٹ ڈالدی
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کے مقابلہ میں
ان مشرکین کے چھوٹے چھوٹے کام کچھ بھی نہیں

یبشرھم ربھم۔ اس سے پہلے
اعظم درجۃ بھی ایک دعویٰ تھا۔ اس کا
ثبوت دیتا ہے کہ انہیں جنت اور ابدی نعمتیں
ملیں گی۔ پھر کامیاب ہوں گے۔ اور یہ پانی
پلانے پر نازاں خائب و خاسر رہیں گے۔

(رکوع ۱۰)

دنیا میں جس قدر کام ہیں دین کے ہوں
یا دنیا کے ہر ایک کام کے لئے ایک ایک
سبب ہوتا ہے۔ اب جو لوگ صرف اس
بات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ جب ناکام ہوتا
ہے۔ ان کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ مگر جن کا بھروسہ
اللہ پر ہوتا ہے وہ ہمت نہیں ہارتے۔ اسی
لئے مومن ایک دعا نماز میں پڑھتا رہتا ہے
جو بقول ایک امام کے واجب ہے اللّٰھم
انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک
من العجز والکسل۔ جب مومن کا اللہ پر بھروسہ
کم ہو تو اسے متنبہ کرنے کے لئے کسی امر میں
بظاہر ناکام رکھتا ہے۔ تا وہ اپنی ایمانی حالت
کو درست کر لیں۔

ہوازن حنین کے مقابلہ کے وقت
صحابہ بارہ ہزار آدمی تھے۔ اس وقت
مسلمانوں کے دلوں میں گھمنڈ آگیا۔ کہ اب
ہم ضرور کامیاب ہونگے۔ یہ ایک عجب تھا۔
اس لئے حنین میں پہلے ناکامی ہوئی۔ جس
طرح لاہور کی فتح کے بعد انگریزوں سے
چیلیاں موجیاں وغیرہ پر جنگ ہوئی تھی
اور وہ سکھوں کی مذبوحی حرکت تھی۔ اسی
طرح مکہ کی فتح کے بعد چند بھگوڑے [illegible]
ادھر جمع ہو کر حنین میں مقابلہ پر آئے۔
اعجبتکم۔ عجب میں ڈالا کہ ہمارا جتھا
ہمارا فہم۔ ہمارا زور بہت زیادہ ہے۔
علیٰ رسولہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی خچر کی باگ ان سواروں کی طرح پھیر دی اور کہا۔ انا النبی ولاکذب۔

انما المشرکون نجسٌ۔ جن چیزوں سے عجب، غفلت وغیرہ پیدا ہوتی ہے ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

وان خفتم علیہ۔ یہ خیال ہو کہ ہم غریب ہو جاویں گے۔ نذر ونیاز بند ہو جائیگی تو فرمایا کہ اللہ غنی کر دیگا۔

من الذین اوتوا الکتاب۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دینِ حق انہوں نے کسی اہل کتاب سے نہیں لیا۔ بلکہ من گھڑت باتوں کی پیروی کر رہے ہیں۔

(رکوع ۱۱)

دنیا میں کئی مذاہب آتے ہیں۔ پھر مٹتے ہیں ایک فرقہ تھا یہود سے وہ حضرموت (عربی کنارۂ یمن) میں رہتا تھا۔ وہ عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے۔ ہجری چوتھی صدی کے اخیر تک ان کا بقا رہا ہے۔ پس یہ اعتراض نہیں چاہیئے کہ اب تو یہود نہیں کہتے۔ عزیر ابن اللہ تھے۔ کیونکہ دنیا میں ایسا ہوتا آیا ہے دیکھو قسطلانی داوٗد ظاہری۔ لیث کے متبعین اب نہیں پائے جاتے مگر کتابوں میں ان کا ذکر ہے۔

المسیح ابن اللہ۔ محبت کے الفاظ جو خاص موقعہ پر کسی عنایت کے اظہار کیلئے بولے جاتے ہیں۔ ان کو شامل عقیدہ کر لیا گیا ہے۔ خدا نے اس محاورہ کو سمجھایا ہے نحن ابناء اللہ واحباءہ۔ گویا ابناء کے معنے بتلا دیئے

قاتلہم اللہ۔ اللہ ان پر لعنت کرے۔

اربابًا من دون اللہ۔ ربوبیت کی شان اپنے فقیروں ملانوں کو دیدیتے ہیں۔

وما امروا۔ یہ تورات کی آیات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تیرے لئے میرے حضور آسمان وزمین میں کوئی خدا نہ ہو۔

سبحٰنہ۔ اللہ کے افعال۔ صفات۔ عبادت میں کوئی شریک نہیں۔

بافواھہم۔ اپنے منہ کی تقریروں سے۔

لیظھرہ۔ تا غلبہ ثابت کر دے اس پیشگوئی کے لئے یہی زمانہ ہے۔ کیونکہ تمام ادیان کے عقائد ظاہر ہو چکے۔ اب قرآن شریف کے غلبہ کے ثبوت کا پورا موقعہ ہے۔

افسوس کہ مسلمان ابھی تک سوئے ہوئے ہیں۔ ایک ٹکڑا ان کی زمین کا کوئی چھین لے تو یہ مقدمہ بازی میں لنڈن تک جا پہنچیں۔ مگر ان کا مذہب ان کی سلطنت جاتی رہی تو انہیں کچھ پروا نہیں۔

لیاکلون اموال الناس۔ مسجدوں کے مُلّاں اپنے فرائض سے غافل ہیں۔ لوگوں نے انکی وجہ معاش کا بندوبست کیا تا وہ علم پڑھیں۔ اور ہمارے بچّوں کو دین سکھائیں۔ مگر وہ اور ہی جھمیلوں میں پڑ گئے؛

فتکوی بہا جباھھم و جنوبھم وظہورھم۔ سائل جب پہلے سوال کرتا ہے تو بخیل مسئول اس کے سوال کا رد پہلے ماتھے کے تشکن کے ذریعے کرتا ہے۔ پھر منہ پھیرتا ہے۔ پھر پیٹھ دیکر چلا جاتا ہے۔ اِس لئے سزا میں ان تینوں جگہوں کا ذکر کیا۔

فی کتاب اللہ۔ اللہ کی پاک شریعتوں میں۔ خدائی حساب چاند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور دنیاوی حساب آفتاب سے۔ دونوں میں کئی دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے دنیاداروں نے شمسی حساب کو پسند کیا ہے کیونکہ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ اور چاند کے حساب پر چلیں۔ تو تین برس میں ایک ماہ اور چھتیس سال میں ایک سال کا فرق پڑ جاوے۔ اور اس حساب سے تنخواہ لینے والا ملازم بڑی فائدے میں رہ سکتا ہے۔

دینی کام چاند کے حساب پر کرنے میں صوفیاء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ اُمّت محمدؐیہ ہر شمسی مہینے میں اپنی ہر عبادت کرنے کا فخر رکھتی ہے۔

انما النسئی زیادۃٌ فی الکفر۔ چونکہ عرب کے مشرکین باہر تجارت کے لئے جاتے تھے۔ دِقت میں پڑتے تھے۔ اس لئے وہ کبھی محرم کو صفر بنا لیتے۔ اور کبھی کچھ۔ جس سے لوگوں کو مغالطہ ہوتا۔ اور بہت سا فساد پڑ جاتا۔ سُود خواروں نے بھی ایک فساد کیا ہے۔ کہ لونڈ کا مہینہ رکھ لیا ہے اور بارہ کی بجائے تیرہ کا سود لے لیتے ہیں۔ اور کبھی مہینے کے دِن بڑھا لیتے ہیں۔ اس بہانے سے کہ حساب پورا ہو جاوے۔

(رکوع ۱۲)

ہر قوم بلکہ ہر شخص کے لئے ایک امتحان ہے۔ جس سے اس کے جوہر مخفی معلوم ہوتے ہیں۔ خدا نے ابوالحنفاء الیٰ الانبیاء ابراہیمؑ کا بھی امتحان لیا۔

مبتلیکم بنھر۔ کے مخاطبوں کا بھی امتحان لیا۔ امتحان کئی قسم کا ہے۔ ایک ذلیل کرنے کے لئے کذالک نبلوھم بما کانوا یفسقون۔ ایک اس لئے کہ پہلی غلطیوں کو چھوڑ دے۔ بلوناھم بالحسنات والسیئات ایک کمالات کے اظہار کے لئے جیسے اذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ فاتمھن اثاقلتم الی الارض۔ غرض تمہاری اس سفر میں دنیا کی کوئی خواہش ہو رہی ہے۔

یستبدل قوماً غیرکم۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تنزل میں ہے۔ یہ غلط ہے۔ اسلام ضرور دنیا میں رہے گا۔ مگر ڈر تو یہ ہے کہ اسلام ہمارے گھروں سے نکلکر کسی اور قوم میں چلا جائے۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اترکوا الترک ما ترکوکم۔ خوارزم کے ایک بادشاہ نے اس کے خلاف کیا۔ چنگیز خانیوں کو لڑائی کے لئے بلایا۔ اس نے جواب میں کیا عمدہ لکھا کہ اول تو تمہارا قرآن شریف مانع ہے۔ کیونکہ اس میں حکم ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ دوم ہم تمہارے ساتھ لڑتے نہیں حدیث میں ترک کے ساتھ جنگ کی ممانعت ہے۔ سوم ہمارے تاجر تاجرانہ حیثیت سے آئے ہیں انہیں سلطنت سے کچھ تعلق نہیں۔ اس ناعاقبت اندیش نے اس پر غور نہ کیا۔ لڑائی چھیڑ دی۔ آخر ۱۸ لاکھ مسلمان اکیلے ہلاک ہوئے تمام کتب خانے تباہ ہوئے۔ ہزار آدمیوں کو جن کی نسبت خیال تھا دعویٰ سلطنت کریں گے زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ غرض یہ سب کچھ مسلمانوں نے دیکھا۔ اور نافرمانی نے دکھایا۔ مگر نافرمانی کو نہ چھوڑا۔

انفروا۔ دینی کام میں چلو۔

خفافاً۔ میرے ذوق کے مطابق اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ مباحثہ میں کتابوں کے انبار لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حسبنا کتاب اللہ۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور چند آدمی عذر کرنے آئے کہ ہم غزوہ تبوک میں جا نہیں سکتے۔ انبیاء کی طبیعت میں رحم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اچھا۔

عفا اللہ عنک۔ اللہ تعالیٰ ناراض نہیں بلکہ محبت سے فرماتا ہے تم بڑے درگذر کرنے والے ہو۔ اللہ نے بھی تم سے درگذر کی۔

حتّٰی یتبین لک۔ اس سے ظاہر ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حکم کے خلاف کارروائی نہ کی تھی۔ چنانچہ پارہ ۱۸ نور کے آخری رکوع میں فرمایا۔ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ ورسولہ۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اذن مانگنا مومن کا کام ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اذن لینا کفار کا کام ہے۔ یہ اختلاف نہیں بلکہ اختلاف مواقع پر مبنی ہے۔ یہاں اذن مانگنے والوں کے جھوٹ کا ثبوت دیتا ہے۔

قلبوا لک الامور۔ تیری باتوں کو زیر و زبر کرنے کی کوشش۔

ولا تفتنی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میری قوت شہوانی بڑی تیز ہے میں صورتوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو میں وہاں گرفتار ہو جاؤں۔

احدی الحسنیین۔ شہید ہونگے تو مقرب بارگاہ الٰہی ہوں گے۔ فاتح ہونگے۔ تو غرض دونوں میں بہتری ہے

(رکوع ۱۳)

نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک جڑھ

دوم اس کی فروع۔ کئی ایسی بھی ہیں۔ جو اس جڑھ سے تعلق نہیں رکھتیں۔ شاخوں کی سرسبزی اصول کی آبیاری پر موقوف ہے۔ چونکہ تمام نیک کاموں کی جڑ ایمان ہے اس لئے اس کی محافظت ہرطرح مقدم ہے اسی طرح فرائض کو نوافل پر ترجیح ہے۔

قل انفقوا طوعًا او کرھًا۔ بہت لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چندوں میں شریک ہوتے مگر چونکہ ایمان میں پورے نہ تھے۔ اس لئے فرمایا یہ چندے مقبول نہیں۔

ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ۔ یہ کفروا باللہ ورسولہ کا ثبوت دیا ہے۔ ایمانی حالت کا اندازہ اعمال سے ہوتا ہے۔

(رکوع ۱۴)

الصدقٰت۔ اس سے مراد یہاں زکوٰۃ کا روپیہ ہے اس کے مصارف بیان فرماتا ہے

للفقراء۔ یہ فقیر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں۔ محتاج۔ یہ کئی قسم ہیں۔ مثلاً کوئی شخص یوں تو دولتمند ہے۔ مگر اتفاقاً ریل کے اسٹیشن پر اس کے پاس روپیہ نہ رہا۔ تو اس وقت وہ فقیر ہوگیا۔ گویا ایک وقت ایسا آگیا کہ محتاج ہوگیا۔

والمساکین۔ جو ہاتھ پاؤں نہ چلا کر یہ بھی کئی قسم ہے۔ مثلاً ایک جلد ساز ہے اور اس کے پاس جلد کرنے کا سامان نہیں تو وہ مسکین ہے۔

والعاملین علیھا۔ نبی کریمؐ کے زمانے میں زکوٰۃ۔ آپ کے حضور پہنچائی جاتی تھی۔ پس جو اس کو جمع کرنے والے تھے۔ ان کو عاملین کہتے۔

المولفۃ قلوبھم۔ مثلاً ایک سکھ یا عیسائی آگیا۔ اب اسے مکان چاہیئے۔ کھانا چاہیئے وغیرہ ضروریات۔

وفی الرقاب۔ غلام اور ایسے قیدی جو بذریعہ روپیہ خلاص ہوسکیں۔

فی سبیل اللہ۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے جو تیاری کرنی پڑتی ہے۔ اگر لڑائیوں کے دن ہیں۔ تو اس میں رسد و ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ اگر قلم کا جنگ ہے۔ تو پھر کتابوں کی تصنیف و تالیف و اشاعت کا خرچ ہے۔ اور اگر روبرو مکالمہ ہے۔ تو عمدہ تقریر۔ کلام موجہ کی ضرورت ہے اس پر بھی روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

وابن السبیل۔ مسافر لوگوں کو عجیب عجیب ضرورتیں پیش آتی ہیں۔ میری نزدیک آجکل قرآن و حدیث کی ترویج میں لگانا فی سبیل اللہ ہے۔

یحذر المنافقون۔ منافقوں کی یہی

کے لئے بہت عجیب عجیب باتیں کلام الٰہی میں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک ھمّوا بما لم ینالوا بھی ہے۔

ان اللہ مخرجٌ۔ بدکار کی بدکاری عام طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ کنا نخوض ونلعب۔ شعروں میں سے ایسے شعر بھی اسی مد میں شامل ہیں ؎

دل از مہر محمد ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

(رکوع ۱۵)

ہر ایک چیز اپنے نشان سے پہچانی جاتی ہے۔ (درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے) کسی پر مثلاً غضب آوے۔ تو چہرہ پر اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ غرض انسان کے اندر جو کچھ ہو اس کا اثر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

یہاں منافقوں کا ذکر ہے۔ اسلئے ان کے نشان بتاتا ہے تا تمہیں اپنے نفسوں کے محاسبہ کا موقعہ ملے۔

یأمرون بالمنکر۔ منافق کے اندر چونکہ پسندیدہ بات کوئی نہیں ہوتی اس لئے وہ تحریکیں بھی ناپسندیدہ امور ہی کی کرتا رہتا ہے۔

یقبضون ایدیھم۔ چونکہ اسے جزاء و سزاء کے مسئلہ پر پورا یقین نہیں ہوتا اس لئے وہ کھلے دل خرچ فی سبیل اللہ نہیں کر سکتا۔

نسیھم۔ پس اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کسی کو بھولے یہ غلط بات ہے۔

خرچ مال بڑھانے سے بڑھتا اور گھٹانے سے گھٹتا ہے۔ ایک ہزار روپیہ والے بھی گزارہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک پیسہ پر انسان آٹھ پہر گزار سکتا ہے۔ اور یہ تجربہ شدہ بات ہے ایک وزیراعظم نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے یہاں دو روپے پر امیدواری کے دو ماہ گزارے ہیں۔

(رکوع ۱۶)

مثنوی میں ایک بات لکھی ہے گنے اور چاولوں کو بہت پانی دیا جاتا ہے۔ پانی میں تمام بیجوں کا مادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ اور گھانس وغیرہ بھی اس میں اُگ آتی ہے اس کو بذریعہ نہلائی کے دور کیا جاتا ہے۔

اسی طرح منافقین کو مومنین سے الگ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ رذائل تو انسان میں پہلے آتے ہیں۔ ان کے دور کرنے کے لئے بڑا مجاہدہ چاہیئے۔

واغلظ علیھم۔ علیھم کی ضمیر کے مرجع

پر لوگوں نے بحث کی ہے۔ بعض دونوں کی طرف پھیرتے ہیں۔ بعض صرف منافقین کی طرف۔ میرے نزدیک دونوں کی طرف ہے کیونکہ دوسری جگہ اشداء علی الکفار آیا ہے جس کے معنے حضرت صاحب نے یہ کئے ہیں کہ کفار کی بات تم پر اثر نہ کرے۔

واغلظ علیہم۔ علی انکم غلیظۃ اس کے معنے مضبوطی کے ہیں۔

وماواھم جھنم۔ جہنم عقائد فاسد کے جلانے کی بھٹی ہے اس سے بچاؤ ہوتا ہے۔ بذریعہ توبہ۔ استغفار۔ صدقہ۔ دوسروں سے دعا کرانا۔ مصائب کا آنا۔ قبر کے مشکلات۔ مرنے کے بعد لوگوں کا جنازہ پڑھنا۔ اور ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ کھانے کا روزے کا اور میرے نزدیک کلام الٰہی کا بھی۔

یہ جو کہتے ہیں۔ کہ جاھد الکفار و المنافقین۔ کے ماتحت منافقوں سے کیوں جہاد نہیں کیا گیا۔ یہ غلط ہے کیونکہ منافقوں سے لڑائی ہوئی۔ چنانچہ قتلوا تقتیلا سے ظاہر ہے۔

یحلفون باللہ۔ چونکہ ان میں قوت فیصلہ اور تاب مقابلہ نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

وھموا بما لم ینالوا۔ شیعہ غور کریں جو کہتے ہیں۔ حضرت علی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلیفہ بننا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح حضرت علی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

عذابا الیما فی الدنیا۔ دیکھو سورۃ احزاب لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا۔ یہ دنیا کا عذاب منافقوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو چکا۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ جب دنیا کا عذاب ثابت ہو چکا۔ تو آخرت میں ضرور آئے گا۔

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم۔ بہت معاہدے کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ان کے نقض کا نتیجہ نفاق ہے۔

والذین لا یجدون الا جھدھم۔ صحابہ میں ایسے بھی تھے جو مزدوری کرتے اور اپنی قوت لایموت سے بچا کر خدا کی راہ میں دیتے۔ بعض ان پر ہنسی کرتے اس سے منع کیا۔ ایسے ہی بہت دینے والوں کو بھی مطعون کرتے کہ ریا سے دیتے ہیں۔

(رکوع ۱۷)

بعض وقت نافہم۔ ناعاقبت اندیش ایک کام کرتا ہے۔ اور اس کے نتائج کو نہیں سوچتا۔

انی اخاف علیکم مثل۔ فرعون نے کہا۔ ما اھدیکم الا سبیل الرشاد۔ جو میں

کہہ رہا ہوں وہی کامیابی کی راہ ہے بہت سے لوگ ایک بات منہ سے نکال لیتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کہ وہ نتائج کے لحاظ سے کیسی ہوگی۔

ابو عامر ایک عیسائی تھا۔ قیصر کے دربار میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت سی کوشش کی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا کہ ابو عامر مسلمانوں کے خلاف کوشش کر رہا ہے۔ اور ان دنوں آپ نے تبوک کی طرف چڑھائی شروع کی ہوئی تھی۔ دو ماہ کے قریب خرچ ہونے تھے۔ اور فصل پکی ہوئی تھی۔ اسلئے منافقین نے بہت سے عذر تراشے۔ اور پیچھے رہ گئے اور اس پیچھے رہنے پر خوش ہوئے اس کا ذکر اس رکوع میں ہے۔

وقالوا لا تنفروا۔ شریر آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ملا لیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے دوسروں کو بھی یہی ترغیب دی۔

ولیبکوا کثیرا۔ یہ رونا ان کو بہت وقت کے لئے نصیب ہوگا۔ ایک موقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

فقل لن تخرجوا معی ابدًا۔ دیکھو اللہ بھی رحمٰن۔ رحیم۔ رحمتی وسعت کل شیٔ۔ اور نبی کریم بھی رحمۃ للعالمین۔ مگر پھر بھی ان کے حق میں ایک قطعی فیصلہ ہوگیا۔

یہ جو بڑی بڑی خطائیں کر کے معافی مانگنا پیشہ قرار دے لیتے ہیں۔ غور کریں ایمان بین الخوف والرجا ہے۔

خوالف۔ جمع خالفۃ کی ہے۔ جو عورتیں پیچھے رہ جاویں۔

اعد اللہ لھم۔ دنیا میں مظفر و منصور ہوں گے۔ تو ان خشک پہاڑوں کے نہیں بلکہ جنات وغیرہ کے۔

(رکوع ۱۸)

بہت سے لوگ بدی کا ارتکاب کر لیتے ہیں مگر جب ان کا خمیازہ اٹھاتے ہیں۔ تو پھر عذر کرنے لگتے ہیں۔ جو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ کیونکہ عذر ہر جگہ کام دے۔ تو پھر انبیاء و کتب کی آمد بیکار رہ جاوے۔ عذر کرنے والے تو تقدیر کا بھی عذر کرتے ہیں۔ جو بالکل فضول ہے۔ حالانکہ قانون کی لاعلمی کا دعویٰ بھی مقبول نہیں ہوتا۔ لو کنا نسمع او نعقل کہنے والوں کی نہیں سُنی گئی۔

اس رکوع میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو خطاب ہے۔

گیارہواں پارہ

(رکوع ۱)

الغیب۔ جو اس وقت موجود نہیں۔

الشہادۃ۔ جو موجود ہے۔

فان اللہ لا یرضیٰ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا مقدم ہے۔

ومن الاعراب من یومن باللہ۔ یہ قرآن کا طرز قابل غور و تقلید ہے۔ اگر کسی قوم کی بُرائی کا ذکر کرتا ہے تو انہیں سے نیکوں کو الگ کر لیتا ہے۔ اور بدوں کا الگ ذکر کرتا ہے۔

(رکوع ۲)

جہاں اللہ تعالیٰ منافقوں کا ذکر کرتا ہے وہاں مومنین کا الگ ذکر کرتا ہے اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ شیعہ جو مہاجرین و انصار کو منافق یقین کرتے ہیں وہ نفع اٹھاویں۔ پس اللہ تعالےٰ پہلے منافقین کفار کے نشانات بتاتا ہے پھر مومنوں کے نشان تا مقابلہ سے معلوم ہو سکے کہ مہاجرین و انصار مومن تھے اور ضرور مومن تھے۔

ابھی پیچھے گزرا ہے کہ منافقین کا ایک نشان یہ ہے۔ ھموا بمالم ینالوا۔ اب اس کے خلاف بیان فرماتا ہے۔ کہ مہاجرین و انصار کامیاب ہوئے۔ انہوں نے رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ پایا۔

المہاجرین۔ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا۔ بلکہ رضاء کے لئے بہہ تعلقات چھوڑ دے۔

الانصار۔ جنہوں نے ان مہاجروں کو جگہ دی۔

اتبعوھم باحسان۔ دل سے متبع ہوئے نہ بطور تقیہ۔

رضی اللہ۔ یرضی نہیں فرمایا۔ کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش رہ جاوے۔ راضی ہو چکا اس میں نہ صرف ابوبکرؓ کے ایمان کا بلکہ تمام مہاجرین و انصار کے ایمان کا ثبوت ہے۔

لا تعلمھم۔ دوسرے موقعہ پر فرمایا۔ ولتعرفنھم بالقول۔ اور ثم لا یجاورونک الا قلیلاً ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً۔ پھر.... ایک پہچان بتاتا ہے کہ سنعذبھم مرتین سیری نگرانی کرے گا۔

مرجون۔ موخر الحکم یہ تین صحابی تھے ایک کا نام ہلال تھا۔ ایک کا مرارہ ایک کا کعب تھا۔

اتخذوا۔ اس کا مفعول مسجداً ہے اور ضراراً کا فعل اتخذوا محذوف کر دیا ہے یعنی اتخذوا ضراراً۔

لمن حارب اللہ۔ یہ ابو عامر کی طرف اشارہ ہے۔ جو عیسائی تھا۔ اس کے مکروں سے ایک مکر یہ بھی تھا۔ کہ رسول کریمؐ اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان

ادھر بھی آجایا کریں گے۔ اور اسی طرح مسلمانوں کی جماعت کو توڑ لوں گا۔ اس ابو عامر نے اپنا ایک رویاء بھی مشتہر کر رکھا تھا۔ کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریمؐ وحیداً طریداً شریداً فوت ہونگے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب سچا ہے۔ اس نے اپنی حالت دیکھی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نام نہ لینے میں یہ بلاغت ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کریگا۔ تو اس کا انجام یہی ہوگا

شفا۔ کنارہ۔

جراف۔ کھو کھلا۔ کھایا ہوا۔

فی نار جھنم۔ دریا کا کنارہ تو پانی میں گرتا ہے۔ مگر یہ نفاق کا کنارہ جہنم میں کریگا

(رکوع ۳)

انسان کی حقیقی خواہش کیا ہے آرام روپیہ کمانا۔ جتھا۔ حکام سے تعلق چاہنا۔ عمدہ مکان بنانا۔ غرض تمام کوششیں اسی آرام کے حصول کے لئے ہیں۔ طِبّ۔ طبیعات۔ سب علوم بھی اسی لئے ہیں۔ پھر لوگ آرام بھی بے انت زمانہ کیلئے چاہتے ہیں۔ اس کے لئے اس رکوع میں ایک گر بتاتا ہے۔

ان اللہ۔ اللہ کے لفظ کا ترجمہ کوئی زبان برداشت نہیں کرسکتی۔ عرب کسی معبود پر سوا خدا تعالیٰ کی ذات کے یہ لفظ نہیں بولتے تھے۔ حتے کہ ان کے زمانہ جاہلیت کے قصائد میں کہیں یہ لفظ کسی بُت یا محبوب پر نہیں آیا۔ سارے قرآن شریف میں اللہ کو موصوف قرار دیا ہے۔ کہیں بھی صفت ہو کر نہیں آیا جس سے ظاہر ہے کہ اور جتنے کام ہیں وہ اس کی تفصیل و تشریح میں ہیں۔

انفسھم۔ عربی میں نفس کے ۲ دو معنے ہیں۔ ایک وہ جو انسان کی جان ہے جس سے روح غلط مراد لیتے ہیں۔ دوسرے معنے ان ہیں سے۔

الجنّت۔ بہشت۔ آرام گاہ۔

انبیاء کے جس قدر اوامر ہیں۔ اگر انسان ان پر چلے تو وہ دنیا میں بلحاظ طِبّ بھی آرام سے رہتا ہے۔ کوئی خطرناک موذی مرض اوامر الٰہی کے اتباع سے پیدا نہیں ہوتی۔

اموالھم۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔ کہ مال و جان مومن کا جناب الٰہی کا مِلک ہو چکا ہے۔ پس اس پر مومن کا اپنا کوئی حق نہیں۔ سب کچھ خدا کے حکم کے ماتحت رکھنا چاہیئے۔

وعداً علیہ۔ وعدے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کئی وعدے اور ترقی پا جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا ایفا اور کسی رنگ میں ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں حقاً لگایا ہے۔

کہ اسی طرح پورا ہوگا۔

فی التوراۃ۔ انجیل میں ایک جگہ آیا ہے کہ تو اپنے مال کو وہاں نہ رکھ جہاں چور کا ڈر ہو تو اسے آسمان پر رکھ۔

والانجیل۔ انجیل میں صاف ہے۔ کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا آسان ہے۔ مگر دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی نام لیوا اُمت اپنی تمام ہمت کو مال کے جمع کرنے میں صرف کر رہی ہے۔

السائحون۔ مومن دنیا میں اعلاء کلمۃ اللہ اور عبرت کے لئے پھرنیوالا ہوتا ہے۔

الاٰمرون بالمعروف۔ علوم حقہ کو حاصل کرکے دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے۔

والحافظون حدود اللہ۔ یہ غلط ہے۔ کہ مستحق کرامت گناہ گار اندیمومن وہی ہے جو خدا کی حدود کی محافظت کرے ہاں گناہ گار توبہ کرلے۔ تو مستحق کرامت ہوتا ہے۔

للمشرکین۔ ایک ہندو سے مجھے معرفت کا نکتہ یاد ہے کہ جب کسی کے والد کو کوئی چوہڑا کہدے۔ حالانکہ بشریت میں ایک ہیں تو کتنا رنج ہوتا ہے۔ تو کیا کسی پتھر کو خدا کہنے والے پر ہم کس طرح ناراض ہوں۔

لاٰ بیہ۔ مراد چچا ہے۔

ما کان اللہ لیضل قومًا۔ جبر کے مسئلہ پر بہت بحث ہوچکی ہے۔ قرآن ان قوموں کے ہاتھوں میں ہوتا۔ تو کبھی غلطی نہ کھاتے۔ کیونکہ اس میں صاف بتایا گیا ہے۔ کہ احکام شریعت ان قوٰے کے لئے ہیں۔ جن پر انسان کا اختیار ہے۔ اسی بناء پر تثلیث وکفارہ غلط ہے کیونکہ انسان کو کوئی قوت نہیں دیگئی جس سے وہ ایک اور ایک اور ایک کو تین کی بجائے ایک سمجھے۔ اور اپنے گناہ کا اثر دوسرے پر پائے۔

(رکوع ۴)

وکونوا مع الصادقین۔ صداقت عربی زبان میں ایسا لفظ ہے کہ ہر صحیح اور امر واقعہ پر بولا جاتا ہے۔ چور کو پکڑتے ہیں تو کہتے ہیں۔ الکذب۔ عمدہ تلوار کو بھی صدق ہی کہتے ہیں۔ اخو ثقتہ اخو صدق سچے علوم کے مطابق عملدرآمد کا نام ہے۔ صداقت راستبازوں کے ساتھ ہوجانا ایک کار اہم ہے۔ اور بڑی بھاری قربانی۔

(رکوع ۵)

قاتلوا۔ مقابلہ کرتے رہو۔

غلظۃ۔ اس کی تفسیر میں ہے۔ اشداء علی الکفار آیا ہے۔ مراد اس سے مضبوطی ہے۔ یعنی کفار کا اثر قبول نہ کرو۔

ہماری زبان میں غلیظ کے معنے بُرے لئے گئے ہیں۔ مگر عربی میں یہ بات نہیں۔ چنانچہ الکمۃ غلیظۃ کے معنے ہیں مضبوط ٹیلا۔

یلونکم من الکفار۔ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے سب سے نزدیکی کافر تو ہمارا نفس ہے۔ جو اللہ کی بہت سی نافرمانیاں کرتا ہے پس سب سے پہلے مقابلہ اس سے کرو۔

انھم یفتنون۔ گندے اور پاک کی تمیز کی جاتی ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۱۹ دفعہ ایسی فتنے آئے ہیں۔ ظاہر کو باطن سے اور باطن کو ظاہر سے ایک تعلق ہے۔ رسول کریمؐ کے حضور آدمی آئے۔ ایک نے دیکھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جگہ ہے وہ تو جرأت کرکے وہاں چلا گیا۔ دوسرے کو شرم آئی۔ وہ آگے نہ ہوا۔ سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے دیکھا کہ جگہ نہیں ہے۔ اس نے اچھا سمجھا کہ میرا بیٹھنا فضول ہے چلا گیا۔ نبی کریمؐ کو وحی ہوئی۔ کہ جس نے شرم کی۔ اس کے گناہوں کی پکڑ میں اللہ بھی شرم کریگا۔ جو چلا گیا۔ وہ بدنصیب ہے۔ نبی و راستباز کی صحبت میں بیٹھ رہنے سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے خواہ کچھ نہ سنے۔ نفس "بیٹھنا" بھی ان انوار و برکات سے حصہ دلادیتا ہے۔ میں اپنے بچوں کو بھی قرآن شریف سنایا کرتا ہوں۔ اب کوئی یہ نہ جانے یہ کیا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا اثر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ ایک عورت بیمار تھی۔ اور وہ اس حالت مرض میں جرمن بولتی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ مگر آخر معلوم ہوا۔ کہ چھوٹی عمر میں کسی پادری کی زبان سے جرمنی زبان کا کچھ سُنتی تھی۔ اس نہانی اثر کی وجہ سے مرض میں جرمن بولتی تھی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی اذان سنانے کا حکم دیا ہے۔ یہ لغو فعل نہیں بلکہ اس کا اثر آئندہ عمر پر پڑتا ہے۔

(رکوع ۷)

الرا۔ انا اللہ اریٰ۔ کیا دیکھتا ہوں اریٰ اعمالکم۔ یعنے جو کچھ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک کر رہے ہو۔ اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہارے تعلقات ہیں۔ وہ سب میں دیکھ رہا ہوں۔

الکتب الحکیم۔ جامع کتاب کس معاملہ میں۔ حق و حکمت کی بھری ہوئی۔ سزا ہوگی تو بھی حکمت سے۔ جزا بھی ملیگی۔ تو بھی حکمت پر۔

الی رجل منہم۔ یہ سوال ہر زمانے میں پیدا ہوتا رہا ہے۔ اور کئی ایک کو دھوکہ لگتا رہا ہے۔ کہ ظاہری شکل تو ہم جیسی ہے۔ پس اس میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ حالانکہ مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔ گو عام فہم نہ ہو۔ چنانچہ پہلا امتیاز

تو یہی ہے۔ کہ

ان انذر الناس۔ مکذب لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرا وے۔

وبشر الذین اٰمنوا۔ مومنین کو بشارت دے۔

لسٰحرٌ مبین۔ دلربا باتیں کرنے والی قوم سے کٹوا کر الگ کردینے والا۔

الذی خلق السمٰوٰت والارض۔ آسمان وزمین دونوں اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مگر ایک کو رفعت بخشی ایک کو پستی۔ اسی طرح کسی کو محض اپنے فضل سے رفعت شان بخش دیتا ہے۔

من شفیع۔ شفع کہتے ہیں جفت کو۔ پس خدا کا جفت والا کوئی نہیں۔ نہ اس کی پکڑ کے وقت کوئی سزایاب کا ساتھی بنتا ہے۔

ربکم۔ اور یدبر الامر میں یہ ثبوت دیا ہے۔ بعثت نبوت اور ایک شخص کو برگزیدہ کر لینے کا۔ اور پھر اُسے کامیاب مظفر و منصور کرنے کا۔ اور پھر تمام انبیاء کی تعلیم کا اصل الاصول بتلایا ہے

الله مرجعکم۔ جیسا مبدء میں وہی ہے ایسا ہی سب کا انجام بھی وہی ذات ہے جس آن میں اللہ اوّل ہے۔ اسی آن میں آخر ہے۔ کیونکہ ذرہ ذرہ پیدائش کے ساتھ ذرہ ذرہ اپنے بقاء کے لئے بھی اسی کا محتاج ہے؛

لیجزی۔ انذار و تبشیر اور یہ تمام کار اس لئے ہے کہ جزا دے مومنوں کو اور سزا دے کفّار کو۔

ھوالذی جعل الشمس۔ ظاہری انتظام کو دکھا کر باطنی پر استدلال فرمایا۔

لاٰیٰت۔ کہ ہر چیز کا مبدء و معاد تم ہی ہو۔

لایرجون۔ ایک معنی امید نہیں رکھتے۔ دوم معنے خوف نہیں رکھتے۔ اور یہ معنے چسپاں ہیں۔

الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت۔ علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ گو فلسفۂ قدیم کا یہ مسئلہ گمراہ کن ہے۔ کہ ہم عالم ہو جائیں۔ تو خدا سے تشبیہ پیدا کریں۔ کہ اسے علم ہے۔ مگر عمل نہیں کرتا۔

(رکوع ۷)

ولو یعجل الله الناس الشرّ۔ نادان انسان اپنے لئے عذاب مانگ لیتا ہے۔ اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃً۔ ابوجہل نے دعا کی تھی۔ ہمارے ملک میں لڑکیوں کو ایسی ایسی گالیاں دیتے ہیں۔ کہ خدایا تیری پناہ! زمیندار اپنے مال مویشی کو اسی قسم کے لفظ کہتے ہیں۔ اگر یہ دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرلے۔ تو تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔

فی طغیانھم یعمھون۔ ہم تو انکو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر وہ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ اندھا دھند اپنی شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں۔

ولقد اھلکنا۔ یہ اس بات کی نظیر دیتا ہے کہ بعض وقت عذاب آتا ہے تو وہ اُٹھایا نہیں جاتا کیونکہ جُرم معافی کی حد سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

وجاءتھم رسلھم۔ غفلت میں اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا۔ بلکہ اتمام حجت فرماکر پکڑتا ہے۔

ماکانوا لیومنوا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ غفلت میں نہیں رہے بلکہ انکار بھی کیا۔

المجرمین۔ صرف گناہ گار نہیں۔ بلکہ وہ جس نے جناب الٰہی سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہوں۔

لننظر کیف تعملون۔ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہے۔ کیونکہ تم بھی اس آیت کے نیچے ہو۔ بدظنی سے بچو۔ اوقات ضائع نہ کرو۔ علوم دین سے واقفیت پیدا کرکے اس پر عمل کرو۔

او بدلہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کافی نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ کہ

مثنویِ مولویِ معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

جیسے شعر بنائے گئے۔ لوگ قرآن شریف کو چھوڑ کر راگ وغیرہ کی طرف بھی لذت کے لئے توجہ کرتے ہیں۔ مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔

عمرًا من قبلہ۔ چالیس سال کی عمر کسی بشر کے حالات کے لئے کافی ہے۔ اس میں اس شخص کی احتیاط و تقویٰ کا علم ہو سکتا ہے۔

افلا تعقلون۔ کیا تم اس کے مقابلہ سے اپنے تئیں نہیں روکتے۔

لا یفلح المجرمون۔ یہ اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ میں مظفر و منصور ہونگا۔ اور یہ دشمن شکست یاب۔

(رکوع بقیہ ۷ و ۸)

ماکان الناس الا اُمّۃ واحدۃً۔ اس آیت میں اس امر کا بیان ہے۔ کہ انبیاء و مجدد دین کس وقت میں مبعوث ہوتے ہیں۔ سو فرماتا ہے۔ کہ لوگ ایک رنگ میں رنگیں ہو جاتے ہیں۔ یعنے غیرت دینی اُٹھ جاتی ہے۔ کوئی نماز پڑھے تو پڑھے شراب پیئے تو پیئے۔ یعنے جب عیسٰے بدین خود موسٰی بدین خود اور یہ کہ اپنی اپنی قبر میں پڑنا ہے" کے فقرے بولے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں

ما اختلفوا۔ اختلاف اس وقت پڑتا ہے کہ جب ماموراً جاوے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کان الناس امۃ واحدۃً فبعث اللہ النبیین مبشرین منذرین الی۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ

من بعد ما جاءتھم البینات بغیا
بینھم - اور النحل ۱۴ ۱۴۔
ولولا کلمة - وہ کلمہ علےٰ ان یکون
روف لکھا اور ما کان اللہ لیعذبہم
وانت فیھم۔
آیة - وہ عظیم الشان نشان جس
میں سب ہلاک ہو جاویں -
مکراً - تدابیر - جب کسی پر کوئی مشکل
یا مصیبت بنتی ہے - تو کئی طرح کے حیلے
کئے جاتے ہیں - چنانچہ اس کی تشریح خود فرماتا
ہے ؛ ھو الذی یسیرکم فی البر والبحر ہیں
اذا ھم یبغون فی الارض - نادان
انسان جب مشکل سے نجات پاتا ہے
تو اپنی تدبیروں پر اکڑ بازی کرتا ہے - ایک
دفعہ میری ایک بہن کا بچہ ہیضہ سے بیمار
رہ کر مر گیا - میں جو گھر آیا - تو اس نے مجھے
کہا - بھائی اگر تم ہوتے تو لڑکا بچ رہتا -
میں نے کہا - اب ایک لڑکا ہوگا اور وہ میرے
سامنے ہیضہ سے مریگا - تا ظاہر ہو کہ خدا
تعالےٰ کے ارادے کے سامنے ہماری
تدبیریں ہیچ ہیں - چنانچہ ایسا ہی ہوا - ایسے
کلمات الٰہی عظمت کے خلاف ہیں -
مثل الحیوة الدنیا - جوانی کے دن
خصوصیت سے قابل توجہ ہیں - انکی مثال
دینا ہے ؛

(بقیہ رکوع ۸ و ۹)

وزیادة - دیدار الٰہی -
جزاء سیئة بمثلھا - جس قسم کا کوئی
گناہ کرتا ہے - اسی قسم کی سزا پاتا ہے -
یعنے جس غرض کے لئے گناہ کرتا ہے وہ غرض
حاصل نہیں ہوتی - مثلاً کوئی شخص گناہ کرتا
ہے تو اپنے لباس میں اپنی زبان میں اپنے
تعلقات میں ایک شان پیدا کر لیتا ہے چونکہ
یہ لوگ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اس لئے تمام
فہیم لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں -
اسی طرح چور حصول مال کے لئے چوری
کرتا ہے - وہ ہمیشہ مفلس و نادار اور غریب
رہتا ہے - ایک چور کا ذکر ہے کہ اس نے
کسی عورت کا زیور چرا لیا - عورت نے دیکھ
لیا - کچھ مدت بعد وہی چور جس نے اس عورت
کا زیور چرا لیا تھا - اس کوچہ میں گزرا تو اس
عورت نے کہا - دیکھو مجھے خدا نے وہی زیور
پھر دیدیا - مگر تم ویسے ہی بھوکے مرتے ہو
اس پر وہ تائب ہوا -
اسی طرح قمار بازوں کا حال ہے - یہی
انجام عیاشوں اور شہوت پرستوں کا ہوتا
ہے - کہ وہ اس لذت سے ہمیشہ کے لئے
محروم رہ جاتے ہیں - بلکہ ان میں آتشک
سوزاک - نامردی پیدا ہو جاتی ہے - شرابی
اور افیونی بھی آرام نہیں پاتے - جو لوگ

نکمے بیٹھتے ہیں آخر انہیں ذلت کے کام کرنے
پڑتے ہیں یا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

فزیّلنا بینھم۔ آپس میں ان کا جھگڑا
کرا دیں گے۔

ھنالک تبلوا۔ ظاہر پائے گا۔ جیسے
یوم تبلی السرائر۔

قل من یرزقکم۔ یہ مولٰھم الحق
کا ثبوت دیتا ہے۔ چنانچہ اپنے احسان
بیان فرمائے۔ رزق موجب زندگی ہے اور
سمع و بصر لطف زندگی۔

من یخرج الحی من المیت۔ انڈوں
سے چوزے اور مرغی سے انڈے۔ گندوں
سے نیک اور نیکوں سے گندے۔

انھم لا یؤمنون۔ کیونکہ مسلمان
کے معنے ہیں جو نیک نمونہ ہو جو اللہ کا فرمانبردار
ہو۔ جس کا مسلک صلح و آشتی ہو۔

فما لکم۔ اس کے آگے وقف ہے
اس بات کا اشارہ ہے۔ کہ خوب سوچو۔

(البقیہ رکوع ۹ و ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں نبی کریمؐ
کی نبوت کے بارے میں ثبوت دیئے ہیں۔
پہلے تو فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ بیکس و بےبس
ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کا بھیجنے والا عرش کا
مالک ہے۔ درمیان میں ایک بات آگئی
کہ ہمیں کس طرح معلوم ہو۔ کہ یہ راستباز
ہے یا منافقانہ طور سے کہتا ہے۔ واقعی یہ
سوال اہم ہے کیونکہ ہر کارخانے میں ایک
کارخانہ جھوٹ کا بھی ہوتا ہے۔ اور مصنوعی
اور اصلی شئے میں تمیز کرنے سے بعض عقلیں
عاجز آ جاتی ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ایک رقعہ
لکھا اور ایک اس قسم کے مدعی سے کہا اس
کا جعل بنا دو۔ ہم نے اپنے رقعہ میں ایک
باریک نقطہ لگا دیا۔ جب وہ جعل بنا کر لایا
تو بعینہ وہ نقطہ اس میں بھی تھا۔ اور یہ تمیز
نہ ہو سکتی تھی۔ کہ اصل کونسا ہے۔

راستبازوں کی پہچان کے متعلق ہم
کو تو بہت سی آسانیاں ہیں۔ کیونکہ اس سے
پہلے کئی نبی اور صادق ہو چکے ہیں۔ جھوٹے اور
سچے کی تمیز کے لئے کئی معیار ہیں۔ انہیں
سے ایک کا بیان فرمایا ہے۔

ایک تو یہ کہ تصدیق الذی بین یدیہ
اگلی کتب میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ اس
پر صادق آتی ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ کے بارے
میں ایک پیشگوئی جو استثناء باب ۱۸ میں ہے
جس کی تفصیل فصل الخطاب میں ہے پھر انجیل
میں خدا کی بادشاہت کا بار بار ذکر ہے جس
سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ مسیح کو حکومت
حاصل نہیں ہوئی۔

و تفصیل الکتاب۔ بائبل میں بہت
سے مسئلے ہیں۔ مگر بغیر دلیل اور مختصر۔ چنانچہ

عیسےٰ علیہ السلام سے ایک گروہ یہود نے
(جو منکر قیامت ہیں اور فریسی کہلاتے ہیں)
کسی نے قیامت کی نسبت سوال کیا تو انہوں
نے جواب دیا۔کہ توریت میں لکھا ہے۔کہ میں
ابراہیم اور اسحٰق کا خدا ہوں۔پس اگر
وہ جیتے نہیں تو "خدا ہوں" کیسے ٹھہرا۔مگر
اب قرآن شریف کو دیکھو کہ اس نے قیامت
وحشر کے دلائل اور حالات کس تفصیل سے
دیئے ہیں۔ایسا ہی جناب الٰہی کی ذات کے
متعلق توریت میں اختصار ہے۔اور خدا
کے مجسم ہونے کی نسبت کچھ اس قسم کا بیان
ہے۔کہ اس کی غلط فہمی سے مسیح کو خدا بنا
دیا ہے۔مگر خدا نے قرآن شریف میں اس
مسئلہ کو خوب کھولا ہے۔ان دو ثبوتوں
کو پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اس
سے لاریب فیہ من رب العالمین ہونے
کا ثبوت ملتا ہے۔مگر ایک اور ثبوت لو۔
وہ یہ کہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ۔اسکی مثل
ایک سورۃ تو بنا لو۔اگر ایک شخص واحد کوئی
کلام بنا سکتا ہے۔تو کئی شخصوں کی مجموعی
قوت ضرور بنا سکتی ہے۔جب ایسا نہیں
کر سکتے۔تو صاف ثابت ہؤا۔کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

ولنعم ما قیل ؎

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اسپہ آساں ہی

کیف کان عاقبۃ الظالمین۔ایک
اور بات فرماتا ہے۔کہ انجام دیکھو۔موسیٰ
و فرعون کے واقعہ کو یاد کرو۔دونوں شہر
سے نکلے۔مگر مظفر و منصور کون ہؤا۔اور
ہلاک کون ہؤا۔

وان کذبوک۔باوجود ان حجج باہرہ کے
پھر بھی جھٹلائیں۔تو اور ثبوت لو۔وہ یہ کہ
تم بھی اپنا کام کر رہے ہو اور ہیں بھی۔دیکھیں
کہ خدا تعالیٰ کس کا حامی ہوتا ہے۔اور خدا
تعالیٰ کی قولی شہادت کے علاوہ فعلی شہادت
کس کے حق میں ہوتی ہے۔

میں نے اپنے نزدیک ایک معیار رکھا
ہے۔جو اس آیت سے نکلتا ہے۔بہت ہی
مخلی الطبع ہو کر خیرات و صدقہ و استغفار
کرکے بالاستقلال دعا مانگے تو کبھی دھوکے
میں نہیں رہتا۔میں نے بارہا اس اصل
سے مدد لی ہے۔یعنے ان شرائط سے دُعا
کرتا ہوں:

دینیات کے محکمہ کا آفیسر جبرئیل ہے
دنیا کے محکمہ کا آفیسر میکائیل ہے۔اور اموات
کے محکمہ کا آفیسر عزرائیل ہے۔اور حیات
کے محکمہ کا آفیسر اسرافیل ہے۔جو کام ہوتے
ہیں۔وہ انہی کی معرفت ہوتے ہیں۔اسی
لئے ان چاروں کا نام اندر لے لیتا ہوں۔
اور یوں کہتا ہوں۔رب۔

دوئم۔ لاحول کی کثرت۔ سوئم الحمد۔ چہارم خیرات دیتا ہوں۔ پنجم عاجزی سے نماز کے اندر دعا مانگتا ہوں۔

ایک وعدہ ہوتا ہے۔ اور ایک وعید دونوں میں فرق ہے۔ اگر کسی سے کہیں تم ہمارا یہ کام کر دو۔ تو ہم تمہیں دس روپے انعام دیں گے۔ اور اگر کہیں کہ یہ کام نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ وعدہ ہوتا ہے کسی کو انعام دینے کے لئے۔ اور جو ناراضامندی کے ظاہر کرنے کے لئے بات کی جاوے یا سلوک کیا جاوے۔ اسے وعید بولتے ہیں۔ اس وعدہ وعید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربی زبان میں یہ مشہور ہے۔ انی اذا اوعدتہ اووعدتہ فمنجز وعدای ومخلف ایعادی۔ جس سے معلوم ہؤا۔ کہ وعید کے خلاف کرنے کا نام جرم نہیں۔ پس اگر کسی کو ہم وعید کریں اور پھر اسے سزا نہ دیں تو کوئی یہ نہ کہیگا۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ اسی بناء پر وعید سے درگذر کرنے کا نام کرم اور رحم ہے۔ وعید کی پیشگوئیاں ٹل جاتی ہیں۔

نعدھم۔ جن باتوں کے لئے ہم نے تیرے لئے ان مخالفین کو وعید کیا وہ یا تو دکھا دینگے یا ہم تجھے وفات دیدیں گے۔ ایک اور بات ہے وعدہ۔ اس میں تین شان ہیں۔ کسی لڑکے کو ہم نے کہا کہ اگر تم فلاں عمر میں پاس ہو جاؤ۔ تو ہم تمہیں لطیف کوٹ دینگے۔ اب اس کے پاس ہونے میں اگر ہم بجائے کوٹ کے یہ کہدیں۔ کہ ایم اے کی تعلیم تک کے اخراجات اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ تو اسے وعدہ کا خلاف نہیں کہیں گے۔ وعدہ کی پیشگوئیاں ترقی کے رنگ میں آجاتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسے کہدے کہ ایم۔ اے تک کیا بس تم تو اب ہمارے ہو گئے اور ہم تمہارے۔ یہ اعلےٰ درجے کا انعام ہے۔ جس کے ساتھ کوئی انعام لگا نہیں کھا سکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس چیز کے بدلے میں کوئی اور چیز دیدی جائے۔ مثلاً کوٹ کا وعدہ ہے۔ مگر ضرورت دیکھ کر اسے رضائی و توشک دیدیں۔ صورت میں تو اختلاف ہو گیا۔ مگر نفس وعدہ میں اختلاف نہیں ہؤا۔ ایک اور غلطی ہے کہ پیشگوئیاں معیار صداقت ٹھہریں۔ دنیا میں پیشگوئی خدا کا قول ہے جیسا اس کا قول سچا۔ فعل بھی سچا ہوتا ہے۔ کاشتکاروں کو دیکھو۔ کہ جب ایک دفعہ انہوں نے گیہوں کے ایک دانے کے بہت سے دانے ہوتے دیکھے۔ تو پھر بیج بو کر کہدیتے ہیں۔ کہ اب ہماری فصل پک جاویگی۔ یہ گویا خدا کے ایک فعل کی بناء

پر پیشگوئی کی ہے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں بجے کی گاڑی پر آجاویں گے۔ یا ہم ایف۔ اے۔ بی۔ اے کر لیں گے۔ تو یہ ایک طرح کی پیشگوئیاں ہیں۔ مگر ممکن ہے جیسا کہ امید کی گئی ہے۔ یہ بات پوری نہ ہو۔ کوئی درمیانی حادثہ پیش آجائے تاہم کہنے والے کو جھوٹا نہ کہیں گے۔ اور نہ بعض دفعہ ان درمیان میں پیش آنے والی باتوں کی بناء پر لوگ کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کثرت کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اور کثرت پر اعتبار کیا جاتا ہی

پس معیار صداقت کثرت و قلت کی بناء پر ہے۔ دیکھو لوگ مجھے طبیب اور تجربہ کار سمجھتے ہیں۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ سب بیمار میرے ہاتھ سے شفا پا گئے۔ جب ایسا نہیں ہوتا تو پھر لوگ کیوں میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ کثرت کی بناء پر۔ پس تمام پیشگوئیوں کا انہی الفاظ میں پورا ہونا ضروری نہیں۔ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ قول میں کیوں اختلاف ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ فعل الہی میں کیوں اختلاف ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض اوقات تنزل ترقیات کے لئے ہوتا ہے۔ بعض الذی نعدھم کے معنے اس تشریح سے سمجھ میں آجائیں گے۔

ھدی۔ بیمار کے لئے پہلے ازالۂ مرض کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر قوت کی۔ قرآن مجید روحانی امراض کو دور کر کے ترقیات کے لئے قوت دیتا ہے۔

(رکوع ۱۱ و ۱۲)

یہ بات چلی ہوئی تھی کہ معیار صداقت کیا ہے۔ انبیاء اور ان کے اتباع کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ انکو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو خاموش رہتے ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ یاد آیا۔ کہ ایک عالم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ تو وہ خاموش رہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ پھر اب کس سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا۔ تم ایک مسئلہ کے نہ جاننے سے گھبراتے ہو۔ حالانکہ کس قدر میری لا ادری ہیں۔ پس یہ بھی معیار صداقت ہے کہ راستباز اپنی اٹکل بازی سے کچھ چیزوں کو حلال یا حرام نہیں ٹھہراتا۔

لذو فضل۔ وہ اپنے فضل سے حرام و حلال بتا دیتا ہے۔ ایک اور معیار صداقت بتاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ حضرت عمر رضی بڑے رعب والے تھے۔ حضرت علی رضی نے کوفہ میں جا کر جب بہت سی مشکلات دیکھیں۔ تو ابن عباس نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ پہلے لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا ابن عباس

تم ہی کہو۔ جب تم آذربائیجان تھے۔ تو عمر کی نسبت کیا خیال کرتے تھے۔ وہ بولے کہ میں تو ایسا سمجھتا تھا۔ کہ ایک جبڑا تو ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسرے پر پاؤں رکھا ہوا۔ چاہیں تو ابھی چیر دیں۔ اس پر حضرت علی رضؓ نے کہا۔ کیا تم میرا بھی رعب ایسا مانتے ہو۔ غرض ان خلفاء راشدین کے وقت کے جلال اور شوکت پر نظر کرو۔ پھر دیکھو کہ ایسے بارعب آدمیوں کو بھی مارنے والے نے سر مجلس مار دیا حضرت عثمان کا پانی تک بند کر دیا۔ قتل بھی کیا۔ ان کی حلیمی بُرزا قوم کی کچھ پیش نہ گئی حضرت علی رضؓ کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہ دیا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تھے۔ کہ چاروں طرفوں سے دشمنوں کا نرغہ تھا۔ پھر بھی کوئی آپ کے قتل کا بیاب نہ ہو سکا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خیمہ سے سر نکال کر باہر دیکھا کہ کوئی پہرہ دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ۔ پہرہ کی ضرورت نہیں۔ اس حفاظت کا ذکر وما تکون فی شان آئت میں فرماتا ہے

ان اولیاء اللہ۔ اب اولیاء اللہ کے نشان بتاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ان کو خوف نہیں ہوتا کہ ہم ناکام رہیں گے نہ حزن ہوتا ہے کہ ہمیں یہ نقصان پہنچے گا۔ حضرت عمر و علی کے قتل سے بھی اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ کے مقبوضات ابھی تک تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں چلے آتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ جو پیش کرتا ہے اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہاں کے عارضی فاتحین کا نام و نشان تک نہیں اور وہ جو وہاں شہید کئے گئے ایک دنیا میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے۔ سید تو ہر گاؤں میں ملیں گے۔ مگر کوئی نہیں ملے گا۔ جو اپنے تئیں یزید کی اولاد سے کہے بلکہ نام بھی یزید ہو۔ خوارج تک کا یہ نام نہیں ہوتا۔

الذین امنوا وکانوا یتقون۔ یہ ولی اللہ کی تعریف ہے۔ ایمان لائے اور پھر تقویٰ میں ترقی کرتا رہے۔

لھم البشریٰ۔ ضرور ہے کہ وہ دنیا میں بھی مبشرات (الہامات) سے مشرف ہوں اور اس دنیا میں وہ آخر کی زندگی کا جلوہ دیکھیں؛

لا تبدیل لکلمٰت اللہ۔ خدا کی باتیں اٹل ہوتی ہیں۔ عیسائیوں نے یہاں دھوکہ کھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ کلام اللہ میں تحریف نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لھم البشریٰ کی پیشگوئیاں ضرور واقع ہوتی ہیں۔ اور انکو کوئی ٹال نہیں سکتا؛

قولھم۔ مخالفین عجیب عجیب طرح سے حقارت کے کلمات بولتے ہیں۔ مگر آخر سب جھوٹے نکلتے ہیں۔ نوحؑ کے ساتھیوں کو کہا گیا۔ ھم اراذلنا بادی الرائی۔ فرعون نے بھی کہا۔ کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ہم پر برتری چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اولیاء اللہ اپنی عزت نہیں چاہتے۔ وہ تو خدا کا جلال اور خدا کی عزت کے طالب رہتے ہیں ان لوگوں میں ریاء کا نام تک نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب سے ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحب نے پوچھا۔ حضرت آپکو بھی کبھی ریا آیا ہے۔ فرمایا تم اگر مویشیوں میں نماز پڑھو تو تمہیں ریاء آتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا۔ پس عام مخلوق خدا کے برگزیدوں کی نظروں میں مویشیوں سے بھی کم ہے۔ ریا کیسا۔ پس عزتیں تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ آسمان و زمین اسی کا ہے۔ ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کچھ خیال نہ کرو۔

جعل لکم الیل۔ رات کے وقت سونے میں بادشاہ و فقیر یکساں ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دن چڑھتا ہے۔ تو پھر امتیاز شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نبی جو سراج منیر ہے۔ اس کے ظہور کے وقت سعید و شقی میں تمیز ہونے لگتی ہے۔

ان الذین یفترون۔ یہ سب سے اعلےٰ معیار صداقت ہے۔ کہ مفتری کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھتا۔

(رکوع ۱۳)

کئی ایک تاریخوں میں میں نے پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں مکہ میں بود و باش رکھتے تھے آپ نے مخالفین کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مگر مدینہ جاتے ہی جب جتھا ہو گیا۔ تو لڑائی شروع کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ نبی جتھے کے منتظر رہتے ہیں۔ تین طرح سے اس کی تردید ہو گی۔ ایک جگہ فرمایا۔ لا یکلف اللہ الاّ نفسک۔ اور مومنوں کے لئے صرف حرض المومنین فرمایا۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت میں بارہ ہزار سپاہ تھی۔ جب آپ غزوۂ حنین کو جا رہے تھے۔ کسی کو خیال اٹھا کہ اب ہم اتنے ہزار ہیں۔ ہمارا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہاں آئتیں نازل ہوئیں۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ یہ کہنا تھا۔ کہ ہوازن کے سو آدمیوں نے شکست دی اور اس وقت صحابہ کی یہ حالت ہوئی۔ وضاقت علیکم الارض بما رحبت بھاگنے کی بھی جگہ نہ رہی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک

خچر پر سوار تھے۔ جب دیکھا کہ لوگ پیٹھ پھیرے بھاگے جارہے ہیں۔ تو حارث کو کہا کہ باگ موڑ دو۔ اور ایسے خطرے کے وقت میں فرمایا انا النبی ولاکذب انا ابن عبد المطلب۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو جتھے کی پروا نہ تھی۔ تیسری بات۔ واللہ یعصمك من الناس کا نزول ہے۔ جس پر آپ نے پہرہ دینے سے منع کر دیا۔ ایسا ہی اس رکوع میں حضرت نوحؑ کے حالات پر غور کرو کہ اکیلا شخص پکارتا ہے۔ فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لایکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولاتنظرون۔ کیا اس کلام کو پڑھ کر یہ شک بھی رہ سکتا ہے کہ نبیوں کو جتھوں کی پروا ہوتی ہے۔ پھر حضرت موسےٰ کے واقعات پر غور کرو۔ کہ جب آگے دریائے نیل تھا اور پیچھے فرعون کی فوج۔ اس وقت صحاب موسٰی نے کہا۔ انا لمدرکون۔ مگر حضرت موسٰی کس اطمینان سے کہتے ہیں۔ کلا ان معی ربی سیھدین۔ پس مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر اس لئے تھا۔ کہ یہ لوگ کسی طرح سمجھ جاویں۔

کبرَ۔ بڑا لگتا ہے۔ فعل کا وزن ایسی ہی معنوں کے لئے مخصوص ہے۔

علیکم غمۃ۔ چھپ چھپ کر نہ کرو۔ بلکہ کھلم کھلا مخالفت کرو کھلے بندوں زور لگاؤ۔

واغرقنا الذین کذبوا۔ بس نبیوں کو تو اپنے مولےٰ کا بھروسہ ہوتا ہے۔ حضرت نوحؑ کی ایک دعا لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراً۔ کام کر گئی۔

بعثنا من بعدھم موسٰی۔ موسےٰ کی طاقت تو یہ تھی۔ کہ ایک آدمی مر گیا تو وہاں سے بھاگ نکلے۔ تلاشی ہونے لگی۔ تو صندوق میں ڈالے گئے۔ آخر اسی موسےٰ نے فرعون پر فتح پائی۔

(رکوع ۱۴)

بنی اسرائیل ایک روایت کے مطابق ۲۵۰ سال اور بروائتے چار سو فرعون کے ظلم میں گرفتار رہے۔

یفتنھم۔ ایسے چکر میں نہ ڈالیں کہ ہماری کمزوریاں ظاہر ہو جاویں۔

ربنا لاتجعلنا۔ مومن تمام مشکلات کا مقابلہ دعا سے کرتا ہے۔ اور اسی سے کامیاب ہوتا ہے۔

ان تبوا۔ مختلف علاقوں سے اکٹھے ہو کر سب مصر میں اپنا گھر بنالو۔

واجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ بچپن میں ایک عیسائی نے مجھ پر اعتراض کیا کہ اس کے معنے ہیں اپنے گھروں کو قبلہ رُخ بناؤ۔ اب تم بتاؤ کہ موسےٰ کو تمہارے قبلہ کی کیا ضرورت تھی۔ دوم۔ یہ ثابت کرو۔ کہ ان کا بھی

کوئی قبلہ تھا۔ میں نے اسوقت لغات کی کتاب کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ قبلۃً کے معنے متقابلۃً ہیں۔ پس میں نے اسے بتایا ان کو حکم یہ ہوا۔ کہ اپنے گھروں کے دروازے ایک دوسرے کے مقابلے پر بنالو۔ تاکہ خطرہ کے وقت ایک دوسرے کے کام آسکو۔ وہ وقت تو یوں گذر گیا۔ پھر خدا نے میری معرفت بڑھائی اور میں نے تورات میں پڑھا کہ حکم دیا گیا۔ کہ تم قربانی کے خون کے نشان اپنے گھروں کی چوکھٹوں پر لگادو۔ تاکہ عذاب کے وقت فرشتے ان کو پہچان لیں۔ میں نے کہا کہ کیا فرشتے بغیر اس کے پہچان نہ سکتے تھے۔ یہ تو اس پر اعتراض کیا۔ اور معنے یہ کئے۔ کہ اب تم اپنے گھروں کو قربانگاہ بنالو۔ اور خون کے نشان لگنے سے ان کے گھر امن کے گھر بن گئے۔ اِس لئے بھی ان کو قبلہ کہا گیا۔

چوتھے معنے یہ ہیں۔ کہ نمازیں بھی اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔

فلا یؤمنوا حتٰے یروا العذاب الالیم۔ انبیاء بہت رقیق القلب ہوتے ہیں۔ مگر جب حجت پوری ہو چکتی ہے تو پھر وہ بڑے سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت ان کے مومن بننے کی کوشش فرمائی جاتی ہے۔ دوسرے وقت میں کہا کہ ایمان لانے

کی توفیق ان سے چھین لے۔

فاستقیما۔ احببت دعوتک کے باوجود یہ دو شرطیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ عذاب کا وعدہ ٹل بھی جاتا ہے۔

لمن خلفک اٰیۃ۔ اس زمانہ میں اس کی لاش نکلی ہے۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے۔

(رکوع ۱۵)

اللہ کا کوئی بنے تو بہت سکھ پاتا ہے۔ مگر افسوس بعض لوگ اپنے علم و فضل پر نازاں رہتے ہیں۔ بعض اپنی قومیت پر۔ بعض جتھے پر بنی اسرائیل کو مصر میں پہلے سب باتیں حاصل تھیں۔ جتھا بھی تھا۔ قومیت بھی۔ علم و فضل بھی۔ جب اللہ تعالےٰ سے تعلق منقطع ہوا۔ تو یہ سب باتیں کسی کام بھی نہ آئیں۔ وہ غلام بنائے گئے۔ ان سے اینٹیں پکوانے کا کام لیا گیا۔ بلکہ یہ بھی حکم ہوا۔ کہ اس کا سامان بھی یہی مہیا کریں۔ پھر جب ان کو خدا یاد آیا۔ تو خدا بھی ان پر متوجہ بہ رحمت ہوا۔

صدق۔ عربی زبان میں صدق مضبوط جگہ کو کہتے ہیں۔

یوم القیامۃ۔ وہ دن بھی ہوتا ہے جس دن انسان مرے۔

فان کنت فی شک۔ یعنے اے شک کرنے والے اگر تو شک میں ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ فعل سے فاعل مشتق ہو جاتا ہے

پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل میں پڑھئے۔ کہ فلا تقل لهما اُف ولا تنهرهما۔ حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتیم تھے۔ پس وہ مخاطب نہیں ہیں۔ اگر یہاں مما انزلنا الیک آیا ہے۔ تو اس سے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوگی کیونکہ سورۂ اعراف میں ہے۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم تکونن۔ اے مخاطب نہ ہو شک کرنیوالوں سے۔

فلولا کانت قریۃ۔ عرب میں بھی ایک امن کی بستی حرماً امناً۔ امنهم من خوف۔ اس کو سمجھایا ہے۔ کہ ایمان لائے۔ یونس کی قوم کی طرح فائدہ اٹھائے

ولو شاء ربک لآمن من فی الارض اگر اللہ چاہتا تو انسان کے تمام ایسے قویٰ بنا دیتا۔ کہ ان پر فعل یا ترک کا کوئی دخل و تصرف نہ ہوتا۔ اور اس طرح نہ ماننا ان کی فطرت میں ہی نہ رہتا۔

لا یعقلون۔ جو بدیوں سے نہیں رکتے۔

حقاً علینا ننج المؤمنین۔ مومن کو تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں مگر کوئی مومن بھی ہو۔

(رکوع ۱۶)

یتوفاکم۔ روح کے بقا کے مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے یتوفی استعمال میں آتا ہے۔

(رکوع اوّل) (سورۂ ہود)

الرا۔ انا اللہ اریٰ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ بتوں کے حامی جو کچھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ وہ میں دیکھ رہا ہوں (جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں ان کی شرارتوں کا علم ہے اس کے متعلق باز پرس ہوگی) اس سورۃ میں دشمنانِ رسالت مآب کی شرارتوں کا بیان ہے۔

کتاب۔ تمام دنیا کے راستبازوں کی تعلیم کی جامع کتب۔

ثم فصلت۔ ایک مقام پر فرمایا ہے۔ ولو جعلناہ قرآنا اعجمیا لقالوا لولا فصلت آیاتہ ءاعجمی وعربی جس سے ظاہر ہے۔ کہ فصلت کی مصداق عربی زبان ہے۔ جو بہت فصیح اور تمام قسم کے معانی و مافی الضمیر کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ کوئی زبان اس کا ترجمہ مفرد لفظ میں برداشت کرنے کے لئے طیار نہیں۔

من لدن حکیم خبیر۔ یہ کتاب حکیم کی طرف سے ہے۔ عام حکیم جو کچھ کہتے ہیں اس کے سامنے عوام کو چون وچرا کا یارا نہیں۔ چہ جائیکہ ایک عظیم الشان حکیم کی طرف سے ہو اور حکیم بھی ایسا۔ کہ جو ہر

طرح سے باخبر ہو۔

الا تعبدوا الا اللہ۔ بس یہ اس کتاب کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ یہی کلمۂ اسلام کا روح رواں ہے۔ جس کے اعلان کا یہاں تک اہتمام ہے کہ پانچ وقت کوٹھوں پر چڑھ کر تبلیغ کی جاتی ہے۔ اور دنیا میں کسی مذہب نے کسی بات کی اس زور سے اشاعت نہیں کی۔

انني لکم منه نذیر و بشیر۔ یہ توحید کو کامل کرنے کے لئے اس کا دوسرا حصہ ہے۔ کیونکہ سب احکام الٰہی مبارک وجودوں کے ذریعے سے ظاہر ہوئے۔

یمتعکم متاعاً حسناً۔ بعض لوگ قرآن سیکھنے یا اس پر عمل کرنے کی نسبت یہ عذر کرتے ہیں۔ فکر معاش۔ دو دن کی زندگی میں بھلا کیا کرے کوئی۔ فرماتا ہے۔ رزق کا سامان ہم خود کر دیں گے۔ وما من دابۃ۔ میں اس مسئلہ کو کھولا ہے۔

ان تولوا۔ مذہب حق اختیار کرنے سے بعض دکھوں سے ڈرتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ وہ عذاب جو حق کے انکار کرنے کی سزا میں ہے۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔

فی ستۃ ایام۔ ہر چیز جو کمال کو حاصل کرتی ہے۔ چھ مراتب کو طے کرکے۔ فرماتا ہے۔ کہ آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور پھر اسے کمال تک پہنچایا۔

پارہ بارہواں ۱۲

(بقیہ رکوع ۱ و ۲)

ولئن اذقنا الانسان۔ جو لوگ خدا کی کتاب اور خاتم النبیین کے حالات و تعلیمات سے ناواقف ہیں انکی یہ حالت ہوتی ہے۔ دنیا میں کبھی خوشی آتی ہے اور کبھی غمی۔ اور کبھی صحت ہوتی ہے اور کبھی بیماری اور کبھی دُکھ اور کبھی سُکھ۔ انسان پر یہ دونوں حالات ضرور ہوتے ہیں۔ مگر ایک نبیوں کے متبع ہوتے ہیں۔ ایک جوان کی تعلیمات کی پروا نہیں کرتے۔ یہاں آخر الذکر کا ذکر ہے۔

لیئوس کفور۔ بے ایمان انسان نااُمید ہو جاتا ہے۔ مگر نبیوں کے متبع کی نسبت مثنوی میں آیا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر او گنج کرم بنہادہ است!

ایک بیوی کا خاوند فوت ہو گیا۔ اور اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ اب اس کی مثل کون ہو گا۔ مگر معاً اس نے استغفار کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ کو سب قدرتیں ہیں چنانچہ اس کے بعد اس کا نکاح حضرت محمد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ اور اس نے خود اقرار کیا۔ کہ یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ یاس مومن کا کام نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا ہے۔ ولا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ چنانچہ اس کا پھل پایا۔

ولئن اذقنٰہ نعماء۔ حدیثوں میں ایک شخص کا ذکر ہے۔ جسے جذام تھا۔ اس کے سامنے فرشتہ متمثل ہو کر آیا۔ اور پوچھا کیا چاہتا ہے۔ کہا لون حسن۔ رنگ اچھا ہو۔ جسمانی صحت ہو۔ چنانچہ ایسا ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ کیا چاہتا ہے۔ کہا مال مویشی اونٹ وغیرہ۔ یہ بھی مل گیا۔ پھر وہی فرشتہ گداگر کی شکل میں اس کے سامنے آیا۔ اور سواری کے لئے گھوڑا مانگا۔ تو اس نے اسے جھڑکا کہ یوں دینے لگے تو ہمارے پاس کیا رہے اور اسے ذلیل سمجھا۔ بد بخت انسان تھوڑے سے سکھ پر بھول بیٹھتا ہے۔ اور اکڑ باز بن جاتا ہے۔

فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے بعض حصہ کلام کی مطلق پروا نہیں کرتے دوسروں کی عیب چینی معمولی معمولی باتوں پر کرتے ہیں۔ اور خود اپنے نفس پر غور نہیں کرتے۔ کہ اہم سے اہم فرض کے تارک ہیں۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا۔ اور پوچھا۔ کہ بے وجہ مکھی مارنے کا کیا قصاص ہے۔ آپ نے اس سائل کو دیکھ دیکھ کر فرمایا۔ کہ تیرے گھر کوفے ہیں؟۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے وقت تمہیں فتویٰ کی ضرورت نہ تھی۔

وضائق بصدرک۔ جب کوئی حکم قرآنی آئے تو پھر شرح صدر سے اسے نہیں کرتے بلکہ بہانے بنانے لگتے ہیں کہ اپنی قوم کا لحاظ ہے۔ یہ بات ہی وہ بات ہے۔

افمن کان علےٰ بینۃ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو دین آیا۔ اس کی صداقت کے تین نشان فرمائے۔ ایک بینہ۔ دوم شاہد۔ جو اس کے اندر سے ہو۔ یعنی ضمیر کی شہادت فراست مومن۔ سوم الٰہی کتب۔ مثلاً موسیٰ کی کتاب کی شہادت۔ انبیاء و فلاسفروں میں یہ فرق ہے کہ فلاسفروں کا آپس میں ضرور فرق ہوتا ہے۔ مگر انبیاء اصولاً سب کے سب متفق ہیں۔

ہر حق کے سامنے ایک جھوٹ ہوتا ہے اور ہر جھوٹ کے مقابل سچ۔ یہاں ومن اظلم میں جھوٹے مفتری کا نشان اور اس کا انجام بتاتا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ موسیٰ
اور فرعون دونوں مر چکے ہیں۔ مگر موسیٰ
پر رب علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں۔
اور فرعون پر کوئی رحمت بھیجنے والا نہیں۔

یبغونھا عوجاً۔ بے دین (ٹیڑھے)
رہ کر چاہتے ہیں۔ اللہ کی راہ کو۔ مسلمان
بھی اب اس مرض میں گرفتار ہیں۔

وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ ان
تمام خرابیوں کی جڑ ایک ہی بات ہے۔ کہ
وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے۔ کہ ایک
وقت آتا ہے۔ جب ہم کو جواب دہی کرنی پڑیگی۔

ان الذین امنوا۔ اس میں دوسرے
گروہ کا ذکر فرماتا ہے۔ جو راستبازوں
کا گروہ ہے۔

اولئک اصحٰب الجنۃ۔ صحابہ کرام
کے لئے ایک جنت تو رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی صحبت تھی۔ کہ وہ معاصی
اور ان کے بد نتائج سے بچکر نیکیوں سے
لطف اُٹھاتے تھے۔ ایک شرابی ہی کو لو۔
شراب پی۔ متوالے ہوئے بدر رو میں گرتے
پاس جو نقدی تھی۔ وہ گئی۔ ایک بہشت۔
اللہ پر بھروسہ اور ایمان کا ہے۔ جو مصائب
میں بھی آرام بخشتا ہے۔ پھر صحابہ کے لئے
مدینہ منورہ ایک بہشت تھا۔ پھر مکہ کی فتح
اور دوسری فتوحات مثل عراق۔ عجم۔ شام۔
مصر۔ اور وہ ممالک۔ جن کی نسبت موسیٰ
علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعدہ دیا کہ وہاں
دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہیں۔ ایک
بہشت قرآن۔ اور اس کی حجج قاطعہ و براہین
ساطعہ ہیں۔ جن کے ذریعے تمام مذاہب پر
فتح پاکر مظفر و منصور ہو کر شاد کام رہتا ہے
ایک دفعہ میں سفر کو گیا۔ ایک مولوی
سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے پوچھا۔ مرزا صاحب
کیا لکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ علامات
المقربین لکھتے ہیں۔ اس میں ایک بات لکھی
ہے۔ کہ ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار
لفی جحیم۔ مومن اسی دنیا میں نعمتیں پاتا
ہے۔ اور فاجر دوزخ میں ہو جاتا ہے۔ جل
جل کر کباب ہوتا رہتا ہے۔ مولوی بولا
یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ دیکھئے ہم نان شبینہ کو
ترستے ہیں۔ اور یہ کافر گڑ گڑ بگھیاں گزارتے
ہمارے سینے پر مونگ دلتے ہیں۔ میں تو
دیکھ کر کباب ہو جاتا ہوں۔ پاس ایک بڑے
شیخ بیٹھے تھے وہ بولے۔ مولوی صاحب کا
رنگ بھی تو اسی جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا
ہے۔ مولوی صاحب بولے۔ سچ کہتا ہے۔
گویا اس طرح پر اس نے اپنی جہنمی زندگی
کا اقرار کیا۔

(رکوع ۳)

آسودہ حالوں پر غریب ناصح کی بات

کم اثر کرتی ہے۔ حضرت نوح کا زمانہ بہت آسودہ حالی کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ناصح کی باتوں پر سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ بہت افسوس ہے کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی پھیلتا جاتا ہے۔ اسی واسطے میں نہیں چاہتا۔ کہ بہت دولت مند میری بیعت میں داخل ہوں۔

کما تسخرون۔ ایک معنے یہ ہیں اس لئے ہم ہنسی کرتے ہیں کہ تم بھی ہنسی کرتے۔ یا یہ معنے کہ ہم اتنی ہنسی کریں گے۔ جتنی تم کرتے رہے۔

فار التنور۔ اس کے پانچ معنے ہیں۔ (۱) تنور کے معنے وجہ الارض زمین کا اوپر لا حصہ (۲) اونچی جگہ۔ یعنی اونچی جگہوں کے چشمے پھوٹ نکلے (۳) اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں یعنے وہاں بھی پانی بہ نکلا (۴) پو پھٹنے کا وقت آگیا نوح کی قوم پر۔ عذاب سحری کو آیا تھا۔ (۵) اونچے محلوں پہ پانی حملہ آور ہوا۔

الّا قلیل۔ بہت روایتوں میں میں نے پڑھا ہے کہ ۸۰ سے زیادہ نہ تھے۔ یہ مثال یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے۔ جو تمہارے نفع کے لئے تمہیں سناتا ہوں۔ سفر میں ایک شخص نے حضرت کے متعلق مجھ سے تین سوال کئے ایک ان میں سے اس سبق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحبؑ نے لکھا ہے۔ کہ میں عمل الترب کے ذریعے بیماروں کے اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ورنہ مسیحؑ سے بڑھ جاؤں۔ دوسرا یہ عمل تو کفار بھی کر لیتے ہیں۔ ان دونوں میں ایک نبی کی بات کی سخت ہتک ہے۔ نیز ایک نبی کے عمل کو مکروہ فرمایا۔ میں نے کہا آپ مولوی عبداللہ صاحب کو جانتے ہیں۔ جنھوں نے تحفۃ الہند لکھی ہے۔ کہا ہاں وہ تو میرے پیر و مرشد تھے۔ میں نے کہا سنا ہے کہ بہت سی ہندؤں کو مسلمان کر لیا تھا۔ کہا کیوں نہیں۔ تین سو زیادہ کو مسلمان کر لیا تھا۔ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ اس کے تمام طالب علم مسلمان ہو گئے :

میں نے کہا تم نے توراۃ پڑھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نوحؑ نے ۸۰ آدمی ۹۵۰ برس کی تعلیم میں مسلمان کئے اب میں کس طرح مان لوں۔ کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۳۰۰ کافر مسلمان کر لئے۔ کیا ایک امتی نبی سے بڑھ کر ہو سکتا ہے اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ ہی جواب دیں۔ میں نے کہا سنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا (قرآن مجید) وہ نوحؑ کے پاس نہیں تھا۔ پس یہ فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہے پہلی بات یہاں سمجھ لو۔ دوم۔ یہ بتاؤ۔ کہ قرآن شریف خدا کا معجز کلام ہے یا نہیں۔ کہا ضرور۔ میں نے کہا کہ وہ کس زبان میں ہے۔ کہا عربی میں میں نے کہا کہ ابو جہل کونسی زبان بولتا تھا۔ کہا عربی۔ میں نے کہا کہ ہتک کر رہے ہو۔ جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سُن کر مبہوت رہ گیا۔ سوم۔ میں نے اسے کہا آپ ایک تصویر یا بُت بناؤ۔ میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھاتا ہوں۔ اس پر وہ جھٹ بولا کہ تصویر یا بُت بنانا تو حرام ہے میں حرام فعل کا ارتکاب کیوں کر کروں۔ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے دُہرایا۔ پھر کہا ہوش کرو۔ ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو (انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر) دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا۔ اور صرف یہی فرمایا کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔ ورنہ ایسا کر سکتا اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو وہ بہت نادم ہوا اور کہا کہ سب باتوں کا جواب آگیا۔ یہ باتیں علم سے نہیں آتیں۔ خدا کے خاص فضل سے آتی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا ادب کس طرح کرتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہاں بتایا ہے۔ حضرت نوح ؑ نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی اس بناء پر کہ اہل کے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوح کو ایک ادب سکھاتا ہے۔

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔

نوح۔ تو کیوں کہتا ہے یہ میرا اہل ہے جب ہمارا وعدہ تھا تو ہم کو خود ہی اس کا پاس تھا۔ تم کیا جانو کہ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں اب دوسری بات دیکھو۔ کہ اس طریق ادب کے سکھانے کے جواب میں اگر ہم ہوتے تو کیا کہتے۔ مجھے نبیوں کا علم نہ ہوتا۔ تو میری فطرت یہ گواہی دیتی ہے کہ میں کہتا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ مگر حضرت نوح ؑ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ادب سے اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے۔ اور یوں کہا۔ کہ رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم۔ یعنی آپ ہی توفیق دیں۔ کہ میں ایسی دعا نہ کروں۔ جس کا مجھے علم نہ ہو۔ دعوے نہیں کیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ اسی واسطے صلحاء امت نے لکھا ہے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک کام چھوڑ دے۔ دوم دعا حفاظت کرے۔ وعدہ کر لینا اچھی بات نہیں۔ کیونکہ پھر ایسا کرے گا۔ تو ایک گناہ اس بدی کا۔ دوم گناہ وعدہ شکنی کا۔ کیونکہ بعض انسانوں کو ایک بات کی لت ہو جاتی ہے۔ تو وہ جب موقعہ آ جاتا ہے۔ بول اٹھتے ہیں۔

بہار توبہ شکن آمد وچہ چارہ کنم۔ دیکھو حضرت نبی کریمؐ نے دعا کی ہے۔ رحمتک ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ۔ قرآن مجید مومنوں کو ادب سکھاتا ہے اور فرمایا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اور لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقسیم کردہ مال غنیمت کی نسبت اتنا کہا کہ اس میں انصاف ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ خالد بن ولید قتل کرنے کے لئے اُٹھے۔ آنحضرتؐ نے روک دیا۔ اور فرمایا کہ مومن ہونیکا دعویٰ کرتا ہے درگذر کرو۔ مگر دیکھو گے کہ ایک قوم اس کے ذریعے پیدا ہوگی۔ قرآن کریم جن کے حلق سے نیچے نہیں گزریگا۔ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ حضرت علی نے ایسے لوگوں کو قتل فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بڑے الزام لگائے گئے۔ عبد اللہ بن سلام نے سمجھایا کہ تم یہ جرأت وبے ادبی نہ کرو۔ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قیامت تک تلوار مسلمانوں سے نہ اٹھے گی۔ قتل کرنے والے نے نہ مانا تو اس کا نتیجہ بھگتا۔

مکہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے آئے معمولی بات تھی۔ مگر اس کا نتیجہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ حضرت علی بھی مجبور ہو کر مدینہ سے چلے آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ پھر مدینہ دار الخلافہ نہ بنا۔

بسلٰم منّا۔ سلامتی ہماری طرف سے۔ اس تعوذ کا نتیجہ ہے۔ یہ تو بدلہ کا بدلہ ہؤا۔ اب برکات تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر ہونگے۔ یہ اس ادب کا انعام ہے ایک صوفی نے عجیب نکتہ لکھا ہے کہ ساحران فرعون کے ادب کا نتیجہ تھا۔ کہ انہیں ایمان لانے کی توفیق ہوئی۔ انہوں نے جناب موسےٰ کا ادب کیا۔ اور کہا۔ اما ان تلقی۔ میں نے بھی اس سے ایک نکتہ نکالا ہے۔ وہ یہ کہ مباحثہ میں ہمیشہ پہلے دشمن کو اعتراض کرنے دے پھر اس کا جواب دے۔ مومن اس طریق سے فتح پاتا ہے۔

تلک من انباء الغیب۔ نبی کریمؐ کو مخاطب فرمایا ہے۔ کہ یہ آئندہ کا واقعہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ قصہ نہیں۔ فرماتا ہے کہ تم خدا سے دعائیں کرو۔ اور وہ ادب سے ہوں۔ اور حضرت نوحؑ کی طرح استقلال سے اپنی تعلیم پھیلاؤ۔ وہ تعلیم جسے تو اور تیری قوم اس سے پہلے ہرگز نہ جانتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان العاقبۃ للمتقین۔ انجام کار متقی فتح پائیں گے۔

اعبدوا اللہ۔ یہ اصل الاصول بہت

ضروری ہے۔ پہلے جو کام کرو۔ خدا کے
حکم کے ماتحت کرو۔ رسول کریم صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو پھر
تمہاری نفسانی غرض اس میں شامل نہ ہو۔

مالکم من اللہ غیرہ۔ اعبدوا
اللہ کا ہی مطلب تھا۔ اسے تاکید کے
لئے فرماتا ہے کہ کوئی سوائے اللہ کی تمہاری
نیت قول و فعل میں محبوب اور مقصود ہو

(رکوع ۵ و ۶)

کیدونی جمیعًا۔ تم بھی اور تمہارے
بت بھی۔ انبیاء جتھے کے محتاج نہیں ہوتے
دیکھو۔ یہاں کا کوئی جتھا نہیں کس تحدی
اور جرأت سے اعلان کرتے ہیں۔

ومامن دابۃ۔ جب سب جانداروں
پر خدا تعالیٰ کی حکومت ہے۔ تو ہمیں کوئی
چیز ضرر کیونکر دے سکتی ہے۔

قریب مجیب۔ قریب ہے دعا سنتا ہے
اور پھر قبول کرتا ہے۔

ھٰذہٖ ناقۃ اللہ۔ اللہ تعالےٰ
جس چیز کو چاہے۔ نشان قرار دے لے۔
یہاں ایک معمولی اونٹنی کی نسبت کہدیا۔
چلو یہی بطور نشان سہی۔

وعد غیر مکذوب۔ بعض وعدے
ٹل بھی جاتے ہیں۔ یہاں غیر مکذوب
فرمایا۔ کہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔

جثمین۔ زمین کے ساتھ لگے رہے
مرغی زمین کرید کر اس پر اپنا سینہ رکھ دیتی
ہے اسے جثم کہتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے
جثم الطائر۔

الصیحۃ۔ جیسے ایک مصرع صاح
الزمان بآل۔

کان لم یغنوا۔ گویا ان کا مغنیٰ ہی
کوئی نہ تھا۔ مغنیٰ کہتے ہیں آبادی کو۔

قالوا سلٰمًا۔ کہتے ہیں سلمًا سے سلامٌ
بڑھ کر ہے۔ سلمًا کے پہلے کوئی فعل ہے
جو اوقات سے متعلق ہے۔ یعنی ماضی یا
حال یا استقبال کا۔ بہر حال دوام نہیں۔
مگر سلٰمٌ میں زمانہ کوئی نہیں اس میں دوام
پایا جاتا ہے۔ گویا ابراہیم نے ان سے
بہتر جواب دیا۔ حسب آیت حییتم بتحیۃ
فحیوا باحسن منہا۔

فما لبث ان جاء بعجل۔ اس سے
معلوم ہوا۔ کہ مہمان سے پوچھا۔ کہ روٹی
کھاؤ گے یا نہیں کہ لغو بات ہے کہ جو ماحضر
ہو پیش کر دیا ہے۔ تو کھالے۔

حنیذ۔ تلا ہوا ترجمہ دہلی کی رہائش
کی وجہ سے ہے۔ اصل میں اس کے معنے ہیں
کہ گوشت کی ماندہ رطوبت جلائی گئی تھی۔
ایک پتھر گرم نیچے ایک اوپر رکھ دیتے ہیں
اور اسی طرح گوشت تیار کیا جاتا ہے۔ پکوڑے

علاقے میں بھی ایسا کرتے ہیں۔ ایک کھال میں رکھ کر گرم ریتے میں دکھ دیا۔

واوجس منہم خیفۃً۔ صوفیوں نے لکھا ہے۔ کہ ابراہیم کے قلب نے معلوم کر لیا کہ یہ عذاب لائے۔ اور ابراہیم اللہ کے غضب سے ڈرے۔

فضحکت۔ اس کے ایک معنے کرتے ہیں کہ وہ بڑھاپے میں حائض ہوئی۔

یٰویلتیٰ۔ یہ عورتوں کا طرز کلام ہے۔

ھذا بعلی شیخاً۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔

علیکم اھل البیت۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اہل بیت میں بیبیاں شامل ہیں۔ ھل ادلکم علیٰ اھل بیت یکفلونہ لکم۔ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پس بڑا افسوس ہے کہ شیعہ اہل بیت میں بیبیوں کو شامل نہیں کرتے۔ اور یطہرکم میں کم ضمیر کو مذکر کے لئے بناتے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ یہاں بھی ایک عورت کے لئے برکتہٗ علیکم آیا ہے۔

ولما جاءت رسلنا لوطاً سیٓئ بہم چونکہ تورات میں لکھا ہے۔ کہ لوطؑ خود انکو گھر میں لائے۔ اس لئے بعض مفسرین نے اس کے اچھے معنے کئے ہیں کہ لوط اس امر پر تنگ ہوئے کہ یہ کیوں ہمارے ساتھ نہیں چلتے۔ اور مہمان نہیں بنتے۔

(رکوع ۷ و ۸)

ھٰؤلآء بناتی ھن اطھر لکم۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت لوطؑ کی سات بیٹیاں تھیں۔ پانچ اسی گاؤں میں بیاہی ہوئی تھیں۔ تو حضرت لوطؑ نے ان کو شرم دلائی۔ کہ دیکھو سب لڑکیاں تمہارے ہی گھروں میں ہیں۔ پس کیا میں تمہارے برے میں ہوں کہ اجنبی لوگوں کو بطور جاسوس داخل کروں۔

اطھر لکم۔ یہ لڑکیاں میں نے تمہارے تقویٰ کے لئے پیش کی ہیں۔ ان کا معاملہ سوچو۔ کہ جب یہ تمہیں دیدیں۔ تو میں گاؤں کے برخلاف کوئی منصوبہ کیوں کرنے لگا۔

ان لی بکم قوۃ او اٰوی الیٰ رکن شدید۔ حضرت لوطؑ نے پہلے قوت کا ذکر کیا۔ مگر پھر انبیاء کے طریق پر اللہ کی طرف جھک گئے اور کہا کہ نہیں بلکہ میں اللہ کی پناہ لوں گا۔ رکن شدید سے مراد یقیناً اللہ ہے۔

عالیہا سافلہا۔ جو عالی تھے۔ انکو سافل کر دیا۔ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا بنانا خدا کے عجائبات قدرت کے نمونے ہیں۔

رزقنی منہ۔ میں بد معاملگی نہیں کرتا۔ لین دین میں دھوکہ نہیں کرتا۔ پھر بھی مجھے خدا نے اپنی جناب سے بہت عمدہ رزق دے رکھا ہے۔ تم کیوں لا تنقصوا المکیال والمیزان پر عمل نہیں کرتے۔ میری مثال سے ظاہر ہے کہ حصول رزق۔ ماپ تول کی کمی پر موقوف نہیں۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت۔

میرے ایک دوست بڑے مہمان نواز تھے ایکدفعہ ایک مہمان آیا۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پاس پیسہ تک، نہ تھا اسے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جاویں۔ میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی۔ اور کہا افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ مولا تیرا ہی مہمان ہے۔ یکایک ایک آدمی نے آواز دی۔ کہ لینا میرے ہاتھ جل گئے۔ ایک قاب پلاؤ کا تھا۔ نہ اس نے اپنا نام بتایا۔ نہ ان کو جلدی میں خیال رہا۔ وہ قاب مدت تک ہمارا امانت رہا۔ کوئی مالک پیدا نہ ہوا۔ توکل عجیب چیز ہے۔

لا یجرمنکم۔ اللہ تعالیٰ کا تم سے قطع تعلق نہ کر دے۔

ما نفقہ کثیرا مما تقول۔ یہ ایک بہانہ ہے۔ انبیاء جو دین لاتے ہیں وہ بالکل سہل ہوتا ہے۔ لوگ عجیب عجیب پیچیدہ رسمیں ادا کرتے ہیں اور خدا کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے ایک خوجہ قوم شیعہ کو دیکھا ہے کہ ان میں سو سو سال کے بوڑھے ہو گئے اور ختنہ نہیں کرایا۔ کیونکہ ختنہ کی رسوم کے لئے سو سو روپیہ چاہیئے تھا۔ لوگوں نے خود اپنے تئیں مشکلات میں ڈال رکھا ہے۔

(رکوع ۹)

ہر فن میں جو اس فن کا ماہر ہو اس کی بات ماننی چاہیئے۔ مثلاً کوئی انگریزی زبان کے متعلق مسئلہ ہو۔ تو انگریزی جاننے والوں سے۔ شعر، شاعروں سے۔ غرضیکہ ہر ایک کسب اس کے اہل سے دریافت کرنا چاہیئے۔ دنیا میں ہر قسم کی تجارت و سیاست کو جس طرح یورپ والے جانتے ہیں۔ ہم لوگ واقف نہیں ہیں۔ لہذا ان سے سیاست و تجارت کے متعلق باتیں دریافت کرنی چاہئیں۔ لیکن جن علوم سے وہ ناواقف ہیں۔ مثلاً یورپ و امریکہ والے علوم روحانی اور خدا شناسی سے بالکل ناآشنا ہیں۔

ولقد ارسلنا۔ ہم نے موسےٰ کو فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون تو اس فن سے ناواقف تھا۔ جس کے متعلق موسیٰ آئے اس کے متبعین نے اس خاص فن میں بھی فرعون کی ہی اتباع کی۔ پس اس کا نتیجہ ظاہر ہے

وِرد۔ کاٹھ کا بڑا پیالہ۔ گھاٹ میں
اُترنے کو بھی کہتے ہیں۔ رفد بھی کہتے ہیں۔

ذلک من انباء القریٰ۔ یہ باتیں
ان واقعات و حالات سے متعلق ہیں جن
کے متعلق انبیاء آتے ہیں۔ فرعون کو مصر
ہی کا گھمنڈ تھا۔ پھر مصر اب موجود ہے۔
اس کی حالت کو دیکھو بعض ایسی بستیاں
ہیں جو تباہ ہو گئیں۔ مثلاً لوطؑ کی بستیاں
جن کے نام سڈام وغیرہ پانچ بستیاں۔

تتبیب۔ ہلاکت جیسا کہ سورہ تبت
میں بھی آیا ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے
کہ انسان کا جسم بھی ایک بستی ہے۔

(رکوع ۱۰)

فاما الذین شقوا۔ جو اپنے مطالب
میں کامیاب نہ ہوں۔ ناکام نامراد اسے عربی
زبان میں شقی کہتے ہیں۔

ما دامت السمٰوات والارض۔
کہاں کا آسمان و زمین؟ وہاں (جنت) کا

الا ما شاء ربک۔ اس کی بابت بہت
بحث ہے۔ کہ ما شاء ربک سے کیا مراد ہے۔
بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو
آسائش پہنچ جاتی ہے۔ اس کا استثنا مراد
ہے۔ بعض نے اس فاصلہ کو اور وسیع کیا
ہے۔ اور کہا ہے کہ حشر کے فیصلہ تک بعض
نے یہ کہا ہے کہ آخر دوزخ سے سب نکالے
جاویں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہار
عظمت و جبروت مراد ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے
مشیت الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔

فلا تک۔ یہ خطاب عام ہے۔ ہر
مخاطب قرآن سے۔

فاستقم۔ حضرت نبی کریم نے فرمایا
ہے۔ کہ شیبتنی ھود۔ کہتے ہیں۔ اسی آیت
کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک استاد
کو اپنی جماعت۔ مرشد کو اپنے مریدوں کا
سخت فکر ہوتا ہے۔ یہاں نبی کریمؐ کو
استقامت کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے
ساتھ ہی من تاب معک۔ انسان کو اپنی
ذات کی ذمہ واری مشکل ہے۔ چہ جائیکہ
دوسروں کا ذمہ اٹھانا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے تھے۔ اللھم
رحمتک ارجوا فلا تکلنی الی نفسی
طرفۃ عین۔

طرفی النہار۔ صبح و عصر کی نماز۔

آیت ۷۔ اولوا بقیۃ۔ جن میں نیکی کا اثر
باقی ہو۔ صاحبانِ عقل و شعور۔ ما اترفوا
فیہ۔ جس راہ میں کہ انہوں نے عیش و عشرت
کو پایا۔ جب تک کسی قوم میں ایسے لوگ ہوں
جو بدیوں سے منع کرتے رہیں۔ اور نیکیوں
کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ تب تک
وہ قوم ہلاک ہونے سے بچی رہتی ہے۔

آئت ۸ - بظلم۔ اللہ تعالیٰ بے وجہ کوئی عذاب نہیں دیتا۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں مصائب ایسے ہی بلا سبب آجاتے ہیں۔ قرآن شریف ایسا نہیں کہتا بلکہ فرماتا ہے کہ جس بستی میں مصلح موجود ہوں۔ وہاں عذاب نہیں آتا۔

آئت ۹ و ۱۰ - کذالك خلقهم۔ رحم کے واسطے ہی انکو پیدا کیا ہے۔ اس آئت سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اختلاف مذاہب کا ہمیشہ رہے گا۔ تمّت۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی ایک بات ہے۔ اور پوری ہوگی کہ جنّ و انس کا ایک گروہ داخل جہنم ہوگا۔

آئت ۱۱ - کلاّ نقص۔ یہ سب جو ہم نے بیان کیا۔ یہ اس واسطے ہے کہ پہلے انبیاء کے حالات کے سننے اور معلوم کرنے سے تیرا دل مضبوط ہو کہ تمام انبیاء کے ساتھ ایسا حال ہوا اور تو بھی ایک نبی ہے۔

وجاءك۔ اور جو پیشگوئی تیرے متعلق تھی۔ وہ اب آگئی ہے۔

آئت ۱۲ - علیٰ مکانتکم۔ حتی الامکان تم اپنی پوری طاقت سے میرے مقابلہ میں زور لگاؤ اور اپنی جگہ پوری طرح سوچ بچار کر لو۔

آئت ۱۴ - غیب۔ یہ سب انبیاء کے واقعات جو قرآن شریف میں بیان کئے ہیں یہ غیب یعنی پیشگوئیاں ہیں۔ جیسا کہ ان انبیاء کو کامیابی ہوئی اور ان کے مخالف ہلاک اور تباہ ہوئے۔ ایسا ہی حال حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے احباب کا اور جس طرح انبیاء کے مخالفوں کا حال ہوا۔ اسی طرح آپؐ کے مخالفوں کا ہوگا۔

سورۂ یوسف

(رکوع ۱)

آئت - الٓر۔ انا اللّٰہ اریٰ۔ میں اللہ دیکھتا ہوں کہ جو کچھ تم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کرتے ہو۔ جس طرح تم اس رسول کے ساتھ برتاؤ کر رہے ہو۔ اسی طرح یوسف کے ساتھ اس کے بھائیوں نے کیا تھا۔ تمہارا بھی اس رسول کے سامنے وہی حال ہوگا جو یوسف کے سامنے یوسف کے بھائیوں کا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے جن میں سے ایک بنیامین ان سے بھی عمر میں چھوٹے تھے۔ اور یہی سگے بھائی یوسف علیہ السلام کے تھے۔ باقی بھائیوں میں سے جو سوتیلے تھے۔ ایک ان کے خیر خواہ تھے۔ باقی نو مخالف تھے۔ ایسا ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالف بھی تسعۃ رھطٍ نو گروہ تھے۔

آئت ۱۳- قصص- بیان- یاد رکھنا
چاہیئے- کہ یہاں لفظ قصص ق پر فتح
کے ساتھ ہے یہ مصدر ہے اور اس کے
معنے ہیں بیان کرنا- بعض لوگ غلطی سے
اس کے معنے کرتے ہیں- قصے- قصہ اور
لفظ ہے جو قؔ کی زیر اور کسرہ کے ساتھ
ہے- اور اس کی جمع ہے- قِصَص- قؔ
کے نیچے زیر کے ساتھ- نبیوں میں سے حضرت
رسول کریمؐ- حضرت نوحؑ- حضرت موسےٰؑ-
حضرت ابراہیم علیہم السلام والبرکات
بڑے اولوالعزم لوگ ہوئے ہیں- اور
ان کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام
سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے- حضرت یوسف
علیہ السلام کا معاملہ تو صرف بھائیوں یا
ایک عورت کے ساتھ ہوا تھا- اور وہاں
تمام اقوام کی مخالفت کا بہت خوفناک
مقابلہ پیش تھا-

آئت ۴- رایتُ- میں نے دیکھا ہے- کہ
بعض لوگ اس کا نام خواب رکھتے ہیں مگر
حضرت یوسف نے اس کو دیکھنا ہی فرمایا اور
یہی اصطلاح صحیح ہے- وہ بھی ایک قسم
کی بیداری ہی ہوتی ہے- جس میں دوسرے
شریک نہیں ہو سکتے-

لی ساجدین- میرے سبب سے
وہ سجدہ میں گرے ہوئے ہیں- کوئی ایسا
امر واقعہ ہوا ہے کہ وہ سب کے سب
سربسجود ہو رہے ہیں-

آئت ۵- اس آئت سے ظاہر ہے- کہ
حضرت یعقوبؑ تعبیر رویاء کی سمجھ گئے تھے-
فرمایا تیرے بھائی تو تیرا مقابلہ کریں گے-
اور یہ ان کا شیطانی فعل ہوگا- کیونکہ
شیطان ہی آپس میں جنگ کرا دیتا ہے-

آئت ۶- یعلمک- اللہ تعالیٰ تجھے اس
رویاء کی اصل حقیقت بتا ہی دیگا- اِسی
بات سے حضرت یعقوبؑ نے پہچان لیا کہ یوسف
پر خدا تعالیٰ کا بڑا افضل ہونے والا ہے-
میرا اور میرے باپ اسحٰق میرے دادا
ابراہیمؑ کا وارث ہوگا-

(رکوع ۱۲)

اِس رکوع میں خدا تعالیٰ کی صفات
مہیمن اور حافظ کا خوب اظہار ہے-

آئت ۱- سائلین- آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے متعلق سوال کرنے
والوں کے واسطے یوسف اور اس کے
بھائیوں کے بیان میں جواب ہے نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بھی مکہ والوں
نے یہی ارادے کئے تھے- کہ انکو قتل کیا
جاوے یا قید کیا جاوے- یا جلاوطن کیا جاوے-
آخر آپ ہجرت پر مجبور کئے گئے اور بالآخر
یوسف کی طرح اہل مکہ پر فتح پائی اور انہیں

معاف کر دیا۔ اس آیت میں پیشگوئی ہے
کہ جو حال یوسفؑ کے بھائیوں کا اس کے
مقابلہ میں ہوا تھا۔ وہ ان قریش کا ہوگا۔
آئت ۲۔ عصبۃٌ۔ ہم ایک بڑی جماعت
ہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مقابلہ میں ایسا ہی کہا گیا تھا۔ من
القریتین عظیم۔ ضلٰلٍ مبین۔ کاٹنے
والی محبت۔ یوسف کے ساتھ ایسی محبت ہے
جو ہم سے قطع محبت کراتی ہے۔
آئت ۳۔ من بعدہٖ۔ بعض لوگ ایسا
خیال کرتے ہیں کہ یہ بدی ہم کرلیں۔ پھر نیک
بن جائینگے۔ ایسے آدمیوں کو نیکیوں کی
توفیق نہیں حاصل ہوتی۔ بعد میں توبہ کر
لینے کی نیت کے ساتھ بدی کی طرف جھکنا
کبھی اعمال صالح کی توفیق نہیں دیتا۔
آئت ۴۔ غیٰبت الجب۔ قعر بر۔ وہ
کنوئیں اس کو غائب کردے وہ ایک خاص
کنواں تھا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے
آئت ۵ و ۶۔ ان سب دعوؤں میں
جو یوسف کے بھائیوں نے کئے۔ کہیں
انشاء اللہ نہیں کہا۔ خدا کا نام بالکل نہیں
لیا۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام
کو خوف پیدا ہوا۔ کہ ان کی ان باتوں کا
نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ کیونکہ انکو جناب
الٰہی کا خیال بھی نہیں آیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ
کہ نہیں سکے۔ یرتع۔ کھیلیگا۔ کودیگا۔ جنگل
کے پھل کھائیگا۔ چرانا سیکھیگا۔
آئت ۹۔ اوحینا۔ اس جگہ خدا تعالےٰ
نے حضرت یوسف کی تشفی فرمائی۔ وحی کی آواز
اونچی ہوتی ہے۔ مگر پاس والے نہیں سنتے۔
آئت ۱۱۔ نستبق۔ ایک دوسرے سے
آگے بڑھتے تھے۔
آئت ۱۳۔ واردھم۔ اپنا سقہ یعنی پانی
بھرنے والا۔ غلٰمٌ۔ عیسائی اعتراض کرتے
ہیں۔ کہ ہاجرہ لونڈی تھی۔ اور اسمٰعیلؑ لونڈی
سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی اسرائیل
کو فرعون کا غلام بنایا۔ یوسف علیہ السلام
غلام بنے۔ شرم! شرم!! شرم!!! اور حضرت
یوسف اس جگہ بنی اسمٰعیل کے غلام بنائے گئے۔
آئت ۲۰۔ بخس۔ خدا تعالیٰ نے اس
رقم کی تحقیر کی ہے خواہ کتنی ہی تھی۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بھی کفار
عرب نے سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا۔ کہ جو
انکو قتل کرے اسے سو اونٹ ملیگا۔

(رکوع ۱۳)

آئت ۱۔ عسےٰ ان ینفعنا۔ ہمیں نفع دے
وہ مشرک کافر تھے۔ (۱) انہوں نے سوچا کہ
انکو متبنےٰ بنائیں گے۔ (۲) یا یہ خیال کیا۔ کہ
اس سے نوگ کرائیں گے۔ کیونکہ آریوں کی
طرح وہ بھی تھے۔ ایک نبی کے متعلق ایسا خیال

کیا مگر وہ کیا جانتے تھے۔ ھیت لک۔ بناؤ سنگار اور تمام سامان کر کے کہا کہ ایسے آؤ۔ ھَمَّ۔ یوسف نے اس عورت کو روکنے میں زور لگایا۔ لولا ان رّا برھان ربہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور احکام دربارۂ عفت اس کو نہ ملے ہوتے تو وہ اس عورت سے بچنے کی کوشش نہ کرتا۔ اور اس کو نصیحت کرنے میں زور نہ لگاتا۔

(رکوع ۱۴)

شغفھا حبًّا۔ شغف وہ چمڑا جو جلد کے اوپر ہوتا ہے۔ داخل ہونا۔ جنوں کیحالت تک پہنچ جانا۔

بمکرھن۔ مکر کے معنے تدبیر کے ہیں لیکن صحابہ تابعین نے اس کے معنے قولھن کے لئے ہیں۔ یعنی جب ان کا قول سُنا۔

مُتَّکَاً۔ تکیہ۔ گدیلے۔ نمارق۔ بعض شہروں میں دو دو سو تکیے دیتے ہیں۔ سِکّیناً۔ چھری۔ میوے کاٹنے کے لئے۔ اکبرنہ۔ اس کو عظیم الشان پایا۔ قطعن ایدیھن۔ یہ محاورہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اظہار تعجب کیا۔ اور تعجب سے ہاتھ منہ میں کاٹا۔ بعض نے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ بوجہ حیرت و رُعب حسن لٹو ہونے کی وجہ سے پھلوں کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ حاش للہ۔ اللہ پاک ہے جس نے ایسا انسان پیدا

کیا۔ عورت۔ بدکار آدمی کو جلد پہچان لیتی ہے دیکھتے ہی کہا۔ یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ السجن سجن کے معنے حبس مراد لے لیتے ہیں۔ قید خانہ یا محبس۔ احب الیّ۔ حضرت یوسفؑ نے تو کہا مجھے قید پسند ہے۔ مگر ہمارے نبی کریمؐ نے کبھی ایسا لفظ نہیں بولا۔ آپ ہمیشہ عفو ہی مانگتے رہے انک عفو تحب العفو۔ انسان کو نہیں چاہیئے۔ کہ اپنے لئے مصیبت مانگے۔

(رکوع ۱۵)

ودخل معہ السجن ۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است!
زیرِ او گنجِ کرم بنہادہ است!

حضرت موسےٰ کو ایک طرف تو بادشاہ کے گھر میں پرورش کرایا تاکہ دربار بادشاہی کو دیکھ بھال لے اور دوسری طرف ایک غریب گھر میں ہی رکھا تا زندگی کے اس حصہ کے عجائبات کو بھی دیکھ کر امیر و غریب کی اصلاح کر سکے۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کو ایک طرف باپ سے الگ کیا۔ پھر قید خانہ میں ڈلوایا۔ اور دوسری طرف مصر کے بادشاہ کا مقرب بنایا۔ حضرت مجدد گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے تو قید خانہ سے ایک شخص کو خط لکھتے ہیں۔ ہم کو قرآن شریف یاد کرنے کے لئے موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اب قرآن شریف کی یاد کے لئے خوب موقعہ ملیگا۔ میں تو ان کا

بہت معتقد ہوں۔ جوان کے معتقد نہیں۔ وہ بھی دیکھیں کہ کس دل سے یہ خط لکھا گیا۔ ہے۔ کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے۔ کہ ہمارے نبی کریمؐ بھی ہجرت کے تین دن غار میں رہے ہیں۔ آپ نے اس میں اپنے رفیق صدیق کے ساتھ کیا کیا باتیں کیں اور دعائیں کی ہونگی۔

قال احدھما انی ارانی۔ اللہ تعالیٰ نے رویاء کی عظمت کے اظہار کے لئے تین رویاء کا ذکر اس سورۃ میں کیا ہے (ا) کافر کا۔ فرعون (ب) فاسق کا۔ قیدی (ج) مومن کا رویا۔ یوسفؑ دیکھئے ارانی۔ ارانی ہی آیا ہے۔ یہ بیان نہیں کیا۔ کہ ہم نے خواب میں دیکھا۔ یا کشف میں دیکھا۔ یا یقظہ میں۔ پس نبی کریمؐ کی احادیث میں کیونکر خواہ مخواہ مشکلات ڈالے جاتے ہیں۔

خمرًا۔ خمر کے معنے انگور۔ صحابہ نے اس لغت کو اچھی طرح سے بیان کیا ہے۔

لا یاتیکما۔ کھانا نہیں آئیگا کہ میں تم کو اس کی تعبیر بتادونگا۔ گفتگو کی تمہید کیسی مناسب ہے۔ دیکھو مجلس ہے ساتھ فجار لوگ موجود ہیں۔ اس راستباز کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ ان لوگوں کو مجھ سے حسن ظن پیدا ہوگیا آؤ اس حسن ظن سے فائدہ اٹھاویں انکو تسلی بھی دیدی کہ ہاں تمہاری بات بتاتا ہوں اور ساتھ ہی اپنی تبلیغ بھی کردی۔ ہر ایک مومن کو بھی اس ٹوہ میں رہنا چاہیئے۔ جب کوئی حق کا شنوا دیکھے تو اسے حق سنا دے۔ مگر ایسے طور پر کہ موثر ہو نہ یہ کہ اور بھی بھڑک اٹھے۔ جیل خانہ فساق کی جگہ ہے مگر حضرت یوسف تقرب الٰہی کے واسطے گئے تھے۔ آپ نے اسے اسی کا مظہر پایا۔ علم رویاء کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اور اس پر غور کرنے سے بہت سے قانون قدرت کے جھگڑے طے ہوجاتے ہیں۔ قرآن کریم نے اکثر الفاظ اس کے بیان کر دیئے ہیں۔ لوگ لغت کو لے لیتے ہیں۔ لیکن علم رویاء سے الفاظ کے معانی حل نہیں کرتے۔

واتبعت ملۃ اباءی۔ ایک طرف میں نے کچھ چیز ترک کی ہے۔ دوسری طرف کچھ اخذ کی ہے۔

ماکان لنا ان نشرک باللہ۔ شرک سے بچنے کے معنے ہیں کہ نہ کوئی خدا کے برابر محبوب ہو نہ کوئی اس کے برابر معظم ہو نہ کوئی اس کے برابر مطاع ہو۔ قضی الامر الذی۔ ایک خواب ہے جس کے وجود ہی میں شک ہے۔ پھر اس کی تعبیر میں دقت ہے پھر یہ مشکل کہ وہ تعبیر پوری بھی ہوگی یا نہیں۔ مگر آپ پیشگوئی کرتے ہیں۔ کہ یہ بات تو ہو چکی۔

ظن انہ۔ ظن جب اس کے پیچھے ان آجاوے تو یقین کے معنے دیتا ہے۔ اس سے یہ بات

نکلتی ہے کہ انسان جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنی ہو اس کو چاہیئے کہ ہر عیب سے اپنے آپکو بچاوے۔ اور پاک و صاف ثابت کرے۔

(رکوع ۱۶)

وقال الملک۔ دیکھئے بادشاہ نے بھی انی ارائی ہی کہا ہے فی المنام کا ذکر نہیں۔ اضغاث احلام۔ پراگندہ خیالات۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ ہم اس خواب کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ اُلٹا اسی کو بیوقوف بنایا۔ اس سے معلوم ہے کہ دنیا والے اپنی کبریائی کے باعث اپنی لاعلمی کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض آدمی سوال کے سننے سے پیشتر ہی جواب کے لئے تیار ہو جاتے ہیں دنیا پرست انسان اپنی واقفیت وسیع ثابت کرنے کے لئے کسی کا لحاظ بھی نہیں کرتے۔ نجا منہما۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کو محبس میں دیکھ کر کس طرح کہا کہ ہم تجھ کو محسن سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے کس طرح ان کے خواب کی تعبیر بیان کی۔ اور کتنا بڑا وعظ توحید کا بیان کیا۔ لیکن وہاں بادشاہ کے پاس آکر شراب پلانے میں ایسا محو ہوا کہ بھول گیا۔ اسی لئے مجھ کو کسی بڑے دنیادار سے محبت نہیں۔ اب اس کو جب اپنی ضرورت پڑی تو بات یاد آ گئی۔ یوسف ایہا الصدیق

پھر آکر نہ کوئی عذر کیا نہ شرمندگی ظاہر کی۔ آتے ہی اپنی غرض اور مدعا بیان کرنا شروع کر دیا۔ لعلی ارجع الی الناس۔ بادشاہ کا نام نہیں لیا۔ دیکھو اب جب حضرت یوسف نے دیکھا۔ کہ یہ دنیا پرست ہے دنیا پرست کے پاس سے آیا ہے۔ تو اب وعظ نہیں کیا۔ بلکہ فوراً جواب دیدیا۔

تحصنون۔ تدخرون۔ تجمعون جو کچھ تم نے کیا۔ عامٌ۔ وہ برس جس میں بہت بارشیں ہوں۔ عوم عربی زبان میں تیرنے کو کہتے ہیں۔ چونکہ جن سالوں میں بارشیں خوب ہوتی ہیں۔ بچے خوب تیرتے ہیں اس لئے اس کا نام عام رکھا گیا۔ اس رکوع میں دنیا پرستوں اور غافلوں کی دوستی کو سمجھایا ہے۔

(رکوع ۱۷)

ائتونی بہ۔ اس دفعہ حضرت یوسف نے خدا پر توکل رکھا۔ اپنے متعلق کچھ نہیں کہا جلد خلاصی ہوئی۔

الیٰ ربک۔ اپنے مالک کے پاس۔

کید۔ تدابیر جنگ۔

حضرت یوسف نے ایسا کیوں کیا۔ مصلح بننے والے تھے۔ امر بالمعروف۔ اور نہی عن المنکر اپنا پیشہ بنانا تھا۔ اس واسطے الزام کو دور کرنا ضروری سمجھا۔ بدنام کی نصیحت

کا اثر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ ایک بیوی مسجد میں آ گئیں۔ دوسروں کو نقاب اُتار کر دکھایا تا کسی کو وسوسہ نہ ہو۔

الآن حصحص الحق۔ تبین برزظاہر ہوگیا۔

ذلک لیعلم۔ اس لفظ کا کہنے والا کون ہے۔ بعض نے کہا کہ یوسف بعض نے کہا کہ امرءۃ العزیز میرا خیال یہی ہے۔ کہ وہ عورت تھی اس نے کہا کہ میں نے سچی گواہی دی۔

تیرھواں پارہ!

(رکوع ۱)

وما ابرئ نفسی۔ یہ قول بھی اس عورت کا ہی ہے۔ (حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ان ربی غفور رحیم نبی کا قول ہوسکتا ہے نہ کہ مشرکہ عورت کا۔ اس صورت میں لم اخنہ بھی یوسف کا قول ہے۔ اپنے مالک کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کی طرف بری خواہش نہیں کی۔

استخلصہ۔ اپنے خاص لوگوں میں اسے رکھوں گا۔

قال اجعلنی۔ یوسفؑ نے بادشاہ کے پاس رہنا بھی پسند نہ کیا وہ عہدہ دیتا تھا۔ اس کا انکار بھی نامناسب تھا الگ رہنا بھی ٹھیک نہ تھا۔ اس لئے خزائن الارض پر قبضہ کیا۔ افسر مال بن گئے۔ سب محتاج ہوگئے۔ کوئی مخالف شر نہ کرسکا۔

خزائن الارض۔ محاصل زمین۔

محسنین۔ خدا نے بھی یوسف کو محسن کہا۔ قید کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

(رکوع ۲)

لعلھم یعرفونھا۔ تاکہ وہ اسے پسند کریں۔

الا حاجۃً۔ مطلب یہ تھا کہ یوسف کو اپنے بھائی سے الگ ملنے کا موقعہ مل جاوے یہی حکمت تھی۔ ابواب متفرقہ سے بھجوانیکی۔

(رکوع ۳)

جعل السقایۃ۔ امراء کے پاس ہر کام کے لئے نوکر ہوتے ہیں۔ پانی پی کر جو برتن رکھ دیا۔ تو نوکر اٹھانا بھول گیا اسباب غلطی سے بندھ گیا۔

اذن مؤذن۔ خیال کیا شاہی مہمان ہیں۔ انکی بے عزتی نہ ہو۔ آپس میں فیصلہ کرنا چاہا۔

قبل وعاء اخیہ۔ یوسف کے بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسروں کی تلاشی شروع کی۔ یہ اس لئے کہ اس ملازم نے دیکھا

کہ بنیامین زیادہ قرب والا ہے۔ اسی لئے اس کا سامان اوّل نہ کھولا۔

کدنا لیوسف۔ یوسف کے فائدے کی تدبیر ہم نے کی تھی۔ تاکہ اپنے بھائی کے ذریعے اپنے باپ کا علم حاصل کرلے۔

(رکوع ۴)

حتیٰ یاذن لی ابی او یحکم اللہ لی۔ اس موقعہ پر مجھے یہ نکتہ سوجھا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اوّل خدا کا نام لیتے پھر باپ کا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ عامی آدمی کے الہامات نبی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسیواسطے اول باپ کا نام لیا۔

فصبر جمیل۔ صبر اچھی چیز ہے میں تم کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ یوسف اور اس کا بھائی اور سب آجاوینگے۔ دیکھو کتنا یقین ہے خدا کی ذات پر۔

وابیضت عیناہ۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

کظیم۔ غم سے بھر گیا۔

حاضا۔ جسم یا عقل میں کسی حزن یا مرض کے سبب فساد آجاوے اس فساد کو حرض کہتے ہیں۔

فتحسسوا۔ التماس کرو۔ عرض کرو۔

مزجاۃ۔ وہ تھوڑا مال جو ہم کو چلا کر یہاں لے آیا ہے۔

(بقیہ رکوع ۴ و ۵)

من یتق و یصبر۔ یہ محسن کی تفصیل فرمائی ہے۔ حضرت یوسف نے یہ قاعدہ کلیہ بتا دیا ہے۔ صبر دو قسم ہے۔ ایک عن مثلاً صبر عن الغضب۔ یعنی انسان غضب۔ طمع۔ حرص سے اپنے آپکو روکے۔

دوم۔ علی۔ مثلاً صبر علی الصلوٰۃ۔ یعنی جو نیکی کرتا ہے اس پر دوام کرے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں پر مضبوط رہے۔

تقوےٰ کے معنے ہیں ایمان اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ انبیاء پر۔ کتب پر۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ مسکین ویتیم واقارب کی خبر گیری کرے۔ رنج و راحت عسر و یسر میں صابر رہے۔

لا تثریب علیکم الیوم۔ حضرت یوسف کے سبب ساتھ ان کے سبب ان کے باپ کے ساتھ ان کے بھائی کے ساتھ ان لوگوں نے کیسی کیسی بدی کی۔ مگر آپ نے کہدیا۔ لا تثریب علیکم۔ یعنے میں تمہیں کبھی ملامت نہ کروں گا۔ نہ کبھی عار دلاؤں گا۔

یغفر اللہ لکم۔ دیکھئے حضرت یوسف نے تو یغفر اللہ کہدیا۔ مگر حضرت یعقوبؑ نے سوف فرمایا۔ یہ اس لئے کہ یعقوب کی معرفت بڑہی ہوئی تھی۔ آنکہ عارف تراست ترسان ترست

نبی اس وقت دعا مانگتا ہے۔ جب مغفرت کے لئے مامور ہو۔ عمائد مکہ کو بھی لاتثریب آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ مگر یغفراللہ نہ کہا۔

اذھبوا بقمیصی ھٰذا۔ حضرت یوسف کے تمام کام قمیص ہی سے متعلق ہے۔ باپ کے پاس بھی بھائی قمیص ہی پر خون کرکے لے گئے تھے۔ کہ بھیڑیا کھا گیا۔ پھر مصر میں بھی جب ایک عورت نے اتہام لگایا تو قمیص ہی سے بریت ہوئی۔ اب جب ان کی خوشحالی کا وقت آیا تو اب بھی قمیص ہی بھیجا۔ یہ ایک مناسبت ہوتی ہے۔ باریک بین لوگ اس قسم کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

علٰے وجہ ابی۔ میرے باپ کے آگے رکھ دو۔

یأت بصیرا۔ وہ یقین کرلیگا۔

لاجد ریح یوسف۔ فلسفی طبع لوگ اس کے معنے کرتے ہیں۔ کہ یعقوب نے کہا۔ میں یوسف کی حکومت کے آثار پاتا ہوں۔ صوفیا نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بعض حواس میں غیرمعمولی ترقی بخشدیتا ہے۔ یہ لوگ زیادہ تجربہ کار اور اس کوچے کے واقف ہیں۔ انہی کی بات ماننی چاہیئے۔

لولا تفندون۔ تفنید ملامت کرنا۔ احمق بنانا۔ خطاکار بنانا۔ گنہگار ٹھہرانا۔ آپ نے ڈرایا۔ کہ ایسا نہ ہو میری تکذیب کرکے گنہگار ہو جاؤ۔

انی اعلم۔ وقوعہ کے بعد کہا جب یقین ہو گیا۔

ادخلوا مصر۔ اس سے ثابت ہے کہ استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے تھے۔ یہ بھی ایک ادب ہے۔

خروا لہ سجدا۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے کہ سجدہ خدا کے شکر کا تھا۔

اذ اخرجنی من السجن۔ یہاں کنوئیں سے نکالنے کا ذکر نہیں کیا تاکہ بھائیوں کا دل نہ دکھے ان سے وعدہ لاتثریب کرچکے تھے

توفنی مسلما۔ چونکہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے عہد کرلیا تھا۔ کہ لا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اس کے ماتحت حضرت یوسف نے یہ دعا مانگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توفی اور موت کے ایک ہی معنے ہیں۔

انباء۔ نباء کہتے ہیں عظیم الشان خبر

الغیب۔ یعنی ایک پیشگوئی ہے۔

(رکوع ۲)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی

حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے
انبیاء علیہم السلام کسی کی حقارت بھی کرتے
ہیں تو نام نہیں لیتے۔ دیکھو حضرت یوسف ؑ
کی حقارت کرنے والوں نے کتنے بڑے
بڑے مصائب دیکھے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ
کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آتا
ہے۔ چاہے وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔
اسی ضمن میں مکہ والوں کو بتایا۔ کہ
تم نبی کریم ؐ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو
کیونکہ نبی کریم ؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بھی مبعوث ہونے کی حیثیت سے بچہ ہی
تھے۔ مگر ایک اولوالعزم خاتم کمالات رسالت تھے

بعض وقت سخت لفظوں کا بُرا خمیازہ
اٹھانا پڑتا ہے۔ انا لہ لحافظون وغیرہ
الفاظ کہکر کیا نتیجہ اُٹھایا۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ۔ بہت
لوگ بات ماننے کے لئے طیار ہوتے ہیں
لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو انکار کرتے
ہیں ؛

الساعۃ۔ ساعت کے معنے صرف
قیامت ہی نہیں۔

افلا تعقلون۔ تم لوگ کیوں نہیں
اپنے آپ کو روکتے۔

حتیٰ اذا استایٔس الرسل۔ یہاں
تک کہ جب رسول ناامید ہو جاتے ہیں۔
(کس سے؟ خدا سے نہیں۔ کیونکہ قرآن
شریف میں تو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے
یاس کرنے والا تو کافر ہوتا ہے۔ ولا تایٔسوا
من روح اللہ) اسبات سے کہ ہماری قوم
ہم کو ماننے اور وہ جوان کے مخالف ہیں۔
گمان کر لیتے ہیں کہ ہم سے جھوٹے وعدے
کئے گئے تو اس وقت ہماری مدد پہنچی ہے

وتفصیل کل شیٔ۔ ہم نے تو سب
بیان کھول دیا ہے ؛

سورۂ رعد

(رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ فطری مسائل کی طرف توجہ
دلاتا ہے۔ بالخصوص دو مسائل کی طرف۔
(۱) محسن کی شکرگزاری (۲) اپنے سے بڑے
علم والے طاقت والے کی طرف جھکنا (۳)
جو دلائل سے نہ مانے اس کو سختی سے منوایا
جاتا ہے۔ (۴) جو اس پر بھی نہ مانے۔ اسے
ہلاک کیا جاتا ہے۔

المرٓ۔ انا اللہ اعلم واریٰ۔

الکتٰب۔ کامل۔ جامع۔ محفوظ۔

الحق۔ حکمت سے بھری ہوئی۔

رفع السمٰوات۔ پہلے ربوبیت کا ذکر
کیا ہے۔

علیٰ العرش۔ تخت حکومت پر۔
یدبر الامر۔ نبی کو بھیجتا۔ اور اس
کے متعلق فیصلہ کرتا۔
مدّ الارض۔ زمین کو وسیع بنایا۔
جعل فیہما زوجین اثنین۔ نباتات
میں نر و مادہ ہے۔ اس کی عمدہ نظیر عرب
میں کھجور ہے۔ نر کے پھول کو مادہ پر ڈالتے
ہیں۔ نر نباتات سے نر کی کمزوری کا علاج
کرتے ہیں۔ اور مادہ نباتات سے مادہ کا علاج
یہ طب کا اصول ہے۔ لوہا بڑی اعلیٰ دھات
ہے۔ نر لوہا مرد کے لئے اور مادہ لوہا مادہ
کے واسطے مفید ہے۔
ولکلّ قومٍ ھاد۔ اس سے ثابت ہے
کہ قرآن شریف تمام جہان کے لئے اور
اسلام یونیورسل ریلیجن ہے۔

(رکوع ۸)

اللہ یعلم۔ اب قدرت کے بعد اپنے
علم کا ذکر فرماتا ہے۔
ما تحمل کل انثیٰ۔ شقی پیدا ہوں گے
یا سعید۔ کفار کو اشارہ کیا ہے کہ تمکو اولاد
کی فکر لگی ہے۔ تم کو کیا خبر کہ کیسے پیدا ہونگے
ایک وقت آئیگا۔ کہ یہ سب مسلمان ہوجاوینگے۔
تغیض الارحام۔ غیض۔ جذب کرنا۔
گھٹ جانا۔ کس حصہ کو رحم پھینک دیتا ہے
وکل شیءٍ عندہٗ بمقدار۔ اس میں
بتایا ہے۔ کہ اب تمہارے کفر کا زمانہ ختم ہوا
جاتا ہے۔
مستخفٍ باللیل۔ جو ظاہر ہے۔ خفا کا
جس میں ازالہ ہو۔ قرآن مجید میں دوسرے
مقام پر فرمایا۔ ان الساعۃ اٰتیۃ اکاد
اخفیہا۔
سارب۔ جو مخفی رکھتا ہے۔ کیونکہ
سرب زمین میں سرنگ لگانے کو کہتے ہیں۔
لہٗ۔ اس رسول کے لئے۔
معقّبٰت۔ ہر ایک انسان کے لئے فرشتے
ہیں۔ جو صبح کو آتے ہیں۔ اور عصر کو چلے
جاتے ہیں۔ اور عصر کو آتے ہیں۔ صبح کو چلے
جاتے ہیں۔ سورۂ کہف میں دائیں بائیں
کا ذکر ہے۔ یہاں آگے پیچھے کا کر دیا ہے۔
یریکم البرق خوفًا و طمعًا۔ پیشگوئی
کہ تم پر بجلی گریگی۔ طمعًا سے یہ مطلب بھی
ہے۔ کہ برق سے جراثیم وبا مر جاتے ہیں۔
خیفتہ۔ جب آسمان پر وحی ہوتی
ہے۔ تو فرشتے ڈر کر گر جاتے ہیں۔
الصواعق۔ بڑے بڑے عذاب۔
شدید المحال۔ محال۔ عذاب دینا۔

(رکوع ۹)

والذین صبروا۔ نیکی پر صبر تو اس پر
دوام ہے۔ اور بدیوں پر صبر کہ ان سے
بچا رہے۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہ۔ جن لوگوں کے ساتھ خدا نے ملنے کا حکم دیا ہے۔ ان سے فوراً مل جاتے ہیں۔

جب اللہ اکبر کی آواز کان میں آتی ہے اُس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی۔ جس کا جوڑ میں خدا کے مقابلہ میں پھر دل کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی مجھکو اللہ اکبر سے نہیں ہٹا سکتی۔ یعنے کوئی اللہ کے جوڑ کا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہماری شریعت پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم کو چاہیے کہ کسی رشتہ دار تک کی پرواہ نہ کریں خوب اس کا مقابلہ کریں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام۔ تابعین تبع تابعین۔ ائمہ حدیث ائمہ تصوف آئمہ فقہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی تعلق ہونا چاہیے۔

علی ابن مدینی نے اسماء الرجال ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کے باپ نہایت عابد زاہد تھے۔ صاف لکھ دیا کہ میرے باپ علم حدیث میں ہرگز قابل سند نہیں۔ لوگوں نے کہا۔ کہ تم نے باپ کا خیال نہ کیا۔ فرمایا کہ مجھکو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصل باپ کے وصل سے زیادہ عزیز ہے۔ ان ائمہ کے بعد ماں باپ اور ان کے رشتہ دار۔ بیوی اور اس کے رشتہ دار یہ سب اس قابل ہیں کہ ان کا بہت لحاظ رکھے۔ ان سے تعلق بڑھائے لیکن اللہ اور اُس کے رسول کے مقابلہ میں یہ ہیچ ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس درخت سے تم سایہ کا فائدہ اٹھاتے ہو اس کے نیچے پاخانہ نہ پھرو۔

ویخافون سوء الحساب۔ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں حساب کے وقت بدیاں نہ بڑھ جاویں۔

اولئٰک لھم اللعنۃ۔ لعنت اللہ کی رحمت سے دُوری ہے۔ جب اس سے دوری ہوتی ہے۔ تو دُکھوں سے بھی دوری ہو جاتی ہے۔

متاع۔ تھوڑی چیز اور وہ بھی جانیوالی۔

(رکوع ۱۰)

اٰیۃ۔ وہ ہلاکت کا نشان مانگتے تھے۔

اٰمنوا۔ اس کے ساتھ عملوا الصلحٰت کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ کامل ایمان وہی ہے جس کے ثمرات اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوں:۔

ذکر اللہ۔ اللہ کو یاد کرنا۔ یہ تین موقعہ پر ہے۔ (۱) باساء جب بھوک ہو اور افلاس (۲) ضراء جب بیماری ہو۔ بیماریاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر کی جیسے خارش جذام۔ جنون۔ باطنی جیسے نامردی۔ عسرت۔ انزال۔

(۲) حین الباس۔ جب مقدمہ ہو۔ پھر اس کے بالمقابل (غنا) آسائش۔ فارغ البالی (صحت) (۲) تندرستی جوانی (۳) حین الامن جب کوئی مصیبت نہ ہو۔ یہ چھ حالتیں انسان کی ہیں۔

ان حالتوں میں اللہ یاد رہے یعنے تنگی کے وقت معصیت نہ کر بیٹھے۔ نافرمانی سے اپنے تئیں بچاوے۔ اور فراخی کے وقت شکر کرے۔ صوفیوں میں ایک بحث ہے کہ غنی شاکر اچھا یا فقیر صابر۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے بھی یہ بحث پیش ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ہمارے نزدیک فقیر شاکر اچھا ہے۔

اس سے اوپر ایک درجہ ہے۔ اس میں صحت۔ غربی۔ غنا کی کچھ پروا نہیں ہوتی بلکہ اس درجے والا ہر حالت میں اللہ کا شکر اور اس کی رضا پر شرح صدر سے راضی رہتا ہے۔

سیرت به الجبال۔ اُڑا دیئے گئے یا چلائے گئے پہاڑ۔

قطعت به الارض۔ زمین دور تک قطع کر دی جائے۔

لو۔ کا جواب مذکور نہیں۔ اِس لئے جزاء کی نسبت اختلاف ہے۔ وہ جواب اس کے بتائے ہیں۔

قرآناً سے مراد کوئی کلام الٰہی ہے پس فرماتا ہے کہ اگر کسی کلام الٰہی میں یہ بات ہے کہ اس سے پہاڑ چلائے جائیں۔ زمین قطع ہو۔ مُردے بولیں۔ تو ہم اس قرآن میں بھی دِکھا دیں گے۔

دوم۔ یہ کہ اگر قرآن سے ہم ایسا بھی کر دیں۔ تو وہ یہی قرآن ہے۔ میری سمجھ میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن تمہارے تمام جبال یعنے امراء کو اڑا دیگا اور تمام زمین میں پھیل جاویگا۔ اور مُردہ دِل کفار زندہ مومن بن جاویں گے۔

بل للہ الامر جمیعًا۔ بلکہ سُن رکھو۔ کہ تمام ملک میں اسلامی حکومت ہو جاویگی۔

یایئس۔ کے معنے یتبین کے ہیں یعنے کیا نہیں جانا؟ دو شعر بڑی جستجو سے مجھے ملے ہیں۔ الم تیئسوا انی ابن فارس۔ مجھے لعب میں قید کرنے لگے۔ تو میں نے کہا کہ تم کو علم نہیں اس بات کا کہ میں کون ہوں۔ ایک امراء القیس کا شعر مجھے ملا جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

فلوانہا نفس تموت سریحۃ۔ ولکنہا نفس تقطع انفسا۔ اس کے معنے میں بعض لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ بلکہ ایک کافر نے ٹھٹھا اڑایا ہے۔ چنانچہ وہ القارعۃ ما القارعۃ کے معنے لکھتا ہے

کرٹھوکنے والی تو کیا جانتا ہے ٹھوکنے والی۔ عربی زبان میں چھوٹے لشکروں کو قارعہ کہتے ہیں۔ قارعہ کے معنے ہیں کتیبۃ و سریۃ۔ وہ دستہ فوج جو دشمن کی سرکوبی کیلئے بھیجا جاوے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے پہلے ہم چھوٹے چھوٹے دستے سرکوبی کیلئے بھیجوائینگے۔ یہاں تک (یہ اَوْ کے معنے ہیں) کہ تو ان کے دار (مکہ) میں فتحیاب داخل ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی نے پوچھا۔ کہ آپ مکہ میں کہاں نازل ہونگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ خیف بنی کنانہ۔ جہاں کہ قطع تعلقات کا کفار نے مشورہ کیا تھا۔ آجکل اس کا نام معبدہ رکھا ہوا ہے۔

یاتی وعد اللہ۔ یعنی للہ الامر جمیعاً کا وقت (جب اس علاقہ میں اسلامی حکومت ہوجاوے) آجاویگا۔ یہ لولا انزل علیہ اٰیۃ۔ کا جواب دیا ہے۔ کہ نشان جس طرح کا تم مانتے ہو وہ بھی دکھا دیا جاویگا۔

(رکوع ۱۱)

خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو رنگ برنگ بنایا ہے۔ ہم اس وقت جس قدر اشخاص موجود ہیں۔ دیکھو سب کی خواہشیں اور غرضیں الگ الگ ہیں۔ عمر کے اعتبار سے تدبیریں سب کی جدا جدا ہیں۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگین ہو جاوے۔ ہرگز ساری دنیا ایک رنگ میں رنگین نہیں ہوسکتی۔ یہ بات غلط ہے۔ کہ ساری دنیا ایک حالت میں ہو جاوے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول جب آتے ہیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ اور گویا خدا کے حضور سے نبوت کی ڈگری لیکر اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کی عقلیں اور رسوم اور حالتیں سب ان کو اپنی اصلی حالت میں ناقص ہی نظر آتی ہیں۔ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ سب کے نقص بتاتا ہے۔ تو وہ تحقیر کرتے ہیں۔ اور وہ تحقیر مخالفوں نے چار طور پر کی ہے (۱) ادنےٰ عقل والوں نے کہا۔ یخرجکم من ارضکم (۲) ان سے بڑھ کر عقل والوں نے کہا۔ یرید ان یتفضّل علیکم۔ صرف بڑائی چاہتا ہے۔ (۳) ان سے بڑھ کر عقلمندوں نے کہا۔ اسے جنون ہے۔ (۴) بعض نے کہا کہ اس کو خواب آتے ہیں۔ بلی کو چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔ اضغاث احلام۔

استھزئ۔ استہزاء ہزء سے نکلا ہے۔ ھزء کسی چیز کو ہلکا سمجھنا۔ خفیف گردانا۔

املیت۔ ڈھیل دی۔ مہلت۔

عقاب۔ بدکاری کے بعد اس کا نتیجہ

سمّوھم۔ کسی کا نام تو لو۔

بما لا یعلم فی الارض۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا بے خبر ہے اور ان بتوں کے ذریعے اس کو خبر دی جاوے۔

بظاھر۔ اس کے معنے میں اختلاف ہے۔ صحابہ نے اس کے معنے کئے ہیں۔ باطل ملمع سازی کی باتیں۔ متاخرین نے معنے کئے ہیں۔ جو بات مدلل نہ ہو۔

لھم عذاب فی الحیٰوۃ الدنیا کفار نے صلح حدیبیہ میں ایسی شرائط کی تھیں۔ جن میں ان کی عزت ہی عزت تھی۔ مگر خدا نے وہی شرائط ذلت کا موجب بنا دیں۔

غرض ہر ایک بدعمل۔ ہر ایک متکبر اور ہر ایک جھوٹا اسی دنیا میں ذلیل اور بے اعتبار بنتا ہے۔ بدمعاملہ کرتا ہے اولاد کے لئے مال چھوڑنے کے لئے مگر وہ اولاد بھی نہیں رہتی۔ ابوجہل کو اپنے معزز و مکرم ہونے پر گھمنڈ تھا۔ خدا نے اسے دو کاشتکار لڑکوں کے ہاتھ سے مروایا۔

ما لھم من اللہ من واق۔ اس میں اشارہ ہے کہ بت کیا بچائیں گے انکو اپنی بھی خبر نہیں۔

مثل الجنۃ سے صفت الجنۃ۔

اٰتینٰھم الکتاب۔ اپنی کتاب کا فہم بخشا ہے۔

افمن ھو قائم۔ وہ ذات پاک جو ہر ایک چیز کے پاس نگران موجود ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھتی ہے یعنے خدا۔

جعلوا للہ شرکاء۔ باوجود اس کے کہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر بھی لوگوں نے اسکی سی امیدیں دوسروں کے ساتھ لگا رکھی ہیں۔

(رکوع ۱۲)

بعض لوگ اس خیال کے تھے کہ دنیا سے تعلقات نہیں چاہیئے۔ تعلق محض حضرت سبحانہ سے چاہیئے۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو سادھو اداسی وغیرہ کہتے ہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیات فرماتا ہے۔ کیونکہ اسلام جامع کمالات مذاہب مختلفہ ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھ کر ہر فرقہ نے اپنے مذاق کے روسے اس پر اعتراض کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ اگر بیابان میں رہنے والوں نے ازواج اور ذریت کو برا منایا تو دنیا داروں کو یہ اعتراض تھا۔ کہ ذکر و شغل کے لئے اتنا وقت کیوں ہو۔ اسی طرح صحابہ کرام جہاد کے متعلق طوار و تیر کو درست کرتے رہتے۔ جس کو بعض فقرا (جو مرغے کا ذبح کرنا بھی نہیں دیکھ سکتے) دیکھ کر حیران رہ جاویں۔ اسلام نے ایک درمیانی راہ اختیار کی۔ اور سب باتوں کو لیکر ان میں اصلاح فرمادی۔

او سلنا رسلاً۔ جواب یوں دیا ہے
کہ سب انبیاء کی بیبیاں اور اولاد تھی اس
بنی میں نئی بات نہیں۔ کوئی شخص جب تک
گھر بار والا نہ ہو تمام کمالات انسانیہ کا مظہر
نہیں ہو سکتا۔ اور نہ تمام خلقت کے لئے نمونہ
بن سکتا ہے۔ پس ضرور تھا۔ کہ راستبازوں
کی جماعت بیوی بچوں والی ہوتی جن لوگوں
نے تقدس و تطہر کے لئے نکاح سے علیحدگی
لازم ٹھہرائی۔ آخر سخت سے سخت بدکاریوں
میں گرفتار ہوئے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بیوی
بچوں میں اتنا انہماک کہ خدا کو بھول جاوے
ناجائز ہے۔

وما کان لرسول۔ ہر شخص کو نشان
دکھانا ضروری نہیں۔ بعض تو بیعت ہی اس
معیار سے کرتے ہیں۔ کہ بیعت کے بعد آسائش
ہو جاوے۔ اور ہر ایک مراد پوری ہوتی
جائے۔ جو ذرا بھی خلاف مرضی ہوا تو بس
کہہ دینگے دیکھ لیا۔ فان اصابہ
بہ وان اصابتہ فتنۃ ن انقلب علی وجہ
خسر الدنیا والآخرۃ۔

لکل اجل کتاب۔ ہر وقت کے لئے
ایک قانون ہے۔ اسی کے ماتحت سب مقاصد
حاصل ہو سکتے ہیں۔

(رکوع ۱۲)

یمحوا اللہ ما یشاء۔ کئی بادشاہتیں
ایسی گزر چکی ہیں۔ کہ ان کا اب کوئی نام بھی
نہیں جانتا۔ سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے
یہ جو مقرر کرتے ہیں کہ دنیا سات ہزار برس سے
ہے یا دو عرب سے یا ستر صفر اس سے پہلے
بڑھا کر اپنی قدامت دکھاتے ہیں خدا کی ابدیت
کے سامنے یہ اعداد کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے
اسی لئے ہماری کتاب نے کوئی مدت مقرر
نہیں کی۔ فرعون نے حضرت موسےٰ ؑ سے
پوچھا کہ ما بال القرون الاولیٰ۔ انہوں
نے صاف سُنا دیا۔ علمها عند ربی۔ مجھے
کیا معلوم۔ خدا کو سب علم ہے میں بھی اس
شخص کی نسل سے ہوں جس نے کہا۔ ان
کنت کتبتنی من الاشقیاء فامح اسمی
من الاشقیاء واکتبنی فی السعداء۔

میں ایک دفعہ سخت ابتلاء میں تھا۔
ایک میرے مجذوب دوست نے مجھے کہا
واللہ غالب علیٰ امرہ۔ وہ تو اپنے حکم پر
بھی غالب ہے۔ جس کو سنتے ہی وہ سب
غم کافور ہو گیا۔

اطرافہا۔ عربی زبان میں حاکم محکوم
امراء۔ غرباء۔ اغنیاء۔ فقراء کو کہتے ہیں۔
یہ گویا نشان بتایا ہے کہ تم لوگوں نے مذہبی
جنگ شروع کر دی۔ اچھا اب دیکھ لینا کہ ہم
تمہارے اس ملک میں آرہے ہیں۔ تمہارے
امراء اور غرباء کو تعلیم قرآنی میں داخل کرکے

تمہاری تعداد گھٹا رہے ہیں۔ جو لوگ یہ معنے کرتے ہیں کہ دائرہ کے محیط کو ہم گھٹا رہے ہیں۔ یہ غیر ضروری باتیں ہیں۔ عوام الناس ایسی باتوں کو کیا سمجھتے ہیں۔

وھو سریع الحساب یعنی تمہاری جلدی ہی خبر لی جاویگی۔ یہ آؤ نتو فینک کو کھولا ہے۔

مکر۔ ہمارے ملک میں اس کے معنے خراب ہو گئے ہیں۔ دیکھئے عرب میں گالی یہ ہے کہ کسی کو کہنا شکست پا گیا یا اس نے قحط میں بھوکوں کو کھانا نہ دیا۔ اور ہمارے ملک میں گالی کا مفہوم پورا ہی نہیں ہوتا جب تک اپنی ماؤں کو سوروں کے سپرد نہ کرلیں :

مکر۔ عربی میں تدبیر کو کہتے ہیں۔ اور یہ تدبیریں دو قسم کی ہیں۔ بری اور پاک۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ واللہ خیرالماکرین۔ اور لا یحیق المکر السئی الا باھلہ۔

یاد رکھو کہ ہمیشہ لفظوں کے وہ معنی لیں جو کہ اصل زبان میں ہوں۔ ہندوستان کا مذاق عجیب ہے۔ لکھنؤ میں خلیفہ حجام کو کہتے ہیں۔ اور لواطت کی مرض کو علت المشائخ۔ حالانکہ عربی زبان میں خلیفہ اور شیخ بڑے پاک اور اعلےٰ خطاب ہیں۔

یعلم ما تکسب کل نفس۔ چور۔ زانی۔ شراب خور۔ غرض تمام نافرمان کبھی اخیر عمر میں سُکھ نہیں پاتے۔

ایک تاریخی واقعہ۔ ہارون رشید کا ایک بھائی بڑا زیرک تھا۔ اس نے اسے احتساب پر مقرر کیا۔ اس نے بازار کی دوکانوں کی تحقیقات کی۔ ایک دوکاندار سے پوچھا۔ اُس نے بتلایا کہ پیسہ روپیہ نفع لیتے ہیں۔ اور کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ بزاز سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ چار آنہ فی روپیہ نفع لیتے ہیں۔ کوئی رقم مار بھی لیتے ہیں۔ مگر معمولی کام چلتا ہے۔ پھر ان دکانوں کی خبر لی۔ جن میں چور اپنا مال تھوڑی قیمت پر فروخت کر جاتے ہیں۔ اس نے کہا نفع تو ہم ایک روپیہ کا سو بھی کما لیتے ہیں۔ مگر ہمارا مال نقصان ہو کر حساب برابر ہی رہ جاتا ہے۔ بلکہ بعض وقت کھوٹ دھوکہ میں لیکر سخت نقصان اُٹھاتے ہیں۔ ہارون رشید کے بھائی نے جا کر کہا احتساب کی ضرورت نہیں۔ خدا خود ہی اپنا کارخانہ چلا رہا ہے۔

کفیٰ باللہ شھیدًا۔ اپنی صداقت میں اللہ کی نصرت کی گواہی پیش کی ہے کہ باوجود کوئی جتھا وغیرہ نہ ہونے کے مَیں کامیاب ہوں گا۔ دوم تمام اہل کتاب

اپنی اپنی کتابوں سے اس کی تعلیم کا مقابلہ کر لیں۔ اور دیکھیں کہ کیسی جامع و اعلیٰ تعلیم ہے ؟

سورۂ ابراہیم

(رکوع ۱۳۳)

یبغونہا عوجاً۔ ایک عِوَج آیا۔ ایک عَوَج۔ دین و زمین میں عوج بولتے ہیں۔ اور عوج نیزہ۔ دیوار۔ دانت پر بولتے ہیں۔ بعض لوگ ٹیڑھا رہ کر سیدھی راہ کو چاہتے ہیں۔

لیبین لھم۔ معلوم ہوا کہ رسول کے نوّاب کو بہت سی زبانیں سیکھنی چاہئیں تاکہ سب کو کھول کر دین حق بتا سکیں۔

ولقد ارسلنا موسیٰ۔ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

بایّام اللّٰہ۔ نعم اللّٰہ و نقم اللّٰہ۔ خدا کی نعمتیں اور اس کے عذاب۔

ایک شعر یاد آگیا۔ و ایام لنا غر طوال عصینا الملک فیہا ان ندینا۔

صبّار۔ جو صبر سے کام لے اسکو خدا اپنی جناب سے بہت سے نشان دکھا دیتا ہے۔

یذبحون ابناء کم۔ جو قومیں اکٹھی رہتی ہیں۔ ظالم لوگ اکثر ان کو بیگار میں پکڑ لیتے ہیں۔ جیسا کہ سکھوں کے عہد میں جولاہوں کو پکڑ لیتے تھے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ بھی فرعون نے یہی معاملہ کیا۔ مگر محنت سے جب ان کی اولاد قوی ہونے لگی۔ تو پھر اس کو قتل کرنے کی تدبیریں سوجھیں۔

بلاءٌ۔ خدا کا بھاری انعام کہ موسیٰؑ کو بھیجدیا۔ وہی بنی اسرائیل کو جو بیگار میں پکڑے جاتے تھے۔ آخر جب تک خدا کے حکموں کے مطیع رہے۔ فاتح بھی ہوئے۔ عمار بن یاسر کے ساتھ کیا کیا۔ مکّہ والوں نے۔ اور اس کی ماں کے ساتھ کیا کیا۔ اس کی شرمگاہ میں نیزہ مار دیا۔ اور ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف طرفوں میں چلائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کو فاتح بنایا۔ انہوں نے نہ صرف عرب کو فتح کیا۔ بلکہ چین و تاتار تک پہنچے۔

(رکوع ۱۴۴)

ایک شخص کو گداگری کی عادت تھی۔ دن بھر لقمہ للّٰہ کے لئے پھرتا رہتا۔ آخر اس نے کعبہ کا دامن پکڑ کر توبہ کی اور دیا سلائیاں بیچنی شروع کیں۔ اور چار پیسے سے تجارت شروع کی۔ جس کے چھ پیسے بن گئے۔ آخر یہاں تک نفع حاصل ہوا۔ کہ وہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔ اصل یہ ہے کہ صداقت کی راستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔ یہہ

شکر گزاری کا نتیجہ تھا۔ ایک عورت نے مجھے طبابت میں دھیلا دیا۔ جسے میں نے شکریہ سے لیا۔ اور ہزاروں کمائے۔

تأذن۔ اَعْلَم۔ علم دیدیا۔ بتادیا۔

فردّوا ایدیھم فی افواھھم۔

اس کے دو معنے کئے گئے ہیں۔ لوٹائے ان کافروں نے ہاتھ اپنے نبیوں کے مُنہ پر۔ یعنے بدمعاش ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے۔ کہ آپ بات نہ کریں۔ ہم نہیں سُننا چاہتے۔ دوسرے معنے جو عضوا علیکم الانامل من الغیظ کے مطابق ہیں یہ کہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالتے تھے بوجہ شدت غیظ و غضب۔

افی اللہ شک۔ چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک عام جو خواص سے سُن کر ایمان لاتے ہیں۔ دوم۔ جو کتب پڑھ کر یقین کرتے ہیں۔ سوم گروہ حکماء کا ہے جو عالم کے انتظام کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب ایک گھڑی خود بخود نہیں بنتی۔ تو یہ کارخانہ اتنا بڑا کارخانہ خدا کے بغیر کس طرح چل سکتا ہے۔ چہارم گروہ ہے اللہ کے پیارے بندوں کا۔ جن کو یقین ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی قدرت نمائیوں سے یقین دلاتا ہے۔ یہ گروہ تعجب انگیز ترقی کرتا ہے۔ اور خدا پر ایسا یقین رکھتا ہے کہ جو ذرا بھی شک رکھنے والا دیکھیں تو تعجب سے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کے معاملہ میں بھی شک ہو سکتا ہے۔

فاطر السمٰوات والارض۔ وجدانی شہادت کے بعد دلیل بھی دی ہے۔ جو حکماء کی دلیل ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ وہ ہم سے خود بولتا ہے۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ خلقت کو میری طرف بلاؤ۔ تا میں ان کے گناہ معاف کردوں۔ کمزوریاں ڈھانپ لوں۔

ولکن اللہ یمن علی من یشاء۔

یہ تفاوت خود انسان کے وجود میں بھی ہے۔ ایک مکان ہے۔ جس سے پاخانہ نکلتا ہے۔ لیکن ایک جگہ ہے جس سے خدا کا نام نکلتا ہے۔ پس وہ مالک اور حکیم و علیم ہے۔ جس پر چاہے اپنے مکالمہ اور پسندیدگی کا انعام کرے۔

(رکوع ۱۵)

انسان کو جس چیز کی عادت یا الفت پڑ جاتی ہے۔ وہ اس کو چھوڑتا نہیں۔ حبک الشی یعمی ویصم۔ درمحبوب کے عیوب کا بینا وشنوا نہیں ہوتا۔

انبیاء جب سچائی کو لاتے ہیں ان کی تعلیم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ

عقائد کے متعلق جس کے دلائل بڑے کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کو ماننا۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔ کتب پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان۔ تقدیر پر ایمان۔ جزا و سزا پر ایمان۔ دوسرا حصہ عملدرآمد کا ہے جو تعامل کے نیچے ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی مشکل نہیں مشترک تعامل دیکھ لے۔ بعض باتیں علمی تدبرات کے لئے ہوتی ہیں۔ مجتہدین ائمہ دین کا امتیاز ایسے ہی مسائل پر ہوتا ہے۔

نبی جب آتے ہیں۔ تو ایک گروہ ان کی تعلیم کو اپنی رسم و عادت و الف کے خلاف دیکھ کر مقابلہ کے لئے اُٹھتا ہے اور کفر و عناد میں یہاں تک پہنچتا ہے۔ کہ کہہ دیتا ہے۔

لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا۔ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دینگے۔ مگر کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ او بمعنے حتے اور لاکن ہے۔ امراء القیس اپنے ساتھ والے کو کہتا ہے۔ جب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے شاہ روم سے مدد لینے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ فقلت له لا تبك عینك انما نحاول ملکا او نموت فنعذرا۔

الارض۔ اور ایک زمین۔ اس کا ترجمہ ہے ؛

و استفتحوا۔ قضا و قدر کا فیصلہ چاہا۔ نبی بھی دعا مانگتے ہیں اور کفار بھی فیصلہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

جبار۔ کے معنے متکبر۔

عنید۔ جو حق کا مقابلہ کرے۔

من ورائه۔ وراء کا ترجمہ ہے آگے۔ بعض وقت اس کے معنے پیچھے ہوتے ہیں ؛

الموت۔ دُکھ اور مصیبتیں۔ دل میں بھی جسم میں بھی۔ گھر۔ دوست، احباب بیوی سب میں مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی۔

(رکوع ۱۶)

بما اشرکتمون۔ انکار کیا ہے اس سے کہ تم میرا ساجھی ٹھہراؤ۔ میری فرمانبرداری کرو۔ میرا کہا مانو۔

فی السماء۔ بہت بلندی میں حضرت صاحب نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ کہ پاکیزہ بات دل میں گڑ جاتی ہے اور اس پر اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔

کشجرة خبیثة۔ صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ جیسے حنظل کا درخت۔

(رکوع ۱۷)

بدلوا نعمت اللہ۔ ادنے احکام اگر کوئی پروانہ بھیجیں اور ان کی کوئی ناشکری

کرے یا پروا نہ کرے۔ اس پر عتاب
نازل ہوتا ہے۔

پھر وہ فرمان جس کا بھیجنے والا احکم
الحاکمین ہے۔ اور لانے والا وہ جو کمالات
رسالت کمالات انسانیت کمالات نبوت
کا خاتم ہے۔ اس کے منکر کا کیا حال ہونا چاہیئے۔

نعمت اللہ۔ قرآن۔ اسلام۔ جناب
رسالت مآب خاتم النبیین رسول رب العالمین
صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

بدلوا۔ ان لوگوں نے جو نعمت اللہ
کا انکار اور بوجہل کہلائے

البوار۔ ہلاکت۔

یصلونہا۔ یہ احلوا پر اطناب ہے
تا مضمون ذہن نشین ہو۔ داخل ہونگے۔

وجعلوا۔ یہ کفر کی تفصیل ہے۔

بامرہ۔ یہ لفظ یاد رکھنے والا ہے
(سلیمان علیہ السلام کے بیان میں کام
دے گا)

سخر لکم۔ ایک شخص مجھے کہنے لگا
کہ آؤ تمہیں تسخیر کا عمل بتادیں۔ میں نے
کہا کہ مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ مجھے ایسا
عمل یاد ہے۔ کہ جس سے نہ صرف سورج
بلکہ چاند اور رات و دن۔ نہریں سب
مسخر ہوں۔ میں نے اسے یقین دلایا۔ کہ
اس آیت کریمہ نے ان تسخیروں سے ہمیں
بے پروا کر دیا ہے۔

(رکوع ۱۸)

حضرت نبی کریم سے پہلے جو لوگ دنیا میں
سب سے بڑے آدمی گذرے ہیں۔ ان
سب کے سرتاج ابراہیم تھے۔ یاد رکھو۔
دنیا میں دو خلیل گذرے ہیں۔ ایک خلیل
الرحمان۔ ابراہیم ہیں۔ دوسرے حضرت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہیں۔ مجھے کسی تیسرے کا نام معلوم نہیں۔

تم نے سنا ہوگا۔ کہ ساری یورپ
ساری امریکہ اور پھر سب مسلمان
ابراہیم کو راستباز اور عظیم الشان مانتے
ہیں۔ اتنے بڑے عظیم الشان انسان کی بات
خاص توجہ کے قابل ہے۔ سنو کہ وہ اپنے
لئے اور اپنی اولاد کے لئے کیا چاہتا ہے۔

رب اجعل ھذا البلد امنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی
سارہ سے معاہدہ کیا تھا۔ کہ ہم تیری ایک
بات مانیں گے۔ چنانچہ جب ہاجرہ بی بی
کے لڑکا پیدا ہوا۔ تو جناب سارہ کو کسی سبب
سے دکھ ہوا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ اے
ابراہیم بموجب اپنے وعدہ کے اس لڑکے
اور اس کی ماں کو ایسے جنگل میں چھوڑ آ۔
جہاں سے ہمیں ان کی کوئی خبر نہ آئے۔ انبیاء
ایسے معاہدے خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ چنانچہ

وہ اپنے بچے اور بیوی کو الٰہی حکم سے جنگل
میں چھوڑ آئے۔ مگر خدا پر ایمان کی یہ کیفیت
ہے۔ کہ اس بیابان کو البلد فرماتے ہیں
آپ کو یقین تھا۔ کہ یہ شہر ہو جائے گا۔

ان نعبد الاصنام۔ میرے
ایک دوست بیمار رہے ان کی موت میں
تین دن باقی تھے۔ کہ کہنے لگے ایک نکاح
چاہتا ہوں۔ سب نے تعجب کیا۔ تو کہنے
لگے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ کوئی
لا الٰہ الا اللہ کہنے والا اور پیدا ہو جاوے۔
حالانکہ ان کی بہت اولاد اس وقت بظاہر
موجود تھی۔

وھب لی علی الکبر۔ اسمٰعیلؑ ۸۶
برس کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۹۹
برس کی عمر میں اسحٰقؑ پیدا ہوئے تھے۔

ربنا اغفر لی ولوالدی۔ قرآن
شریف میں دوسرے مقام پر فرمایا۔ الا
قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک
اس جگہ دعا میں آپ نے والدی فرمایا ہے
اور یہ آخر عمر کی دعا ہے اور جہاں منع
ہے وہاں اَب کا لفظ ہے۔ معلوم ہوا
اَب سے چچا مراد تھا۔ والد نہیں۔

(رکوع ۱۹)

میں اللہ دیکھتا ہوں۔ یہ اس
سورۃ کا ابتداء تھا جس کا مطلب یہ تھا
کہ میں نگران حاکم ہوں۔ خلاف ورزی
پر سزا دوں گا۔ چنانچہ اس کو کھولتا ہے
اور فرماتا ہے۔

غافلاً۔ بے خبر۔

لیوم۔ ایک وقت کے لئے۔

مھطعین۔ اھطاع کے معنے
"جلدی کرنے کے ہیں"۔ اور ٹکٹکی باندھ
کر دیکھنے کے۔

لا یرتد الیھم طرفھم۔ آنکھ
جھپک نہ سکیں گے۔

ھواء۔ خالی ہونگے۔ عربی زبان
میں اس دل کو کہتے ہیں۔ جس میں خیر و عقل
نہ ہو۔ عقل وہ صفت ہے۔ جس سے مومن
اپنے تئیں بدیوں سے روک سکتا ہے۔

یوم یاتیھم العذاب۔ جب
ایک بچے کے سامنے بھی شرمندگی دلانے
والا کوئی کام کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی
تو جہاں اوّلین و آخرین جمع ہوں گے۔
وہاں کیسی ندامت ہوگی۔ اس سے
بچنے کا سامان کرو۔

من زوال۔ زوال نہیں ہوگا۔ یا
تمہیں انتقال نہ ہوگا۔ اس دنیا سے دار
آخرت میں نہ جاویں گے۔

کیف فعلنا بھم۔ فارسی میں ایک
شعر ہے ؎

مجلسِ وعظ رفتنت ہوس است!
مرگِ ہمسایہ واعظِ تو بس است!

ہر ایک شہر میں جہاں کوئی آسودہ گھر ہوتا ہے۔ اس کے پڑوس میں یا اس کے اوپر چڑھ کر دیکھنے سے کوئی نہ کوئی ویران شدہ مکان یا گھر یا نظارہ ضرور عبرت و نصیحت کے لئے نظر آتا ہے۔ یہ نکتہ مجھے میرے ایک استاد نے بتایا تھا۔ جسے میں نے اکثر مقام پر صحیح دیکھا۔ اس کی نسبت بہت مثالیں حضور نے سنائیں۔ جموں میں۔ قادیان میں۔ اور چند رؤساء کی زبانی فرمایا۔ ایک رئیس کو مجھ سے نقار تھا۔ مگر میں نے اسے نصیحت کرنی چاہی۔

اس کی مجلس میں چلا گیا۔ آخر مجھ سے پوچھا۔ کیوں آئے۔ میں نے کہا کہ آپ کا ناصح کون ہے۔ میرے تعلقات تو آپ سے ایسے نہیں ورنہ میں یہ فرض بڑی شوق سے ادا کرتا رہتا۔ پھر یہ استاد کا نکتہ سنایا تو اس نے کہا۔ جہاں میں بیٹھتا ہوں اس کے سامنے کا محراب ایک بڑے رئیس کا تھا۔ اور اس کی گھر والی ہمارے برتن صاف کرتی ہے۔

(۲) اس مسجد میں جلسہ کے دنوں میں نماز پڑھنے لگے۔ تو اس پڑوسی نے گالیاں دینی شروع کیں۔ امام نے فرمایا۔ شاہی خیمے کے پاس کسی کا مخل ہونا اپنے پر شامت لانا ہی ہوتا ہے۔ یہ مسجد خدا کا شاہی خیمہ ہے۔ ایک وقت میں نے عرض کیا۔ حضور وہ تو فروخت کرتے ہیں۔ کہا میں تو دس روپے کو بھی نہیں لوں گا۔

ذو انتقام۔ بعض لوگوں نے اس صفت کو نادانی سے کراہت کے ساتھ دیکھا ہے۔ میں نے یسوعیوں سے پوچھا ہے۔ کہ مسیح تو رحم مطلق تھے۔ مگر اپنے قاتلوں اور مخالفوں کے لئے کفارہ تو نہ ہوئے۔ ان کے لئے تو انتقام ہی کی صفت رہے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض
دنیا میں تو یہ کہ یہ مشرکوں کی زمین مشرکوں کی نہیں رہے گی۔ موحدوں کی ہو جاویگی۔ اور ایک تبدیل الارض حشر کے دِن کا۔

وتری المجرمین۔ ایسے نظارے دنیا میں دکھلائی دینے ضروری ہیں۔ اگلے جہان کا وعدہ تو سب قومیں کرتی ہیں۔ ایک چوہڑا کہتا ہے۔ کہ کل قومیں متکبر ہیں اس لئے وہ جہنم میں جائیں گی مگر ہم ہی تکبر نہیں رکھتے پس ہم ہی بہشت کے حقدار ہیں۔ اب خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطع تعلق کرنے والے ہیں۔ ایک دن آتا ہے۔ کہ ان کی مشکیں

کسی جاویں گی۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے
دن ایسا ہی ہوا۔

جب دنیا میں اس کا نمونہ دکھا دیا۔
تو آخرت میں ضرور ایسا ہو گا۔ سریع الحساب
اسی لئے فرمایا۔ کہ دنیا میں بھی اس کا نمونہ
دکھائیں گے ؛

چودھواں پارہ

(رکوع ۱)

الٓر۔ انا اللہ۔ اری۔ دیکھنا خدا کی
وہ صفت ہے جس کا ظاہری امور کے ساتھ
تعلق ہے۔ اور علم وہ صفت جس کا باطنی
امور کے ساتھ تعلق ہے یا عام ہے۔ خدا
تعالیٰ اس سورۃ میں ان شوخیوں اور شرارتوں
کا ذکر فرماتا ہے۔ جو کفار نے رسل اور انکی
جماعت سے کیں۔ اور بتاتا ہے۔ کہ میں ان
شرارتوں کو دیکھتا ہوں۔

الکتاب۔ کتیبہ فوج کو کہتے ہیں اللہ
تعالیٰ کی کتاب دشمنوں کے مختلف حملوں
اور شبہات اور بدیوں کی دافع ہوتی ہے۔

یود الذین کفروا۔ اس کتاب کے
دلائل ایسے پختہ ہیں کہ کافروں کا بھی بعض
اوقات جی کرتا ہے کہ ہم مسلمان ہو جاویں
اسلام نے خدا کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں
کی جس کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہوئے
شرم آئے۔

ہندو کہتے ہیں۔ کہ خدا نے سور کا اوتار
لیا۔ تو انہیں اس کی کوئی توجیہ کرنی پڑتی
ہے۔ اسی طرح عیسائی جب بیٹا کہتے ہیں
تو اس کی عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں۔ مگر
اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ہر عیب سے
منزہ اور کمزوریوں سے مبرا ہے۔

ذرھم۔ خدا کی طرف سے کوئی مذہب
ایسا نہیں آیا۔ جو تمام آدمیوں کو بجبر منوایا
جاوے۔ اسلام نام ہے صدق دل سے
مان لینے کا اور جبر واکراہ میں یہ بات ہرگز نہیں

وما اھلکنا من قریۃ۔ اللہ تعالیٰ
تبدیل مذہب سے نہیں پکڑتا۔ بلکہ نقض
امن اور شوخی و شرارت پر اس دنیا میں
مواخذہ فرماتا ہے۔

کتاب معلوم۔ اس دنیا میں بھی اس
کا نظارہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ زنا ایک
حد تک کرکے بعد اس کے سوزاک یا آتشک
ہوتا ہے۔

انک لمجنون۔ راستبازوں کو آج
تک ایسا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ
نون میں ایک بات فرمائی ہے۔ کہ جو کچھ لکھا
گیا ہے۔ ان کے خلاصے در خلاصے اور علوم
کو جمع کرو۔ تو رسول اللہ مجنون ثابت ہونگے۔

بلکہ اعقل الناس۔

سورۂ نون میں فرمایا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ سات موقعہ پر انسان کے خلق کا جلوہ ہوتا ہے (۱) ایک مثلاً انسان گھوڑے یا ہاتھی پر جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر کئی لوگ حسد کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا دادا ایسا تھا یا پردادا ایسا۔ اخلاق فاضلہ ہوں تو یہ فضول کارروائی نہ کریں۔ پس ایک بہشت تو وہ ہوا۔ جب ایسی ایسی جلن نہ لگیں۔ دوسرا بہشت۔ بیوی کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔ اسی طرح بچوں اور نوکروں کے ساتھ اچھا تعلق بھی ہے۔ تو یہ تیسرا بہشت اس دنیا کا ہے۔ پھر اپنی قوم کے ساتھ معاملات میں عمدہ اخلاق رکھتا ہے۔ تو یہ چوتھا بہشت ہے۔ پھر قوم کی دو قسمیں ہیں۔ اپنے ہم مذہب یا غیر مذہب ان سے تعلقات محبت والے ہوں۔ تو پانچواں بہشت ہے۔ ایک بادشاہ سے تعلقات ہیں۔ ایک خدا سے۔ حضرت نبی کریمؐ کو فرمایا تو بڑے اعلےٰ خلق پر ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق اپنی ذات میں بے نظیر تھے۔ بیویوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر۔ قوم کے ساتھ ایسا صاف معاملہ۔ کہ جب تک خدائی پیغام نہیں پہنچایا۔ سب آپ کو صادق و امین سمجھتے تھے۔ ولا یکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون۔ بادشاہوں کے ساتھ ایسے اچھے تعلق کہ آپ کے مریدوں نے حبشہ میں کس امن سے زندگی گزاری۔ اور خود مکہ کے شرر انگیز رئیسوں میں کیسے مامون رہے۔ پھر خدا سے ایسا تعلق کہ قرآن شریف جیسی خاتم الکتب کی وحی کے مہبط ہوئے۔ کیا ایسا شخص مجنوں ہوسکتا ہے۔ جو تمام مدبران ملک کی تجویزوں اور تدبیروں کے مقابلہ میں اکیلا کامیاب ہوا۔

وما کانوا اذًا منظرین۔ چنانچہ جب فرشتے آئے۔ تو کفار کو نہ بدر میں مہلت ملی نہ کسی اور غزوہ میں۔

انا نحن نزلنا الذکر۔ فرشتوں کا ایک ثبوت دیا ہے۔ کہ دیکھو یہ کتاب ہے اس کی حفاظت اخیر زمانے تک فرشتے کریں گے۔ تم اس کے خلاف کوئی غلطی تو ثابت کردو۔ سائنس نے کس قدر ترقی کی تاریخ کی کیسی چھان بین ہوئی۔ مگر قرآن شریف کی کوئی بات جھوٹی نہ ہوگی۔ سچ فرمایا لا یاتیہ الباطل۔

وقد خلت سنۃ الاولین۔ یہ فرشتوں کے نزول کا دوسرا ثبوت فرمایا۔ کہ نشان جو تم مانگتے ہو وہ بھی آجاوے گا۔ جیسا اگلے مکذبوں سے ہوا۔ ویسا ہی تم سے ہوگا چنانچہ ہوا۔ بدر میں فرشتے آئے اور کفار کو ہلاک

ولو فتحنا علیہم۔ یہ ضدی لوگوں کا بیان ہے۔

سکرت ابصارنا۔ ہماری آنکھیں کسی نشے کی متوالی ہوگئیں۔ ہم پر سحر ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(رکوع ۲)

آئندہ کے واقعات قبل از وقت انسان کو معلوم ہوں۔ یہ آدمی کو تڑپ لگی ہوئی ہے۔ اس کے لئے مخلوق نے عجیب عجیب تجویزیں کی ہیں۔ میں نے ایک شانہ بینی کی کتاب دیکھی۔ ایک دُنبہ کو خاص خیال پر ذبح کرتے ہیں۔ اس کے شانہ کو پانی میں اُبال دیتے ہیں۔ اس پر چند نقطے نظر آتے ہیں۔ جن پر احکام مرتب کرتے ہیں۔ دوم خط تقدیر اس کے لئے چار مقامات ہیں۔ (۱) بعض نے ہاتھ کے شکنوں پر کتابیں لکھی ہیں۔ بعض نے چین جبین پر۔ بعض نے انسانی بدن کی دوسری لکیروں پر۔ بعض نے خالوں پر (۲) ایک اور علم ہے جو کھوپری کے متعلق ہے۔ اس علم کی بھی یہی غرض ہے۔ رمل بھی اسی لئے سیکھی جاتی ہے۔ کان نبی یخط کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ یخط کے یہ معنے نہیں کہ نقطے ڈالکر شکلیں بنائی جائیں اور پھر ان پر احکام مرتب کریں۔ پانسے جو ہیں وہ بھی اسی غرض کے لئے ہیں پھر پرندوں کے بائیں یا دائیں نکلنے پر بحث کرتے ہیں۔ پھر ایک علم ہے سرودہ۔ جسے عربی میں علم النفس کہتے ہیں۔

یہ ناک کے سانسوں پر احکام مرتب کئے جاتے ہیں۔

اختلاج الاعضاء۔ اور سیاہ خال سے بھی غیب دانی کرتے ہیں۔ یہ ادنیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ ان سے اعلےٰ نجوم کا علم ہے جس کے دو حصے ہیں۔ ایک سورج گرہن چاند گرہن اور تاریخ پھر ان پر احکام لگاتے ہیں۔

ایک جفر کا علم ہے۔ اس سے بڑے بڑے احکام نکالنے کے دعوے کرتے ہیں۔ ایک قوم ان سے بھی آگے ہے جنہیں کاہن کہتے ہیں۔ ان کا چھوٹا سا شعبہ یورپ۔ امریکہ میں آجکل پایا جاتا ہے اس کو سپرچولزم کہتے ہیں۔ انسان کی روحوں وغیرہ سے اس کے ذریعہ مکالمہ کیا جاتا ہی ایک ان سے کسی قدر آگے ہیں۔ وہ ہمارے ملک میں حاضرات والے کہلاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو معمول بنا کر ان سے کام لیتے ہیں۔ عرب میں جو لوگ کاہن کہلاتے ہیں۔ وہ کم کھاتے کم سوتے کم اختلاط کرتے اور ایک خاص بات کی دھن رکھتے

ہمزاد وا۔ یہ بھی انہی میں سے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے تئیں بہت نجس رکھتے ہیں جنابت میں نہیں نہاتے۔ محرمات ابدی سے جماع کر لیتے ہیں۔ انسان کی کھوپری میں کھانا کھاتے ہیں۔ آدمی کے دانت کی تسبیح رکھتے ہیں۔ لوگوں سے چھپانے کے لئے چاندی کا خول چڑھا لیتے ہیں۔ اور عبادت کے وقت انسان کے چمڑے پر بیٹھتے ہیں بلکہ کھانا بھی وہاں پکاتے ہیں۔ جہاں کوئی مُردہ جلایا گیا ہو۔ ایسے تمام لوگ میں نے دیکھے ہیں۔ اور ان کے اعمال سے واقفیت حاصل کی ہے۔ کاہن لوگوں کو جو غیب کے آوازیں آتی ہیں۔ ان میں سے بعض باتیں سچی بھی ہوتی ہیں۔ مگر کثرت کے ساتھ جھوٹ ہوتا ہے۔

یہ جو غیب بینی کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں غور کر کے دیکھا جاوے۔ تو تعجب آتا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے۔ تمام جہان پیشگوئی ہی کرتا ہے۔ مثلاً دوست کو لکھ دینا کہ (۱) ہم فلاں تاریخ تمہارے پاس گاڑی پر پہنچیں گے۔ باوجود اندیشہ لیٹ و کولیزن کے (۲) کاشتکار کا آئندہ اناج کی امید پر بیج بونا۔ باوجود اندیشہ ارضی و سماوی کے (۳) ملازم کا کام۔ تاجر کا مال منگوانا بامید نفع (۵) اشتہار دینا پہلے گھر سے خرچ کر کے۔

غرض پیشگوئیوں پر دنیا کا سارا مدار ہے۔ ان سب کا معیار صداقت کثرت و قلت پر ہے۔ کاہن اسی لئے جھوٹے ہیں۔ کہ ان کی اکثر باتیں صحیح نہیں نکلتیں۔

نبیوں میں بھی کثرت کا اعتبار ہے۔ جب خدا کے فعل میں یہ بات پائی جاتی ہے قول میں کیوں نہ ہو۔

بروج۔ بُرج کہتے ہیں گول چیز کو۔ روشن ستارے جو آسمان میں ہیں ان سے مُراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ منازل شمس و قمر مقصود ہیں۔ مگر عرب لوگ تو ان باتوں کو نہیں جانتے تھے۔ بہرحال ستارے بہت مفید ہیں ارض کے لئے۔ مگر خبیث لوگ ان سے عجیب عجیب جزوی اور شخصی احکام نکالتے ہیں۔

الا من استرق السمع۔ کوئی ایک آدھ بات صحیح بھی مستنبط کر لیتے ہیں۔

شہاب مبین۔ بات پوری نہیں ہوتی۔ تو آگ سی لگ جاتی ہے۔ جو ان کے تمام جھوٹ کے تودہ کو جلا دیتی ہے۔

موزون۔ دو معنے ہیں۔ ایک معلوم۔ دوسرے مقدار کے ساتھ ہر چیز بنی ہوئی ہے۔

وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہ

جتنی ایجادیں ہیں ان کی تحقیقات کرو۔ تو یہی معلوم ہوگا۔ کہ اس کا اصول اتفاقیہ معلوم ہوا۔ اور اول اول کسی بالارادہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ مثلاً چھاپنے کے پتھر کی دریافت۔

لواقح۔ جمع لاقحۃ کی لاقحہ ملحقہ کے معنے رکھتا ہے۔ فاعل بمعنے مفعل کئی جگہ آیا ہے۔ کلینی لہم یا امیمۃ ناصبی۔ ولیل اقاسیہ بطی الکواکب۔ اسے منصب

یسبک یزیں باس بضرا عتورا شعث مما ترحتہ الطوائح لے مطابح اس کے معنے ہیں حمل دینے والی۔

ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ نباتات میں نر و مادہ کی دریافت عربوں نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہوائیں اٹھاتا ہے کہ جو نر کو مادہ پر چڑھاتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو پہلے بیان فرمایا ہے من کل زوجین اثنین۔

المستقدمین۔ کے معنے پہلے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ ہم گذشتہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ مراد ہیں جو نیکی میں سب پر ترقی لے گئے۔

(رکوع ۳)

صلصال۔ خلاصہ در خلاصہ جو چیز ہوتی ہے۔ اس کو صلصال کہتے ہیں ٹھیل سے نکلا ہے۔

حمأ۔ جو مٹی متغیر ہو جاوے (۲) جس کی پوری صورت بن جاوے۔ (۳) جو کہیں ڈالی جاوے۔ (۴) جس میں سے بو آوے۔

مسنون۔ کسی چیز کو کسی کے مناسب بنانا۔ سننت الماء علی الوجہ۔

من روحی۔ اپنا کلام۔

السموم۔ تیز بو کو سموم کہتے ہیں۔ اس کے اندر جو صفت ہے وہ ناری ہے جان میں شامل ہیں۔ وہ تمام جاندار جن میں ناری مادہ ہو۔ باریک سانپ کو بھی جان کہتے ہیں۔ طاعون کے کیڑے کو بھی وخز الجن فرمایا ہے۔ مرگی کے کیڑے کو بھی جن فرمایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب کو بھی آگ فرمایا ہے۔ اسی واسطے اس کے اطفاء کے لئے کھڑے کو بیٹھنے پھر لیٹنے اور پانی پینے اور تعوذ کا حکم ہے۔ سیاہ کتے میں شدید زہر ہوتا ہے اسے ایک جگہ شیطان فرمایا۔ اسی طرح جن لوگوں کو شیطان سے تعلق ہوتا ہے ان میں بھی خاص تیزیاں ہوتی ہیں۔

فسجد الملائکۃ۔ ملائکہ مامور من اللہ کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ سعید الفطرت کے قلب پر وہی ایمان لانیکی تحریک کرتے ہیں

مع السّٰجدین۔ فرمانبرداروں کے
ساتھ شامل نہ ہوا۔ ہر آدمی کو میں دیکھتا ہوں
کوئی نہ کوئی اس کا نافرمان ہوتا ہے۔
فاخرج منہا۔ نکل جاؤ اس مرتبہ سے
فانک رجیم۔ کیونکہ تو دھتکارا ہوا ہے
فانظرنی۔ یہ اس کی خواہش ہے
جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیطان کی یہ خواہش
پوری ہوئی۔ غلطی کرتے ہیں۔ ہاں فرمایا
الی یوم الوقت المعلوم۔ ہر آدمی
کے ساتھ بقدر اس کے ساتھ شیطان
ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے۔ کہ نیک
انسان بیدار ہو جاتا ہے۔ پھر شیطان کا
داؤ اس پر نہیں چلتا۔
عبادی۔ کچھ ضرورت نہیں کہ عبادی
سے خاص بندے مراد لئے جاویں کسی
آدمی پر شیطان غالب نہیں۔ ہاں جب
انسان خود اس کا کہا ماننے لگ جاتا ہے
جیسا کہ میں نے کئی بڑے بڑے ڈاکوؤں
سے پوچھا ہے اور انہوں نے مانا ہے
کہ کوئی ہمیں جبراً نہیں لے جاتا بلکہ خود
ہی جاتے ہیں۔

(رکوع ۴)

المتقین۔ تقوٰی اختیار کرنیوالے
ایسے لوگوں کے عقائد صحیح ہوتے ہیں۔
اللہ پر ایمان۔ فرشتوں پر۔ کتابوں پر۔
نبیوں پر ایمان۔ جزاء و سزا پر ایمان
اور اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ اسلئے فرمایا۔
مال کو خرچ کریں۔ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔
مساکین۔ سائلین۔ غلاموں کے آزاد کرنے
پر۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ صابر ہوں
(تنگی۔ غریبی۔ لڑائی۔ بیماری کے اوقات
میں)۔ بس یہی متقی لوگ ہیں۔
کچھ اور نشان بتاتا ہے وہ سلامتی
کے گھر میں رہتے ہیں۔ کسی نیک بندے
کی نسبت ان کے دل میں رنجش نہیں رہتی
نبیٔ عبادی۔ امید و بیم مومن
کے لئے دو پر ہیں۔ اللہ کے حضور میں
پہنچنے کے لئے۔ اس کا ثبوت آگے آنے
والے بیان میں دیتا ہے۔
بغلٰم۔ اس بچے کے جوان ہونے
کی خبر بھی دیدی۔
الضالون۔ خدا کے صفات سے
ناواقف ہیں۔
فما خطبکم۔ حضرت ابراہیم ۴
کا قلب محسوس کر رہا تھا۔ کہ یہ کوئی عذاب
بھی لائے ہیں۔ اس لئے بشارت سن کر بھی
دریافت کیا۔
قوم مجرمین۔ حضرت علی فرماتے
ہیں۔ کہ اگر قرآن شریف میں اس کا ذکر
نہ ہوتا تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

کہ کوئی انسان مردوں سے بھی زنا کرتا ہے۔

(رکوع ۵)

لوطؑ کی قوم عرب کے شمال مغرب میں آباد تھی۔ ان کی بستیاں کئی تھیں۔ ایک کا نام سیڈوم ایک کا گمارا۔ ایک کا نام صعر غر تھا۔ اسی واسطے اس قوم کے بدکاروں کو سیڈومی کہتے ہیں۔

منکرون۔ ناپسند کئے گئے۔

فیہ یمترون۔ وہ عذاب جس میں یہ شک کرتے تھے۔

لایلتفت منکم احدٌ۔ چونکہ عذاب میں گرفتار ہونے والی نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تھا۔ اس لئے دوسروں کو ایسا حکم ہوا۔ بعض حکم خاص مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

حیث تؤمرون۔ پاس ایک پہاڑ تھا اس پر چلے جانے کا حکم تھا۔

دابر۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) جو مہتمم و مدبر ہوں۔

یستبشرون۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت لوطؑ پر کسی قسم کا الزام آنے کے منتظر تھے۔

فلا تفضحون۔ مہمانوں کی بے عزتی کر کے مجھے ذلیل مت کرو۔

عن العالمین۔ اجنبی لوگوں کی آمد و رفت سے منع نہیں کیا۔

ان کنتم فاعلین۔ اگر تم اس مقدمہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہو۔ تو میری بیٹیوں کو بطور ضمانت رکھ لو۔

یعمہون۔ (۱) اندھے (۲) ناعاقبت اندیشی کرتے۔

للمتوسمین۔ وہ لوگ جو بڑی فراست والے ہوں۔ اور عبرت پکڑنے والے۔

انہا۔ وہ بستیاں عذاب کا نشان۔

مقیم۔ موجود۔ واضح۔ وہاں کی جھیل کا نام۔ ڈیڈسی۔ جھیل مردار جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہتا۔

الایکۃ۔ بن۔ جنگل جس میں بہت سے درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

لبامام۔ امام اس شاہ راہ اور اس شخص کو کہتے ہیں۔ جس کی طرف لوگوں کا قصد ہو۔ چونکہ شاہ راہ کی طرف اکثر لوگ منزل تک پہنچے۔

(رکوع ۶)

الحجر۔ ثمود کی قوم جہاں رہتی تھی۔ اس کو حجر کہتے ہیں۔

حجر میں بحث ہوئی ہے کہ حجر کیا چیز تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ اس قوم کے دار السلطنت کا نام ہے۔ بعض اس میدان کا نام بتاتے ہیں۔ عدن سے لیکر حدیدہ۔ حضرموت۔ حجاز۔ تہامہ کے علاقوں کو حجر کہتے ہیں۔ وہاں کی قوم ثمود میں صالح نبی آئے تھے۔

آیاتنا۔ اپنے احکام۔

وکانوا ینحتون من الجبال۔ اس زمانے میں بھی اس کا رنگ پایا جاتا ہے۔ یعنی پہاڑ پر کوٹھیاں بنانا۔ ایک سہیل زمین ہوتی ہے ایک جبلی زمین۔ دونوں مقامات پر اس زمانے کے لوگ بھی کوٹھیاں وغیرہ بناتے ہیں۔ اور اس پر اتراتے ہیں۔

الصیحۃ۔ اس کے معنے عذاب کے ہیں۔ آواز کے معنے بھی درست ہیں۔ جب پہاڑوں میں بڑے بڑے زلزلے آتے ہیں تو زلزلوں سے پہلے گونج اور گرج پیدا ہوتی ہے۔

صباح الزمان لآل برمک صیحۃ
خرّوا الصیحۃ علی الاذقان۔

برمک ایک قوم تھی جس نے حضرت ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ کے زمانے میں بڑی ترقی کی۔ انہوں نے تمام طاقتور جاگیرداروں اور علاقوں بلکہ شعراء و علماء کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ ہارون الرشید نے ان کی نیت پر اطلاع پاکر انہیں ایک ہی وقت میں ہلاک کر دیا۔ شاعروں کو چونکہ بہت انعام دیتے تھے اس لئے انہوں نے ان کی سخاوتوں کی بڑی تعریف کی ہے۔

وما خلقنا السموات۔ یہ آیت اس اعتراض کے جواب میں ہے جو اخذتھم الصیحۃ سے کسی نادان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ زلزلے آنا تو ایک نیچرل رول ہے۔ پھر زلزلہ آنے پر صلحاء کی ہلاکت بھی ہو جاتی ہے۔ فرماتا ہے۔ آسمان و زمین کو ہم نے حق و حکمت سے پیدا کیا۔ ہم نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکھا ہے۔ عذاب اسی وقت آئیگا جب صلحاء بالعموم نہ رہیں۔ اور زلزلہ اگر کسی ظاہری سبب سے پیدا ہوتا ہے تو اس کا باطنی سبب یہی ہے اور ہم اسے خوب جانتے ہیں۔

فاصفح الصفح الجمیل۔ عذاب کے لانے کے لئے صبر بھی بہت مفید ہے۔ یہاں سے ایک اخبار شبھ چنتک نکلتا تھا۔ وہ اس سلسلہ پر سخت مفتریانہ اور مضر حملے کرتا۔ میرے دل میں بعض اوقات اس کے جواب کا جوش اُٹھتا۔ اِس لئے میں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ تو فرمایا کہ تمہارے جواب سے کیا بنیگا۔ صبر کرو۔ کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر ایک موقعہ آیا۔ تو آپ نے توجہ فرمائی کہ جناب الٰہی سے سردست تو قادیان سے اُن کا صفایا ہی ہو گیا۔

سبعًا۔ اس کے معنے سات آیتیں یعنے الحمد شریف۔ یہ ان آیتوں میں سے ہیں۔ جو کئی بار نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ دن رات میں بالعموم چالیس رکعتوں میں یہ سورۃ دہرائی جاتی ہے۔ کئی تابعین نے کہا ہے۔

بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ توبہ۔ ان سات سورتوں کا نام سبع مثانی ہے۔ بعض نے توبہ کی بجائے یونس کو رکھا ہے۔ کیونکہ ان کا بیان آپس میں ملتا جلتا اور دُہرا دہرا ہے۔

لا تمدن عینیك۔ قرآن شریف ایسی نعمت کے مقابلہ میں اس فانی دولت کی کچھ پروا نہ کرو۔ اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ

ازواجًا۔ رنگ برنگ

المقتسمین۔ یقتسم کے کئی معنے کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یومنون ببعض ویکفرون ببعض۔ دوم یہ تقاسموا باللہ جیسی حضرت ثمود کی قوم نے قسم کھائی تھی۔ کہ رات حضرت صالح کو مار ڈالیں گے! اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ۹ آدمیوں نے یہی مشورہ کیا۔ (۳) تقاسموا علٰی سبل مکۃ۔ کفار نے اسلام کے خلاف ابھارنے کے لئے مختلف شاہراہوں پہ آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ اس کا نمونہ میں نے دیکھا ہے کہ لوگوں کے بہکانے کے لئے رستوں میں اپنے ایجنٹ چھوڑ دیتے ہیں۔ (۴) عجیب عجیب معنے کر کے کئی فرقے بنا دیئے۔ چھ شخصوں کے نام مجھے یاد آ گئے (۱) اسود بن زرارہ (۲) اسود بن زہرہ (۳) ولید مخزومی (۴) عاص سہمی (۵) اسود بن مطلب (۶) حارث خزاعی۔ یہ سب کے سب مختلف عبرت و دہشت ناک امراض سے ہلاک ہوئے۔

فسبح بحمد ربك۔ بعض لوگوں نے سجدوں میں عجیب عجیب طرح کی دعائیں قرآن شریف کی مختلف آیات سے لے کر پڑھنی شروع کر دی ہیں۔ حالانکہ سجدوں میں قرآنی دُعاؤں کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ دیکھیں۔ کہ یہاں جو صاف حکم ہے۔ اس کی تعمیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح فرمائی۔ رکوع و سجود میں پڑھا جاتا ہے۔ سبحانك اللھم ربنا وبحمدك اللھم اغفر لی حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر پڑھ کر سوئے ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ جیسا کسی کو تحفہ و ہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے۔ جناب الٰہی میں جو تسبیح و تحمید کا ہدیہ پیش کرے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس شخص کو جس نے ہدیہ پیش کیا گناہوں سے پاک کر دیگا۔ اور پسندیدہ خصائل سے محمود بنائے گا۔

یاتیك الیقین۔ یقین سے مراد موت ہے

سورۃ النحل

(رکوع ۱۶)

چند سورتیں۔ الٓر۔ الٓم سے شروع ہوتی ہیں

یہ لفظ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ
فرماتا ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے ہمارے نبی
کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا وہ میں
خوب دیکھ رہا ہوں۔

اب اس سورۃ میں اس کے نتیجہ
کا ذکر کرتا ہے۔

امر اللہ۔ امر کے معنے خاص حکم
کے ہیں۔ لا تستعجلوہ سے ظاہر ہے کہ یہاں
وعید کا مذکور ہے۔

ینزل الملائکۃ۔ شرک کے دفعیہ
کے لئے اس نے فرشتوں کو اپنا کلام دیکر
نازل کیا۔

علےٰ من یشاء۔ مراد ہے ہمارے
نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم۔

بالحق۔ ازل میں مقدر تھا کہ ایک
وقت آئیگا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم مبعوث ہوں گے۔ اور لوگ ان کے
مقابل میں شرارتیں کریں گے۔ جو سزا پائینگے
چنانچہ اس کے مطابق انتظام ہو رہا ہے۔

دفءٌ۔ دف کے معنے گرمی حاصل
کرنا۔ جو جانوروں کی پوستینوں سے حاصل
ہوتی ہے۔ اور دفء کے معنے نسل بھی ہیں ج
جمال۔ عزت کا نشان۔

تریحون۔ واپس لاتے ہو۔ واپس
لانے کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا کہ اسوقت
جانور موٹا تازہ ہو کر واپس آتا ہے۔ اور
اس میں زیادہ تر اظہار شوکت ہوتا ہے۔
یہ تمام انعام اس لئے ذکر فرمائے۔ کہ
دیکھیں ان نعمتوں کا تم کفر کر رہے ہو۔
جس کا نتیجہ بد اٹھاؤ گے۔ یا شکر کرتے ہو۔

ویخلق ما لا تعلمون۔ وہ نئی
نئی سواریاں جو تمہارے علم میں نہیں پیدا
کرے گا۔

قصد السبیل۔ قصد کے معنے
بیان کرنا کیا معنے وہ جو صراط مستقیم ہے
اس کا بیان کرنا خدا کے ذمے ہے دوسرے
معنے یہ کہ میانہ راہ۔ دونوں معنے صحابہ و
تابعین سے ثابت ہیں۔

(رکوع ۸)

ھو الذی انزل من السماء۔ جس
طرح ظاہری بارشیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح
روحانی بارشیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسی
بارش میں ایک اعلےٰ درجہ کا وقت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جس کے ساتھ
ہر قسم کے درخت نکلے۔ کچھ مثل ابوبکرؓ و
عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اعلےٰ درجے کے۔
کچھ ان سے کم درجہ کے۔ کچھ مخالف قسم
کے درخت بھی پھوٹ نکلے۔ جیسے ابوجہل
عتبہ شیبہ و ربیعہ۔

آسمان سے جب پانی برستا ہے تو
قسم قسم کے درختوں کو پہنچتا ہے۔ اور
انہی کی قسم کے موافق ان کی نشوونما ہوتی ہے
وما ذرا لکم فی الارض۔ کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ خراب قسم کا بیج کسی اچھے
سے پیوند کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمات
الہٰی سے لوگوں کے حالات بدل جاتے ہیں
لتاکلوا منہ لحما طریا۔ سمندر
کا بعض پانی بہت تلخ ہوتا ہے۔ مگر اس
کی مچھلی خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ اسی طرح
خدا کی مخلوقات ہیں۔ جو شریر ہیں۔ انہی
میں سے ایک نیک مبعوث ہو جاتا ہے۔
مواخر۔ بوجھل، ہواؤں کو چیرنے
والی بڑی آواز سے۔

والذین یدعون۔ یہ آیت
حضرت مسیح کے خالق ہونے کے اعتقاد کو
رد کرتی ہے (اور اسی سے انکی وفات
بھی ثابت ہوتی ہے)

تمید بکم۔ مید۔ چکر کھانا دوران
سر کو بھی کہتے ہیں۔ تمید بکم کے معنے ہوئے
وہ بھی تمہارے ساتھ ہی چکر کھاتے ہیں۔
دوسرے مید کے وہ معنے ہیں جس سے
میدہ کا لفظ نکلا ہے۔ جس کو کھاتے ہیں۔

(رکوع ۹)

جب انسان مطالعہ کرتا ہے نعمتیں
دی ہوئی کس کی۔ اور کس کے ذریعے سے
ہم متمتع ہو سکتے ہیں۔ اور ان نعمتوں کا
پیدا کرنے والا کون ہے۔ اور ان نعمتوں
کے کفران پر سزا دینے والا کون ہے اتیٰ
امر اللہ کہنے والا کون ہے۔ تو اللہ تعالیٰ
کی ہستی پر ایمان بڑھتا ہے۔

الٰہ واحد۔ اعلےٰ درجہ کی محبت
اعلےٰ درجہ کی اطاعت اعلیٰ درجہ کا تذلل۔
ان باتوں کی مستحق ایک ہی ذات ہے۔

تعجب ہے۔ کہ لوگوں نے انسانوں
میں سے ہی معبود بنا لئے۔ مگر ایسے تمام
معبود بڑی بڑی سخت مصائب میں گرفتار
ہوئے۔ تاکہ ان کی بشریت واضح ہو جائے
امام حسین رضی اللہ عنہ۔ مسیح بن مریم علیہ السلام
رام چندر جی مگر سب پر سخت مصیبتیں پڑیں۔

(رکوع ۱۰)

مکر۔ آریوں کو مکر کے متعلق بہت
سے جواب دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ اپنے
سوال کو پیش کئے ہی جاتے ہیں۔ اصل بات
یہ ہے۔ کہ بعض الفاظ ملکی حالات کے لحاظ
سے خاص معنوں میں لئے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں مکر تدبیر کو کہتے ہیں
جو دو قسم کی ہیں۔ ایک بُری۔ دوم اچھی
فاتی اللہ بنیانھم من القواعد
یعنے استیصال فرما دیا۔ تعلیم اور ذہن

نشین کرنے کے لئے اطناب فرمایا۔

من حیث لا یشعرون ضروری ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام نے جن باتوں سے منع کیا۔ ان سے ابتدائی مرحلہ ہی میں رُک جاویں۔ ورنہ عذاب ایسے طور سے آئیگا۔ کہ پتہ بھی نہ لگے گا۔

یجزی اللہ المتقین۔ اس میں بشارت ہے۔ پس وہ انعام جو صحابہ کی جماعت پر ہوئے اب بھی ہو سکتے ہیں۔

یستھزءون۔ ہزو کہتے ہیں کسی چیز کو ہلکا جاننا۔ حقیر ماننا۔

(رکوع ۱۱)

لو شاء اللہ ما عبدنا۔ اچھی بات کو بھی بُرا آدمی گندے معنوں میں لے لیتا ہے۔ سیدھی بات تو یہ تھی۔ کہ جیسی خدا کی مشیت مجبور کر کے مسلمان نہیں بناتی۔ اسی طرح وہ مشیت مجبور کر کے مشرک بھی نہیں بناتی۔ مگر وہ ایک شق کو لیتے ہیں۔ جس سے خدا پر الزام آ گئے۔ (۸) انعام۔ رکوع ۶ میں بھی مشرکین کے اسی قول کا ذکر ہے۔ جس کی خوب تردید فرمائی گئی ہے۔

من یضل۔ ایسے انسان جن کے بدعملوں کا نتیجہ ہی یہی ہے۔ کہ خدا کی طرف سے اضلال ہو۔

(رکوع ۱۲)

مکہ میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ صرف مالوں کا ہی فکر نہ تھا۔ بلکہ جانوں کا بھی۔ ایسے وقت میں حضرت حق سبحانہٗ وحی فرماتے ہیں۔ کہ لوگ مہاجر ہوں گے۔ اور پھر مظفر و منصور ہوں گے۔ شیعہ قوم بھی غور کرے۔ جو مہاجرین کی معائب شماری اپنا فرض سمجھتی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ جو شخص کچھ اللہ کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ دنیا میں بھی اس کا بدلہ پاتا ہے۔

ولاجر الآخرۃ۔ دنیا کے سکھ سے اجر آخرۃ پر دلیل قائم کی۔ جب ایک بات حاصل ہو گئی۔ تو بدلیل اربعہ متناسبہ دوسری ضرور حاصل ہوگی۔

الذین صبروا۔ نیکیوں پر قائم رہنا اور بدیوں سے رُکنا۔ صبر ہے۔

الا رجالاً۔ الا بمعنے غیر ہے۔

اھل الذکر۔ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اور فرمایا۔ ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ انزلنا الیک الذکر میں بھی اس کی تشریح فرمائی۔ اہل الذکر سے اہل اسلام مراد ہیں ؛

الّذین مکروا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کردیں۔ قتل کردیں یا جلاوطن کردیں۔ کفار مشرکین یہ تدبیریں کر رہے تھے۔

ان یخسف اللہ بھم الارض۔ اس ملک میں ہم تمہیں ذلیل کردیں۔ ایک شعر یاد آگیا۔ حماسہ میں ابو ثمامہ کا شعر ہے

وان ابیتم فانا معشرٌ انف!!
لا نطعم الخسف ان الستم مشربا

علے تخوف۔ تخوف کے معنے عربی زبان میں گھنٹے کے ہیں۔ یعنی ہم تمہیں ایسے گرفتار کریں۔ کہ تم گھٹتے جاؤ۔

(رکوع ۱۳)

قال اللہ۔ اور فرمادیا ہے اللہ نے

الٰھین اثنین۔ دو معبود بھی نہ بناؤ۔ چہ جائیکہ دو سے زیادہ۔

فایای فارھبون۔ اس کے ترجمہ کی اردو زبان متحمل نہیں ہوسکتی۔ ف۔ ایای۔ ف تین چیزیں ہیں۔ اس لئے اس کا ترجمہ یوں ہوسکتا ہے۔ ڈرو مجھ سے پھر کہتا ہوں مجھ سے ہی پھر مجھ سے ہی ڈرو۔

الدین۔ دین کے معنے۔ مذہب و ملت۔ فرمانبرداری۔ جزا و سزا۔

واصبا۔ دائماً ہمیشہ۔ ایک شعر یاد آگیا۔ بڑے آدمی کا جو زبان عربی کے اماموں میں سے ہے۔

لا ابتغی الحمد القلیل بقاءہ۔ یوما بذم الدھر اجمع واصبا۔ میں ایسی مدح کسی کی نہیں چاہتا جس کا بقا تھوڑی مدت ہو اور جو لعنت۔ برائی ہے۔ وہ ہمیشہ تک چلی جاوے۔

تجئرون۔ فریاد کرتے ہو۔ آوازیں اُٹھاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو۔ زاری کا لفظ ہمارے ملک میں اس کے لئے رائج ہے۔

لیکفروا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کفر نعمت کریں۔

(رکوع ۱۴)

لو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم۔ کس قدر بدکاریاں ہوتی ہیں کس قدر بدمعاملگیاں ہوتی ہیں کس قدر شرک ہوتا ہے۔ اگر ان سب کی سزا میں اللہ پکڑے۔ تو سب ہی ہلاک ہو جاویں جب آدمی ہلاک ہو گئے۔ تو حیوان وغیرہ خود بخود ہی ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ یہ تو انسان کی خاطر سے ہیں۔

لا یستاخرون ساعۃ۔ آئے ہوئے وقت کو پیچھے نہیں کرسکتے۔

ایک بزرگ کی بات سناتا ہوں ان سے کسی نے کہا میں نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا ہے۔ مجھے تو بڑا ہی نفع ہوا ہے۔ کوئی

نقصان نہیں پہنچا۔ اس بزرگ نے کہا کہ جتنا پانی تم اب تک ملا چکے ہو اتنا ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی ڈالو۔ اور اس میں اُترو۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ تو اس کے گلے تک آیا۔ بزرگ نے فرمایا دیکھو ابھی تمہارے ڈوبنے کا وقت نہیں آیا۔ غرض بدکار کی بدکاری کی سزا کے لئے بھی ایک وقت ہوتا ہے۔

ولا یستقدمون۔ اور نہ پہلے کر سکتے ہیں۔

لاجرم۔ لابد۔ ضرور۔ جرم کے معنے کسب کے بھی کئے ہیں۔ پس لا صرف تاکید ہوگا۔

مفرطون۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ افراط سے ہے۔ عربی زبان میں فرط اسے کہتے ہیں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا فرطکم علی الحوض۔ بچہ فوت ہوتا ہے۔ اس کے لئے دعا ہوتی ہے۔ اللھم اجعل لنا فرطاً۔

ایک فارط ہوتا ہے۔ جو آپ جاتا ہے اور جو آگے بھیجا ہوتا ہے۔ اسے فرط کہتے ہیں۔

فارط اور فراط کے لئے ایک شعر یاد آگیا۔

واستعجلون وکانوا من صحابتنا کما تعجل مفرطون کے معنے ہوئے (آگے بھیجے گئے)

اللہ نے انسان میں دونوں قسم کی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔ اگر غضب ہے تو ساتھ رحم بھی ہے۔ اگر عفت ہے تو شہوت بھی۔ انسان کو اللہ نے حکومت بخشی ہے کہ وہ غضب و رحم میں۔ عفت و شہوت۔ حرص و قناعت میں عدل قائم رکھ سکے۔ ہر ایک کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دے۔ لیکن کسی کی تحریک سے متاثر ہو کر وہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔ جب ایسی باتیں کثرت سے بڑھ جاتی ہیں۔ تو ان سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کسی شخص کو خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ پھر اس کے بعد خلفاء ہوتے ہیں۔ انکے نواب ہوتے ہیں۔

فھو ولیھم۔ ایمانداروں کا تو اللہ والی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور۔ مگر وہ جو کفر کرتے ہیں۔ ان کا ولی شیطان ہوتا ہے۔

انزل من السماء ماءً۔ زمین میں بہت سے بیج ہوتے ہیں۔ جن میں تفریق نہیں ہو سکتی۔ مگر بارش جب برستی ہے۔ تو ہر بیج پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ پھر ظاہر ہو جاتا ہے۔

کہ یہ گلاب ہے۔ اور یہ سیتا ناسی۔ اسیطرح وحی الٰہی آکر حق و باطل سے ممتاز کر دیتی ہے

(رکوع ۱۵)

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے۔ کہ نبی کیوں آتے ہیں۔ کتابیں کیوں آتے ہیں۔ وہ راستبازیاں جو یہ پیش کرتے ہیں قوموں میں پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہیں۔ پھر یہ کیوں آتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خدا کی عبادت کا ذکر بھی ہے جھوٹ۔ بد معاملگی۔ چوری۔ زناء۔ منع ہے۔ بُرا ہے اور ان کے بالمقابل راستبازی خوش معاملگی امانت عفت عمدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نبوت کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ پہلے تو فرمایا۔ کہ کتاب رفع اختلاف کے لئے نازل ہوئی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ حق کو باطل سے امتیاز دینے کے لئے۔ جیسے بارش کے بعد بیج زمین سے پھوٹ نکلتے ہیں۔ اور پھر وہ اپنا اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔

لعبرۃ۔ جسمانیات سے روحانیات کی طرف عبور کرو۔ اور دیکھو۔ کہ گوبر و لہو میں سے ہی دودھ ہے۔ مگر وہ خدا کی بنائی ہوئی کل کے سوا نکالنا دشوار ہے۔ اسی طرح راستبازی دنیا میں موجود ہے مگر باطل سے الگ کر کے دکھانا خدا کا کام ہے۔

لقوم یعقلون جس طرح عقل سے انسان اپنے تئیں بعض نامناسب باتوں سے روک لیتا ہے۔ اسی طرح وحی ربانی سے ہر قسم کی بدیوں اور نامناسب امور سے اپنے تئیں روکنے والا روک سکتا ہے۔

واوحٰی ربّک۔ پانچ قسم کی وحی ہے۔ زمین کو بھی وحی ہوتی ہے بان ربک اوحٰی لھا۔ اس کے مقابل واوحٰی فی کل سماءٍ امرھا۔ پھر مکھی کو بھی وحی ہوئی۔ عورتوں کو بھی وحی ہوتی ہے اوحینا الیٰ ام موسیٰ۔ پھر عام سعادتمندوں کو بھی ہوتی ہے۔ اذا وحیت الی الحواریین یہ پانچ وحیاں ادنےٰ درجے کی ہیں جو غیر نبی کو بھی ہوتی ہیں۔

شہد کی مکھی کے متعلق عجیب عجیب معلومات ہیں۔ جو آج تک دریافت ہوئی ہیں۔ جب ادنےٰ سے ادنےٰ وحی کے متعلق ایسے ایسے عجیب عجیب کام ہیں۔ تو پھر انبیاء کی وحی کے ماتحت کیا کیا کام ہو سکتے ہیں وہ ان کے کارناموں سے ظاہر ہیں۔

مختلفٌ الوانہٗ۔ عربوں نے چار سو قسم شہد کی معلوم کی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے زبان عربی میں چار سو مختلف نام ہیں۔

(رکوع ۱۶)

اس رکوع میں دو عجیب باتیں ہیں
(۱) ہمیں کیسا ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں کیا
کرنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ بتائی۔ کہ یہ
مشرک ادنےٰ عقل سے بھی کام نہیں لیتے۔

فما الذین فضلوا۔ انہیں سمجھایا
کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو تمام رزق نہیں
بخش دیتے۔ اسی طرح گو خدا کے حضور
انبیاء بھی ہیں۔ ملائک بھی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ
اپنی خدائی کسی کے سپرد نہیں کرتا۔

ضرب اللہ مثلاً۔ ان مثالوں
میں مشرکین عرب کو سمجھایا ہے۔ کہ تم
بھی ہو۔ اور ایک طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت ہے
ان میں خدا تعالیٰ کی تعظیم کا کام کون
کر رہا ہے۔ اور مخلوق کی بہتری کی فکر
کس کو ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب
رسالت مآب۔ خدا نے زبان اور استطاعت
دونوں فریق کو دی۔ مگر ایک گروہ ہے
کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ اور
دوسرا ہے جو مال و جان نثار کر رہا ہے
خدا کے حضور وہی عزت پائیگا۔ جو کام
کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس میں حضرت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
انتخاب کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ اپنے
مولیٰ کا کارکن۔ جاں نثار۔ آمر بالعدل
صالح العمل بندہ ہے۔

(رکوع ۱۷)

وللہ غیب السمٰوات والارض
اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے۔ کہ مکہ میں تم سب
لوگ اکٹھے ہی رہتے تھے۔ ان میں سے
ایک کو خاتم الانبیاء۔ سید الاولین والآخرین
بنا دیا۔ یہ کس کو معلوم تھا۔

کلمح البصر۔ بڑے بڑے بدکار ایک
دم میں نیکوکار ہو جاتے ہیں اور نیک
بد۔ امیر۔ فقیر اور غریب امیر۔

لا تعلمون شیئا۔ کچھ بھی نہ جانتے
تھے۔ یہ بھی خبر نہ تھی۔ کہ گونگا ہے یا بولنے
والا چہ جائیکہ۔ اے۔ بی۔ سی۔ آ۔ با۔ تا پڑھتے
ہوئے عالم فاضل ہو جاؤ گے۔

وجعل لکم السمع۔ معلوم ہوا
کہ سب سے پہلے کان ہیں۔ یہی وجہ ہے
مولود کے کان میں اذان دینا۔ سنت
نبوی ہے۔ چاہیئے۔ کہ سب سے پہلے یہی
کام کیا جاوے۔

الم یروا الی الطیر۔ یہ مکی آیات
ہیں۔ ان میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ عنقریب
یہ پرندے ان منکرین۔ مشرکین۔ مکذبین

کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو روکے ہوئے ہے۔

سورۃ الملک میں بھی اسی کا اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ کھول کر سنایا ہے اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفّٰت یقبضن۔

واللہ جعل لکم۔ مکہ میں مسلمانوں کو آرام نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے گھبراؤ نہیں۔ ہم نے تمہارے لئے آرام کے گھر تجویز کر دیئے ہیں۔

اوبارھا۔ اونٹ کے بالوں کو دبر کہتے ہیں۔ بھیڑوں کے بالوں کو صوف کہتے ہیں۔

نعمت اللہ۔ آپ کی سچائی ہمت استقلال اور رعب سے پہچان گئے ہیں کہ یہ نبی ہمارے لئے اللہ کی نعمت ہے مگر اس کا کفر کرتے ہیں۔

(رکوع ۱۸)

امتحان کا دن ہر ایک شخص کو ہوشیار کرتا ہے۔ امتحان کا دن نزدیک آتا ہے۔ تو امتحان والے چست ہو جاتے ہیں۔ بڑی فکر ہوتی ہے۔ دعائیں کی جاتی ہیں۔ جو دعاؤں کے منکر ہیں۔ وہ کوششیں کرتے ہیں۔

فرمایا۔ تمہارا ایک امتحان ہوگا اس امتحان میں سب اکٹھے ہوں گے

یستعتبون۔ عتاب۔ عتبہ سے نکلا ہے۔ عتبہ دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے ہیں جس پر عتاب ہو۔ وہ عتبہ کے پاس نہیں آسکتا۔ اس واسطے فرمایا۔ ان کفار کو ہم اپنے حضور نہ پھٹکنے دیں گے۔

عذابًا فوق العذاب۔ ایک اپنی بدی کا۔ ایک دوسرے کو بدی سکھانیکا۔

تبیانًا لکل شیءٍ۔ جو انسان کو اللہ سے ملنے۔ اس کی رضامندی و تقرب کی راہوں۔ اخلاق فاضلہ۔ معاشرت کی خوبیوں کے بیان میں کافی و مدلل بیان ہے

(رکوع ۱۹)

اس رکوع میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تین طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ تمام ہی ثبوت نبوت میں ہے۔ مگر اس رکوع میں خصوصیت سے یہ ثبوت دیا ہے۔ پہلا ثبوت تو وہ ہے جہاں گذشتہ سے پیوستہ رکوع میں آقا کے دو غلاموں کی مثال دی ہے ایک وہ غلام جو آقا کے حضور دو بھر ہے کوئی کام نہیں کرتا۔ جہاں بھیجے وہاں سے کوئی بھلی بات کر کے واپس نہیں آتا۔ دوسرا غلام علی صراط مستقیم ہے جو خود عمل صالح کرنے والا ہے۔ پھر دوسرے کے لئے

آمر بالمعروف وناہی عن المنکر بھی ہے۔ کیا یہ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ اسی طرح مکہ میں دو فریق تھے ایک فریق کی کارگذاری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خدمت اسلام کے رنگ میں اب تک ظاہر ہے۔ دوسرے فریق نے خدا کی کوئی بھی خدمت نہ کی بلکہ راستباز کے مقابلہ میں نعمت الٰہیہ کا کفر کر کے ہلاک ہوئے۔

ان اللہ یامر بالعدل۔ اس آیت پر لوگوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں ہمارے امام نے بھی لمبا مضمون لکھا ہے۔

العدل۔ صحابہ کے نزدیک عدل کے معنے انصاف ہیں۔ اول ہم انصاف کر کے دیکھیں۔ کہ بتوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور خدا نے کیا کیا۔ خدا کے احسانوں کا کچھ ذکر ان فی خلق السمٰوات کے رکوع میں پڑھو۔ کس کس احسان کا ذکر کیا جاوے۔ ارضی کارخانہ نہ ہوتا۔ تو ہم اور تم ہی کہاں ہوتے۔ پھر ہم کو زندگی دی۔ مسلمان بنایا۔ آنکھیں دیں اور کان دیئے قرآن مجید کا وعظ نصیب کیا۔ اب اس کے مقابل ہم دیکھیں۔ کہ جو ہمارے مولیٰ نے احسان کئے کسی اور نے بھی کئے ہرگز نہیں اس وقت بے اختیار منہ سے نکلتا ہے فالحمد للہ رب العالمین ۔ قرآن نے عدل کے معنے کئے ہیں۔ کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو جائے۔ حُسنِ صورت کے ساتھ حُسنِ سیرت بھی ہو۔ میں نے تو پہرہ داروں کے ذریعے بارہا تہجد کی توفیق پائی ہے۔ وہ بارش اور سردی کے موسم میں چار پانچ روپے کی خاطر خبردار۔ ہوشیار۔ جاگتے رہو کہتے پھرتے ہیں۔ اس وقت مجھے اللہ کے احسان یاد آئے ہیں۔ کہ وہ کس قدر لاتعد ولاتحصٰی ہیں۔ کیا ہم اس کے لئے اس کے حضور کمربستہ نہ ہوں۔

الاحسان۔ یہ مرتبہ عدل سے آگے کا ہے۔ کسی نے السلام علیکم کہا۔ ہم نے بھی کہہ دیا۔ تو کونسی بڑی بات ہوگئی۔ احسان یہ ہے۔ کہ پیشدستی کریں اور بڑھ بڑھ کر سلوک کریں۔

وایتائی ذی القربیٰ کے عام معنے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ رشتہ داروں کو کچھ دو۔ صوفیاء نے اس کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسے ذوی القربیٰ کے ساتھ طبعاً کرنا پڑتا ہے۔

عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ انسان کے ایک ذاتی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایک جن کا اثر سلطنت پر پڑتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ نہ ایسا کام کر جن کا بد اثر تجھ پر

پڑے۔ نہ ایسا جس کا بد اثر دوسرے پر پڑے
اور نہ ایسا جس کا بد اثر حکومت پر پڑے۔
یعظکم۔ فرماتا ہے کہ ایسی اعلیٰ تعلیم
کوئی تم میں سے اور بھی دیتا ہے ہرگز نہیں
پس یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نبی ہیں۔

ولا تنقضوا الایمان۔ یہ ایک
پیشگوئی فرماتا ہے کہ ایک وقت مشرکین
عہد توڑینگے۔ یہ بھی ثبوت نبوت ہے۔
کیونکہ آخر حدیبیہ کی صلح کو کفار نے توڑا۔
دخلاً۔ اس کے معنے ہیں۔ "دہوکہ"

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک
وقت مکہ میں تشریف لے گئے۔ اپنی رویاء
لتدخلن المسجد کے مطابق جب آپ
حدیبیہ پہنچے۔ تو ان لوگوں نے مزاحمت کی
آخر صلح ہوئی اور کچھ معاہدے ہوئے
جس میں سے عرب کے تمام قبیلوں کی فہرستیں
بنیں اور جو مسلمانوں کے طرفدار تھے۔
وہ بھی اور جو مشرکین کے جانب دار تھے۔
وہ بھی لکھے گئے۔ آپ نے حج وعمرہ کی
اجازت چاہی۔ تو انہوں نے کہا اس سال
نہیں پھر آنا اور ہتھیار بند رہنا ہوگا۔
آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ ایک خزاعہ قوم
تھی۔ جنھوں نے اپنا نام نبی کریم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے جانبداروں میں لکھا دیا۔
اور وائل نے مشرکین کے طرفداروں
میں۔ آخر ایک وقت وائل نے خزاعہ پر حملہ
کر دیا۔ خزاعی قوم نے فوراً ایک آدمی
مدینہ طیبہ میں بھیجدیا۔ اور خود بطور پناہ
لینے کے مکہ میں آئے۔ اس امید پر کہ ہماری
مدد ہوگی۔ مگر انہوں نے مدد نہ کی۔ بلکہ
وائل کی جنبہ داری کی۔ پھر انہوں نے اپنا
ایک آدمی اور مدینہ بھیجا جو چند شعر
بنا کر بھی لے گیا۔ جس نے جا کر اپنا تمام
حال کہا۔ آپؐ نے اس بدعہدی پر مکہ
والوں پر چڑھائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس
قصہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ دیکھو انہوں
نے خدا کو ضامن بنایا۔ مگر معاہدات کی
کچھ پروا نہ کی۔ اور سب ساختہ پرداختہ
توڑ ڈالا۔

ولو شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ اگر جبر مقصود ہوتا۔ تو سب ہی مسلمان
ہو جاتے۔ مگر خدا نے جبر نہیں کیا۔ جو
ضلالت کی راہوں پر چلتا ہے۔ اسے
گمراہ ٹھہراتا ہے۔ اور جو ہدایت کی راہوں
پر چلتا ہے اسے مہدی بناتا ہے۔

فتزل قدم۔ یہ ایک محاورہ ہے۔
ولکم عذاب عظیم۔ سبیل اللہ
کے روکنے والوں کو بتا دیا۔ کہ ایک وقت
آتا ہے۔ کہ تمہارے بت توڑے جاوینگے۔

اور مکہ فتح ہو جاوے گا۔

بہ مشرکون۔ یہ مشرکوں کی ضمیر پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ میرے نزدیک یہ اللہ کی طرف راجع ہے۔

(رکوع ۲۰)

واذا بدلنا آیۃ۔ جب بدلا دیتے ہیں ہم کسی نشان کو بدلے کسی نشان کے۔

انما انت مفتر۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہیں۔ آپ تو مفتری ہیں۔ بعض لوگ ان آیات سے بعض آیات کے نسخ کو ثابت کرتے ہیں۔ ان کے لئے دو مشکلیں ہیں ایک یہ کہ آیت سے مراد آیتہ قرآنیہ لیتے ہیں۔ پھر دوم اس مبدل و منسوخ آیت کو موجود فی القرآن ہونے کا ثبوت ان کو دینا پڑتا ہے۔

انما یعلمہ بشر۔ ایک کتاب میں نے عیسائیوں کی پڑھی ہوئی ہے۔ اور ہماری پرانی روایتوں میں بلعام۔ یاسر یسار۔ جبیر ایسے ایسے نام لئے گئے ہیں۔ کہ ان کے اقوال سے گویا قرآن کریم کا استنباط کیا ہے۔

ایسی باتوں کا جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ تو غلام تھے اور تم آقا ہو۔ تم بھی قرآن مجید کی کسی خوبی کا معارضہ کر سکتے ہو۔ اور ان غلاموں سے کیا سیکھنا تھا۔ جبکہ معترضین کے مذاہب کے اصل الاصول کفارہ و تثلیث کی تردید کی ہے۔ ایک کے بارے میں فرمایا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ پس قرآن شریف اگر کسی یہودی یا عیسائی کا سکھایا ہوا ہے تو وہ خاص اپنے مذہب کی اس قدر سخت تردید کیونکر گوارا کرتا ہے۔ پھر اب تو اس زمانے سے بڑھ کر سامان موجود ہیں۔ اب ہی قرآن شریف کا مقابلہ کر دکھاؤ۔ جیسا مدلل بیان اس قرآن مجید میں ہے وہ توراۃ و انجیل میں مطلق نہیں۔ پس اس کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے۔

یلحدون۔ عربی میں یلحدون الی اللہ۔ یعرضون اللہ کے معنوں میں آتا ہے۔

لسان۔ یہ زبان جو گوشت کی ہے۔ اس کو بھی لسان کہتے ہیں۔ لیکن جو بات اس کے ذریعے کی جاوے۔ اسے بھی لسان ہی کہتے ہیں۔

لسان السوء تھدیھا الینا
وجئت وما حسبتک تھدیھا — لسن من السوء

اس قصیدے کو کہا ہے۔ جو شاعر کے خلاف کہا گیا۔ لسان کا لفظ مذکر بھی ہے۔ اور مؤنث بھی ہے۔

لا یھدیھم اللہ۔ ساتویں پارے کے ختم پر فرمایا۔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم ایۃ۔

آہ! ضدی انسان جب کسی راستباز کی تکذیب کر بیٹھتا ہے۔ تو پھر اسے ہٹ ہو جاتی ہے اور وہ باوجود روشن نشانوں کے مانتا نہیں۔ اس پر لا یھدیھم اللہ کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔

فعلیھم غضب من اللہ۔ یہ تو ان کے لئے ہے جو بعد الایمان کفر کریں اور کفر کے لئے اپنا سینہ کھولدیں۔

ان ربک من بعدھا لغفور رحیم جو الا من اکرہ میں داخل ہوا۔ اس کے لئے فرمایا۔ کہ اگر وہ ہجرت کرے اور مجاہدہ اور پھر نیکی پر جما رہے۔ تو خدا اس غلطی کو معاف فرما دیگا۔

(رکوع ۱)

یوم تاتی کل نفس۔ یہ دن بطور نمونہ قیامت دنیا میں بھی آتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی آیا ہے خود ہم پر بھی۔

کوئی کسی کے ساتھ محبت کرے یا بغض وہ بمنزلہ بیج کے ہے جو اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ صاحب زراعت جس قسم کے بیج بوئے۔ ضرور اُس کے مطابق کاٹتا ہے۔ اس میں مکہ والوں کو سمجھایا۔ کہ تم کب تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کے اتباع کو دُکھ دو گے ایک وقت اس کا خمیازہ اٹھانا پڑیگا۔ نبیوں کی ذات بڑی رحیم ہوتی ہے۔ مگر نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ نبی پر ایک وقت آتا ہی کہ وہ بول اُٹھتا ہے لا تذر علے الارض من الکافرین دیارا۔ اور پکارتا ہے۔ واشدد علے قلوبھم فلا یومنوا حتے یروا العذاب الالیم۔ کہ میں ان کا ایمان بھی اب نہیں دیکھنا چاہتا۔

وضرب اللہ مثلاً قریۃ۔ خود مکہ ہی سمجھ لو۔ جس میں ہر طرح امن و اطمینان تھا۔ چنانچہ عورت جب اپنے خاوند سے سُکھ پاتی۔ تو کہتی۔ زوجی کلیل تھامۃ۔ لا مخافۃ ولا سامۃ لا حر ولا قر۔

من کل مکان۔ ادھر شام۔ ادھر افریقہ تک سے تجارت کرتے۔ پھر بیجاری لوگ آتے وہ روپیہ لاتے۔ حکومت کا معاوضہ الگ ملتا۔

فکفرت۔ ایک جگہ فرمایا ہے بدلوا نعمۃ اللہ کفراً واحلوا قومھم دار البوار۔ یہ آئت اس کی تفصیل فرماتی ہے۔

لباس الجوع والخوف۔ مشرکین نے صحابہ کو بھی دو دُکھ دیئے تھے۔ ایک

تو ان کو بھوکا رکھا۔ چنانچہ وہ غلہ خرید لیتے۔ قبل اس کے کہ شعب بنی ہاشم تک پہنچے اس کی سزا میں ایسا شدید قحط پڑا۔ کہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پڑے۔ خوف مشرکین کی طرف سے یہاں تک پہنچایا گیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی وہ شہر چھوڑنا پڑا۔ جس کی عقوبت میں ان پر جنگ کی سزا وارد ہوئی۔

ولقد جاءھم رسول منھم کیسا صاف نقشہ کھینچا ہے۔ کہ خود مکہ والوں ہی کو سمجھا رہا ہے۔ مگر وہ نادان کہانی سمجھ رہے ہیں۔

فکلوا مما رزقکم اللہ۔ فرماتا ہے حرام خوریاں جن کی تفصیل آگے ہوتی ہے چھوڑ دو۔ اور حلال کھاؤ۔ غنیمت سے بڑھ کر حلال طیب کیا ہوتا ہے۔

وما ظلمنٰھم۔ یہودیوں پر جو چربی اونٹ وغیرہ حرام تھا۔ تو ان کے ہی بدعملوں کی وجہ سے اور ارض مقدسہ سے جو چہل سال محروم رکھے گئے۔ تو یہ بھی عدول حکمی کی سزا تھی۔

(رکوع ۲۴)

انسان کی فطرت میں یہ خواہش ہے۔ کہ وہ معزز ہو اس کی اولاد اچھی ہو۔ اس کا ذکر خیر دنیا میں چلے۔ خدا کا اس سی بہت تعلق ہو۔ وہ مر کر بھی عزت پائے۔ سو ابراہیم علیہ السلام ان تمام انعامات سے متمتع ہوئے

اُمّۃً۔ ایک معنے امام کے ہیں۔ دوسرے معنے گروہ ہے۔ لیس علی اللہ بمستنکر یجمع العالم فی واحد۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لحاظ سے ایک قوم تھے۔ اب بتاتا ہے کہ اس کی اولاد میں سلطنت ہے۔ نبوت ہے تمام جہان کے لوگ اس پر سلام بھیجتے ہیں توراۃ میں ہے۔ جو تجھ پر اے ابراہیمؑ برکت بھیجے۔ میں اس کا گھر برکت سے بھر دوں گا۔ ابراہیمؑ میں کیا خوبی تھی۔ ان آیات میں کچھ ذکر ہے۔

حنیفًا کے معنے ہیں مستقیم راہ پر چلنے والا۔ عربی میں جس کے پاؤں ٹیڑھے ہوں اسے بطور دعا احنف کہتے ہیں۔

شاکرًا لانعمہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عورتوں کو ایک دفعہ فرمایا۔ تم بہت عورتیں دوزخ میں جاؤ گی۔ ایک عورت نے پوچھا کیوں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والی ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورت معمولی بات پر ناراض ہو۔ تو باوجود بہت سی آسائشوں کے کہہ اٹھتی ہے۔ میں نے اس گھر میں ایک لحظہ آرام نہیں پایا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔

اللہ شکر سے مال کو بڑھا دیتا ہے۔ مگر بہت ہیں جو اس سہل علاج کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے

سرنوشت ما بدست خود نوشت!
خوش نویست و نخواہد بد نوشت!

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے شکر کا اجر کیا کچھ دیا۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ لڑکے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ لڑکے۔ پھر انہی کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی۔

جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ غلطی سے یہودی نے ہفتہ نصاریٰ نے اتوار سمجھ لیا۔

المرا۔ سے علمی طور پر کفار کو ڈرایا تھا۔ سورۃ نحل میں عملی رنگ میں کفار کی شرارتوں کا ذکر کیا۔ اب آپ کی ہجرت کا واقعہ آتا ہے۔ اگلی سورت میں تمام ترقیات اسلام کا ذکر فرمائے گا۔

وما صبرک الا باللہ۔ صبر کبھی کمزوری سے ہوتا ہے۔ مگر فرماتا ہے۔ تمہارا صبر اللہ کے لئے ہو۔

پندرہواں پارہ ۱۵

(رکوع ۱)

قرآن مجید جو کچھ ہم کو سناتا ہے کئی حصوں پر منقسم ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ نکاح۔ طلاق وراثت وغیرہ کے متعلق جو آیات ہیں وہ ڈیڑھ سو کے قریب ہیں۔ اور قریباً ڈیڑھ سو احادیث ہیں۔ پس یہ جو صدہا آیات باقی ہیں۔ یہ کس لئے ہیں۔ عزیزو! انسان کو بہت فرض ہیں۔ ایک خدا شناسی ایک خدا کو راضی کرنا۔ ایک مخلوق پر شفقت۔ غرض اس قسم کی کئی باتیں ہیں جن سے باقی قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ ڈیڑھ سو آیات کے متعلق ہی کل بحثیں رہیں۔ اور پھر اس پر بھی اکثر مسلمانوں کا عمل نہیں جیسا کہ عام طور پر مسلمان بے نماز ہیں۔ کسی کا مال کھانے میں بعض کو کچھ تامل نہیں ہوتا۔ وراثت کے متعلق تو لڑکیوں کے بارے میں عمل ہی اٹھا دیا ہے۔ حلال کمائی کے لئے کچھ تڑپ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ خدا کا عرفان اس کی رضامندی اور شفقت علی خلق اللہ کی تڑپ ہو۔

یہ سورۃ یہ بتانے کے لئے ہے کہ متقی کو کیا انعامات ملتے ہیں۔ اور فاسق

شریر عہد شکن کو کیا سزا ملتی ہے۔ مدینہ میں
یہودی تھے۔ اِس لئے ان کو بیدار کیا۔

سبحٰن۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ
یہود کو جو بابلیوں اور رومیوں نے تباہ
کردیا اس میں اللہ ظالم نہیں۔ بلکہ اس نے
جو کچھ کیا اس سے اس کی تنزیہ ثابت ہوتی
ہے۔ گندوں سے اس کو پیار نہیں۔

اسریٰ بعبدہٖ۔ یہاں لوگوں نے
معراج کا ذکر کیا ہے۔ یہ بہت مناسب ہے
کیونکہ معراج ان واقعات صحیحہ کا بیان
ہے۔ جو آپ کے بعد بھی آپ کے جانشینوں
کو پیش آنے والے تھے۔ میرا ایمان ہے
کہ معراج یقظہ میں ہؤا ایسے یقظہ میں جس
کے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب
کے ہے۔ ایک شخص نے میرے بدن پر
ہاتھ لگا کر پوچھا کہ اس جسم کے ساتھ معراج
ہؤا۔ میں نے کہا یہ تو نورالدین کا جسم ہے
پھر اپنی طرف اشارہ کرکے کہا۔ میں نے
کہا کہ یہ آپ کا جسم ہے۔ مبہوت رہ گیا۔

ہمارے قاضی صاحب اس کے
معنے کیا کرتے ہیں کہ یہاں ہجرت کا بیان ہے
المسجد الاقصیٰ سے خواہ وہ
مدینہ کی مسجد مراد لیں۔ مگر ہم یہ کہدیتے
ہیں کہ اس طرف لے گیا۔

قضینا۔ اعلمنا و اخبرنا۔

فجاسوا۔ جوس اور جوسان کے
معنے ہیں کسی ملک میں چلنا پھرنا۔ مسلمانوں
پر بھی یہ بات آئی۔ اللہ نے مسلمانوں کو
بڑی سلطنت عطا کی تھی۔ اور ان کو وہ
ملک عطا کیا گیا۔ جو سلیمان کو دیا گیا۔ جو
داؤد کو دیا گیا۔ جس پر عمالیق کو فخر تھا۔
پھر جب ان کے تقویٰ میں فرق آیا۔ تو بالکل
کمی ہوگئی۔ سورۂ جمعہ میں آیا ہے۔ مثل
الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا
کمثل الحمار۔ بنی امیہ کے آخری بادشاہ
کا نام مروان الحمار تھا۔ گویا خدا نے سمجھا
دیا کہ اب تم میں بھی یہود کی طرح حمار پیدا
ہونے لگے۔ اب ضرور ہے کہ یہود سا
سلوک تم سے بھی ہو۔ چنانچہ ان سے سلطنت
چھینی گئی۔ پھر خدا نے فضل کیا۔ ابو عبدالرحمٰن
کی معرفت سلطنت کا حصہ ملا۔

لیسوء وجوھکم۔ تمہارے بڑے
آدمیوں کو ذلیل کردیا۔ مسلمانوں پر بھی
یہ زمانہ آیا۔ جب چنگیز خان کے حملے ہوئے۔
خوارزم کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کو چنگیز
خان نے لکھا۔ آپ کے رسول نے فرمایا
ہے۔ اترکوا الترک ما ترکوکم۔ بس ہم
مغلوں سے آپ نہ لڑیں۔ یہ آپ کے
ہادی کا فرمان ہے۔ پھر اس نے لکھا۔
قرآن کریم میں ہے۔ حتیٰ لاتکون فتنۃ

لڑائی سے باز رہو۔ پھر ایک جگہ لکھتا ہے کہ کفار مستامن کے کیا کیا۔ تمہارے نبیؐ نے حقوق رکھے ہیں۔ مگر تمہارے ملک میں ہمارے تاجر لوٹے گئے۔ افسوس کہ خوارزم کے بادشاہ نے یہ نصیحت کی باتیں نہ سنیں۔ آخر ہلاکو۔ ہلاکت کی تلوار بن کر آیا۔ اور چنگیز خانیوں نے ۱۸ لاکھ کے قریب آدمی قتل کر دیئے۔ اور سب کتب خانے غرق کر دیئے۔ ہزار آدمی کو جو مدعیان سلطنت خیال کئے جا سکتے تھے۔ زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ اور ہزاروں عورتوں کو زناء کا حمل کروا دیا۔ ایسی تباہی کروائی جس کی کوئی حد نہیں۔ سعدی رحمۃ نے اس تباہی کا کچھ کچھ نقشہ پیش کیا ہے پھر بھی اللہ نے رحم کیا۔ ہلاکو کا پوتا مسلمان ہو گیا۔ اور مسلمان کچھ بچ گئے اور ان کا نام رہ گیا۔ تم خدا سے ڈرو اور شرارتیں مت کرو۔ دس سلطنتیں میرے سامنے ہلاک ہوئی ہیں۔ دہلی کی سلطنت لکھنؤ کی سلطنت۔ کاشغر۔ سمرقند۔ بخارا کی سلطنت۔ زنجبار۔ مسقط۔ مراکش۔ الجزائر مصر۔ یہ سب میری آنکھ کے سامنے برباد ہوئیں۔ یہ سب بدعملیوں کی سزا ہے۔

بالاخرۃ۔ وہ باتیں جو اخیر میں ظاہر ہونے والی ہیں۔

(رکوع ۲)

ویدع الانسان بالشر۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں سارے جہان کے لئے رحمت تھا۔ اس سورۂ کریمہ میں اللہ نے یہود کو سمجھایا ہے کہ دو وقت تم پر خطرناک آ چکے ہیں۔ ایک جب داؤد کی لعنت تم پر پڑی۔ اور بابلیوں کے قبضے میں تم گرفتار ہوئے۔ پھر حضرت عیسےٰ کی لعنت تم پر پڑی۔ اُن کے بڑے عظیم الشان مقابلہ کا بدانجام طیطس کے زمانے میں ایسا خطرناک ہوا کہ تمہاری عظمتیں خاک میں ملا دی گئیں۔ میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ قد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب ما کان حدیثا یفتری۔

ایک مسلمان کی چپہ بھر زمین جائے تو اس کے لئے کیا مضطرب ہوتا ہے۔ پھر تم یاد کرو۔ کہ مسلمانوں کا کتنا ملک تھا مگر بدعملیوں کی وجہ سے دو بار ان پر بھی ایسا ہی وقت آیا۔ فرماتا ہے کہ انسان بدی کو بھی پکارتا ہے۔ یعنی اپنی بدعملی کی وجہ سے گویا اپنے لئے دکھ مانگتا ہے دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنے یا اپنے اقرباء کے حق میں بددعا کر بیٹھتا ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں

مائیں اپنی اولاد کو گالیاں بددعا کے رنگ میں دیتی رہتی ہیں۔

وجعلنا اللیل والنہار۔ عرب غموں اور دکھوں کو رات سے تعبیر کرتے۔ سمجھاتا ہے کہ وہ دکھ درد کی رات دور ہی کر دیتا ہے۔ جلد بازی سے گھبرا کر بددعائیں نہیں مانگ لینی چاہئیں۔

طٰئرہٗ فی عنقہ۔ جیسے جیسے اعمال کرتا ہے ان کے اثر اور نتائج اسی عمل کرنے والے کے گلے میں بندھے ہیں اعما اعمالکم احصٰی علیکم

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولاً۔ مسند احمد حنبل میں کچھ ایسی حدیثیں ہیں جن سے عوام ناواقف ہیں۔ فرمایا جو لوگ بہرے ہیں یا جنھوں نے انبیاء و رسل کا زمانہ نہیں پایا۔ یا وہ بچے تھے یا بہت بوڑھے تھے۔ یہ جناب الٰہی میں اپنے اپنے عذر پیش کریں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ رسول بھیجے گا۔ بغیر رسول کے عذاب نہیں دیا جاتا۔ ابن جریر میں بھی ایسی حدیثیں ہیں۔

ففسقوا فیھا۔ وہ جن کو حکم دیا جاتا ہے۔ ہمارے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

فحق علیھا القول۔ بدیاں کرتے کرتے وہ حالت پہنچ جاتی ہے۔ جس پر فرد جرم لگ جائے۔

وکفیٰ بربک۔ نحو کا نکتہ آپکو سنائے دیتا ہوں۔ کفیٰ بربک کے معنے کہتے ہیں کفیٰ ربک ہیں۔ پس کفیٰ بربک کیوں ہوا یہ ب کیوں بڑھی۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ جب مدح یا ذم کا کوئی مقام ہوتا ہے تو پھر ایک جملہ کے دو جملے بنا لیتے ہیں اکتف بربک۔ تو کفائت کر اپنے رب سے۔ کفیٰ ربک۔ قائم باحیک مدح کے مقام میں بولیں گے۔

محظورًا۔ ممنوع۔ روکی گئی۔

لا تجعل۔ آخرت کے درجات اور فضیلتیں موقوف ہیں اس پر کہ تو خدا کے ساتھ شریک نہ ملائے۔

(رکوع ۳)

وقضیٰ ربک۔ اس کے معنے ہیں کہ حکم شرعی کیا ہے تیرے رب نے۔

الا تعبدوا الا اللہ یہی ایک مسئلہ ہے جس کے لئے انبیاء دنیا میں آئے۔ میں جب اذان سنتا ہوں تو مجھے یقین پڑتا ہے۔ کہ اسلام کی یہی جامع تعلیم ہے۔ مگر افسوس کہ جس چیز کا رواج پڑ جاتا ہے اس کی قدر بہت کم رہ جاتی ہے اسی طرح لا الٰہ الا اللہ اور کلمہ شہادت

ان کے معانی پر غور و تدبر کرنا ضروری ہے
مگر مسلمان بہت کم توجہ رکھتے ہیں۔ صوفیا
کرام نے اس کلمہ پر بہت زور دیا ہے اور
اس کی تعلیم تفہیم میں بہت کوشش کی ہے
اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔

وبالوالدین احساناً۔ ماں باپ
ایک تربیت کے متعلق ہی جسقدر تکلیف
اٹھاتے ہیں۔ اگر اس پر غور کی جائے۔ تو
بچے ان کے پیر دھو دھو کر پئیں۔

میں نے چودہ بچوں کا بلا واسطہ
باپ بن کر دیکھا ہے۔ کہ بچوں کی ذراسی
تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی
ہے۔ ان کے احسانات کے شکریے میں
ان کے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے والدین
کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔
کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا ہوگا جس
میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ جس قدر بچہ
نیک بنے۔ ماں باپ کو راحت پہنچتی ہے
اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر
کرتے ہیں۔

فلا تقل لہما اُفٍّ۔ اس قدر ان
کی مدارات رکھو۔ کہ اُف کا لفظ بھی منہ
سے نہ نکلے چہ جائیکہ انکو جھڑکو۔

ربکم اعلم بما فی نفوسکم۔ بعض
والدین باوجود خدمت کے پھر بھی اولاد کی
شکائت کرتے ہیں۔ یا ان کو بے وجہ تنگ
کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا خدا تمہاری نیتوں
سے خوب واقف ہے۔ دوسرے موقعہ پر
فرما دیا۔ وان جاھدٰک علیٰ ان تشرک بہ
شیئا مالیس لک بہ علم فلا تطعہما
گویا اطاعت والدین کی حد بتادی ہے۔

ات ذا القربیٰ حقہ۔ اپنے اقرباء
سے شکائتیں بوجہ زیادہ معاملہ پڑنے کے
پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کو خلوص سے دینا
مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی تاکید
فرمائی :-

ان المبذرین۔ انسان خیال کرے
کہ ایک کھانا جو وہ کھاتا ہے۔ اس کے اجزاء
کہاں کہاں سے آئے اور کس شکل اور کن
مختلف تبدیلیوں کے بعد ان کا ایک
لقمہ اس کے منہ تک پہنچا۔ یہ سب سامان
واٰتاکم من کل ما سألتموہ کے ماتحت
حضرت حق سبحانہ نے پہلے سے عطا فرمائے۔
مگر لوگوں نے اس میں تبذیر کی۔ تو اس
کا نتیجہ بھگتنا پڑیگا۔ اللہ تعالیٰ نے دینے
میں کسی سے بخل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے غلط
استعمال نے تنگی پیدا کر دی۔ ان اللہ
لا یغیر ما بقوم حتٰی یغیروا ما بانفسہم
سے مراد نعمت ہے۔

فقل لہم قولاً میسوراً۔ اگر اس

کچھ نہیں تو سائل کو کوئی عمدہ بات ہی کہدے۔ ہمارے ایک شیخ تھے جیین نام مکہ میں۔ وہ سائل کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر اس کے مناسب حال خدا کے مربی نام کا ورد بتا دیتے تھے۔

(رکوع ۴)

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ انسان میں ایک غضب کی طاقت ہے۔ وہ جب حد سے بڑھتی ہے۔ تو کئی کئی رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ غضب والا انسان گالی دیتا ہے اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے۔ اس قتل کے بڑے اسباب میں سے مردوں کی بدچلنی بھی ہے۔ پھر مفلسی کا ڈر۔ جیسا کہ آجکل بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت اولاد نہیں چاہیئے یہ موجب ہے ملک کے افلاس کا۔

ولا تقربوا الزنیٰ۔ دوسری طاقت شہوت کی ہے۔ جو اولاً بعض اوقات کانوں کے ذریعہ سے شروع ہوتی ہے پھر آنکھ کے ذریعہ سے اسی واسطے اسلام میں غض بصر کا حکم ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر حسین جمیل کے دیکھنے سے انسان آنکھیں نیچی کرلے تو اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

ولا تقربوا مال الیتیم۔ تیسری طاقت۔ حرص مال کی ہے اس سے منع فرمایا قویٰ بدنی کا قیام زیادہ تر فضل الٰہی سے ہے۔ دیکھو میں دودھ کبھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اس بڑھاپے میں سات سو صفحے کی کتاب ایک رات میں پڑھ سکتا ہوں۔ زیادہ حرص نہ کرو۔ نہ اپنے مال پر نہ کسی کے مال پر۔ خصوصاً یتیم کے مال سے بچو۔

واوفوا الکیل۔ مال کے حصول کے مختلف بُرے طریقوں سے منع فرماتا ہے

ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ لا تقف کے معنے ہیں لا تقل۔ جو صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔ جس چیز کا علم نہ ہو وہ منہ سے نہ نکالو۔ آج کل ایسی بے باکی بڑھ رہی ہے۔ کہ پالٹیکس اور اکانومی کے معنے تک نہیں جانتے اور اپنے اقبال اس کے لئے وقف کرنے پر بیٹھے ہیں۔

ولا تمش فی الارض مرحاً۔ ایک اور بُری بلا ہے۔ تکبر اس سے منع فرماتا ہے۔

ولا تجعل۔ پھر وہی پہلی بات جو کل نیکیوں کی اصل الاصول ہے یاد دلاتا ہے۔

(رکوع ۵)

لیذکروا۔ اللہ نے اس کتاب میں قرب الٰہی سیکھنے والوں دنیا داروں

امراء۔ غرباء۔ بچے بوڑھے۔ غرض ہر
طبقے ہر مذاق کے لوگوں کے لئے بھلائی
کی باتیں اور نصیحتیں لکھی ہیں۔

ایک سوال ہؤا کہ خدا نے مسیح
ومہدی کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں کیا۔
فرمایا ذکر تو کیا ہے۔ چنانچہ وعد اللہ
الذین امنوا منکم میں اس کا ذکر مذکور
ہے۔ نام بنام فہرست کی کوئی ضرورت
نہ تھی۔ کیونکہ اس طرح تو ضروری تھا کہ
ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نام بھی ہوتا
اور پھر خلفاء کا نام لکھدیتا۔ تو سب
لوگ اپنی اولاد کا وہی نام رکھتے۔ اور
معاملہ مشتبہ ہو جاتا۔ اس لئے ایک نشان
ان کی صداقت کا فرما دیا۔ کہ ولیمکنن لہم
دینہم الذی ارتضے لھم ولیبدلنھم
من بعد خوفھم امنًا اور فرمایا کفٰی
باللہ شھیدًا۔

اذًا لابتغوا۔ یعنی اے مشرکین
ایک تم خدا کے پرستار پھر بُت تمہارے
شفیع۔

پس ذی العرش کے سامنے اس
صورت میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کے مقابلہ میں تم جیت سکتے
ہو۔ مگر ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

حجابًا مستورًا۔ جو شخص غفلت
کی راہ اختیار کرتا ہے اوّلاً اس کے قلب
پر غین آتا ہے۔ پھر رین پھر صدا آتی ہے
پھر طبع پھر ختم ہوتی ہے۔ پھر قفل۔

ولوا علٰے ادبارھم نفورًا۔ اگر
خدا تعالیٰ کی توحید کا بیان کریں۔ اور
حاضرین کے مذاق کے مطابق ان کے
سلسلے کے کسی پیر کا ذکر نہ آئے۔ تو لوگ
کہہ اُٹھتے ہیں۔ کہ مزا نہیں آیا۔ چشتیوں
کی مجلس میں چشتیوں کے پیر طریقت کا
ذکر نہ کریں۔ نقشبندیوں۔ قادریوں کی
مجلس میں ان کے پیروں کا۔ سہروردیوں
میں ان کے پیر کا۔ تو وہ ناراض ہو جاویں۔
مَیں دوسروں کا کیا ذکر کروں۔ ایک شہر
میں مَیں نے خدا تعالیٰ کی صفات کا ذکر
شروع کیا۔ اور دیدہ و دانستہ حضرت
صاحب کا ذکر نہ کیا۔ تو بعض شخصوں
میں اس کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ حق
فرمایا خدا نے۔ واذا ذکر اللہ وحدہٗ
اشمازت قلوب آہ۔

رجلاً مسحورًا۔ مسحور کے تین
معنے کئے ہیں۔ اسم مفعول کا صیغہ جس
پر سحر کیا گیا۔ (۲) عربی زبان کا قاعدہ
ہے۔ کوئی چیز جب اپنے کمال کو پہنچ
جاوے۔ تو مبالغہ کے لئے اس کے اسم
فاعل کو اسم مفعول بنادیتے۔ یا بر عکس

نام لیتے ہیں۔ مثلاً بہت سیاہ حبشی کا کافور
نام رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں
بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ جیسے جلتی کا نام گاڑی
پس جو بڑا ساحر ہو اسے مسحور کہہ دیتے
ہیں۔ (۳) مسحور سحری کھانے کو کہتے ہیں
پس مسحور کے معنے ہوئے کھانے والا۔
عربی کا شعر سُناتا ہوں۔

فان تسئلنا فیما نحن فانما!
عصافیر من ھذا الانام المسحر

اس شعر میں مسحر کے معنے کھانے
والے کے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو بطور طعن کہتے۔ یاکل مما تاکلون
ویشرب مما تشربون۔ گویا ان کے
نزدیک نبی کھانے والا نہیں چاہیئے۔

فسینغضون۔ بعض کہتے ہیں سر کو
اونچا کر کے نیچا یا نیچا کر کے اونچا کرنا
بے ایمان لوگوں کی عادت ہے کہ حقارت
کا اظہار اس طریق پر کرتے ہیں۔

(رکوع ۶)

ھی احسن۔ اس پر مجھے ایک حکایت
یاد آگئی۔ ایک مولوی ایک مس کو پڑھایا
کرتے۔ مس نے ان پر ایسا اعتبار جمایا
کہ اپنی کنجیاں ان کے سپرد کر رکھی تھیں
میں نے انہیں کہا ہوشیار رہنا۔ ایک
دن بھاگتے میرے پاس آئے وجہ دریافت
کی تو بتلایا کہ مس نے مجھ پر اعتراض کیا ہے
کہ ھی مؤنث کی ضمیر ہے اور یہ احسن کے
لئے ہے جو مذکر ہے۔ یہ کیونکر درست ہوا۔
میں نے کہا یہ تو معمولی بات ہے۔ کہ یہ اسم
تفضیل جس پر ال نہ ہو مذکر و مؤنث کے لئے
یکساں آسکتا ہے۔ جب جا کر انکو ہوش آیا۔

اس موقعہ پر میں تمہیں نصیحت کرتا
ہوں کہ اول بات کو تولو پھر منہ سے بولو۔
انسان ایسا لفظ کیوں منہ سے نکالے۔
جس کا نتیجہ اخیر میں بُرا بھگتنا پڑے۔

ینزغ بینھم۔ یفسد بینھم۔ سورۂ
یوسف میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ من بعد
ان نزغ الشیطان بینی و بین اخوتی

بھم۔ سب لوگوں کو۔

وآتینا داؤد زبورا۔ اس کے پہلے
لقد فضلنا بعض النبیین علیٰ بعض
فرمایا۔ ان کا تعلق آپس میں کیا ہوا۔ سنو۔
قرآن مجید میں ہے کہ لعن الذین کفروا
علےٰ لسان داؤد۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو فرماتا ہے۔ کہ آپ محتاط رہیں آپکو
اللہ تعالیٰ نے بہت بزرگی دی۔ ایسی بات آپکی
شان سے بعید ہے۔ اسی واسطے نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لعان نہیں تھے۔
حدیث میں جہاں ذکر آیا ہے۔ وہاں ساتھ
ہی مما نعت کا بیان بھی ہے۔

وما منعنا ان نرسل بالآیات۔ یہ ایک آیت ہے۔ جس پر لوگوں کو شبہ ہوا ہے۔ سر سید احمد خان صاحب نے بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ اور معجزوں سے انکار کیا ہے۔ میرے سامنے اس کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کسی چیز نے ہمیں آیات کے بھیجنے سے نہیں روکا۔ اور کیا پہلوں کی تکذیب ہمیں روکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ چنانچہ دیکھو ثمود کے لئے اونٹنی بطور نشان بنائی۔ جب انہوں نے اس پر ظلم کیا۔ تو خمیازہ اُٹھایا۔ اسی سورۃ کے رکوع ۱۰ میں اخیر پر وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ۔ کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو ایمان سے مگر اس نے کہ یہ بشر رسول ہے۔ یہ تو ایسی چیز نہیں۔ پھر یہ معنے ہیں کہ بالآیات میں اَل کیسا ہے۔ استغراق کا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کل آیات کے بھیجنے سے تو تکذیب روکتی ہے۔ مگر بعض سے تو نہیں روکتی اگر بعض آیات مراد ہیں تو باقی بعض کے بھیجنے سے تکذیب الناس نہیں روکیگی۔

واذ قلنا لك۔ اب ایک نشان کا ذکر فرماتا ہے۔

الرؤیا۔ بعض نے کہا ہے یہ رویاء معراج مراد ہے۔ بہت لوگ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے رویاء میں اپنی بڑی بڑی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کب نصیب ہو سکتی ہیں۔ لیکن آخر ہم چودھویں صدی میں دیکھ رہے ہیں۔ کہ معراج کے واقعات حرف بہ حرف صادق آ رہے ہیں۔

الشجرۃ۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا ہے انھا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم اس پر مشرکین نے ہنسی کی۔ اور شجرۂ زقوم کے معنے مکھن کھجور بنا کر لوگوں کی دعوت کی اور کہا یہ ہے جس سے محمدؐ ڈراتا ہے۔

(رکوع ۷)

اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔

لاحتنکن۔ اس کے تین معنے ہیں۔ (۱) تابعین نے معنے کئے ہیں۔ احتوین حاوی ہو جاؤں گا۔ (۲) لاستولین مسلط ہو جاؤں گا۔ شاہ عبد القادر نے لطیف ترجمہ کیا ہے۔ انکی ڈھاٹی باندھوں گا ڈھاٹی کو پنجابی میں کھبتی کہتے ہیں۔ فال کے متعلق یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ ضرب۔ فعل۔ قال۔ تینوں بلکہ ان کے ساتھ قتل بھی قریب المعنی ہیں۔ منہ سے کہے ہاتھ پاؤں ناک آنکھوں سے کسی فعل کو کرے۔ یا کسی واسطے سے کرے۔ سب پر قال بولا جاتا ہے اسی واسطے صوفیوں نے بالعموم انہی افعال کو رکھا ہے۔ کلم کا لفظ بھی وسیع ہے۔

ہاں کلّم تکلیما۔ جب آئے۔ تو پھر لفظوں سے بات کرنے کے معنے میں آتا ہے۔ کلّم الجدار للوتد تکلیما کبھی نہیں بولتے۔

جزاءً موفورًا۔ عربی زبان میں جب اسم فاعل کمال کو پہنچے۔ تو صیغہ مبالغہ سے بڑھ کر اسے مفعول کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ وفور کے معنے بڑی وافر۔

واستفزز۔ استفزاز۔ کسی کو ہلکا اوچھا بنا لینا ایسا کہ اپنے پر بھی قابو نہ رہے۔

بصوتک۔ صوت کا لفظ چار معنوں میں آیا ہے (۱) کھیل کود لعب (۲) لہو۔ اللہ سے غافل کرنے کا سامان (۳) غناء۔ گانا بجانا (۴) ہر چیز جو معصیۃ اللہ کی طرف بلائے (کل داع الی معصیۃ اللہ) مومن کو ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

بخیلک ورجلک۔ دنیا میں کوئی سوار ہے کوئی پیادہ۔ فرماتا ہے۔ اے شیطان تیرے سوار و پیادے ہیں یعنی تیرے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

وشارکھم فی الاموال۔ مال میں شرکتِ شیطان یہ ہے۔ کہ مال حرام راہ سے کماوے۔ (۲) اللہ کے حکم کے خلاف اس مال کو خرچ کرے۔

والاولاد۔ اولاد میں شرکت شیطان یہ ہے۔ (۱) زنا سے اولاد حاصل کرنا۔ (۲) اولاد کو کفر میں رنگین کرنا (۳) ایسے نام رکھنے۔ جن میں غیر اللہ کے فضل وغیرہ کا ذکر ہو۔ مثلاً فضل میراں۔ پیراں دتا۔

ومایعدھم الشیطن۔ شیطان کے وعدے کیا ہیں۔ ان کے لئے میں نے بہت تحقیقات کی ہے۔ تین باتیں تو بہت قوی ہیں۔ اور دو اسی قبیل سے۔ ادنےٰ شعبہ تو یہ ہے۔ کہ کوئی آدمی بُرے کام سے روکا جاوے۔ تو وہ جواب میں کہے کہ فلاں جو کرتا ہے۔ ایسا کہنے والا گویا تمام بدیوں کو جائز ٹھہراتا ہے (۲) یہ کہنا کہ یہہ کام ہم نے آگے بھی کیا ہے۔ ہمارا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔

(۱) عقائد کے اندر شبہات یا عقائد باطلہ (۲) عمل باطل (۳) جزا و سزا کا انکار تمام شیطانی باتوں کی اصل الاصول یہی تینوں چیزیں ہیں۔

یُزجی۔ یجری۔

ان یخسف بکم۔ تمہیں ذلیل کر دیگا۔

قاصفًا۔ قصف کوٹنا۔ باریک کرنا۔ دبوچ لینا۔

تبیعًا۔ بدلہ لینے والا۔ نُصرت کرنے والا۔

(رکوع ۸)

امام۔ اس کو کہتے ہیں جس کا اتباع کیا جاوے۔ بدکار بدکاروں کی اقتدار کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام امام ہے نیک نیکوں کی اقتدار کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام امام نیک ہے۔ دانش مند انسان غور کرے۔ کہ وہ جہاں اولین و آخرین جمع ہونگے۔ کس جماعت میں سے پیش ہونا چاہتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی بدمعاشوں شہدوں کے ساتھ ہو کر بادشاہ کے حضور پیش ہونا پسند نہیں کرتا۔ تو پھر اس احکم الحاکمین کے حضور اولین آخرین کے سامنے کب گوارا کر سکتا ہے کہ بُری جماعتیں ہو کر پیش ہو۔

لقد کدت ترکن الیھم۔ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انکی صحبتوں میں بیٹھنے سے ممکن ہے کہ تم کسی فتنے میں پڑ جاؤ۔ تو پھر دوسرے مومن کس گنتی میں ہیں۔ غافلوں کی صحبت سے بہت بچنا چاہیئے۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ پس تم کسی کے پاس بیٹھنے سے پہلے غور کرو کہ کیسا ہے

ضعف الحیاۃ۔ اس دنیا کی زندگی میں دُکھ و عذاب۔ یہ معنے بخاری نے کئے ہیں۔ یہی مجھے پسند ہیں۔

(رکوع ۹)

حدیث میں آیا ہے۔ جبلت القلوب علے حب من احسن الیہ۔ سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں ان کے دلوں میں کپٹ نہیں رہتی۔ ایسے لوگوں کی عادت ہے۔ کہ جو انکے ساتھ نیکی کرے۔ وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان ہیں۔ ان تعد وا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ کہ گنے بھی نہیں جا سکتے پس اس سے بڑھ کر کون محسن ہو سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کون سزاوار محبت و اطاعت ہو سکتا ہے۔

ایک معمولی بال سفید ہو جاوے۔ تو انسان کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ ذرا سی ناک کٹ جائے یا آنکھ کی پُتلی خراب ہو یا کان میں ضرر پہنچ جاوے۔ تو کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ خدا کے فضل سے سلامت رہتے ہیں۔ غرض ایسے محسن کی محبت و اطاعت کے اظہار کے لئے نماز ہے۔ جس کا حکم اس رکوع میں دیتا ہے۔ اور ان کے ادا کرنے کے اوقات بتائے ہیں۔ جو پے در پے آنے والے ہیں۔ تاکہ ایک نماز کے پڑھنے سے روحانیت کا اثر ابھی باقی ہو کہ دوسرا آجائے۔ اہل اللہ تو آٹھ بار نماز پڑھتے ہیں نماز صبح کے بعد اشراق پھر ضحیٰ پھر ظہر کی

نماز- پھر عصر^۵- پھر مغرب^۶- پھر عشا^۷ پھر تہجد^۸- فتہجد بہ- ہجود کے معنے سونے کے ہیں (الا طرقتنا والرفاق ہجود عباتت بعلات النبوال نجود- رات گزارو کہ بار بار کی بخشش سے جود و سخا کرو- میرے پیاری کیوں نہیں آتی- ساتھی تو سب سو گئے ہیں) تہجد کے معنے ہیں نیند کو ہٹا کر کھڑا ہونا-

صدق- عربی بولی میں ہر عمدہ چیز کو صدق کہتے ہیں- حتے کہ عمدہ تلوار کو بھی اخ صدق بولتے ہیں-

وقل جاء الحق- یعنی عبادت اور ان دعاؤں کے بعد نصرت الٰہی آئیگی- اور بطلان دور ہوجاوے گا- اور تو کہے گا- جاء الحق وزھق الباطل

ما ھو شفاءٌ- میرا اعتقاد ہے- کہ روحانی بیماریوں کے علاوہ ظاہری بیماریوں کی بھی شفا کرتا ہے-

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ- یہ آیت بہت مشکل ہے- میں نے اس کے سمجھنے میں بڑی محنت کی ہے- بہر حال شاکلہ کے معنے ہیں اپنے طریقے پر- ہر شخص اپنے نزدیک کوئی بات سوچ لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ایک نیک کام کیا- یا نیک کام کا ارادہ کیا- اب اس نے جو اپنے طریق یا خیال یا ارادہ پر کام کیا ہو- تم اُسے اپنے رب کے سامنے پیش کرو یعنے خدا کے کلام کے آگے پھر صداقت لگانے کے لئے پیش کرو کیونکہ وہ علم اور ہدیٰ بسیلا ہے- اور پھر اس پر رائے زنی کرو کہ نیک ہے یا بد-

(رکوع ۱۰)

یسئلونک عن الروح- یہ سوال یہود نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کیا جب آپ انکے بیت المدراس کے پاس سے گزرے- مگر یہ سورۃ مکّی ہے- اس کے لئے اعتراض کیا جاتا ہے- کہ مدینہ کے یہود کے سوال کا جواب کیوں کر دیا- یہ اعتراض قوی ہے- مگر کیا ممکن نہیں کہ یہود نے مکہ جانے والے لوگوں کی معرفت یہ سوال پوچھا ہو- یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے کہ یہود نے سوال کیا- ورنہ یسئلونک عام ہے- سوال کرنے والوں نے سوال کیا- یسئلون سے ہی اس کے فاعل کا پتہ لگ سکتا ہے- جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ میں ھُوَ کے مرجع کا یہ امر نحو کے قاعدے کے مطابق ہے- کہ فعل کے مشتق سے اس کا فاعل نکال لیتے ہیں- پس یسئلون کے سائل عام سائل ہیں- پوچھتے ہیں روح سے- روح

کیا چیز ہے اس کا جواب خود قرآن کریم کی ہی دوسری آیات سے کھلے گا۔ اس زمانے میں روح کا لفظ مشتبہ سا ہو گیا بعض نے روح سے مراد "سول" سمجھا جس سے آدمی کی زندگی وابستہ ہے۔ مگر اگر یہ مراد ہوتی تو ایسا کمزور جواب خالق الارواح کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام کے ادنےٰ خادموں میں سے اور شیخ بن قیم حنبلی امام غزالی نے بھی حقیقت روح انسانی پر مبسوط مضمون لکھا ہے۔ پس دراصل روح کلام الٰہی کو کہتے ہیں۔ پھر کلام الٰہی کے پہنچانے والے نبی کو۔ اور کلام الٰہی کے لانے والے ملک کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو سورۂ نحل پارہ ۱۴۔ ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون اس کے صاف معنے ہیں۔ کہ ملائکہ اللہ کے حکم سے جس پر چاہتے ہیں۔ کلام لا الٰہ الا انا نازل کرتے ہیں۔

(۲) سورۂ مومن پارہ ۲۴۔ رفیع الدرجٰت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علےٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ یہاں بھی روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔ (۳) پھر سورۂ شوریٰ پارہ ۲۵ میں وکذٰلک اوحینا الیک روحًا من امرنا۔ یہاں بھی روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔

حضرت مسیح کے حق میں ایدناہ بروح القدس جو آیا ہے۔ اس سے مراد بھی صریحًا کلام الٰہی ہی ہے۔ ایک اور دلیل اس بات کی کہ یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہے یہ ہے کہ اس سے پہلے تین آیت قرآن مجید کا ذکر ہے کہ وننزل من القراٰن ما ھو شفاءٌ فرمایا اور پھر اس کے بعد بھی قل لئن اجتمعت الانس والجن میں قرآن مجید ہی کا ذکر ہے جس سے صاف کھل گیا یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہی ہے۔ پھر دیکھو وحینا الیک بھی ساتھ ہی فرمایا

اوتیتم من العلم الا قلیلًا۔

تنبیہًا فرمایا کہ تم بڑے ہی بیوقوف ہو کہ کیا تم کلام الٰہی قرآن اور دوسرے کلاموں میں جن میں احادیث رسول بھی شامل ہیں۔ بین فرق نہیں پاتے۔ یہ بہت ہی بے ادبی کا کلمہ ہے۔ کہ صحابہ کو بے علم کہا جاوے گو کہنے والا علامہ کہا جاوے۔ کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ عام تفاسیر میں یہ بات نہیں۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن۔

اس بات پر بہت مباحثہ ہوا۔ کہ مثل کس

بات میں ہو۔ میرے خیال میں شکل میں کوئی
قید نہیں جس بات میں چاہیں مقابلہ کر لیں
یہ بات صحیح ہے کہ مفتریات آیات جو پیش
کریگا۔ اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر دیگا۔ اگر
وہ ان کو منجانب اللہ بتائے۔

حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا۔

۸-۹ چیزیں انہوں نے مانگی ہیں بدقسمتی
سے لوگوں نے سمجھا ہے کہ یہ باتیں پوری
نہیں ہوئیں۔ اس لئے طرح طرح کی بدگمانیاں
کی ہیں۔ ذرا بھی تدبر کرتے تو معلوم ہو جاتا
کہ یہ باتیں بطور سوال صحیح پیش ہوئیں۔ پارہ
اول میں ہے۔ ان لھم جنات۔ یعنی مومن
کے لئے جنات ہونگے جنمیں کھجور انگور سب
آ گئے۔ اسی میں آیا ہے تجری من تحتھا
الانھار۔ پھر خدا نے ہی فرمایا ھل ینظرون
ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام
والملائکۃ۔

پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ متکئین
علی فرش بطائنھا من استبرق وجنی
الجنتین دان۔ پھر فرمایا۔ فیھن قصرات
الطرف لم یطمثھن انس قبلھم
ولا جان۔ اور فرمایا فیھن خیرات
حسان۔ پھر سورۃ واقعہ میں ارشاد کیا۔
یطوف علیھم ولدان مخلدون۔
غرض جب قرآن مجید میں ایسے تمام
دعوے تھے۔ تو پھر اگر انہوں نے ایسا
مطالبہ کیا تو کیا بے جا کیا۔ جواب دیکھو
کیسا صحیح ہے کہ اے نبی کہدے میرا رب
پاک ہے اس نے جھوٹے وعدے نہیں
کئے۔ ضرور ایسا ہوگا۔ مگر میں بشر رسول
ہوں۔ چنانچہ جب صحابہ نے عراق۔ عجم۔
شام۔ عدن فتح کیا تو صحابہ کے قبضہ
میں بادشاہوں کے گھر آئے انکی بیٹیاں
بھی نکاح میں آگئیں۔ گھر بھی سونے چاندی
کے تھے۔ باغات بھی تھے۔ بلکہ مدینہ مکہ
میں بھی نہریں آئیں۔ خدا کا ان پر عذاب
بھی آیا۔ ملائکہ بھی نصرت کو آئے آپؐ کو
معراج بھی ہؤا۔ قرآن ایسی کتاب بھی
ملی۔ غرض سب کچھ ہؤا۔ مگر یہ سب کچھ
پورا ہؤا۔ اسی طرح جس طرح بشر رسولوں
کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔

(رکوع ۱۱)

لو کان فی الارض ملائکۃ۔ اس
سے ظاہر ہے کہ واعظ بھی اگر ہو تو اس
قوم کے رسم و رواج۔ عادات۔ حالات
زبان سے خوب واقف ہو۔ مطمئنین میں
ایک نکتہ ہے کہ کسی قوم میں خود تفرقہ جنگ
فساد پڑ رہا ہو تو پھر ان کو کوئی کیا سمجھائیگا۔
اور وہ کیا سمجھیں گے۔ چنانچہ مکہ کی نسبت
خود فرمایا۔ قریۃ امنۃ مطمئنۃ۔ عرب

کی اصلاح کے لئے اس وقت رسول مبعوث فرمایا۔ جب وہ اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی اصول پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے رہے۔ چنانچہ جب کسی کو دیکھا کہ وہ اطمینان میں خلل انداز ہے تو اس کو جلاوطن کر دیا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ خدا شر برانگیزد۔ خدا تعالیٰ کوئی شر نہیں اُٹھاتا۔ آدمی خود ایسا کرتے ہیں۔

سوال۔ ہاروت ماروت بنی اسرائیل کی طرف آئے۔ اس وقت وہ بنی اسرائیل غیر مطمئن تھے۔ جواب میں فرمایا دیکھو انگریز بڑے تجربہ کار ہیں۔ بیس برس کسی کو دائم الحبس رکھ کر اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ پس بنی اسرائیل جب بابل میں قید ہو کر گئے تھے۔ تو اس کے ستر برس بعد ہاروت ماروت کا نزول ہوا اتنی مدت میں وہ یہود جو اصل مجرم تھے وہ بہت سیدھے ہو چکے تھے۔ اور ان میں کسی قسم کا جوش خروش باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ ایک نئی نسل تھی۔ دوسرا سوال کہ ہاروت ماروت ملک آدمیوں میں آئے۔ جواب میں فرمایا یہ غلط ہے۔ غور کرو جمادات میں بھی ایک نہ ایک ایسا ہوتا ہے جو قریب بہ نباتات ہوتا ہے۔ جیسے مونگا (مرجان) جو جمادات میں سے ہے۔ اسے بعض فلاسفر نباتات میں سے کہتے ہیں بعض کہتے ہیں تو جمادات میں سے مگر قریب بہ نباتات ہے۔ اسی طرح حیوانات میں مراتب ہیں۔ مثلاً بندر و انسان کے درمیان کا مرتبہ کہ وہ نہ حیوان ہے نہ انسان۔ چنانچہ ذلیل ترین کو کالانعام بل ہم اضل فرمایا اسی طرح آخری درجہ جو انسانوں کا ہے وہ ملائک سے بہت ہی قریبی تعلقات رکھتا ہے۔ انبیاء جو ہوتے ہیں وہ کبھی ملکیت کے رنگ میں آجاتے ہیں۔ اور کبھی انسانیت کے رنگ میں۔

مگر یہاں تو کل قوم کا ذکر ہے کہ تمام قوم ملائکہ ہو۔ پھر ملک رسول آویگا۔ چونکہ ایک خاص شخص نبی ہی ملائکہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اس لئے اسی پر ملک کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لئے یعلمون الناس فرمایا۔ تثنیہ کا صیغہ نہیں فرمایا۔

کفیٰ باللہ شہیداً۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کا فیصلہ کریگی۔ چنانچہ آخر آپ کی امت مظفر و منصور ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ آپ ہی حق پر تھے۔

ومن یھد اللہ فھو المھتد فرماتا ہے کہ بے شک تیری قوم میں کچھ آدمی تصنیف کرتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے ہادی بنتے ہیں

مگر ہدائت اصل وہی ہے جو خدا کی طرف سے
ہو۔ اسی واسطے میں برہمو سماج سے بہت
خطرے میں رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ تمام انبیاء
کو مفتری اور دروغ مصلحت آمیز کا پیرو
سمجھتے ہیں۔ اور ہدائت کی کتابیں خود وضع
کرتے ہیں۔ جو مفید اور بابرکت نہیں ہو سکتیں
بہت سے لوگ تنہائی میں رہتے ہیں ریاضتیں
کرتے ہیں مجاہدے میں ہر وقت لگے رہتے ہیں
اس پر ثمرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مگر سچی اور
باامن راہ و مثمر برکات وہی راہ ہے جو خدا
سمجھائے۔

عمیاً و بکماً و صماً۔ اس پر اعتراض
ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف میں (۱) فلما
رای المجرمون النار (۲) دعوا ھنالک
ثبورا (۳) اور وسمعوا لھا شھیقا ہی
آیا ہے جس سے دوزخیوں کا دیکھنا بولنا سننا
ثابت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سوال
کا جواب دیا ہے۔ کہ لا یسمعون ما یسرھم
(۲) لا ینطقون بحجتھم (۳) لا یرون
ما یسرھم یعنی ایسی چیز نہ سنیں گے یا نہ دیکھیں گے
جو ان کو خوش کرے۔ اور نہ کوئی اپنی دلیل
دے سکیں گے۔

(بقیہ رکوع ۱۱ و ۱۲)

بتسع اٰیٰت۔ ان نو نشانوں کے بیان
میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں
نو احکام دیئے بعض کہتے ہیں کہ نو نشان تھے۔
دونوں قسم کے نشان بیان کرتا ہوں۔ (۱)
عصا (۲) ید بیضاء (۳) طوفان (۴) ٹڈی
دل (۵) چچڑیاں (۶) مینڈکیاں (۷) خون
کا مرض (۸) قحط پڑا۔ (۹) پلوٹھے مر گئے۔
احکام یہ ہیں۔ (۱) شرک نہ کر (۲) چوری نہ کر۔
(۳) زنا نہ کر (۴) بیوجہ قتل نہ کرو۔ (۵) کسی
نیک عورت کو تہمت مت دو۔ (۶) جنگ میں
مت بھاگو ( ) مثبورا۔ (۸) محبوس ( ) ملعون
چونکہ حضرت موسیٰؑ کو نرمی سے کلام کرنے کا
ارشاد تھا۔ اس لئے بھی شاید فرعون نے
محبوس کیا۔ لفیفاً۔ سب کو ایک جگہ اکٹھا
کر لیں گے۔

وما ارسلنا الا مبشرا و نذیرا۔ یعنے
جس طرح فرعونیوں اور موسیٰ کا معاملہ تھا۔
اسی طرح اے نبی آپ کا اور آپ کے دشمنوں
کا ہوگا۔

یخرون للاذقان۔ مراد ہے مُنہ کے
بل گر جانا یہ عربی کا طرز ہے۔ جزو کو بول کر کل
مراد لینا۔

یزیدھم خشوعا۔ وتری الارض
خاشعۃ۔ یعنی زمین میں لہلہانا۔ سبزی کا
رنگ دکھانا وغیرہ کچھ نہیں ہوتا اور وہ مینہ
سے فیض حاصل کرنے کے لئے طیار رہتی ہے
اسی طرح انسان خشوع کرنے والا ہے۔ جو

آسمانی فیض حاصل کرنے کا محتاج ہو۔ اور اس کے لئے تیار ہو۔

ادعوا اللّٰہ۔ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمٰن کے لفظ سے۔

بصلاتک۔ صلوٰۃ کے معنے دعا کے بھی آئے ہیں۔ تہجد کی نماز بھی مراد ہوسکتی ہے۔

سورۂ کہف

(رکوع ۱۲)

تمہید۔ سورۂ بنی اسرائیل میں زیادہ تر یہود سے خطاب ہے۔ اور ان کی دو شدید تباہیوں کا ذکر کرکے مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا ہے۔ اب اس سورۂ شریف میں زیادہ بحث پہلے عیسائیوں سے کی ہے۔ پھر مجوس سے اور درمیان میں کچھ یہود کو بھی خطاب کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فتنۂ دجّال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور پچھلی دس آیتیں پڑھو۔ ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے۔ کہ دجّال کون ہے۔ اور اس کے کیا صفات ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کیا راہ ہے۔

آیت ۱۔ الکتٰب۔ کامل جامع کتاب لکھی ہوئی۔ ایک لشکر جو شبہات کو دور کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں بصورت کتاب موجود تھا۔

عوجًا۔ دو معنے ہیں (۱) ٹیڑھا پن اس کتاب میں کوئی غلط تعلیم نہیں۔ (۲) جو ٹیڑھا رہے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا

آیت ۲۔ قیمًا (۱) مستقیمًا۔ بالکل سیدھے راہ پر اور سیدھی راہ بتانے والی (۲) مصدق۔ اور صداقتوں کی اور اپنی صداقتوں کی (۳) حافظ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے شدید کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ سخت مخالفت کے واسطے طیار ہے۔

انّ لھم۔ عمل صالح کا نتیجہ ہے اجر حسن

آیت ۳۔ ابدًا۔ بہت لمبا زمانہ۔

آیت ۴۔ یہہ آیت بتلاتی ہے کہ قوم دجّال کون ہے۔

آیت ۵۔ من علم۔ یہ قوم بڑی سائنس دان بن گئی۔ ہر بات پر دلیل پیش کرتی ہے۔ مگر اپنے مذہب کے متعلق صاف اقرار کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے ابن خدا ہونے اور تثلیث کفارہ وغیرہ کے واسطے دلیل کوئی نہیں قرآن شریف نے پہلے سے پیشگوئی کی ہے کہ یہ ایسا کہیں گے۔

اٰبآئھم۔ ان کے باپ دادوں کو بھی علم نہ تھا۔ یورپ ایک بت پرست قوم تھی۔ جاہل لوگ تھے۔ پر اسنے بتوں کے عوض

رفتہ رفتہ سلطنتوں کے اور حکام کے رُعب
میں آکر یسوع کا بُت پوجنے لگ گئے وہ تو
خود جاہل تھے ہی۔ اور اب ان کی اولاد گلے
پڑا ڈھول بجا رہی ہے۔

کلمۃً۔ تمیز واقع ہوئی ہے۔ اس
واسطے منصوب ہے۔

افواھھم۔ منہ سے نکلتی ہے دل
سے نہیں نکلتی۔ دل جانتے ہیں کہ یہ بیدلیل
بات ہے صحیح نہیں۔

آئت ۶۔ آثارھم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو کشف میں اس قوم کا جاہ و حشم
دکھایا گیا۔ جس سے آپ کو غم ہوا۔ کہ اتنی
بڑی بظاہر معزز قوم اسلام کی نعمت سے
بے نصیب رہے گی۔ تو ان کی وجاہت
کثیر (ل) کو اسلام سے مرتد کر دیگی۔ اس
پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ سب اشیاء
عارضی اور زمینی ہیں۔

آئت ۷۔ احسن عملاً۔ دنیوی زیب
وزینت کے معاملہ میں کون بڑا کاریگر
ہے۔ یہ بات ظاہر کر دی جائیگی۔

آئت ۸۔ جرزاً۔ لیس فیھا شیءٌ خالی
میدان۔

آئت ۹۔ عجب۔ کیا تم خیال کرتے ہو
کہ یہ بہت عجیب بات ہے۔ ایسے ایسے
لاکھوں نشانات خدا تعالیٰ کے ہیں۔

رقیم۔ رقم کرنا۔ لکھنا۔ کھودنا
یہ ان کی نشانی ہے۔ تحریر کا کام بہت ہوگا
ہر امر ان کے ہاں لکھا جائیگا۔

کہف۔ وہی ہے جس کو انگریزی
میں کیپ Cape کہتے ہیں۔ ابتک
وہ جگہ اسی نام سے مشہور ہے۔

آئت۔ الفتیۃ۔ نوجوان حضرت مسیح
کو صلیبی موت سے بچانے کے معاملہ میں
جو موید جماعت تھی۔ اس پر بڑا ابتلا آیا
حاکم پلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس
مقدمہ میں قید ہوئے۔ مگر کچھ لوگ ایسے
تھے۔ جو وہاں سے بھاگ نکلے۔ کچھ مغرب
کو گئے کچھ مشرق کو۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر
ہے جنہوں نے بلاد غربی میں جا کر کہف
میں جا پناہ لی۔ جو کہ انگلستان کے جنوب
مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ انہیں جوانوں
میں یوسف اور مینا بھی تھا۔ جس نے
حضرت مسیح کے بچانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔

آئت ۱۱۔ ضربنا علیٰ آذانھم۔ کچھ
مدت تک باہر کی کوئی خبر اس گروہ کو نہ پہنچی

آئت ۱۲۔ بعثنا۔ آخری ترقی دنیوی
کی طرف اشارہ ہے

(رکوع ۱۴)

۲۲-۲۳ فروری دو دن بہ سبب
علالت طبع حضرت خلیفۃ المسیح درس نہ ہو سکا۔

آج فرمایا۔ کہ میری طبیعت تو ضعیف ہے
مگر دل میں خیال آیا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں
معلوم نہیں۔ کہ کس وقت موت آجاوے
کچھ قرآن سُنا دیا جاوے۔ تو اچھا۔ فرمایا۔
آج مجھے بہت جوش ہوُا۔ کہ درس قرآن
سننے والوں کے واسطے خصوصیت سے دعا
کروں۔ پس جو اس وقت حاضر ہیں۔ ان
کیواسطے میں نے بہت بہت دعائیں درس
شروع کرنے سے پہلے کی ہیں۔

آئت ۱۔ نقص۔ اصل قصہ کا اب بیان
شروع ہوُا ہے۔

نبا۔ عظیم الشان بات۔

آئت ۲۔ شططاً۔ پراگندہ بات۔

آئت ۳۔ من دونہٖ۔ رومی قوم کی
طرف اشارہ ہے۔ جو بُت پرست تھی۔
اور یہودی بھی غیر ممالک میں جاکر ان
قوموں کی صحبت کے اثر سے کچھ غلطیوں میں
مبتلا ہو چکے تھے۔ یاد رکھو شرک کبھی
فی الذات ہوتا ہے۔ جیسا کہ مجوس نے
خالق الظلمت و خالق النور دو بنائے ہیں
اور جیسے آریہ لوگ پانچ چیزوں کو خدا کے
ساتھ غیر مخلوق مانتے ہیں اور جیسے عیسائی
تین خدا قرار دیتے ہیں۔ یا صفات میں ہوتا
ہے۔ جیسا کہ بعض مسلمانوں میں اس کے
آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ سب افترا ہے۔

آئت ۴۔ اعتزلتموھم۔ جب تم نے
ان غیر معبودوں کی پرستش کرنے والوں
کو چھوڑ دیا۔ تو اب کہف کو چلے جاؤ۔

آئت ۵۔ تزاور۔ تمیل۔ جھک جاتا ہے۔
چونکہ وہ مقام خط سرطان سے اوپر
ہے۔ اور سورج خط سرطان سے اوپر
نہیں جاتا بلکہ نیچے رہتا ہے۔ اسواسطے
طلوع آفتاب کے وقت مشرق کی طرف
وہاں سے دیکھا جاوے۔ تو سورج دائیں
ہاتھ نظر آئیگا۔ اور وقت غروب مغرب
کی طرف دیکھا جاوے تو بائیں ہاتھ نظر
آئیگا۔ سورج کبھی انکے سر پر نہیں آتا۔

فجوۃ۔ وسعت کی جگہ۔ فراخی کی جگہ
میں ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
مقام کہف کے تین پتے ہیں (۱) شام
و روما سے بہت دور ہے (۲) خط سرطان
سے شمال کی طرف ہے (۳) وہ امن کی جگہ
ہے۔ جہاں دشمن کا قابو نہ تھا۔

من آیات اللہ۔ سورج کا سرطان
تک پہنچنا اور آگے نہ جانا۔ پھر جدی تک
جانا اور آگے نہ پہنچنا یہ سب اس کی قدرت
کی نشانیاں ہیں۔

ومن یضلل۔ اور جس کو اس کی بدی
کے سبب گمراہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف

میں فرمایا ہے وما یضل بہ الا الفاسقین
فاسقوں کے سوائے وہ دوسرے کو
گمراہ نہیں کرتا۔

(رکوع ۱۵)

آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو اصحاب کہف کا حال منکشف
ہوا۔ اور آپ نے انہیں دیکھا۔
آیت ۱۔ رقود۔ راقد۔ سونے والے
سخت ہی ٹھہرے ہوئے۔ دراصل وہ تو ٹھہرے
ہوئے تھے۔ سوئے ہوئے تھے کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وہ قوم
سست پڑی تھی۔ مگر آپ نے ان کی حالت
آئندہ کی دیکھی۔
نقلبہم۔ عنقریب تجارت کے
واسطے سب طرف نکلیں گے دائیں بائیں
جاویں گے۔ کیا معنی مشرق اور مغرب
میں پھیلیں گے۔
کلبہم۔ یہ ان کی شناخت بتلائی گئی۔
کہ ان کے دروازے پر کتا ضرور ہوگا۔ ممکن
ہے کہ ابتدائی اصحاب کے کہف کے ساتھ
بھی کوئی کتا ہو۔
آجکل کتے کی تعریف وفاداری میں
بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ اس
جانور کے اخلاق نہایت قبیح اور مذموم ہیں
شہوت۔ حرص۔ طمع میں بہت رذیل جانور ہے اور
ان امور میں گرا ہوا ہے
ولیت۔ یہ بھی ایک شناخت ہے ان
کی کوٹھیاں وسیع اور رعب دار ہوں گے۔
آیت ۲۔ لبثتم۔ اس ملک میں حالت
سستی میں کتنی مدت تم رہے۔
یوماً او بعض یوم۔ ہزار نوسو سال
اوسط ساڑھے نوسو سال۔ اتنے ہی عرصہ
کے بعد یہ قوم باہر نکلی۔ اور انہوں نے
کمپنیاں بنائیں اور تجارتیں شروع کیں۔
اور غیر ملکوں کی طرف گئے۔ قرآن کریم میں
یوم ہزار سال کا نام بھی آیا ہے۔ اور تاریخ
شہادت دیتی ہے۔
فابعثوا۔ ایک مجمع بناؤ۔ کمپنی قائم
کرو۔ روپیہ روانہ کرو۔ اور ایک کو افسر
بناؤ۔
طعاماً۔ ہمارے ملک میں غلہ کی کمی
ہے۔ یہاں سے روپے لے جاؤ اور وہاں
سے غلہ لے آؤ۔
ولیتلطف۔ نرمی سے کام کرو۔
لا یشعرن۔ اپنا بھید کسی کو نہ دو۔
اور دوسرے کا بھید لو۔ مدارات سے کام
کرو۔ اور دوسروں کے حالات سے مفصل
اطلاع حاصل کرتے رہو۔
آیت ۴۔ اعثرنا علیہم۔ دوسرے

لوگوں کو ان کے حالات سے آگاہ کیا۔ اور
غیر قومیں ان کے ہاں ہی جانے لگیں ابتدائی
اصحاب سے بھی ارد گرد کے لوگ آگاہ ہوئے
اور ان کے مطیع ہوئے۔

یتنازعون۔ ابتدائی لوگوں نے
ان کے متعلق جھگڑا کیا۔ اور آخر ان کی
یادگار بنائی۔

آئت ۲۔ سیقولون۔ اختلاف مورخین
کا ہے کہ کتنے تھے کتنے نہ تھے۔

سبعۃٌ۔ حضرت ابن عباس کا قول
ہے کہ سات والی بات صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے
اعداد کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رجماً بالغیب
فرمایا۔ اس کے ساتھ نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ امر
کہ عیسائیوں کے ہاں سات بڑے کلیسیاء
مشہور ہیں۔ اس سے صاف صاف پتہ
لگتا ہے۔ کہ سات ہی تھے۔

(رکوع ۱۶)

آئت ۱۔ لاتقولن۔ کبھی بھی نہ کہو۔
انشاء اللہ۔ جہاں کہیں خدا تعالیٰ
کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو نتیجہ اچھا
نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی مثال حضرت یوسف
علیہ السلام کے بھائیوں کی ہی جنہوں نے انا لہ لحافظون
انا لہ لناصحون۔ انا لفاعلون وغیرہ الفاظ
کے ساتھ دعویٰ کیا۔ مگر کہیں وفا نہ ہوا۔

اس سے بڑھ کر دکھ کی کہانی ایک
ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما
الصلوٰۃ والسلام کے نام سے عام مسلمان
واقف ہیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے
کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باپ دادا کی
ہے۔ اور پوتے کا نام تو قریباً معدوم ہے
حدیث میں اس راز کا ذکر ہے حضرت سلیمان
علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری
بیویاں بہت ہیں۔ ان سے بڑی اولاد اور
عظیم الشان لوگ پیدا ہونگے۔ اس دعویٰ
کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا۔ نتیجہ خراب ہوا۔
معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم بھی اپنی ہجرت کے ارادے کو ظاہر
کرنا چاہتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہہ لو۔

آئت ۲۔ اقرب۔ آئندہ حالت موجودہ
سے پُر امن ہوگی۔

آئت ۳۔ بثوا۔ یہ لوگوں کا قول ہے۔
سیقولون پر عطف ہے۔ مثال کے واسطے
سورۂ لقمان کا دوسرا رکوع دیکھو واذ
قال لقمان لابنہ۔ لاتشرک باللہ سے
وعظ شروع ہوا۔ درمیان میں ووصینا
الانسان اور دیگر ذکر آگیا پھر یابنی انھا
ان تک سے وہی وعظ شروع ہوا۔
اللہ اعلم۔ تین سو یا نو سو والی

باتیں صحیح نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

آئت ۵ - لاتبدیل - یہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہونگی - اس آئت پر عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور قرآن شریف خود اس امر کو تسلیم کرتا ہے - تو پھر انجیل اور توریت بھی محرف مبدل نہیں ہوئیں - یہ ایک دہوکہ ہے جو عیسائیوں کو لگا ہے یا وہ دوسروں کو دیتے ہیں - اس آئت کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ نے جو پیشگوئی کی ہے - وہ ضرور پوری ہوگی اس کے ٹالنے والا کوئی اس کے سوا نہیں اور خدا تعالیٰ نے جو سنت قائم کردی ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا - مثلاً یہ قانون الٰہی ہے کہ صادق کامیاب اور بامراد ہوتا ہے - پس اس میں تبدیلی نہیں - اور ایسا کبھی نہ ہوگا کہ کاذب کے مقابلہ میں صادق نامراد اور ناکام رہے - باقی رہا حروف میں تغیر و تبدل - یہ تو ظاہر ہے کہ قاری کو بھی سہو ہوجاتا ہے - کاتب بھی غلطیاں کرتا ہے - بعض بائیبلوں اور قرآن شریفوں میں لفظی غلطیاں چھاپے کی نکالنے والوں کو انعام دیا جاتا ہے - فی زمانہ خود عیسائیوں کے درمیان رومن کیتھلک فرقہ کی بائیبل میں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائیبل میں بہت جگہ اختلاف لفظی ہے جس سے ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک غلط ہے - پس اس آئت سے عیسائیوں کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ اس اعتراض کی سزا ہے کہ اصل کلام ہی دنیا سے مفقود ہوگیا -

آئت ۶ - واصبر - یہاں سے ہجرت کے متعلق احکام ہیں کہ اس وقت آپ کو کیا کرنا چاہیئے -

اس آئت شریفہ سے صدیق اکبر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو اپنے ساتھ رکھا - معلوم ہوا کہ وہ غافل قلب والے نہ تھے - والا ان کو ساتھ نہ رکھتے -

آئت ۸ - یحلّون - زیور دیئے جائینگے یہ ضروری نہیں کہ خود پہننے کیواسطے -

دنیوی رنگ میں بھی یہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں - قیصر و کسریٰ کے خزانے مدینہ میں آئے جن میں اس قسم کے کپڑے اور زیور بھی تھے جو ان آیات میں مذکور ہوئے ہیں - عیسائی لوگ بہشت کے متعلق اعتراض کرتے ہیں - حالانکہ بائیبل میں خود بہشت کا ذکر ہے - اور حضرت مسیح نے باغ کی تمثیل دی - جن کو مفصلہ ذیل مقامات میں دیکھنا چاہیئے - متی باب ۲۱ آیت ۳۳ مرقس باب ۱۲

آیت ۱- لوقا باب ۲۰- آیت ۹-

(رکوع ۱۷)

تمہید- فرمایا اس رکوع میں جو تمثیل ہے وہ میں بشرح صدر اور یقین کامل کے ساتھ بیان کرتا ہوں- کہ حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو قوموں کے متعلق ہے بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل اول الذکر کو خدا تعالیٰ نے ملک کنعان کا باغ عطا کیا ان میں انبیاء بھیجے انہیں بادشاہ بنایا اور بڑے بڑے انعام ان پر کئے- بجائے اس کے کہ وہ خدا کا شکر کرتے انہوں نے اپنے بھائی بنی اسمٰعیل اہل عرب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا- اپنے باغوں اور مال و دولت کے گھمنڈ میں آ گئے- اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور دنیا کو معبود بنا لیا انبیاء کے قتل کے درپے ہو گئے- انجیل میں بھی اس تمثیل کو لکھا ہے- چنانچہ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ میں ہے- ایک اور تمثیل سنو- ایک گھر کا مالک تھا- جس نے انگورستان لگایا- اور اس کو چاروں طرف روندا اور اس کے بیچ کھود کے ہو گاڑا اور برج بنایا اور باغبانوں کو سونپ کے آپ پردیس گیا- اور جب میوے کا موسم قریب آیا اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس بھیجا- کہ اس کا پھل لاویں- پر ان باغبانوں (بنی اسرائیل) نے اس کے نوکروں (انبیاء) کو پکڑ کے ایک کو پیٹا اور ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھراؤ کیا- پھر اس نے اور نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر تھے بھیجا- انہوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا- آخر اس نے اپنے بیٹے (حضرت مسیح) کو ان کے پاس یہ کہکر بھیجا کہ وے میرے بیٹے سے دبینگے- لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا- آپس میں کہنے لگے (بنی اسرائیل کی نبوت کا آخری) وارث یہی ہے آؤ اسے مار ڈالیں کہ میراث ہماری ہو جاوے اور اسے پکڑ کر اور انگورستان کے باہر لے جا کر (اپنی طرف سے تو) قتل (ہی) کیا- جب انگورستان کا مالک آویگا- ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کریگا- وے اسے بولے- ان بدوں کو بری طرح مار ڈالیگا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپیگا- جو اسے موسم پہ میوہ پہنچا دیں- یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا (عرب کی طرف اشارہ ہے) یہ خداوند کی طرف سے ہے- اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی

بادشاہت (نبوت و نصرت الٰہی) تم (بنی اسرائیل) سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم (بنی اسمٰعیل اہل عرب) کو جو اس کے لئے میوے موسم پر (اب بھی امام حج کو موسم کہتے ہیں) لاوے گی دیجاویگی۔ جو اس پتھر پر گریگا چور ہو جائیگا پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا"

مذکورہ بالا عبارت انجیل خطوط وحدانی کے اندر جو الفاظ ہیں وہ تشریحاً و تفسیراً ہم نے لکھے ہیں۔ اناجیل کے مفسرین نے بھی اقرار کیا ہے کہ ان آیات میں بیٹے سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام اور پہلے باغبانوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں دیکھو تفسیر عماد الدین اور تفسیر پادری ہو صاحب وغیرہ

آیت ا۔ رجلین۔ مراد بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل۔

کلاھما۔ حضرت اسحٰق کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۴۔ ظالمٌ۔ اپنے آپ مصیبت ڈال رہا تھا۔

ایک سبق اس رکوع شریف سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو نہیں چاہیئے کہ کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں ؂

(رکوع ۱۸)

تمہید۔ اس رکوع میں مخاطب یہود نہیں ہیں کیونکہ نہ تو وہ کوئی اتنے بڑے دولتمند ہیں۔ اور نہ ملکوں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالےٰ یہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی امت کو مخاطب کرتا ہے۔ بلکہ خصوصیت سے مسلمان مثلاً بنو امیہ و بنو عباس مخاطب ہیں۔ کہ اب تم اس باغ (ملک کنعان) کے مالک بننے والے ہو۔ دیکھو کوئی ایسا کام نہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو جائے۔

آیت ا۔ ھشیماً۔ چورا چورا۔ دنیا داروں کے پاس جب دنیا بہت جمع ہو جاتی ہے۔ تو وہ غالباً متکبر اور آخر کار غافل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل اور آخر مفلس کر دیتا ہے۔ امراؤ کا یہ حال ہے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جائے وہ مسجد میں جانا ہتک عزت سمجھتا ہے۔ اور علماء اس کے نزدیک ارذل ترین مخلوق ہوتے ہیں۔ اس میں گو ان علماء دنیا طلب کا بھی قصور ہے مگر امراء چاہیں تو علماء کے گروہ میں بہت اصلاح ہو سکتی ہے۔

آیت ۲۔ البٰقیٰت الصّٰلحٰت۔ اعمال

صالحہ۔ نماز میں سبحان اللہ۔ لاالٰہ الا اللہ۔ اللہ اکبر۔ اور کل اعمال جو رضائے الٰہی کے موجب ہیں۔

آئت ۳۔ جبال سے مراد بادشاہ اور بڑے بڑے سردار ہیں۔ جو عذاب الٰہی کی باعث ان کا نام و نشان مٹ جائے اور ظاہری پہاڑ بھی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ آخر تمام مخلوق میں تغیر آرہا ہے۔

آیت ۵۔ الکتاب۔ اعمال نامہ۔

المجرمین۔ جناب الٰہی سے قطع تعلق کرنے والے لوگ۔

مشفقین۔ ڈرنے والے اس ملک میں چونکہ عربی زبان کا مذاق نہیں رہا۔ اس واسطے عموماً خطوں میں شفیق کی بجائے مشفق کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صغیرۃً ولا کبیرۃً۔ ہر ایک گناہ کا ایک ابتداء ہوتا ہے۔ پھر اس کے مراتب تدریجی ترقی کے ہوتے ہیں۔ وہ صغیرہ ہیں اور ایک بدی کا انتہا ہے وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً نظر بد صغیرہ ہے اور اس کا آخر نتیجہ زنا کبیرہ ہے۔

صوفیائے کرام نے مشاہدہ سے لکھا ہے کہ ارتکاب بدکاری کے بعد دل کے اوپر ایک سیاہ دائرہ نظر آتا ہے جس سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں۔ اور شیطان محبت۔ پھر ایسے شخص کا تعلق آہستہ آہستہ شیاطین کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے بعد ایک نورانی دائرہ دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کو دیکھ کر ملائکہ اس دل والے سے محبت کرتے ہیں۔

(رکوع ۱۹)

تمہید۔ اس سے پہلے رکوعوں میں دنیا کی زیب و زینت۔ صنعت اور ترقی کا ذکر ہے کہ لوگ اس میں پھنس کر دین سے اکثر غافل ہو جاتے ہیں۔ اگر دنیا کو بالکل ترک کیا جائے تو بھی دین میں حرج ہوتا ہے اور ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کے خلاف ہے۔ اس واسطے میانہ راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ ایک روائت میں ابلیس کے متعلق آیا ہے۔ کہ کان من خزان الجنۃ۔ اس ملک میں بڑے خزانوں والا تھا۔ اسی کبریائی نے اسے ہلاک کر دیا۔ ان آیات میں جو ذکر ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

آئت ا۔ اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔ بہت سے فرشتوں کو یہ حکم ہوا تھا۔ ابلیس کو الگ حکم ہوا۔

آیت ۵۔ فظنوا۔ پس انہوں نے یقین کر لیا۔

(رکوع ۲۰)

تمہید - عام رواج دنیا میں دیکھا گیا ہے - کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں - اور اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جب وعظ میں ان کو کوئی نظیر دو - تو اس نظیر کو اپنے پر صادق نہیں آنے دیتے - مثلاً اگر کہا جاوے فلاں نے بدی کی اور سزا پائی - تو کہتے ہیں - کیا ہم وہ ہیں اگر نبی - ولی صحابی کا حوالہ دیں - کہ انہوں نے ایسا کیا - تم بھی ایسا کرو - تو کہتے ہیں ہم نبی ہیں یا ولی یا صحابی - پھر یا تو واعظ کو نادان قرار دیتے ہیں - یا آپ اپنی تحقیق پر خوش وخورم - مگر انبیاء سے بڑھ کر کون قول موجہ کے ساتھ سمجھانے والا ہے - آخر وہ بھی ارشاد فرماتے جاتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے -

آیت ۱ - صرفنا - ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں -

من کل مثل - ہر ایک عمدہ بات

جدلاً - جھگڑنے میں - ایسے ہی لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے کلمات بولے ہیں - کہ ان ھذا الا بشر مثلکم - یہ تو ہماری ہی جیسا ایک انسان ہے - اور بس - یرید ان یتفضل علیکم - چاہتا ہے کہ تم پر بڑا آدمی بن جائے - شاعر ہے ساحر ہے - کاہن ہے - مجنون وغیرہ -

بعض لوگ ہدایت سے ایسے بے نصیب ہوتے ہیں کہ جب انھیں کوئی نیکی کی راہ بتلائی جاتی ہے - تو کہتے ہیں کہ کیا ہم نبی ہیں یا ولی کہ ایسے کام کریں اور اگر بدی سے روکا جاوے - تو کہتے ہیں کہ کیا ہم فرعون ہیں - جو ہم کو ایسی نصیحت کی جاتی ہے اور بہر حال اپنی ہی رائے کو بڑا سمجھتے ہیں -

آیت ۲ - قبلاً - اس کے تین معنے ہیں (۱) فجاءۃً اچانک (۲) عیاناً ظاہر (۳) سامنے -

ما منع الناس - کس چیز نے روکا - کیا مطلب - کسی چیز نہیں روکا اگر روکا ہے تو ان کے شامتِ اعمال نے ہی روکا ہے - عذاب جو اُن پر آنا تھا - تو اب پھر استغفار کیسے کریں -

آیت ۳ - مبشرین ومنذرین - فرمانبرداروں کو بشارت دیتے ہیں - اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں -

لیدحضوا - گرادے - باطل کردے

آیت ۴ - ذکر - یاد دلائی جاتی ہیں -

اکنۃ۔ روک۔

ما قدمت یداہ۔ ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور انصاف سے سوچے تو وہ اپنی قیمت آپ لگا سکتا ہے

آیت ۵۔ موعدٌ۔ وعدہ کا موقعہ ہے

موئلاً۔ جہاں آخر جانا ہے۔

(رکوع ۲۱)

تمہید:۔ کسی کتاب الٰہی کے کلام یا عظیم الشان شخص کی کسی بات کے معنے کرنے کیواسطے ضروری ہے کہ جس موقعہ کی کلام ہو وہاں کی آب و ہوا اور اس قوم کے عادات اور حالات اور وہاں کے جغرافئے کے مفسر کو صحیح علم ہو ورنہ آیندہ آنے والی نسلوں کے واسطے ایک ابتلاء انگیز غلطی کا اندیشہ اس مفسر کے بیان سے لگ جانے کا احتمال ہے۔ مثلاً ایک کتاب صدائق العشائق میں لکھا ہے کہ ایک شخص جہاز پر سوار تھا۔ کارِ قضاء جہاز ڈوب گیا۔ وہ شخص ایک تختہ پر چمٹا رہا۔ اور تختہ رفتہ رفتہ کشمیر میں جا لگا۔ آج جغرافیہ داں اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سمندر میں جہاز کہاں اور کشمیر کہاں۔ ایسا ہی اس رکوع میں مجمع البحرین کے متعلق بھی بعض نے لکھا ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روم اور فارس کے دریا ملتے ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی جگہ ان ممالک میں نہیں۔ جہاں تک میں نے اس معاملہ میں غور کیا ہے مجمع البحرین یا تو وہ مقام ہے۔ جہاں نیل ارزق اور نیل ابیض باہم ملتے ہیں۔ مصر میں ایک شہر خرطوم نام مشہور ہے۔ اس کے قریب ایک جگہ سنار نام ہے یہاں دریائے نیل کی دو شاخیں ملتی ہیں۔ اسی مقام کا نام مجمع البحرین ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قیام فرعون کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے مصر میں ہی تھا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا تھا۔ کہ ھل اعظم منک۔ کیا تجھ سے بڑا بھی کوئی آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ایک ہے اس پر حضرت موسےٰؑ نے عرض کی۔ کہ کیف لی السبیل الیٰ لقیۃ۔ اس سے ملاقات کی کیا راہ ہے۔ حکم ہوا کہ ایک مچھلی لے لو۔ اپنے جوان مخلص یوشع کو ساتھ لیا اور حکم تھا۔ جہاں مچھلی گم ہوگی وہاں وہ ملے گا۔ یہ ایک نشانی تھی۔

آیت ۶۱۔ لا ابرح۔ نہیں ہلونگا نہ رکونگا۔

حقبًا۔ اس لفظ حقبہ کے تین معنے آئے ہیں۔ ایک برس۔ ستر برس۔ اسّی (۸۰) برس۔ مدت دراز پر بھی بولتے ہیں۔

صوفیاء نے اس سے ایک نکتہ
نکالا ہے۔ کہ ایک ہی مدرسہ میں پڑھنے
سے انسان کے خیالات میں وسعت نہیں
ہوتی۔ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ کہ آدمی
چل پھر کر دیکھے۔ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔
علم حدیث کے پڑھنے سے بھی بہت سے
دینی معلومات بڑھتے ہیں۔ اور مختلف
مشائخ کی صحبت سے اس کے فہم میں
مدد ملتی ہیں۔

آیت ۲ - نسیا حوتہما - دونوں سے
نسبت کی ہے۔ حالانکہ مچھلی صرف یوشع
کے پاس تھی۔ عربی میں ایسا آجاتا ہے
جیساکہ صغت قلوبکما۔ قلبا کما نہیں فرمایا۔
سربًا - چلا جانا۔

آیت ۳ - نصبًا - حدیثوں میں آیا ہے
کہ ما وجد النصبًا الا اذا جاوزًا۔
تکان اس وقت معلوم ہؤا۔ جبکہ اصل
مقصد کی جگہ سے آگے چل پڑے۔ یہ
انبیاء علیہم السلام کے نور فراست پر
دلیل ہے:

آیت ۴ - اڈیت - آپکو خبر بھی ہے۔
عجبًا - عجیب بات ہے (جدا کلمہ ہے)
یا یہ کہ مچھلی کا گم ہو جانا ایک عجیب بات ہے۔
انسٰنیہُ - صرفی نکتہ ہے کہ ضمیر غائب
کے ماقبل - زیر یا یٓ ہو تو ہ پر زیر ہوتی
ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر پیش۔
اس جگہ اعتراض کیا گیا ہے جس
کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں توجہ دلانی مقصود
ہو یا کسی کی تقبیح وہاں غیر فصیح الفاظ
لاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں شیطان کی تقبیح
مطلوب ہے۔

فائدہ - آجکل لوگ نسیان کی بہت
شکایت کرتے ہیں۔ امام شافعی صاحب
فرماتے ہیں ؎

شکوتُ الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان الحفظ فضل من الٰہٖ
وفضل اللہ لا یعطی لعاصی

ترجمہ - میں نے وکیع کے آگے حافظہ
کی خرابی کی شکایت کی۔ تو انہوں نے
فرمایا۔ کہ گناہوں کو ترک کرو۔ کیونکہ حافظہ
خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور فضل گنہگار
کو نہیں ملتا۔

آیت ۶ - من لدنا علمًا - لدنی علم
جو خدا کی طرف سے اس کے خاص بندوں
کو ہے۔ جیساکہ اس گاؤں میں رہنے والے
ایک شخص کو بغیر اس کے کہ اس نے سفر
کیا ہو یا کسی استاد کی شاگردی کی ہو یا
کسی پیر کی مریدی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے
خود ہی روحانی علوم پڑھا دیئے:

آیت ۷۔ ھل اتبعک۔ یہ حصول علم کے واسطے طریق ادب کے ساتھ سوال کیا گیا
آیت ۸۔ لن تستطیع۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ نے بادشاہ کے گھر میں پرورش پائی ہے۔ اور مزاج شاہانہ ہے۔ صبر کے رنگ میں میری ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔
آیت ۱۱۔ لا تسئلنی۔ اس میں ایک ادب سکھایا ہے۔

مَیں نے اس ایک فقرے سے بہت بڑا فیض پایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے کبھی سوال کرنے میں تقدیم نہ کرتا تھا۔

(رکوع ۲۲)

آیت ۱۔ خرقھا۔ اُسے توڑ دیا۔
امرًا۔ بہت بڑی بات خطرناک۔
آیت ۳۔ بما نسیت۔ اس لئے کہ مَیں بھول گیا۔
آیت ۴۔ غلٰمًا۔ جوان۔ طرّ شارب۔ جس کی مونچھیں بڑی بڑی ہوا سے ہلتی ہوں۔

زکیۃً۔ بے قصور۔

فقتلہ۔ مار ڈالا اُس کو۔

سولھواں پارہ

(رکوع ۱)

آیت ۴۔ تاویل۔ حقیقت۔
آیت ۶۔ یرھقھما۔ ان دونوں کے ذمہ مڑھ دے۔

اِس بیان میں تین باتوں پر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا ہے کشتی کے توڑنے پر۔ لڑکے کے قتل پر۔ بے مزدوری لینے کے دیوار بنانے پر۔ حالانکہ یہ ہر سہ واقعات خود حضرت موسےٰ علیہ السلام کے گھر میں ہو چکے ہیں۔ لتغرق۔ کا اگر کوئی خوف تھا۔ تو کیا موسےٰ کی ماں نے خود موسیٰؑ کو دریا میں نہیں بہا دیا تھا۔ کیا دریا میں بہا دینے سے حضرت موسےٰؑ غرق ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرعون کے وقت خود حضرت موسےٰ نے ساری قوم کو دریا میں ڈال دیا تھا۔ جہاں بظاہر غرق آب ہو جانے کا خوف تھا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ نے مدین میں کنوئیں پر عورتوں کو پانی پلایا۔ اور بغیر کسی مزدوری لینے کے خود ہی ان کا کام کر دیا۔ پھر قبطی کے قتل کے وقت اور (بعد ازاں قارون کے قتل کے وقت) ایک جان کو بلاوجہ مار دیا تھا۔

در اصل یہ بیان گویا حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے معراج کا ہے۔ اس معراج میں وہ عبد بطور ایک فرشتے کے ساتھ تھے۔ اور راہ کے خضر تھے۔ اور یہ سب باتیں آئندہ واقعات کا بیان کرتی ہیں۔ ان میں سمجھایا گیا۔ کہ تمہیں ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور اس سے اور اس کے لشکر سے بچنے کی واسطے تمہیں دریا عبور کرنا پڑیگا۔ اور پھر جنگ کرنی پڑیگی۔ جس میں بہتوں کو قتل کرنا ہوگا۔

دیوار کا معاملہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ البرکات والسلام ایک صالح نبی تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک بنی اسحاق۔ ایک بنی اسمٰعیل۔ حضرت ابراہیمؑ کے دین کو لوگوں نے جب خراب کر دیا۔ تو وہ دیوار ان کی گرنے کو تھی۔ اس کی حفاظت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے دو نبی بھیج دیئے۔ حضرت موسےٰ اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اس دیوار کو اٹھانے والے تھے۔ اور اس طرح وہ پاک تعلیمات کا خزانہ محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے معراج ہونے کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہودیوں میں اب تک ایک پرانی کتاب چلی آتی ہے جس کا نام ہے معراج موسیٰ۔ اسمیں جس فرشتے کو حضرت موسیٰ کا راہبر بتلایا جاتا ہے اس کا نام خضر لکھا ہے (دیکھو انسائکلوپیڈیا ببلیکا۔ حروف موسےٰ۔ دا پاکے پیس)

فائدہ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی معراج میں آئندہ کے واقعات بتلائے گئے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ تو درمیان میں بول پڑے اسواسطے سلسلہ لمبا نہ چلا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر سے کام لیا۔ اس واسطے بہت سے نظارہائے قدرت دیکھے۔

نکتۂ معرفت۔ ان آیات میں جہاں کسی عیب کا ذکر ہے۔ وہاں صیغۂ واحد متکلم کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً اردت میں نے ارادہ کیا اور جہاں عیب و صواب ملا ہے وہاں فرمایا۔ اردنا۔ اور جہاں بالکل خوبی ہی خوبی ہے۔ وہاں کہا ہے اراد ربک۔ تیرے رب نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ اس میں ایک طریق ادب کھایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا بھی یہی طریق عمل ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ واذا مرضت فھو یشفین۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا دیتا ہے۔ مرض کو اپنی طرف نسبت کیا۔ اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ طریق ادب طریق انبیاء ہے۔

(رکوع ۲۲)

تمہید۔ جیسا میں نے کامل یقین سے بلاکسی تردد کے اصحاب کہف کا ذکر کیا تھا کہ وہ کون ہیں اس سے ہی بڑھ چڑھ کر یقین کے ساتھ میں تمہیں ذوالقرنین کا حال سناتا ہوں۔ ان آیات میں یہود اور مجوسی دونوں کو ملزم ٹھہرایا گیا ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کی نبوت کی مفصل پیشگوئی بائیبل۔ دانیال نبی کی کتاب میں ہے اس کے باب ۸ آیت ۴ کو ملاحظہ کرو۔ اسمیں دو سینگ والے ایک مینڈھے کا ذکر ہے جو پورب پچھم میں اپنا سر مارتا تھا۔ پھر ایک سینگ والا بکرا آیا ہے۔ جس نے دو سینگ والے کو ٹکر مار کر پاش پاش کر دیا۔ اس کے بعد گیارہ سینگ والے کا ذکر ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کی آمد آمد ہے۔ یہ سب حضرت دانیال کا کشف تھا۔ یہود نے اس کے متعلق سوال کیا تھا کہ دو سینگ والے بکرے کا جو ذکر توریت میں ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

آیت ۲۔ مکنا لہ۔ طاقت دی تھی۔ قرن کے معنے طاقت کے ہیں۔ سورج کے متعلق حدیث میں آیا ہے۔ فانہ یطلع بین قرنی الشیطن۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت عبادت اس واسطے منع ہے کہ اس وقت سورج کی پرستش کی شیطنت کا زور آتا ہے۔

میڈ و فارس کی طاقتوں کے مجموعہ کا نام قرنین ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے سینگوں کے متعلق بے ہودہ بحث کی ہے۔ کہ وہ سونے کے تھے یا چاندی کے۔ بعض نے ذوالقرنین سکندر رومی کو قرار دیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس کے ہاتھ سے میڈ و فارس کی سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ اسے ایک سینگ کا مینڈھا کہا گیا ہے۔

آیت ۲۔ من کل شیء سببا۔ ہر ایک علم جو اس وقت اس کی سلطنت کے مناسب حال تھا۔

آیت ۳۔ فاتبع سببا۔ منازل الارض پڑاؤ۔ میلوں کے نشان کے مطابق چلا۔

آیت ۴۔ فی عین حمئۃ۔ بحیرہ کیسپین جس میں مشہور دلدلیں ہیں۔

مغرب الشمس۔ اس ملک کے لحاظ سے سورج کے ڈوبنے کی وہ جگہ تھی۔ جیسے لکھنؤ وغیرہ کے علاقہ کو ممالک مغربی و شمالی اس واسطے کہتے ہیں کہ جب یہ نام رکھا گیا اس وقت یہ صوبہ علاقہ انگریزی کے مغرب و شمال میں تھا۔ اس کے یہ معنے

نہیں کہ سارے جہاں کا مغرب شمال
وہی ہے۔

وجدھا۔ اس نے ایسا پایا یا بشری
آنکھ سے اسے ایسا نظر آیا نہ کہ فی الحقیقت
ایسا تھا۔

یاذوالقرنین۔ وہی جو میدو
فارس کی سلطنتوں کا مورث اعلےٰ تھا۔
اس جگہ مخاطب ہے۔

آیت ۷۔ یُسرًا۔ خوش اسلوبی سے۔

آیت ۸۔ مطلع الشمس۔ مشرقی
حدود۔ سلطنت بلوچستان۔

من دونہا سترًا۔ مکان نہیں
بناتے تھے۔ کہ دھوپ سے بچ سکیں۔
بہکی واس لوگ تھے۔

کیقباد ایک شخص گزرا ہے اس
کی سرحد میں بلوچستان بھی تھا۔ یہاں
اس نے غالباً عمارتوں کا خیال کیا ہے
ایک مؤرخ نے لکھا ہے۔ کہ سائبیریا
تک پہنچ گیا تھا۔ جہاں لوگ غاروں
میں رہتے تھے۔

آیت ۱۰۔ بین السدّین۔ پہلے
لوگ اپنے شہروں کی حفاظت دیواروں
سے کرتے تھے۔ جس کو فصیل شہر کہتے ہیں
لاہور میں بھی فصیل تھی۔ امرتسر کے گرد
بھی فصیل و خندق تھی۔ غرض یہ عام
دستور تھا۔ اس کے وسیلے سے دشمن سے
بچے رہتے۔ کیونکہ آجکل کے یہ خوفناک
ہتھیاران دنوں میں نہ تھے۔

لا یکادون یفقہون قولاً۔ ان
کی بولی میدو فارس کے لوگ اچھی طرح
نہ سمجھ سکتے تھے۔

آیت ۱۱۔ سدًّا۔ پہلی یہ فصیل
آرمینیا اور آذربائجان کے درمیان
بنائی گئی۔ ۳۰ میل کے قریب جگہ ہے
جس سے ملک کو بہت امن پہنچا پھر یورال
کی چوٹیوں پر ایسی دیوار کھینچی گئی۔ پھر
سمرقند کے قریب بھی ایسی دیوار بنی پھر
چین کے لوگوں نے وہ بڑی دیوار بنائی
جو مشہور ہے۔ سب یاجوج ماجوج کے
حملہ سے بچنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔

یاجوج ماجوج۔ خدا نے انشراح
صدر سے مجھے یقین دلا دیا ہے۔ کہ یہ وہ
قوم ہے جو بخارا سے لیکر شمال تک رہتی
تھی۔ گاتھ۔ نارمنڈ سے۔ وزی گاتھ سیکشن۔
یہ لوگ جرمن۔ فرانس۔ انگلینڈ وغیرہ ممالک
میں جاکر آباد ہوئے۔

ترکوں کی نسبت لکھا ہے۔ اترکوا
الترک۔ ان کو ترک اس لئے کہتے ہیں۔ کہ
ترکوا من یاجوج ماجوج۔ انہوں نے
شاہانِ فارس سے معاہدہ کر لیا تھا کہ

تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے۔
ہمیں یہیں رہنے دو۔ بائبل کی کتاب
حزقیل باب ۳۸ میں یاجوج ماجوج کا ذکر
ہے۔ ماجوج جزائر میں رہنے والے لوگ
ہیں۔ ماجوج۔ ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے
ایک دفعہ میرا ایک دوست لنڈن
گیا جسے میں نے فرمائش کی کہ وہاں کی سب
سے پرانی یادگار کا پتہ لگائے۔ چنانچہ اس
نے تحقیقات کی۔ تو اسے دو بُت دکھلائے
گئے۔ جو یاجوج ماجوج کے تھے۔ اور اسے
بتلایا گیا۔ کہ اس ملک کی سب سے پرانی
یادگار تاریخی یہی ہے۔
حضرت حزقیل کی کتاب میں تصریح
سے لکھا ہے کہ جزائر میں بے پروائی سے
رہنے والے ماجوج ہیں۔ اس لئے ہی
ان کو یہ نام دیا گیا۔ کہ وہ آگ کی پرستش
کرتے یا آگ سے بہت کام لیتے۔
آرمینیا اور آذر بائیجان کی
دیوار کا ذکر تفسیر بیضاوی میں بھی ہے
یورال کی دیوار کا ذکر ابن خلدون میں
لکھا ہے۔ چین کی دیوار کا ذکر مفسرین
نے کیا ہے۔
آیت ۱۲۔ ردماً۔ بڑی روک کی
تجویز کرتے ہوئے کیقباد نے جو دیوار
بنائی اس گاؤں کا نام سوباس تھا جو

بنائے تھے۔
آیت ۱۳۔ زبر الحدید۔ یہ لوہا
دروازوں کے لئے تھا۔ اور تانبا اس
لئے لگایا۔ کہ مٹی نہ کھائے۔
آیت ۱۶۔ دکاءً۔ ریزہ ریزہ چنانچہ
اس زمانہ میں وہ دیواریں کسی کام کی
نہ رہیں۔ جنگی حملوں اور ان سے حفاظت
کا طرز و طریق بھی بدل گیا ہے۔
آیت ۱۷۔ نفخ فی الصور۔ ایک
بگل بجایا جائیگا۔ اور قومیں آپس میں
لڑیں گی۔
جمعنٰہم۔ ہم ان کے درمیان
ایک بڑی لڑائی کرادیں گے۔
آیت ۱۸۔ عرضنا جہنم۔ دوزخ
سامنے ہوگی۔ یہ پیشگوئی ہے کہ اس
وقت جنگ اسلحہ آتشبازی سے ہوگی۔
آیت ۱۹۔ فی غطاءٍ عن ذکری۔
دانیال کتاب میں پیشگوئی صاف ہے۔
نگران کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔
(رکوع ۱۲)
تمہید۔ جس طرح حدیثوں میں ثابت
ہے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کا
پڑھنا فتن دجال سے نجات کا موجب ہے
اسی طرح آخری آیات کا پڑھنا بھی فتن
دجال سے نجات کا موجب ہے۔ اس

لئے پھر غور کرو۔ کہ جن کا سورہ کے
ابتداء میں ذکر ہے۔ انہی کا انتہاء بھی
ہے یا نہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے
کہ دجال کون ہے۔ اور اس کی صفات
کیا ہیں۔

آیت ۱۔ من دونی۔ مجھے چھوڑ کر۔
اولیاء۔ والی۔ چنانچہ بعض لوگوں
نے مسیح کو اپنا والی قرار دیا۔

آیت ۳۔ ضل۔ مستہلک ہو گئیں جو
دیکھو کس قدر ایجادیں ہو رہی ہیں۔ مگر
وہ تمام جسمانی راحتوں کے متعلق ہیں۔
روحانیات سے بہرہ نہیں۔ ان کی ساری
کوششیں اس دنیا کی زندگی میں خرچ
ہو گئی ہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم
روپیہ جمع کرنے کا خیال چھوڑ دو کہ اس
کا انجام سوائے دکھ و مشکلات کے نہیں۔

یحسنون صنعا۔ اس قوم نے
کاریگریوں کو وہ حسن دیا ہے کہ باوجود شاید
پنہاری کا پیشہ کیسا ذلیل تھا۔ مگر دانے
پیسنے کی کلوں نے اسے کیسا معزز بنا دیا۔
کہ آج ملر لوگ بڑے معزز امراء اور
رائے بہادر کہلاتے ہیں۔ لوہار بھی
کمین ہی سمجھے جاتے تھے۔ مگر اب تو
جو اعزاز و اکرام آئرن ورکس والے رکھتے
ہیں وہ ظاہر ہے۔

جراحی۔ حجاموں کے سپرد تھی۔ مگر
اب تو سرجن کہلاتے ہیں۔ جولاہے بھی
ذلیل تھے۔ مگر اب تو یہ پیشہ ایسا معزز
ہوا۔ کہ ملکوں کو خرید سکتے ہیں۔ (لاہور
میں رائے میلارام صاحب اگر ہندی
لفظ کا استعمال ان کے واسطے جائز ہو
تو جولاہے ہی ہیں۔ ایڈیٹر)

یہ سب آیات اشارہ کرتی ہیں کہ
دجال ایک کاریگروں کی قوم کا نام ہے۔

آیت ۴۔ وزنا۔ ان کے اعمال کو
ترازو میں تولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ سب
کچھ اس دنیا میں لے چکے۔ انہوں نے
آئندہ کے واسطے کوئی میزان بقایا نہیں
چھوڑا۔ کریڈٹ بیلنس credit Balance
ان کے نام کوئی نہیں۔ سب لے چکے۔
باقی کیا ہے۔ جس کے واسطے حساب
دیکھا جاوے۔ یا بیلانس Balance
کی پڑتال کی جاوے۔ ایڈیٹر)

سورۂ مریم

(رکوع ۴)

آیت ۱۔ کھیعص۔ اسمائے الٰہی۔ کریم
ہادی۔ یجیر و لا یجار علیہ (عالم۔ عزیز۔ عادل)
کی طرف ان حروف میں اشارہ ہے۔ صادق
الوعد ہے۔ نیز ان آیات میں ان انبیاء

کا ذکر ہے۔ زکریا۔ ہود۔ ادریس اسمٰعیل
اور ص سے مراد صداقت انبیاء ہے۔
عراق عجم۔ عراق عرب۔ عرب اور شام
کے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

آیت ۲۔ رحمت ربک۔ کتنے لوگ
ہیں جن کے ہاں اولاد ہے۔ مگر انکا خیال
اس طرف نہیں جاتا۔ کہ یہ ان کے رب
کی رحمت ہے۔

آیت ۳۔ خفیاً۔ چلا کر۔ دعا کرنے
چلا اُٹھا۔

آیت ۴۔ قال رب۔ دعا کا طریقہ
بتلایا ہے۔ وھن العظم لکھا ہے کہ
ستر سے کچھ زیادہ عمر ہو گئی تھی۔ بس میری
عمر کے برابر ہوں گے۔ وھن کے معنے
ضعیف ہو گئیں۔ پتلیاں ہو گئیں۔

شقیاً۔ ناکام۔

آیت ۵۔ خفت الموالی۔ قوم میں
کوئی نیک نظر نہیں آتا۔

آیت ۶۔ یرثنی۔ وہ علم وہ نبوت
جو تو نے مجھے اور ہمارے آباؤ اجداد کو
بخشی ہے۔ ان کا وارث بنے۔

آیت ۷۔ بغلٰم۔ لڑکا جو تیرے
سامنے ہی جوان بھی ہوگا۔

یحیٰی۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ
احیاہ اللہ۔ بالایمان۔ ایمان کے ساتھ
لمبی زندگی پائے۔

آیت ۸۔ انی یکون لی غلٰم۔ یہ
کلمہ یاس نہیں کہ خدا تعالیٰ فرما چکا ہے
انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم
الکافرون۔ بلکہ یہ دعا کو عاجزانہ بنانے
کا رنگ ہے۔

وقد بلغت من الکبر۔ یعنے نکاح
ثانی بھی اب نہیں ہو سکتا۔

عتیاً۔ اس حد سے آگے جو صحبت
کے لائق ہو۔

آیت ۱۰۔ لا تکلم الناس۔ باتیں
چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح سے
خاص قسم کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ محراب۔ لڑائی کا ہتھیار۔
عبادت گاہ۔

اوحیٰ۔ جلدی جلدی یہ بات کہی۔

آیت ۱۲۔ یٰیحییٰ۔ درمیانی بات
چھوڑ گئے کہ قرآن مجید قصہ نہیں کہتا۔

حکم۔ حکمت کی بات۔

صبیاً۔ چھوٹا ہی تھا۔ کہ دانائی
کی باتیں کرتا۔

آیت ۱۴۔ جبارا۔ بگاڑ کرنیوالا۔

آیت ۱۵۔ ویوم یموت۔ دیکھئے یہ
مقام مضارع ہے اور قابل یادداشت
یحییٰ اموات میں داخل ہے اور اسے یموت فرمایا۔

(رکوع ۵)

تمہید۔ ناامیدوں کو امیدیں دلانے والا ہے۔ حضرت زکریا کی طرح مریم کا حال تھا۔ اسی طرح مکہ میں مدت سے بُت پرستی کا زور تھا۔ کہاں امید ہو سکتی تھی کہ وہاں ایک نبی پیدا ہوگا۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں فرمایا ہے کہ جس طرح ایک مطلقہ تباہ روزگار عورت ہو اسی طرح مکہ کا حال ہے۔ مگر میں خاوندوالی سے زیادہ بھاگ لگاؤں گا۔ اعلےٰ درجہ کے شہر عروس البلاد کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یسعیاہ کی ۴۲-۵۴ کی ۶ بابوں میں فرمایا ہے۔ اور ایک نبی کے ذریعہ سے عرب کی روحانی ترقی کی پیشگوئی کی ہے۔

آیت ۱۔ انتبذت۔ انفردت خرجت تنہا ہوئیں۔ نکلیں۔ جن میں تھیں ان سے الگ ہوئیں۔

شرقیاً۔ شرقی کے معنے واسعًا۔ فصیحًا بہت لغتوں میں پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ تنگ مکانوں میں دھوپ کھل کر نہیں پڑتی۔ پس شرقی وہ مکان ہے جس پر سورج اشراق کرتا ہے۔

آیت ۲۔ من دونہم حجاباً۔ ان لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ یعنے یہ الگ رہنے لگیں۔

روحنا۔ ہمارا کلام۔ چنانچہ بہت فرشتوں کے ذریعے یہ کلام پہنچا اس لئے نا فرمایا۔ واذ قالت الملائکۃ ان اللہ یبشرک۔

فتمثل۔ جبرئیل کا تمثل نبی کریمؐ کے سامنے بھی آیا۔

آیت ۴۔ کذلک۔ یہ بات بھی سچ ہے اور خدا کا کلام بھی سچ۔

مقضیا۔ حکم جاری ہوا ہے۔

مکانا قصیا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ وہ مصر تھا۔ ابن جریر میں بھی اس کا ذکر ہے۔

نسیاً منسیاً۔ میں ترک کر دی جاتی۔ حالت اضطرار میں کلمہ منہ سے نکلا۔

آیت ۹۔ سریاً۔ چشمہ۔ چھوٹی نہر۔ سریّ سردار کو بھی کہتے ہیں۔

آیت ۱۲۔ فاتت بہ۔ مصر میں بہت مدت رہے۔ پھر وہاں سے کنعان میں آئے۔

تحملہ۔ اٹھا لائیں۔ جس اونٹ پر تھیں پیچھے یہ تھیں۔ اور آگے وہ۔ جیسا کہ پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ میں ہے۔ اذا ما اتوک لتحملہم قلت ما اجد ما احملکم علیہ۔ اس وقت حضرت عیسےٰ کو نبوت مل چکی تھی۔

فریاً۔ یہ فقرہ ذم کا بھی ہے اور مدح کا بھی۔ تو گویا لوگوں نے کہا کہ بہت عجیب

لڑکا لائی ہو۔ کیوں نہ ہو باپ ماں جو نیک تھی۔
آیت ۱۲۔ ھٰرون۔ قوم کے بزرگ کے نام پر لوگوں کے نام ہوتے ہیں جیسے گیلانی سید خواہ وہ پشتون سی پنجابی ہوں۔
آیت ۱۴۔ کان فی المھد۔ یہود علماء بڑے بڑے آدمی تھے۔ حقارت سے کہا یہ کل کا لونڈا ہے اس سے کیا باتیں کریں۔
آیت ۱۵۔ آتانی الکتب۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ (عیسٰے) کو نبوت مل چکی تھی۔ کتاب سے مراد توریت ہے۔ توریت کا علم عطا ہوا۔
آیت ۱۶۔ اینما کنت۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کو بہت سے ملکوں میں سیر کرنا تھا۔ مصر۔ کنعان۔ کشمیر وغیرہ۔
قصہ لکھا ہے کہ یحییٰ کو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے دعا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے اچھے ہو۔ مسیح نے کہا کہ میں نے سلامتی کا دعوےٰ تو آپ کیا ہے۔ والسلام علیّ۔ مگر تیرے لئے خدا نے سلامٌ علیہ فرمایا۔ اس لئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ یہ صوفیاء کا ذوقی لطیفہ ہے۔
آیت ۲۰۔ سبحنہ۔ یہ ایک دلیل ہے کہ بے جرم کو پکڑنا اور مجرم کو چھوڑنا سبحانیت کے خلاف ہے۔ اس میں ابطال کفارہ ہے۔

آیت ۲۵۔ نرث الارض۔ تمام ملکتوں اور جائدادوں کی ملک پر غرور کرنے والے اس آیت پر غور کریں۔

(رکوع ۳)

تمہید۔ حضرت ابراہیم کی زندگی مومنوں کے لئے نہایت عمدہ اسوہ حسنہ ہے۔ بلحاظ خوراک۔ پوشاک۔ قطع وضع۔ خصائل فطرتی عزت۔ مقبولیت عامہ۔ ذکر خیر۔ اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اس تمام کامیابی کا گر بتایا ہے کہ ابراہیم صدیق تھا جس کے ادنےٰ معنے راست گفتار کے ہیں۔ ہر مضبوط کام جس کا نتیجہ عمدہ ہو اسے عرب صدق کہتے ہیں۔
آیت ۱۔ واذکر۔ اس کتاب میں حضرت ابراہیم کا ذکر کردو۔ حضرت ابراہیم کوسہ میں رہتے تھے۔
آیت ۲۔ اب۔ چچا۔
آیت ۳۔ لم تعبد۔ شمس کی چندر ماہ کی۔ مرکری کی پرستش کی جاتی ہے پھر ان سے اُتر کر ان ہیکلوں میں۔
مالا یسمع ولا یبصر۔ مسلمانوں میں بھی لوگ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ پڑھتے ہیں۔ یہ باتیں کچھ نفع نہیں پہنچاتیں۔
آیت ۴۔ سویا۔ ہر ایک طرح کی افراط و تفریط سے بچی ہوئی راہ۔
آیت ۶۔ الشیطن ولیا۔ پہلے آدمی

خود بدی کرتا ہے۔ تب خبیث روحیں (شیطان) اس کے یار و آشنا بنجاتے ہیں۔

آیت ۷۔ لارجمنك۔ سنگسار کرنا ترجمہ نہیں بلکہ لاشتمنک میں تجھے گالی دوں گا۔ یہاں جو ترجمہ لکھا ہے ٹھیک نہیں کیونکہ یہ معنے صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین نے نہیں کئے۔

ملیّا (۱) سویا سلیماً۔

آیت ۸۔ قال سلٰمٌ علیك۔ دیکھو کیا شستہ زبانی اور خوش بیانی ہے۔ باوجود مباحثہ کے ایک دوسرے کا ادب ملحوظ رہا ہے۔

آیت ۱۰۔ فلما اعتزلھم۔ ملک شام میں چلے گئے۔ ان سے الگ ہو گئے۔

(رکوع ۷)

تمہید۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اولاد ابراہیم میں حضرت موسےٰ سے خصوصیت کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے ان کا ذکر خاص غور کے قابل ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس مشابہت کا ذکر فرمایا۔ مثلاً رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔ (۲) فامن علی مثلہ واستکبرتم (۳) ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم۔

اس مشابہت کا ذکر اس لئے فرمایا تا عیسائی و یہودی اپنے مانے ہوئے رسول حضرت موسےٰ کے معیار صداقت پر اس نبی کو پرکھ لیں۔

آیت ۱۱۔ واذکر۔ اس کتاب (قرآن شریف) میں حضرت موسےٰ کا ذکر لوگوں کو سناؤ۔

کان مخلصاً۔ حضرت نبی کریمؐ کے اخلاص کا ذکر بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔ دنیٰ۔ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔

عرب میں ایک رسم ہے۔ جو دو دوست بننا چاہتے ہیں۔ تو عمائد کو جمع کر کے اپنی اپنی کمانیں ملاتے اور اس میں ایک سا تیر رکھتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ جو تمہارا دوست ہمارا دوست۔ جو تمہارا دشمن وہ ہمارا دشمن۔

جناب الٰہی سے بھی تعلقات اخلاص ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مخلصین کے لئے خدا تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر تو میری طرف چل کر آئے تو میں دوڑ کر آؤں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کوئی مخلص دنیا میں بھی ایسی مشکلات میں پڑا ہو۔ جن کا انجام اس کے حق میں برا ہو

آیت ۵۲۔ الایمن۔ بایمن۔ برکت والی۔ نجیا۔ بلند مقام پر پہنچنے والا۔ نجبت

و پیار کی مخفی باتیں کیں۔

(اس قرآن مترجم پر ایک حاشیہ ہے۔ اس کو میں نے کاٹ دیا۔ کیونکہ اس مترجم کو یہ وہم ہوا ہے۔ کہ کلام بغیر وساطت فرشتہ ہوئی۔ حالانکہ سب سے اعلےٰ وحی وہی ہے جو فرشتوں کیساتھ ہو) نا۔ کا لفظ جب ہوتا ہے۔ کہ فرشتے بھی ہوں۔

آیت ۳۔ اخاہ ھٰرون نبیًّا۔ اخوت خاص برکات کا موجب ہے۔ جن کے بھائی نہیں ہوتے۔ خواب میں ان کے بازو کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بعض فیضان جماعت و اخوۃ کے ساتھ خاص ہیں کہ بغیر اس اخوۃ کے وہ نازل ہی نہیں ہو سکتے۔

ہمارے حضرت صاحب بھی کئی مخلصین کو اخی کر کے لکھتے تھے۔

آیت ۴۔ صادق الوعد۔ یہاں ایک روایت لکھی ہے۔ کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آتا ہوں آپ یہاں ٹھہرو۔ آپ نے کہا اچھا۔ ایک سال تک کھڑے رہے۔ یہ جھوٹی روایت ہے کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

آیت ۵۔ کان یامر اھلہ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ واصطبر علیھا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ قسم قسم کے پیرایوں میں کہتا ہی چلا جاوے۔

آیت ۷۔ ادریس۔ آپ کا دوسرا نام اخنوک ہے۔ حضرت نوح سے پہلے ہوئے تھے۔ یہوواہ کے پہلے خط کے ۱۴ باب میں ان کا ذکر ہے۔

رفعنہ مکانا علیا۔ ہم نے عظیم الشان رفعت (مرتبہ) دی تھی۔

آیت ۸۔ سجّدًا۔ فرمانبرداری کے لئے گر پڑتے۔

ایک عجیب کہانی حضرت الیاسؑ کے متعلق لکھی ہے۔ کہ ملک الموت سے کہا کہ جان نکال کر دکھاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ خود آپ بہشت میں گئے۔ پھر واپسی سے انکار کر دیا۔ ایسی کہانیاں یہودیوں کی شرارت سے غالباً اسلامی تفاسیر میں داخل ہوئی ہیں۔

آیت ۹۔ خلفٌ۔ ل کے سکون کے ساتھ گندے پیچھے آنیوالے۔ خلف ل کی فتح کے ساتھ۔ نیک لوگ پیچھے آنیوالے۔

غیًّا۔ جہنم کا نام ہے۔

آیت ۱۱۔ مأتیا۔ آنے والا۔

آیت ۱۳۔ جنّۃ۔ اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ ارض مقدس کے مالک مسلمان ہوں گے:

آیت ۱۴۔ نتنزل۔ اس کا فاعل
۱۔ مومن ہیں بہشت میں داخل ہونے
کے وقت یا ۲۔ جبرائیل یا مراد مسلمانوں
کا نزول ہے اس ملک میں۔
آیت ۱۵۔ اصطبر۔ عبادت پر
استقلال کرو۔
سمیًا۔ ہمنام۔ ولد۔

(رکوع ۸)

آیت ۱۔ الانسان۔ وہ انسان جو
قیامت کا منکر ہے۔ ایسا کہتا ہے بعض
انسان اپنے افعال سے ظاہر کرتے ہیں
کہ مرکر جی اٹھنے کا خیال انکیں بہت کمزور ہے
آیت ۲۔ اولا یذکر۔ لسوف اخرج
کا جواب دیتا ہے کہ پہلے بھی تم لم یکن
شیئًا مذکورًا ہی تھے۔
آیت ۳۔ فوربک۔ وہ رب جس
نے تم کو عدم سے وجود دیا۔ پھر نیست
کر کے وجود میں لاسکتا ہے۔ ربوبیت
الٰہی کا تقاضاء ہے کہ جو ناقص گیا ہے
وہ کامل ہو اور جو کامل ہوگیا وہ ترقی کرے
حول جہنم۔ اس سے بھی ثابت
ہے کہ الانسان سے مراد وہی انسان
ہیں جو منکران قیامت و خدا ہیں دنیا
میں بھی کوئی بدکار سکھی نہیں دیکھا گیا۔
گویا یہاں ہی یہ گروہ حول جہنم ہی ہے۔

آیت ۴۔ عتیًا۔ متمرد۔ سرکش۔ احکام
نہ ماننے والے۔
آیت ۵۔ وان منکم الا واردھا۔
منکم کے مخاطب وہ لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں
اذا مامت الخ یہ غلط ہے کہ متقی بھی
دوزخ میں جائیں گے۔ بلکہ صرف کفار
جائیں گے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے یوم
نحشر المتقین الی الرحمان وفدًا
ونسوق المجرمین الی جھنم وردًا۔
یہاں تمیز کردی۔ پھر فرمایا۔ ان الذین
سبقت لھم الحسنیٰ اولئک عنھا
مبعدون لا یسمعون حسیسھا
وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون
یعنے متقی تو دوزخ کی بھنبھناہٹ تک
نہ سنیں گے۔ ان منکم سے یہ مراد ہے
کہ اے منکران قیامت تم سب دوزخ
میں جاؤ گے۔ ثم ننجی سے یہ مطلب ہے
کہ پھر ہم تمہیں ایک اور بات بتائیں۔
وہ یہ کہ متقی نجات پائیں گے۔
آیت ۶۔ حتمًا مقضیًا۔ لازمی اور
واجب یہ امر ہے۔
آیت ۹۔ اثاثًا۔ گھر کا اسباب۔
آیت ۱۴۔ سنکتب۔ ہم محفوظ رکھینگے۔

(رکوع ۹)

تمہید۔ کچھ علم انسان آنکھ کے ذریعے

سے حاصل کرتا ہے کچھ کان کے ذریعے
کچھ ناک کے ذریعے کچھ لمس کے ذریعے۔
لیکن ایک علم ان حواس خمسہ کے
علاوہ کسی اور ذریعے سے حاصل ہوتا ہے
جو بہت ضروری ہے اور جس کی تڑپ
انسان کی فطرت میں ہے۔ مگر حواس
ظاہری اس کے حصول کی راہ میں رہ
جاتے ہیں۔ انبیاء نے ایسے حواس پائے
ہیں۔ جو دوسری دنیا کے حالات سے ہمیں
آگاہ کریں۔ شیاطین ان باتوں کو نہیں
مانتے۔ اور دوسروں کو بھی اس پاک
گروہ کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔
آیت ۱۔ الم تر۔ کیا تم یہ بھی جانتے ہو۔
تؤزھم۔ اکساتے۔ ابھارتے۔ اغراء۔
علی الکافرین۔ پہلے انسان اپنے
اندر کفر کی حالت پیدا کرتا ہے۔ پھر شیطان
اس پر آتا ہے۔
آیت ۳۔ وفداً۔ جیسا کہ بادشاہ
کے پاس ایلچی آتے ہیں۔
آیت ۵۔ من اتخذ عند الرحمٰن
عہداً۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ
۲۵ پارہ سورہ زخرف اخیر رکوع میں ولا
یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ
الا من شہد بالحق وھم یعلمون یعنی
وہ شفیع ہوگا۔ جو آج کل حق کی گواہی دے

رہا ہے۔ اور اسے سب جانتے ہیں۔ یعنے
سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
آیت ۷۔ اِدًّا۔ پنجابی لفظ ایڈا غالباً
اسی سے نکلا ہے۔
آیت ۸۔ تکاد السموات۔ یہ پیشگوئی
ہے۔ اور ایسے زلازل اس زمانہ میں یسوع
پرستوں کے جزائر پر بالخصوص آئے۔
ھدًّا۔ سخت۔ آسمان سے وہ عذاب
ہے جو اٹل ہو۔
آیت ۱۰۔ ما ینبغی۔ یہ بات صفت
رحیمیت کے مخالف ہے۔ کہ اس کا کوئی
ولد ہو۔
آیت ۱۴۔ ودًّا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ
خدا کے لئے جب ہم کسی کو چھوڑتے ہیں تو
اللہ بہتر سے بہتر دوست دیتا ہے۔
آیت ۱۶۔ رکزاً۔ پاؤں کی آواز صوت الرجل

سورۂ طٰہٰ

(رکوع ۱۰)

تمہید۔ مومن کے لئے تسلی کی بڑی ضرورت
ہے۔ اور تسلی میں نمونہ سے بڑھ کر کوئی چیز
نہیں۔ صحابہ کرام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے
ہوئے تھے۔ اس حالت میں ان کو حضرت
موسیٰ کا بیان سنایا جاتا ہے۔ کہ کیوں کر
وہ دشمنوں سے محفوظ رہے اور آخر کار

مظفر و منصور ہوئے۔ اس رکوع میں
واعظ کے سہارے کا ذکر ہے۔
آیت ۱ ۔ طٰہٰ۔ جن کو کسی کام کی دھن
لگی ہوئی ہو کہ ضرور ہو جائے اور اس میں
وہ کامیاب ہو۔ ناکامیاب ہو تو تہ کہتے ہیں
آیت ۔ لتشقیٰ۔ تو اور تیرے ساتھی
ناکام رہیں ایسا نہ ہوگا۔
آیت ۲ ۔ تذکرۃ۔ یاد دلانے والا۔
نصیحت۔ جو کچھ فطرت میں ہے اسے یاد دلاتا
آیت ۵ ۔ علی العرش استویٰ۔ وہ
اپنے تخت سلطنت پر بے عیب ہو کر
قائم ہے۔
آیت ۶ ۔ سِرّ وہ ہے جو اسوقت
ہمارے اندر ہے۔ اور اخفیٰ وہ ہے
جو آئندہ حالات میں انسان کے ارادے
ہو سکتے ہیں۔ اور جو خود اس شخص کو
بھی معلوم نہیں۔
آیت ۹ ۔ حدیث۔ شریعت۔
آیت ۱۰ ۔ او اجد علی النار
ھدیً۔ اس آگ پر جو لوگ ہیں۔ شاید
وہ میری راہنمائی کریں۔ جب ہم پرانی
تاریخ دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ
جب کبھی کسی کو مقابلہ کرنا منظور ہوتا۔ تو
وہ مہمانی کرتا ہے اور اپنے دوستوں کو
مدعو کر کے اپنے خطرے سے آگاہ کرتا ہے

دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ پہاڑیوں پر بہت
سی آگ جلا دیتے۔ ع
میاں دو کس جنگ، چون آتش است
پھر بات بڑھی تو بارود وغیرہ میں بھی
آگ ہی ہے۔ پھر رسولوں کے اعداء کے
لئے جہنم آگ ہی ہے۔ حضرت موسےٰ کو ایک
تجلی ہوئی۔ جس کا یہ معنی تھا۔ کہ تم کو اور تمہاری
قوم کو کچھ لڑائیاں پیش آئیں گی۔ اور یہ
قصہ نبی کریم ؐ کو سنایا۔ کہ آپ کو بھی آگ
(جنگ) سے واسطہ پڑے گا۔
آیت ۱۲ ۔ اخلع نعلیک۔ بعض لوگوں
نے یہ مراد لی ہے کہ فرمایا کہ جُوتی اُتار دو۔ اگر
جوتی پاک بھی ہوتی ہے۔ اس کا جواب
ہے کہ گدھے کے چمڑے کی تھی۔ یہ بات
صحیح معلوم نہیں ہوتی۔
صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ حالت کشفی
تھی۔ نعلین سے بیوی اور بچے مراد ہیں۔
کہ اس وقت ہم سے ہمکلامی ہوتی ہے۔
گویا فرمایا بیوی بچے کا خیال چھوڑ کر بالکل
ہماری طرف آجاؤ۔ چنانچہ اسی محاورے
کے مطابق روحانی نفسانی تعلقات کے
بارے میں ایک کتاب خلع النعلین لکھی گئی ہے
آیت ۱۵ ۔ اکاد اخفیہا۔ ایک پادری
نے اخفیٰ کے معنے چھپانے کے لے کر ایک
مولوی پر اعتراض کیا ہوا تھا۔ میں بھی وہاں

پہنچا۔ مَیں نے یہ ترجمہ کیا۔ قریب وہ زمانہ ہی
کہ اس کے خفاء کو ہم دور کر دیں۔ خفی کے
معنے چھپنے کے ہیں۔ اخفیٰ کے معنے خفا
دور کرنے کے ہیں۔ (باب افعال سے
جو بمعنے سلب آتا)

آیت ۱۳۔ جیسا اخفی البرق لمعًا۔
حضرت موسےٰ کو جب علم حاصل ہؤا کہ
لڑائی ہوگی۔ تو اس کی فکر پڑی۔ خدا تعالیٰ
اس میں کامیابی کی راہ بتاتا ہے۔

آیت ۱۸۔ قال ھی عصای محبوب
سے بات کرنے میں لذت حاصل ہوتی ہی
اس لئے تطویل کی۔

آیت ۱۹۔ القھا یا موسیٰ۔ یہ سب
کشفی واقعہ ہے۔ گویا یہ دکھایا۔ کہ خدا
تعالیٰ تمہیں ایک جماعت دیگا۔ جو تیرے
دشمن کی ہلاکت کا موجب ہوگی۔ وہ ایسی
مطیع ہوگی۔ جیسے تیری لاٹھی۔ اور وہ ایسی
خونخوار ہوگی۔ جیسے یہ سانپ۔

اسلام کو بھی سانپ سے تشبیہ دی۔
اور آپ کے قریہ کو تاکل القریٰ فرمایا۔

آیت ۲۲۔ واضمم یدک۔ حضرت
موسےٰ کو فرمانا۔ اور نبی کریمؐ کو سمجھاتا ہے
کہ تیری بغل میں بھی ایک کتاب ہوگی۔ جو
بالکل بے عیب اور نور مبین ہوگی۔

آیت ۲۴۔ طغیٰ۔ حد سے بڑھ گیا۔

(رکوع ۱۱)

رب اشرح لی صدری۔ شرح صدر
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری
کے لئے دِل طیار ہو جاوے۔ جسکو انشراح
صدر ہوتا ہے وہ (۱) اللہ پر ایمان
ہوتا ہے۔ (۲) ذکر الٰہی کرتا ہے (۳) بہادر
ہوتا ہے (۴) آنکھ۔ زبان۔ اعضاء کسی
امر لغو کا مرتکب نہیں ہوتا (۵) اللہ کی
طرف جُھکا رہتا ہے (۶) مخلوق سے احسان
کرتا ہے (۷) دانا ہوتا ہے (۸) عجز اور
کسل کا اس میں نام نہیں ہوتا۔ (۹) متوکل
علے اللہ ہوتا ہے (۱۰) سخی والا ہوتا ہے

مومن کو چاہیئے۔ کہ ہدایت کا علم سیکھے
اور سکھائے (ب) شبہات کو دلائل دعا
اور تدبیر سے دور کرے۔ (ج) خواہشوں
اور شہوتوں میں شیطان کا مقابلہ کرے۔
(د) زبان۔ جان۔ مال سے اللہ کے دشمنوں
کا مقابلہ کرے۔

واحلل عقدۃ من لسانی۔ عقدۃ
اللسان کلام میں روانگی نہ ہونے کا نام ہے۔
وفتنّٰک فتونا۔ تجھے ہمیشہ مصفا
بناتے رہیں۔

قولًا لیّنًا۔ کیونکہ اس کو بادشاہ
بھی میں نے ہی بنایا ہے۔ پس اس کی شاہی
مزاج اور درباری قوانین کا لحاظ رکھو۔

بآیَۃٍ۔ اس آیت کا ذکر ساتھ ہی کر دیا ہے۔ کہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ سلامتی کا نزول اسی پر ہے۔ جو ہدایت کے تابع ہوا۔ اور عذاب اس پر جس نے حق کو جھٹلایا۔ اور نہ پھرا۔ آخر فرعون عذاب میں گرفتار ہو کر غرق ہوا۔ اور حضرت موسےٰ سلامت رہے جس سے دنیا پر ثابت ہو گیا۔ کہ ہدایت پر کون ہے۔

(رکوع ۱۲)

منہا نخرجکم۔ اس میں حشر اجساد کا اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس سے پہلے منہا خلقنٰکم بھی فرمایا۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ و لکم فی الارض مستقر۔

یہ ایک بحث ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو وہ چیز جو اس کے اندر رہتی ہے۔ وہ کہاں جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کے مطابق جسم و مکان ہوگا بعض کی نسبت عرش کی قندیلوں میں ہونا لکھا ہے۔

قبر اس مکان کا نام ہے جہاں یہ نفس بعد الحیات اپنے اعمال کے مطابق رہتا ہے۔

ثم اماتہ فاقبرہ۔ آیت سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کونسی قبر ہے جس میں میت کو حسب اعمال آرام یا دکھ پہنچتا

پس اس قسم کے اعتراض کہ ہمیں قبر میں بچھو سانپ کاٹنے والے اور آگ نظر نہیں آتی وغیرہ حل ہو جاتے ہیں۔

فکذب۔ تکذیب رُسل بڑا بھاری جُرم ہے۔ فرماتا ہے من اظلم ممن افترٰی علے اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ۔

وابیٰ۔ انکار بہت سے خطرناک جُرموں کی اصل ہے۔ ابلیس کی نسبت فرمایا استکبر وابیٰ۔ انسان جب تکذیب کے بعد بدظنی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو انکار پر کمر باندھتا ہے۔

لتخرجنا من ارضنا۔ یہ فرعون کی چالاکی تھی۔ الزام بغاوت لگا کر اپنی تمام قوم کو حضرت موسےٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔

مکاناً سُوًی۔ وہ مکان میرے اور آپ کے لئے مساوات کا رنگ رکھتا ہو۔ یعنی میری وجاہت اور آپ کی غربت کا فرق نہ رہے۔ یہ بات فرعون کی فراخ حوصلگی پر دال ہے۔ ایک طرف اپنی قوم کو بھڑکاتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ منصفانہ بات۔ مسلمانوں کو مباحثات میں ایسی باتوں کا خیال چاہیئے۔ مگر افسوس کہ وہ بہت تنگدل ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو بھی مسجد میں گرجا کر لینے کی اجازت دی تھی؛

وان یحشر الناس ضحیً ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مکہ کو ماہ رمضان میں عید کے قریب ضحیٰ کے وقت فتح کیا۔ اور مکہ کی نسبت سواءٍ للعاکفین ۔ آچکا ہے۔ یہ قصہ گویا پیشگوئی کے رنگ میں ہے۔

کیدہٗ ۔ ہر قسم کی تدابیر جو وہ اپنی فتحمندی کے لئے کرسکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں پوچھا ہے کہ ما تکیدون تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم خندق کھودیں گے۔

ویذھبا ۔ یعنے ملک کے علاوہ تمہارے مذہب کو بھی برباد کرنے پر تلا ہے۔

اما ان تلقی ۔ صوفیاء نے لکھا ہے یہ ادب ان کے کام آیا۔ اور وہ مسلمان ہوگئے۔

انہا تسعٰی ۔ حبال وعصی کے رنگ میں جو کچھ تدابیر جمع کر رکھی تھیں وہ لوگوں کو ایسا خیال پڑاتی ہیں کہ وہ مظفر و منصور ہونے میں سعی کررہی ہیں۔

فاوجس فی نفسہ خیفۃ ۔ یہ ڈر نہیں تھا۔ کہ ہم پر غالب ہوجائیں گے۔ یا خدا کا دین باطل ہو جائیگا۔ بلکہ انبیاء کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے۔ کہ لوگ کم فہمی سے ابتلاء میں پڑ کر دین حق سے محروم رہ جاویں گے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی وتخشی الناس واللہ احق ان تخشیٰ آیا ہے۔ وہاں بھی یہی معنے ہیں۔ کیونکہ آگے الذین یبلغون رسالات ربہ لا یخشون احداً الا اللہ ۔ فرمایا۔ قرآن کریم میں ایسی کئی نظیریں ہیں ووجدک ضالاً بھی فرمایا۔ اور ما ضل صاحبکم بھی آیا ہے اور انک لا تھدی بھی فرمایا اور انک لتھدی بھی۔

فی یمینک ۔ یعنے ہم نے تجھ کو جو کچھ راستبازی کی قوت کے اندر انعام دیا ہے اس سے کام لے کر ان تمام حیلے حوالوں کو باطل کردو۔

انہ لکبیرکم ۔ یہ چالاک لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ ناکام رہ کر وقت پر ندامت مٹانے کے لئے جھٹ کوئی بات گھڑ لیتے ہیں۔ مباحثات میں بھی اب ایسے لوگوں کے وارث دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی احتمال نکال کر دلیل کو باطل قرار دے لیتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو شخص بات بات میں احتمال نکالنے کا عادی ہے اس کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں ہوسکتی۔

فاقض ما انت قاض۔ مومن اور کافر کا فرق اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ وہ حالت کفر میں تو کہتے ہیں۔ ائن لنا اجرًا ان کنا نحن الغالبون۔ گویا وہ اپنی تمام کرشمہ نمائی و سحر سازی کا مول چند پیسے سمجھتے ہیں۔ اور فرعون کے تقرب کو بڑا اعلےٰ درجہ کا انعام سمجھتے ہیں۔ یا اب حالت ایمان میں یہ حال ہے۔ کہ کس جرأت سے کہتے ہیں۔ فاقض ما انت قاض انما تقضی ھٰذہ الحیوٰۃ الدنیا۔

مجرمًا۔ قطع تعلق کرنے والے۔

(رکوع ۱۳)

اس رکوع میں قصہ تو موسےٰ کا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کے پیچھے آنے والوں کا نقشہ کھینچدیا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔

ان اسر بعبادی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ حکم ہوتا تھا۔ چنانچہ گویا یہیں اشارہ فرمادیا۔ اور یہ سورۃ مکی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر جیسے پاک بندے کے ساتھ رات ہی رات گئے۔

فی البحر۔ بحر عربی زبان میں کھلے میدان کو بھی کہتے ہیں۔ کلمتہ بحرًا و سیحًا۔ فلاں آدمی سے میں نے بات کھل کے کی۔ سمندر کو بحر بھی اس لئے کہتے ہیں۔ دو محاورے حدیثوں کے اس وقت یاد آگئے ہیں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب رسول کریمؐ کی کچھ مخالفت کی۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ کہ اس بحر کے لوگ اتفاق کر چکے تھے کہ اس کو بادشاہ بنادیں۔ آپ کے آنے سے یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا۔ اس لئے یہ حسد کرتا ہے۔

مکہ و مدینہ میں جو وسیع میدان تھا۔ اس کو بحر کہتے تھے۔

یبسًا۔ موسےٰ جس رستے سے گئے تھے۔ وہ خشک تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ تم اس رستے جاؤ۔ جو سمندر میں خشک پڑا ہے۔

فاتبعہم فرعون بجنودہٖ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بھی لوگ پکڑنے کے لئے دوڑے اور پکڑ کر لانے والے کے لئے ۳۳ اونٹ انعام مقرر کئے۔

ما غشیہم۔ جیسے فرعونیوں پر بلا آئی۔ ویسے ہی مشرکان مکہ پر بھی آئی۔

اضل فرعون۔ وہاں فرعون تھا۔ اور یہاں ابوجہل۔

المن۔ بے محنت رزق۔

السلوٰی۔ تسلی کی چیزیں۔ شہد۔ بعض بٹیر کو کہتے ہیں۔

وما اعجلک۔ اس موقعہ کا ذکر ہے جب موسےٰ طور پر گئے تھے۔ ہمارے نبی کریمؐ بھی دنیا سے جلدی چل دیئے ہم بھی ان کے پیچھے آخر وہیں حاضر ہونے والے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان بھی فتنہ میں پڑے۔

افلا یرون الا یرجع۔ یہ اس کے معبود ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کہ اللہ تو وہ ہے جس کے آگے تم تضرع کرو۔ تو وہ جواب دے۔

(رکوع ۱۴)

فتنتم بہ۔ برے بھلے کی تمیز کرنے کے لئے یہ ایک ابتلاء آیا ہے

حتیٰ یرجع الینا موسیٰ۔ ہارون بھی رسول نبی تھے۔ اور حضرت موسےٰ بھی۔ مگر ہارون کے سامنے انہوں نے بُت پرستی کی۔ رعب ایک الٰہی فضل ہوتا ہے۔ حضرت موسےٰ کا خوف تو ظاہر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آنے تک ہم اسی بات پر جمے رہیں گے۔ مگر ہارون کو تو اس فعل میں شریک گردانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہارونؑ نے نرمی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت ہارون کی بریت ظاہر فرماتا ہے۔

حضرت علی کی نسبت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ چنانچہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ جیسے ہارون کے ساتھ یہود کا معاملہ تھا ایسا ہی حضرت عثمان کے قتل میں حضرت علی کو شریک گردانا گیا۔ مگر آپ کا دامن بالکل پاک تھا۔

ان آیات سے مجھے حضرت علی کی بریت اور حضرت عثمان کے قتل سے بالکل الگ ہونے کا یقین ہے۔

ان تقول فرقت۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی پر تفرقہ کا الزام غلط ہے اور آپ نے تحکیم جو تسلیم کی۔ تو انہی آیات کے ماتحت۔

یا ابنؤم۔ بہ نسبت باپ کے ماں میں زیادہ محبت و راحت جوش مارتی ہے۔ اس لئے اس سے منسوب کیا۔ تا رحمت کی طرف جھکیں۔

السامری۔ سامرہ ایک قوم کا نام ہے۔

بصرت بما لم یبصروا۔ یعنے میں خوب سمجھتا ہوں۔

فقبضت قبضۃ ... الی سولت لی نفسی

یعنے میں نے اے رسول (موسیٰ) تیری تعلیم توحید سے کچھ لیا تھا۔ اب میں اسے چھوڑتا ہوں۔ کیوں؟ میری مرضی۔

جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی لیکر بچھڑہ بنانا ایک جھوٹی کہانی ہے۔

لا مساس۔ یہ سزا دی ہے۔ کہ جب تو رستے میں چلے۔ تو پوش پوش کہتا جائے۔ یہ جھوٹی کہانی ہے۔ کہ جو اسے چھو لیتا اسے محرقہ بخار ہو جاتا۔

کذالک نقص۔ پیشگوئی فرماتا ہے کہ اسلام میں بھی ایک ہارون ہوگا اس وقت قوم فتنہ میں پڑے گی۔ ایک سامری ہوگا۔ عبداللہ بن سبا م یمن کا رہنے والا یہودی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے از راہ شرارت اظہار اسلام کیا۔ بصرہ کوفہ میں گیا۔ اور عثمان کے مطاعن یاد کر لئے شام تک گیا۔ حضرت معاویہ نے اسے مدینہ میں قید کر دیا حیلے حوالے کر کے چھوٹا تو مصر میں گیا۔ وہاں قوم کو بھڑکایا۔ اور عثمان کے عزل پر لوگوں کو بہکایا۔ مگر وہ سامری آخر میں ذلیل ہوا۔

عشرًا۔ ہم دنیا میں دس صدیاں رہیں۔ یہ ایک خاص قوم کی نسبت پیشگوئی ہے ؛

الا یومًا۔ یوم ہزار برس کا ہوتا ہے۔
(رکوع ۱۵)

آیت ۱۰۵ جبال۔ بڑے آدمی۔ عرب میں ایسے نام بھی رکھے جاتے ہیں۔

واقعہ۔ ایک آدمی کا ذکر ہے۔ جسے امر بالمعروف کا شوق تھا۔ کہ اس نے ایک امیر کے ملازم (جو اس کے منہ چڑھا تھا) کے ہاتھ میں ایک غیر مشرع چیز دیکھی۔ تو اسے پکڑ کر توڑ دیا۔ امیر نے اس قسم کی چیز اپنے ہاتھ میں لی۔ اور واعظ کو بلایا۔ اور پوچھا کہ آپ نے ہمارے آدمی کی چیز توڑ دی ہے کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ کیوں؟ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہٖ۔ ومن لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ۔ وذلک اضعف الایمان۔ ترجمۃ جو کوئی تم میں سے کوئی غیر مشروع امر دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے بدلے۔ اتنی طاقت نہ ہو۔ تو زبان سے سمجھائے۔ یہ بھی نہ ہو تو دل سے بُرا منائے۔ اور یہ سب سے بڑھ کر ضعیف ایمان ہے

اس پر اس امیر نے کہا۔ میرے ہاتھ میں بھی وہی چیز ہے۔ وہی سلوک اس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا آپ کو سمجھانے والے کا ذکر قرآن شریف میں لکھا ہے اس نے پوچھا۔ کہاں۔ تو اس نے یہ آیت پڑھی۔

اور اس زور سے پڑھی۔ کہ مارے وہشت کے وہ چیز اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ٹوٹ گئی۔

ینسفہا۔ انکو اللہ تعالیٰ اڑا دیگا۔

آیت ۳۔ خشعت۔ خوف سے جُھک جائیں گی۔

اِن آیات میں ان سلطنتوں کے متعلق پیشگوئی ہے۔ جو اپنی تدابیر کے گھمنڈ میں آکر کہتے ہیں۔ کہ ہمیں توڑنے والا کون ہے۔

آیت ۴۔ رضی الخ۔ اس کی باتیں پسندیدہ ہیں۔

آیت ۶۔ عنت۔ فرمانبردار ہوں گے۔

آیت ۷۔ فلا یخف ظلما۔ کوئی اس پر ظلم نہ کر سکے گا۔

آیت ۸۔ عربیا۔ کھولکر سنانے والی۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ کھولکر کوئی اور زبان سنانے والی نہیں۔ مَیں نے کہا کہ تم اللہ کا نام کسی اور زبان میں ایسا بتا دو۔ جو خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو اس نے اقرار کیا کہ کوئی نام ایسا نہیں۔ جو محض اس ذات جامع صفات سے مختص ہو۔

یحدث لھم ذکرا۔ نئی نصیحت بھی کرینگے۔ مَیں جب قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔ قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آنیوالی نہیں بس وہی نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

آیت ۹۔ ولا تعجل بالقرآن۔ قرآن میں نبی کے لئے تین باتوں کا حکم آیا ہے۔ یتلوا علیھم اٰیاتہ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ پہلے وہ آیات پڑھیں۔ پھر تعلیم کریں۔ پھر فکر کریں کہ کس تدبیر سے لوگ سمجھیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ پہلے قرآن سنیں۔ ثم ان علینا بیانہ۔ پھر ہمارے ذمے اس کا سمجھانا ہے۔ پھر ایسے دل نشیں کرنا جو اس کی تعمیل کریں۔ اس آیت کے متعلق ایک یہ نکتہ بھی ہے۔ کہ واعظ کے لئے وعظ میں سب سے مقدم قرآن مجید ہے۔ اور اس کے بعد اس کی اپنی تقریر قرآن مجید کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کی جلدی نہ کرے۔

وقل رب زدنی علما۔ جب اس بادشاہ کے لئے یہ حکم ہے تو ہماری کیا بساط ہے۔ اس لئے مَیں قرآن شریف پڑھتے ہوئے یہ دعا بالالتزام پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ دعائیں ملاتا ہوں۔

(۱) سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا

(۲) اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک۔ انک تھدی من تشاء

الی صراط مستقیم (۳) رب اشرح
لی صدری ویسر لی امری۔
فنسی۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ
آدم باوجود حکم تاکیدی کے کس طرح بھول
گیا۔ میں انہیں پوچھتا ہوں۔ گھر سے
اہتمام کے ساتھ مسجد میں دو رکعت
نماز پڑھنے آتے ہیں۔ اور پھر اس میں
سہو ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟
ولم نجد له عزما۔ حضرت آدم
علیہ السلام نے گناہ کا ارادہ نہ کیا تھا۔
ارادہ سے اس شجرہ کو نہیں کھایا۔

(رکوع ۱۶)

آیت ۱۔ آدم سے مراد عظیم الشان
انسان ہے۔ جیسا حضرت نوحؑ۔ حضرت
ابراہیم علیہما السلام۔
اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔
آیت ۲۔ فتشقی۔ تو تھک جائے۔
تجھ پر بڑی مصیبت پڑے۔
جنة۔ ملک آرمینیا۔
آیت ۳۔ لا تجوع۔ قحط کا خوف نہیں۔
لا تعری۔ ایسی عمدہ آب و ہوا ہے
کہ کپڑے نہیں اتارنے پڑے۔
آیت ۴۔ ولا تضحی۔ شدید دھوپ۔
آیت ۵۔ شیطن۔ ابلیس کا مظہر ہے۔
ملک لا یبلی۔ ہمیشہ کی سلطنت۔

آیت ۷۔ فبدت لهما سوآتهما۔
ان پر اپنی کمزوریاں ظاہر ہوگئیں۔
بعض باتوں میں عقل و قیاس سے
کام لینا ایک قسم کی جرأت ہے۔ جو میں
ناپسند کرتا ہوں۔ اس لئے اس کی حقیقت
حوالہ بخدا ہے۔ اتنا ثابت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ
اپنے بندوں کو چند اوامر چند نواہی دیتا
ہے۔ خبیث روح ان کے خلاف منصوبے
کرتی ہے۔ انکو تکلیف پہنچاتی ہے ان
کے ساتھیوں کے عیش کو مکدر کرتی ہے
گو آخر منہ کی کھاتی ہے۔ خود نبی کریمؐ کی
زندگی کے واقعات سے یہ قصہ کھل سکتا
ہے۔ آپ اپنی بی بی خدیجہ کے ساتھ آرام
سے بسر کر رہے تھے۔ دعوئے نبوت کے
بعد ان کے خلاف جوش اٹھا جس سے
اپنی کمزوریوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔
اور پھر اس کمزوری کے دور کرنے کی
کوئی نہ کوئی سچائی کا پتہ اپنے اوپر لیتے ہیں
پتہ جلد خشک ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ
مراد ہے کہ پہلے اپنی طرف سے دلائل دیتے
ہیں۔ جو کمزوری ہوتی ہے۔ آخر خدا سے
مدد پا کر مظفر و منصور ہوتے ہیں۔
وعصیٰ آدم۔ مسلمانوں میں دو
مذہب ہیں۔ ایک شیعہ ان کا عقیدہ ہے
کہ امام جو ہوتا ہے وہ تمام قسم کے گناہوں

ہے۔ صغیرہ۔ کبیرہ۔ عمداً۔ خطا۔ سہو سے
معصوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی
عجیب اعتقاد ہے کہ تقیۃً خواہ بُت کے
آگے سجدہ کرے یا کلمۃ الکفر کہہ لے۔
یہ جائز ہے۔

خوارج کے نزدیک ایک طرف اتقا
کا یہ اہتمام ہے کہ عورت کی طرف نظر اٹھا
کر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ گناہ
کفر ہے۔ مگر دوسری طرف خلفاء راشدین
میں سے دو کو انہوں نے ہی قتل کیا۔ سُنّی
مذہب والوں کو عجیب عجیب مشکلات
پیش آئے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کچھ
لوگوں نے یہ کہا ہے کہ انبیاء سے ارتکاب
گناہ بعد نبوت نہیں ہوتا۔ قبل از نبوت
ممکن ہے۔ ان کے متکلمین نے کہا ہے
کہ عصی خلاف ورزی کا نام ہے۔

اشرت الیہ علی امر ولٰکن عصانی
فلاں آدمی کو میں نے مشورہ دیا تھا۔ مگر
اس نے مانا نہیں۔ الفلان اشرت
الیہ بشرب الدواء ولٰکن المریض
عصانی یہ نہیں بولتے کہ فصار عاصیانی
اسی طرح آدم کے حق میں عصیٰ فرمایا عصانی
عاصیانی نہیں کہا۔ میرا اپنا اعتقاد یہ ہے
کہ مومن کی نسبت۔ اولیاء کی نسبت انبیاء
کی نسبت۔ محسنون۔ مقربوں کی نسبت

جرم کا لفظ کبھی نہیں آتا۔ اسی طرح جناح
کا لفظ بھی نہیں آتا۔

یخصفٰن۔ لینے لگے۔

غوی۔ فسد عابہ عیشہ زندگی میں آپ
کو تکلیف پہنچی۔ (دیکھو لسان العرب) بڑے
بڑے مشکلات میں پھنسے۔

آیت ۹۔ معیشۃً ضنکًا۔ مخالفین
رسول رفتہ رفتہ تنگ دست ہو جاتے ہیں
آیت ۱۱۔ تنسیٰ۔ ترک کیا گیا۔

(رکوع ۷) ۱۱

آیت ۱۔ ولولا کلمۃ۔ عذاب کے لئے
ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرکان
عرب کے بارے میں فرمایا۔ ماکان اللہ
لیعذبہم وانت فیہم۔ پھر فرمایا۔ عسیٰ
ان یکون ردف لکم۔ اور فرمایا۔ لکم
میعاد یوم جس سے ظاہر ہے کہ عذاب
نبی کریمؐ کی ہجرت کے بعد ایک سال
آئیگا۔ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ میں
اس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔ چنانچہ
لکھا ہے۔ کہ قیداریوں کی سال کے بعد
کمر ٹوٹ جائے گی۔

اس آیت میں ان باتوں کو یاد دلایا گیا ہے
لزامًا۔ لازمی آنیوالے عذاب۔

آیت ۲۔ سبّح۔ نماز پڑھو۔
اٰناءِ اللیل۔ مغرب۔ عشاء۔ تہجد۔

اطراف النہار۔ دن کے ڈھلنے سے پہلے اشراق وضحٰی اور بعدہ ظہر۔

اصبر۔ دشمنوں کی ہلاکت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ ایک صبر کرنا۔ دوم نمازیں سنوار کر پڑھنا ہم نے بہت تجربہ کیا ہے۔

لعلك ترضٰی۔ ان نمازوں سے کچھ ایسی بات ملیگی کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

آیت ۳۱۔ ازواجاً منہم۔ قسما قسم کے بے ایمانوں کو۔

نماز کی تفصیل اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید میں تو فصیح ہے۔ اس سے نماز کس طرح ثابت ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب مولٰی علی یا امام حسین بولا جاتا ہے۔ تو اس کا مفہوم جو قائلین شیعہ کے دلوں میں ہے وہ کس طرح کھلا یہ تاریخی روایات و تواتر پر مبنی ہے۔ ورنہ موجودہ لوگوں نے نہ علی کو دیکھا نہ حسین کو۔ مگر یقین سب کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے اور صلوٰۃ کے جو معنے سمجھے اور جیسا کچھ اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے لاکھوں بلکہ کروڑہا مسلمان گواہ ہیں۔ اور قرآن مجید سے بھی زیادہ تواتر کے ساتھ یہ بات ہم کو پہنچی۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوٰۃ کے معنے کیا بیان فرمائے۔ پس اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور کیوں ایک شخص واحد کی جو تیرہ سو برس بعد پیدا ہؤا۔ مان لیں۔ کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ قرآن مجید میں اس کا تفصیلی بیان ہوتا۔ کیونکہ ممکن تھا کہ بعض اسے منسوخ ٹھہراتے۔ مگر ہمارے لئے تعامل سے صلوٰۃ کی ہیئت مخصوصہ مع اذکار قرآن مجید سے بھی زیادہ تواتر کے ساتھ محکم ہو گئی۔ اسلام کے جس قدر فرقے ہیں۔ جن میں بعض ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مسجدوں تک نہیں جاتے۔ سب کے سب صلوٰۃ کے ان معنوں پر متفق ہیں۔ جو تعامل سے بقدر مشترک ثابت ہوتے ہیں۔ تعجب ہے۔ کہ یہ لوگ واقعہ کربلا۔ نادعلی۔ یزید۔ معاویہ کو تو مانتے ہیں۔ اور جس ذریعے سے مانتے ہیں جب اس ذریعہ سے صلوٰۃ کی ہیئت ثابت کی جائے تو اس سے انکار کریں۔

ایک اور لطیفہ بھی قابل یادداشت ہے۔ کہ بادشاہوں نے یہاں تک زور پایا۔ کہ بڑے بڑے ائمہ کو قید کر دیا یا مار دیا۔ جیسے امام ابو حنیفہ کو امام احمد حنبل کو۔ پھر بھی ان سب کی نماز بھی رہی۔ چشتیہ۔ نقشبندی سہروردی۔ ان سب کے مشائخ کی نمازیں

بھی یہی ہیں۔

آیت ۱۳۔ وأمر۔ حکم کرتے رہو۔

اصطبر۔ استقلال سے حکم کرتے رہو۔ اور آپ نماز پر پکے رہو۔

بینۃ ما فی الصحف الاولی۔

سب سے بڑا بینہ تو یہ ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر کتابیں آلہی کہلاتی ہیں ان سب میں جس قدر صداقتیں ہیں وہ اس قرآن مجید میں موجود ہیں۔ حالانکہ نبی امی ہے اور عرب میں کوئی بیت العلوم کوئی کتب خانہ تک نہیں۔

آیت ۱۶۔ لولا ارسلت الینا رسولا۔

اللہ تعالیٰ نے اس اتمام حجت کے لئے اب مجدد دین کا سلسلہ رکھا ہے ۸۳ سال ۴ ماہ کے بعد مجدد آتا ہے۔ خارجیوں کے نزدیک ۵۰ سال بعد بقول بعض ۲۵ سال بعد۔ شیعہ بھی ایک اعلم اہل الارض کی موجودگی کے قائل ہیں۔

سترھواں پارہ

سورۃ الانبیاء

(رکوع ۱)

انبیاء پر کیا اعتراض ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ لوگ کیا سلوک کرتے ہیں۔ انبیاء کی موافقت و مخالفت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ انبیاء کے آنے کی کس وقت اور کیا ضرورت ہوتی ہے۔ ان باتوں کا ذکر اس پارہ میں ہے۔

وھم فی غفلۃ۔ پس انبیاء اس وقت آتے ہیں۔ جب لوگ ایک عام غفلت میں پڑے ہوتے ہیں۔ ایک بھائی خدا کو مانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ بااین ہمہ آپس میں محبت سے رہتے سہتے ہیں۔ غیرت دینی باہم نہیں رہتی۔ جیسا کہ آجکل یورپ و امریکہ کی حالت ہے۔ اس کا کچھ نہ کچھ رنگ ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی توجہ بعثت کی طرف ہوتی ہے۔ ہزار برس کے بعد ایسا وقت ضرور آتا ہے۔ سو برس کے بعد بھی۔ بلکہ بعض کے نزدیک اس سے کم طبقہ کے معاملہ میں بھی اس کا نظارہ دیکھا ہے۔ تورات میں طاعون کا ذکر ہے۔ کہ ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر اب تو ہفتہ وار اتنی تعداد کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

محدث۔ پیرایہ جدید ہوتا ہے۔ الا زیادہ تر ذکر وہی ہوتا ہے۔ جو پہلے نبیوں کی زبان پر ظاہر ہو چکا۔

لاھیۃ قلوبھم۔ آجکل کے لوگ ایسے بہت ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت سے ان کے دل غافل ہیں۔

هل هذا الا بشر مثلکم۔ جو کچھ انبیاء کو کہتے ہیں اس کا ذکر ہے کہ ایسی باتوں سے ٹال دیتے ہیں۔ یہ نرم فقرہ ہے۔ الا اراذلنا بادی الرای کہنے والے بھی گزر چکے ہیں۔

افتاتون السحر۔ دلربا باتیں کرتا ہے

ربی یعلم القول۔ یہ اس بات کا جواب دیا ہے کہ تم پر فرد جرم لگ چکا سزا ملے گی۔

اضغاث احلام۔ جب انبیاء کے اخلاق کو اعلے درجے پر دیکھتے ہیں تو پھر ان میں سے بعض بشر مثلکم نہیں کہتے وہ کہہ دیتے ہیں یہ پریشان خوابیں آتی ہیں یہ اس لئے کہ انبیاء اسی قدر بتاتے ہیں جس قدر اُن پر کھلے۔ اس پیشگوئی کی مشکلات کو نہ سمجھتے ہوئے معترض ہوتے ہیں

بل افترٰہ۔ یہ کہنے والے ان پہلوں سے ایک قدم بڑھے ہوئے ہیں۔

شاعر۔ کلام مؤثر لاتا ہے شاعر ہے یہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کما ارسل الاولون۔ یعنے بالکل ہلاک ہو جاویں۔

الا رجالاً۔ بشر مثلکم کا مفصل جواب دیتا ہے

اهل الذکر۔ یہ سورۃ مکی ہے۔ یہودی وہاں تو استنے تھے نہیں اس لئے اس سے مراد اہل کتاب نہیں۔

جسدًا لا یاکلون الطعام۔ انبیاء کے کھانوں پر اعتراض کرنیوالے غور کریں۔

ذکرکم۔ شرفکم بھی معنے صحیح و پُختہ ہیں۔

افلا تعقلون۔ اپنے آپکو بدیوں سے کیوں نہیں روکتے۔

(رکوع ۲)

کانت ظالمة۔ یہ قصمنا کی وجہ بتلائی

تسئلون۔ بڑے امیر ہو شاید تم سے پوچھا جاوے کہ کیا گزری۔

حصیدًا خامدین۔ ایرانی۔ یونانی عرب۔ پٹھان۔ مغول۔ سکھ۔ یہ سب اسی ملک میں بڑے کروفر سے آئے۔ اور پھر کچھ بھی نہ رہے

لٰعبین۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر جس قدر چیزیں ہیں۔ ہر ایک نتیجہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ولا یفترون۔ ایک فقیر سے میں نے پوچھا کبھی آپ عبادت کرتے تھکتے بھی ہیں۔ اس نے کیا عمدہ جواب دیا۔ کیا تم سانس لیتے آنکھیں جھپکتے تھک جاتے ہو؟

(البقیہ رکوع ۲ و ۳)

لا یسئل۔ انسان خدا کے مقابل پر کچھ نہیں کرسکتا۔ جو کچھ اس نے کرنا ہے اُسے

کون ٹال سکتا ہے۔

من قبلی۔ تمام انبیاء جو پہلے ہو چکے ہیں۔

اکثرھم۔ ضمائر کا مسئلہ خوب سمجھ لو۔ کہ اس سے پہلے ان کا ذکر نہیں جو ھم کا مرجع ہیں۔

عباد مکرمون۔ یہ ولد کی حقیقت سمجھائی ہے کہ اولیاء اللہ کو تقرب کے ایک مقام پر ولد کا خطاب دیا جاتا ہے مگر وہ ولد حقیقی نہیں ہوتے۔

مومن وہ ہوتا ہے جو دنیا اور دین دونوں کے کام سمجھے۔ جیسے دنیا کے کارخانے ہیں ویسے ہی دین کے کارخانے بھی ہیں۔ دنیا کی بھی کھیتی ہے۔ دین کی بھی تجارت ہے۔

جب زمین میں بہت خشکی آتی ہے تو خدا تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اسی طرح بعض زمانہ الہامات کا نہیں ہوتا پھر ایک وقت الہامات کی بارش کا ہوتا ہے۔

اولم یر الذین کفروا۔ کافر اس بات کا یقین نہیں کرتے یا یہ معنے کیا بار بار نظارہ نہیں کیا۔

رتقا۔ بند۔

ففتقنھما۔ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع میں اس کی تشریح ہے۔ پانی بخار بن کر بادل بنتا اور پھر برستا ہے۔ اخرج منہا ماءھا ومرعٰھا۔

افلا یومنون۔ اس وقت ایک بارش ہوئی ہے۔ طبائع حسب فطرت پھل لائینگی۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔ پوچھتا ہے۔ تم کس جماعت میں بننا چاہتے ہو۔ کیا مومن نہیں بنیں گے۔

ان تمید بھم۔ کہ وہ پہاڑ بھی انکے ساتھ چکر کھاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے یہ معنے کئے ہیں۔

لعلھم یھتدون۔ جس طرح پہاڑوں میں رستے بنائے۔ اسی طرح دینی مشکلات حل کرنے کے رستے بھی بنائے۔ دین کے رستے میں بھی پہاڑ ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ او مسکینا ذا متربۃ۔

وجعلنا السماء سقفا۔ دین میں بھی چھت ہے جو روحانی حیات کی حفاظت کا موجب ہے۔ آسمان میں سورج و چاند و ستارے بنائے۔ ایسے ہی دین میں بھی۔ وبالنجم ھم یھتدون۔ بھی فرمایا۔

فلک یسبحون۔ چکی (قطب شمالی یا جنوبی میں) یا چرخے (جیسے خط استوا)

کی طرح پھرتے ہیں۔ بخاری میں ہے۔
حسبان کحسبان الرحی۔ فلکتہ۔ کفلکۃ
المغزالۃ۔

من قبلک الخلد۔ اس مقام
پر مفسرین لکھ جاتے ہیں۔ سب مر گئے۔
پھر دوسرے موقعہ عیسٰے کے بارے میں
یہ قول بھول جاتے ہیں۔

فلیاتنا بایۃ کما ارسل الاولون
سید احمد خان وغیرہ نے دہوکہ کھاکر
معجزات سے انکار کر دیا۔ میں نے ایسے
مقامات سے جہاں سے استدلال کیا
جاتا ہے۔ کہ آپ نے نشان نہیں دکھایا۔
نشان بتائے ہیں۔

(رکوع ۴)

یکلؤکم۔ یحفظکم۔ نگہبانی کرتا ہے
لا یستطیعون نصر انفسہم۔ دنیا
میں جس قدر معبود بنائے گئے ہیں۔ وہ
خود مصیبتوں میں گرفتار ہوئے دُکھوں
میں مبتلا ہوئے۔ تا یہ ثابت ہو۔ کہ
اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی کسی کے دُکھ
دور کرنے والا نہیں۔

ولاھم منا یصحبون۔ یہ پیشگوئی
ہے کہ تمہیں بتوں کی مدد کا بھروسہ ہے
وہ تمہاری مدد کیا کریں گے۔ ان کی تو اپنی
خیر نظر نہیں آتی۔ یصحبون صاحب
دیئے جائیں گے۔ ینصحون۔

اطرافہا۔ امراء غرباء۔ شرفاء ضعفاء۔
سب طبقے کے لوگوں سے آدمی نکل کر اس
دین میں شامل ہو رہے ہیں۔

انذرکم بالوحی۔ انبیاء قیاس
سے پیشگوئیاں نہیں کرتے بلکہ وہ جو کچھ
اس بارے میں کہتے ہیں۔ اعلام الٰہی سے
کہتے ہیں۔

نفحۃ۔ لپٹ۔

الموازین القسط۔ انصاف کے
ترازو۔ الموازین جمع اور قسط واحد۔ عربی
میں قسط و عدل کے لئے یہ جائز ہے۔
میزان بھی ہر چیز کے حسب حال ہے ضرب
کی میزان۔ جمع کی میزان۔ عقل کی میزان
بولی جاتی ہے۔ اور سب لوگ سمجھتے ہیں۔

کفیٰ بنا حاسبین۔ یہ وہ جملے ہوتے
ہیں۔ کفیٰ بنا۔ اکتف بنا۔

الفرقان۔ ایک امتیاز۔ دشمن کے
مقابلہ میں کامیابی۔

(رکوع ۵)

رشدہٗ۔ رشد فہم سلیم کو کہتے ہیں۔

الیہ یرجعون۔ اپنے بڑے بُت
کی طرف توجہ کریں گے۔

بل فعلہ۔ کسی کرنے والے نے
کچھ کیا ہے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام

کس نے کیا۔ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا بڑا معبود موجود ہے۔ اس سے پوچھ لو۔ گویا ان کی غلطی کی طرف اس پیرائے میں توجہ دلائی۔

قالوا حرقوہ۔ حضرت ابراہیم جس شہر میں پکڑے گئے تھے۔ اس کا نام اُور تھا۔ پشتو میں اب تک اُور آگ کو کہتے ہیں۔ اس شہر میں آتشکدہ تھا۔

نافلۃً۔ پوتا۔

(رکوع ۶)

ففھمنٰھا سلیمٰن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑوں کو بعض وقت بات نہیں سمجھاتا۔ جو چھوٹوں کو سمجھا دیتا ہے۔

الجبال۔ پہاڑی قومیں۔

الطیر۔ جانور تابع کیئے تھے۔

لبوس لکم۔ ہمارے نبی کریمؐ نے زرہ بنائی۔ وہ اسلام ہے اور پھر میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ قرآن ہے۔ کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی شخص اس کتاب کے فہم والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مجھ سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ میں تمہیں دشمن کے مقابل پر اس کے معنے سمجھاؤں گا۔

الریح۔ ہوا کے جہاز ان کے ماتحت چلتے۔

بامرہٖ۔ آپ کے حکم سے گویا چلتے۔

بٰرکنا فیھا۔ خلیج فارس کے جہاز ہندوستان کی چیزیں شام تک لے جاتے۔ یورپ اور افریقہ کے اسباب بحیرہ روم کے ذریعے پہنچتے۔ حبش شمالی لیبنٹ۔ یمن اور جزائر کی چیزیں بحیرہ قلزم کے ذریعے پہنچتی تھیں۔ غرض تین طرف سے بحری سفر ہوتا۔ خلیج فارس (۱) بحیرہ روم (۲) بحیرہ قلزم۔

من یغوصون لہ۔ سلیمان کے قبضے میں خلیج فارس تھی۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ وہاں موتی نکلتے ہیں۔

الشیطن۔ شطن البر۔ یہ کنؤاں بڑا گہرا ہے۔ گہرے کنوئیں کو شطن کہتے ہیں۔ شاید تم نے نظارے نہیں دیکھے جو غوطے لگاتے ہیں۔ سیپیاں لاتے ہیں۔ دو رستے ہوتے ہیں۔ دیر تک اس کے نیچے رہتے ہیں۔ صبح سے لیکر نصف النہار تک غوطہ لگا سکتے ہیں۔ انہی کو شیاطین کہا گیا۔

مغاضباً۔ جو کسی غضب میں آ کر چلدیئے۔

لن نقدر علیہ۔ ہم اس پر کسی قسم کی تنگی نہیں کریں گے۔ یہ معنے نہیں کہ قادر نہیں۔

من روحنا۔ اپنا پاک کلام۔

لا کفران۔ ناقدری نہ ہوگی۔

(رکوع ۷)

یہ رکوع بڑا مشکل ہے۔ میرے لئے نہیں۔ کیونکہ مجھ پر اللہ نے اس کے معنے کھول دیئے ہیں۔ زیادہ تر تو لوگوں نے خود ہی اسے متعلق کر دیا۔

حرام (۱) ضروری (۲) عزم (پکی بات)

انھم لا یرجعون۔ وہ اپنی شرارتوں سے کبھی رُکنے والے نہ تھے۔ اور ان کی مثل بھی پیدا نہ ہونگے۔ مگر اس زمانہ میں کہ یاجوج ماجوج فتح ہوں گے۔

من کل حدب ینسلون۔ یہ لوگ کسی بڑی سے بڑی سلطنت کو زیر نظر رکھ لیتے ہیں۔ جب اس کو فتح کر لیا۔ تو اس سے کم درجے کی ریاستیں خود ہی قابو میں آجاتی ہیں۔ نہروں میں بھی یہی طریق ہے۔ کہ حدب (کمر) کی تلاش رہتے ہیں۔ پھر اس پر قبضہ کر کے اور اُسے سیدھا کر کے سیدھی نہر لے جاتے ہیں۔

یاجوج وماجوج۔ یہ ان قوموں کے مورث اعلےٰ کا نام ہے۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتا دیا تھا۔ کہ سب سے پُرانا بُت لنڈن میں یاجوج ماجوج کا ہے۔

توراۃ میں جوج۔ مسک ڈبا بولسک کے سردار کو کہا اور جزائر کے رہنے والے کو (حزقیل باب ۲۷)

کسی زمانے میں وسط ایشیاء میں ان کا زور تھا۔ ہند و فارس کو بہت دُکھ دیتے تھے۔ ان کے روکنے کے لئے ذوالقرنین نے دیوار بنائی۔ پھر آہستہ آہستہ تمام ممالک میں پھیل گئے۔ چونکہ ان ناموں کا مادہ اج (آگ سے) ہے۔ یہ قومیں بلحاظ اپنے رنگ اور اپنے کاموں کے آگ سے کام لینے والے ہیں۔ غرض تمام قسم کی بدکاریوں آزادیوں۔ خدا کے انکار۔ انبیاء کی ہتک کے ظہور کا زمانہ۔ ان کے پھیل جانیکا وقت بتاتا ہے۔

کنا ظلمین۔ ہم بڑے مشرک تھے۔

کطی السجل للکتب۔ جس طرح مضمون کے اندر اس کی تحریر و مضمون محفوظ رہتا ہے۔

فی الزبور۔ زبور کے معنے انبیاء کی کتب۔

بعد الذکر۔ ذکر سے مراد ام الکتب۔ لوح محفوظ۔ بعضوں نے کہا ذکر سے مراد قرآن یا توراۃ ہے۔

الارض۔ بہشت کی سرزمین اسی دنیا سے ملنی شروع ہوتی ہے۔ اور پھر آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اندر اس کے وارث صالح بندے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہنم کی زندگی بھی بدوں کے لئے یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

سورۃ الحج

(رکوع ۸)

انسان کو جب راحت۔ آرام۔ کامیابی ہو۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اگر اس خوشی میں اس کی تدبیر کو دخل ہو تو بہت ہی فخور ہو جاتا ہے۔ اور دوسری ناکامیوں پر آوازے کستا ہے۔ جب ناکامی ہو جائے۔ نامرادی یہ دیکھ لے۔ تو اسوقت خدا یاد آتا ہے (اگر خدا کا قائل ہو) ورنہ کلماتِ کفر زبان سے نکلتا ہے۔ کامیابی میں تکبر۔ ناکامی میں تنزل۔ انسانی فطرۃ کا خاصہ ہے۔ مثنوی میں ایک حکایت ہے۔ کہ ایک متکبر امیر کے کانٹا چبھ گیا اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا کرنا پڑا۔ تو اُسے کہا گیا یہ ہے تکبر کی حقیقت کہ ایک کانٹے نے سر جھکا دیا۔

اتقوا۔ کامیابی میں بھی متقی ہو۔ ناکامی میں بھی خوشی میں بھی تقویٰ کی حد بندی کو نگاہ رکھو۔

ان زلزلۃ الساعۃ۔ ایک نہ ایک وقت مصیبت کا آتا ہے اس وقت ماں بچے کو بھول جاتی ہے۔

سکریٰ۔ عشق۔ اور سکر کا لفظ اچھے معنوں میں ہمارے ہاں نہیں آیا۔ نہ قرآن میں عشق کا لفظ ہے۔ صحیح حدیث میں متوالا اس کے معنے ہیں۔

بغیر علم۔ افسوس کہ آجکل کے کالیجئٹ اور نئے تعلیم یافتہ مولوی اللہ کی ذات۔ صفات۔ احکام۔ افعال تعلیمات میں بحث کرنے کو تو ہر وقت تلے رہتے ہیں۔ مگر مطلقاً علم قرآن و حدیث سے بے خبر ہوتے ہیں۔

من تولاہ۔ اس گروہ سے جو خدا تعالیٰ سے دور ہے اس سے جو دوستی رکھے۔

نطفۃ۔ تھوڑی سی چیز۔ منی کے جس حصے سے انسان بنتا ہے۔ وہ بدوں خردبین نظر ہی نہیں آتا۔

لنبین لکم۔ تا بیان کریں۔ ہم کہ تم اپنے محافظ خود نہیں۔ بعض بغیر کامل ہوئے گر بھی جاتے ہیں۔ بعض صورت پذیر ہوتے ہیں۔

طفلاً۔ اس حالت میں انسان طفیلی ہی ہوتا ہے۔ نہ خود کھا سکتا ہے نہ پہن سکتا ہے۔ بلکہ کھڑا تک نہیں ہو سکتا۔

یہ تغیرات قیامت کے قیام اور ایک خاص وقت پر نبوت کے ظہور پر دال ہیں۔

یبعث من فی القبور۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے۔ کہ جو کافر ہیں۔ ان میں سے کئی مومن ہوں گے۔

لاھدیٰ۔ اکثر لوگ جو علم پڑھتے ہیں۔ ان میں خشیتہ اللہ ہرگز نہیں ہوتا۔

ولا کتٰب منیر۔ واعظ بجائے اس کے کہ قرآن وحدیث کا وعظ کریں مضحکات ومبکیات کو وعظ کی روح و رواں سمجھتے۔ اور اس قسم کی حکائتیں یاد کئے ہوتے ہیں۔

ثانی عطفہ۔ اس کے معنے ہیں متکبرا۔ متکبر شخص اپنی گردن کو مروڑ کر بات کرتا ہے۔

ولیٰ مستکبرا کان لم یسمع۔ اس کی تفسیر میں ہے۔

(رکوع ۹)

مکہ میں صریح دشمن موجود تھا اور مدینہ طیبہ میں بھی کئی قسم کے موجود تھے۔ تین یہودیوں کے۔ دو مشرکوں کے ایک عیسائیوں کا۔ ساتواں گروہ منافقوں کا۔

یہ سورۃ میرے نزدیک مدنی ہے اور اس میں مخاطب مکہ والے بھی ہیں۔ اس میں فتح مکہ کا اشارہ ہے اور انذار ہے سب مخالفین کو پہلے رکوع میں صریح دشمن مخالف تھے۔ دوسرے رکوع میں منافقوں سے خطاب ہے۔

علیٰ حرف۔ مومن وہ ہے جو خوشحالی و تنگ حالی میں خدا کی قضاء پر راضی رہے۔

فان اصابہ آہ۔ یہ طریق منافقوں کا ہے۔

خیر۔ آرام۔ بھلائی۔

ولمن ضرہ اقرب۔ رامپور کی حکایت سنائی۔ کہ ایک شخص اپنے آقا کی خدمت کرتا اور کہتا خدا اور نمازیں بھی دیکھ لیں جو کچھ ہے یہی ہے۔ ایک ماہ خدمت کر چکا۔ ابھی تنخواہ نہ پائی تھی۔ کہ یکدم قتل کیا گیا۔ اس وقت اسے معلوم ہؤا۔ کہ یدعون من دون اللہ کا کیا ضرر ہے

لن ینصرہ۔ ہ کا مرجع نبی کریمؐ ہے۔ ضمائر کا مسئلہ قابل غور ہے۔ نبی کریمؐ کا ذکر نہیں ہو چکا۔ اور ضمیر آگئی۔ فرماتا ہے۔ جو یہ باور کر رہا ہے۔ کہ دنیا میں اس نبی کو مدد نہیں ملے گی۔

فلیمدد بسبب الی السماء۔ اس آیت کے دو معنے کئے گئے ہیں۔ (۱) وہ کوئی ترکیب بنا کر آسمان میں جائے۔ اور محمد رسول اللہ کو جہاں سے نصرت آتی ہے۔ وہاں سے کاٹ دے (بغیر اس کے کوئی طریق نہ ہو سکیگا) گویا اس نادان کو سمجھایا ہے کہ آسمانی نصرت کو کون روک سکتا ہے۔ (۲) سماء کے معنے چھت کے ہیں۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت نہیں ہوگی۔ اسے چاہئے۔

کہ چھت میں رستے لٹکا کر پھانسی لے لے
(اور خودکشی کر لے) یہ نصرت تو ضرور آنی ہے
والصابئین۔ صابیوں کو صبہ کہتے
ہیں۔ ثابت بن قرہ ایک مشہور طبیب کے
انہی میں سے ہے۔ صابیوں کے تین مذہب
ہیں۔ تینوں کا اثر مسلمانوں میں دیکھتا
ہوں۔ ایک تو تعویذ۔ گنڈے۔ ٹوٹکے
اور ستاروں کے سعد و نحس کا خیال
یا بدروح کا لفظ انہی سے لیا گیا ہے۔
(۲) صوفیانہ طبیعت رکھتے ہیں معتزلہ
ونیاچرہ میں ان کے دلائل پائے جاتے
ہیں۔
(۳) ایک ان میں سے اپنے طور پر نماز
پڑھتے وضو کرتے ہیں۔ رو بقبلہ بھی ہوتے
ہیں۔ بغداد میں بھی ہیں۔ مسلمان نہیں۔
ان اللہ یسجد لہ۔ یہاں کہتے
ہیں کہ سجدہ فرض ہے۔ میرے نزدیک
بھی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ پیشگوئی کو بڑے
زور سے بیان کیا۔ اور وہ پوری ہوئی
آخر طوعاً و کرہاً خدا کے حکم کو ماننا پڑا۔
خصمٰن۔ کافر۔ مومن آگے ان
دونوں کا انجام بیان ہوتا ہے۔
ثیاب من نار۔ دنیا میں یہ نار جنگ
کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔
عذاب الحریق۔ ظاہری رنگ
میں ان کے باغات جلائے گئے۔
حضرت علی۔ حضرت حمزہ۔ حضرت معاویہ
یہ تین تھے۔ جس کے مقابلہ میں عتبہ۔ شیبہ
ولید کھڑے تھے ان کا بیان ہے۔
(رکوع ۱۰)
یہ سورۃ فتوحات کے لئے بیان فرمائی۔
اس میں فتح مکہ مدینہ۔ فتح عراق کی طرف
اشارہ ہے۔ عرب ایک خشن پوش قوم تھی
اونٹوں۔ بکریوں۔ گوسپندوں کے بالوں
کے کپڑے پہنتے۔ نہ ریشم نہ پشمینہ۔
جنّٰتٍ تجری من تحتہا الانہار۔
اللہ تعالیٰ رسول کے ذریعہ بشارت دیتا
ہے۔ کہ تم عراق عرب ایسے ممالک کے
فاتح ہوگے۔ اور بجائے خشن پوشی کے
ریشم دیا جاویگا۔
یحلّون۔ زیور دیئے جائیں گے۔
جنگ میں عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں یہ
سب چیزیں جن کے پہننے کی تھیں۔ انہی
کو پہنائی جاتیں۔ مگر انعام میں اکثر یہ چیزیں
اب بھی مردوں کی ملتی ہیں۔ یہ مطلب نہیں
ہوتا کہ مرد پہن لیں۔
سراقہ مالک بن جعشم ایک شخص تھا۔
اس کو رسول اکرم نے فرمایا۔ کہ تجھ کو کسریٰ
کے کڑے دیئے جاویں گے۔ اس نے ہاتھ
ننگا کر کے کہا کہ ان ہاتھوں میں کڑے؟

فرمایا۔ میں تو دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسے پہنائے گئے۔

الی الطیب من القول۔ زبان کی شائستگی عرب کو بالخصوص بخشی گئی تھی۔

عرب اپنے مرکز کے لحاظ سے کبھی مفتوح نہیں ہوئے۔ یونانی باؤ بجگلہ بھی پنجاب تک پہنچا۔ مگر عرب پر وہ بھی تسلط نہ کر سکا۔ روما کی سلطنت بھی عظیم تھی۔ اور فراعنہ مصر کی بھی، لیکن سب کی دستبرد سے محفوظ رہے اور خود بھی فاتح نہ ہوئے۔

طھّر۔ پاک رکھو کہ کسی قسم کی بت پرستی نہ ہونے پائے۔

حضرت ابراہیم نے سات دعائیں کی ہیں (۱) جب عمارت بنائی۔ باپ بیٹا مل کر دعا کرتے تھے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک (الٰہی ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے) ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ وارنا مناسکنا وتب علینا۔ پھر دعا کی۔

ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم ایاتہ۔ ویعلمہم الکتب والحکمۃ ویزکیھم۔ کل بنائے کعبہ میں سات دعائیں کی ہیں۔ اس واسطے مومن سات دفعہ وہاں طواف کرتا ہے۔ اور یہ دعائیں کرتا ہے۔ اس مقام کو ڈھونڈتا ہے جہاں یہ دعائیں قبول ہوئیں۔

منافع لھم۔ حج کے منافع عجیب در عجیب ہیں۔ انسان جب اپنے وطن میں رہتا ہے۔ تو بوجہ محبت وطن چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر جو قومیں گھروں کے چھوڑنے کی عادی ہیں وہ بہت ہی نفع میں رہیں۔ ہمارے امراء بہت سُست ہیں۔

(۲) وضعداری ہمارے ملک میں بہت ہی رائج ہے اس کے توڑنے کے لئے حج ہے۔ جس میں ایسی وضعداریاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

رکوع ۱۱

پھر بڑا نفع تو یہ ہے کہ لاکھوں آدمی جب مل کر دعا کرتے ہیں۔ تو ضرور مقبول ہوتی ہے۔ اور اس وقت خصوصیت سے ایک جوش اٹھتا ہے۔ (۲) کوئی مدبر۔ کوئی حکیم کوئی فلسفی کوئی موجد کوئی عالم دنیا کے کسی حصے میں پیدا ہو۔ وہاں ضرور خبر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تمام ممالک کی مخلوق کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں موجود ہوتا ہے۔

میں نے مکہ میں ایک بزرگ دیکھے۔ کہ وہ جلد جلد عربی میں بات کرتے مگر ان کی کوئی کتاب، علم حدیث سے باہر کی نہ ہوتی۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ مکہ میں منافع ہی منافع ہیں۔ نقصان بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر زیادہ منافع ہیں۔

ومن یعظم حرمات اللہ جس
کو خدا نے بڑا بنایا ہے۔ اس کی تعظیم کرو۔
اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آتا ہے۔ کہ حاکم
وقت کی اطاعت چاہیئے۔

شعائر اللہ جس سے اللہ کا شعور
پیدا ہو۔ قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے۔ کہ
شعائر اللہ میں سے اعظم ہے۔

(رکوع ۱۲)

قربانی ایک اصل الاصول ہے تمام
ترقیات کا۔ کوئی مذہب۔ کوئی سلطنت۔
کوئی تمدن قربانیوں سے خالی نہیں۔

گند میں جو اجرام پیدا ہو جاتے ہیں
وہ شیر۔ چیتے۔ بھیڑیئے سے بھی زیادہ
خطرناک ہیں۔ ان کے زہر کے تریاقوں میں
سے دھوپ۔ روشنی۔ ہوا ہے۔ بڑے اہتمام
سے پاخانوں اور ایسے گندے مقامات
کی صفائی کروائی جاتی ہے۔ مگر یہی گند
کھاد بن کر ایسی خوشنما عمدہ نباتات پیدا
کرتا ہے کہ جس کے اکثر حصہ پر انسان کی
حیات کا دارومدار ہے۔

گویا یہ اجرام قربان کئے جاتے ہیں
انسان کے لئے۔ پھر دیکھا جاوے تو انسان
کی زندگی کے لئے کس قدر نباتات قربان
کئے جاتے ہیں۔ وہاں مچھلی کے لئے کس قدر
مچھلیاں قربان کی جاتی ہیں۔ ادنے آدمی
بڑے آدمیوں کے لئے اپنا آرام اپنی
صحت اپنا وقت اور اپنا جسم خرچ کرتے
ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر فوجوں کا نظارہ
ہے۔ کہ سپاہی سے لیکر افسر۔ کمانڈر انچیف
تک درجہ بدرجہ بادشاہ کے لئے جان تک
قربان کرتے ہیں۔

غرض یہ سلسلہ بڑا لمبا ہے۔ اور ہر
قوم میں قربانی موجود ہے۔ اسی لئے فرمایا۔
ولکل اُمّۃ جعلنا منسکا۔ مسلمانوں
کے لئے مابہ الامتیاز فرمایا۔ کہ وہ قربانی کے
موقعہ پر اللہ کو یاد کر لیا کریں۔ اور اس
بات پر غور کریں۔ کہ ادنے اعلے کے لئے
کس طرح پر قربان کیا جاتا ہے اور کیونکر
ایک جانور اپنا آپ اپنے سے اعلے انسان
کے آگے چپ چاپ رکھ دیتا ہے۔ پس اسی
طرح ہم کو اپنی جانیں آستانہ الوہیت
پر قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

والمقیمی الصلوٰۃ۔ نماز سے بڑھ
کر کوئی وظیفہ نہیں۔ تسبیح۔ تکبیر۔ تہلیل تمام
لوگوں کے لئے دعا اور تبتل الی اللہ۔ اللہ
کی جانب سے پناہ۔ درود سب کچھ اس میں
موجود ہے۔ بلکہ اس کی ہیئت بھی جامع ہے۔
تمام تعظیمات کی اور ذکر جامع ہے تمام اذکار
کا۔ اور اس میں تعظیم لامر اللہ ہے۔

مما رزقنٰھم ینفقون۔ یہ اسلام

کا دوسرا رکن ہے۔ شفقت علیٰ خلق اللہ پس جو اللہ نے تمہیں دیا۔ اس میں سے کچھ دو۔ مال۔ طاقت۔ علم۔ ہنر رزقنٰہم میں شامل ہے۔

لکن ینالہ التقویٰ منکم۔ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ جیسے وہ (جانور) تمہارا فرمانبردار ہے۔ ایسے ہی تم میرے مطیع ہو جاؤ۔ راضی بقضاء۔

ان اللہ یدافع عن الذین امنوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حد بندی مقرر کر دی ہے۔ جب اس حد سے کوئی چیز بڑھنے لگتی ہے۔ تو اس کو دفع کرنے والی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ کفر بڑھ گیا ہے۔ اس لئے حضرت محمد رسول اللہ سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنے والا کون ہوگا۔ کیا وہ قرآن شریف سے بڑھ کر کتاب لائیگا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ایک حد کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

(رکوع ۱۳)

جو دنیا میں نیکی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ مشکلات بھی ہیں۔ اور سکھ کے ساتھ دُکھ اور دُکھ کے ساتھ سُکھ۔ آخر الذکر کی مثال دردِ زہ اور پھر فرزند نرینہ کی پیدائش ہے۔ صحابہ کرام مکہ معظمہ میں سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ (۱) بعض آدمیوں کے ایک پاؤں کو ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف سمتوں میں چلا کر چیر جاتا۔

(۲) بعض عورتوں کی شرمگاہوں میں برچھی ماری ہے اور گلے سے نکالی ہے۔

(۳) تین برس بنوہاشم کو غلہ پہنچانے میں روکیں ڈال دی گئیں۔

(۴) بعض صحابہ کو شدت سے گرم کئے ہوئے پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ مگر وہ لوگ بڑے صبر استقلال اور ہمت سے ان تمام تکالیف کو برداشت کرتے۔

محرم میں جناب امام حسینؓ کی تکالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صحابہ نے جو جو تکالیف اٹھائی ہیں۔ وہ ان سے بعض اوقات بڑھ کر ہیں۔ سو اس صبر کے عوض جہاد کی اجازت دی گئی۔ یہ غلط ہے۔ آپ کو جتھے کا انتظار تھا۔ لا تکلف الا نفسك کا حکم اور غزوہ حنین میں سب کے بھاگنے پر کھڑا رہنا اس کا شاہد ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

بغیر حق۔ سوا کسی وجہ وجیہ کے۔ اگر خدا ہر چیز کی حد بندی نہ کرتا۔

صوامع۔ صابی قوم کے گرجے۔

بیع۔ یہودیوں کے گرجے۔

صلوات۔ عیسائیوں کے گرجے یا ہندوؤں کے ٹھاکر دوارے۔

اھلکنھا۔ اس کے بہت بہت
نظارے اس وقت بھی موجود ہیں۔
قصر مشید۔ شَید شِید کے معنے
اونچے کے ہیں۔

شادہ مرمراً وجللہ کلسہ!
فللطیر فی ذراہ وکور!

سنگ مرمر اور چونہ لگا کر ہمارے ممدوح
نے محل کو اونچا کیا جس کا کنگرہ جانوروں
کا آشیانہ ہے۔ امرؤ القیس کہتا ہے۔

وتیماء لم یترک بہا جذع نخلۃ
ولا اُطماً الا مشیداً بجندل

اور تیما جگہ میں نہ چھوڑا۔ اس نے کسی
درخت کے تنے کو اور نہ کسی برج یا قلعہ کو
مگر وہ جو کہ مضبوط بنایا ساتھ چٹانوں کے
گویا دوسرے معنے چونہ گچ کرنا ہے۔
کالف سنۃ۔ سنۃ القرآن سنۃ و
سنۃ الوصال سنۃ۔ وصال کا ایک برس
اونگھ کے برابر ہوتا ہے۔ مگر جدائی کی گھڑی
سال کے برابر۔ منکروں کو کہا تم پر ایک
دن آتا ہے۔ جو تمہارے لئے بوجہ مصائب
ہزار برس کا ہو جاویگا۔

(رکوع ۱۴)

مکہ والوں نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو عمرہ سے روکا تھا۔ اور
کہا کہ اگر ہم اگلی سال اجازت دیں تو ہماری
عزت میں فرق آتا ہے۔ اگلے سال آنا اور
یہ شرائط مقرر کیں۔ (۱) جس قدر آپ کے
ساتھ لوگ ہوں۔ ان کی تلواریں نیام میں
ہوں۔ تیر ترکش میں۔ بھالے چمڑوں میں
(۲) تین دن سے زیادہ نہ رہیں۔ کوئی مسلمان
مکہ میں ہو تو آپ کے ساتھ نہ جا سکے گا۔
اور اگر کوئی آپ سے آنا چاہے۔ تو اسے
روکو گے نہیں۔ پھر میں نے یہ کہا تھا کہ اس
سورۃ میں انذار کیا ہے سب قوموں کو۔ جو
عرب۔ مصر۔ عراق۔ شام میں تھیں۔ اس
رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم جو عزت
وجاہت لئے پھرتے ہو۔ یہ سب خاک ہو
جاوے گی؛

فالذین اٰمنوا وعملوا الصالحٰت

جو میرا ساتھ دیں گے وہ معزز ہوں گے۔
اور جو میرے برخلاف کوششیں کرتے ہیں
وہ شکست یاب ہوں گے۔ رسول اللہ تو
ایمان عمل صالح۔ اطاعت رسول اور امر
بالمعروف چاہتے ہیں۔ اور کفار نبی کا انکار
بدیوں میں انہماک فسق و فجور۔ کفر و شرک
چاہتے ہیں۔ اور ہماری آیات کو عاجز
کرنا پس یہ سب مخالف جہنم کے کندے
بنیں گے۔

وما ارسلنا من قبلک۔ مخالفان اسلام
اس آیت کے غلط معنے کر کے طرح طرح کے

اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ قصور خود ان کے فہم کا ہے۔ اس سورۃ کے گذشتہ رکوع پر نظر ثانی کرو۔ انمیں کیا مضمون ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کس زور سے اللہ تعالیٰ اپنی توحید و عظمت کو قائم کرتا ہے اور تحدی سے پیشگوئی کرتا ہے۔ کہ دشمن اس کے تباہ ہوں گے۔ کیا ان چھ رکوعوں کے مضامین کے سامنے اس بیہودہ روائت کی کچھ ہستی ہے۔ کہ نبی کریمؐ کی زبان پر اثنا وعظ میں یہ کلمہ بھی جاری ہوا۔

تلك الغرانیق العلی

وان شفاعتھن لترتجی

جھوٹ بکتے ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔ اسطرح تو نبی کریمؐ کے کلام سے امان اُٹھ جاویگا۔

الا اذا تمنیٰ القی الشیطن فی امنیۃ

نبی کی خواہش یہی ہے۔ کہ توحید پھیلے اور کلمۃ اللہ علیا ہو۔ کوئی شریر اُٹھتا ہے۔ تو اس کی خواہشوں میں روک ڈالتا اور چاہتا ہے کہ یہ نبی کامیاب نہ ہو۔

فینسخ اللہ مایلقی الشیطن

اللہ تعالیٰ اس شریر کی تمام شرارتوں کو مٹاتا ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی نیک اپنی نیکی پھیلانا چاہتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی شریر اس کی مخالفت کرتا اور آخر منہ کی کھاتا ہے۔ اسی گگاؤں میں ایک راستباز آیا۔ اس نے حق پھیلانا چاہا مخالفوں نے روک ڈالی۔ مگر وہ سب روکیں اُٹھ گئیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں تم تین سو سے زیادہ احمدی بیٹھے ہو۔

لیجعل مایلقی الشیطن شیطان کی شرارتیں فتنہ ہوتی ہیں۔ مگر انہی کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے۔ گویا اس ذریعہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

سورۃ جن میں فرمایا۔ فانہ

من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً۔

جب اللہ اپنے غیب خاص کو رسولوں پر نازل فرماتا ہے۔ تو اس رسول کے آگے پیچھے چوکی پہرہ جما دیتا ہے۔ جب تک وہ ساری بات اللہ کی مخلوق میں پہنچا لے۔ پس یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی شیطان ایسے موقعہ پر دراندازی کر سکے۔

عذاب یوم عقیم۔ مجاہد کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ وہ بدر کا دن تھا جس میں تمام عمائد مکہ ہلاک یا کمزور ہو گئے۔

الملك۔ اس دن ثابت ہو جاویگا۔ کہ یہ ملک صرف اللہ کے دین کے لئے ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(رکوع ۱۵)

سورۃ حج کا منشاء یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانشین خلفاء کے مقابلہ پر کھڑے ہونے والوں کا انجام کیا ہوگا۔ یہ تو انذار ہوا۔ (ب) اس کے بالمقابل تبشیر ہے۔ کہ مومنین مہاجرین وانصار ان کے ممالک کے فاتح ہوں گے۔

ھاجروا فی سبیل اللہ۔ ملک کو چھوڑ گئے۔ خویش واقارب کو چھوڑ کر ملک کے رسم وعقائد کو اور اپنے محبوب امور کو چھوڑنے والے للہ نہ کہ کسی غرض نفسانی کے لئے۔

المھاجر من ھاجر مانھی اللہ مانھی اللہ بہت سی چیزیں ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ جس مقام یا جس صحبت سے غفلت پیدا ہو۔ اس کو فورًا چھوڑ دینا چاہیئے۔

لیدخلنھم۔ جب مُردوں کو یہ آسائش وآرام کے اسباب ومقامات دیگا۔ تو زندوں کو تو ضرور ہی دیگا۔ خدا کی راہ میں مال وجان کو قربان کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں۔ اکثر لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ معمولی سی بات پر خودکشی کر لیتے ہیں رسم ورسوم کی پابندی میں مال کا بہت سا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ کچی گیارہویں

دینے والے بڑے استقلال سے قرض لیکر بھی ناغہ نہیں کرتے۔ مگر زکوٰۃ کہو تو کہتے ہیں کہ غریب آدمی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت واقع میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اور یہی حقیقت ہے پلصراط کی۔

ومن عاقب۔ ہر شخص خود بدلہ لینے کا مجاز نہیں۔ یہ حکام کے سپرد ہے ثم بغی علیہ۔ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

فتصبح الارض مخضرۃ۔ جس طرح ظاہری بارش بے فائدہ نہیں جاتی۔ اسی طرح وحی اپنا پھل لاویگی۔

(رکوع ۱۶)

سخرلکم مافی الارض۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے مسخر کر دیں۔ بلکہ دوسرے مقام پہ فرمایا۔ کہ آسمان کی چیزیں اور شمس وقمر بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بہت کم ان آیات سے نفع اٹھایا ہے اور عملیات کے ذریعے تسخیر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جو بالکل لغو اور بیہودہ بات ہے۔ افسوس کہ جن کی کتاب میں لکھا ہے کہ "کل کی فکر آج نہ کرو"۔

دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سارے جہان

کی دولت سمیٹ رہے ہیں۔ اور جن کیلئے
سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔ وہ بھوکوں
مرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں
نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ اور سست
و کاہل الوجود ہو گئے۔ انما اشکو ابثی
وحزنی الی اللہ۔

منسکًا۔ منسک عربی بولی میں جگہ
کو کہتے ہیں۔ کیسی جگہ جہاں جانیکی انسان
کو عادت و الفت ہو۔ اس واسطے مسجد و
ہر دکان کو جو بازار میں ہو وہ تکیوں حرفہ
پیشہ کی دکانوں بلکہ کنجروں کے بازار کو
بھی منسک کہتے ہیں۔

جناب الٰہی فرماتے ہیں مسلمانوں
کی عبادت گاہیں ہیں۔ اس طرح کے
مقامات ہر قوم نے اللہ کے نام کے لئے
بنائے ہوئے ہیں۔

(۱) گنگا جی کے کنارے پر ایک مقام
ہے۔ ہردوارہ یعنی ہری کا گھر۔ اللہ کا گھر
(۲) بیتیل (بیت اللہ) یوروشلم میں ہے۔
(۳) تبت میں لاسہ۔ جو آلہ سا کے معنوں
میں ہے۔ پس ہمارے مکہ کے بیت اللہ
پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔ انہیں چاہیئے
کہ جھگڑا نہ کریں۔

فلا ینازعنک فی الامر۔
فی کتاب۔ اللہ کی حفاظت میں۔

ویعبدون من دون اللہ۔ جن کی
عبادت کی جاتی ہے۔ وہ فرور دکھیارے
ہیں۔ تا ثابت ہو کہ وہ اپنے آرام کے
مالک بھی نہ تھے۔ امام حسین۔ مسیح۔ رامچندر
جی۔ سب کے واقعات زندگی دیکھو۔

یسطون۔ یبطشون۔

(رکوع ۱۷)

یاایھا النّاس۔ یہاں عام لوگوں کو
مخاطب کیا ہے۔ اور آگے چل کر خصوصیت
سے مومنوں کو۔

ذبابًا۔ لطیفہ یہ ہے کہ مکھی بنانا تو
درکنار۔ یہ جو معبود بنائے گئے ہیں وہ
تو اس کی آنکھوں کی صحیح تعداد بھی نہیں
جانتے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا
کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے کوئی چمگادڑ
وغیرہ بھی نہیں بنائی۔

وان یسلبھم الذباب شیئًا۔ بُت ہی
مراد نہیں۔ بلکہ انسان بھی خصوصیت سے
شامل ہیں۔ اب خواہ کتنا ہی بڑا بادشاہ
ہو اور قوت والا۔ مکھی اپنا حصہ لے ہی
جائے گی۔ اس سے چھوڑانا محال۔

ارکعوا۔ خدا کی جناب میں جھکے رہو۔
اور اپنے تئیں متکبر و لاپرواہ نہ بناؤ۔

الخیر۔ ہر قسم کی نیکیاں و بھلائیاں
جمع کر لو۔

لعلکم تفلحون۔ کامیابی کی راہ بتا دی۔

وجاھدوا۔ کوشش کرو اللہ کی راہ میں۔ جس قدر حق کوشش کا ہو۔

من حرج۔ حرج کے معنے تنگی کے ہیں۔ شریعت نے جس قدر کام میں نے مطالبہ کئے ہیں سب وسیع ہیں۔ مثلاً نماز وقت وسیع پھر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر اور پھر کچھ بھی مشکل نہیں۔ غرض شریعت کے ہر حکم کی تعمیل اپنے اندر ایک سکھ رکھتی ہے۔ پھر یہ بھی مطلب ہے کہ ہر غلطی کا ازالہ موجود ہے۔ گناہ کیا توبہ کر لو وغیرہ لک۔

ابراھیم۔ اچھوں کا باپ۔ اسی واسطے ابیکم فرمایا۔ کیونکہ وہ تمام اچھوں کا روحانی باپ ہے۔

سمٰکم المسلمین۔ اس کے متعلق یہ نکتہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ کسی مذہب کا نام اس کی الہامی کتاب نے نہیں رکھا۔ سوائے اسلام کے۔

ھُوَ۔ اس ضمیر میں جھگڑا ہے بعض خدا کی طرف کہتے ہیں۔ بعض ابراہیم کی جانب بدلیل امۃ مسلمۃ لک۔

اعتصموا باللہ۔ اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعے اپنے تئیں ہر دُکھ سے بچاؤ۔

ونعم النصیر۔ اگلی صورت میں نصرت ہی کا ذکر آویگا۔

اٹھارھواں پارہ

سورۃ المومنون!

(رکوع ۱)

سورۃ حج میں میں نے یہ سنایا تھا۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفوں اور موذیوں کو اطلاع دی گئی تھی۔ کہ تم پر وہ مصیبت کی گھڑی آنے والی ہے۔ جس سے حاملہ حمل گرا دے۔ دودھ پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے۔

اسی سورۃ کے اخیر میں فرمایا ہے۔ کہ نبی و مہاجرین کو مشکلات پیش آتے ہیں۔ مگر وہ آخر میں فتحمند ہوتے ہیں۔ اور فتحمندی کا طریق بتلایا۔ کہ نمازیں قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ کتاب اللہ پر عمل کرو۔

اب اس منذر سورۃ کے بعد مومنوں کو نصرت کی بشارت دیتے ہوئے فتحمندی کے کچھ شرائط مقرر کئے۔ اور کچھ طریقے بتائے ہیں۔

ہر چیز اپنے کمال کو چھ مرتبے طے کر کے پہنچتی ہے۔ یہاں مومن کے روحانی کمالات کا ذکر فرمایا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے براہین حصہ پنجم میں ان آیات
کی خوب تفسیر فرمائی ہے)

خاشعون۔ ایک مقام پر فرمایا
ہے۔ ترالارض خاشعۃً۔ خاشع کے
معنے ہیں۔ اپنے آپ کو کمال محتاج یقین
کرنا اور یہ باور کرنا کہ میرے اپنے پاس
کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے صوفیاء نے فرمایا
ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو۔ نماز میں پورا
تذلل اختیار کرے۔ اور اس کے ظاہری
نشان یہ ہیں۔ کہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے لغو
حرکات نہ کرے۔

اللغو۔ کل باطل۔ کل معاصی۔
لغو میں داخل ہیں۔ تاش۔ گنجفہ۔ چوسر
سب ممنوع ہیں۔ گپیں ہانکنا۔ نکتہ
چینیاں وغیرہا۔

للزکوٰۃ فاعلون۔ زکوٰۃ کا لفظ
بہت وسیع ہے۔ ایک نصاب پر۔ دوم
جو کچھ خدا نے دیا۔ اس سے خرچ کرتے
کسی دکھیارے کی تکلیف اٹھا لینا۔
خوش پیشانی سے ملاقات کرنا۔ حتیٰ کہ
لا الہ الا اللہ پر ایمان بھی زکوٰۃ ہے۔ کہ
یہ بھی موجب تزکیہ ہے۔

یحافظون۔ نمازوں کی محافظت
وقت کے لحاظ سے ارکان بتعدیل ادا
کرنے کے لحاظ سے بخشوع و خضوع و
پابندی سے

سُلٰلة۔ خلاصہ در خلاصہ۔ نباتات۔
حیوانات۔ خون۔ پھر نطفہ پھر جا کر انسان
بنتا ہے +

فتبٰرك الله۔ بہت ہی بابرکت
(بتدریج ترقی دینے والا) ہے۔

خلقنا۔ خلق کے معنے اندازہ ہے
ولانت تفعل ما خلقت وبعض القوم
یخلق ثم لا یفعل۔

تو جو اندازہ کرتا ہے۔ اس کے مطابق
عملدرآمد کرتا ہے۔ بعض لوگ اندازہ کرتے
ہیں۔ مگر پھر اس کے مطابق کم ہی کام
کرتے ہیں۔

تبعثون۔ لمیتون سے یہ وہم ہوتا
تھا۔ کہ یہاں خاتمہ ہو گیا۔ اس کا ازالہ
فرمایا۔ قیامت کے پانچ معنے آئے ہیں۔
(۱) قرن (صدی) کا گزر جانا۔ چنانچہ
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا۔ میری امت کیا پانچسو برس بھی نہ
رہے گی۔ اس میں پیشگوئی ہے۔

(۲) من مات فقد قامت قیامتہٗ۔
شیخ ابن عربی فتوحات میں لکھتے ہیں قیامت
قیام سے نکلی ہے۔ گویا انسان جب دنیا
سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو قیامت ہو گی۔

جس طرح دینی تکمیل چھ باتوں میں
فرمائی۔ (۱) خشوع فی الصلوٰۃ۔ (۲)

اعراض عن اللغو (۳) فعل للزکوٰۃ۔
(۴) حفاظت فروج (۵) رعایت عہد
وامانت (۶) حفاظت صلوٰۃ۔ جیسے
ہی انسان کی ظاہری جسم کی بناوٹ ہے
اس کے بعد بتایا۔ نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ
ہڈی۔ ہڈیوں پر گوشت چڑھانا۔ روح کا نفخ۔

آسمان میں بھی سات درجے ہیں
ایک امر کی عرش سے تحریک ہوتی ہے
اور پھر آہستہ آہستہ سماء دنیا کے ذریعے
اس کا اثر عناصر پر پڑتا ہے۔

وانا علےٰ ذھاب بہ لقادرون۔
یہ عام نظارہ قدرت ہے۔ کہ بادل برستا
ہے۔ پانی ٹھہرتا ہے۔ وہی پانی پھر آسمان
پر چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح وحی و علوم
کا حال ہے۔ ایک وقت دنیا پر رائج ہوتے
ہیں۔ دوسرے وقت اٹھائے جاتے ہیں۔

سینا۔ دونوں قرائتیں ہیں۔ سِینا
بھی اور سَینا بھی۔

نسقیکم مما فی بطونہا۔ اسیطرح
روحانی تعلیم دنیا کے مختلف مذاہب
میں ہے۔ مگر قرآن کی وحی کے ذریعے وہ
دودھ کی مانند الگ نکل آئی۔ اور یہ کام
دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

(رکوع ۲)

اس سورۃ میں فتح کا بیان ہے۔
جب تک انسان کے مساعی میں اللہ
کا فضل شامل حال نہ ہو فتح کا حاصل
ہونا ممکن نہیں۔

ماھذا الا بشر مثلکم۔ کسی سے
فیض حاصل کرنے میں پہلی یہی بات سد راہ
ہو جاتی ہے۔

الا رجل بہ جنۃ۔ آجکل کی فیلسوف
بھی راستبازوں کو یہی کہتے ہیں۔

التنور۔ (۱) وہ مکان جہاں روٹیاں
پکاتے ہیں۔ (۲) زمین کے اوپر کا حصہ
(۳) اونچی جگہ (۴) جہاں سے چشمہ نکلے۔
(۵) پچھلی رات کے بعد صبح صادق کے
وقت کو بھی کہتے ہیں۔

وقل رب انزلنی۔ تعلیم سکھائی۔
دکھ سے نجات پا کر بھی انسان دعا سے
غافل نہ ہو۔ آجکل کل قوموں نے دعا
کو چھوڑ دیا ہے۔

افلا تتقون۔ تم کیوں بدیوں
سے نہیں بچتے۔

(رکوع ۳)

اس سورۃ کے شروع میں خدا تعالےٰ
نے مومنوں کے اوصاف بیان فرمائے
اب حضرت نوحؑ کا ذکر کرتا ہے۔ جو لوگ
مفلح ہوتے ہیں۔ ان میں ایک نوحؑ تھا۔
الملاء۔ جن کی بات کی طرف لوگ

جھکتے ہیں۔ درباری۔ اشراف رحاکم۔ بڑے دنیا دار۔

ما ھذا الا بشر مثلکم۔ انہوں نے مساوات کے لئے کھانے پینے کی حالتوں پر غور کیا۔ کہ ہماری مانند ہے اس قسم کے خیالات انسان کو اتباع حق سے محروم رکھتے ہیں۔

رب انصرنی۔ انبیاء کے ہاتھ میں بھی ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ جسے دُعا کہتے ہیں۔

فاخذتھم الصیحۃ۔ اس موقعہ میں حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ یہ قصہ ثمود کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے صیحہ سے دھوکا لگا ہے۔ درحقیقت یہ قصہ ثمود کا نہیں۔ حضرت نوح کا ہے۔ صیحہ کے معنے عذاب کے ہیں۔ اور مطلق آواز کے بھی ہیں۔

وامہ ایۃ۔ آیت کے معنی نیک نمونہ۔

(رکوع ۴)

کلوا من الطیبات۔ یہ عمل صالح کے نصیب ہونے کی کلید بتادی ہے کہ طیب کھایا کرو۔ کیونکہ بغیر رزق طیب۔ عمل صالحہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔

انی بما تعملون علیم۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا فکر جس کو ہے۔ وہ ضرور عمل صالح کرتا ہے۔

زبرًا۔ لغت میں "ٹکڑے ٹکڑے" اس کے معنے کہیں نہیں دیکھے۔ ایک معنے تو ہیں۔ کہ ہر گروہ یہی سمجھ بیٹھا۔ کہ بس یہی کتاب الٰہی ہے۔ جو ہمارے پاس ہے (۲) یا یہ معنے کہ اور اور نئی نئی کتابیں تصنیف کر دیں۔ جو اصل الاصول کتاب کے خلاف تھیں۔

وجلۃ۔ ڈر رہے ہیں یا یہ خیال کہ ہمارے اعمال قابل قبول ہوئے ہیں یا نہیں۔ عائشہ صدیقہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر آدمی زنا کرے۔ چوری کرے۔ پھر بھی خوف کرے۔ تو نجات پائے گا۔ فرمایا نہیں۔ اے بنت الصدیق۔ بلکہ وہ نیک کام کرے اور ساتھ ہی ڈرے۔ کہ قبول بھی ہوا ہے یا نہیں۔

من دون ذٰلک۔ اس حق کے خلاف۔

یجئرون۔ بیل کے اڑانے کو جوار کہتے ہیں۔

نصیحت:۔ جو دنیا میں کسی کو تحقیر کے رنگ میں برا کہتے ہیں۔ وہ مرتے نہیں۔ جب تک کہ اس میں خود مبتلا نہ ہو لیں (۱) ہر سنی ہوئی بات کو قبول نہ کرلے۔

(رکوع ۵)

بہت دفعہ میں نے سنایا ہے۔ کہ محبت احسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب میں بہت سے احسانوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اس ذات بابرکات کے احسانات کی کوئی حد نہیں۔ آدمی کو چاہیئے۔ کہ قدر کرے۔ اور کسی تکلیف سے گھبرا کر ناشکری کے کلمات نہ نکالے۔

انشاء لکم السمع۔ کان کیا مفید چیز ہے۔ کہ اس سے ہم نبیوں کی آوازیں سنتے ہیں۔ پھر اور قسم قسم کی آوازیں سُن کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بلکہ اس کے ذریعے کئی ہزار میلوں کی خبریں تار برقی میں سنتے ہیں۔

والابصار۔ آنکھ کیا ہے ایک چھوٹا سا نقطہ ہے۔ جس کے ذریعے حسن وجمال کی دلربا تصویریں دیکھتے ہیں۔

والافئدۃ۔ کان بھی ہوں۔ آنکھیں بھی ہوں۔ مگر دل نہ ہو۔ تو یہ سب بیکار ہ پاگل خانہ میں جاکر دل کی صحت کا تماشا دیکھو

وله اختلاف اللیل والنهار۔ لیل ونہار کا یہ اختلاف بھی ہے کہ ایک ملک میں رات ہے تو دوسرے میں دن۔

افلا تعقلون۔ عقل ایک صفت ہے اس صفت سے انسان اپنے آپ کو بدیوں سے روک سکتا ہے۔ جو اپنے آپ کو بدیوں سے نہیں روک سکتا وہی لایعقل ہے۔

اساطیر الاولین۔ اساطیر سطروں میں لکھا ہوا یا جمع اسطورہ۔ اسٹوری۔

وما کان معه من الٰه۔ ذاتی کمال کسی میں نہیں۔ کوئی بھی کامل تر زمانہ میں نہیں۔ کیونکہ آئندہ زمانہ میں اس کی ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس آئندہ ترقی کے مقابلہ میں موجودہ حالت ضرور ناقص ہے۔ الٰہ۔ وہ ہے جو ہر قسم کا ذاتی کمال رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں۔

(رکوع ۶)

رب اما تریني ما یوعدون۔ انبیاء علیہم السلام کس طرح فتحمند ہوتے ہیں۔ ان کا سر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دعا کرتے ہیں۔

رب فلا تجعلني في القوم الظلمین

اس دعا پر خوب غور کرو۔ کہ کس قدر خوف کا مقام ہے۔ نبی کہتا ہے کہ ان پر جو عذاب آئے ہیں۔ میں ان ہی میں شامل نہ ہو جاؤں۔

اللہ تعالیٰ بے باکی سے ناراض ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ بڑے بڑے دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ اور آخر خطاء کھلتے ہیں

اس میں یہ پیشگوئی بھی ہے۔ کہ اہل مکہ پر عذاب کے وقت نبی کریم ان میں موجود نہ ہوں گے۔

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ۔ اگر کوئی بدی ہو۔ تو اس کے لئے عمدہ تدبیر سوچتے رہو۔ کہ یہ بدی کس طرح دور ہو۔ بدیوں کے دور کرنے کے لئے باریک در باریک تدابیر ہیں منجملہ ان کے ایک دعا ہے۔ پھر قول موجہ سمجھانا علانیہ نصیحت کرنا بھی۔

ربّ ان یحضرون۔ کوئی بدکار میرے پاس بھی نہ آنے پائے۔

رب ارجعون۔ چاہیئے ارجع اور یہاں جمع آیا۔ یہ دراصل ارجع ارجع ارجع تین مرتبہ کہنے کی جا بجا ہے۔

انھا کلمۃ۔ عیسائی مسیح کو کلمہ کہنے سے درجۂ الوہیت دیتے ہیں دیکھو یہ بھی ایک "کلمہ" ہے۔

کالحون۔ یعنی سکڑ جانیوالے چمڑے کو جب آگ کے سامنے رکھیں اور وہ جلے تو سکڑ جاتا ہے۔

یقولون ربنا امنا۔ دنیا میں فائز المرام بننے کے واسطے یہ دعا ہے وہ فریق خلفاء و راشدین ہو گیا۔

حتی انسوکم ذکری۔ جو شخص کسی پاک بندے کی ہنسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا ہے۔ کہ وہ خدا کی یاد کو بھول جاتا ہے۔ انسا کی نسبت ان لوگوں کی طرف سبب کیوجہ سے ہے۔

انہ لا یفلح الکافرون۔ ابتداء سورۃ میں قد افلح المومنون فرمایا تھا۔ اب اس کے مقابل میں کفار کا انجام بتایا۔

وقل رب اغفر۔ کفر اور اس کے بدنتائج سے بچنے کی دعا۔

سورۃ النور

(رکوع ۷)

سورۂ نور میں تمیز کا بیان ہے۔ اور یہ کہ مطاعن سے بچنا چاہیئے۔ اور ان کے اسباب سے بھی۔ اور رسول کے ساتھیوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ خلافت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ کوئی سورۃ ایسی نہیں۔ جس کے پہلے یہ لکھا ہو۔ کہ ہم نے تم پر یہ حکم واجب یا فرض کیا ہے۔ یہ تاکید اس سورۃ کے ساتھ مخصوص ہے خوب غور سے سنو۔ اور عمل کرو۔

میرے ایک پیر شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر فرماتے تھے۔ کہ سورۂ نور قرآن شریف میں ہے۔ مگر ہندوستان کے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور یہاں کے ایک ٹکڑے کی طرف بھی توجہ نہیں۔ مومنون کے اخیر

میں یہ اشارہ فرما دیا ہے۔ کہ اس آنیوالی
سورۃ کے احکام پر جو عمل نہیں کریں گے
ان کو ہم مظفر و منصور کبھی نہ کریں گے۔
چنانچہ دیکھ لو۔ ہندوستان کے مسلمانوں
کا کیا حال ہے۔

الزانی لا ینکح۔ زانی نکاح نہیں
کرتا۔ مگر کسی زانیہ سے۔

حرم ذلک علی المؤمنین۔ ذالک
کے مرجع پر علماء میں بحث ہے۔ بعض
کہتے ہیں کہ زانیہ سے نکاح کرنا حرام ہے
اور بعض یہ کہ زنا حرام ہے۔ پھر علماء میں
اختلاف ہے۔ کہ تہمت زنا لگانیوالے
کی گواہی جائز ہے یا نہیں۔

(رکوع ۸)

تولی کبرہ۔ جس نے اس بات میں
بڑا حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔

لولا اذ سمعتموہ۔ حضرت عائشہ
صدیقہ پر افک باندھا گیا تھا۔ اس پر
یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان تتکلم بھذا۔ خوب یاد رکھو
کہ اس قسم کی باتوں کا ذکر بھی جائز نہیں۔
مثلاً۔ بہتان ہے یا ایسی کوئی بات۔
تشیع الفاحشۃ۔ شیعہ میں یہ
بڑا بھاری عیب ہے۔ کہ وہ پاکوں پر الزام
لگانے میں دلیر ہیں۔

(رکوع ۹)

لا تتبعوا خطوات الشیطن۔
ایمان والو۔ اللہ سے دور خبیث روح
یعنی شیطان کی راہ اختیار نہ کرو۔

ومن یتبع خطوات الشیطن۔
یورپ اور شیعہ میں فسق و فجور بڑھنے کا
باعث بزرگوں کو متہم کرنا ہے۔

ولولا فضل اللہ۔ حضرت عائشہ
کی عمر ۶ سال کی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا۔ اور ۹
برس کی عمر تھی۔ جب نبی کریمؐ اپنے گھر
میں لے آئے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی
ہیں۔ کہ ہم بہت سی معمولی غذا تنگی سے
کھاتے تھے۔ بھلا ۹ برس کی لڑکی کہاں
موٹی تازہ ہوگی۔ حضرت عائشہ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ
میں گئی تھیں۔ اونٹوں کے چلانے والے
لوگ بڑے کج خلق اور تند خو ہوتے ہیں۔
حضرت عائشہ ایک مقام پر ذرا قافلہ سے
باہر پاخانہ کی حاجت رفع کرنے کے لئے
گئیں۔ وہاں گلے کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کے
دانے چنتے لگیں۔ ذرا دیر ہوگئی۔ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی گھنٹہ
جرس نہ ہوتا۔ اونٹ والوں نے اونٹ کس
لئے۔ اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ حضرت عائشہ

واپس آئیں۔ تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے تھے۔ آپ نے سوچا جس وقت نبی کریمؐ مقام پر پہونچیں گے۔ اور مجھ کو نہ پائیں گے۔ تو کسی کو لینے بھیجیں گے۔

قافلوں میں ایک شخص قافلہ سے پیچھے رہتا ہے۔ وہ آیا۔ تو آپ اس کے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں۔ اور بعض منافقین نے بے ہودہ بکواس شروع کی۔ اللہ تعالیٰ برئیت کر کے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر فضل الٰہی سے معافی نہ ہوتی تو حضرت عائشہ پر اتہام ان سب کو تباہ کر دیتا۔

اولوالفضل۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ۔

(رکوع ۱۰)

فارجعوا۔ لوٹ جاؤ۔ مگر آجکل کے مسلمان تو ناراض ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کے شبہے کرتے ہیں۔ ایسی تعلیم بہت ہی نفع کی ہے۔ جب تم کسی گھر میں بغیر اجازت جا نہ سکو گے۔ تو کسی کے عیب پر اطلاع بھی نہ پاؤ گے۔ اور اس طرح مطاعن۔ عیب جینی سے بچو گے۔

یغضوا من ابصارھم۔ پولیس بھی شرارتوں کے روکنے کے لئے کسی حد تک مفید ہے۔ اور ضرور چاہیئے۔ لیکن بعض ایسے گناہ ہیں۔ کہ پولیس ان میں کچھ نہیں کر سکتی۔ وہاں شریعت کام دیتی ہے۔

ہمنے بہت سے ایسے انسان دیکھے ہیں۔ کہ ایک ہی نگاہ میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں سے کہدو نگاہیں نیچی رکھیں۔ میں تو اسی لئے برقع کا دشمن ہوں کیونکہ برقع والی آنکھ نیچی نہیں ہوتی۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کسی حسین پر پہلی نظر پڑ جائے۔ تو تم دوبارہ اس پر ہرگز نظر نہ ڈالو اس سے تمہارے قلب میں ایک نور پیدا ہوگا۔

لا یبدین زینتھن۔ عرب میں ناک کے لئے کوئی زیور نہیں ہوتا۔ اسیواسطے ہماری شریعت میں ناک کے زیور کا ذکر نہیں

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ اوڑھنیوں کے گریبان پر ڈالنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ سر پر سے منہ کے سامنے گھونگٹ لٹکا کر گردن تک اس گھونگٹ کو لٹکا لو۔ پھر نظر بھی ضرور نیچے رہے گی۔

او نسائھن۔ اس ھن سے ظاہر ہے۔ کہ ہر مذہب کی عام عورتوں کو اجازت اندر آنے کی نہیں۔ میں نے اس کے بڑے بڑے فساد دیکھے ہیں۔

لا تکرھوا۔ رنڈیاں نہ بناؤ۔ رسم متعہ کا استیصال کیا۔

(رکوع ۱۱)

ابتداء سورہ میں فرمایا کہ ہم نے بڑے

ضروری احکام اس سورۃ میں دیئے پھر فرمایا کہ زنا بُری چیز ہے۔ (ب) کسی گھر میں بلا اجازت جانا منع ہے (ج) کسی پر عیب لگانا بہت بُرا ہے۔ لیکن ساتھ بدی کو دور کر دینے کا حکم ہے۔ نور سے تمیز پیدا ہوتی ہے۔ اور تمام علوم خدا ہی کی طرف سے آتے ہیں۔

ظلمت میں جو چیز پڑی ہوتی ہے اس کی خوبی یا نقص کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اندھیرے میں کیسے ہی گل و گلزار ہوں۔ کیسے ہی لطیف ریشم کے کپڑے ہوں۔ مگر جب تک روشنی نہ آوے کچھ تمیز نہیں ہو سکتی۔

اللہ نور السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جہان میں جو کچھ عجائبات دیکھتے ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کا نور ہے۔ یعنے حضرت حق سبحانہ کے نور کا ظہور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور جن پر پڑتا ہے ان میں بعض کو آفتاب بعض کو چاند بنا دیا۔

مثل نورہٖ۔ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور کی مثال یہ ہے۔

کمشکوٰۃ۔ ایک طاق ہو۔ اس میں چراغ رکھ دیں۔

المصباح فی زجاجۃ۔ اس کے اوپر ایک چمنی رکھ دیں۔ چمنی کے رکھنے سے کاربن جلنے کے سبب دھواں جاتا رہتا ہے۔

الزجاجۃ کانہا کوکب دری۔ پھر اس چمنی کے اوپر ایک اور گلوب (Shade ہے) رکھ دیا۔ اس گلوب کے رکھنے سے اس کے خراب اجزا جلکر بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر وہ چراغ ستارے کی طرح ہو جاتا ہے۔ دری جو ظلمت کو دور کرے۔ دھواں نہ رہے۔

یوقد من شجرۃ مبارکۃ۔ اس چراغ میں کوئی تیل ہو۔ پر وہ تیل برکت والا ہو جو نہ شرقی میں ملے نہ غربی میں (دنیا کا نہ ہو) یعنے فضل الٰہی کا تیل اس میں ڈالیں۔

ولو لم تمسسہ نار۔ پھر اس تیل کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو الٰہی فضل ہے۔ وہ کوکب دری بنیگا الٰہی فضل سے۔

نور علیٰ نور۔ نور تو وہ پہلے ہی ہے پھر طاق۔ چمنی۔ گلوب سے نور علیٰ نور ہو گیا۔

یہدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء۔ اس نور میں پیدا ہیں کیا نظارے الٰہی ہیں بدی کی منظر آسکے گی۔

فی بیوت۔ یہ نور چند گھروں میں
ہو گا۔ اب اعلان کرتا ہے۔ کہ وہ گھر
چھوٹے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ دن آتا
ہے۔ کہ بڑے ہو جائیں گے۔

یذکر فیہا اسمہ۔ ان گھروں
میں اللہ کا بہت ذکر رہتا ہے۔ یعنے خدا
کی باتیں ہی صبح شام کرتے رہتے ہیں۔

لیجزیہم اللہ احسن ما عملوا
پہلے لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع سے بتایا
کہ وہ آجکل تجارت کرتے ہیں۔ عنقریب
خلفاء راشدین میں سے ہوں گے۔

(رکوع ۱۲)

یسبح لہ۔ اس کی فرمانبرداری
میں لگے ہوئے ہیں۔

والطیر صٰفّٰت۔ اس میں پیشگوئی
ہے کہ دنیا دیکھ لیگی۔ پرند ان کفار کی
لاشیں نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

والی اللہ المصیر۔ خدا کی طرف
انسان نے پہنچنا ہے۔

یزجی سحابًا۔ دریا۔ سمندر آدمی
کے اندر سے سب جگہ سے پانی بھاپ
بن کر اوپر کو جا رہے ہیں۔ اور مختلف
جگہوں کے قطرے ایک دوسرے کے
ساتھ مل رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں
کی افواج میں دور دراز سے لوگ شامل

ودق۔ نالیاں۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

یصیب۔ بعض اشیاء کو نقصان
پہنچتا ہے۔

یقلب۔ رات کے وقت دن ہو
جانا۔ تھوڑا عرصہ گذرا۔ اس وقت ۸ بجے
رات ہو جاتی تھی۔ آجکل روز روشن ہی

ماء۔ نطفہ کا پانی۔

لقد انزلنا۔ اس سورۃ میں پیشگوئیاں
صاف صاف کر دی ہیں۔

واللہ یہدی۔ ان باتوں سے جو
چاہے سیدھی راہ نکال سکتا ہے۔

یقولون۔ منہ سے کہتے ہیں۔ عمل
نہیں۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ تقیہ کرنے
والے مخالفین خلفاء مومن کہلائینگے۔

دعوا۔ ان کے مطلب کے برخلاف
اللہ رسول کا حکم ہو۔ تو اعراض کرتے ہیں

یکن لہم۔ ان کے مطلب کے
مطابق (حق) شریعت کا مسئلہ ہو تو
ماننے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

(رکوع ۱۳)

یتقہ۔ اصل میں یتقی تھا۔ من کی
وجہ سے یٰ اڑی۔ تو ہ سکتہ کی لگائی
گئی۔ ق مکسور ماقبل مفتوح۔ لہذا ق
ساکن ہوا۔

ان رکوعوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ایک نور معرفت کا ہوتا ہے۔ جس سے بھلے برُے کی تمیز ہوتی ہے۔ وہ نور ان گھروں میں ہوتا ہے۔ جن گھروں میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ تاجر ہیں۔ ان کے گھر چھوٹے ہیں۔ پر کسی دن اللہ ان گھروں کو بڑا بنا دیگا چنانچہ اس قرآن شریف کا جمع کرنے والا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہے۔ پھر حضرت عمر رضؓ۔ پھر حضرت عثمان رضؓ اس کے شائع کرنے والے۔ پھر حضرت علیؓ جن سے سچے روحانی علوم دنیا میں پہنچے ہیں نے بھی خود بلاواسطہ حضرت علی سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان رکوعوں میں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ انصار میں خلافت نہ ہوگی۔ بلکہ مہاجرین میں۔ پھر یہ بتایا کہ ان کا مقابلہ مسلمان بھی کریں گے۔ اور کفار بھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ کی مخالفت اسی طرح ہوئی۔ بعض لوگ خلافت کے قائل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مثال دی۔ کہ ایک وہ جو کفر کے بخارات کو پانی سمجھے دوسرے وہ جو شریعت کے سمندر میں بھی ہو کر مقابلہ

انجام یہ کہ چرند پرند ان کا گوشت کھائیں گے۔ خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکر رضؓ کے لئے بہت مشکلات تھے۔ لشکر حضرت اسامہ رضؓ کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔

ادھر عرب میں جا بجا بغاوت پھیل گئی۔ مکہ میں لوگ آمادہ بغاوت تھے۔ کہ وہاں ایک عقلمند انسان پہنچ گیا کہ تم ایمان لانے میں سب سے پیچھے تھے۔ اب مرتد ہونے میں سب سے پہلے ہو۔ تو اس پر وہ باز آ گئے۔

اذا فریق منہم معرضون میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ وہ نہ حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں نہ حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں نہ حضرت عثمان وعلی رضؓ کے زمانے میں۔ غرض کبھی مظفر ومنصور نہیں ہوا۔ مگر دوسرا فریق سمعنا واطعنا کہنے والا۔ مظفر ومنصور رہا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرما دیا۔ واولئک ھم المفلحون۔

لیستخلفنہم۔ خلیفہ کا بنانا خدا کے اختیار میں ہے۔ اور میں اس امر میں خود گواہ ہوں۔ کہ خلافت خدا کے فضل سے ملتی ہے۔

ولیمکنن لہم۔ یہ سچے خلیفہ کی صداقت کے نشان بتائے۔ کہ ان میں

تمکین دیگا۔ ان پر خوف بھی آئے گا۔
مگر وہ خوف امن سے بدلا جاوے گا۔
برخلاف اس کے جو ان کے منکر ہوئے
وہ فاسق ہوں گے۔ چنانچہ دیکھ لو۔
کنجڑوں سے رنڈیوں سے پوچھو۔ تو
سپچھ تیئیں اسی گروہ کی خادم بتاتی ہیں
جو کافر ابوبکر رضو و عمر رضہ ہے۔

لعلکم ترحمون۔ جاذب رحم کیا
ہے۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ اطاعت رسول۔
حضرت ابوبکر کے وقت زکوٰۃ کے لئے
جنگ بھی ہوئی۔

(رکوع ۱۴)

لیس علی الاعمی حرج۔ اندھوں
سے لوگ قسم قسم کی بدپرہیزیں کرتے ہیں
بعض احمق آدمی نابینا کے پیچھے نماز
پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جو بے بنیاد
بات ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام
مکتوم کو اپنا جانشین بنایا جس میں نماز
پڑھانا شامل ہے۔

من بیوتکم او بیوت خالٰتکم
ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھر میں
خصوصاً ساس بہو کی لڑائی کی شکایت
کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کریں
تو ایسا نہ ہو۔ دیکھو اس میں ارشاد ہے
کہ گھر الگ الگ ہوں۔ ماں کا گھر الگ ہے
اولاد شادی شدہ کا گھر الگ۔

فاذا دخلتم بیوتا۔ جب اپنے
گھروں میں جاؤ۔ تو سلام علیک کہو۔
حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر گھر میں کوئی نہ
ہو۔ تو السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین
کہہ لیا کرو۔ اکثر گھروں میں اس کا عملدرآمد
نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان گھروں میں
سلامتی بھی کامل نہیں۔ سفرالسعادۃ
جنہوں نے لکھی ہے۔ وہ ہندوستان
میں آٹھویں صدی کو آئے۔ بڑی
خوبی کے آدمی تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔
کہ ہندوستان میں بادشاہوں کو سلام
علیک کہنے کا رواج نہیں اس کا یہ
نتیجہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ سلطنت ہی نہ رہی

(رکوع ۱۵)

لا تجعلوا دعاء الرسول۔ اس بات
کا خیال رکھو۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی پکار ایسی نہ ہو۔ جیسی اوروں کی
پکار ہوتی ہے۔ مومن کو نہ چاہیئے۔ کہ نبی
کریم ص کے بلانے کو بھی ایسا ہی سمجھے جیسا
اوروں کے بلانے کو۔

سورۃ فرقان

(رکوع ۱۶)

یہ سورۃ صحابہ کی تاریخ ہے۔ ان کی پچھے

حالانکہ اس میں درج ہیں۔ سورۂ مومنون میں عام مومنوں کو بشارت دی ہے۔ النور میں خلفاء کی خصوصیت بیان فرمائی ہے اس میں صحابہ کی تاریخ اور حالات درج ہیں

نزل الفرقان۔ الفرقان (یوم البدر) جو دشمنوں کی کمر کو توڑنے والا تھی مکہ میں بڑے شریر تھے۔ وہ بری طرح ہلاک ہوئے۔

للعالمین نذیرًا۔ کفار مکہ کی ہلاکت تمام جہان کے لئے نشان ہوگی۔

لم یتخذ ولدًا۔ جب ولد نہیں تو کسی کا کیا لحاظ جب قوم بگڑی نذیر آگیا۔ اس میں پیشگوئی ہے۔ کہ ابن اللہ کہنے والے بھی مفتوح ہوں گے۔ اور مشرک بھی۔

انزلہ الذی یعلم السر۔ وقالوا اساطیر الاولین کا جواب ہے۔ کہ یہ کہانیاں نہیں ہیں پیشگوئیاں ہیں۔

مال ہٰذا الرسول۔ یہ تو انسان ہے حالانکہ لکھا تھا۔ خدا فاران کے پہاڑ سے آیا۔

یلقی الیہ۔ یہ مطالبہ بعض پیشگوئیوں کی بناء پر تھا کہ اس کے ہاتھ تو قیصر و کسریٰ کے خزائن اور جنت شام آنے چاہئیں۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر وہ طلبگار نہ تھے۔ وہ کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔

مسحورًا۔ جو روٹی کھائے پانی پیئے بڑا ساحر (۳) جس پر کسی کا جادو چل جاوے۔

(رکوع ۱۷)

تحتہا الانہار۔ دنیا میں بھی یہ باتیں پیشگوئی کے رنگ میں جاری ہوئیں مسلمان ایسے باغات کے وارث ہوئے جن کے نیچے جیحون۔ سیحون۔ گنگا۔ جمنا بہتے ہیں۔ اور ایسے ملکوں کے وارث ہوئے۔ جن میں قیصر و کسریٰ کے محل تھے۔

مقرنین۔ ہمارے دکہ کی مشکیں اس دنیا میں بھی کسی گئیں۔

ثبورًا۔ (۱) صرف (نجات) (۲) ہلاکت۔

نسوا الذکر۔ اللہ کی یاد چھوڑ دیتے ہیں

فتنۃً۔ ایک تندرست ہوتے ہیں ایک مریض۔ ایک بادشاہ۔ ایک اولوا العزم رسول ایک غنی۔ ایک فقیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہم ہوتے ہیں۔

انیسواں پارہ ۱۹

(رکوع ۱۸)

لایرجون۔ ڈرتے نہیں۔

لولا انزل علینا الملائکۃ۔ ہمیں کیوں رویا نہیں ہوتے ہمیں کیوں الہام نہیں ہوتا

وہ زمیندار احمق ہے جو کہے بادشاہ خود آکر میرے گھر میں معاملہ کیوں نہیں لیتا۔ کیونکہ اس کی تو اتنی ہی قدر ہے کہ ایک نمبردار جوتے مار کر اس سے معاملہ وصول کرلے۔

ویقولون۔ فرشتے کہیں گے۔

حجرًا محجورًا۔ حرام محرم ہے۔

ھباءً منثورًا۔ کوٹھڑی میں جو دھوپ پڑتی ہے اس میں جو ذرے سے نظر آتے ہیں ان کو ہبا کہتے ہیں۔ (۲) غبار (۳) ہوائیں) جو دھول اڑتی ہے (۴) پانی جو بہ کے چلا جاتا ہے۔

ویوم تشقق السماء بالغمام۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جنگ میں بادل بھی برسا۔ فرشتے بھی اترے اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے اور کفار شکست یاب۔

لم اتخذ فلانًا۔ کئی دوست بری ترغیبیں دیکر جہنم کی راہ دکھاتے ہیں۔ ان سے بچو۔

وقال الرسول۔ ہماری نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے تنزل کی یہی وجہ خدا کے حضور بیان فرماوینگے کہ اسلامیوں نے عملی طور پر قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔ مثلاً قرآن نے ایک قاعدہ بتایا ہے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم بہت لوگ ہیں۔ جو اس کے خلاف عمل کرتے ہیں مجھے ایک دفعہ ایک عورت نے ایک دھیلا دیا۔ میں نے شکر کیا کہ یہی پیسہ خدا کے نام دے دوں۔ تو خدا تعالیٰ ایک دانہ کی کئی بالیاں اور سات سات سو دانے بنانے والا ہے۔ اور اگر اپنے علم کے مطابق دوائی بنا لوں۔ تو دس ہزار غریب کے کام آئے۔ اور اس شکر سے بہت نفع اٹھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکر کی روح تھی۔ جو کپڑا مل گیا۔ پہن لیا۔ مگر بعض لوگ ہیں کہ وہ خدا کی نعمت پر شکر نہیں کرتے۔ اور پھر ساری عمر دکھ میں رہتے ہیں۔ ایک شخص کو میں نے تین ہزار روپیہ دیا۔ اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بنتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کفر نعمت ہے۔ واقع میں کچھ نہ بنے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ سب روپیہ برباد ہوگیا۔

(رکوع ۱۹)

وزیرًا۔ بوجھ بٹانے والا۔

اصحٰب الرس۔ میں نے اس کے متعلق بہت تحقیقات کی ہے۔ کوئی کتاب ان کے حالات کی نہیں ملی۔ ہاں قرآن مجید

میں تدبر کرنے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اس سے مراد یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے والے ہیں۔

ان یتخذ ونک الا ھزوًا۔ بڑا حقیر قرار دیتے ہیں۔

(رکوع ۲۰)

الم تر الی ربک کیف مد الظل۔ کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کا ایک عجیب نظارہ اس نے وہ سایہ بنایا ہے۔ جو صبح صادق سے لیکر غروب تک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار تھا۔ کہ وہ سایہ اپنے رنگ ہی میں ٹھہر جاتا۔ سورج کو دلیل بنایا کہ وہ سایہ سورج کے سامنے آگے آگے ہی سمٹتا چلا جاتا ہے۔

فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں۔ چھ مختلف مراتب طے کرا کے۔

وما الرحمٰن۔ ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ ایسے خاص موقعہ پر رحمٰن نہیں بولا کرتے (آریہ عیسائی یہ تمام قومیں صفت رحمانیت کی منکر ہیں۔ اسی واسطے کفارہ اور تناسخ کے قائل ہوئے۔

(رکوع ۲۱)

بروجًا۔ روشن ستارے۔

سراجًا۔ سورج۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا ہے۔

خلفۃ۔ ایک وقت میں ایک چیز رہ جاوے دوسرے وقت میں پوری کرلے اس میں سمجھایا ہے۔ کہ تم زمین کے روشن ستارے بنو۔ اگر کوئی وقت غفلت کا گزرا ہے۔ تو اب اس کی تلافی کرلو۔

ھونًا۔ بڑی سکینت و آرام کے ساتھ وقار سے زندگی بسر کرو۔ عباد الرحمٰن۔

متکبر۔ متجبر۔ فساد میں کوشش کرنے والے۔ عصیان میں منہمک نہیں ہوتے۔

قالوا سلٰمًا۔ جب جاہل مخاطب کریں تو سلامتی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

یبیتون لربھم سجدًا و قیامًا۔ مومن رات عبادت کے کام کرتا ہے۔ انگریزی پڑھنے والوں کی عادت چھوڑ دو۔ کہ دو بجے سوئے اور ۸ بجے اٹھے۔

غرامًا۔ سخت لازم سے

ان یحاقب یکن غرامًا کسی کو اگر سزا دیتا ہے۔ تو عذاب لازم و سخت ہوتا ہے۔ غرام عشق و محبت کو بھی بولتے ہیں۔ جو چیز مضبوطی سے کسی کے پیچھے پڑ جاوے۔ وہ غرام ہے۔

لم یسرفوا۔ خطا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

قوامًا۔ معتدل۔

لا یزنون۔ زنا۔ اپنی شہوت کو ناجائز

طور پر خرچ کرتا۔

اثاماً۔ دوزخ کا ایک نام۔ بدیاں

یضٰعف۔ بڑھ چڑھ کر۔

یخلد فیہ۔ مدتہائے دراز رہیگا۔

لایشھدون الزور۔ کبھی موجود نہیں رہتے۔ دھوکے کی بات میں نہ خود کرتے ہیں۔

سورۃ الشعراء!

(رکوع ۲۲)

المبین۔ کھول کے سنانے والی۔

الا یکونوا مؤمنین۔ کیا تو ہلاک کردیگا اپنی جان کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

محدث۔ نئے پیرائے والا۔ بات تو وہی ہوتی ہے۔

یستھزءون۔ ہنسی خفیف گردانتے تھے۔

(رکوع ۲۳)

نادیٰ۔ آواز دی۔

القوم الظٰلمین۔ قوم فرعون اس کا بیان کیا ہے۔

ربّ انی اخاف۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ حضرت موسےٰ کو خود اپنے طور پر کوئی خواہش نہ تھی۔ کہ میں نبی بنوں جس قدر لوگ خواہشوں کے گرد پڑتے ہیں۔ وہ اکثر ناکام رہتے ہیں۔ فضل انہی پر ہوتا ہے جو خود خواہش نہیں کرتے۔ خدا کے فضل پہ بھروسہ کرتے ہیں۔ ایک اور نکتہ قابل یادداشت ہے۔ کہ دعا قرآن میں یا تو ربنا سے شروع ہوتی ہے یا اللّٰھم سے۔

ولھم علیّ ذنب۔ یعنی اے مولا تیرا تو مجرم نہیں۔ مگر ان کے زعم میں ان کا ایک گناہ میرے ذمے ہے۔

فاذھبا۔ اس کے معنے ہیں جاؤ جاؤ۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ صرف موسےٰ ہی نے جاکر کلام کیا۔

التی فعلت۔ ایک شاہی خاندان کے آدمی کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

وانا من الضآلین۔ فرمایا بیشک میں نے ایسا کیا۔ اور میں محبت کرنیوالا ہوں۔ یعنی جیسے تم کو حُبّ قومی ہے مجھے بھی ہے۔ مجھ سے بھی اپنی قوم کو تکلیف میں دیکھا نہیں جاتا۔

وتلک نعمۃ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام شرم دلاتے ہیں۔ کہ واقعی بڑا تم نے احسان کیا ہے کہ ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور ایک آدمی کو پرورش کیا۔ تو بادشاہ ہو کر اس کا احسان جتاتے ہو۔ یہ معنے مجھے پسند نہیں۔ کہ حضرت موسےٰ نے اس احسان کا اقرار کر لیا۔ فرعون اس کا جواب نہیں دیسکا۔

اس لئے اور بات شروع کر دی۔ اور پھر کبھی یہ احسان نہیں جتایا۔ کیونکہ حضرت موسےٰ نے شرم دلائی۔

قال لمن حولہ۔ ایک گروہ ہے جو خدا کو صرف علت العلل سمجھتا ہے۔ اور اسے موصوف قرار نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرعون حضرت موسےٰؑ کے رب السمٰوات والارض پر ہنسی اڑاتا ہے مگر حضرت موسےٰ اپنی بات پر قائم رہے۔ اور ربکم و رب آبائکم پھر رب المشرق والمغرب فرما کر اس کے افعال قدرت کا ذکر کیا۔

الٰھا غیری۔ مشرک قومیں بادشاہ کو بھی معبود قرار دیتی ہیں۔

(رکوع ۲۳)

فالقٰی عصاہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ خدا نے میرے عصا میں طاقت رکھی ہے کہ وہ تیرے ہاتھ میں سانپ ہو جاوے گا۔

بیضاء للنّٰظرین۔ اور میرے ہاتھ میں ایسی روشن تعلیم ہے کہ وہ ظلمات کو دور کر دیگی۔

لسٰحرٌ علیم۔ بار یک در بار یک علوم کا ماہر چالاک شخص۔

فبما ذا تأمرون۔ اپنے ماتحتوں سے اس طرز کا کلام شرافت ہے۔

لمن المقربین۔ یعنی اپنا مصاحب بنا لوں گا۔

من خلاف۔ خلاف ورزی کے سبب

لاصلبنکم۔ صلیب پر چڑھاؤں گا تاکہ تمام طور پر تشہیر ہو جاؤ۔

قالوا لاضیر۔ دیکھو ایمانی قوت یا تو وہی ساحر ان لنا لاجرًا اور بعزۃ فرعون کہہ رہے تھے۔ یا اب فرعون کی دھمکی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

(رکوع ۲۴)

انبیاء کا بھروسہ اپنے جتھے پر نہیں ہوتا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ فرعون ایسے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو سکے۔

انکم متبعون۔ یہ نبی کریمؐ کو سنایا ہے۔ کہ آپ بھی اور آپ کے ساتھ والے مکہ سے چل دو۔ تمہارا بھی پیچھا کیا جاوے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دشمنوں نے پیچھا کیا۔ مگر ان کا حشر فرعون کی مانند ہوا۔ راستبازوں کی عداوت کبھی نیک نتیجہ نہیں لاتی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں بھی نیک نتیجہ نہیں نکلتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یخاف عقبٰہا۔

شرذمہ۔ جماعت۔
قلیلون۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے
فاخرجوا من دیارھم وھم الوف کئی ہزار تھے۔
حاذرون۔ چوکس باساز وسامان۔
واورثنھا بنی اسرائیل۔ دوسرے
مقام پر فرمایا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ نے
اپنی جماعت کو جب ایک علاقہ میں فتح کرنے
کیلئے جانے کو کہا۔ تو انہوں نے جواب
دیا۔ اذھب انت وربک فقاتلا۔
حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بہت رنج
ہوا۔ تو دعا کی۔ فافرق بیننا وبین
القوم الفاسقین۔ جس کی وجہ سے
چالیس سال جنگل میں سرگردان رہے۔
پھر تاریخ شہادت نہیں دیتی۔ کہ بنی اسرائیل
مصر کے مالک ہوئے۔ پس مراد یہ ہے
کہ ملک مصر کی مثل دیئے گئے۔ گویا ضمیر
مثل کی طرف پھیری گئی۔ جیسے اخذت
درھما ونصفہ۔ میں نے ڈیڑھ درہم
لیا۔ حالانکہ وہ نصف اسی درہم کا نہیں
بلکہ دوسرے درہم کا نصف ہے۔ جو اس
پہلے کی مثل ہے۔

ترآء الجمعن۔ یہاں یہ بات
یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رویت اور چیز
ہے اور ادراک اور (انا لمدرکون)
سیھدین۔ میرا رب مجھے کوئی راہ
مخلصی کی بتادیگا۔ یہاں ایک صوفیانہ
نکتہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے بھی جب غار
میں انا لمدرکون کہا۔ تو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان معنا ربنا
اور حضرت موسےٰ ان معی کہتے ہیں۔

اضرب بعصاک البحر۔ ایک مقام
پر اضرب بعصاک الحجر کی وحی ہوئی۔
اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اپنے عصا
کو بحر یا حجر پر مارو۔ اور ایک ترجمہ
یوں کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کو سمندر
میں سے لے چل۔ چنانچہ دوسرے مقام
پر فرمایا۔ فاضرب لھم طریقا فی
البحر یبسا۔ ان کے لئے ایک خشک
راستہ پڑا ہے۔ وہاں سے نکال لے جاؤ۔
فانفلق۔ یعنی وہاں دریا پھٹا
پڑا ہے۔ خشک ہوچکا تھا۔

(رکوع ۲۵)

ابراہیم علیہم السلام کی اولاد دو
بیویوں سے تھی۔ ایک بیوی معہ اولاد عرب
میں مقیم ہوئی۔ چونکہ وہ مورث اعلےٰ
تھے۔ اس لئے ان کا واقعہ اہل عرب کو
خصوصیت سے سنایا جاتا ہے۔

لابیہ۔ اپنے ایک بزرگ کو
معلوم ہوتا ہے۔ کہ والد اور تھا۔ جبھی
آپ کے ساتھ آذر آیا ہے۔ دوم بڑھاپے

ہیں والد کے لئے دعا کی۔ اور اَب کے لئے دعا سے منع کئے گئے۔ چنانچہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا نام تارا تھا۔

وجدنا آباءنا۔ تعجب ہے کہ لوگ دنیا کے معاملات میں تو جدت پسند ہیں مگر دین کے بارے میں وجدنا آباءنا کہہ دیتے ہیں۔ کیا لوگ ریلوں اور سٹیمروں پر سوار نہیں ہوتے۔ حالانکہ ان کے باپ دادا نہیں ہوئے یہ محض حیلہ سازیاں ہیں جو مشرکین اللہ کی عبادت نہ کرنے کے لئے کرتے تھے۔

فانھم عدو لی۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اعلان کر دیا۔ کہ یہ بُت میرے دشمن ہیں۔ اگر ضرر پہنچا سکتے ہیں تو سب سے پہلے پہونچائیں گے۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

فھو یھدین۔ جب ہم ایک انسان کی رضامندی کی راہ دریافت نہیں کر سکتے۔ تو اس وراء الوراء ذات کی رضامندی کی راہ سوا کسی کے بتانے کے کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔

واذا مرضت۔ ایک عجیب نکتہ یہ ہے۔ کہ مرض کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ہمرضنی نہیں فرمایا۔ کیونکہ دکھ خدا کیطرف سے کبھی نہیں آتا۔ جب تک انسان کوئی کمزوری نہ کمائے۔

حکماً۔ وہ مضبوط راہ جسکی خلاف ورزی پھر نہ ہو سکے۔

برہموازم والے اپنے لئے ایک راہ اختیار کرتے ہیں۔ تجربہ سے مفید ثابت نہیں ہوتی۔ تو وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خدا کی باتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

لسان صدق۔ بڑے بڑے علوم پھیلیں گے۔ ترقیاں ہونگی۔ الٰہی میری زبان ایسی پختہ ہو۔ کہ اس کے خلاف کبھی کچھ ثابت نہ ہو۔

المجرمون۔ خدا سے قطع تعلق کرنیوالے۔

(رکوع ۲۶-۲۷-۲۸)

حضرت نوح علیہ السلام کا ملک دجلہ فرات میں تھا۔ وہاں کے رہنے والے بڑے عیش میں تھے۔ جیسے کہ آجکل یورپ و امریکہ کا حال ہے۔ ان کی دولتمندی کا یہ حال ہے کہ سنکھ درسنکھ تک کوئی چیز نہیں اور عرب میں تو بس ۱-۱۰-۱۰۰-۱۰۰۰ تک ہے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا آسان ہے۔ پر دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے انبیاء کے متبعین غریب لوگ ہوتے ہیں۔ اور ناداں اس پر اعتراض کرتے ہیں چنانچہ حضرت نوحؑ کو بھی کہا۔ واتبعک الارذلون۔

بما کانوا یعملون۔ حضرت نوحؑ سمجھاتے ہیں۔ کہ ان غریبوں نے کوئی ایسا عمل کیا جس سے ان کو نبی کی متابعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور تم نے کوئی ایسا عمل کیا جس کی وجہ سے خدا نے تمہیں یہ توفیق نہ بخشی۔ اور تم منکران رسالت ہوئے

انسان کا سلسلہ اعمال چلتا ہے۔ اور اس سلسلہ کے مطابق اعمال کا پھل انسان کو ملتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رسد دیوار کج

اسی واسطے یہ دعا ہر خطبہ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ کہ ہمیں اعمال کے بد نتائج سے محفوظ رکھ۔

رب ان قومی۔ یہ لنکونن من المرجومین کے مقابلہ میں انبیاء کا ہتھیار ہے

واطیعون۔ جو لوگ نبیوں کی اطاعت کے منکر ہیں وہ غور کریں۔ یہاں تو رسول بغیر کتاب اللہ نہیں ہو سکتا۔

اتبنون۔ وہ قوم اونچے اور عالی شان مکان بناتی تھی۔

ریع۔ شرف اونچی جگہ الطریق (رستے) منظر۔ دعمدہ نظارے کی جگہ) مصانع۔ جمع مصنع جس کے معنے

کلین اعلٰے کوٹھیاں۔

خلق الاولین۔ اولڈ فیشن باتیں ہیں۔

تنحتون من الجبال بیوتا۔ پہاڑوں پر کوٹھیاں بناتے ہو۔

انت من المسحرین۔ یعنی تو بھی کھانے پینے کا محتاج ہے۔ (۲) تم پر کوئی جادو کر گیا۔ (۳) تو جادو دیا گیا ہے۔ تقریر لطیف کرتا ہے۔

(رکوع ۲۹-۳۰)

چار چیزیں بڑی نقصان دہ ہیں۔ (۱) غضب۔ جس سے بسا اوقات ہوش و حواس باطل ہو جاتے ہیں۔ اس کے پانچ علاج ہیں (۱) چلتا ہوا ٹھہر جائے (۲) ٹھہرا ہوا بیٹھ جاوے (۳) بیٹھا ہوا لیٹ جائے (۴) لاحول پڑھے (۵) بائیں طرف تھوک دیوے۔ ٹھنڈا پانی پی لے۔

(۲) شہوت۔ النساء حبائل الشیطان۔ شہوت نے بہت سی مخلوق کو بادیہ میں ڈالا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔

وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے۔ اور وہ جو رانوں کے درمیان ہے اگر تم ان پر قابو پا لو۔ تو میں تمہارے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔

جو لوگ شہوت کا خیال رکھتے ہیں وہ جریان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نظر حافظہ، دل کا حوصلہ تمام طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ یہ شہوانی نظر کا نقصان ہے۔ جو اس سے آگے بڑھتے وہ سوزاک آتشک میں گرفتار ہوتے ہیں۔

(۳) حرص و طمع دنیوی۔ اس میں نہ حلال کو دیکھتے نہ حرام کو نہ دیانت نہ امانت اپنے لئے سب کچھ حلال دوسرے کو اس کا حق دینا بھی بار خاطر۔

(۴) کسل و کاہلی۔ مسلمانوں میں یہ مرض آجکل بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ نماز میں ابن حزم کا مذہب ہے کہ دعا اللّٰھم انی اعوذبک من العجز والکسل کو فرض سمجھتے ہیں۔

عجز کے معنے ہیں اسباب کا جمع نہ ہونا کسل اسباب مہیا شدہ سے کام نہ لینا

(۵) فرحوا بما عندہم من العلم۔ دوسرے کی تحقیر اور اپنے تئیں بہت کچھ سمجھنا اور اپنے علم پر نازاں ہونا۔

ان رکوعوں میں انہی باتوں کا ذکر ہے لتکونن من المخرجین۔ جب ناصح نے بے جا شہوت سے روکا تو غضب میں آئے یہ دوسرا جرم ہے۔

اصحٰب الایکۃ۔ ایک ندی کو کہتے ہیں۔ جو بہتی ہو۔ بن بھی ترجمہ کیا ہے۔

اوفوا الکیل۔ یہ حرص و طمع دنیوی کے چھوڑنے کا وعظ ہے۔

(رکوع ۱۱)

عربی مبین۔ کھول کھول کر سنانے والی۔

لفی زبر الاولین۔ دیکھو یسعیاہ کے باب ۴ و ۵ کو۔

عن السمع لمعزولون۔

قرآن ایسی کتاب ہے کہ شریر اس کے سننے کی بھی برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ دوسروں کو اس کی تعلیم دے

وانذر عشیرتک الاقربین

مومن پر لازم ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرے پھر اقرباء کو سمجھائے۔ اور ان کو سمجھانا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قرباء کو خوب سمجھایا۔ پہلے دعوت کی۔ موقعہ نہ ملا۔ تو پھر دعوت کی۔ اور انہیں وعظ کیا۔ پھر جو کسر رہی۔ تو پہاڑ پر چڑھ کر سب کو نام بنام پکارا۔ یہاں تک کہ صبح سے لے کر عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ عصر کے بعد کہا کہ اگر ہم کہدیں کہ دشمن کا لشکر چڑھائی کرنے والا ہے۔ تو تم میری بات کا یقین کر دیا نہیں۔

انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں کہ آپ صادق ہیں۔ اس پر آپ نے کہا انا النذیر العریان۔ میں ڈرانیوالا ہوں دیکھو تم پر عذاب الٰہی آنے والا ہے۔ اپنی عاقبت کی فکر کرو۔ اور اپنے تئیں شیطانی اعمال سے بچالو۔

مَیں بھی عصر کے بعد تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اپنے تئیں بے جا غضب شہوت کسل و کاہلی۔ حرص و طمع سے بچالو۔ اس وقت صحابہؓ کی طرح تمہیں موت کا سامنا نہیں۔ بلکہ دین کی خدمت آسان ہے۔ تم قلم چلاؤ۔ تقریر کرو۔ مگر خدا کی رضامندی کے لئے۔

والشعرآء۔ وہ تُک بند جو بہادری۔ مروت۔ تواضع رحم کی تعریفیں کرتے ہیں۔ مگر خود اپنے اندر وہ باتیں پیدا نہیں کرتے۔ اور جس کی مذمت کرتے ہیں اس سے خود بچتے نہیں۔

ماظلموا۔ اس وقت ہم پر یہہ ظلم ہورہا ہے کہ اللہ پر اس کے رسول پاک پر اس کی مطہر بیبیوں پر خطرناک حملے ہوتے ہیں۔ اول عیسائیوں کیطرف سے۔ پھر برہموں کی طرف سے۔ پھر آریوں کی طرف سے۔ ان کی تردید کی جاوے ؛

سورۃ النمل

(رکوع ۳۲)

طس۔ طٰ کے معنے صحابہؓ نے لطیف کئے ہیں۔ اور سؔ کے معنے سمیع ابن جریر نے اسے سورۃ نمل میں بیان کیا ہے۔

مبین۔ کھولکر سنانے والی۔

زینا لھم اعمالھم۔ ترجمہ جو عام طور پر کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ صحیح معنے یہ ہیں۔ جو کام بندوں کو کرنے چاہئیں ہمنے ان کو نہایت خوبصورت کر کے پیش کیا ہے۔ مگر جیسا کہ اندھا کسی خوبصورتی کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ بھی نیک اعمال کے جمال کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس واسطے بداعمالی میں پڑے ہیں۔

اذ قال موسیٰ۔ یہ بیان یہ بات سمجھانے کے لئے ہے کہ اے نبی تمہیں یہہ قرآن۔ تیری کسی قسم کی خواہش کے سوا دیا ہے۔ جیسا کہ موسےٰ کو پیغمبری دی۔

لاھلہ۔ اپنے ساتھ والے کو اس بات میں بحث ہے۔ کہ بیوی ساتھ تھی یا نہیں ؛

انی انست۔ معلوم ہوتا ہے کسی اور نے اسے نہیں دیکھا۔

ان بورک من فی النار۔ برکت دیا گیا ہے۔ وہ شخص جو آگ کی طلب و جستجو میں

ہے۔ یہی معنے صحیح ہیں۔

القِ عصاك۔ اپنا عصاء رکھ دو۔

جانٓ۔ سانپ۔

لاتخف۔ آگ کے نظارہ سے مراد جنگ ہے۔ گویا سمجھایا گیا کہ بڑی جنگوں سے تجھے واسطہ پڑے گا۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے کلما اوقدوا نارا للحرب اطفأھا اللّٰہ۔ اور سانپ کے نظارہ سے یہ بتایا کہ تو اکیلا نہیں رہے گا۔ بلکہ تیری جماعت سانپ کی طرح ان دشمنوں کو کھا جاویگی۔

الاّ۔ اس الاّ پر بڑی بحثیں ہیں بعض کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ الاّ منقطع نہیں ہوتا۔ یہ الاّ بمعنے واؤ کے ہے۔

ادخل یدك۔ یہ تیسرا نظارہ ہے اس میں سمجھایا گیا کہ ہم تجھے روشن تعلیم کی کتاب دیں گے۔ جسمیں کوئی بدی نہ ہوگی۔

تسع ایٰت۔ عصا۔ ید بیضاء۔ جوؤں۔ ضفادع۔ دم۔ مری جسمیں اکلوتے بیٹے مارے گئے۔ طمس اموال۔ طوفان۔

(رکوع ۲۳)

اٰتینا داؤد سلیمٰن علماً۔ علم حصول خرچ صحت۔ دماغ۔ استاد۔ فرصت اور سب سے بڑھ کر فضل الٰہی پر موقوف ہے۔ بغیر فضل الٰہی کچھ بھی نہیں ہوتا جس کی جاذب دعائیں ہیں۔ اٰتینا اسی واسطے فرمایا۔

وقال الحمد للّٰہ۔ دوسرا ذریعہ حصول علم کا حمد و شکر ہے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم

ورث سلیمٰن۔ یوں تو حضرت داؤد کے اُنیس لڑکے تھے۔ مگر علمی وارث سلیمان ہوئے۔

منطق الطیر۔ ایک منطق الطیر اس علم کا نام ہے۔ جو انبیاء کو عطا ہوتا ہے۔ دوسرا وہ جو حکماء کو۔ تیسرا تجربہ کاروں کو۔ سلیمان علیہ السلام کو تینوں علم بخشے گئے۔

وادالنمل۔ طائف کے پاس سونے کے ذرات نکلنے کا ایک نالہ ہے۔ ان کو چننے والوں کا نام نملہ ہے۔ ہماری ملک میں بھی ایسے لوگوں کو کیرے کہتے ہیں اور اس قسم کی کئی قومیں ہیں۔ مثل مور کٹا نے۔ چوہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے ہارون رشید کے آگے ایک عورت نے تھیلی پیش کی۔ اور کہا ہمارے ملک میں ایک دفعہ سلیمان بھی آئے تھے۔

قاموس میں برگہ کے آگے لکھا ہے کہ البرکۃ من میاہ نملتہ۔

وھم لایشعرون۔ یہاں ایک

لطیف نکتہ ہے۔ کہ پہلے لا یحطمنکم کہہ کر صریحاً ایک الزام لگایا۔ مگر ساتھ ہی لا یشعرون سے ازالہ کر دیا۔ شیعہ پر افسوس کہ وہ نملہ جیسا حسن ظن بھی صحابہ نبی پر نہیں رکھتے۔

لا اری الھدھد۔ بر آید در جہاں کارے زکارے۔ طیر کا جائزہ لیتے بات میں بات یاد آگئی۔ اور اس شخص کی نسبت سوال کیا۔

انہ من سلیمان۔ یہ قرآن شریف میں خطوط کا نمونہ ہے۔ بڑے بڑے القاب و آداب لکھنے والے عبرت پکڑیں

(رکوع نمبر ۳)

حضرت سلیمان کی نسبت یہ غلط طعنہ ہے۔ کہ آپ (نعوذ باللہ) ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر بت پرست بھی ہو گئے۔

قرآن کریم ایسے تمام مطاعن کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے بیہودہ و مفتر قصص سے تمام راستبازوں کی ذات ستودہ صفات پر حملہ ہوتا ہے۔ اس رکوع میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ عورت خود بھی مشرک نہ تھی۔ چہ جائیکہ حضرت سلیمان ایسے ہوتے۔

افتونی فی امری۔ یہ ہر ایک سعادتمند دانشور انسان کا قاعدہ ہے کہ اہم امور میں مشورہ کر لیتا ہے۔

فلما جاء۔ ہدیہ سے ہدیہ بھیجنے والے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جاء کا فاعل وہی ہے۔

قال یا ایہا الملأ۔ ان دنوں میں حضرت سلیمان طائف میں تھے۔ درمیانی بیان ہے کہ صلح ہوئی۔ اور یہ کہ وہ حضرت سلیمان کے نکاح میں آوے۔

یاتینی بعرشہا۔ یہ اس لئے کہ جب اس ملکہ نے آنا تھا۔ تو اس کے لئے تخت بھی چاہیئے تاکہ وہ اپنے تخت جیسا تخت پا کر کچھ دل میں محسوس نہ کرے۔

انا اٰتیک۔ میں ایسا بنا لاتا ہوں۔

لقوی امین۔ اس کے جواہرات کے متعلق امانت کا یقین دلایا۔

قبل ان یرتد الیک طرفک۔ سرکاری معاملہ جو ہر سہ ماہی یا ششماہی کے بعد آتا ہے اسے طرف کہتے ہیں۔ (۲) بادشاہوں کو کسی بات کا خیال لگا ہو اس خیال کے متعلق جواب آوے۔ تو اسے طرف کہتے ہیں۔ (۳) عربی زبان میں یمن سے جو قاصد آوے اسے طرف کہتے ہیں کیونکہ وہ عرب سے ایک طرف ہے۔ پس معنے ہوئے کہ قبل اس کے کہ یمن کے لوگ آئیں۔ یا آپ کو جن کے آنے کا خیال ہے وہ آئیں یا قبل اس کے کہ آپکا [illegible] وصول ہو

نکروا لها عرشها۔ اس تخت کو ایسا بناؤ۔ کہ اسے اپنا تخت ناپسند ہو جاوے۔

کانہ ھو۔ یہ اس کی دانشمندی کی دلیل ہے کہ دھوکہ نہیں ہوا۔ کہہ دیا گویا کہ ایسا ہی ہے۔ حالانکہ انہوں نے نکروا لها تک نوبت پہنچا دی تھی۔

ادخلی الصرح۔ محل دیا۔ اور ساتھ ہی اس طرح ایک وعظ کیا۔

کشفت عن ساقیها۔ اس کے معنے ہیں "گھبرا گئی"۔ خوب یاد رکھو۔ آپ کا مطلب یہ تھا۔ کہ سورج کو تیری قوم جو پرستش کرتی ہے۔ وہ ایسی ہی غلطی میں گرفتار ہے۔ جس طرح یہ شیشہ ہے اور اس کے نیچے پانی ہے۔ ایسا ہی سورج کو روشنی دینے والا ایک اور نور ہے۔ اصل وہی ذات ہے۔

(رکوع ۴ ۳)

اعبدوا اللہ۔ کامل محبت۔ کامل فرمانبرداری۔ کامل تضرع ایک ہی ذات پاک کے لئے ہو جس کا نام اللہ ہے۔

فریقن۔ ایک ماننے والے ایک منکر۔

طیرنا بک۔ برا حصہ اُٹھایا ہے ہمنے تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے۔

فی المدینة تسعة رهط۔ یہ مکہ والوں کو سنایا جاتا ہے۔ مکہ میں بھی نو ہی تھے۔ ان کے نام (۱) ابوجہل (۲) ولید (۳) نضر (۴) عتبہ (۵) شیبہ (۶) امیہ (۷) ابی (۸) عقبہ (۹) حرث بن عامر۔

مکرنا مکرا۔ بڑی باریک تدبیریں کیں۔ وہ خیر الماکرین ہے۔ اسکی تدبیریں خیر و برکت کی ہوتی ہیں۔

ان فی ذلک لآیة۔ مکے والوں کو سمجھایا کہ تم بھی ایسی ہی تدبیروں کے درپے ہو۔ مگر وہی انجام ہوگا۔ جو صالح کے مخالفوں کا ہوا۔ سب تباہ ہوگئے۔

یتطھرون۔ جو شہوت رجال سے بچے۔ اسے عربی زبان میں متطہر کہتے ہیں۔

بیسواں پارہ!

(رکوع اوّل)

ہر انسان کی فطرت میں ہے۔ کہ وہ اپنے سے بڑے اور زبردست کی بات کا پاس کرتا ہے۔ اللہ اس رکوع میں اپنے علم اپنی قدرت و طاقت کا ذکر کرتا ہے۔

جعل الارض قرارا۔ زمین گردش کھاتی ہے۔ مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔

اسی ذات پاک نے زمین کو قرار بنایا۔

امن یجیب المضطر۔ یہاں علماء عالی فہم کو سمجھاتا ہے۔

ثم یعیدہ۔ اس کی مثل بار بار بناتا ہے۔

بل ادرٰک۔ ختم ہو چکا ہے ان کا علم دربارۂ آخرۃ۔

(رکوع ۲)

بڑی غفلت کا موجب ہے۔ جزاو سزا کا انکار یہی تمام غفلتوں کی جڑ ہے بعض لوگوں نے یہاں تک کہنے کی جرأت کی ہے۔ مگر چہ معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

قل سیروا فی الارض۔ یہ ان ھذا الا اساطیر الاولین کا جواب ہے کہ تم جا بجا دیکھو۔ کہ دنیا میں منکران قیامت کا کیا انجام ہوا۔ جس سے آخرت کا حال ظاہر ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے کشتوں پر فرمایا۔ ھل وجدتم ما وعد کم ربکم حقا۔ فقد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا۔

یقولون متی ھذا الوعد۔ دوسرے مقام پر ھذا الفتح ہے۔

ردف لکم۔ یعنے میرے نکلنے کے پیچھے ہی تم پر عذاب ہوگا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر لکم میعاد یوم۔ اور ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ فرمایا۔ یوم سے مراد ایک سال ہے۔ یسعیاہ نبی نے باب میں فرمایا ہے۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ وہاں لکھا ہے۔ کہ ایک سال میں قیدار کے بہادر گھٹ جاویں گے۔

الا فی کتب مبین۔ خدا کی حفاظت میں ہے۔

ھم فیہ یختلفون۔ سب سے بھاری اختلاف مسیح کی آمد کے متعلق تھا۔ اس زمانہ میں بھی یہی اختلاف ہے قرآن شریف نے اسے صاف کر دیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا۔ کہ نبوت والہام بنی اسرائیل میں محدود ہے۔ اس زمانہ میں بھی کہتے ہیں۔ کہ سوائے بنی فاطمہ کے کسی میں مہدی نہیں آسکتا۔ لیکن جیسے بنی اسحٰق کی بجائے بنی اسمٰعیل میں نبی آیا۔ ایسے ہی اس زمانہ میں بھی امام آیا۔

انک لا تسمع الموتی۔ یہاں سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے۔ کہ مُردے نہیں سُنتے یہ صحیح نہیں۔

وقع القول علیھم۔ صحابہ نے اس کے متعلق فرمایا۔ اذا ترک الامر بالمعروف واذا لم یعرفوا معروفا ولم ینکروا منکرا۔ جب خود نیکی

نہ کریں۔ اور نہ دوسرے کو نیکی کی ترغیب دیں۔ اور جب ایسا وقت آجاوے کہ نہ خود بدی چھوڑیں نہ دوسرے کو روکیں تو اس وقت عذاب آتا ہے۔

دآبۃ من الارض۔ پس ایسی قوم کے لئے زمین سے کیڑا پیدا کرتے ہیں۔ (یہ کیڑا میرے یقین میں طاعون کا ہے) اس کی نسبت لکھا ہے وہ جن ہے وہ چوبھر لگاتا ہے۔ وہ عورت کی شکل ہے۔ وہ ہاتھی شیر کی طرز کا ہے اس پر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سیدھی بات ہے۔ آفات کا نظارہ جب قبل از وقت لوگوں کو دکھاتا ہے تو بعضوں کو وہ نظارہ ہاتھی کی شکل میں بعض کو بد شکل عورت کی شکل میں دکھاتا ہے۔ پس یہ تمام اس بلاء کے روحانی نظارے ہیں۔ میں نے خود خواب میں طاعون کو ایک وقت میں ہاتھی اور آدمی کی شکل میں دیکھا۔

تکلمھم۔ زخمی کرتا ہے انکو۔

(رکوع ۳)

ویوم نحشر۔ خود جرم کا احساس ایک سزا ہے۔ پھر حاکم کو پتہ لگ جانا اس سے بڑھ کر پھر مجرموں کا ٹولی میں بٹھا جانا اس سے بڑھ کر سزا ہے۔

فھم یوزعون۔ بند کئے گئے سارے کے سارے اول سے آخر تک یہی معنے ہیں۔

ولم تحیطوا بھا علما۔ اکثر صداقت کا انکار اسیوجہ سے ہوتا ہے۔ الانسان عدوٌ لما جہل۔

وقع القول علیھم۔ ان پر فرد جرم لگ جائیگا۔

بما ظلموا۔ شرک کیا (۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ اور معروف و منکر کو نہ سمجھا۔

لا ینطقون۔ دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ مجرم کچھ عذر کریں گے چونکہ حالات مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف حالتوں کا ذکر کیا۔ بعض مجرم سزا دیکھ کر بولنے کی طاقت نہیں پاتے۔

والنھار مبصرا۔ جس طرح ایک وقت رات ہوتی ہے اور دوسرے وقت دن۔ اسی طرح ایک وقت قوموں پر آتا ہے۔ کہ سب چپ چاپ ہوتے ہیں۔ مگر دوسرے وقت مذہبی چھیڑ چھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اور آفتاب صداقت (نبی) کے طلوع سے نیک و بد نشیب و فراز کی تمیز ہو جاتی ہے۔

وتری الجبال۔ اس میں پیشگوئی ہے

کہ یہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ایسی اڑینگی۔ جیسے بادل کو ہوا اڑا دیتی ہے۔
بالحسنۃ۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے افضلھا لا الہ الا اللہ (کلمۂ توحید) وادنھا اماطۃ الاذیٰ عن الطریق۔
بالسیئۃ۔ بدی میں کفر و شرک سب سے بڑھ کر ہیں۔ اور رستوں میں روک ادنےٰ درجہ۔
وان اتلوا القراٰن۔ اب مسلمانوں نے قرآن شریف پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔ یہی تنزل کی جڑ ہے۔ کئی مدرسے قرآن کے دیکھتے دیکھتے بند ہوگئے۔

سورۃ القصص

(رکوع ۴)

آیت ۱۔ طسٓمٓ۔ لطیف۔ سمیع مجید خدا۔
آیت ۲۔ مبین۔ یہ وہ کتاب ہے جو حق کو باطل سے جدا کرتی ہے حلال کو حرام سے الگ کر دکھاتی ہے پہلی کتب کی سچائی کو اس میں شامل شدہ باطل اور تحریف سے الگ کر دیتی ہے۔
آیت ۳۔ یتلوا علیک۔ بات کہنے کو تو موسیٰ و فرعون کی کہی ہے مگر دراصل (لقوم یؤمنون) مومنوں کو سمجھایا ہے

کہ تم باہمی جنگ و جدل نہ کرنا۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی امن دوست تھے۔ اس لئے فرمایا۔ لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم اعناق بعض۔ اور فرمایا القاتل والمقتول کلاھما۔ فی النار۔ مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمانوں میں پھر بھی باہم جنگ ہوئے۔
ونرید ان نمن۔ اس میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے تئیں ضعیف بنالیں۔ غضب سے کام نہ لیں۔ ہم خود ان کے ناصر و معاون بن جاتے ہیں۔
ونجعلھم ائمۃ۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا۔ کہ امام انسان اسوقت بنتا ہے۔ جبکہ لوگوں کو ہدایت دے اور صبر سے کام لے۔ اور ہماری آیات پر یقین پیدا کرے۔ فرمایا۔ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون۔ ونجعلھم الوارثین وہ شام وغیرہ کے وارث ہوئے۔
فالقیہ فی الیم۔ الہامی عبارت کو سمجھنے کے لئے ایک فہم سلیم دیا جاتا ہے اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ جھٹ پھینک دے۔ چنانچہ اسی واسطے ام موسیٰ نے صندوق بنایا۔ سوراخیں بند کیں ساتھ

ہی اس کی بہن کو روانہ کیا۔ گویا ظاہری اسباب کی پوری رعایت رکھی اور الہام وحی الٰہی کی تعمیل بھی کی۔

آیت ۸۔ آل فرعون۔ فرعون کی لڑکی نے لیا۔

لیکون لھم عدوًا۔ اس نے کس غرض کے لئے لیا یہ تو اسے معلوم ہو گا۔ خدا کا منشاء اس آیت سے ظاہر ہو گیا۔ لؔ نتیجہ کا ہے۔

آیت ۱۰۔ واصبح فواد اُمّ موسٰی فارغا۔ لا تخافی و لا تحزنی کی وحی ہو۔ اور پھر ایک لمحہ گھبراہٹ کا اظہار کرے۔ یہ بالکل غلط بات ہے اس کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ موسٰے کی طرف سے فارغ ہو گئی۔ یعنی مطمئن کیونکہ خدا نے اس کا ذمہ لیا تھا۔

لتبدی بہ۔ اس خوشی کا اظہار کر دے کہ خدا اسکا متکفل ہو گیا۔

(رکوع ۵)

حضرت موسٰی کی پرورش فرعون کے گھر میں کرا دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو حکومت دینا چاہتا تھا۔ اس لئے بادشاہی گھر میں تربیت کا موقعہ دیا۔

حکمًا۔ پکی باتیں۔

وکذالک نجزی المحسنین۔ اس میں سمجھایا۔ کہ یہ حکم و علم کا دینا حضرت موسٰے ہی سے خاص نہیں بلکہ جو محسن ہو خدا اسے اس انعام سے بہرہ ور کریگا۔ چنانچہ حضرت یوسف کے بیان میں بھی فرمایا۔ کذالک نجزی المحسنین۔

من عدوہ۔ قبطی تھا۔

ھٰذا من عمل الشیطان۔ حضرت موسٰے نے کہا کہ یہ تجھے شیطانی عمل کی سزا دی گئی ہے۔

ظلمت نفسی۔ اپنی جان کو مشکلات میں ڈال لیا۔

فاغفرلی۔ ستاری فرمایہ قتل فی الحال واضح نہو۔

فغفر لہ۔ چنانچہ خدا نے ستاری کر لی۔ اور انہیں نکل جانے کا موقعہ مل گیا۔

بما انعمت علی۔ حضرت موسٰے کہتے ہیں۔ یہ تیرا فضل ہے۔ پس میں ہمیشہ ظالم کا مقابلہ کروں گا۔ اور میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔ کیونکہ اسوقت مجرم کو سزا اور مظلوم کی ہمدردی کرنے سے یہ فضل ہوا۔

یترقب۔ یہ آپ کے جوش ہونے کی دلیل ہے؛

انک لغوی مبین۔ جسے کل مددی تھی اسے کہا کہ تو بھی روز ہر ایک سے لڑتا رہتا ہے۔

قال یموسیٰ۔ اس مظلوم نے کہا

فاخرج۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نکلنا پڑا۔ حضرت داؤد اور ابراہیم سے بھی یہی معاملہ ہوا۔

(رکوع ۲)

عسیٰ۔ نزدیک ہے۔

من خیر۔ اس دعا میں اس خیر کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا جب کسی گاؤں میں داخل ہونا ہو تو یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیٰطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا (ثَلٰثًا) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔

اس دعا کو میں نے خوب آزمایا ہے۔

میں ہمیشہ اس کے ذریعے لوگوں کی نظروں میں محبوب بنا ہوں۔ اور خود شریر النفسوں کے شر سے محفوظ رہا۔

القوی۔ باوجود اجنبی ہونے کے ان چرواہوں کی پرواہ نہ کرکے پانی پلا دیا۔

الامین۔ ہم جوان لڑکیاں تھیں۔ مگر بہت ہی پاک رہا۔ اور پھر کوئی طمع نہیں کیا۔

ان تاجرنی ثمنی حجج۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ سے آٹھ برس بعد وطن میں آئے اور دو برس بعد یعنی دس برس پر فتح کیا۔

ذٰلک بینی وبینک۔ ہمارے تو جہاں لڑکی دیں۔ وہاں سے پانی بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ میرے نزدیک داماد سے کچھ لینا جائز ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے۔ نبوت کی تیاری کے لئے آپ اتنے برس رکھے گئے۔

(رکوع ۳)

جو لوگ منصوبے باندھنے کے عادی ہیں۔ کہ یوں کریں گے۔ اور پھر یوں کریں گے۔ پھر یوں ہو جائیگا۔ یہ سب نامراد رہتے ہیں۔ شیخ چلی کی کہانی ہمارے ملک میں کسی پاک نے سنائی ہے۔

یہ ایسے لوگوں کے لئے عبرت دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ایسے لوگوں کے شامل حال رہتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ سی طبیعت رکھتے ہیں۔ آپ کے اندر کوئی خواہش نہ تھی۔ کہ میں نبی بن جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔

لاھلہ۔ اپنے ساتھ والوں کو کہا یوں ترجمہ میں نے اس لئے کیا کہ تورات کے بیان میں جو الجھن ہے وہ دور ہو جائے

لعلی اتیکم منہا۔ ان امراء کے لئے یہ نمونہ شرم دلانے والا ہے۔ دیکھو امیر قافلہ خود کام کرتا ہے۔ اور اپنے کسی خدمتگار کو نہیں کہتا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ سب نے اپنے ذمے ایک ایک کام لیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں تم سب کے لئے لکڑیاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ لائے۔ یہ سنت ہے نبیوں کی۔ اب تو ذرا کسی کی تنخواہ بڑھ جائے تو وہ معمولی کام کرنا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

من الشجرۃ۔ درخت کی طرف سے نہ یہ کہ نعوذ باللہ درخت بولتا تھا۔

وان الق عصاک۔ یہ کشف کا وقت ہے اللہ نے نظارہ دکھایا کہ میں تیرے ساتھ ایک جماعت کروں گا۔ جو تیرے دشمنوں کو سانپ کی طرح کھا جائیگی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مجھے ایک بستی دکھائی گئی ہے جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی۔ یعنی مدینہ۔

فی جیبک۔ اے جیب قمیصک

تخرج بیضاء۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تمہیں ایک کتاب دیگا۔ جو بے عیب ہوگی اور روشن۔ اللہ نے فرمایا۔ انزلنا الیکم نوراً مبینا۔ قرآن مجید بھی ایک ید بیضاء ہے

ھو افصح منی۔ دیکھو انبیاء میں ہرگز عُجب نہیں ہوتا کہ اپنے برابر یا اپنے سے بڑھ کر کسی کو نہ گردانیں۔

سنشد عضدک۔ یہ عربی کا محاورہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تیری مدد کرینگے۔

انہ لا یفلح الظالمون۔ پیشگوئی فرمائی کہ دیکھو ظالم مظفر و منصور نہیں ہونگے۔ گویا خدا فیصلہ کریگا۔ کہ من جاء بالھدیٰ کون ہے؟

ما علمت لکم من الٰہ۔ ہند میں مشرک بہت ہیں۔ میں نے تحقیقات سے معلوم کیا ہے۔ کہ یہ مشرکین بادشاہ کو رب سے بڑا دیوتا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کہتے

ہیں۔ کہ بادشاہ سولہ کلاں سپیدن ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ فرعون کو آگ سمجھتے ہیں

یٰھامٰن۔ ہامان کوئی بڑا آفیسر ہے انجینئر۔

فاجعل لی صرحًا۔ یہ شرارت سے تمسخر کرتا ہے۔ رب السمٰوات والارض پر۔ ہامان کو کہتا ہے۔ کوئی رصدگاہ بناؤ کہ دیکھیں موسٰے کا اس الٰہ سے کیا تعلق ہے

(رکوع ۸)

ولکن رحمۃ ربک۔ یہ رحمت ہے تیرے رب کی کہ تجھ کو غار حرا میں ندا دی تاکہ تو اپنی قوم کو ڈرائے آنیوالے عذاب سے۔

لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ یعنے موسٰے والے اعجاز کیوں نہیں دکھائے اکثر لوگوں نے اسطرح ٹھوکر کھائی ہے۔ (مسیح موعودؑ کو کہتے ہیں کہ مسیح ہے تو مسیح والے معجزے کیوں نہیں دکھاتا) اس کا جواب فرماتا ہے۔ کیا موسٰے کے وہ نشانات دیکھ کر انکار کرنے والوں نے انکار نہیں کیا؟ پس منکروں کے لئے تو پھر بھی جائے انکار ہے۔

(تبع ھوٰلہ۔ ہوا کے تابع ہونے سے اختلاف اٹھتے ہیں۔ ورنہ اگر صدق نیازمندی۔ پاک صحبت اور اللہ کی رضامندی ہو۔ تو پھر اختلاف کیوں ہو۔ اور کیوں اللہ کے مرسلوں کا انکار کیا جاوے۔

(رکوع ۹)

وصلنا لھم القول۔ اپنی سچائی اور سچائی کی باتوں کو لگاتار ہم نے پہنچایا۔

لعلھم یتذکرون۔ تاکہ رسم کی عادت کی۔ جہالت کی۔ محبت کی۔ صحبت کی۔ ایک شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ کہ میں ہتیجی تک پڑھتا۔ اور خدا اور رسول کے لئے غیرتمند تھا۔ اب ایم۔ اے پڑھتا ہوں۔ خدا کی ہستی میں شبہ پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا جس سیٹ پر تم بیٹھتے ہو۔ اس کے ساتھ ضرور کوئی دہریہ ہوگا۔ جس کی صحبت کی ظلمت نے یہ حالت کردی۔ وہ قائل ہوگیا کہ بالکل صحیح ہے۔ کچھ مدت ہوئی۔ میں نے اسے خط لکھا۔ وہ لکھتا ہے اس دن سے سب ظلمت جاتی رہی۔ کبریائی کی ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں۔

صبروا۔ صبر کے معنے بدی سے رُکنا۔ امیری۔ غریبی دونوں حالتوں میں مشکلات پیش آتے ہیں۔ ایسے موقعہ میں افراط و تفریط سے بچکر حق پر ثابت قدم رہنا

مما رزقنٰھم ینفقون۔ مومن فرد دوسرے کو اپنے وقت علم۔ پیسہ۔ روٹی۔ غرض ہر ایک خدا کی دی ہوئی چیز سے خرچ کرتا ہے۔

انک لا تھدی من احببت انبیاءؑ خصوصیت سے ایک شخص کو مخاطب کر کے وعظ کرنے کی بجائے عام طور پر نصیحت دیتے ہیں۔

یہ کلمات خدا کی جناب میں ناپسند ہیں۔ کہ فلاں اگر مسلمان ہو جاوے تو یوں ہو جائیگا۔ یوں سب روکیں ہٹ جائیں گی؛

(رکوع ۱۰)

افمن وعدنٰہ۔ انسان کی فطرت ہیں وعدہ پر بھروسہ کرنا اور پھر اس سے خاص خوشی حاصل کرنا ہے۔ دنیا کے تمام کام اسی وعدہ پر چلتے ہیں۔ پس جو وعدہ اس ذات پاک سے ہو جو پورے طور پر قادر ہو اور صادق القول ہو وہ کیسی مسرت کا موجب ہو سکتا ہے۔

حق علیہم القول۔ جن پر فرد جرم لگ گئے ہیں۔

یخلق ما یشاء و یختار۔ قائلین تناسخ کہتے ہیں کہ یہ برتری گذشتہ عملوں کا نتیجہ ہے اس کا رد ہے۔ خود انسان کے وجود میں ایک عضو آنکھ ہے۔ ایک ایڑی ہے۔ اور دونو برابر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو بہت نقصان تھا۔

عما یشرکون۔ بعض صفات میں شریک گردانتے ہیں۔ بعض تصرف میں۔ بعض غیر اللہ کو سجدہ کر لیتے ہیں یہ سب شرک ہے۔

و لعلکم تشکرون۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب نیند سے اُٹھتے۔ تو دعا مانگتے۔ الحمد للہ الذی احیانی بعد اماتنی۔ بلکہ کروٹ بدلنے میں بھی شکریہ ادا کرتے اور لا الہ الا اللہ وحدہٗ پڑھتے۔

(رکوع ۱۱)

دولت مندی پر ناز و تکبر کرنیوالے خدا کے راستبازوں کا ساتھ نہیں دیتے اس رکوع میں ایک ایسے دولتمند کا ذکر ہے

مفاتحہ۔ جمع مفتح۔ یعنے اس کے خزانے اور اسباب۔

لا تفرح۔ اکڑباز نہ ہو جا۔

لا یحب الفرحین۔ بعض آدمی ذرا تدبیر میں کامیاب ہو جاویں یا ایک دو خواب سچے آجاویں۔ تو وہ راستبازوں کے مقابلہ پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر آخر ناکام مرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ اترانے کو ناپسند کرتا ہے۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا یعنے دار آخرت کے حصول کے حکم کے یہ معنے نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو۔ بلکہ اسلام دین میں دنیا میں ایک حد بندی چاہتا ہے۔

چنانچہ بعض اوقات نماز پڑھنا بھی منع ہے
اسی واسطے صوم متواتر اور ساری رات
جاگنے کو نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
نے منع فرمایا۔ اِنّ کلّ ذی حق حقہ۔

کما احسن اللہ الیک۔ کیونکہ اللہ
نے تم پر احسان کیا۔

ولا تبغ الفساد۔ سب سے بڑا فساد
توحضرت موسےٰ کا انکار تھا۔ کیونکہ اس سے
وحدت میں فرق آتا ہے۔ جو تمام ترقیوں
وکامیابیوں کی جڑ ہے۔

فخرج علےٰ قومہ۔ آخر حضرت موسٰی
نے کہا آؤ خدا کے حضور نذر گزاریں اور
دعا کریں کہ جو شریر ہے وہ ہلاک ہوجائے۔
حضرت موسےٰ نے حکم دیا کہ سب لوگ قارون
سے اپنے خیمے الگ کریں۔ اڑھائی سو
آدمی نے کہا۔ ہم تو قارون کیساتھ رہینگے
فخسفنا۔ ایک زلزلہ آیا۔ زمین پھٹی
اور قارون ہلاک ہوا۔

(رکوع ۱۲)

قرآن مجید کے عجائبات میں سے
ایک بات یہ ہے کہ ابتداء خلق کا کوئی
وقت نہیں بتایا۔ کیونکہ خالق کون و مکان
کی ذات کی ابدیت وازلیت کے سامنے
سنکھ و سنکھ کو آپس میں ضرب دیتے چلے
جائیں۔ تو بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ پھر

جب سے تاریخ قوموں کا ذکر کرتی ہے۔ یہ
بات کہیں سے نہ ملے گی۔ کہ راستبازوں
کی جماعت ہلاک ہوئی۔ بلکہ یہی دیکھتے ہیں
کہ ان کے مخالف تباہ و برباد ہوتے رہے
آج نمرود۔ فرعون وغیرہ کی اولاد کا پتہ لگانا
مشکل ہے۔ مگر حضرت ابراہیم کی اولاد دنیا
کے تمام حصّوں میں پائی جاتی ہے۔ اور
حکمران ہے۔ امام حسینؓ کے دشمن یزید کی
اولاد کا پتہ اسلامی ممالک میں نہیں ملتا۔
مگر امام حسین سے تعلق رکھنے والے ان
کی تعظیم کرنے والے موجود ہیں۔

تلک الدار الاخرۃ۔ یہ پچھلا گھر ہزارہا
برس کے بعد۔ یا مرکر۔

لایریدون علوًا فی الارض۔

جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
فوت ہوئے۔ تو کسی نے حضرت ابوبکرؓ کے
والد کو خبر پہنچائی کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ
و آلہ وسلم فوت ہوگئے۔ اس نے کہا کہ اسلام
کی کیا حالت ہے۔ اس نے بتایا۔ ایک
شخص اس کے قائم مقام ہؤا۔ کہا کہ مقام
محمدؐ پر بیٹھنے والا کون شخص ہوسکتا ہے
اس نے کہا کہ ابوبکرؓ۔ پوچھا کون ابوبکرؓ۔ کہا
ابن ابی قحافہ۔ کہا کون۔ ابی قحافہ۔ اس نے
کہا تم نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ بنو ہاشم کہاں
گئے۔ اس نے کہا سب نے اس کی بیعت

کر لی۔ پوچھا بنو امیہ۔ کہا وہ بھی تابع ہو گئے
تب ابو قحافہ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔
اور کہا کہ اسلام حق ہے۔ اور یہ سب
اسی اللہ کے سامان ہیں۔

حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے
ایک درخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔
حذیفہ جو بے تکلف تھا۔ اس نے جرأت
کی اور وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک
وقت تھا۔ کہ جب میں اپنے ایک اونٹ
کو چراتا تھا۔ اور اس درخت کے نیچے
میرے والد نے مجھے بہت زجر و توبیخ
کی تھی۔ اور اب یہ وقت ہے کہ اونٹ تو
کیا کئی آدمی میرے آنکھ کے اشارے
پر جان دینے کو تیار ہیں۔ یہ اسی لئے کہ
ہم نے خدا کے مرسل کو مان لیا۔

عبد اللہ بن عمر گھر کی لپائی کر رہے
تھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم آ گئے
پوچھا۔ یہ کیا کرتے ہو۔ عرض کیا اکن من
المطر۔ حضور! بارش سے محفوظ رہنے
کے واسطے فرمایا۔ بات قریب ہے۔ مُلاں
تو اس کے یہ معنے کرتا ہے۔ قیامت نزدیک
ہے۔ مگر میں تو اس کے یہی معنے کروں گا
کہ وہ وقت نزدیک ہے۔ جب تم بادشاہ
ہو جاؤ گے۔ اور خود لپائی کرنے کی ضرورت
نہ رہے گی۔ چنانچہ آپ عراق بھیجے گئے۔
پھر قیصر و کسریٰ کی حویلیوں کے مالک ہوئے

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ کہ چھپر
بنا رہے تھے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے انہیں بھی فرمایا۔ کہ بات قریب ہے۔
یعنے عنقریب تم حکمران ہونے والے ہو۔
اور ان چھپروں کی بجائے محلوں میں ہو گے۔
قادیان میں کیا ہے۔ لباس۔ زبان منظر
وغیرہ کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں۔ مگر
خدا کا نام لینے والا ایک شخص پیدا ہوا
تو اس کے نفوس قدسیہ کے فیض سے
تم (تین سو بندے بیٹھے ہو) بو علی سینا
کے ایک شاگرد نے کہا۔ استاد آپ
نبوت کا دعوےٰ کرو۔ اس وقت تو
خاموش رہے۔ بعد ازاں ایک موقعہ پر
جبکہ ہوا تیز و سرد تھی اور پانی یخ بستہ۔
اُس نے شاگرد کو حکم دیا۔ کہ کپڑے اوتار
کر اس میں کود پڑو۔ اس نے استعجاب
کی نظر سے دیکھا۔ بو علی سینا نے پوچھا۔
کیوں۔ کہا۔ آپ کو جنون تو نہیں ہو گیا
اس پر حکیم بولا۔ نادان تیرے جیسے ہزاروں
کی امید پر نبوت کروں۔ دیکھ ایک محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو
تھے۔ کہ خون بہا دیئے۔ اور گھمسان کی
جنگوں میں جہاں موت سامنے دکھائی دیتی
سر کٹوانے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے چوں

تک نہ کی۔ اور ایک تو ہے۔ کہ جانتا ہے۔ کہ میں طبیب ہوں۔ پھر سردی سے ڈرتا ہے۔ صحابہ کی مرہم پٹی کا بھی تسلی بخش انتظام نہ تھا۔ بوعلی سینا نے دلیل نبوت دی۔ کہ خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ایک فرمانبردار جماعت کر دیتا ہے۔

رادّك الیٰ معاد۔ قرآن جب کوئی بڑا دعوےٰ کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی اس کے دلیل دیتا ہے۔ جو بہت قوی ہوتی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ میرے اتباع بادشاہ ہو جاویں گے۔ اس کی دلیل ہیں فرمایا۔ کہ یہ قرآن جس میں لکھا ہے کہ تیرے ساتھی حکمران بن جائیں گے۔ اسی میں یہ پیشگوئی کی جاتی ہے۔ کہ وہ مکہ جہاں سے تمہیں نکالا گیا۔ جہاں کے لوگوں کے سامنے کوئی تدبیر نہ چل سکی۔ ایک وقت آتا ہے۔ کہ اسی مکہ میں تم فاتح بنکر داخل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الا رحمة من ربك۔ ہماری سرکار نہ کسی یونیورسٹی میں پڑھے۔ نہ تعلیم یافتوں میں رہے۔ پھر ایسا قرآن شریف بخشا۔ جس کو ساری دنیا کا فلسفہ باطل نہیں کر سکتا۔ پس وہی خدا اپنی رحمت سے تمہیں دشمنوں پر مظفر و منصور کرے گا۔ اگرچہ دشمنوں پر غلبہ اور تمام عرب کا مسلمان ہونا محال نظر آتا ہے۔ تو ایسی کتاب کی مجھ ایسے اُمّی سے کب امید کی جا سکتی تھی۔ جس خدا نے اپنی رحمت سے یہ کام کیا۔ وہ بھی کریگا۔

سورۂ عنکبوت

(رکوع ۱۳)

اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ کوئی انسان کہدے کہ میں مومن ہوں۔ تو یہ تو مختلف وجوہات سے مثلاً کسی شرم و لحاظ سے کہہ سکتا ہے۔ کہ میں مومن ہوں چنانچہ قرآن کریم کے دوسرے رکوع میں لکھا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے۔ آجکل نئی روشنی میں یہ وبا پھیلی ہوئی ہے۔ کہ جس قسم کی سوسائٹی ہے ویسے ہی ہو جاؤ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مذہب صرف سوسائٹی میں آرام سے رہنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صرف یہ کہ دنیا کہے میں مومن ہوں۔ کافی نہیں۔ جتنی قومیں ان سے پہلے آئی ہیں۔ سب کو کٹھالی میں ڈالا گیا۔ تا معلوم ہو کہ کون جھوٹے ہیں۔ اور کون سچے ہیں۔

من کان یرجوا۔ یرجا کے معنے

یخافوا کے بھی ہیں۔

فانما یجاھد لنفسہ۔ کوئی خدا اور رسول کے لئے محنت کرے وہ درحقیقت اپنے لئے ہی محنت کرتا ہے۔ بھلا خدا تعالیٰ کا وہ کیا گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی طرح بھی محتاج نہیں۔

ولنحمل خطٰیٰکم۔ کئی پیر ایسے پائے جاتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے پیرؤں کو ایسے فقرے کہہ کہہ کر گناہ پر دلیر کر دیا ہے۔ ان کا انجام بد ہوگا۔

(رکوع ۱۴)

لبثت فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا۔ یہ ایک لمبی بحث ہے کہ ۹۵۰ برس عمر کسی انسان کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ایسے معترضوں کے ذوق پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت نوح کی شریعت ۹۵۰ برس تک رہی۔ میرے نزدیک تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ جب قرآن مجید میں آگیا ہے

تخلقون افکا۔ جھوٹ بنا لیتے ہو۔

فابتغوا عند اللہ الرزق۔ یہ ایمان پیدا ہو۔ تو انسان بہت سے گناہوں سے بچ جائے۔

(رکوع ۱۵)

من رحمتی۔ اس رحمت سے جس سے انبیاء و صالحین۔ اولیاء۔ مومنین متمتع ہوتے ہیں

مودۃ بینکم۔ یعنی تمہاری بُت پرستی کی جڑ یہ ہے۔ کہ باہم دوستانہ کے لحاظ سے خدا کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔

مھاجر الی ربی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مومن کو بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات عقائد و رسومات کو۔ بعض اوقات مکان کو۔ خوراک کو۔ بعض اوقات احباب کو۔ اقرباء کو۔ بعض اوقات وطن کو۔ غرض تمام ایسی چیزیں جو ظلمات سے نور کی طرف جانے یا آئندہ ترقیات میں مانع ہوں۔

اجرہ فی الدنیا۔ مجوس۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان سب ابراہیم کو مقدس و راستباز سمجھتے ہیں۔ ابراہیم کے معنے ایمانداروں۔ مقدسوں کا باپ۔

(رکوع ۱۶)

انسان کو جب اپنے کسی پیارے کا پیام آتا ہے۔ یا اس کی طرف سے کوئی آدمی تو بہت خوش ہوتا ہے۔

بو علی سینا کا ذکر ہے کہ ایک مریض کے مرض کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس لئے اس نے کہا کہ مختلف شہروں کا نام لو۔ جب ایک شہر کا نام لیا تو اس کے چہرہ کی حالت تبدیل ہوئی۔ پھر اس شہر کے محلوں کا نام لینے کے لئے کہا۔ جب ایک محلہ کا نام

آیا تو اس کے چہرہ پر غیر معمولی اثر نظر آیا۔ پھر ایک گھر کے آدمیوں کا نام لینا شروع کیا تو اس کی نبض کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ سمجھ گیا کہ فلاں عورت اس کی محبوبہ ہے۔ اس کے ساتھ شادی کے لئے ہدایت کی تو وہ اچھا ہو گیا۔

انبیاء کا معاملہ ہی جدا ہے۔ ان کا جناب احدیت سے خاص تعلق ہوتا ہے

سیٓءَ بہم۔ بعض معنے کرتے ہیں کہ انکو بُرا کہا۔ یہ غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت لوطؑ نے انکو مہمان جان کر گھر آنے کے لئے اصرار کیا انہوں نے انکار کیا۔ تو ان کو بُرا لگا کہ کیوں مہمانی قبول نہیں کرتے۔

من السماء۔ قرآن میں جہاں من السّماء آئے اس کے معنے اٹل کے ہوتے ہیں۔ ترکنا منہا اٰیۃً۔ کئی قوموں پر عذاب آئے اور ان کا نشان ہی نہیں رہا۔ مگر خدا نے اس بدذات قوم کے عذاب کا نشان اب تک موجود رکھا ہے جہاں یہ قوم ہلاک ہوئی۔ اسے ڈیڈ سی (بحیرہ مردار) کہتے ہیں۔

الرجفۃ۔ اب بھی ایسے زلزلے آئے۔ مگر لوگ باز نہ آئے۔ سینٹ پیری سانفرانسکو کانگڑہ۔

من خسفنا بہ الارض جیسے قارون کو ذلیل کیا۔

اولیاء۔ حمایتی۔ مددگار۔

بیتا۔ گھر اس لئے ہوتا ہے۔ کہ پردہ ہو گرمی سردی۔ بارش جھکڑ سے بچاؤ ہو۔ آرام کے لئے۔ مکڑی کا جالا۔ ان ضرورتوں میں سے ایک کو بھی پورا نہیں کرتا۔ بدمذہب لوگوں کا بھی یہی حال ہے۔ ایک بات پر ٹھہرتے نہیں۔

ایک دہریہ نے مجھے کہا کہ انسان گن کرم سبھاؤ دریافت کرلے تو پھر وہ کھلا دہریہ ہو سکتا ہے۔ مَیں نے اسے پوچھا۔ کہ فلاں چیز کا گن کرم سبھاؤ کیا ہے اُس نے جھٹ گن دیئے میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا ہاں جی آپ نے کیا فرمایا تھا۔ پھر جو بتایا تو کچھ اور ہی بک دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایک رنگ میں پوچھا تو کچھ اور ہی کہدیا۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا۔ جب اس نے معلوم کیا۔ کہ یہ میری کمزوری کو تاڑ گیا۔ تو بہت ہی نادم ہوا۔

ایک اور شخص آیا۔ اس نے بڑے دعوے سے کہا میں بحث کرنا چاہتا ہوں تین گھنٹے وقت لونگا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا اس نے کہا کہ مسئلہ تناسخ پر بحث ہوگی میں نے جیب سے دو روپے ملک کے بُت

کے نکالے اور کہا کہ ایک کو اٹھالو۔ تو وہ خاموش رہ گیا۔ اور پھر نہ بولا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اگر وہ کہتا کہ میں نہیں اٹھا سکتا تو یہ جھوٹ تھا۔ اور اگر ایک اٹھاتا تو پھر اس پر سوال ہوتا کہ دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا۔ جواب دینا پڑتا میرا اختیار۔

پس کسی کو امیر کسی کو غریب یا کسی کو بینا کسی کو نابینا بنانے کا بھی یہی جواب تھا۔ کہ خدا کا اختیار۔ تناسخ والے کو تو اس کو تناسخ کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔

اکیسواں پارہ ۲۱

(رکوع اوّل)

اُتلُ۔ پڑھا کر۔

واقم الصلوٰۃ۔ سمجھاتا ہے کہ صرف پڑھنا ہی نہیں بلکہ عملی رنگ بھی ہو۔

ولذکر اللہ اکبر۔ میرے ذوق میں اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اس نماز کے اجر میں اللہ جو تمہیں یاد کریگا۔ وہ اس (صلوٰۃ) سے بہت بڑا ہے۔

احسن۔ پسندیدہ طور پر۔

وقولوا۔ لوگوں پر اپنے افعال سے بھی یہ ظاہر کردو۔

الذین اٰتینٰھم الکتاب۔ بائبل ودیگر کتب الٰہیہ مختلف مذاہب کو پڑھ کر قرآنمجید پر ایمان لانے کی تحریک ہوتی ہے۔ اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

انما انا نذیر مبین۔ نشان مانگتے ہیں۔ پہلا نشان تو یہی ہے کہ میں نذیر ہوں۔ میرے مخالفوں پر عذاب آنے والا ہے۔

اولم یکفہم۔ یہ رحمت کا نشان فرمایا۔

(رکوع ۲)

الباطل جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔

اجل مُسمّٰی۔ کتب سابقہ۔

(یسعیاہ نبی باب ۳۰) میں یہ بات مقرر نہ ہوتی۔ کہ عذاب اس وقت آئیگا۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے چلے جائیں گے۔

من فوقھم۔ باہر سے لوگ آئینگے۔ یا آسمان مراد ہے۔

من تحت ارجلہم (۱) نوکروں چاکروں کے ذریعے (۲) زلزلہ وغیرہ۔

ارضی واسعۃ۔ مومن اگر ایمان بچانے کے لئے کسی زمین کو چھوڑے تو اللہ اس کو بہتر سے بہتر بدلہ دے گا۔ صحابہ کرام کی مثال موجود ہے۔

غرفا۔ اونچے مقام۔

صبروا۔ غضب۔ شہوت۔ طمع

سُستی۔ کاہلی۔ کمزوری سے رُکے رہیں۔
اور نیکیوں پر قائم۔

کاین من دابۃ۔ ہجرت کرتے ہوئے یہ فکر کہ خرچ کا کیا حال ہوگا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہو دیکھو وہی جانور جو گھونسلے میں کچھ نہیں رکھتے وہ بھی آخر سفر کی مشقت اٹھاتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں محنت سے۔

ابتغاء فضل کرتے ہیں۔

فانی یوفکون۔ یہ مان کر کہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا۔ محبت۔ عبادت۔ تذلل غیر کے لئے کرتے ہیں۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

(رکوع ۳)

الحیٰوۃ الدنیا۔ یہ ورلی زندگی۔

لھو۔ جس چیز میں شغل رکھنے سے انسان اللہ سے۔ راستبازوں سے غافل ہو جاوے۔

لعب۔ بے حقیقت بات جس کی نہیں کوئی سچائی اور پاک نتیجہ۔ نفع رساں بات نہ ہو۔ صوفیاء نے لکھا ہے۔ آدمی کو چاہیئے۔ کہ ہر شام کو سوتے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ کہ میں نے جو کام کئے وہ لہو لعب تو نہ تھے۔

الحیوان۔ حقیقی زندگی۔ حیوٰۃ طیبہ۔

دعوا اللہ۔ جب انسان اپنے منصوبوں سے عاجز آجاتا ہے۔ تو پھر ہار کر اللہ سے دعا مانگتا ہے۔

عرب میں جل دیوتا کوئی نہیں۔ البتہ ہندوستان میں مچھ کچھ اوتار ہیں۔ اس لئے عرب کشتیوں پر سوار ہو کر صرف اللہ ہی کو یاد کرتے۔ مسلمان بھی ان ہندوؤں کے اثر سے متاثر ہوگئے۔ یہ ملاح جب کشتی چلاتے ہیں۔ تو خضر کا نام لیتے ہیں۔

والذین جاھدوا فینا۔ سچا اضطراب۔ سچی خواہش۔ سچی کوشش۔ دعا حق سمجھنے کے لئے پاک راہ ہے۔

میں جب پہلے یہاں آیا۔ یہی نکتہ حضرت صاحب سے سنا۔ کہ صرف محبت کام نہیں آتی۔ بلکہ ہم میں ہو کر جہاد کریں۔ اور اس کوشش کے مطابق اپنا عملدرآمد بھی رکھیں

سورۃ الروم!

(رکوع ۴)

فی بضع سنین۔ بضع ۹ سال تک بولا جاتا ہے۔

فی ادنی الارض۔ ملک شام۔

یفرح المؤمنون یعنے اُس دن مومنوں کو بھی کفار کے مقابلہ میں فتح ہوگی۔ وہ فتح بدر

لا یخلف اللہ وعدہٗ۔ یعنی اس وعدہ کا خلاف نہیں ہوگا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ بعض مواعید کسی اور رنگ میں پورے ہوتے ہیں۔

واثاروا الارض۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر عالی شان مکان بنائے۔ اور پھر وہاں کنوئیں لگوائے۔

محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک عمارت کے کتبہ سے معلوم ہوا۔ کہ تیس لاکھ سال ہوئے بنائی گئی ہے

(رکوع ۵-۶)

یبدءُ الخلق۔ نابود کو بود کرتا ہے لم یک شیئًا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مادہ بھی خدا نے پیدا کیا۔

ولہ الحمد۔ جیسے فسبحٰن اللہ سے سبحانک اللھم وبحمدک پڑھنے کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی نماز میں الحمد پڑھنے کا حکم ہے۔

یخرج الحی من المیت۔ اچھوں سے بُرے اور بُروں سے اچھے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

من تراب۔ مٹی میں بیج بوتے ہیں۔ کھیتیاں پکتی ہیں۔ وہ کھاتے ہیں۔ خون پیدا ہوتا ہے۔ پھر نطفہ پھر انسان۔

من انفسکم تمہاری جنس میں سے۔

لتسکنوا الیھا۔ یاد رکھو۔ بیبیاں اس لئے ہیں۔ کہ ان سے آرام پاؤ۔ بہت بدبخت ہیں۔ وہ جو بی بی کو دکھ سمجھیں۔

مودۃً۔ ان کے ذریعے دو مختلف خاندانوں میں باہمی محبت بڑھتی ہے۔

رحمۃ۔ بی بی پر رحم کرو۔ وہ تمہارے مقابل میں بہت کمزور ہے۔ لطیف پیرائے میں ادب سکھاؤ۔

والوانکم۔ کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ شطرنج بھی عجیب کھیل ہے۔ کہ ہر آدمی نئی کھیل کھیلتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر عجیب انسان کا چہرہ ہے اتنی سی جگہ ہے۔ اور آدم سے لیکر ایندم تک مختلف۔

وطمعًا۔ ہزاروں قسم کے موذی جرم اس بجلی کی چمک سے مرتے ہیں۔ اور کئی قسم کے فاسد مواد تباہ ہوتے ہیں۔

(رکوع ۶-۷)

اھون علیہ۔ جب کچھ نہ تھے۔ تو بنایا تو اب جب کچھ ہو چکے۔ پھر بنانا تو اس ذات پر آسان ہے۔ جس نے "جب کچھ نہ تھے" تو تمہیں بنالیا۔

ھل لکم۔ تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک نہیں قرار دیتے اور نہ

تم ان سے ایسا ڈرتے ہو جیسے اپنے غیروں سے۔ تو اللہ کے کاموں میں مخلوق برابر کیونکر ہو سکتی ہے۔

لقوم یعقلون۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کئی طرح پر توحید سکھاتا ہے بعض وقت اس کی تدابیر کو مفید و بابرکت نہیں ہونے دیتا۔ اور جس راستہ سے اسکو رزق ملتا ہے اسے بند کر دیتا ہے تا وہ سمجھ لے کہ یہ تمام آمد خدا کے فضل سے ہے۔ کسی کی لیاقت قابلیت یا کسی کی امداد کا نتیجہ نہیں یہ نکتہ حضرت صاحب نے مجھے بتایا تھا مومن کو چاہیئے۔ کہ ایسے موقعوں میں اللہ کی حکمتوں پر ایمان لائے اور گھبرائے نہیں۔

وکانوا شیعًا۔ خوب یاد رکھو کہ اسلام ایک ہی راہ ہے۔ دو ہرگز نہیں یہ راہ حق کی تڑپ۔ دلی دعاؤں۔ صدقہ و خیرات۔ تقوٰی سے ملتی ہے

سیئۃٌ۔ دُکھ۔ مصیبت۔

ظہر۔ غالب ہو گیا ہے۔

فی البر والبحر۔ پہاڑوں۔ ملکوں۔ پانی کے کناروں۔ جزیروں میں لوگوں کی بدعملیاں بڑھ گئی ہیں۔

(رکوع ۸)

(از مولوی محمد سرور شاہ صاحب)

قرآن مجید عالم جسمانی سے عالم روحانی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ایدی النّاس۔ یہ ایک محاورہ عرب ہے۔ اس لئے یہ دھوکہ نہ ہو کہ بعض بدیاں عقائد دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہاتھ کا خصوصیت سے کیوں ذکر ہے۔

ید۔ طاقت کو کہتے ہیں۔ ہاتھ کو بھی ید اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر طاقتوں کا اظہار اسی سے ہوتا ہے۔ پس بما کسبت ایدی الناس کے معنے ہوئے۔ لوگوں نے اپنی قوتوں کا بُرا استعمال کیا۔

لیذیقہم۔ یہ ظہور فساد کا نتیجہ بتایا ہے۔ فساد کے معنے بگاڑ خواہ صرف اپنے لئے ہو یا اس کا اثر دوسرے پر بھی پڑے۔

لعلھم یرجعون۔ اسمیں یہ بھی سمجھایا ہے کہ دار الجزاء تو اور ہے۔ اور یہاں اعمال کا کچھ کچھ پھل دکھایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بدیوں سے باز آئیں۔

قل سیروا فی الارض۔ یہ سمجھایا کہ اپنے نفسوں پر غور نہیں کرتے۔ تو دوسروں کے حالات سے ہی عبرت پکڑو اور سوچو کہ بعض اگلی قومیں کیوں تنزل میں آئیں ہمارے لئے عبرت پکڑنے کے واسطے بہت صاف راہ ہے۔ کیونکہ تمام ہلاکت و تباہی کی راہوں کے نمونے موجود ہیں۔ اسیواسطے اس امت کا نام امت مرحومہ رکھا گیا۔

کان اکثرھم مشرکین۔ یہاں تباہ شدہ قوموں کے مختلف اسباب میں سے ایک جہت جامع بتائی ہے اور وہ "شرک ہے"۔ دنیا میں جس قدر بدیاں ہیں۔ ان سب کی جڑ شرک ہے۔ مثال کے طور پر سنو ایک شخص چوری کرتا ہے۔ اب اگر یہ شخص خدا کو صفت رازقیت میں واحد باور کرتا تو کبھی چوری نہ کرتا۔ پھر یہی شخص مشرک فی الحکم بھی بنا۔ کیونکہ اس نے اس ذریعہ سے رزق تلاش نہیں کیا جو خدا نے مقرر کیا تھا۔ بلکہ وہ افرئیت من اتخذ الٰھہٗ ھواہ کا مورد بنا۔ اور اپنی ناجائز تدبیر پر بھروسہ کیا۔

اس آیت میں یہ نکتہ بھی قابل یادداشت ہے کہ نہ تو تمام قوم نیک ہو جاتی ہے۔ نہ تمام ہی بری۔ بلکہ اکثر پر حکم ہوتا ہے ایک خاص شخص کے معاملہ میں بھی یہی بات ہے کہ جب بدیاں نیکیوں سے بڑھ جائیں۔ تو عذاب نازل ہوتا ہے

فاقم وجھک۔ قرآن شریف میں جب واحد مخاطب ہو تو مفسر عام طور پر اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ بلکہ تمام لوگ فرداً فرداً تاکید کے لئے مخاطب ہیں۔ اس کے معنے ہوئے اپنی توجہ کو ٹھیک ٹھاک قائم

یومئذٍ۔ یوم مطلق وقت کے معنے میں بھی آتا ہے۔

یصدّعون۔ ملاپ والی چیز جب پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ تو اسے صدع کہتے ہیں۔ اس کے معنے ہیں جُدا جُدا ہو جائیں گے۔ یعنی دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ نیک الگ۔ بد الگ۔ فرماتا ہے۔ اس کامل امتیاز کا دن آنے سے پہلے کچھ کر لو۔

کفرہٗ۔ کفر جیسے انکار اور حق پوشی کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی ناشکری کو۔ یہ بھی تمام بدیوں کا جامع لفظ ہے۔

یمھدون۔ تمہید کرتے ہیں۔ یعنی اچھی عاقبت سنوارتے ہیں۔

من فضلہ۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ابدی "نجات" فضل سے ہے اور اس فضل کو کھینچنے والے ہیں۔ ایمان و عمل صالح عمل تو محدود ہے اور نجات غیر محدود۔ اسی وجہ سے نجات ابدی کا مدار فضل پر ہے۔

ومن آیاتہٖ۔ خدا تعالیٰ اشیاء کے دنیوی فوائد بتاتا ہے تو ساتھ ہی روحانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ ان ہواؤں سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ روحانی عالم میں بھی مبشرات ہوتے ہیں۔ اور پھر خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جب کسی نبی یا مجدد نے آنا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک ہوا چلاتا ہے۔ اور بہت

سے قلوب اس تعلیم کے ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کسی نبی کی تعلیم سن کر بول اٹھتے ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی سے مانتے تھے۔ یا ہمارا بھی یہی خیال تھا۔

الذین اجرموا۔ وہ لوگ جو یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل کے مصداق تھے۔

فی السماء۔ بلندی میں۔ سماء کے اصل معنے یہی ہیں۔ مگر جب عام طور پر یہ لفظ آسمان پر بولا جانے لگا۔ تو اس کے حقیقی معنے یہی سمجھ لئے گئے۔ حالانکہ یہ تساہل ہے۔ سماء البیت کہتے ہیں چھت کو اور سماء النعل جوتے کے پنے کو۔

الودق۔ بوندوں کو۔

لمبلسین۔ یہ سمجھاتا ہے کہ نبی کے آنے سے پہلے بعض لوگ مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے اور وہ یقین کرتے ہیں کہ اب یہ روحانی مردے زندہ نہ ہو سکیں گے اور اب اس بنجر میں کوئی پودہ سرسبز نہ ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش سے اس زمین کو زندہ کرتا ہے۔

کل شیٔ۔ ہر چاہی ہوئی بات پر۔ خدا تعالیٰ نے جہاں اپنی قدرت کی وسعت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی اس کو ارادہ مشیت سے مقید کیا ہے فعال لما یرید۔ یفعل ما یشاء۔

(رکوع ۹)

اس سے پہلے رکوع میں روحانی مردوں کے زندہ کرنے کا ذکر تھا۔ اب حشر اجساد کے متعلق مشرکوں کو دنیوی زندگی کے مختلف مراتب یاد کرا کے ثبوت دیتا ہے۔ دلائل دو قسم ہیں۔ ایک امکانی (جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ ایسا ہونا ممکن ہے)، دوسری قسم جس سے کسی چیز کا بالضرور ہونا ثابت ہو۔ زمین مردہ کے زندہ ہونے کا بیان قیامت کی امکانی دلیل ہے۔ اب اور دلیل دیتا ہے کہ تم پہلے کیسے ضعیف و ناتوان ہوتے ہو پھر کیسے طاقتور پھر ضعیف و اضعف۔ اس سے ثابت ہوا کہ یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر یعنی خدا ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے کا علم اور اس پر قدرت رکھتا ہے۔ پس وہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کا پورا علم رکھتا ہے۔ اور اس پر قادر ہے یہ بھی سمجھایا۔ کہ قوت کے بعد ضعف کم علمی یا عدم قدرت کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ حکمت سے ایسا کام کرتا ہے۔

ما لبثوا غیر ساعۃ۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ عذاب و ثواب کے تین مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ قبر۔ عالم برزخ و دوم جنت و دوزخ میں پہنچنا۔ سوم تمام انعامات و عذابات الٰہی

چونکہ دوسرا مرتبہ پہلے سے اعلےٰ ہے اس لئے مشرک بوجہ جہالت پہلی حالت میں رہائش کو دوسری کے مقابل میں گھڑی کے برابر سمجھیں گے یعنی جب آخری حالت میں تکلیف زیادہ ہوگی تو وہ پہلی اس کے مقابل میں ہیچ سمجھیں گے مگر مومن کا یہ حال نہیں۔

غرض مشرک تو کہیں گے کہ بس یہ دن سخت ہے اس سے پہلے کا زمانہ تو قلیل ہی تھا۔ مگر مومن کہیں گے۔ یہ یوم البعث ہے جس کے تم منکر تھے۔ اور اسی انکار کی وجہ سے تم پر سخت ہے مگر کتاب اللہ میں یوم البعث تک ٹھہرنے کے معنے نہیں بنتے۔ اس لئے مفسرین کو گھبراہٹ ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ قرآن شریف نے اس کی خود ہی تفسیر کردی ہے ایک مقام پر فرماتا ہے لا تعزموا عقدۃ النکاح حتےٰ یبلغ الکتاب اجلہ۔ یہاں کتاب سے مراد مقررشدہ زمانہ ہے۔

پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ تم ٹھہرے رہے اللہ کے مقرر کردہ زمانہ میں جس کی آخری حد یوم البعث تھی یعنی وہ زمانہ جو تمہاری سزا کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے گذرنے تک ٹھہرے رہے ہو۔

(۲) ساعت۔ مصیبت و تباہی کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔ پس معنے یہ ہوئے جس دن کہ وہ تباہی کا وقت آئے گا۔ مجرم قسمیں کھائیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہمیں کس قیامت کے قیام کی خبر دیتے ہو۔ ما لبثوا غیر ساعۃ۔ قیامت تو ہمارے سر پر پہلے ہی آئی ہوئی ہے۔ اور اب تک ہم قیامت کے بغیر نہیں رہے اس پر مومن کہیں گے۔ کہ تم اللہ کی مقرر شدہ میعاد تک ٹھہرے رہے ہو۔ اور یوم البعث تو اب شروع ہوتا ہے۔

لا ینفع۔ دنیا میں تو انسان بہت سے عذر حیلے تراش کر بچ بھی سکتا ہے مگر خدا کے حضور اس قسم کے عذر حیلے نفع نہ دیں گے۔

یستعتبون۔ خلیفۃ المسیح اس کے معنے کیا کرتے ہیں کہ یہ عتبہ سے ہے پس معنے ہوئے کہ وہ عتبہ دروازہ پر آنے نہ دیئے جاویں گے یعنی وہ چوکھٹ پر پھٹکنے نہ دیئے جائیں گے۔ یہ عمدہ معنے ہیں۔ مگر یہ معنے بھی ہیں کہ ان پر جو عتاب کیا جاتا ہے۔ اس کا وہ شکوہ کریں گے۔ تو وہ شکوہ رفع نہ کیا جاویگا۔

من کل مثل۔ مثل مثال کو نہیں کہتے بلکہ اس کے دو معنے ہیں (۱) حالت

جیسے فرمایا۔ مثلھم کمثل الذی استو
قد ناراً۔ یعنی ان کی حالت (ب) مثل
کسی چیز کی ایسی حالت بیان کرنا کہ اس
سے دوسری چیز کی حالت کھل جائے۔
چنانچہ الذی استوقد ناراً کی حالت
بیان کر کے منافقوں کی اندرونی حالت
کھولی ہے۔

سورۃ لقمان

(رکوع ۱۰)

(بدستور از خلیفۃ المسیح اول رض)

الٓمٓ۔ انا اللہ اعلم۔

الحکیم۔ حق و حکمت سے بھری
ہوئی۔ بڑی مضبوط باتوں والی۔
للمحسنین۔ جن میں احسان کا مادہ
ہے۔ ان کے لئے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے احسان کے معنے کئے ہیں۔
ان تعبد ربک کانک تراہ وان
لم تراہ فانہ یراک (الحدیث)

(۲) دوسرے سے سلوک و نیکی۔ ایک
یہودی کسی مسلمان کے پڑوس میں رہتا
اور کوٹھے پر جانوروں کو دانے ڈالتا۔
اس مسلمان نے کہا کہ تیرا عمل بیفائدہ
ہے۔ مگر آخر اسی نے مکہ کا حج کرتے
دیکھا اور یہودی کو جتایا۔ کہ یہ اسی
خیرات کا اجر ہے۔

(۲) ایک صحابی نے اپنے اونٹوں
کی قربانی کا ذکر کر کے حضور نبوی میں عرض
کیا کہ وہ شائد قبول نہ ہوئے۔ فرمایا
اسلمت علی ما اسلفت۔

(۳) ایک بدکار نے کتے کو دیکھا
کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے رحم کر کے
موزہ اُتارا اور کنوئیں سے بھر کر اسے
پانی پلایا۔ خدا نے نیکی کی راہ پر ایسا ڈالا
کہ وہ جنتی ہو گیا (الحدیث)

پس احسان کرنے والوں کو قرآن مجید
خوب موجب ہدایت و رحمت ہے۔

سورۃ بقر کے ابتداء میں بھی قریباً
یہی آیات ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ (۱)
جو لوگ دعاؤں کے قائل نہیں (۲) غیب
الغیب رنگ میں کسی مالک خالق کے
قائل نہیں (۳) داد و دہش کی عادت
نہیں رکھتے۔ وہ کبھی کتب الٰہیہ سے متمتع
نہیں ہوتے۔ اسیواسطے فرمایا۔ ھدی
للمتقین الذین یؤمنون بالغیب
ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم
ینفقون ؛

سورۃ یوسف میں ہے ولما بلغ
اشدہ اٰتینٰہ حکما و علما وکذلک
نجزی المحسنین۔ جس سے ظاہر ہے کہ ہر
محسن کو حکم و علم بخشا جائیگا

بالآخرۃ۔ جزا و سزا غیب میں ہے

علٰی ھدًی۔ ہدایت پر سوار ہو جاتے ہیں اور منزلِ مقصود پر مظفر و منصور پہنچیں گے۔

لھو الحدیث۔ ایسی باتیں جن سے جناب الٰہی سے غفلت ہو جائے۔ راگ۔ سرود بالخصوص اس کے معنے لینے اپنے ملک کے حالات کے مطابق ہیں۔

بغیر علم۔ ناسمجھی سے۔

ھزوا۔ ہلکا۔

فبشرہ۔ کھول کر خبر دو۔

بغیر عمد ترونھا۔ کوئی شخص نہیں جو کہے کہ اس کے ستون میں نے بھی دیکھے ہیں۔

ان تمید بکم۔ خوراک دیتے ہیں تم کو کیونکہ بڑی بڑی ندیاں اور دریا پہاڑوں سے نکلتے ہیں (۲) جو چکر کھاتے ہیں تمہارے ساتھ (۳) یا ان لا تمید بکم۔ تاکہ تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔ زمین سیال تھی۔ تو متواتر زلزلے آتے تھے اب زلزلے کم ہو گئے۔

(رکوع ۱۱)

الحکمۃ۔ نہایت مضبوط بات جس کا انجام بخیر ہو۔ حمدوں میں ایک شخص تھا جس نے علموں کی تعریفیں یاد کر رکھی تھیں۔ اکثر اہل علم کا اس ذریعہ سے امتحان کر کے ان کو بر سرِ محفل نادم کیا کرتا۔ ایک دن مجھ سے بھی سوال کیا۔ کہ حکمت کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ میں نے سورۃ بنی اسرائیل کا رکوع ۴ کا ترجمہ سنا دیا اس کے اخیر میں ہے ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ۔ سن کر دم بخود رہ گیا۔

ان اشکر للہ۔ شکر کرنے سے نعمت بڑھتی ہے۔ فرمایا لئن شکرتم لازیدنکم۔ تم شکر کرو گے تو قسم ہے ہمیں اپنی ذات کی کہ ہم ضرور بڑھا چڑھا کر دیں گے۔

الشرک۔ شرک کے معنے ساجھی بنانا اللہ کی ذات۔ صفات۔ افعال۔ عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔

یا بنی اقم الصلوٰۃ۔ پہلے عقائد کے بارے میں فرمایا۔ اب عملی حصے کے متعلق وعظ سناتا ہے۔

(۱) جب عقائد صحیح ہو گئے۔ (۲) اعمال صالح ہو گئے۔ پھر تم نے امر بالمعروف شروع کیا تو لوگوں کی مخالفت پر صبر و استقلال سے کام لو۔ اس کے بعد جب تمہیں کامیابی حاصل ہو تو دیکھنا متکبر نہ ہو جانا۔ اسی لئے فرمایا۔

ولا تصعر خدك للناس اپنی
گالیں مت پھلا۔
واقصد فی مشیك اپنے تمام
اقوال۔ افعال۔ خیالات میں میانہ روی
اختیار کر لو۔

(رکوع ۱۲)

انسان اس شخص کی فرمانبرداری
کرتا ہے جو محسن ہو۔ حاکم مسلط ہو۔ اللہ
جلشانہٗ اس فطرت کے لحاظ سے انسان
کو سمجھاتا ہے۔
ظاھرۃً۔ حسن و تناسب و صحت
اعضا اس میں شامل ہے۔
باطنۃ۔ اس میں عقل و تمیز قابلیت
لیاقت۔ علم۔ ولایت نبوت شامل ہے۔
بغیر علم۔ وہ علم جو خدا تعالیٰ
اپنی جناب سے بخشتا ہے اور نور فراست
اور پاک کتاب کو نہیں سمجھتے۔ مگر جھگڑنے
اور ہر دین کی بات میں رائے دینے کو تیار۔
ومن یسلم وجھہ اپنی ساری
توجہ اللہ کی طرف سونپ دیتے ہیں۔ دنیا
بے شک کماؤ۔ مگر اللہ کے لئے۔
ما نفدت کلمت اللہ۔ اللہ کی باتیں
ختم نہیں ہوتیں۔ صرف اسی بات کو لو۔ ایک
قطرے میں کتنے کیڑے ہوتے ہیں اب
اُن کے اعضا کی تشریح اور خداوند عالم
کی قدرتوں کا ذکر شروع ہو تو کب ختم
ہو سکتا ہے۔

(رکوع ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک میں
مختلف نعمتیں دی ہیں۔ مثلاً عرب میں
کھجور ہندوستان میں آم۔ کابل میں انگور
ایسا ہی کسی کو کوئی علم بخشا ہے کسی
کو کوئی ہنر۔ ان تمام ممالک میں تبادلۂ
انعام و خیالات کے لئے جہاز ہیں۔
بنعمت اللہ۔ اللہ کے فضل سے
مختلف قسم کی نعمتیں لے کر۔
صبار شکور۔ دور کی نعمتیں دیکھ
کر انسان شکر بجا لائے اور اپنے تئیں
اعتداء عصیاں سے بچائے۔ یہ آیت
بائیکاٹ کرنے کی تردید کرتی ہے۔ تبادلہ
اشیاء غیر ممالک سے منع نہیں بلکہ خدا کی
دی ہوئی نعمتوں کا ادائے شکر ہے۔
ختار۔ بدعہد۔
اتقوا ربکم۔ سمجھاتا ہے کہ یہ تمام
نعمتیں تقویٰ سے ملسکتی ہیں۔
الغرور۔ ایک غرور مصدر ہے۔
اس کے معنے ہیں تکبر۔ یہ غرور ہے اس
کے معنے دہوکہ دینے والا۔ یہ شیطان کا
نام ہے۔
وینزل الغیث۔ واقعی یہ نہیں معلوم

ہو سکتا۔ کہ بارش اس کے لئے مفید ہوگی یا مُضر۔ اس سے جو پھل نکلیگا وہ خدا جانے اس کے نصیب ہوگا یا نہیں۔

مافی الارحام۔ شقی ہوگا یا سعید۔ ماذا تکسب غداً۔ سعیدؔں والے کام کریگا یا شقیوں والے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ یمسی مومناً ویصبح کافراً۔ ہمیشہ ایمان پر ثابت رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

ایک بزرگ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ مجھے مباحثات میں یہ زبردست دلیل سوجھی کہ محسوسات سے غیر محسوس اشیاء پر دلیل پکڑنی چاہیئے اور اسطرح کئی مباحثے جیتے۔ ایک دن چھت پر لیٹے تھے۔ ستاروں پر نظر جا پڑی۔ خیال میں آیا یہ ستارے جس قدر مجھے چھوٹے محسوس ہوتے ہیں۔ کیا واقعہ میں بھی اتنے ہی ہیں۔ عقل نے جواب دیا نہیں۔ جب یہ امر بھی خلاف واقعہ نکلا۔ تو میں بہت گھبرایا۔ یہاں تک کہ بارہ سال اسی مخمصے میں رہا۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے انشراح صدر بخشا۔

میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ حق پہچاننے کا یہی ایک معیار ہے کہ خدا تعالےٰ سے تڑپ تڑپ کر دعا مانگے۔

اور متشابہات (جن کے معنے اس پر نہیں کھلے) محکمات (جو اس کے لئے صاف ہیں) کی تابع کرے۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو حوالہ بخدا کرے۔ اور دعا کرے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ اللہ تعالیٰ ضرور تسلّی کی راہ نکالدیگا۔

بای ارض تموت۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ یہ زمین اس کے لئے روضۃ من ریاض الجنۃ ہوگی یا حفرۃ من النار۔

یوں تو ایک بادشاہ کہہ سکتا ہے میں یہیں مروں گا۔ اور بعض لوگوں نے اپنی قبریں زندگی میں کھدوائیں۔ اور وہیں مرے۔

سورۃ السجدہ

(رکوع ۱۴)

الٓمٓ۔ مقطعات قرآنی کے معنے اس زمانہ میں خوب کھلے ہیں۔ انگریزی میں تو آجکل ایسے حروف بہت آتے ہیں۔ بعض لوگوں کے ساتھ تو تقریباً تمام حروف تہجی ہوتے ہیں۔

لاریب فیہ۔ ریب کے معنے ہلاکت

کے بھی ہیں۔ جیسے نتربص بہ ریب المنون میں اور شک کے بھی۔

قرآن شریف میں جو راہیں بتائی گئی ہیں۔ وہ نہ تو ہلاکت کی ہیں۔ نہ انہیں کسی قسم کا شک ہے۔ پس شک مت کرو۔

فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں ہر چیز کا کمال چھ مرتبے طے کرکے ہوتا ہے۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ خدا آنا فاناً نہیں بنا سکتا۔ پاس ایک مکی کا کھیت تھا۔ میں نے کہا اس کا ایک بھٹا لاؤ۔ اس نے کہا وہ تو کئی ماہ بعد ہوگا۔ تب میں نے کہا ایک بھٹے کے لئے اُتنے مہینے بھی خدا ہی لگاتا ہے۔

ثم۔ پھر ہم تم کو اور بات سنائیں۔ ثم سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ آسمان زمین بنا کے پھر عرش پر جا چڑھا۔ اس کی مثالیں قرآن شریف میں کئی ہیں۔ چنانچہ انعام ۸ ع ۶ میں ہے۔ کہ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ پھر آگے چل کر فرماتا ہے۔ ثم اتینا موسی الکتب قرآن شریف کے بعد موسیٰ کو کتاب دینے کا ذکر "ثم" سے فرمایا حالاں کہ توریت کا نزول قرآن شریف سے پہلے ہوا۔

استوی علی العرش۔ وہ اپنے تخت حکومت پر بے عیب ہے ٹھیک ٹھاک ہے۔

ونفخ فیہ من روحہ۔ اپنا پاک کلام اس میں پہونچاتا ہے۔ ہزار برس کے بعد ایسا انسان ضرور ہوتا ہے جسے اپنے کلام سے ممتاز فرماتا ہے۔

جعل لکم السمع۔ سمع کو اس لئے مقدم فرمایا۔ کہ خدائی معاملات میں سب سے پہلے کان ہی کام کرتے ہیں۔ کیونکہ ۱۸ برس تک تو عموماً غفلت میں گذرتے ہیں۔ پھر کانوں میں خدائی آواز پڑتی ہے اور وہ متنبہ ہوتا ہے

یتوفکم۔ تمہاری روح کو قبض کرتا ہے۔

(رکوع ۱۵)

ناکسوا رؤسہم۔ سر نیچے کئے ہونگے۔ اس لئے کہ اپنی بداعمالیاں یاد آ کر شرمسار ہوں گے۔

انا نسینکم۔ ہم ترک کرتے ہیں تم کو۔

فاسقا۔ نافرمان۔

لعلھم یرجعون۔ دنیا میں اس لئے عذاب آتے ہیں۔ تا لوگ ان بداعمالیوں سے باز آویں۔ جن میں وہ گرفتار ہیں۔ دوسرے مقام پر لعلھم یتضرعون فرمایا۔

ومن اظلم۔ انبیاء اور ان کے نشانوں کے منکر اور ان سے اعراض

کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں
اور خدا تعالیٰ ایسے قطع تعلق کرنے
والوں کو ضرور سزا دیگا۔

(رکوع ۱۶)

ولقد اٰتینا موسی الکتاب
حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو یقیناً موسیٰ علیہ السلام کا مثیل بنایا
گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات سے بھی تصدیق
ہوتی ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً
شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ
فرعون رسولاً ط

(۲) وشھد شاھدٌ من بنی
اسرائیل علیٰ مثلہ فاٰمن واستکبرتم
احقاف ۲۶ ع ۱ شاھد انبیاء کی ذات ہوتی ہے
(۳) ان الھدیٰ ھدی اللہ
ان یوتیٰ احد مثل ما اوتیتم آل عمران ۳ ع ۸

تورات کے استثنا باب ۵۔ آیت اعمال
کے تین باب میں اسی مثیلیت کا ذکر ہے
فلا تکن فی مریۃ اس کے معنے کئے
گئے ہیں۔ کہ موسیٰ تجھے ملیں گے۔ چنانچہ
معراج میں ملاقات ہوئی۔ مگر میری نزدیک
یہ معنی نہیں نکلتے۔ مطلب یہی ہے۔ کہ
تم موسےٰ کے مثیل ہو۔ تمام پیشگوئی
کے واقعات اپنے وقت پر پورے
ہوں گے۔

جعلنا منھم ائمۃ۔ امام بننے
کے لئے تین شرائط فرمائی ہیں۔
(۱) یھدون بامرنا۔ ہمارے
حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں (۲) لما
صبروا۔ اپنے آپ کو بدیوں سے بچانے
کے لئے باہمت طعن و تشنیع سننے پر دلیر
اور خدا کی بتائی ہوئی بات پر مستقل رہتے ہیں
وکانوا بآیاتنا یوقنون۔ اللہ تعالیٰ
کی آیات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

چوتھی بات اس سے نکلتی ہے وہ
یہ کہ وہ امام بننے کی خواہش نہیں رکھتے۔
نہ اس کے منصوبوں میں رہتے ہیں۔

جعلنا منھم سے ظاہر ہے کہ
کہ امت محمدی میں بھی ایسے لوگ ہونگے
جو خدا سے الہام پاکر لوگوں کے ہادی
و امام بنیں۔

ایسے لوگوں کی شناخت کے لئے
ہمارے واسطے کوئی اتنی مشکل نہیں
کیونکہ پہلے اولیاء و انبیاء کے نمونے
موجود ہیں۔ ان کے حالات ہم تک پہنچے
ہیں۔ اسی منہاج پر انکو پرکھ لیا جائے
کہ کس طرح غریب آدمی ان کے سلسلے
میں شامل ہوتے ہیں۔ اور آخر وہ ائمۃ
الکفر پر غالب آتے ہیں۔ اور انکی تعلیم
اصولی طور پر تمام اولیاء سابقین سے

ملتی ہے۔ جس طریق پر ایک راستباز کو مانا اسی طریق پر دوسرے کو مان لیں۔ آخر انسان اپنی ماں کو بھی ولادت کے معاملہ میں صرف اسی کی شہادت پر راستباز یقین کرتا ہے۔

کم اھلکنا۔ ہدایت کا ذریعہ ایک یہ بھی ہے۔ کہ پچھلی قوموں کی حالت پر غور کیا جاوے۔ راستباز اپنے مخالفوں کے مقابل میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور شریر و مفسد تباہ و ہلاک ہوتے ہیں۔

فنخرج بہ زرعًا۔ جس طرح پانی برسنے کے بعد کوئی روئیدگی کو اُگنے سے روک نہیں سکتا۔ اسی طرح اب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر فضل الٰہی کی بارش ہوئی ہے اس کا نتیجہ ضرور نکلے گا۔ یعنی ان کی جماعت بڑھے گی اور پھولے پھلے گا یہاں تک کہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ویقولون متی ھذا الفتح۔

کفار اپنی زبان خوب سمجھتے تھے۔ وہ فنخرج بہ زرعًا کی پیشگوئی کو خوب سمجھ گئے اسی لئے سوال کیا کہ یہ فتح جس کی پیشگوئی کرتے ہو۔ کب ہوگی۔

سورۃ الاحزاب

(رکوع ۱۷)

المنٰفقین۔ منافق کے نشان حدیث میں آئے ہیں۔ اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان واذا خاصم فجر۔

کان علیما حکیما۔ کفر و نفاق سے بچنے اور تقویٰ کے حصول کے لئے علاج بتاتا ہے کہ اللہ کو علیم یقین کرے۔

ایک کہانی ہے کہ زلیخا نے یوسفؑ سے ناجائز درخواست کرتے ہوئے اپنے "بُت" پر کپڑا ڈال دیا۔ اور پوچھنے پر بتایا۔ کہ اس سے شرم آتی ہے۔

جب ایک پتھر سے شرم آنی ممکن ہے تو کیا اس یقین سے کہ خدا علیم ہے۔ کسی بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا سے شرم نہ آوے گی۔

حکیم کا کام ہے۔ کہ خلاف پرہیز کام کرنے سے روکتا ہے۔ پس جب اللہ کو حکیم مانے گا۔ تو ایسے کام نہیں کرے گا۔ جو حصول تقویٰ میں مانع ہوں۔

واتبع ما یوحیٰ الیک۔ لاتطع میں ترک شر کا وعظ تھا۔ اب نیکیوں کے اختیار کرنے کے لئے فرماتا ہے کہ اتبع

ما یوحیٰ۔ کیونکہ انسان اپنے علم سے نہیں جانتا۔ کہ کون کون سی چیز میرے لئے بلحاظ انجام کے مضر یا مفید ہے۔

وکفیٰ باللہ وکیلاً۔ کفیٰ باللہ ہی کیوں کہا؟

ائمہ نے لکھا ہے کہ یہ دو جملے ہیں اصل یوں ہے کفی اللہ۔ اکتف باللہ ایک جملہ کا اللہ اور دوسرے کا اکتف حذف کیا ہے۔

امّھٰتھم۔ ابھی فرما چکا ہے۔ کہ حقیقی ماں نہیں بنتی۔ بس یہ اعزاز و اکرام کے رنگ میں ہے۔

(رکوع ۱۸)

من فوقکم۔ شمالی جانب۔

من اسفل منکم۔ جنوب۔

الحناجر۔ تمہارے دل دھڑکتے تھے۔ اور اب معلوم ہوتا تھا۔ کہ گلے تک آ گئے؛

فارجعوا۔ اپنے اپنے مذہبوں میں لوٹ جاؤ۔

الفتنۃ۔ کفر۔ شرک۔ خانہ جنگی۔ مسلمانوں کا قتل۔

(رکوع ۱۹)

لکم فی رسول اللہ۔ کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ جب انہیں بتایا جائے یہ کام یوں کرنا چاہیئے۔ تو وہ کہتے ہیں، کیا ہم بھی کوئی نبی ہیں۔ یہ بالکل غلط راہ ہے۔ نبی کا نمونہ نہ اختیار کیا جاوے تو کسی فرعون یا ہامان کی پیروی کرنی چاہیئے۔

ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ یہ وعدہ پ ۲۳ سورۃ ص رکوع ا میں ہے۔ جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب۔ جو بطور پیشگوئی مکہ میں فرمایا گیا۔ کہ مدینہ میں مختلف قومیں چڑھ کر آئیں گی۔ اور شکست کھائیں گی۔

المنقفین۔ عہد کی خلاف ورزی کرنے والے۔ عہد توڑنے کا نتیجہ نفاق ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم۔ وردّ اللہ الذین کفروا۔ ہوا تیز چلی۔ کفار کے رئیس کے خیمے کی آگ بجھ گئی۔ جسے اس نے منحوس قرار دیا۔ وہ ایسا گھبرایا۔ کہ اونٹ پر چڑھ کر دوڑا۔ وحشت کا یہ عالم تھا۔ کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا یاد نہ رہا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر کافر بھاگتے گئے۔ یہ خدا کی طرف سے نصرت تھی۔

من اھل الکتاب۔ اصل بانی فساد قریظہ۔ انہوں نے نبی کریمؐ کو حکم بنانا منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک اور شخص کو منصف ٹھہرایا۔ اس نے حکم دیا۔ کہ جو لڑائی کے

قابل ہیں۔ وہ سب قتل کر دیئے جاویں۔ ان مقتولوں کی تعداد اڑھائی سو سے نو سو تک بیان کی جاتی ہے

وارضاً لم تطؤھا۔ اور ملکوں کا بھی وارث کریگا۔ جن پر ابھی تمہارے قدم نہیں پہونچے۔

تمہید:۔ پہلے رکوع میں خدا نے ذکر فرمایا ہے۔ کہ بنو قریضہ نے قریش مکہ و دیگر فرقوں کو اکسایا۔ اور نبی کریمؐ پر چڑھا لائے۔ یہ بنو نضیر کی تحریک تھی۔ جو جلا وطن کئے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مالوں اور گھروں کے وارث نبی کریم اور صحابہ کرام قرار پائے اور اس قسم کی کئی اور فتوحات ہوئیں۔

ان تمام اموال کے قبضے میں آنیکا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ ازواج النبی کے دل میں خیال آ جاوے کہ اب ہماری حیثیت شاہی بیبیوں سی ہونی چاہیئے۔ اور اتنی مدت ہم نے فقر و فاقہ سے گذاری اب تو فراخی ہونی ضروری ہی اس لئے ان کو اس رکوع میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ اسی طرح فقر و فاقہ میں گذارہ کرنا ہوگا۔

بائیسواں پارہ

(رکوع اوّل)

واعتدنا لھا رزقاً کریما۔ اس میں معرفت کا نکتہ ہے۔ کہ جو بی بی فرمانبردار ہوگی اسے رزق کریم دیا جائیگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو اس رزق سے بہرہ وافی ملا جس سے ثابت ہوا۔ کہ وہ بہت فرمانبردار تھیں۔

فلا تخضعن بالقول۔ حضرت عائشہ کھل کر بات کہہ لیتی تھیں۔ یہ اس ارشاد کی تعمیل ہے۔

ولا تبرجن۔ حضرت عائشہ کو ایک جنگ بھی پیش آگیا۔ مگر اس میں جاہلیۃ الاولیٰ کی صورت نہیں۔

لیذھب عنکم الرجس۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی ماریہ پہلے عیسائی تھی۔ اور صفیہ یہودی۔ اس قسم کے تمام عقیدوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں پاک ہوئیں۔

(رکوع ۲)

المسلمین۔ فرمانبردار۔

القٰنتین۔ قرآن پڑھنے والے۔

انعم اللہ علیہ۔ زید۔ یہ شخص

ایک لڑائی میں قید ہو کر خدیجہ کی بہن کے حصہ میں آیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ اور اپنے پاس رکھا۔ آپ نے اس کی شادی پھوپھی زادہ بہن سے کر دی۔ چونکہ وہ تیز تھی اس لئے وہ ان (زید) کو حقارت سے دیکھتی جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ زید نے طلاق دے دیا۔

تخفی فی نفسک۔ دلداری کا ایک پہلو یہ سوجھتا کہ میں نکاح کر لوں۔

تخشی الناس۔ نبیؐ پر بے جا اعتراض کر کے قابل عذاب نہ ہوں۔ یہ ڈر تھا۔ حضرت موسیٰ کی نسبت بھی ارشاد ہوا۔ کہ لا تخف انک انت الاعلےٰ۔ یہ شکست کا ڈر نہ تھا۔ بلکہ اس کا کہ لوگ مرتد ہو کر ہلاک نہ ہو جاویں۔

زوجنا کھا۔ یہ مراد نہیں۔ کہ اللہ ہی نے نکاح پڑھا دیا۔ ظاہر میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ بایں وجوہات کہ نا سے حسب محاورہ قرآنی وسائط کا پتہ ملتا ہے۔

(ب) آپ نے ولیمہ کیا۔ (ج) جب یہ ایک رسم کے مٹانے کے لئے تزویج ہوئی۔ تو پھر نکاح ظاہر میں علےٰ رؤس الاشہاد کرنا ضروری ہوا۔

ولا یخشون احداً الا اللہ۔ وتخشی الناس کے معنے اس آیت سے حل ہوتے ہیں۔ اور جو معنے مخالف کرتے ہیں وہ غلط ثابت ہوئے۔

وخاتم النبیینؐ۔ نبیوں کی مہر۔ آپ کی مُہر بغیر اب کوئی حکم شرعی نافذ نہیں سمجھنا چاہیئے۔

(رکوع ۳)

اذکروا اللہ۔ کھڑے بیٹھے لیٹے برو بحر میں لیل و نہار۔ ظاہر و باطن۔ دُکھ سُکھ۔ لڑائی۔ سفر۔ حضر۔ صحت و سقم میں اللہ ہی یاد ہو۔ ان سب مقامات وحالات واوقات کا ذکر قرآن مجید کی آیات میں ہے۔

وملٰئکتہ۔ اللہ کے ذکر سے ملائکہ کے تعلقات بڑھتے ہیں۔

شاھداً۔ گواہی دینے والا کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

نذیراً۔ نافرمانوں کے لئے۔

سراجاً منیراً۔ روشنی دینے والا سورج۔

لکیلا یکون علیک حرج۔ جیسے بیبیوں کو تجھے اجازت دی ہے۔ کہ چاہو الگ ہو جاؤ چاہو بیبیاں بنی رہو ایسے ہی نبی کو بھی اجازت دی۔ کہ جسے چاہو وہ کہو

ترجی من تشاء منهن۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ کہ جب طرفین کو علیحدگی کا اختیار رہو۔ تو اب رضامندی سے جو چاہے رہے اور جسے چاہو رکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ تقرّ اعینهنّ۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی سے دین کے لئے رہیں۔

(رکوع ۴)

غیر نٰظرین انٰه۔ ایسے وقت میں جانا کہ کھانا ابھی پک رہا ہو۔ منع ہے۔ اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ (۱) شدّت حرص (۲) میزبان کھانا پکوائے یا تیماری خاطرداری میں مشغول ہو۔

یؤذی النّبی۔ جب نبی ایسے وسیع دل باحوصلہ کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے کا کیا ٹھکانا۔ امیر خسرو نے اپنے مرشد کے ارشاد پر بہت خوب شعر پڑھا تھا ؎

نان کہ خوردی خانہ برو
نہ کہ کردم بدست تو خانہ گرو

ایک اور بزرگ نے مکان کا قبالا پیش کر دیا تھا۔ کہ یہ تم لے لو۔ ہم کوئی اور مکان ڈھونڈ لینگے۔ یہ سب قرآن مجید کی اطاعت تھی۔ کہ یہ بزرگ لطیف طرز میں سمجھاتے جس سے بُرا بھی نہ لگے۔

یصلّون علی النّبی۔ صلوٰۃ کے معنے حمد و ثنا (۲) دعا (۳) اعلیٰ مرتبہ کی وہ دعا مانگنا جس سے گناہ کا تصرف انسان پر باقی نہ رہے (۴) رحمت خاصہ۔

(رکوع ۵)

یدنین علیهنّ من جلابیبهنّ لٹکا دیں اپنے اوپر اپنی چادروں کو یعنی گھونگٹ کو چہرہ پر بڑھا کر رکھیں۔

ثم لا یجاورونك فیها۔ قریب تیرے نہ پھٹکنے پائیں گے۔

یہ آیت کریمہ شیعوں کے لئے قوی حربہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مدینہ سے نہیں نکالے گئے۔ بلکہ بعد الموت بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں دفن کئے گئے۔ گویا حیات و ممات میں آپ کی معیّت کا شرف حاصل رہا۔

عن الساعة۔ وہ گھڑی جس میں منافق نکال دیئے جائیں گے۔

لعل الساعة تکون قریبًا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اس وقت وحی ہوئی اور آپ نے نام بہ نام منافقین کو نکال دیا۔

(رکوع ۶)

اٰذوا موسیٰ۔ فرعون نے دُکھ دیا۔ وہ ہلاک ہوا۔ قارون نے دُکھ دیا۔ وہ ہلاک ہوا۔ توراۃ میں لکھا ہے۔ کہ آپ کو عورتوں کے متعلق تہمت دی گئی۔

حقیقی بہن بھی اس الزام دینے میں شامل
تھی۔ اس کو جذام ہو گیا۔

الامانۃ۔ احکام۔

فابین ان یحملنھا۔ انکار کیا اس
سے کہ خیانت کریں۔

حمل الامانۃ۔ عربی زبان میں
خیانت کو کہتے ہیں۔

حملھا۔ انسان نے انمیں بہت
خیانت کی۔ کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم
کرنے والا ہے اور بہت جاہل۔

سورۃ السباء

(رکوع ۷)

سورۃ احزاب میں جس حالت کا
ذکر ہوا۔ وہ مسلمانوں کی مشکلات کے
متعلق ہے۔

(۱) تظنون باللہ ظنونا۔ (۲) بلغت
القلوب الحناجر۔ (۳) ھنالک ابتلی
المؤمنون۔ مگر ساتھ ہی پیشگوئی ہے
کہ احزاب شکست یاب ہونگے۔ غزوہ
احزاب کے بعد مسلمانوں پر فتحمندی کا
زمانہ آتا ہے۔ لیکن چونکہ راحت و آسائش
میں خدا بھول جاتا ہے۔ اس لئے ایسے
لوگوں کے واقعات مسلمانوں کی عبرت
کے واسطے بیان کئے۔ جن کو ہر طرح آسائش
دی گئی۔ اور وہ خدا کی عبادت سے غافل
ہو گئے۔ تو سزایاب ہوئے۔

ما یلج فی الارض۔ یہ آیات سمجھاتی
ہیں کہ جیسے کرو گے ویسا پاؤ گے۔ جو
بیجو گے وہی نکلیگا۔ نیک اعمال کا نتیجہ
نیک اور بد کا بد انجام۔

ما ینزل من السماء۔ اس میں احکام
بھی شامل ہیں۔

ما یعرج فیھا۔ نیک اعمال خدا کے
حضور چڑھتے ہیں۔

الا فی کتٰب۔ کتاب کے معنے حفاظت۔

الی صراط العزیز الحمید۔ پس
وہ راستہ موجب ذلت و مذمت نہیں
کیونکہ وہ عزیز و حمید کا رستہ ہے۔

ان نشاء نخسف بھم الارض۔
اگر ہم چاہیں گے تو اسی زمین میں ذلیل
کر دیں گے۔

کسفا من السماء۔ ایک وقت
آسمان کے بادلوں کے ذریعے نشان
ظاہر ہوگا۔ چنانچہ ایک جنگ میں مینہ کے
ذریعے مومنوں کے قدم ثابت ہوئے۔
اور کفار بھاگے۔

(رکوع ۸)

اس رکوع میں دو گواہیاں پیش کی
ہیں۔ آل داؤد۔ آل سباء۔ داؤد و سلیمان

کو سب مسلمان جانتے ہیں۔ مگر سلیمان
کے پوتے کا نام کوئی نہیں جانتا۔

یٰجبال۔ اے پہاڑی لوگو۔ اور پہاڑو
والطیر۔ اور پرندے۔

قدّر فی السرد۔ زرہ جو بناؤ
ایک اندازہ رکھو۔ حلقے چھوٹے چھوٹے
ہوں۔ (ب) میخیں اندازہ کی ہوں
(۲) دنیا کے کاموں کو ایک اندازہ سے
کرو۔ یعنی ایک وقت مقرر کرو۔ پھر
دین کے لئے بھی کچھ کرو۔

الریح۔ طاقت۔ نفاذ امر۔ حکومت
غدوّھا۔ مشرق و مغرب کی
حدود میں آپ کی سلطنت کی مسافت
ایک مہینہ کی راہ تھی۔

دوم یہ کہ آپ کے جہاز چلتے۔
جو ایک مہینہ کی مسافت صبح سے دوپہر
تک طے کر لیتے۔

دابۃ الارض۔ علےٰ کرسیہ جسدًا
سے اس کے معنے حل ہوتے ہیں۔ یعنے
سلیمان کے تخت پر جو بیٹھا۔ وہ جسد
ہی جسد تھا۔ روحانیت سے بے بہرہ
تھا۔ پس سلیمان کی موت پر آپ کے بیٹے
نے دلالت کی۔ نالائق ہؤا۔ سب برکات
(حکومت، نبوت) جاتی رہیں۔

الجنّ۔ اس ملک کے شریر لوگ۔

کان لسبأ۔ سبا ایک شخص کا نام تھا۔
اس کے دس بیٹے تھے۔ اسی کے نام پر
ایک شہر تھا یمن میں۔

سیل العرم۔ طغیانی جو بڑی تیز ہو

اثل۔ پنجابی (پھروان) عرب میں ایک
مثل ہے۔ تفرقت ایدی سبا یعنی
فلاں ایسا تباہ ہؤا۔ جیسے سبا۔

الّا الکفور۔ کافر سے مراد کافر باللہ
نہیں بلکہ کافر نعمت۔

قریً ظاہرۃ۔ ایک گاؤں سے
دوسرا گاؤں نظر آتا اور دوسرے سے
تیسرے۔

بٰعد بین اسفارنا۔ اپنے اعمال
اور زبان حال سے یہ آرزو کی۔

صبّار۔ جو اپنے آپ کو بدیوں
سے روکتے ہیں۔

شکور۔ اور پھر خدا کی نعمتوں کی
قدر کرتے اور اس کی دی ہوئی طاقتوں
کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔

(رکوع ۹)

قل ادعوا۔ یہ مشرکان مکہ کو خطاب
ہے۔ کہ بُت تمہارے کام نہیں آئیں گے۔
اور نہ ان کی سفارش مفید ہوگی۔

یجمع بیننا۔ ایک مٹھ بھیڑ کرے گا۔
(بدر کی پیشگوئی۔)

ثم یفتح۔ وہ مٹھ بھیڑ کھلا کھلا فیصلہ کرنے والی ہوگی۔

متٰی ھذا الوعد۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکہ والے یجمع بیننا کی پیشگوئی کو سمجھ گئے۔جبھی پوچھا کہ ایسا کب ہوگا۔

ایک اور مقام پر بھی اس کا ذکر ہے۔ ویقولون متٰی ھذا الوعد کے جواب میں فرمایا۔ قل عسٰی ان یکون ردف لکم۔ یعنی میں جب یہاں سے چلا جاؤں گا۔ تو وہ واقعہ میرا ردیف ہوگا۔ یعنی میرے بعد آئیگا۔ ویقولون متٰی ھذا الفتح ان کنتم صادقین یہاں وعدے کی بجائے فتح کا لفظ صریح ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانھم۔

میعاد یوم۔ میرے بعد ہوگا۔ اور ایک سال بعد۔ یوم سے مراد الہامی زبان میں سال بھی ہوتا ہے۔

(رکوع ۱۰)

لن نؤمن۔ کافر شوخی کی راہ سے یہ کہتے ہیں۔ یہ ہموا انہی میں سے ہیں۔ کیونکہ تمام کتب الٰہیہ کا اجماعی مسئلہ یہ ہے۔ کہ خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہی مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ دروغ مصلحت آمیز ہے۔ یہ مذہب نیا نہیں تفسیر کبیر میں ہے۔ کہ براہمہ انکر للنبوت ہیں۔

الظالمون۔ سب سے بڑھ کر ظالم دو شخص ہیں۔ ایک مفتری علی اللہ۔ دوم جو نبیوں کا انکار کرے۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جھنم مثوًی للکفرین

مکر اللیل والنھار۔ جو تدبیریں تم نے دن رات ہمارے لئے کیں اور اپنی باتوں سے ہمیں راہ حق سے روکا۔

یبسط الرزق۔ یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ عنقریب اس کھلے رزق کے وارث مسلمان ہوں گے۔

(رکوع ۱۱ و ۱۲)

ہر چیز کے قرب کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے۔ مثلاً ریل کے جس درجے میں بیٹھنا ہو اسی درجہ کا ٹکٹ خریدنا پڑیگا۔ اسی طرح خدا کے تقرب کے جو سامان ہیں وہ یہاں بیان فرماتا ہے۔

من اٰمن وعمل صالحًا۔ سچے علوم پر کامل یقین (۲) پھر ان کیمطابق عمل ہو۔ پس یہ تقرب الی اللہ کی سامان ہیں۔

لھم جزاء الضعف۔ جزا بڑھ بڑھ کر ملیگی۔

فھو یخلفہ۔ دیکھو حضرت ابو بکر رضہ و عمر رضہ نے اگر ایک مکان اللہ کے لئے چھوڑا

تو اس کے عوض میں ان کو کتنے وسیع علاقہ
کی سلطنت ملی۔

ابوجہل کا بیٹا مسلمان ہوا حضرت
ابوبکرؓ نے اسے ایک سپاہ کا جرنیل بنا کر
بھیجدیا۔ اور فرمایا فلاں قوم پر تا صدور
حکم حملہ نہ کرنا اس نے مخفی اسباب سے
حملہ کر دیا۔ اور شکست کھائی۔ جو کچھ ہوتا
ہے خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔

للملٓئکۃ۔ ملائکہ سے یہاں مقدس
لوگ مراد ہیں۔ ان ہذا الا ملک کریم سے
ثابت ہے۔ کہ پاک لوگوں کو بھی عربی زبان
میں ملائکہ کہہ لیتے ہیں۔

یعبدون الجنّ۔ یہاں جن کو
جنّ فرمایا ان کو اس سے پہلے رکوع میں
الذین استکبروا فرمایا۔ اس سے پہلے
اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا
السبیلا۔ فرمایا۔

سحرٌ مبین۔ دلربا باتیں کرتا ہے
جو ہمیں اپنی قوم سے کٹوانے والی ہیں۔

یقذف بالحقّ۔ حق کے ذریعے
اس باطل کا سر توڑ دیگا۔ یہ پیشگوئی ہے
اسی لئے علام الغیوب صفت کا ذکر
ساتھ ہی کر دیا۔

مذہبوں میں اختلاف ہے۔ مگر حق
کا پانا کوئی ایسا مشکل امر نہیں۔ مشرک
بُت پرست ہیں۔ صرف اتنا غور کافی ہے
کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی پرستش کرتے ہیں
وہ خود اپنے ہاتھ سے گھڑتے ہیں۔

پھر نبیوں کے منکر ہیں۔ وہ دیکھیں
کہ نبی پہلے اکیلا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ
بھی غریب لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مگر ہر
نبی ضرور اپنے بڑے بڑے مخالفوں کے
مقابل میں کامیاب ہوتا ہے۔ صاف
ظاہر ہے۔ کہ یہ راستبازوں کی جماعت
حق پر ہے۔

نبی پر جنون کا شبہ بہت ہی کمزور بات
ہے۔ کیا مجنون ایسی اعلیٰ تعلیم لا سکتا ہے۔
اور ایسے قوانین وضع کر سکتا ہے۔ اور
اپنے کاموں کے نتیجے اپنی آنکھوں کے
سامنے بار آور دیکھ سکتا ہے۔

بین یدی عذاب شدید۔ یہودی
مسیح کے وقت اتنا زور رکھتے تھے۔ کہ
پلاطوس کو ان کے ماتحت کام کرنا پڑتا۔
مگر ایک وقت آیا۔ کہ یہودی انہی عیسائیوں
کے ہاتھ سے مذموم ومدحور ہو گئے۔

وما یعید۔ یہ ایک پیشگوئی ہے
کہ مکہ میں پھر کبھی ایسی بُت پرستی نہ ہوگی۔

واخذوا من مکان قریب۔
پکڑے جاؤ گے۔ ایک مکان میں جو قریب
ہے۔ چنانچہ بدر میں ایسا ہوا۔ پھر مکہ میں

چنانچہ وہاں انہی منکروں نے آمنا کہا۔

ویقذفون بالغیب۔ یہ بکواس کرتے ہیں۔ کہ یہ نبی کبھی کامیاب نہ ہوگا اس کی اولاد کوئی نہیں۔ تم غیب کی باتوں سے بہت دور کے مکان میں ہو۔

مریب۔ ہلاک کرنے والا۔

سُورۂ فاطر

(رکوع ۱۳)

اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وہ حق ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ صفات۔ اسماء کی نسبت ہمیں اتنا ہی علم ہو سکتا ہے جتنا وہ خود اپنے انبیاء۔ اولیاء کی معرفت بتائے۔ پس اللہ کی ذات وصفات۔ ملائکہ۔ قبر۔ حشر۔ دوزخ جنت۔ پُلصراط کے متعلق ہمارا علم وہی صحیح ہو سکتا ہے جو خود اس نے فرما دیا۔ اور اسی حد تک ہمیں انمیں گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

اولی اجنحۃ۔ یہ اللہ نے فرمایا۔ کہ فرشتوں کے پَر ہیں ان سے کیا مراد ہے۔ یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر وہ جنہوں نے فرشتوں کو بچشم خود دیکھا۔ جس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس کا اعتراض بے وقوفی ہے۔

لا الہ الا ھو۔ وہی کامل قدرتوں والا غیر محتاج ہے۔ جو کچھ کسی کو دیا ہے وہ اس کی عطا ہے اور پھر محدود آئندہ کے لئے پھر محتاج کا محتاج۔

(رکوع ۱۴)

زیّن لہ سوء عملہ۔ جس کو بُرے اعمال خوبصورت نظر آتے ہیں۔

فراٰہ حسنًا۔ پھر اس بدعملی کو اچھا جانتا ہے۔

فان اللہ یضل من یشاء۔ خدا کی طرف سے گمراہی کا فردِ جرم انہی پر لگتا ہی جو ضلالت کی راہ عمدًا اختیار کرے۔

والعمل الصالح یرفعہ۔ سمجھایا کہ نیک باتوں کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

من عمرہٖ۔ اس ہٖ کا مرجع کیا ہے اس سے ایک مسئلہ* حل ہوتا ہے۔ یہ ضمیر اس معمر کے مثل کی طرف جاتی ہے۔

ومن کل تاکلون۔ یعنی جس طرح ملح اجاج سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح انہی گندے لوگوں سے نیک بنکر اسلام میں آجائیں گے۔

(رکوع ۱۵)

الفقراء۔ امیر سے امیر انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ ایک دم کا ایسا احتیاج ہی کہ یہ زندگی وموت کا سوال ہے۔ اور پھر

* [illegible]

احتیاج بھی عجیب طور پر ہے کہ ایک طرف سے ہوا کے داخل ہونیکا احتیاج ہے تو دوسری طرف ہوا کے خارج ہونے کا۔ ایک طرف پانی پینے کا احتیاج ہے تو دوسری طرف اسکے اخراج کی حاجت ہے۔

انسان حق کا بھی محتاج ہے۔ اور حق کے علم پر عمل کرنے کے لئے توفیق کے حصول کا بھی ویسا ہی محتاج ہے۔ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو بڑے بڑے عالم فسق و فجور میں مبتلا ہو جاویں۔

(رکوع ۱۶)

باپ کے تقریباً ایک برس کے خیالات کا اثر نطفہ میں پڑتا ہے۔ پھر وہ ماں کے پیٹ میں جاتا ہے۔ تو ماں کے اور اس کے گھر میں آنے جانے والوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم صحبتوں۔ ہم نشینوں دعائیں کرنے والوں وغیرہم کا اثر ساتھ ہوتا ہے۔ ۱۸ برس تک۔

انزل من السماء ماءً۔ یہی حال وحی الٰہی کا ہے۔

ثمرٰتٍ۔ کھجور۔ انگور۔ ۱۲۰ قسم کے ہوتے ہیں۔ جس طرح پانی ایک ہی ہے مگر بیجوں اور زمینوں کے لحاظ سے مختلف ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی پاک وحی (قرآن) کا اثر بھی مختلف طبائع پر مختلف ہوتا ہے۔

ومن الجبال۔ پہاڑ میں مختلف قسم کی پیداوار ہے۔ کہیں ہیرا کہیں کنکر اسی طرح قرآن سننے والوں کے کئی رنگ ہیں۔

ومن الناس۔ اب کھولکر بیان فرمایا ہے کہ آدمیوں میں ہی مجدد۔ آدمیوں میں ہی ولی۔ آدمیوں ہی سے نبی۔ پھر آدمیوں ہی سے فاسق فاجر تک ہوتے ہیں۔

العلمٰٓؤا۔ ان لوگوں میں سے عالموں کا نشان بتاتا ہے کہ ان کی گفتار کردار میں خشیۃ اللہ پائی جاتی ہے۔

کوئی جیالجی جاننے والا ہو یا اسٹرانمر ہو یا منطقی ہو یا نجومی یا طبیب خدا کے نزدیک عالم وہ ہے جو خشیۃ اللہ رکھے۔

یرجون تجارۃ لن تبور۔ مومن وہی ہے جو ایسی تجارت کرے۔ جسمیں ٹوٹا نہیں۔ عارضی و نمائشی چیزوں پر اتنا روپیہ نہیں صرف کرتا۔ ایک بزرگ ایک دعوت میں گئے۔ معمولی کپڑے تھے۔ کسی نے نہ پوچھا۔ پھر آپ خوب لباس پہن کر گئے۔ تو سب نے تعظیم دی۔ آپ بھی شوربہ وغیرہ کی رکابی اپنے چغہ پر ڈالنے لگے۔ حاضرین نے تعجب کیا۔ تو جواب دیا مجھے تو کسی نے

پوچھا نہیں۔ یہ دعوت تو میرے کپڑوں کی ہے انہی کو کھلاتا ہوں۔

فمنھم ظالم لنفسہ۔ برگزیدوں کی تین حالتیں بتاتا ہے۔ بعض اوقات نفس پر جبر کر کے بدی یا ممنوع شے سے رُکنا پڑتا ہے۔ بلکہ نیکی کرنے کے لئے بھی نفس پر بہت کچھ ظلم کرنا پڑتا ہے مثلاً تہجد پڑھنے کے لئے اُٹھنے کے واسطے بہت کچھ نفس پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس حالت سے نکلکر میانہ رو ہو جاتا ہے۔ پھر نیکیوں کو لپک لپک کر لیتا ہے۔

انسان عالم کبیر ہے اور کائنات عالم صغیر یا کائنات عالم کبیر اور انسان عالم صغیر کچھ بھی ہو۔ انسان کو چاہیئے کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں کو برمحل خرچ کرے۔ اگر ایسا کریگا۔ تو بہشتی زندگی کا نمونہ اسی دنیا میں دیکھیگا۔

یحلون فیھا۔ دنیا میں بھی اس جنت کا نمونہ صحابہ رضؓ نے دیکھا۔ ان کو قیصر و کسریٰ کے گھرانوں کے زیور دیئے گئے

وھم یصطرخون۔ بدیوں کا ارتکاب کر کے جب اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ تو بدکار چیختا ہے کہ مثلاً اس سوزاک و آتشک سے رہائی ہو۔

(رکوع ۱۷)

غیب السمٰوٰت والارض۔ غیب رضاءِ الٰہی کی راہیں

(۲) جو موجود ہو کر معدوم ہو گئی ہیں یا ہنوز عدم میں ہیں۔ اور وجود میں نہیں آئیں۔

فعلیہ کفرہٗ۔ انکار کا بُرا نتیجہ پاتا ہے۔

مقتاً۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی۔

ارٰءیتم۔ بتاؤ تو سہی۔

ان تزولا۔ بعض دُمدار ستارے ایسے ہیں کہ ان کی دُم کی ٹکر سے زمین ٹکڑے ہو جاوے۔

المکر السیئ۔ مکر کے ساتھ سیئ لگانا اس بات کا ثبوت ہے کہ مکر کے معنے بُرے نہیں۔ جبھی تو اس کے ساتھ سیئ لگایا۔

سنۃ اللہ۔ سنت اللہ اور سنت للہ میں فرق ہے۔ غلام زید۔ زید کا خاص غلام۔ غلام لزید۔ خاص غلام نہیں کوئی ایک۔

۳۶

سورۂ یٰسٓ

(رکوع ۱۸)

اس سورۂ میں حضرت نبی کریم (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت۔ قیامت کا ثبوت احیاء کی کامیابی۔ اعداء کی ناکامی کا بیان۔

یٰسٓ۔ اے انسان کامل۔ اے سردار۔ کامل انسان جو بات کہتا ہے وہ سچی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سردار بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

والقرآن الحکیم۔ انسان کامل ہونا اور پھر حق و حکمت سے بھری ہوئی کتاب تیرے مرسل ہونیکا ثبوت ہے۔

انک لمن المرسلین۔ خود اس بات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی صداقت و حکمت کی بات نہیں جو تو نہیں لایا۔ اور تو اگلے نبیوں کی طرز پر ہے۔

علیٰ صراط مستقیم۔ وہ راہ جس پر چلنے سے انسان خدا کے حضور پہنچ جاتا اور ادھر اُدھر ہونے سے مشکلات میں پڑتا ہے۔ تو اس پر ہے۔ یہ بھی صداقت کا ثبوت ہے۔

تنزیل العزیز الحکیم۔ یہ اور ثبوت ہے۔ قرآن اور اس کے لانے والے کی صداقت کا۔ کیونکہ مومنوں کے شامل حال رحمت باری تعالیٰ ہوگی۔ اور کفار پر عذاب آئیگا۔

ما انذر اباؤھم۔ قریب زمانہ یعنی ان کے باپ دادا میں نبی نہیں آیا۔ چونکہ یہ لوگ غافل ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھول کر بُت پرستی میں محو ہو گئے۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ان میں کوئی نبی آوے۔

اس زمانہ میں بھی امراء۔ علماء۔ فقراء تینوں مسلمان قوم کی حالت ایسی تھی۔ تو خدا کا فرستادہ آیا۔

فی اعناقھم اغلالاً۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قید میں جب کفار آئے۔ تو یہی حالت تھی۔ اور اس طرح ظاہری طور پر بھی یہ بات پوری ہوئی۔

بین ایدیھم سداً۔ آگے بڑھ نہیں سکتے۔ کہ اسلام لائیں۔ پیچھے ہٹ نہیں سکتے۔ کہ عذاب سے بچ جاویں۔ اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک ڈرانا نہ ڈرانا برابر یکساں ہے۔ اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

(رکوع ۱۹)

ہزارہا لوگوں نے چائنا۔ جاپان۔ انگلینڈ کو نہیں دیکھا۔ مگر وہ انکی ہستی پر محض شنید سے یقین رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے وجود پر قسم کھا سکتے ہیں۔ پھر بعض واقعات کو صرف ایک گواہی پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کا اپنے باپ کا بیٹا ہونا جس کے لئے صرف اس کی ماں کی گواہی ہے۔ پھر فلاسفروں کے اقوال میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی صورت میں نہیں ملتا۔ مگر انبیاء

کی جماعت ایسی جماعت ہے۔ کہ باوجودیکہ وہ آپس میں نہیں ملے۔ اور مختلف زمانوں میں ہوئے ہیں۔ پھر بھی وہ اللہ ایک ہے پر اجماع رکھتے ہیں۔

اس شہادت کو نہ ماننا کیسی بے ایمانی ہے۔ ایک عورت کی گواہی مان لینے والے اتنی بڑی راستباز جماعت کی مجموعی گواہی کو نہ مانیں تو بہت بے انصافی ہے۔ پھر وہ لوگ بھی موجود ہیں۔ جنھوں نے خدا سے خود باتیں کی ہیں۔ ان کی باتیں نہ مانیں مگر فلاسفروں کی باتیں باوجود اس قدر اختلاف کے مان لیں۔ تعجب ہے۔

مثلاً۔ عجیب بات۔

اصحٰب القریۃ۔ مصر جس میں حضرت موسےٰ و ہارون گئے۔

بثالث۔ تیسرا عظیم الشان رسول بھجوایا۔

ما انزل الرحمٰن من شئ۔ برہموں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہ لوگ تمام راستبازوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کی گندہ تعلیم سب سے زیادہ خطرناک ہے جن لوگوں نے سچائیوں کے پہچاننے کے لئے اپنے آرام اپنی اولاد۔ اپنا جاہ و جلال اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔ اور

اپنی جانیں قربان کردیں۔ ان کو جھوٹ اور دروغ مصلحت آمیز سمجھنا حد درجے کی بے باکی ہے۔

کبرت کلمۃً تخرج من افواھھم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں چند گھنٹے ٹھہرنے والے کی نسبت بھی یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ اس نے روایت میں جھوٹ بولا۔ اور نہ دنیا کی مجموعی طاقت ایسے اتہام کو ثابت کرسکتی ہے۔ پس جس نبی میں یہ نور و ہدایت ہو کہ اس کی صحبت آدمی کو اعلےٰ درجہ کا راستباز بنادے۔ کیا وہ جھوٹا ہوسکتا ہے۔ یا جھوٹ بولتا ہے۔ اور یہ جھوٹ بھی خدا پر۔ خدا نے کچھ وحی نہیں کی۔ اور وہ کہے مجھ پر وحی ہوئی ہے۔

البلاغ المبین۔ کھولکر بات پہنچا دینا

تطیرنا۔ بڑے بڑے دکھ دیکھے ہیں تمہارے سبب سے۔ واقعی جب نبی آتا ہے۔ طاعون۔ قحط۔ ہیضہ اور ہر قسم کی بلائیں آتی ہیں۔ اسمیں ایک منشاء ایزدی ہوتا ہے وہ یہ کہ لعلھم یتضرعون۔ یعنے شوخی بے باکی سے باز آکر خدا کے حضور گریہ و زاری کریں۔

اخذنا اھلھا بالبأساء والضرآء لعلھم یتضرعون۔ اس سے طائر کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ جہاں انسان جاوے

اس کے ساتھ چیل کوّے جاتے نظر آویں تو یہ فتحمندی کا نشان ہے۔ (۲) اسیطرح ہوا کا رُخ اُدھر ہو جدھر سے یہ جاوے تو یہ بھی کامیابی کا تفاول ہے۔ (۳) جانور بیٹھ جاوے جس پر سوار ہوں۔ (جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی حدیبیہ میں بیٹھ گئی) تو یہ بھی اچھا نشان ہے۔

مسرفون۔ خطاکار۔

تیئسواں ۲۳ پارہ

(رکوع اوّل)

قیل ادخل الجنۃ۔ حضرت حق سبحانہٗ نے بذریعہ الہام جنت کی بشارت دی۔ لوگ کہتے ہیں اسے قتل کر دیا۔ قرآن مجید سے تو یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔

یستھزءون۔ تحقیر کرتے ہیں۔ یہی معنے ٹھیک ہیں۔

(رکوع ۲)

بندوں کو اللہ تعالیٰ سمجھانے کیلئے بہت سی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تمثیلوں سے بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔

دنیا کی تمام مہذب قوموں کے لٹریچر میں یہ طرز پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں مثنوی مولانا روم اس کی بہترین مثال ہے۔

الارض المیتۃ۔ یہ سمجھایا ہے۔ کہ اس ملک میں اخلاقی حالت۔ یکجہتی۔ امن عامہ۔ سب کچھ مر چکا تھا۔

امن عامہ کا یہ حال تھا۔ کہ ایک کُتی کے بچے کے مرنے پر ہزاروں ہی کٹ کے مر گئے۔ بُت پرستی۔ جس کا لازمہ جھوٹے قصے ہیں۔ کیونکہ پجاری اپنے اپنے بُتوں کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب فسانے تراش لیتے ہیں۔ جن ملکوں میں شرک ہوتا ہے۔ وہاں الٰہیات کا علم بالکل نہیں ہوتا۔ پہاڑوں پر ایسی حالت بہت پائی جاتی ہے۔ یورپ میں قطعاً بُت پرستی ہی رہ گئی ہے۔

حضرت صاحب نے ایک موقعہ پر نہایت عمدہ نکتہ لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے نئی نئی ایجادیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ خدا بھی نیا ہی گھڑ لیا ہے۔

لوتھر نے لکھا ہے کہ بدکاری کر اور پیٹ بھر کر کر۔ کیا مسیح تیرے لئے کفارہ نہیں ہُوا۔ ایک پڑھے لکھے شخص سے میں نے پوچھا۔ ایک شخص ننگے سر دو لکڑیاں ہاتھ میں لئے بھاگتا ہُوا تمہاری کوٹھی کی طرف آئے اور کہے۔ آئی ایم گاڈ۔ آئی ایم گاڈ تو تم اسے کیا کہو گے۔ اس نے کہا

کہ آپ گستاخی کرتے ہیں ہیں نے کہا، پاگل ہی کہتے ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب زمین مردہ ہوتی ہے۔ تو آسمان سے جو پانی برستا ہے اس سے وہ بقاعدہ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع زندہ ہو ہی جاتی ہے۔ اور جو بیج بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں وہ اس سے اُگ پڑتے ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا پانی مُردہ دلوں پر پڑکر (جن میں استعداد ہو) انکو زندہ کرتا ہے

خلق الازواج۔ روئیدگی کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس کو کھا کر نسل بڑھتی ہے۔ اس تمثیل میں سمجھادیا ہے جیسے بارش ہو۔ تو کوئی روئیدگی کو روک نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ الہامی بارش جو ہوئی۔ تو اب اس کے نتیجہ سے ایک قوم پیدا ہونیوالی ہے تم اسے روک نہیں سکتے۔

دور کیوں جاؤ۔ اس گاؤں میں بھی ایک شخص پر خدا کے فضل کی بارش ہوئی اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایک قوم خدا کے دین پر چلنے والی پیدا ہوگئی۔ اور تم جو یہاں دو تین سو بیٹھے ہو۔ یہ اسی کا ثبوت ہے۔

لمستقر لھا۔ گردش کی مقرر کردہ جگہ ایک طرف خط جدی۔ ایک طرف خط

وان نشاء نغرقھم۔ پیشگوئی فرمایا ہے۔ کہ تم بھی اسی زمین پر بصورت گستاخی و مقابلہ نبی غرق کردیئے جاؤ گے۔ اور تمہارا کوئی فریادرس نہ ہوگا۔

مابین ایدیکم۔ جو عذاب تمہارے سامنے ہے۔

وما خلفکم۔ جو عذاب پیچھے آنے والا ہے۔

فلا یستطیعون توصیۃ۔ نہ خود کچھ کرسکو گے۔ نہ کسی کو کہہ سکو گے کہ ہمارے بعد یوں انتظام کرنا۔

(رکوع ۳)

نفخ الصور۔ جب ہمارا بگل بجیگا۔

من مرقدنا۔ ہماری آرام کی جگہ۔ اعتراض کیا جاتا ہے کیا کفار کے لئے قبر آرام گاہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ نسبتی امر ہے۔ آنے والے عذاب کے مقابل میں یہ عذابِ قبر موجب آرام ہی تھا۔ بموتش بگیر تا بمرض راضی شود سے بھی یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

المجرمون۔ قطع تعلق کرنیوالے۔

الشیطٰن۔ خدا سے دور۔ ہلاک شدہ روحیں۔

اضلّ۔ ہلاک کردیا۔

تکلمنا ایدیھم۔ طبّ بڑھنے نے

معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض بیماریاں صرف ہاتھ دیکھنے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ بعض بیماریاں پیچھے مڑ کر چلانے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہ تو دنیا کا حال ہے۔ آخرت میں تو سب کچھ ظاہر ہو جائیگا۔

(رکوع ۴)

من نعمرہ۔ خواہ بحیثیت قومی یا بحیثیت سلطنت یا بحیثیت عظمت۔

ننکسہ فی الخلق۔ یہ قانون تمام اشیاء عالم میں ہے۔

یحق القول۔ فرد جرم لگے۔

لا یستطیعون نصرھم۔ وہ بت مشرکان مکہ کو کچھ مدد نہ دے سکے۔

سورۃ الصّٰفّٰت

(رکوع ۵)

والصّٰفّٰت صفا۔ اگر بڑے لائق لوگوں کی صفیں عمدہ صف باندھ کر کسی عظیم الشان مذہب کی تحقیق میں بیٹھیں۔

فالزّٰجرات زجرا۔ وہ مجلس اتنی بڑی ہو کہ پولیس کا انتظام کرنا پڑے۔

فالتّٰلیت ذکرا۔ پھر اس میں بڑے بڑے لکچرار اپنے اپنے مضمون پڑھیں۔

ان الٰھکم لواحد۔ تو خلاصہ یہی نکلے گا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ واقعہ میں مخلوق پرست کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

ایک بُت پرست رئیس سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا۔ قدیم مذہب اچھا ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ فرمائیے۔ رام چندر کس کی پرستش کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے وہ اس بات پر پہنچ گیا۔ کہ "ایک خدا کی"۔

عیسائیوں سے بھی یہی سوال کیا ہے۔ کہ کنواری کا بیٹا جب دنیا میں نہیں آیا تھا۔ تو کس کی پرستش لوگ کرتے تھے۔ تو ان کو ماننا پڑا ہے۔ اس واحد معبود حقیقی کی۔

رب المشارق۔ شروق نور کے حصول کا نام ہے۔ تمام نوروں کا سرچشمہ وہی رب ہے۔

شیطٰن مّارد۔ ایک مخلوق ہے۔ جو ناپاک اور مخلوق سے دور رہتی ہے عرب اسے کاہن کہتے ہیں۔ شانہ بین بھی انہی میں داخل ہیں۔ وہ انبیاء کی اتباع نہیں کرتے اور غیب کی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ جبرئیل اور اس کے قرب والے ملائکہ تک ان کی رسائی نہیں۔ مگر وہ زمین کے ملائکہ یا اِدھر اُدھر سے کچھ اُڑا لیتے ہیں۔ کچھ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

شہاب ثاقب چمکتا ہُوا شعلہ پڑتا ہے اور وہ جھوٹے مضامین پر پڑتا ہے

(رکوع ۶)

وصدق المرسلین۔ قرآن شریف
نے تمام رسولوں کی تصدیق کی۔ جو صداقتیں
انھوں نے مختلف زمانوں میں پیش کیں۔
وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔

رؤس الشیطین۔ سانپوں کا سر۔

(رکوع ۷)

انبیاء پہلے تمام اسباب کو اپنی طاقت
و وسعت کے مطابق جمع کرتے ہیں۔ پھر
خدا کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ اسباب کا جمع
کرنا بھی خدا ہی کے قانون کی فرمانبرداری
ہے۔ تدبیر کے معنے ہیں آخر کو دیکھنا۔

توکل کے معنے ہیں۔ جو چیز بہم نہیں
پہنچ سکی۔ اس کے لئے جناب الٰہی میں التجا
اور اس کی ذات پر بھروسہ۔

من شیعتہ۔ نوح کے اتباع میں سے

بقلب سلیم۔ دل ہو جو حرص حسد
شہوت کے خیال اور اس کے لوازمات۔
جہالت سستی۔ فضولی۔ غضب۔ اس
قسم کی بدیوں سے پاک اور اپنے مولیٰ
کا فرمانبردار ہو۔

فما ظنکم۔ جو چوری بھی کرتا
ہے۔ کہ اس کو خدا کی صفت رازقیت پر
ایمان نہیں ہوتا۔ زانی نہیں سمجھتا کہ اللہ
پاک بیبیاں دے سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا

ذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم

فنظر نظرۃ فی النجوم۔ انہوں
نے وقت کی طرف توجہ فرمائی۔ اب بھی
مہذب ملک میں دستور ہے۔ کہ کسی کو
رخصت کرنا ہو یا خود جانا ہو۔ تو اپنی گھڑی
دیکھ لیتے ہیں۔

انی سقیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
کان صدیقا نبیا۔ وہ بڑا راستباز
تھا۔ ادھر حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں میں
بیمار ہوں۔ میری طبیعت ناساز ہے۔
پس وہ اپنے قول میں سچے تھے اپنی کمزوری
اور کسی اندرونی سقم کو انسان خود ہی سمجھتا
ہے۔ اللہ کے بندے باوجود ناسازی طبع
بھی تبلیغ کے جوش میں نکل آتے ہیں۔

فارادوا بہ۔ صرف ارادہ کیا ہے۔
(یہ بات یاد رکھو) مگر خدا نے یہ ارادہ
چلنے نہ دیا۔

اری فی المنام۔ کوئی شخص دیکھے کہ
میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔ تو اس
کے معنے یہی ہوتے ہیں۔ کہ دُنبہ ذبح کرے
عالم رؤیا میں بیٹا کیش ہوتا ہے۔ اور کیش بیٹا

صدقت الرءیا۔ سیریا۔ ارشام
جانب شمالی عرب جس میں بیت المقدس
فلسطین ہے اس ملک میں انسانی قربانی
کا رواج تھا۔ چنانچہ مسیحی تعلیم کی جڑ بھی

یہی ہے۔ اسی بناء پر وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کی قربانی پر ایمان لاتے ہیں۔ ہند میں بلیدان کا رواج تھا۔ جے پور میں اب بھی اس جگہ روز بکرا ذبح ہوتا ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ نے حضرت ابراہیم کو ایک رؤیا دکھلائی۔ کہ وہ اپنا بیٹا ذبح کرتے ہیں۔ اس کا اعلان کیا۔ اس پر تیار ہو گئے۔ پھر بیٹے کی جگہ حسب تفہیم الٰہی بکرا ذبح کیا۔ اور یہ سمجھایا۔ کہ اس کی اصل یہ ہے کہ خدا کا مکالمہ پہلے ایسے رنگ میں ہوا۔ کہ لوگ سمجھ نہیں سکے کہ بیٹے کی قربانی سے کیا مراد ہے۔ اور اس طرح پر اس بد رسم کا ایک راستباز کے عمل سے قلع قمع ہوا۔

وبشرنٰہ باسحٰق۔ یہ غلام حلیم کے علاوہ دوسرے بیٹے کی بشارت ہے۔

بٰرکنا علیہ۔ اس اولاد ابراہیم پر جس کا نام اسمٰعیل تھا۔

(رکوع ۸)

کسی نبی کا بیان دوبارہ ہوتا ہے۔ تو در اصل اس میں پیشگوئی ہوتی ہے۔ احکام فقیہہ کے متعلق تو قریباً ڈیڑھ سو آیات ہیں۔ ان کے علاوہ جو آیات ہیں۔ ان سے مقصود ہے کہ انسان باخدا انسان بن جاوے اور وہ اخلاق فاضلہ سیکھے۔ اللہ سے پاک تعلق پیدا کرے۔

سلامٌ علٰی موسٰی و ھارون۔ السلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصالحین التحیات میں ہے۔

بعلاً۔ سورج کو بھی ایک دیوتا مانا گیا ہے۔ سورج کی ہیکل کو بعل کہتے ہیں چاند کو وہ لوگ مؤنث سمجھتے تھے۔ اور سورج کو مذکر۔ بعل مرد کو کہتے ہیں۔

احسن الخالقین۔ تمام اندازہ کرنے والوں سے خوبیوں میں بڑھ کر۔

(رکوع ۹)

صوفیوں نے لکھا ہے۔ کہ یہ یونس کا معراج ہے۔ نینوا ایک شہر تھا۔ ایک لاکھ بیس ہزار اس کی آبادی تھی۔ وہ دار السلطنت تھا۔ حضرت یونس وہاں بھیجے گئے۔ آپ نے وعظ کیا۔ لوگوں نے ممانعت کی۔ تو حضرت یونس نے کہا۔ کہ تم پر عذاب آویگا۔ جب وہ دن آئے۔ تو ایسی کچھ بات نکلی۔ کہ ان کے دل میں خدا کی صفت رحمانیت کا جوش آگیا تو وہ سمجھے ممکن ہے اللہ تعالےٰ عذاب ٹال دے۔ اس لئے وہ علیحدہ ہو گئے۔ ادھر لوگوں نے عذاب کے نشان دیکھتے ہی تضرع وزاری شروع کر دی۔ اور وہ عذاب ٹال دیا گیا۔

جب حضرت یونس نے سُنا کہ عذاب

نہیں آیا۔ تو وہ لوگوں سے بھاگے۔ کہ خواہ مخواہ خدائے کریم کی مصالح و غریب نوازیوں سے ناواقف لوگ اعتراض کرینگے۔

ابق۔ جو غلام بغیر رضا مندی اپنے آقا کے نکل جاوے۔ اسے آبق کہتے ہیں

فساھم۔ قرعہ کس طرح ڈالا۔ یہ میں نے قرآن و حدیث میں نہیں پڑھا۔

فالتقمہ الحوت۔ حدیثوں سے تو نہیں۔ مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ایڑی کو منہ میں لیا۔

من المسبحین۔ لا آلہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین۔ کہنے والے۔ تیرنے والوں سے بھی معنے کئے گئے ہیں۔ مگر میں ان معنوں کی جرأت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ دوسرے موقعہ پر اس کی تصریح میں فرمادیا کہ لا الہ الا انت سبحانک پڑھتے تھے۔

یقطین۔ ایسے درخت کو کہتے ہیں جس کا پھل بڑا ہو۔ اور بیل سست بیٹھا۔ کدو۔ تربوز۔ سب کو یقطین کہتے ہیں۔ دریا کے کناروں پر ایسی بیلیں لوگ لگادیتے ہیں۔

او یزیدون۔ بلکہ زیادہ بہرحال لاکھ سے کم نہ تھے۔

وھم لما ھدا ون۔ بہت سے کم عقل لوگ ابتداء خلق پر اٹکل بازی سے بحث کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمادیا۔ کہ اس قسم کے مباحث ٹھیک نہیں۔

ما لکمہ۔ اس پر "وقف" ہے۔ کہ آدمی خوب تامل کرے۔

سورۂ صٓ

(رکوع ۱۰)

صٓ۔ اللہ تعالےٰ کا نام ہے۔

ذی الذکر۔ یہ فطرت ہے کہ انسان بلند پروازی چاہتا ہے۔ قرآن والے تاریخی آدمی تم بن جاؤ گے۔

شقاق۔ رسول سے ہٹ جانیکی راہ

فنادوا۔ پس چلا اُٹھے۔

انطلق۔ بول اُٹھے۔

شئ یراد۔ کچھ اعتراض ہیں۔

ذکر۔ یہ قابل ذکر ہو جائیگا۔

فلیر تقوا۔ کوئی زینے بنا کر آسمان پر چڑھیں اور نصرت کو روکیں۔ اپنے آپ کو پھانسی دیدیں۔

ھنالک۔ مدینہ منورہ کی طرف اشارہ ہے۔

جند۔ جھنڈ۔ دشمن ایک بڑا گروہ ہوں گے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔

(رکوع ۱۱)

مالہا من فواق۔ میں نے لوگوں کو بہت سمجھایا ہے۔ کہ جب قوم محدود دائرہ میں ہوتی ہے۔ اور اس کے سامان محدود ہوتے ہیں۔ تو ان کی زبان بھی محدود ہوتی ہے جب ان کے تعلقات بڑھ جاتے ہیں۔ اور دوسری قوموں سے تعلقات بڑھتے ہیں۔ تو وہ لفظ بھی وسیع ہو جاتے ہیں۔

فواق۔ ایک اونٹنی کو دوہ کر جب دوسری کو دوہتے ہیں۔ اور تیسری کو۔ اور پھر اسی طرح کئی کو دوہ کر جب پھر پہلی کو دوہنے لگے۔ تو اس فاصلہ کو فواق کہتے ہیں۔ اسی طرح جب لڑائی میں ایک شخص مہلت مانگتا ہے تو اُس کو فواق کہتے ہیں۔ یہاں بھی عذاب کی مہلت کا ذکر ہے۔

اصبر علی ما یقولون۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کبھی ننگ و ناموس پر کبھی جان و مال پر کبھی مال و اسباب پر کبھی دین پر حملہ کرتے ہیں۔ اور ان حملات کے لئے بعض اوقات ماموں گھڑتے ہیں۔ کہ یہ کیوں ایسی شرارتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تسکین فرماتا ہے کہ تیرے پاس قلعے نہیں اور داؤد کے پاس تھے۔ تیرے پاس فوج نہیں اور داؤد کے پاس تھی۔ داؤد کی قوم اس سے ملی ہوئی تھی۔ تیری قوم تیرے ساتھ نہیں۔ داؤد کے پاس مال و اسباب اور بادشاہت تھی۔ اور تیرے پاس نہیں۔ شریر لوگ جبکہ داؤد کا مقابلہ کر لیتے تھے۔ تو تیرے جیسے انسان پر اگر حملہ کر لیں تو کیا بات ہے۔ جس طرح داؤد عفو سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح تم بھی عفو سے کام لو۔ داؤد کے زمانہ میں جس قدر ہولی لینڈ اور شام کے پہاڑ تھے۔ سب ان کے ماتحت تھے۔ یہاں تک کہ جو لوگ متنفر تھے۔ وہ بھی ان کے حضور حاضر تھے۔

طیور۔ متنفر لوگ۔

فصل الخطاب۔ فیصلہ کر دینے والی بات۔

وھل اتاك۔ ان کے دشمن کی خبر بھی ہے کہ دشمن اس قلعہ اور فصیل پر بھی کود پڑے۔ تمہارے پاس تو کوئی قلعہ اور فصیل بھی نہیں ہے۔

اذ دخلوا۔ ایک دفعہ دشمن حضرت داؤد پر اچانک کود پڑے۔ یہ بھی مستعد بیٹھے تھے۔ جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ یہ مستعد بیٹھے ہیں۔ تو کہنے لگے۔ کہ حضور ہم ایک مقدمہ فیصل کرانے آئے ہیں۔

گھبرا کے کہتے ہیں کہ آج ہی فیصل کر دیجئے تاریخ کو بڑھائیے نہیں۔ جھگڑا یہ ہے کہ اس کی سو دُنبیاں ہیں دیکھو کیسا جھوٹا مقدمہ بنا لیا۔ لیکن انبیاء کیسے رحیم کریم ہوتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے کہ تمہاری ایک دُنبی کو مانگتا ہے۔ باوجودیکہ اس کے پاس ہیں۔

اب حضرت داؤد کو فکر ہوا کہ ہمارے ملک میں بڑا فتنہ ہے یہاں تک کہ لوگ ہم پر بھی حملہ آور ہونے لگے۔ تب انہوں نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ ہم نے حکم دیا کہ داؤد تو کوئی اپنی کوششوں سے خلیفہ ہوا ہمنے تجھ کو خلیفہ بنایا۔ اس سے بڑی نصیحت یہ نکلتی ہے کہ حوصلہ کرو۔ اور دشمن کو حوالہ بخدا کرو۔ دعائیں مانگو۔

(رکوع ۱۲)

کل ہم نے حضرت داؤد کے متعلق یہ بات سنائی تھی۔ کہ حضرت داؤد کے دشمن ان کے قلعہ پر کود پڑے تھے۔ اور ان کے سامنے جھوٹا عذر یہ کر دیا تھا۔ کہ ہمارا مقدمہ فیصل کر دیجئے۔ اس موقعہ پر لوگوں نے بڑی دور از کار باتیں بیان کی ہیں۔ حضرت داؤد کی زبانی خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ کسی کی دُنبی ناجائز طور پر لے لینا جائز نہیں۔ پھر بھلا وہ قصے جو ان کی نسبت مشہور ہیں۔ تو حضرت داؤد نبی کہاں ہو سکتے تھے۔ حضرت سلیمان کے بعد ان کے جانشین کے پاس امراء آئے۔ بعضوں نے کہا۔ کہ ہم نے آپ کے باپ اور دادا کے زمانہ میں خدمات کی ہیں۔ آپ ہماری رعایات رکھیں اس جانشین کے مصاحب بڑے کمینے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اتفاق سے یہ اس وقت جمع ہو گئے ہیں۔ ان سب کو یہیں ختم کر دو۔ اس جانشین کا نام یعرب عام تھا۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ اُنہوں سبھوں نے ملکر یعنی بنی اسرائیل قوموں نے ملکر اُسی وقت بغاوت کی۔ پاک دوست سچی دُعاؤں سے مُیتسر آتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ پاک دوست سچی دعاؤں سے مُیتسر آتے ہیں۔

وما خلقنا۔ یہ خیال کہ بہت سی چیزیں بے کار ہیں یہ کافروں کا گمان ہے نہ مومن کا۔

لیدبروا۔ لوگ اپنے دماغ سے بڑے بڑے کام لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں تدبر نہیں کر سکتے۔ حضرت داؤد بُرے نہ تھے۔ اگر بُرے ہوتے۔ تو ان کو سلیمان جیسا بیٹا عطا نہ ہوتا۔

جب ان کے سامنے پچھلے پھر گھوڑے پیش کئے گئے۔ تو انہوں نے وعظ فرمایا۔ کہ مجھکو گھوڑوں کی محبت خدا کے لئے ہے یہاں تک کہ سوار ان کو جو پھیر رہے تھے۔

وہ اتنی دُور لے گئے۔ کہ نظروں سے غائب
ہو گئے۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ لوٹاؤ۔ اون
گھوڑوں کو تھپکی دیتے تھے۔ فطفق مسحاً
کے یہ معنے ہیں۔

ان کی کُرسی پر وہ شخص قائم ہوا۔
جس میں دینداری کی روح نہ تھی۔

(رکوع ۱۳)

تین علم عبرت کے لئے لوگوں نے
تصنیف کئے ہیں۔ ان میں سے ایک علم
تاریخ ہے۔ اس علم تاریخ کے لکھنے میں
بھی مسلمانوں نے سب سے زیادہ کوشش
کی ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی علم
تاریخ میں یہ فرق ہے۔ کہ عیسائی کسی واقعہ
کو دیکھ کر اس کا سبب بھی خود تلاش
کرتے ہیں۔ حالانکہ ضرور نہیں کہ وہ اصل
سبب اس واقعہ کا ہو۔ دوسرا نقص
یہ ہے۔ کہ وہ اپنے ملک پر سب کا قیاس
کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ
مبالغہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ
زیادہ ہے۔ اب وہاں بھی یہ نقص عام
پیدا ہوا ہو کہ ناول کو بھی اصل واقعہ
سمجھتے ہیں۔ ہمارے مؤرخین زیادہ تر
شیعہ ہیں۔ شیعوں میں تقیہ جائز ہے۔
پھر اس تقیہ کی ان کو خوب مشق ہے اور
تبرّے کے یہ اب تک شروع سے عادی

ہیں۔ تبرّے بازی کی اٹکل سیکھنی ہو تو ان
سے سیکھے۔ وقائع نعمت خان کو دیکھو۔
جس کا نمک کھایا ہے۔ اُسی کے حق میں
کہیں گالیاں ہیں۔

خافی خان تو ہنساتا بھی جاتا ہے اور
تبرّا بھی۔ مؤرخ جب شیعہ ہوتا ہے۔ تو
وہ سُنیوں کی خوب خبر لیتا ہے۔ تاریخوں میں
بڑے عبرت کے مقام ہوتے ہیں سینکڑوں
جلدیں مطالعہ کر جاؤ۔ بعض اوقات
سمجھنے میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ دوسرا
حصہ جو بہت نیک حصہ تھا۔ میں نے
علم حدیث میں حدثنا مالک حدثنا
فلاں وغیرہ پڑھا۔ ہمارے یہاں
بہت سے شخصوں نے اس کو چھوڑ کر
عن رسول اللہ پڑھانا شروع کر دیا اس
سے مُدعا یہ تھا کہ ان راویوں کی پرہیزگاری
اور تقویٰ اور پاک نمونوں کی اتباع ہو
جو اس سلسلہ اسناد میں بیان کئے جائیں
لیکن ہمارے ملک میں اس قدر نہ اُستادوں
کو فرصت ہے اور نہ شاگردوں کو۔ میں
نے بعض اوقات بڑے بڑے اُستادوں
سے دریافت کیا ہے کہ اسناد کی سلسلہ
کی کتابوں میں سے پانچ مستند کتابوں
کا صرف نام تو لے دو۔ تو نہ لے سکے۔
تیسری بات قرآن کریم۔ قرآن کریم

میں بہت سے انبیاء کا ذکر موجود ہے۔ لوگ جھگڑے کرتے ہیں۔ کہ خضر۔ آدم۔ لقمان بھی تھے یا نہ تھے۔ حالانکہ اس بحث کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس شخص کی باتیں جو قرآن کریم نے خوبی کے طور پر بیان کی ہیں ہم کو چاہیئے کہ ان باتوں پر عمل کریں۔

ایک شخص نے سورۂ یوسف میں بیان کیا ہے۔ کہ عشق و حسن تو خدا تعالےٰ کو بھی پسند ہے۔ احسن القصص میں قَصص قاف کی زبر سے قصہ کی جمع نہیں ہے۔ جمع دراصل ق کی زیر سے ہے۔ سورۂ یوسف میں دراصل بیان ہے کہ ایک نوجوان آدمی گھر کی سردار عورت سے کس طرح برتاؤ کرے کس طرح صبر کرے۔ کس طرح سلوک کرے۔

قرآن کریم ہر موقعہ پر اس قسم کی نصائح بیان فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کے بیانات کی تاریخ نہیں رکھی۔

حضرت داؤد کے قصہ میں خداوند تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خطرناک سفر سے اطلاع دی ہے۔

واذکر عبدنا ایوب۔ یاد کرو ہمارے ایک بندے کو جس کا نام ایوب تھا۔

ضغث۔ دو چار دس پانچ پتلی پتلی قمچیاں۔ جس میں پتے بھی آخر پر ہوں۔ اُن کو ایک جگہ کرنا۔ مثلاً جھاڑو۔

والابصار۔ بڑی بصیرت والے۔ فلاسفر اور نبی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ فلاسفر تو اپنی تحقیقات میں غلطیاں پاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو منع کرتا ہے کہ تم اس غلطی میں پڑنا۔ یا ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے لوگ اس سے بچتے ہیں۔ لیکن ایک نبی کو کبھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

جنّٰت عدن۔ کے متعلق توریت میں لکھا ہے۔ جہاں سیحون جیحون۔ دجلہ فرات بہتے ہیں۔

قٰصرٰت الطرف۔ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی صحابی کی عورت بدکار بنی ہو۔ کسی لڑائی میں کسی دشمن کے قبضہ میں گئی ہو۔

غسّاق۔ بہت سرد پانی۔

(رکوع ۱۴)

ما کان لی من علم۔ انبیاء کے دل میں ذرا بھر بھی خواہش نہیں ہوتی۔ کہ ہم نبی بنیں۔

طین۔ کیچڑ۔ پانی اور مٹی ملی ہوتی ہے۔ طین میں یہ خاصیت ہوتی ہے۔ کہ اس کو جس سانچہ میں ڈھالنا چاہیں۔ ڈھل جاتی ہے۔ اور ہر شکل کو قبول کر لیتی ہے۔ جو آدمؑ کا بچہ ہے وہ تو طین سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ من تراب یعنے مٹی

سے بنایا۔ اور ایک جگہ فرمایا۔ من ماءٍ تم کو پانی سے بنایا۔ اس لئے مٹی اور پانی ملکر کیچڑ ہی ہوئے۔ حضرت مسیح بھی فرماتے ہیں کہ میں طین سے تجویز کرتا ہوں۔ اگر تم میں کوئی طائر کی صفت ہو۔

فاذا سویتہ۔ جب اپنے کمال کو پہنچ جاؤ۔ جس قدر پاک روحیں ہوتی ہیں۔ سب فرمانبردار ہوتی ہیں۔ جس طرح وہ طین سے بنا۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا۔ سانپ اور طاعون کے کیڑے کو شیطان اور جن اسی وجہ سے کہا گیا۔

ایک وقت آتا ہے کہ انسان نیکی کرتا کرتا ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے۔ پھر انسان بدی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خدا اس کی ہدایت سے ہاتھ کھینچتا ہے۔

سورۃ الزمر

(رکوع ۱۵)

لوگ معززوں اور حکیموں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔

عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ محبت معبود کی۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی عظمت معبود کی جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تذلل معبود کی خدمت میں۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔

ایک برہمو نے مجھ سے کہا کہ آپ مکہ معظمہ کی پرستش کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پرستش کے کیا معنے ہیں۔ بتاؤ۔ اس نے کہا پوجا۔ میں نے کہا پوجا کس کو کہتے ہیں۔ تب اس نے پرستش کے معنے بتائے۔ کہ اس کو کہتے ہیں۔ جسمیں دھیان ہو۔ عظمت ہو۔ مَیں نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا نماز پڑھ کر دکھاؤ۔ اس نے نماز پڑھی۔ مَیں نے اس برہمو سے دریافت کیا کہ بتاؤ اس میں مکہ معظمہ کا کوئی دھیان یا عظمت ہے یا دُعا ہے۔

اختلاف کے دُور کرنے کے لئے سب سے بڑی چیز دُعا ہے۔ یہ دُعا کا ہتھیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اعلیٰ درجہ کے ہتھیار کے لئے زبردست ہاتھ کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ جھوٹے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ناشکر کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔ تم میں سے ہر ایک کو بڑی نعمتوں کے حصے ملے ہیں۔ شکر گزار بنو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ کسی کو معزز بنائے۔
کفر۔ کے معنے ناشکری کے ہیں۔

(رکوع ۱۶)

خداوند تعالیٰ کے اوامر کا پابند رہنا اور نواہی سے اپنے آپ کو بچانا بھی یہ تقویٰ کے ایک معنے ہیں یہ نہایت لغو خیال ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ذلیل ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ للہ العزۃ ولرسولہ۔ سکھ دنیا میں سات قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سکھ انسان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے مثلاً اگر انسان میں حرص نہ ہو۔ تو یہ ایک سکھ ہے۔ ایسے ہی اگر غضب کا مادہ ہم میں نہ ہو تو سکھ ہے۔ اسی طرح شہوت نہ ہو۔ تو بدنظری اور خیالات سے آزاد۔ میں نے جریان کے مریضوں میں فیصدی ۹۵ ایسے دیکھے جو بدنظری اور خیالی جماعتوں کے باعث مبتلا ہوئے۔ جھوٹ نہ بولے تو بے اعتباری کا داغ اس سے اُٹھ جاتا ہے کاہلی اور سستی کو چھوڑے۔ دوسرا سکھ یہ ہے کہ بیوی نیک ہو غمگسار ہو تیسرا سکھ ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ داروں کی طرف سے۔ چوتھا سکھ برادری کے ساتھ تعلقات اچھے ہوں۔ پانچواں سکھ غیر قوم اور اپنی قوم سے۔ چھٹا بادشاہ سے تعلق اچھا ہو یعنے گورنمنٹ کی اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ ساتواں مرتبہ سکھ کا یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے تعلقات اچھے ہوں۔ جہاں انسان کا دین مذہب اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات بگڑتے ہوں۔ تو انسان کو چاہیئے کہ اس مکان کو یا اُس شہر یا اس ملک کو چھوڑ دے۔

پس اگر تم اپنی ذات اپنی بیوی ماں باپ اپنی قوم اپنے خدا کے نزدیک بڑا بننا چاہتے ہو تو اپنے تعلقات کو سدھارو۔

(رکوع ۱۷)

تمہید:۔ دِل تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) سچی بات معاً قبول کرنے والے (۲) مفید و بابرکت بات کا فوراً انکار کرنیوالے (۳) اندر سے منکر بظاہر موافقت دکھا کر غیبت میں ہنسی اڑانے والے۔

اِس رکوع شریف میں اول قسم کا ذکر ہے۔ جن کو انشراح صدر حاصل ہوا۔

نور من ربہ۔ تین قسم ہے۔ (۱) کتاب الٰہیہ جس میں معروف و منکر کا ذکر ہوتا ہے (۲) ارشادات نبوی جس سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ (۳) نور ایمان جس سے قوت تمیزہ حاصل ہوتی ہے۔

متشابھا۔ ایک جیسی آیت ایک دوسرے کی مصدق ہیں۔ مخالف نہیں۔

مثانی۔ ایک ہی امر کو بار بار مختلف رنگوں میں بیان کرنے والی۔

للنّاس - لوگوں کی بھلائی کے واسطے

یتّقون - دکھوں سے بچیں -

مثلاً - جو صرف اللہ کو اپنا معبود بتاتا ہے وہی سکھی رہتا ہے -

انک میّت - موت تو بے شک تجھ پر آنے والی ہے - لیکن انا لہ لحافظون خدا تعالیٰ اس کتاب اور دین اسلام کا محافظ ہو گا -

---

چوبیسواں پارہ !

(رکوع اوّل)

تمہید - قرآن کریم کی تعلیم سے واضح ہی کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ سب سے بڑھ کر بدکار ہیں - خدا تعالیٰ ان کا بیان ذکر کرتا ہے

(۱) وہ جو اللہ پر افتراء کرے - الہام وحی و خواب نہ ہو اور کہے کہ مجھے ہوا ہی - یا جھوٹی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرے - قرآن شریف کی کسی آیت کے معنے سچائی کے لئے نہیں بلکہ اپنے مطلب کے لئے شرارت سے کچھ اور کرے -

(۲) وہ جو صادق کی تکذیب کرتا ہے -

ما یشاؤن - انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں -

محسنین - یہ بات پیچھے نہیں رہ گئی - بلکہ آیندہ بھی ہر محسن کے ساتھ ایسا ہی نیک سلوک ہو گا -

لیقولن اللہ - ان کی فطرت بھی جواب دیگی -

اعملوا علیٰ مکانتکم - تم سب کھڑے ہو کر میرا مقابلہ کرو - منصوبے کر لو - مددگار بنا لو - سارا زور لگا لو -

(رکوع ۲)

یتوفّی - قبض کرتا ہے جان کو - روح کے معنے عربی میں کلام کے ہیں -

اشمأزّت - نفرت کرتے ہیں - بُرا مناتے ہیں - انکار کرتے ہیں -

قل اللّٰھم - جب ایسے لوگوں کی کثرت ہو کہ ذکر توحید کو برا سمجھیں - تو دُعا کرنی چاہیئے -

یستھزاؤن - ھزو سے نکلا ہے - کسی کو خفیف بنانا اور سمجھنا -

خوّلنٰہ - ہم عطاء کرتے ہیں -

(رکوع ۳)

خدا تعالیٰ کے حضور پہنچنے کے لئے دو باز و ضروری ہیں - ایمان [1] عمل صالح [2]

اسرفوا - خطاکاری -

و انیبوا - یہ ان یغفر الذنوب جمیعاً کے لئے بطور شرط ہے - اسکی طرف جھکو

اسلموا لہ۔ اس جھکنے کا نشان یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔

احسن ما انزل الیکم۔ مثال کے لئے سنو! دو حکم ہیں۔ کہ کسی کی ایذا رسانی کا بدلہ لے لو۔ دوسرا یہ کہ چشم پوشی کرو اب یہ عفو احسن ما انزل ہے۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ صفت کاشفہ ہے یعنی جو کچھ رب نے اُتارا ہے۔ وہ احسن ہی ہے۔

فرطتُ۔ تفریط کے معنے کمی کرنے کے ہیں۔

لمن الساخرین۔ آجکل ایسے لوگ بہت ہیں۔ جو مذہبی امور کو تمسخر میں اڑاتے رہتے ہیں۔

من المتقین۔ دکھوں سے بچنے والے ہوتے۔ دراصل تمام دکھوں کا اصل بد صحبت ہے۔ اس سے بچو۔

مقالید السمٰوٰت والارض یعنی کامیابی کی راہیں۔

(رکوع ۴)

تمہید۔ قرآن شریف ایک بے نظیر کتاب ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوا کسی کو کتاب مانا ہی نہیں۔ افسوس کہ اب مسلمانوں میں قرآن شریف کی عظمت بہت کم رہ گئی ہے۔ قرآن شریف زندوں کو سنانے کے لئے تھا۔ اب مُردوں کو سُنایا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اگلی قوم کو تمام جہان سے غنی کر دیا۔ مگر اب قرآن شریف سے ٹکے کمائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید راستی قائم کرنے کے لئے آیا۔ مگر اب قرآن شریف ہاتھ میں لیکر جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ گویا یہ جھوٹ پھیلانے کا آلہ ہے۔ قرآن مجید اللہ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے تھا۔ لوگ اسکی آیتوں سے مخلوق کی محبت حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ والذین اٰمنوا اشد حبًا للّٰہ۔ کا عمل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی آیت اس بات کی تردید کرتی ہے۔ کہ مخلوق میں سے کسی کی محبت میں فنا ہو جاوے۔

نفخ فی الصور۔ بگل بجایا جاویگا۔

الکتٰب۔ نامۂ اعمال۔

(رکوع ۵)

جہنم۔ دوزخ ایک مقام ہے۔ اس کی صورت ایسی ہے۔ جیسے بعض بیماروں کو حمام میں علاج کیواسطے بھیجا جاتا ہے۔ سرسام کا علاج سانپ کے ڈسوانے سے کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی وہاں بھی روحانی بیماریوں کے معالجہ کیواسطے ایسی زہریلی مخلوق ہے۔

الذین اتقوا۔ جن کے عقائد صحیحہ اور

اعمال صالحہ ہیں۔ رنج و راحت یعسر و یسر میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہتے ہیں۔

حول العرش۔ اللہ کی تجلی گاہ میں

سورہ المومن

(رکوع ۶)

حٰمٓ۔ حمید مجید بادشاہ۔ حق کی طرف سے یہ کتاب آئی ہے۔

غافر الذنب۔ غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔ اگر تم باز آؤ۔

قابل التوب۔ توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ اگر تم توبہ کرو۔

لا الٰہ الا ھو۔ کوئی شخص اپنا ذاتی کمال نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں غنی ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

الیہ المصیر۔ پھر اس کی طرف لوٹنا ہے۔

لیاخذوہ۔ تاکہ پکڑیں اور انبیاء کے مقابلہ میں نامراد ہونا ثابت کریں۔

عقاب۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جو دکھ دیتا ہے۔ یونہی نہیں دیتا۔ بلکہ نافرمانی کے بعد بطور اس کے نتیجہ کے اس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اسیواسطے اس کا نام عقاب فرمایا۔

الفوز العظیم۔ فوز بمعنے پاس ہونا۔

(رکوع ۷)

اگر کوئی شخص اپنی چھوٹی سی غرض کی لئے کسی اپنے بڑے محسن و مربی کو ناراض کرتا ہے۔ تو وہ فطرت کے تقاضا کے خلاف کرتا ہے۔

پس اللہ سے بڑھ کر کون محسن و مربی ہے۔ کیونکہ دنیا کے عارضی محسنوں کو پیدا کرنیوالا بھی وہی ہے۔ ایسے علیم و حکیم کی بات کو اگر نہ مانا جاوے۔ تو دنیا و آخرت میں دکھ کا موجب ہے۔

لمقت اللہ۔ اللہ کی ناراضی یا اللہ کی لعنت۔

اثنتین۔ ایک ہم کچھ نہ تھے۔ خدا نے بنایا۔ پھر موت کی تیاری ہے۔

دعی اللہ وحدہ۔ جن لوگوں میں کچھ نہ کچھ شرک ہے۔ جب محض اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا ذکر کیا جاوے۔ تو انہیں برا معلوم ہوتا ہے۔

مخلصین لہ الدین۔ تمہارا دین خدا کے لئے ہو جاوے۔

الکافرون۔ غیر اللہ کے پرستار۔

یلقی الروح۔ روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔

جان۔ سول کو عربی بولی میں نفس کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں روح کے معنے کلام ہی کے ہیں۔

(رکوع ۸)

دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں ہو
گزری ہیں۔ مگر اب ان کے نام و نشان
بھی باقی نہیں ہے۔
ان یبدل دینکم۔ قوم کے
دینداروں کو اس طریق سے اُکسایا ہے
یظھر فی الارض الفساد۔ یہ قوم
کے امیروں کو برانگیختہ کیا ہے کہ دیکھو
تمہاری امارت چھن جائے گی۔
انی عذت بربی۔ بڑے سے
بڑے زبردست دشمن کے مقابلہ میں
خدا کی پناہ میں آ جانا بڑی بات ہے۔
ہر مشکل کے وقت دعا سے کام لو۔ دعا
کے یہ معنے نہیں کہ اسباب مہیا نہ کریں
بلکہ جس قدر اسباب اپنی طاقت سے
مُہیا کر سکتے ہیں۔ وہ تو کر لیں۔ مگر چونکہ
کئی باریک در باریک امور ہوتے ہیں۔
اور کئی عجیب موانع جو کامیابی میں
سدِّ راہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دُعا
کی جاتی ہے۔ نیز صحیح اسباب مُرادمندی
کا علم بھی خدا کے فضل ہی پر موقوف
ہے۔ میں نے بڑے بڑے گھمسان
کے مباحثوں میں جہاں میں تن تنہا تھا۔
اور ہزاروں مخالف ہی مخالف۔ اس
عذت بربی کے جلوے دیکھے ہیں۔

(رکوع ۹)

یکتم ایمانہ۔ اس وقت تک
اس۔ نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا
ان یقول ربی۔ کیا عمدہ پیرایۂ نصیحت
ہے۔ کیسے دلاویز طریقے سے شرم دلائی ہے
ظاھرین فی الارض۔ طاقت و غلبہ
والے ہو زمین میں۔
یوم التناد۔ ایک دوسرے کو پکارنے
کا دن۔ جیسا کہ مصیبت کے وقت کرتے ہیں۔
یضل اللہ۔ اللہ۔ تباہ۔ ہلاک کر دیتا ہے۔

(بقیہ رکوع ۹ و ۱۰)

ابلغ الاسباب۔ تاکہ آسمانی اسباب
پر پہنچ جائیں۔ یہ بطور تمسخر کہا ہے
کیونکہ حضرت موسےٰ اسے کہتے تھے کہ اس
کی فوق الفوق حکومت ہے۔ فرعون نے
شرارت سے ان تصرفات کو جسمانی بنا لیا۔
اور کہا کہ ایک محل بناؤ۔ تا موسےٰ ؑ کا خدا
اوپر پہنچ کر دیکھیں۔
ایک دھریہ نے مجھ سے کہا۔ کہ اگر
زمین و آسمان کے درمیان پتھر بھر دیئے
جاویں۔ تو تمہارا خدا کُچلا جائے۔ میں نے
کہا احمق۔ کہ ان پر زمانہ گذرتا ہے یا نہیں۔
کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا زمانہ تو مخلوق ہے۔
جب وہ نہیں کُچلا جاتا۔ تو زمانہ سی لطیف
چیز پیدا کرنیوالا تو بہت ہی لطیف ہے۔

الا فی تباب۔ فرعون کی تدبیروں سے موسےٰ ہلاک نہیں ہوئے۔ بلکہ خود فرعون ہی ہلاک ہؤا۔

خوب یاد رکھو۔ کبھی کسی راستباز کے مقابلہ میں نہ آؤ۔

اھدکم سبیل الرشاد۔

فرعون نے وما اھدیکم الا سبیل الرشاد کہا تھا۔ اسکی تردید میں فرماتا ہے۔ الی النجوۃ۔ اونچے پر آ جاؤ جہاں ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ رہو۔

(رکوع ۱۱)

ساری خلقت جو میری نگاہ سے بذریعہ علم۔ کتاب۔ سماع۔ مشاہدہ گذری ہے۔ وہ یہی چاہتی ہے۔ کہ میں جیت جاؤں اور مجھے نصرت ملے۔ لوگ اپنے ننگ و ناموس کے قیام کے لئے جانوں تک بے دریغ نثار کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس فطرت کے تقاضا پر فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اسی ورلی زندگی میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کرینگے۔ تاریخ اس وعدہ کے ایفا اور اس نشان کے صداقت کی شہادت دیتی ہے جحضرت نوح علیہ السلام کا ہی معاملہ دیکھو۔ کہ آخر کار آپ ہی سلامت و مامون رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں مجوس تھے۔ مگر اس سب سے بڑے مخالف نمرود کا کچھ نشان نہیں۔ مؤرخین اس کے بارے میں بحث کرتے ہیں کہ آیا وہ تھا بھی یا نہیں۔ تھا تو کون؟

اسی طرح حضرت موسےٰ حضرت مسیح کے دشمنوں کا حال ہؤا۔ پھر جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام رہ گیا۔ اور کس عزت سے لیا جاتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد تو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ مگر یزید کی نسل میں سے ہونا تو درکنار اس کا ہمنام بھی کوئی کہلانا نہیں چاہتا۔

بالعشی۔ پچھلے پہر۔

سلطٰن۔ دلیل۔

ما ھم ببالغیہ۔ متکبر اپنی کبریائی کی حد کو کبھی نہیں پہنچتا۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

میں نے ایسے نظارے خود دیکھے ہیں۔ جوش تکبر میں جن پر ظلم کیا جنہیں ذلیل سمجھا۔ آخر انہی کے ہاتھوں بلکہ میخ والے جوتوں سے پٹوایا گیا۔

ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ خوب یاد رکھو۔ میجارٹی مذہب میں نہیں چلتی:

(رکوع ۱۲)

لکم۔ تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔

لتسکنوا فیہ۔ تاکہ تم اس میں آرام کرو۔

آرام بڑی دولت ہے۔ آرام سے صحت اچھی رہتی ہے۔ علم بڑھتا ہے دنیا کی تمام چیزوں کے لئے قدرتی طور پر ایک وقفہ مقرر ہے۔ انسان کے لئے بھی ضروری ہے کہ آرام کرے۔ مگر آرام خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ ہم نے بیس روپے سے لیکر کروڑ روپیہ آمد تک کے لوگوں سے پوچھا ہے۔ تو اونھوں نے اپنے تئیں دُکھی بتایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ سکھ کی زندگی دولت پر موقوف نہیں۔ بلکہ تمام جسم کے سکھ اللہ کی فرمانبرداری میں ہیں۔

قرارًا۔ آرام گاہ۔

فاحسن صورکم۔ یہ انسان کی تصویر کے عجائبات ہیں۔ کہ ہاتھی چیتے شیر اس کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ پھر پہاڑ بجلی۔ ہوا پر قابو ہے۔

من تراب۔ یہی مٹی ہے۔ جو اگر کپڑے کو لگے۔ تو کپڑا میلا ہو جائے اور اسی مٹی سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

تعقلون۔ بدیوں سے رکو۔

(رکوع ۱۳)

کسی کی عظمت۔ خوبی۔ جلال طاقت علم۔ احسان دیکھنے کے لئے اس کے افعال ہی گواہ ہوتے ہیں۔ پچھلے رکوع میں اسی بات کا ذکر تھا۔ اب اللہ تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی کرنیوالوں کا ذکر سنو!

انی یصرفون۔ بت پرستوں کا معاملہ خصوصیت سے موجب تعجب ہے۔ خود ہی اپنے ہاتھ سے تراشتے ہیں۔ پھر خود ہی اسے معبود قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے آگے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔

فاما نرینک۔ اما سے ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کی صورت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جس رنگ میں چاہے پوری کر دے۔

(رکوع ۱۴)

اللہ کی کتاب۔ اللہ کی عظمت سمجھانے۔ قرب کی راہیں بتانے اور اس ذات سے حبّ کامل پیدا کرانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور یہ باتیں اس کے عجیب در عجیب احسانوں کے مطالعہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جبلت القلوب علےٰ حُبّ من احسن الیہ۔ کامل علم والے۔ کامل قدرت والے۔ کامل احسانوں والے کی محبت خود بخود آ جاتی ہے۔ اور پھر اس

محبت کرنیوالے میں فرمانبرداری پیدا ہوتی ہے۔ جو تمام سکھوں کی موجب ہے۔ پہلے اپنے احسان بیان فرماتا ہے۔

وعلی الفلک تحملون۔ پہلے بری سفر کا ذکر کیا۔ اب بحری سفر کے ذرائع بتائے۔

ویریکم ایٰتہ۔ ایک مقناطیسی سوئی کی طفیل اندھیری راتوں میں بڑے بڑے سمندروں میں سفر ہوتا ہے۔

افلم یسیروا فی الارض۔ کتابوں کے ذریعے بھی سیر فی الارض ہو سکتا ہے۔

فما اغنیٰ عنھم۔ تاتاریوں پٹھانوں نے کتنے ممالک فتح کئے۔ پھر ایرانیوں نے اپنی ملک داری کا کہاں تک سکہ بٹھایا کہ اب تک اس کے آثار باقی ہیں فارسی زبان اب بھی گاؤں میں پڑھائی جاتی ہے۔ مگر آخر تنزل آیا۔ اب وہ طمطراق وہ شوکت وہ شان کہاں گئی۔ خدا جب مٹانے پر آیا۔ تو وہ سازوسامان کچھ بھی کام نہ آیا۔

سورۃ حٰم السجدہ

رکوع ۱۵

حٰم۔ حفیظ۔ قرآن مجید کا اللہ تعالےٰ حافظ اور وہی اس کا اتارنے والا ہے

الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ بلا مبادلہ رحم کرنے والا ہے۔ اور نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب کرنے والا ہے جس نے جسمانی دنیا کے لئے اتنے سامان دیئے کیا وہ روحانی دنیا کے لئے ترقیات اور اپنے حضور پہنچانے کا سامان نہ دیگا۔ اور جو دنیا میں اعمال پر نتائج مرتب کرتا ہے۔ کیا وہ آخرت کے متعلق ویسے نتائج نہیں دیگا؟ ضرور دے گا۔

پس نبی کریم صلعم اور ان کی جماعت جو خدا کی سچی فرمانبرداری کرتی ہے۔ ان دو صفات الٰہی سے ان پر جو احسانات ہیں۔ دوسروں سے ممتاز رہیں گے۔

قرآن کریم کے نزول کی وجہ بتلائی ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اس وحی کے نزول کے لئے نبی کریم صلعم کی ذات کو کیوں مخصوص فرمایا۔ فصّلت۔ بعض مفسرین اس کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ ایسی کتاب ہے جس میں وقف دیئے گئے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ بلکہ معنے یہ ہیں۔ کہ جن جن خلط ملطوں سے پہلی کتابیں تباہ ہوئی ہیں۔ ان سے یہ پاک اور محفوظ ہے۔ اس کتاب میں ہر زمانہ۔ ہر قوم ہر جگہ کے مناسب حال تفصیل ہے پس اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔

مثال کے طور پر تورات کا حکم لو کہ بدلہ کا بدلہ لیا جاوے۔ قرآن شریف میں ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا ومن

عفی واصلح فاجرہ علی اللّٰہ یہ حکم ایسا جامع ہے کہ اس کے ہوتے اب کسی تیسرے حکم کا انتظار یا ضرورت نہیں۔ دوم نبی کریمؐ نے اپنی خصوصیات میں فرمایا ہے اوتیت جوامع الکلم (مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں۔ جو جامع ہیں) یعنی لفظ مختصر اور معنی بہت اور ہر ایک معنی اپنے اندر بہت سے فوائد رکھتا ہو۔ عربی زبان بڑی فصیح ہے۔ چنانچہ

عین کے لفظ کے ساٹھ معنے ہیں۔ ایک معنی کے تعین کے لئے قرینہ ہوتا ہے اور اگر قرینہ نہ ہو تو سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ قرآنی آیات میں یہ اعجاز ہے کہ ہر زمانہ میں حالات کے مناسب معنی دینگے وہ سب صحیح ہونگے۔ مثلاً دابۃ الارض اس کے معنے صحابہؓ نے بھی کئے ہیں بعض نے علماء مراد لئے ہیں۔ اس وقت کے مناسب حال یہی معنی تھے۔ لیکن اب اس کے معنے کھلے کہ اس سے مراد طاعون ہے۔ طاعون کا کیڑا ابھی دریافت ہوا اس لئے اس آیت کی جامعیت اور مفصل ہونے نے یہ فائدہ دیا۔ کہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو کر حجۃ اللہ فی الارض بنی حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ ہر آیت کے لئے ظہر و بطن ہے۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ سات

سات بطن ہیں۔ جس سے ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

قرآناً۔ قرآن کے لفظ کے معنی ہیں چیزوں کو جمع کرنا اور ملانا آپس میں اور مناسبت مدنظر رکھ کر قرینہ سے رکھنا۔ وزن فعلان مبالغہ کے معنی دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے۔

(۲) پڑھنے کے قابل۔ پہلے معنی مجھے پسند ہیں۔ یعنی آیات میں ایک اتصال اور مناسبت ہے۔ صحیح معنے معلوم کرنے کے لئے ایک معیار یہ ہے کہ ترتیب و ربط کو دیکھا جاوے چنانچہ کئی مسائل صرف اس بات پر نظر کرنے سے حل ہوتے ہیں۔ معمولی انسان کے کلام کی ترتیب کا بھی خیال نہ رکھا جاوے۔ تو اصل مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ پس کلام اللہ کے سمجھنے کے لئے ربط کے صحیح علم کی کس قدر ضرورت ہے اس زمانہ میں کئی آدمی صرف ترتیب آیات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے دہریہ ہو گئے ہیں۔ (اللہ محفوظ رکھے) قرآن مجید کو تدبر سے پڑھو۔ اور اس بات کا خوب خیال رکھو۔

سُبحٰن الذی۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم کے ربط کا لحاظ رکھو۔ تو معلوم ہو کہ

ابتداء اسلام سے اخیر تک جو کچھ گذرنے
والا تھا۔ سب مفصل بتا دیا ہے۔

عربیًا۔ جو لوگ بہت سی زبانوں
کے عالم ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ عربی
ام السنہ ہے۔ اور اس لفظ کی تہ میں
اس چیز کے متعلق جس کے لئے یہ لفظ
وضع ہؤا ہے خاص باتوں کی طرف
اشارہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن عربی
میں نازل ہؤا۔ یہ ایک کامل اور جامع
زبان ہے۔ خود عربی کے معنے ہیں پورے
طور پر مطالب کو واضح کرنے والا۔

بشیرًا ونذیرًا۔ الٰہی کتاب
ہونے کی عظیم الشان دلیل ہے۔

جیسا متکلم صاحب عزت وثروت
وقدرت وعلم ہو ویسا ہی اس کا کلام
ہوگا۔ پس خدا کے کلام کا ایک یہ نشان
بھی ہے کہ اس میں بشارتیں بھی ہوں۔
اور ڈراوے بھی تا ظاہر ہو کہ وہ سب
قسم کے خزانوں کا مالک اور غیبوں
کا واقف ہے اور مخلوق پر ہر طرح
قدرت رکھتا ہے۔

فھم لا یسمعون۔ یہ فاعرض
(منہ پھیرنے کی وجہ فرمائی ہے۔

اکنۃ۔ یہ جو باہر چھپر گھاس پھوس
کے بناتے ہیں ان کو اکنۃ کہتے ہیں۔ وہ
اپنے اعمال و اقوال سے یہ ظاہر کرتے
ہیں۔ کہ ہمارے دلوں پر یہ حجاب پڑے
ہوئے ہیں۔ حق کا اثر قبول نہیں کرتے۔
کیونکہ وہ بے توجہی و غفلت سے کام لیتے
ہیں۔ چنانچہ دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ وہ
باہر نکل کر کہتے ہیں۔ ماذا قال آنفًا۔

فاستقیموا الیہ۔ استقامت
کے دو معنی ہیں۔ ایک اپنی جگہ پر ٹھہرا رہنا
مرکز سے نہ ہٹنا۔ دوم ٹیڑھے رستہ پر
نہ چلنا۔ بلکہ سیدھی سڑک پر چلنا یہاں
یہی معنی ہیں۔ استقامت کے ساتھ جب
الیٰ صلہ ہو تو یہی معنی لیتے ہیں۔

واستغفروہ۔ یہ اس استقامت
کے حصول کے لئے طریق بتایا یعنی طلب
مغفرت کرو۔ استغفار کے معنے حضرت
مسیح موعودؑ نے بارہا بتائے ہیں۔ کہ جو
غلطیاں ہو چکی ہیں۔ ان کے بدنتائج سے
محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے گناہوں
سے بچنے کی توفیق حاصل ہو۔

انما انا بشر مثلکم۔ باوجود ان
تعلقات کے جو جناب باری سے آپ کو
حاصل ہیں۔ اپنی حیثیت بتائی ہے۔ کہ
میں بشر ہوں۔ اور توحید کی تعلیم دیتا ہوں

ویل للمشرکین۔ چونکہ پہلے خدا
سے اپنا تعلق بتایا ہے۔ کہ یوحیٰ الیٰ۔

اس لئے اب اس تعلق کے اظہار اور ثبوت دینے کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے۔

لا یؤتون الزکوٰۃ۔ احکام تو بہت سے ہیں۔ مگر یہاں زکوٰۃ کا ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزوں سے امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اور بعض سے امتیاز ہو جاتا ہے۔ نماز منافق بھی پڑھ لیا کرتے ہیں۔ مگر گرہ سے کچھ دینا یہ ایسی بات ہے کہ صاف پتہ لگ جاتا ہے یہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ جو زکوٰۃ دے پس وہ مشرک نہیں۔ یہ بطور مثال بیان فرمایا۔

وبالاٰخرۃ ھم کٰفرون۔ یہ لوگ آخرت کا انکار اس لئے کرتے کہ اسمیں اور نادان بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکتے تھے۔ کیونکہ عجیب بات ہے۔

غیر ممنون۔ جو قطع نہیں ہوتا۔

(رکوع ۱۶)

لتکفرون۔ کافر اس لحاظ سے کہا کہ شرک کرنے والا اس حال سے خالی نہیں۔ وہ خدا کو اس اعلیٰ مرتبہ سے جو اس کی شان کے شایاں ہے نیچے مانتا ہے۔ اور ادنیٰ مخلوق سے برابر کر دیتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس واسطے مشرک بھی کافر ہیں۔

انداداً۔ انداد۔ ند کی جمع ہے اس میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔ مثل اور مد مقابل۔

خلق الارض فی یومین۔ شرک کے ابطال کے لئے اپنی خاص صفت و قدرت کا اظہار کیا ہے۔ کیا کوئی اور بھی اس کام میں شریک ہے۔ یوم کے معنی وقت مطلق مقدار۔ کیونکہ موجودہ عرفی یوم کے متعلق تو اس وقت سامان نہ تھا۔ صوفیار نے لکھا ہے کہ زمانہ نام ہے تجدد آنیہ کا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یومین کی تخصیص کیوں ہے؟ اس کا جواب ہے ذالک تقدیر العزیز العلیم۔

جعل فیہا رواسی۔ آج کل طبقات الارض کے ماہر بھی مان چکے ہیں کہ زمین کے استقرار اور بہت سی چیزوں کے مواد جمع رکھنے کیواسطے پہاڑ ہیں۔

اقواتھا۔ اقوات جمع قوت بمعنی خوراک

فی اربعۃ ایّام۔ زمین و آسمان کو چھ دن میں بنانے کا ذکر قرآن میں آچکا ہے۔ دو دن کا پہلے ذکر ہوا۔ چار دن میں تقدیر اقوات۔ پس اعتراض اٹھ گیا۔

کہ آسمان کب بنا جس کے لئے فقضٰہن سبع سمٰوٰت فی یومین آتا ہے۔ مفسرین نے جواب دیا ہے کہ پہلے دو دن ملا کر چار کہا۔ یہ چار ان دو کے علاوہ نہیں اور یہ جواب بھی دیا ہے۔ کہ چونکہ تقدیر اقوات میں آسمان کا دخل بھی ہے اس لئے اس کی پیدائش کا ذکر بھی ان ہی چار ایام میں داخل ہے۔

سوآءً للسآئلین۔ جو جو ہر چیز کی فطرت تقاضا کرتی ہے۔ اس کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ رب العالمین ہونیکی حیثیت سے سب کے لئے مساوی دیا ہے۔

استوٰی۔ قصد کیا۔

السّمآءَ۔ سماء کا لفظ عام بلندی کے معنوں میں آتا ہے۔ یہاں تک کہ جوتی کے اوپر کے حصے کو سماء النعل کہتے ہیں صرف آسمان کی تخصیص غلط ہے۔ بعض لوگ غلطی سے بارش کا آسمان سے ٹپکنا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں فتری الودق یخرج من خللہٖ آگیا ہے۔

دخان۔ دھوآں اسی کو نہیں کہتے۔ جو لکڑیوں کے جلانے سے نکلتا ہے۔ بلکہ ہوا کی طرح لطیف چیز پر بولا جاتا ہے۔ بخار تو اسے کہتے ہیں جس میں اجزا ئے مائیہ ارضیہ و ہوائیہ موجود ہوں۔ اور جس میں مائیہ اجزاء نہ ہوں۔ وہ دخان ہے۔

ائتنا۔ پیدائش کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دے۔ دوسرا یہ کہ اپنی حکومت و تصرف کے نیچے رکھے۔ اس آیت میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ سب چیزیں ہمارے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہیں۔

سبع سمٰوٰت۔ السماء کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ اور خلاء محض بھی نہیں۔ یہ خوب یاد رکھو جتنے اعتراض اس عقیدے پر ہوئے ہیں۔ وہ محض بچپن کی سُنی ہوئی باتوں پر مبنی ہیں۔ کلام الٰہی میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اعتراض کیا جاوے۔ میرے نزدیک سات طبقے بھی معنی کرنے صحیح نہیں۔ صرف اتنا ایمان ہے کہ اسمیں کچھ ایسی قابل امتیاز بات ہے۔ جس سے سات حصے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ بحث بھی ہے۔ کہ زمین پہلے یا آسمان۔ صحابہ میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ (۱) ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ثم استوٰی الی السّمآء۔ اس ثُمّ سے استدلال کرتے ہیں کہ آسمان زمین کے بعد بنا۔ (۲) والسمآء بنٰھا۔ والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ اس بعد سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ زمین آسمان

ابن عباس نے تو یہ جواب دیا کہ ایک سے خلق السمٰوٰت۔ اور خلق الارض پس خلق ارض پہلے ہوئی۔ دوم ہے دحوارض یہ بعد میں ہوئی۔ یہاں خلق الارض فی یومین فرمایا۔ اس کے بعد ثم استویٰ الی السماء آیا ہے۔

امرھا۔ امر سے مراد حکم بھی ہوتا ہے۔ اور وہ امور بھی جو اس کے مناسب حال ہوں۔ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ خدا نے جو جو تاثیریں اور خواص رکھے ہیں ان کے متعلق ایک قانون بنایا۔ اور اس کا سمٰوٰت کو تابع کیا۔

السمآء الدنیا۔ دنیا کا آسمان ترجمہ لفظی نہیں۔ کیونکہ یہ مضاف مضاف الیہ نہیں۔ بلکہ صفت موصوف ہے۔ وہ آسمان جو نزدیک ہے۔

وحفظاً۔ ایک کام تو ستاروں کا زینت ہے۔ دوسرا حفاظت یعنی مخلوقات جو زمین میں ہے۔ اپنی تاثیر سے اُس کے زہریلے موادوں کو دور کرتے ہیں۔

صٰعقۃ۔ یہ جو بجلی گرا کرتی ہے اور گر کر تباہی ڈالتی ہے۔ اس گرنیوالی کا نام صٰعقہ ہے۔ اور اس عذاب کو کہتے ہیں جو ناگہانی ہو اور جس کی ہلاکت عام ہو۔

من بین ایدیھم ومن خلفہم۔ مفسرین نے یہ معنے کئے ہیں کہ جو رسول آیا۔ اس نے ہر ذریعہ سے ان کو سمجھایا۔ اس عموم تبلیغ کو بین ایدیھم ومن خلفھم سے تعبیر کیا۔

(۳) کچھ رسول سامنے آئے۔ اور کچھ وہ جوان سے پہلے ہو چکے۔ ان کے حالات ان کو سُنائے گئے۔

لانزل ملٰئکۃً۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ رسول خدا کی طرف سے آئے۔ تو فرشتے آتے۔ تاکہ ہر طرح سے ممتاز رہیں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ رسول جو آتے ہیں تو آکر یہی کہتے ہیں کہ مانوگے تو اجر ملیگا۔ نہ مانوگے تو عذاب ہوگا۔ جو فرشتے لاتے ہیں۔ پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم بما ارسلتم بہ کے منکر ہیں۔ ضرور تھا۔ کہ عذاب کے فرشتے ہم پر نازل ہو جاتے۔

فانا۔ یعنی کیونکہ ہم۔

یجحدون۔ جحود کہتے ہیں باوجود حق کی تبلیغ کامل اور لاجواب ہو جانے کے پھر بھی انکار پر تلے رہنا۔

صرصراً۔ قلم چلانے سے جو آواز نکلتی ہے اسے صریر کہتے ہیں۔ ہوا بہت تیز چلے تو بھی ایک آواز نکلتی ہے۔ اس لئے اسے صرصر کہتے ہیں۔

نحسات۔ منحوس۔ عذاب تو اور قوں ...

پر بھی آئے مگر دنوں کے لئے منحوس ہونے کا ذکر صرف عاد کے لئے ہے۔ میرے ایک استاد نے مجھے بتایا تھا۔ کہ ہر چیز کی تردید ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ ایام اس قوم کے نزدیک اپنے ٹھاکروں کی عبادت کے واسطے بہت بابرکت سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ ان دنوں میں ان پر عذاب آیا۔ اس لئے ان کی غلطی سمجھانے کے لئے نحسات فرمایا۔

عذاب الخزی۔ ایسا عذاب جس کا نتیجہ خزی ہو۔

الحیٰوۃ الدنیا۔ وہ زندگی جو قریب ہے۔ دُنیا کی زندگی۔

(رکوع ۱۷)

یوزعون۔ (۱) وزع کے معنی تقسیم کے ہوتے ہیں۔ (۲) توفیق و طاقت دینے کے (۳) ایک چیز جو بڑی جماعت ہے۔ اس کے پہلے حصے کو روک دیا جائے تا پچھلے بھی شامل ہو جائیں۔ یہی تیسرے معنی مفسرین نے بھی پسند کئے ہیں۔

شہد علیہم۔ عام طور پر مسلمانوں میں یہ مشہور ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ گواہی کی کیفیت میں بحث ہے۔ یہاں پر اس گواہی کا ذکر نہیں۔ جو بدیوں کے ثبوت کے لئے ہے۔ بلکہ ظہور ندامت کے لئے ہے۔ فونوگراف وگراموفون سے یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ جیسے ہوا اور روشنی کی لہریں محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان کے اعضاء پر اعمال کا اثر مرتب ہوتا رہتا ہے۔ ہم دنیا میں بھی اس کا نظارہ دیکھتے ہیں۔

لم شہدتم علینا۔ کیوں ہمارے خلاف گواہی دی۔ گواہی دینے والی تین چیزوں کا ذکر تھا۔ سمع۔ بصر۔ جلد۔ اب صرف لجلودھم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کان آنکھ سے بدیاں بالعموم کی نہیں جاتیں بلکہ ان کی گواہی تو صرف یہ ہے کہ ماموران الٰہی کے مواعیظ اس نے سُنے اور آیات بینات دیکھے۔ پھر انسان جب بدی کرتا ہے تو اس میں تمام وجود شریک ہوتا ہے۔ اس لئے چمڑے کا ذکر فرمایا۔

انطق کل شیءٍ۔ جس نے گویا کیا ہر شے کو۔ اس سے بھی اس گواہی کی کیفیت کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ نباتات۔ جمادات اور کئی پرند چرند انسان کی طرح بولتے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز دنیا کی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی گواہی دے رہی تھی۔ تم نے انکار کیا۔ تو اب ہم بھی تمھارے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہیں۔

ھو خلقکم۔ اسی نے تم کو پیدا کیا۔ والیہ ترجعون۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ھو والیہ کی تقویم

پر غور کرو۔ اس میں قیامت کے قیام اور
ہر چیز کے نطق کا ثبوت دیا ہے۔ رجُوع
کے دو معنی عربی میں ہوتے ہیں۔ ایک جگہ
سے جہاں پہلے ہو جاکر وہاں آجاوے۔
(۲) انسان کے جس قدر معاملات ہیں۔
کسی دوسرے کے قبضے میں ہو جائیں یہی
دوسرے معنی یہاں مفقود ہیں۔ ایک
عالم ابتلاء ہے۔ یعنی یہ دنیا جس میں تمام
پوشیدہ کمالات جو انسان کے اندر ہیں
آزادی سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک
اور عالم ہے۔ جب لمن الملك اليوم کا
رنگ ہوگا۔ جبکہ بکلی انسان دوسرے کے
ارادہ کے ماتحت ہو جائیگا۔

وما کنتم۔ اور تم نہیں چھپاتے
تھے۔ اس خوف سے کہ گواہی دیں گے تم پر الخ
دنیا میں اکثر بدکار اکثر بدی چھپا کر کرتے
ہیں۔ مگر سمع و بصر و جلد سے چھپانے کیلئے
نہیں۔ اگر انسان کو یقین ہو کہ یہ سمع و بصر
و جلد گواہی دیں گے۔ تو ان سے بھی چھپا کر
کرنا جو ناممکن ہے۔ پس وہ بدی ہی نہ کرتا
لیکن تم کو یہ گمان تھا۔ کہ خدا کو علم نہیں کہ
تم کیا کرتوتیں کرتے ہو۔ نبی کریم صلعم کے
پاس دو صحابی یہ بحث کرتے ہوئے آئے
تھے۔ کہ خدا تعالیٰ آہستہ آواز بھی سُنتا
ہے یا نہیں۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔
کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ تھے۔ جو اس قسم
کے خیالات کے تھے۔ کہ خدا کو ہمارے اکثر
کاموں کا علم نہیں۔ اب بھی فلسفی اس
بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا کو جزئیات کا علم
نہیں۔ پھر اس پہلو سے بھی دیکھو کہ یوں تو
بدی ایک بچے کے سامنے کرنے سے بھی
جھجک ہوتی ہے۔ مگر وہ خدا تعالیٰ جو حاضر
و ناظر ہے اس سے خوف نہیں کھایا جاتا۔

اردٰکم۔ ردی کہتے ہیں موت کو۔

اردٰکم۔ اھلککم۔

فالنار مثوی لھم۔ الصبر مفتاح
الفرج مشہور ہے۔ مگر یہ لوگ صبر بھی کرینگے
تو آگ ہی ٹھکانا۔

ان یستعتبوا۔ عتبہ۔ چاہنا۔ یعنی
اپنی تکلیف کا رفع کرنا۔ دوسرے سے
مانگنا معنی ہوئے۔ اگر وہ تکلیف کا رفع
چاہکر خوشی پر آنا چاہیں گے۔ تو ایسا نہ ہوگا۔
حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ معنی بھی کئے کہ اگر
وہ چوکھٹ پر آنا چاہیں گے۔ تو انہیں نہ آنے
دیا جائیگا۔

قیضنا لھم۔ تعینات کر دیئے۔

قُرَنَاءَ۔ ساتھی۔

ما بین ایدیھم وما خلفھم۔
بدی کی تحریک کچھ تو اس قوم کی بد صحبت سے
ہوتی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اور کچھ اپنے

باپ دادا سے ورثہ میں پاتا ہے۔

وہ کام جو سامنے ہوتے تھے اور وہ کام جو ان کے پیچھے ہوتے رہے یعنی باپ دادا کرتے رہے۔

حق علیھم القول۔ ثابت ہو گئی ان پر بات یعنی فرد جرم لگ گیا۔

(رکوع ۱۸)

قرآن مجید میں اکثر جگہ فعل ماضی ہوتا ہے۔ مگر اس سے مراد آئندہ زمانہ ہوتا ہے۔ ماضی اس لئے تا اس کے وقوع کی پختگی پر دلالت کرے۔

قال الذین کفروا۔ کافر کہتے ہیں اور آئندہ بھی کہیں گے۔ ایک زمانہ میں کفار مکہ کہتے تھے۔ کہ کوئی قرآن سننے نہ جائے۔ لیکن جب لوگ نہ رکے اور اس کی جاذبیت نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ تو پھر یہ تجویز کی کہ ان کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ لیکن اس سے بھی عاجز آ گئے۔ ان آیات میں ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے حضرت ابوبکرؓ قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے جب ان کا اثر بڑھنے لگا۔ تو ان کو مجبور کیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ آپ چلے گئے۔ لیکن راہ میں ایک رئیس جس پر آپ کا احسان تھا۔ انھیں اپنے ساتھ لے آیا۔ پہلی شرط انھوں نے یہ پیش کی۔ کہ قرآن نہ پڑھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نہ مانا آخر بہت سے جھگڑے کے بعد صلح ہوئی۔ آپ نے ایک دوکان کرایہ پر لی۔ وہاں کچھ بزازی بھی فروخت کرتے۔ اور قرآن بھی سنا دیتے۔ آخر کفار مشرکین نے تنگ آ کر یہ تجویز کی کہ جا کر کچھ شور ڈالدیا جائے۔ تا مطلب فوت ہو جائے۔

اسوأ۔ بدترین۔ بہت بری۔ یعنے ان کے کاموں میں سے جو بدترین کام ہیں ان کی ہم سزا دینگے۔

یہ یاد رہے۔ کہ قرآن مجید میں جہاں الذین کفروا آتا ہے۔ وہاں عام کفار مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ کافر جو ضد سے کافر ہوئے اور حق کو سمجھ کر پھر نہیں مانتے۔ یہ بات طرز قرآنی سے ثابت ہوتی ہے۔ ہر کتاب میں اصطلاحی امور بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ صلوٰۃ ایک خاص ہیئت وکیفیت سے عبادت الٰہی کا نام ہے۔ ایسے ہی زکوٰۃ خاص شرائط کے ساتھ صدقہ کا نام ہے۔ دوم یہ بھی مخفی نہ رہے۔ کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جو مسائل سلسلہ احمدیہ سے خاص ہیں۔ ان کے متعلق قرآن سے دلائل ڈھونڈھنے کا خیال رکھا کرو۔

مثلاً یہ مسئلہ ہم کو حضرت مسیح موعودؑ نے بتلایا ہے۔ کہ جہنم ابدالآباد کے لئے نہیں

وہ بطور علاج و اصلاح ہے۔ نہ محض دُکھ و عذاب دینے کے لئے۔ یعنی جہنم شفاخانہ محض ہے نہ سزا خانہ۔ اور جیسے شفاخانہ میں بعد از شفا کوئی نہیں رہتا۔ ایسا ہی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اسمیں کوئی نہ رہیگا۔

ایسا ہی جنت و دوزخ کے انعامات و عذابات کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سب ہمارے اعمال کے اظلال و آثار ہونگے۔

چنانچہ ان آیات میں لیجزینھم آیا ہے جس سے یہ دوسرا مسئلہ خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔

دار الخلد۔ رہ پڑنے کا گھر۔ خلد سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ کیونکہ خلد کے معنی ابدالاباد کے نہیں۔ بلکہ مدت دراز کے ہیں۔

بما کانوا بایٰتنا یجحدون۔ یہ اسوء الذی کانوا یعملون کو کھول دیا ہے۔

وقال الذین کفروا۔ اور کہیں گے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں۔

الذین۔ یہ دو کون؟ من الجنّ والانس من الاسفلین۔ ذلیلوں میں سے۔

دنیا میں لوگ اس واسطے شرک کرتے ہیں۔ کہ یہ معبود ہماری سفارش کریں گے۔ ہماری عزت کا موجب بنیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا۔ کہ خود مشرک اقرار کرینگے ہم ذلیل ہوئے۔ اِس لئے وہ چاہینگے۔ کہ داعیان شرک بھی ذلیل ہوں۔

اب دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے جو محض اللہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ کہ ملائکہ تک جو اعلیٰ مخلوق ہیں ایسے موحدین کے خدام و معاونین بن جاتے ہیں۔

استقاموا۔ سیدھی راہ پر اللہ کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں۔

یعنی جب اللہ کو رب مان لیا۔ تو پھر کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس عقیدے کے خلاف ہو۔ استقامت بڑی مشکل ہے۔ نبی کریم صلعم فرمایا کرتے تھے۔ مجھے سورۃ ہود نے بوڑھا کر دیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں آنحضرت صلعم سے پوچھا کس آیت کے مضمون سے؟ تو آپ نے فرمایا۔ حکم استقامت سے جس سے ظاہر ہوا۔ یہ استقامت بڑی بات ہے۔

لا تحزنوا۔ مت کڑھو۔ خوف و حزن میں فرق ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ لفظ اکٹھے آئے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں خوف آئندہ خطرے کے متعلق اور حزن جو گذر چکا ہو اس کے متعلق۔ مگر یہ ٹھیک نہیں چنانچہ سورۃ یوسف میں حضرت یعقوب آئندہ کے واقعہ کے متعلق حزن لکھتے ہیں انی لیحزننی ان تذھبوا بہ۔

میری سمجھ میں یہ فرق ہے۔ خوف خطرہ پیش آمدہ کے متعلق ڈر کا نام ہے اور حزن بیچینی و اضطراب کو کہتے ہیں۔

نحن اولیآء کم۔ ابشروا بالجنۃ سے بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ آخرت کے متعلق بشارت دیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں جنت دو ہیں۔ ایک دنیا میں۔ ایک آخرت میں۔ چنانچہ فرمایا۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ پس مومن پر دنیا میں مصیبتیں پڑتی ہیں۔ مگر وہی مصیبتیں آخرکار اس کے لئے انعام الہٰی بن جاتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس کو بشارتیں ملتی رہتی ہیں چنانچہ فرشتے کہتے ہیں۔ ہم تمہارے دوست و مددگار ہیں اس زندگی میں جو قریب ہے اور اس میں جو پیچھے آنیوالی ہے۔ الآخرۃ صفت ہے اور یہ قیامت کا نام نہیں۔

نزلا من غفور رحیم۔ یہ ما تشتہی انفسکم کی وجہ بتائی۔ کہ تم پھر خدا کے مہمان بن جاؤ گے۔ وہ خود تمہاری ضرورتوں کا کفیل ہو جائیگا۔

نزول اُس چیز کو کہتے ہیں۔ جو مہمان کو سب سے پہلے پیش کی جائے اعزازی طور پر

(رکوع ۱۹)

ومن احسن قولاً۔ چونکہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر جبری حکومت نہیں پسند فرمائی۔ اس لئے اعتراض پر صرف ڈانٹ ہی نہیں بتایا۔ جیسا کہ حکام کے شایان شان ہے۔ بلکہ وہ اس اعتراض کو دلائل سے ردّ فرماتا ہے۔

قال اننی من المسلمین۔ یعنی اپنی تمام زندگی سے خواہ بذریعہ اقوال خواہ بذریعہ افعال اپنے تئیں فرمانبرداروں سے ظاہر کرتا ہے۔

ولا تستوی۔ اس سوال کا جواب کہ ہمیں یہ کیونکر معلوم ہو۔ یہ نیک ہے یہ بد۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی اور بدی کی حقیقت پر غور کرنے سے خود بخود یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر لحاظ اثرات و نتائج بھی یہ دونو چیزیں الگ ہیں۔ نبی کریم صلعم نے بھی ایک اصول بتایا ہے۔ دع ما یریبک الیٰ ما لا یریبک (جو چیز تجھے دِل میں کھٹکتی ہے اسے چھوڑ دے۔ اور اختیار کر اسے جو نہ کھٹکے

ادفع بالتی ھی احسن۔ بعض اوقات فوری جوش میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایک عمدہ طریق بتایا ہے۔ کہ صبر سے کام لیا جائے۔ جوش کے رفع ہونے پر اصل کیفیت کھل جاتی ہے۔

یلقٰھا۔ تلقی بالقبول کے معنے ہیں۔ خوشی سے کسی بات کو مان لینا

صبر کہتے ہیں اس مصیبت کو برداشت کر لینے کو جو کسی فعل یا ترک فعل سے حکم الٰہی

ذو حظ عظیم۔ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو متاع قلیل فرماتا ہے۔ پس اندازہ کرو۔ کہ عظیم کتنا بڑا ہوگا۔

فاستعذ باللہ۔ یہ غیظ و غضب کے روکنے کا طریق سکھایا۔ کہ دعا کرلو۔ اور خدا سے مدد پناہ مانگو۔

ومن آیتہ۔ اصل بات اس سورۃ میں یہ تھی۔ کہ اس میں کتاب کے اتارنے اور کتاب کی حفاظت کا ذکر ہے۔ پہلے شرک کو رد فرمایا اور ھؤلاء شفعاؤنا کی غلطی ظاہر کی کہ وہ معبودان باطل ان کی ذرا بھی امداد نہ کرسکیں گے۔ پس موحد بن جاؤ۔ تو اعلٰے سے اعلٰے مخلوق تمہاری معاون ہوگی؛

اب اسی بات کو دوسرے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کفار و مشرکین کہتے تھے کہ یہ معبود ہمارے خدا کی صفات کے مظاہر ہیں۔ چنانچہ سورج و چاند کو نور خدا کا مظہر جانتے ہیں۔ اہل پارس کے نزدیک ان کی ایسی عظمت تھی۔ کہ وہ دنیا کے تمام پیش آمدہ واقعات کو انہی چیزوں کی طرف منسوب کرتے۔ اور یہ غلطی ان کے لٹریچر میں ایسی داخل ہوئی کہ بڑے بڑے موحد مسلمانوں کو یہ لفظ صرف زبان کے لحاظ سے استعمال کرنے پڑے

فلک با من چہ کردی۔

خدا نے فرمایا۔ کہ یہ تو صرف نشان ہیں یعنی ان سے خداوند زمین و آسمان کی قدرتوں کا علم ہوتا ہے۔ پس عبادت اسی کی چاہیئے۔

استکبروا۔ تکبر کے معنے بطر الحق و غمط الناس۔ حق کو پھینک دینا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

یسبحون۔ تسبیح۔ خدا کے تمام صفات کو نقصوں سے پاک بیان کرنا اور تقدیس خدا کے تمام افعال کو نقصوں سے پاک جاننا۔

خاشعۃ۔ دبی پڑی۔ خشک۔

علٰے کل شیء قدیر۔ ہر ایک چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔ شاء یشاء شیئاً یہ مصدر ہے یہی معنے صحیح ہیں۔

قرآن مجید میں دو قسم کے دلائل قیامت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں ایک امکانی۔ یعنی یہ امر ہو سکتا ہے۔ دوم فعلی یعنے یہ ثابت کرنا کہ یقیناً ہوگی۔ یہ اُن لوگوں کا جواب ہے۔ کہ جو امکان قیامت تو مانتے ہیں۔ مگر اس کا وقوع ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ دلیل جو اس آیت میں بیان کی ہے۔ امکانی ہے۔

یلحدون۔ الحاد ایک چیز کو اپنے اصل رستے سے پھیر کر اِدھر اُدھر لے جانے

کو کہتے ہیں۔

اٰمنًا۔ امن والا (نہ کہ امن بخشنے والا)

باالذکر۔ ہر چیز کے نام مختلف وجوہات سے رکھے جاتے ہیں۔ قرآن کا نام ذکر ہے۔ مفسرین نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ ایک مسئلہ کو بار بار یاد دلاتا ہے۔ دوم یہ کہ فطرت انسانی میں جو باتیں رکھی گئی ہیں۔ انکو یاد دلاتا ہے۔ ایسا ہی جو تعلیم پہلی الہامی کتابوں میں نازل ہو کر بھول چکی ہے۔ اس کو یاد دلاتا ہے۔

لا یاتیہ الباطل۔ باطل اور حق کا مقابلہ تھا۔ اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ قل جاء الحقّ وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا۔ پس اس آیت میں فرمایا کہ نہ باطل پہلے غالب ہو سکا نہ اب ہوگا نہ آئندہ کسی زمانہ میں ہوگا۔ علوم کس قدر ترقی کریں۔ قرآن کی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں پڑیگا۔

لذو مغفرۃٍ۔ یہ معنے نہیں کہ کفار کو یونہی بخشدیگا۔ بلکہ یعفوا عن کثیر اس کی شان ہے۔ چنانچہ اسی لئے آگے ذو عقاب فرمایا۔

لولا فصلت اٰیتہ۔ کتاب فصلت اٰیتہ اور کتابٌ مفصلاً کے معنے اسی سے حل ہو گئے۔ کہ عربی زبان میں ہونے کا نام مفصل ہے۔ کیونکہ عرب دوسری قوموں کو عجمی سمجھتے ہیں۔

ینادون من مکان بعید۔ ایک معنے یہ کہ قیامت کے دن دور سے پکارے جائیں گے۔ یعنی خدا کے نزدیک نہ آنے پائیں گے۔ دوم یہ کہ اس وقت ان کی یہ حالت ہے کہ جیسے دور سے کوئی آواز آئے تو کچھ ٹھیک سمجھ نہیں پڑتی۔ اسی طرح قرآن کو نہیں سمجھتے۔

نبی وحدت قائم کرنے کے لئے آتا ہے مگر بدقسمتی سے ایک گروہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

فاختلف فیہ۔ اس اختلاف و خلاف ورزی کا انجام ظاہر ہے۔ کہ وہ ناکام غرق ہوئے۔

اس میں سمجھایا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی ایک کتاب نازل ہوئی ہے۔ اب اس میں اختلاف کرنے کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

ولولا کلمۃٌ سبقت من ربک یہ عذاب فوری طور پر نہ آنے کی وجہ بتائی کفار کہتے۔ کہ پھر قرآن مجید کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہم پر ابھی سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ایک کلام

پہلے وارد ہو چکی ہے۔ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔

(۲) ما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون۔ ہمارے مفسرین مسئلہ استغفار میں بہت حیران ہوئے ہیں۔ کہ یہ مشرک، کافر کی شان ہی نہیں کہ استغفار کرے۔ اور اس کی استغفار مقبول نہیں۔ اس بارے میں وہ معذور ہیں کیونکہ انہوں نے کسی مامور کا زمانہ نہیں دیکھا۔ عذاب کے نشان ظاہر ہونے یا قریب آ لگنے پر بڑے بڑے کفار شوخی و شرارت چھوڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ہم نے کئی منکران مہدویت کو دیکھا ہے کہ وہ تہجد کی نمازوں میں عذاب سے بچنے کی دعائیں کرتے۔

تیسری وجہ عذاب سے رُکنے کی اور بھی بتائی ہے۔ وہ یہ کہ انہی لوگوں میں سے کئی اسلام کو قبول کرنے والے ہیں یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے یہ بڑے بڑے شدید کافر تھوڑے سے حالات بدلنے پر مومن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے۔ تو اسی مکہ کے رہنے والوں میں سے سینکڑوں مسلمان ہو گئے۔ کئی ایسے مسلمان تھے۔ جو ہجرت کرنے پہ قادر نہ تھے۔

اس واسطے بھی عذاب رُکا رہا۔ آخر جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے تو پھر عذاب بھی آیا اور عذاب آنے سے پہلے بہت سا حصہ ان کفار کا مسلمان ہو گیا۔ ہاں حضرت موسیٰ کی قوم میں سے ایسے لوگ نہ تھے۔ اس لئے ان پر ایسا عذاب آیا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

منہ۔ اس شر و پیشگوئی سے۔

مریب۔ ریب کہتے ہیں اضطراب اور ہلاکت کو وہ شک میں ہیں۔ ایسے شک میں ہیں جو اضطراب میں رکھنے والا ہے۔ یا جو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔

فلنفسہ۔ اس کا فائدہ اسی کی جان کے لئے ہے۔

فعلیہا۔ اس کا نقصان اس کی جان پر ہے۔

چونکہ اس پر اس اعتراض کا موقعہ تھا۔ کہ دنیا میں بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ اور وہ عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ ہمارے باپ دادا پر بھی ایسی ایسی مصیبتیں نازل ہوتی رہی ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ تیرا رب بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں۔ ہر ایک اپنی بدعملی کا نتیجہ بھگتتا ہے۔ ہمارے مفسرین ما ربک بظلام للعبید میں بہت حیران ہوئے ہیں۔ کہ ظلام نہیں تو کیا ظالم ہے؟ بزرگان

خدا نے یہ خیال نہیں کیا کہ دوسرے مقام پر صراحتاً ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اللہ خدا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ولا یظلمون فتیلاً۔ نص صریح کو اشارۃ النص پر بہر حال ترجیح ہے اور یہاں تو ان کے قول کو ردّ کیا گیا ہے۔ کہ تم اس اعتراض سے گویا خدا کو ظلّام بناتے ہو۔ حالانکہ وہ ظلّام کیا بلکہ ظالم بھی نہیں۔

پچیسواں پارہ ۲۵

(رکوع ۱)

اب ایک اور سوال اٹھا کہ اچھا عذاب آئیگا تو کب آئیگا۔ فرماتا ہے۔

الیہ یرد علم السّاعۃ۔

السّاعت کے معنے مفسرین بالاتفاق قیامت لیتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کے ما قبل ما بعد سیاق سباق دیکھنے سے واضح ہے کہ السّاعت سے مراد وہ گھڑی ہے جس میں کسی قوم پر عام تباہی و ہمہ گیر آفت آوے

اکمامھا۔ کم عربی زبان میں آستین کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ کلائی کو چھپانے والی ہے۔ اس لئے میوؤں اور خوشوں کے غلاف کا نام اکمام ہے۔

من ثمرات۔ من تعمیم کے لئے ہے۔ اس کے معنے "سے" غلط ہیں بلکہ معنے ہیں "نہیں نکلتا کوئی بھی پھل"۔

تجربہ کر کے دیکھ لو۔ انسان پر خواہ کس قدر مصیبت آوے۔ وہ بظاہر یہی کہتا ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر گویا خدا پر بھی معترض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سمجھایا کہ پھلوں کا معاملہ دیکھو۔ پکنے سے پہلے کئی پھل ضائع ہوتے ہیں۔ اور بعض میں پک کر کیڑا لگ جاتا ہے۔ پس جو گرتا ہے یا جو ضائع ہوتا ہے۔ ضرور اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے۔ ایسا ہی انسان جبھی تباہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ابتدا منی کے کیڑوں سے ہے۔ اب خدا ہی جانتا ہے کہ وہ آخر میں کس طرز و پایہ کا انسان ہوگا۔ اور وہی اس کی استعداد و حالت کے مطابق پرورش کرتا ہے۔ اب اگر اس میں کوئی نقص ہوتا ہے تو ضائع ہوتا ہے۔

ما منا من شھید۔ اس دنیا میں بھی یہ نظارہ دیکھ لو۔ جب عذاب آ جائے۔ وہی شریر جو دوسروں کو اکساتے رہتے ہیں۔ اس وقت الگ ہو جاتے ہیں۔

ضلّ۔ کھو جائیگا۔ گم ہو جائیگا۔

ظنّوا۔ ظنّ کے معنے مفسرین یقین کے لیتے ہیں۔ در اصل اس موقعہ و محل

کے مناسب ظن یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

محیص۔ مصدر ہے بمعنے خلاصی۔

لا یسئم۔ نہیں تھکتا۔

فیؤس۔ عام طور پر انسان سختی اور مصیبت کے وقت ناامید ہو جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ مومن کبھی ناامید نہ ہو۔ ایمان بین الخوف والرجاء ہوتا ہے۔

ھذا لی۔ یعنے یہ مجھ پر فضل نہیں ہوا بلکہ میرا حق ہے اور میں اس کا مستحق تھا۔ ایک ملازم تنخواہ لینے کے وقت یا سود اگر نفع لیتے ہوئے یہی سمجھتا ہے یہ میری محنت کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتا کہ سب اسباب اور کام کرنے والے اعضاء سب اسی سچے مولیٰ کے دیئے ہوئے ہیں۔

للحسنیٰ۔ حالۃٌ حسنیٰ۔ اچھی حالت ہے۔ جیسے عام طور پر بعض لوگ کہتے ہیں شکر خوروں کو شکر مل ہی جاتی ہے۔

نآ بجانبہ۔ نا کے معنے دور ہونے کے ہیں۔ دور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کے ساتھ۔ جب انسان کسی کو ملتا ہے تو پہلو ملا دیتا ہے اور جب ہٹتا ہے تو پہلو ہٹا لیتا ہے۔ (۲) ب۔ برائے تعدیہ دور کر دیتا ہے اپنے پہلو کو دونو معنے صحیح ہیں۔

فذو دعاءٍ عریض۔ بعید انسان وہ ہے۔ جو مس شر سے پہلے دعا کرے۔

دنیا میں بھی یہ نمونہ دیکھ لو۔ اگر مصیبت میں گرفتار ہو کر اور حاجت مند بن کر کوئی کسی کے پاس جائے اور اس کی تعریف و تعظیم کرے۔ تو چنداں اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر غرض سے پہلے کوئی کسی کی تعظیم و تعریف کرے تو ضرور اس کا خیال ہو جاتا ہے۔

ارأیتم۔ کیا تم نے دیکھا ہے۔ بامحاورہ اس کے معنے ہیں۔ بتاؤ تو سہی (اخبرونی)

ان کان۔ جس بات کو شروع کیا اسی پر آ گیا کہ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو جس کو تم سننے نہیں دیتے اور مقابلہ کر رہے ہو

ثمّ۔ جیسے دیر کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ ایسا ہی مرتبہ میں فرق کے اظہار کے واسطے بھی آتا ہے۔ ثمّ لا کر جتایا کہ یہ بہت ہی مستبعد بات ہے کہ خدا کی طرف سے کتاب آوے اور پھر اس کا انکار کیا جاوے۔

من اضل منکم کی بجائے ممن ھو فی شقاق بعید۔ وجہ ضلالت بیان کرنے کے واسطے فرمایا کہ اضل اس لئے کہ وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔

فی انفسھم۔ یہ اس لئے کہ انسان عالم صغیر ہے۔ پس اس کے نشان جیسے آفاق میں ہیں خود انسان کے اندر بھی ظاہر ہوں گے۔

اولم یکف - مخالف باوجود تبیین
حق کے کہہ سکتا ہے کہ حق ظاہر نہیں ہوا۔
اس لئے فرمایا کہ اُنکو بکنے دو۔ خدا انکو سزا
دیگا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ان پر اب حق
کا انکشاف ہو چکا ہے۔

فی مریۃ - تمام جرائموں اور برائیوں
کی جڑ یہی ہے کہ خدا کے حضور حاضر ہونے
سے شک میں رہے۔

محیط - یہ مطلب نہیں کہ چادر کی
طرح لپٹا ہے بلکہ یہ کہ ہر چیز اس کے
قابو میں ہے ؛

سُورۃ الشوریٰ

(رکوع ۲)

اس سورۃ کا نام شوریٰ ہے حالانکہ
اس میں مشورہ کا حکم کھلا کھلا نہیں جیسے
وشاورھم فی الامر وغیرہ۔ اس کی
وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک شوریٰ کے
جواب میں نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں جب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
دعوت شروع کی۔ تو کفار نے مقابلہ رسالت
مآب کے واسطے دار الندوہ میں مشورے
شروع کئے۔ جو اہم امور میں مشورے کرنے
کے لئے مقرر تھا۔ چونکہ خدا نے اس خفیہ
مشورہ کی خبر دی اور پھر اس مشورے
کے مقابل پیشگوئی کامیابی کی فرمائی اس
لئے اس کا نام سورۃ شوریٰ رکھا۔

حٰمٓ - مقطعات کے متعلق صحابہ
سے مختلف روایات ہیں۔ مگر ان سب کا
خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے اسماء
وصفات کی ان سے تعبیر کی گئی ہے۔

ح - حافظ الکتاب ۔ م - منزل الکتاب
چنانچہ اس سورۃ میں کتاب اللہ کی
حمایت وحفاظت ونزول کا ذکر ہے۔

عٓسٓقٓ - عین سے تمام اسماء الٰہی
مراد ہیں۔ جن کے پہلے ع آتا ہے۔ جیسے
علی۔ علیم۔ عظیم اور عزیز۔ چنانچہ یہ سب
نام اس سورۃ میں آئیں گے۔ اور ایسا
مضمون آئیگا۔ کہ اس سے خدا کا ان صفات
سے متصف ہونا ثابت ہوگا۔

س - سے سمیع۔

ق - سے قادر۔ قدیر۔ قہار۔

اللہ - اس اسم ذات کے لانے سے
یہ مقصود ہے کہ یہ کام جمیع صفات سلبی
وثبوتی کا مظہر ہے۔

العزیز - غالب ہے جو اس کا منشاء
ہو پورا ہو کر رہتا ہے۔

الحکیم - اپنے منشاء کو حکمت بالغہ
سے پورا کرتا ہے۔

لہ ما فی السموٰت - اس میں سمجھایا

کہ انسان جو کسی چیز کو روک یا پھیلا سکتا ہے تو اسباب سے ہی کام لیتا ہے پروردگار فرماتا ہے کہ جب سب کچھ خدا فرماتا ہے تو پھر اسی کے مقابل اسی کی چیزوں سے کیا بد دے سکتے ہیں پس جب سب کچھ اسی کا ہے تو وہ ضرور اس اپنے مذہب کو تمام موانعات دور کر کے پھیلائیگا۔

یتفطرن۔ پھٹ پڑے۔ یہ مطلب نہیں کہ آسمان ٹھوس چیز ہے۔ اور وہ پھٹیگا بلکہ دو وجہ سے خدا نے یہ لفظ فرمایا (۱) یہ پیشگوئی ہو چکی تھی۔ کہ جب بادل پھٹیگا تو تمہارے مکہ ہلاک ہو جنگے۔

هل ینظرون الا ان یاتیهم الله وفی ظلل من الغمام والملئکة جنگ بدر میں تین ظاہری اسباب فتح کے تھے (۱) خدا نے زور کی بارش برسائی صحابہ کرام نے ایک گڑھا سا بنا کر پانی جمع کر لیا۔ اور اس سے سب ضرورتیں رفع کیں۔ یہ ریتلی طرف تھی۔ دوسری طرف کیچڑ ہو گیا۔ دوم لڑائی صبح کے وقت ہوئی۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق کی طرف تھے۔ کفار مغرب کی طرف۔ سامنے آنکھوں پہ سورج کی شعاعیں پڑتیں۔ سوم ہوا تیز شروع ہو گئی۔ جو مشرق سے مغرب کو چلتی اور ریت اُڑ اُڑ کر کفار کی آنکھوں میں پڑتی۔ اس کو قرآن شریف میں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ سے بیان فرمایا گیا۔

پس اس امر کی طرف تکاد السموٰت یتفطرن سے اشارہ فرمایا۔ اور بادلوں پر سماء کا اطلاق قرآن مجید میں اکثر جگہ ہوا ہے۔ ونزلنا من السماء ماءً۔

یسبحون بحمد ربهم۔ اب سوال یہ پیدا ہوا۔ کہ باوجود ان کی ایسی کرتوتوں کے قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے۔ دیر کیوں ہو رہی ہے۔ فرمایا۔ اس لئے کہ فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں۔ اپنے رب کی حمد کہتے ہوئے اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اس تاخیر عذاب کی اور وجوہات پہلے میں بیان کر چکا ہوں۔

دو آیتوں کے ملانے سے خوب معنے کھلتے ہیں۔ ما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم (۳) ۱۳ پارہ سورۃ رعد رکوع $\frac{2}{8}$ له معقبت من بین یدیه ومن خلفه یحفظونه من امر الله ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم۔

معقبات سے بعض مفسرین نے اعمال انسانی اور محققین نے فرشتے مراد لئے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ گناہ

لازم کر دیتے ہیں عذاب کو مگر فرشتوں کے استغفار کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔

ھوالغفور الرحیم ط مغفرت دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ ایک حد تک سزا سے مہلت دینا۔ دوم بد نتائج سے محفوظ رکھنا۔ اس میں توحید شرط ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک رحمت جو ربوبیت کے ساتھ ہے وہ کفار تک وسیع ہے۔

اللہ حفیظ علیھم۔ لھم نہیں فرمایا۔ بلکہ علیھم اس کے یہ معنے ہیں کہ ان عملوں کو جو ان کی ہلاکت وضرر کا موجب ہیں۔ اللہ محفوظ رکھتا ہے۔ ل فائدہ کے لئے اور علیٰ ضرر کے لئے۔

کذالک۔ جیسا کہ ہم نے ان کی سزا اپنے ذمہ رکھی ہے۔ (کیونکہ انسان کے گناہوں کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے۔ اور وہ ہی پورے طور پہ بیخ کنی کر سکتا ہے) اور یہ تم پر خدا کا فضل ہے۔ اسی طرح تم پر یہ فضل بھی ہوا ہے کہ قرآن کو نازل کیا۔ وہ بھی ام الالسنہ میں نہ صرف ام القریٰ کے انذار کے واسطے بلکہ تمام جہان کے لئے یہ بستی بطور مرکز کے ہے۔

یوم الجمع۔ قیامت سے ڈرائے اور جنگ احزاب سے۔ چنانچہ اسے جمع سے اور مقام میں تعبیر کیا ہے۔

(۱) سیھزم الجمع ویولون الدبر۔
(۲) جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب

لجعلھم امۃ واحدۃ۔ وہ لوگ کہتے کہ تم نے آکر تفرقہ ڈال دیا۔ فرمایا یہ غلط ہے بلکہ ہم سب کو ایک مذہب پر جمع کر دینگے (چنانچہ سارا جزیرہ عرب مسلمان ہو گیا) لیکن فی الحال اس میں تاخیر فرما دی کیونکہ رحمت میں داخل کرنے کے ارادے کو جذب کرنے کے کچھ اسباب بھی ہوتے ہیں۔ جب وہ اسباب پیدا ہو جائیں گے۔ تو ایسا ہو جائیگا۔ چنانچہ آخر ایسا ہؤا۔

مالھم من ولی ولا نصیر۔ بعض اوقات رحمت میں خدا تعالیٰ دوسرے کی طفیل کر لیتا ہے۔ جیسے کہ ابوھما صالحاً خضر وموسےٰ کے قصے میں آیا ہے۔ لیکن یہ ایسے ظالم ہیں کہ ان کا کوئی ناصر نہیں ہو سکتا۔

یدخل من یشاء فی رحمتہ کے دو معنے ہیں اللہ داخل کرتا ہے اپنی رحمت میں اس شخص کو جو خدا کی رحمت چاہے اور اپنے میں رحمت کے جذب کرنے کے سامان پیدا کرے۔ اور دوسرے معنے یہ کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

وھو یحیی الموتیٰ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دینی کافروں کو مسلمان کر دیگا کیونکہ وہ ہر چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔

(رکوع ۳)

دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو اس شوریٰ کے متعلق جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفار نے کیا تھا۔ فرماتا ہے۔ کہ یہ جو تم نے اختلاف کیا اسکا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی اپنے فعل سے بتا دیگا۔ کہ حق کس طرف ہے۔ دوم قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب کسی لفظ کے کئی ایک معنی ہوں۔ تو دوسرے معنوں کا بھی اگر کچھ مذہب سے تعلق ہے تو اس کا ذکر بھی آ جائیگا۔ اور ان معنوں کے رو سے بھی بحث ہو گی۔

اس اختلاف کا ذکر ہے جو انبیاءؑ کی تعلیم و شریعت کے متعلق بعض میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف کے مٹانے کا ایک ہی طریق ہے کہ مامور من اللہ حکم ہو کر آئے اور اس کی بیعت کر لی جائے۔ ورنہ آپس کی بحثوں سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے اسی لئے حکم الی اللہ فرمایا۔ گویا دونوں اختلافوں کا ذکر ہے۔ مشرکین مکہ و اہل کتاب۔

فاطر السموٰت والارض۔ اہل اسلام کی کامیابی۔ کفار کی ہلاکت دونوں باتوں کے لئے زمینی آسمانی اسباب ہی کام دیں گے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ یہ سب چیزیں ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں اپنے منشاء کے مطابق ان سے کام لیں گے۔ کوئی ہمارے خلاف کوئی تدبیر کرکے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

من انفسکم ازواجا۔ اس میں بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ اور جوڑے بنانے پر قادر ہے۔ ایسا ہی وہ اس نبی کے ساتھ اس کی جان نثار قوم بھی پیدا کر دے گا۔

یذرؤکم۔ پھیلائے گا تم کو۔

فیہ۔ ہ کے مرجع میں اختلاف ہے۔ زمین ہو تو پھر ہا چاہیئے تھا۔ پس مفسرین کے نزدیک یہ معنے ہیں۔ کہ اسی کارخانہ زوجیت میں یعنے اسی زوج ہونے کے طریق سے پھیلائیگا۔

لیس کمثلہ شیء۔ جب خدا نے ہر چیز کا زوج بنایا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کے لئے بھی زوج ہے۔ فرمایا۔ اس کی مثل کوئی چیز ہے؟ پس اس کا زوج کیسا۔

وھو السمیع البصیر۔ لیس کمثلہ سے یہ وہم ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ہم سنتے ہیں۔ خدا سنتا نہیں ہم دیکھتے ہیں وہ دیکھتا نہیں۔ فرمایا۔ ایسا نہیں بلکہ سب صفات کاملہ اس میں ہیں۔ مگر دوسروں

کی مشابہت سے بالاتر۔

رایت ربّی فی صورۃ امرد شاب له دفرۃ (۲) خلق الله آدم علیٰ صورته۔ ایسی حدیثوں کے معانی سمجھنے میں فرقہ مجسمیہ نے بہت غلطیاں کھائی ہیں۔

له مقالید۔ جب یہ ذکر ہوا۔ کہ آسمان و زمین ہم نے پیدا کیا۔ تمہیں بڑھائیں گے۔ پھیلائیں گے۔ تو سوال پیدا ہوا جو عرب والوں کے دلوں میں اٹھنا ممکن ہے۔ کہ جب ہمارے اور بھائی بھی آگئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ کیونکہ وہ ریگستان ملک تھا۔ فرمایا کہ تمہارا رزق بڑھ جائے گا۔ اور دشمنوں کی جماعت گھٹائیگا تو ان کا رزق بھی گھٹ ٹیگا۔

شرع لکم۔ مقرر کیا ہی تمہارے لئے

وما وصینا به۔ آدم کی نسل میں سے جو عظیم الشان نبی آیا ہے وہ حضرت نوحؑ ہیں۔ ان کے بعد پھر حضرت ابراہیمؑ ان کے بعد حضرت موسےٰ۔ پھر ان کے بعد حضرت عیسےٰ۔ ان بڑوں بڑوں کا ذکر کر دیا کہ اسوقت کے مذاہب کے امام یہی تھے۔

نکتہ۔ حضرت نوحؑ و موسےٰؑ و ابراہیم علیہ السلام کے لئے وصّی آیا ہے اور نبی کریم صلعم کے لئے اوحینا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب امر دو باتوں تاکید (جس میں خلاف ورزی کا شُبہ ہو) اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو۔ تو اُسے وصّی کہتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شان بتائی کہ تمہیں وہ دین دیا گیا۔ جن پر بڑے بڑے اولوالعزم صاحب کتاب رُسل کو کاربند رہنے کا حکم تھا۔ چہ جائیکہ ان کی اُمّت کو۔ گویا ایک طرف مرسلان یزدانی کا ذکر ہے۔ دوسری طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت کا۔ چنانچہ رسولوں سے عہد بھی لیا گیا۔

لتؤمنن به ولتنصرنه۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ اگر موسےٰ و عیسےٰ زندہ ہوتے تو میرے اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت تمام قوموں تمام مکانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرما دیا۔ کہ وحی کا حقیقی منصب اگر کسی کو دیا گیا تو خاتم النبیین کو۔ چنانچہ دوسرے رسولوں کے متعلق اس تقابل میں وصّی فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ بالذات خیر۔ بالذات رسول نبی کریم صلعم ہیں۔

من ینیب - یہ من یشاء کو کھول
دیا ہے۔ کہ کس کا اجتبا چاہتا ہے۔ فرمایا جو
اس کی طرف جھکے۔ یجتبیٰ الیہ میں
بنی اسرائیل کے اس سوال کا جواب بھی
دیدیا۔ جو نبوّت و وحی کا مستحق صرف اپنی
ہی قوم کو سمجھتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے
مصطفیٰ بنا دے۔

الیٰ اجل مسمّٰی۔ چنانچہ جب وہ
وقت مقرر آیا۔ تو کچھ جلاوطن کئے گئے
اور کچھ ہلاک ہوئے۔ اور جو مسلمان
ہونے تھے وہ ہوگئے۔

من کتب۔ یعنی کتاب من کے معنے یعنی
لنا اعمالنا۔ ان اعمال کے نتائج سے
پتہ لگ جاویگا۔ کہ حق کس طرف ہے۔

یجمع۔ جمع کردیگا۔ چنانچہ ایک وقت
آیا۔ جب تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ دوم
قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

یحاجون فی اللہ۔ خدا کے صفات
مختصہ کا انکار۔ اس کے رسولوں پر جو
کلام نازل ہو۔ اس کے متعلق جھگڑا۔

بالحقّ۔ اس گڑی ہوئی چیز کو جس
کے ساتھ کوئی ٹکر لگائے تو خود ہی تباہ ہو
حق کہتے ہیں۔

المیزان۔ پہلی تعلیموں میں یہ نقص
تھا۔ کہ وہ تمام جہان یا تمام زمانوں کے
مناسب حال نہ تھیں۔ فرمایا یہ کتاب ایسی
ہے کہ ہر قوم ہر زمانہ کے مناسب حال ہے۔

وما یدریک۔ تم کیا جانتے ہو۔

الساعۃ۔ قوم کی تباہی کا وقت۔

مشفقون۔ اشفاق کے معنے ڈر
کے ہیں۔ یمارون۔ قرآن مجید کا یہ لفظ
کئی طریق پر ہے ایک مقام میں ہے
فلا تکونن من الممترین۔ فلا تمار
فیھم الا مراءً ظاھراً۔ مراء سے مراد
ہے یہاں جھگڑے کے معنے ہیں۔ بس یہی
معنے لئے جاویں گے۔ من الممترین کے
معنے جھگڑا کرنے والا۔

(رکوع ۴)

(از مولوی محمد سرور شاہ صاحب)

الآخرۃ۔ آنے والی زندگی۔

منھا۔ اس میں سے کچھ۔ من تبعیضیت
کے لئے۔

پیچھے ذکر آیا تھا۔ یرزق من یشاء
اس من یشاء کی تخصیص سے ظاہر ہے کہ
یہاں وہ رزق مراد نہیں جو سب کو بحیثیت
رب العالمین ہونے کے دیا جاتا ہے۔

انسان کے اعمال کے تین رنگ ہیں
(۱) محض دنیا کے لئے (۲) محض آخرت
کے لئے۔ (۳) کچھ دنیا کے لئے۔ کچھ
آخرت کے لئے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔ کہ جو
آخرت کو چاہے۔ خواہ محض آخرت خواہ کسی
قدر دنیا کو بھی۔ اس کی کھیتی میں بڑھا دیتے
ہیں۔ بہشت کے متعلق آیا ہے۔ مالا عین
رأت ولا اذن سمعت وما خطر علی
قلب بشر۔ پس جس قدر آرام ذہن میں
آسکتا ہے۔ یا کوئی اپنے نیک اعمال کی
جزا سمجھتا ہے یا خواہش کرتا ہے۔ یا دنیا
میں پاتا ہے۔ اس سے بھی بہت زیادہ
دیا جائے گا۔

مالہ فی الاخرۃ من نصیب۔
یہ یرید حرث الدنیا کی سزا ہے۔ ربنا
اٰتنا فی الدنیا حسنۃ۔ مومنوں کو بھی
دعا سکھائی گئی ہے۔ پس من کان یرید
حرث الدنیا میں ایسی دنیا کی خواہش ہے
جس میں آخرت کے لئے کچھ بھی نیت نہیں۔
لیکن اگر کوئی شخص دنیا کا کام اللہ تعالےٰ
کے لئے کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ بھی ہوگا۔
اور آخرۃ میں بھی وہی امر مفید ہوگا۔

ولولا کلمۃ الفصل۔ امت دو قسم
ہے۔ امت دعوت۔ یعنی جن کو حق کی طرف
بلایا۔ خواہ مانیں یا نہ مانیں۔ دوم جو مان لیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت
کی نسبت مقدر تھا۔ کہ دوسری قوموں کی
طرح ہلاک نہ ہوگی۔ جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں استغفار
کرتے رہیں۔ ان میں سے سعید مسلمان
ہو جاویں۔

ان الظالمین۔ ظلم کے معنے ہیں
کسی کے حق یا منصب میں خلل اندازی۔
ان الشرک لظلم عظیم۔ پس عام
طور پر ظالمین سے مراد مشرک ہیں۔

وھو واقع بھم۔ مومن بھی ڈرتا
ہے۔ مگر وہ اس خوف کی وجہ سے بچ جاتا
ہے کیونکہ وہ بوجہ خوف اس برائی کو چھوڑ
دیتا ہے۔ اور خدا کے حکم کے مطابق چلتا
ہے۔ مگر مشرک محض ڈرتا ہے لیکن نہ گندے
عقیدے کو چھوڑتا ہے نہ خدا کو وہ منصب
دیتا ہے جو اسکی شان کے شایان ہے۔

الا المودۃ فی القربیٰ۔ یہ آیت بھی
ان آیات میں سے ہے جن پر شیعہ قوم کو بڑا
ناز ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی بیبیوں کی نسبت آیت تھی۔ کہ میں انکی
تطہیر کروں گا۔ چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹی اور داماد سے
بہت محبت تھی۔ وہ اہل بیت نہیں بن سکتے
تھے۔ اس لئے ان کی نسبت دعا فرمائی۔
کہ الٰہی ان کو بھی اہل بیت میں داخل کرلے۔
اسی واسطے ایک بی بی کو فرمایا انت علےٰ
مکانک۔ یعنے تم تو پہلے ہی آیت تطہیر کی

مصداق ہو۔ اس بات کو نہ سمجھنے سے یہہ معنے کئے جاتے ہیں۔ (جس میں ہمارے مفسرین بھی شامل ہیں) کہ میں اور کچھ اجر نہیں مانگتا صرف میرے رشتہ داروں پنج تن پاک سے محبت کرو۔ نفس محبت سے تو ہمیں بھی انکار نہیں مگر یہ تخصیص ٹھیک نہیں۔

اس کے صحیح معنے یہ ہیں جو مجھے زمانہ طالب علمی میں بغیر مدد کسی استاد کے سمجھ میں آئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ تو تم جانتے ہو میں تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ پس جوش تبلیغ جو بھرا ہوا ہے۔ وہ اس رشتہ قرابت کی وجہ سے ہے جو تمہارے ساتھ مجھے حاصل ہے۔ یعنی بنی نوع انسان کی ہمدردی مجھے مجبور کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرماتے اور ایک دفعہ قسمیہ فرمایا کہ میرے اندر تبلیغ اسلام کا ایسا جوش ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور میں اس پر کوئی بھی اجر نہیں چاہتا۔ جب غلام احمدؑ میں یہ بات تھی۔ تو اس کے آقا میں تو ضرور اس سی بڑھ کر ہوگی۔

شکور۔ شکر کہتے ہیں کسی چیز کو قبول کرنا۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا انسان کے ٹوٹے پھوٹے عمل قبول کر لیتا ہے۔

ام۔ اس کے دو معنے ہیں۔ ایک "کیا" (متصلہ) ایک بلکہ (منقطعہ) چونکہ خداوند زمین و آسمان عالم الغیب ہے اس لئے حقیقی استفہام اس کی شان سے بعید ہے۔ پس محققین کے نزدیک اَمۡ کے معنے "بلکہ" کئے جاویں گے۔

فان یشاء اللہ۔ مُفسرین نے یختم علےٰ قلبک کے یہ معنے کئے ہیں کہ جو افترا کرے اس کے دل و دماغ پر ایسی آفت ڈالی جاتی ہے جس سے وہ اعلےٰ درجہ کی باتیں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ یہاں صیغہ ماضی نہیں بلکہ اِنۡ آئندہ کے زمانہ کے واسطے ہوتا ہے پھر یشاء۔ یختم مضارع ہے جو استقبال کے لئے ہے۔ پھر افتراء کے ختم علی قلب کو لازمی کر دینا تھا۔ نہ کہ اِنۡ یَّشاء سے مشروط۔

پس صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ اگر خدا ان کو (اس پاداش میں کہ تجھے مفتری کہتے ہیں) سزا دینا چاہتا تو تیرے پر ختم کر دیتا اور تو رحم سے کام نہ لیتا۔ اور ان کے لئے بددُعا کر دیتا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نوحؑ نے دعا کی لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ حضرت موسےٰؑ نے دعا کی واشدد علےٰ قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب انبیاء سے زیادہ ستایا گیا ہوں۔ پس آپ بھی حق بجانب تھے اگر ایسی دعا کرتے۔ لیکن بوجہ رحمۃ للعالمین ہونے کے آپؐ نے بددعا نہیں کی۔ اگر کی تو آپ نے دُعا فرمائی جو قبول ہو گئی کہ ان کے لئے بہتری کا موجب ہو جائے۔

یمح اللہ الباطل۔ یعنے خدا کو ان کی ذات سے کاوش نہیں بلکہ باطل کو مٹائیگا بکلمتہ۔ اپنی پیشگوئیوں کے ساتھ حق کو ثابت کرتا جاتا ہے۔

یقبل التوبہ۔ توبہ کہتے ہیں ایک طرف سے دوسری طرف رُخ کر لینے کو خدا کی معصیت جب کوئی بندہ کرتا ہے تو اس معصیت سے انسان کا رُخ شیطان کی طرف ہو جاتا ہے۔ انسان کی توبہ کے یہ معنے ہوئے کہ شیطان سے منہ پھیر کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بہیمیت سے ملکیت کی طرف۔

یقبل التوبہ۔ یعفوا عن السیئات تاخیر عذاب کی وجوہ میں سے ہے۔

یعلم ما تفعلون۔ یعنی تمہاری کرتوتوں کو خوب جانتا ہے۔ مگر اپنی صفت غفاری وستاری کی وجہ سے درگذر فرما دیتا ہے۔

لھم عذاب شدید۔ مومنوں کی ترقی میں بھی کافروں کو ایک عذاب شدید ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مومنوں کو یکدم خدا ترقی دیدے۔ اور ہر طرح کی کشائشیں بخش دے۔ فرمایا۔ لو بسط اللہ الرزق الایۃ۔

ینزل الغیث۔ قرآن مجید میں جہاں بارش کا ذکر آئے وہاں ایک تو وحی کے نزول کو ثابت کرتا ہے (چنانچہ پارہ اول میں او کصیب من السماء جیسے بارش میں ظلمات۔ گرج۔ بجلی ہے۔ اسی طرح کلام الٰہی بعض کے لئے موجب ضلالات ہو جاتا ہے۔ اس میں وعید ہیں۔ اور روشن دلائل بھی ہیں) یعنی جو خدا جسمانی تربیت کے لئے بارش ہر موسم میں اُتارتا رہتا ہے وہ روحانی تربیت کے لئے بھی اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔

دوم۔ قیامت کے ثبوت کے لئے بھی بارش کی مثال فرماتا ہے کہ جیسے بارش کے ذریعے سے کس قدر نباتات نکل آتی ہیں اور ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان پھر پیدا ہو سکتے ہیں

چونکہ ابتداء سورۃ میں نزول کتاب کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت میں فرمایا کہ ہمارا عام طریق ہے ایسے حالات میں

ایک نبی کی بعثت کر دیتے ہیں۔ اس میں یہ بھی سمجھایا۔ کہ بارش بھی ضرورت کیوقت ہوتی ہے۔ اسی طرح مومنوں کو بسط رزق کریگا۔ مگر یکدم نہیں بلکہ ایسی حالت پیدا کرا کے جو ما قنطوا کی مصداق ہو چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللہ پھر اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب جسمانی بارش میں قومی تخصیص کوئی نہیں تو روحانی بارش (نبوت) میں صرف بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت کیوں ہو۔

ومن اٰیتہ۔ ایک اور دلیل اس رحمت عامہ کے متعلق بیان فرماتا ہے (کہ وحی بنی اسرائیل سے خاص نہیں) وہ یہ کہ آسمان و زمین اس نے پیدا کئے ان تمام اشیاء میں سے ایک بھی ایسی نہیں۔ جو بنی اسرائیل سے خاص ہو پس وحی کیوں انہی سے خاص ہو۔

من دابۃ۔ چارپایوں سے اگر بنی اسرائیل فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہی حال کلام الٰہی کا ہے۔

وھو علیٰ جمعھم۔ یہ اسی قرآنی طرز کے مطابق فرمایا۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ ایک لفظ کے اگر کئی معنے ہوں تو دوسرے معنوں کو بھی اگر مذہب سے کچھ تعلق ہو۔ تو اس کے مطابق بھی کچھ فرما دیتا ہے۔ چنانچہ بارش کے ذکر سے قیامت کی دلیل بھی لائی جاتی ہے۔ اس لئے اخیر پر اس کا بیان بھی فرما دیا۔

(رکوع ۵)

یعفوا عن کثیر۔ اس میں سمجھایا کہ تمہیں جو تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ سب گناہوں کا بدلہ ہو گیا۔ بلکہ خدا بہت سا حصہ معاف فرما دیتا ہے۔

بمعجزین یہ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے۔

من ولی ولا نصیر۔ کفار کو اپنے جتھے پر بڑا گھمنڈ تھا اور یہ بھی کہ دوسری سلطنتیں ہمارے ممد و معاون ہیں۔ فرمایا۔ کہ یہ کچھ کام نہ دیں گے۔

ومن اٰیتہ۔ ما انتم بمعجزین کے ثبوت میں ایک ایسے موقعہ کا ذکر کرتا ہے جس میں سوائے خدا اور کوئی ان کا ناصر و ولی نہیں ہوتا۔

الجوار۔ جمع ہے جاریۃ (چلنے والی) کی صفت جب کسی شے کی زیادہ بولی جائے تو وہی موصوف کی جگہ بولی جاتی ہے۔ پس جاریۃ سے مراد کشتی ہے۔

کالاعلام۔ عَلَم کے دو معنے (۱) نشان (۲) پہاڑ۔ مفسرین نے دوسرے

معنے لئے ہیں۔ مگر دور سے جہازوں کے
مستول علم ہی کی طرح نظر آتے ہیں۔

یسکن الریح۔ پہلے زمانہ میں کشتیاں
ہوا کے زور سے چلتی تھیں۔ اب بھی جو
جہاز چلتے ہیں سٹیم ہی کے ذریعہ سے چلتے
ہیں جو ایک قسم کی ہوا ہے

علیٰ ظہرہ۔ پانی کی سطح پر۔

محیص۔ خلاصی۔ خلاصی کی جگہ اور
وقت بھی معنی لے سکتے ہیں۔

بتایا کہ اس وقت صرف خدا کو اس
لئے پکارتے ہیں کہ اور کوئی خلاصی کی
صورت نظر نہیں آتی۔ آدمی کو چاہیئے
کہ پھر اسی خدا پر بھروسہ کرے اور پھر اسی
کی عبادت و اطاعت کرے جو ایسے مشکل
وقت پر کام آتا ہے۔

الذین امنوا۔ پیچھے مصائب کا
ذکر تھا۔ اب آسائش دنیوی کا ذکر فرمایا
اور سمجھایا۔ کہ کافروں کے لئے تو چند روزہ
آسائش ہے۔ مگر مومنوں کو جو دیا جاتا ہے
وہ بہتر اور دیرپا ہے

الفواحش۔ جو چیز اپنی قباحت
میں بڑھ جاوے۔ اور اس کی برائی کھلی
ہے۔ وہ فاحشہ ہے۔ زنا اور بخل پر
خصوصیت سے اس کا اطلاق ہے۔

اذا ما غضبوا۔ کبائر الاثم اور
فواحش میں سب بدیاں آگئیں۔ مگر جس
چیز کی زیادہ تاکید مقصود ہو۔ اس کا علیحدہ
بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں غضب
کا بالخصوص ذکر فرما دیا۔

بدی کی محرک دو ہی چیزیں ہیں (۱)
قوت بہیمیہ (۲) قوت سبعیہ۔ تو گویا غضب
نصف بدیوں کے برابر ٹھہرا۔ چونکہ جنگ
ہونے والے تھے۔ اس لئے عدل قائم
رکھنے کے لئے نصیحت کی فرمایا۔ کہ دیکھو
حد سے بڑھے ہوئے غضب سے کام لینا
یہ بجتہ دلیل ہے اس بات کی کہ لا اکراہ
فی الدین صحیح ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ ایک
کافر کو دبائے بیٹھے تھے۔ اس نے تھوک
دیا۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ پوچھا تو فرمایا آگے
محض للہ لڑ رہے تھے۔ اب نفس کی
بات شامل ہوگئی۔

استجابوا لربہم۔ ایک طرف
دوست کچھ کہتے ہیں۔ زمانہ کی روش
کچھ۔ اپنے قومی رسوم کچھ۔ اپنا نفس کچھ
دوسری طرف خدا کی پکار ہے۔ تو مومن کا
یہ کام ہے کہ سب کو چھوڑ کر خدا کا ہو جائے

اقاموا الصلوٰۃ۔ صلوا نہیں کہا۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ الصلوٰۃ تنھٰی عن
الفحشاء والمنکر۔ قرآن مجید میں آیا۔
گویا نماز بے حیائیوں اور برے کاموں

کے لئے بمنزلہ پہرے کے ہے۔ اور پہرا کھڑا کرنا ہی بولتے ہیں۔ پھر پہرے کے لئے جسم و روح کی درستی کی ضرورت ہے۔ نماز کے افعال بمنزلہ جسم کے ہیں۔ اور خشوع و خضوع بمنزلہ روح کے۔ پس دونوں کی درستی پر حقیقی نماز کا دار و مدار ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے کہ وضو ٹھیک ہو۔ تعدیل ارکان۔ اول وقت پڑھی جاوے۔ پھر خشوع خضوع حضور قلب توجہ الی اللہ ہو۔

امرھم شوریٰ۔ منافق۔ بدکار خفیہ خفیہ بُرے کام کرتے ہیں۔ مومن پہلے سوچتا ہے۔ پھر مشورہ کرتا ہے۔ پھر استخارہ۔ پھر جا کر وہ کام کرتا ہے

رزقنٰھم۔ رزق حصہ میں آجانے کو کہتے ہیں۔ صرف کھانے کی چیز مراد نہیں۔

سیّئۃٌ سیئۃ۔ عرب کام کا جو نام ہو جو اس پر اثر مرتب ہوتا ہے۔ اس کا بھی وہی نام رکھ دیتے ہیں۔ صرف جزا کے لئے خاص نہیں جیسا کہ مفسرین نے سمجھا ہے۔ یہ بات نہ سمجھنے سے لوگوں کو قرآن مجید کی بعض آیات کے سمجھنے میں دھوکہ ہوا ہے۔

واصلح۔ اس معانی میں اصلاح مدنظر ہو۔

وما علیھم من سبیل۔ ان پر ملامت و سزا کوئی نہیں۔

من عزم الامور۔ من الامور المعظمۃ۔

(رکوع ۶)

یضلل اللہ۔ اللہ گمراہی کا فتویٰ لگا دے۔ ہر لفظ کے معنے اس کے موقعہ محل متکلم۔ مخاطب کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یضل بہ کثیرًا کے آگے ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ کے ساتھ سمجھا دیا ہے۔ کہ اضلال کن لوگوں کا ہوتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو شخص فسق نقض عہد۔ قطع۔ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کے لئے اور کونسی بدی باقی رہ جاتی ہے۔ اور کیا ذریعہ اصلاح ہے۔ جب ملائکہ کا تعلق ہی بوجہ نقض عہد نہ رہا۔ پاک لوگوں کی صحبت سے محروم ہو چکا۔ مخلوق خدا کو تنگ کر کے ان کی بددعائیں لے رہا ہے۔ تو پھر ہدایت کیسی۔ اضلال کے فتوے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ کیونکہ وہی قلبی و اندرونی حالات کو جانتا ہے۔ ایک انسان کو تو کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔

عذاب مقیم۔ عذاب قائم رہنے والا یا کھڑا کرنے والا۔ انسان بے چینی

واضطراب میں بار بار کھڑا ہوتا ہے۔

ما کان لھم۔ مالھم نہیں فرمایا۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ انسان کسی مصیبت کے وقت کام آنے والے دوست پہلے ہی پیدا کر لیتا ہے اور ایسے لوگوں کیلئے قیامت کے دن مدد کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ہاں جو نبیوں کے متبع ہیں وہ فرقہ شفاعت سے بہرہ یاب ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے خدا کے برگزیدہ لوگوں سے قبل از مصیبت تعلق پیدا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو کہا المرءُ مع من یحب۔ انسان کو اپنی نجات کے لئے جو کچھ کرنا ہو۔ یہیں دنیا میں کر لے اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے۔ ایک بزرگ نے امام غزالی کو بعد از وفات کشف میں دیکھا۔ نجات کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک روز قلم کے سر پر مکھی بیٹھی تھی میں اس کی سیرابی کے خیال سے اس وقت تک لکھنے سے باز رہا جب تک کہ وہ از خود نہ اُڑ گئی۔ یہ عمل میرا مقبول ہوا۔

من نکیر۔ انکار کی گنجائش۔

حفیظا۔ جس کی نگرانی میں کام ہوتے اُسی سے باز پرس ہوتی ہے۔ فرمایا تمہاری یہ حیثیت نہیں کہ ان کی شرارتوں کے بارے میں تم پوچھے جاؤ۔

ان علیک الا البلاغ۔ اِنْ جس کے بعد اِلّا ہو بمعنی "نہیں" ہوتا ہے۔

الانسان کفور۔ ایسا انسان دوطرفہ غلط راہ پر چلتا ہے۔ سکھ ہو تو سمجھتا ہے اب دکھ کبھی نہیں آئیگا۔ دکھ ہو تو یہ یقین کر لیتا ہے کہ اب کبھی سکھ نہیں آئیگا۔

للہ ملک السمٰوٰت والارض بتایا کہ نہ انعام پر اکڑ بازی کرے نہ مصائب پر مایوس ہو کیونکہ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یجعل من یشاء عقیما۔ اس ساری آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نزول وحی کے وقت روحانیت کا زور ہوتا ہے۔ اور جہاں سعید فطرتوں کو سچے الہام ہوتے ہیں۔ وہاں کچھ پلید فطرتوں کو شیطانی الہام ہونے لگتے ہیں۔ جیسے کسی کو لڑکے کسی کو لڑکیاں۔ کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے۔ اسی طرح الہام کا معاملہ ہے۔ بعض لوگ اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ان پر الہام کا نزول ہو۔ چنانچہ اس وقت بنی اسرائیل اس فیض سے عقیم ہو گئے۔

روحا۔ وحی۔ قرآن کریم کو روح کہکر یہ سمجھایا۔ کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک جن پر روحانیت غالب ہو۔ دوم جن پر جسمانیت

روح کا نزول اول الذکر پر ہوتا ہے۔
من امرنا۔ اگر قرآن مجید کو عالم
امر سے مان لیا جاتا تو یہ بحثیں نہ ہوتیں۔
کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں۔

انک لتھدی۔ تو راہ بتاتا ہے
صراط مستقیم کی طرف۔ اور قرآن مجید کو
نور فرمایا۔ نبی کی زندگی اور اس کے پاک
حالات بتاتے ہیں۔ کہ یہ کتاب خدا کی
طرف سے ہے۔ پھر خدا کی کتاب اس
راہ پر چلاتی ہے۔ جس پر چلکر انسان خدا
کی طرف پہنچ جاوے۔

سورۃ الزخرف

(رکوع ۷)

حٰمٓ۔ حمید و حفیظ۔ منزل کتاب
و۔ قسمیہ۔

المبین۔ ابانت کے معنے ظاہر کر
دینے اور جدا کر دینے کے بھی ہوتے ہیں
قسم ہے اس کتاب کی جس کے دو اثر ہیں۔
ایک یہ کہ ہر ایک امر جو خدا تک پہنچانے
کے لئے مفید ہے یا اس راہ میں حائل
اس کو کھول کر بتا دیتی ہے۔ دوم یہ کہ
یہ کتاب اس قدر اپنے اتباع پر اثر کرتی
ہے۔ کہ وہ خدا کے لئے اپنے متعلقین
اقرباء۔ دنیاوی تعلقات۔ دلی خواہشات
سے جدا ہو سکتے ہیں۔

قسم۔ دلیل کے لئے ہے۔ پس آگے
جو دعوے آتا ہے یہ اس کی دلیل ہوگی۔

لعلکم۔ تاکہ تم۔

قرآناً۔ جو کثرت سے پڑھا جائے
(۲) دوسری قوموں کو جمع کرنے والا۔

عربیًا۔ جو اس کتاب کے متبع ہو لیا
ان میں حمیت اور اپنی قومی پاسداری اور
وحدت شدت سے پائی جائے گی۔ صلح
حدیبیہ کے وقت جو قریش عرب کی طرف
سے آیا اس نے بھی تسلیم کر لیا کہ یہ بات
صحابہ کرامؓ میں خصوصیت سے پائی جاتی
ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ باوجود مختلف
الخیال و مختلف الملک و مختلف المذاق
لوگ بھائی بھائی بنے بیٹھے ہیں۔ نبی کریم
کا تھوک تک نیچے نہیں گرنے دیتے۔ اور
بیٹھتے یوں ہیں۔ کہ گویا ان کے سروں پر
پرندے ہیں۔

فی امّ الکتٰب۔ جس طرح حکام کے
دفتر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
کے علم کو دو دفتروں سے تعبیر کیا گیا ہے
(کما یلیق بشانہ) ایک ام الکتاب وامام
دوم۔ کتاب المحو والاثبات۔ پہلی میں تقادیر
مبرمہ دوسری میں تقادیر معلقہ کا اندراج ہے

لعلیٌ حکیم۔ ل۔ قسم پر دلالت

کرتا ہے۔ واللہ کہ بلند اور باحکمت و
مضبوط ہے۔ پس لوگ اس کو نہ ذلیل کر
سکتے ہیں نہ مٹا سکتے ہیں نہ بدلا سکتے ہیں۔
پس اس کے متبعین تو بلند مرتبہ و حکیم ہونگے
اور مخالف اس کے خلاف۔

افنضرب۔ اَوَ یا اَفَ کے درمیان
ایک جملہ محذوف ہوتا ہے۔ کیونکہ آ برائے
استفہام۔ اور وَ یا فَ برائے عطف۔
اس کے معنے ہیں کیا تم کو چھوڑ دیں۔ پھر
پھیر دیں۔ تم سے ہم ذکر کو۔ یعنی تمہارا ذکر
ہم بالکل چھوڑ دیں۔ کیا ہم تمہیں مُہلت
دیدیں۔ اور درگزر کی وجہ سے تمہارا ذکر
تک بھی نہ کریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہو کہ
تم مسرف ہو (حالانکہ اسراف بموجب
عذاب ہے) (ایسا نہیں ہو سکتا) اسراف
حد سے تجاوز کرنا۔ اب اس عذاب کی
مثال دیتا ہے۔

اشد منہم۔ یہ اس اعتراض کا
جواب ہے کہ ہم بڑے جتھے والے اور
طاقتور ہیں۔ وہ تو کمزور تھے۔ اس لئے
ہلاک ہوئے۔ فرمایا وہ تم سے بھی بڑھ کر تھے

بطشًا۔ پکڑ۔ قوت۔

مثل الاولین۔ بتایا کہ ان کے
حالات گمنامی میں نہیں بلکہ ان کے قصے
ضرب المثل ہیں۔ "ملک میں جاری ساری
ہیں ان کی مثالیں اور حالات" اور اہل
عرب ان کے حالات خوب جانتے تھے اور
ہلاک شدہ قومیں ان کے رستے میں پڑتی
تھیں۔ مگر یہ لوگ نبوت کی باتوں سے ناواقف
ہو چلے تھے۔ بلکہ منکر بن گئے تھے۔ (اس
وقت کے مسلمان بھی منہاج نبوت سے
بالکل کورے ہیں۔ جبھی تو مسیح موعودؑ
کا انکار کیا) خداوند کریم ان کو آسان
طریقے سے مسئلہ نبوت سمجھاتا ہے۔

جعل لکم الارض۔ جس نے جسمانی
زندگی کے لئے تمام سامان مہیا کئے کیا
وہ روحانی زندگی کیواسطے کوئی رہبر نہ دیتا۔

مھدًا۔ چھوٹے بچے کے لئے
جو بستر ہو اُسے مہد کہتے ہیں۔ بتایا۔ کہ
جب بچے کے لئے مہد کی ضرورت ہے۔
تو کیا انسان میں جو روحانیت ہے اس
کی پرورش کے لئے کوئی انتظام نہ کیا جاوے۔

سبلًا۔ جب زمین میں باوجود آنکھوں
کی موجودگی کے رستوں کی اور پھر رستہ
بتانے والے کی ضرورت ہے تو اس دنیا
کے لئے جو وراء الوراء ہے کوئی رستہ
کوئی رہبر نہ ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

لعلکم تھتدون۔ جبھی تو عارفین
کی زبان سے کہلوایا۔ کہ ربنا ما خلقت
ھذا باطلًا۔ خدا نے اتنا بڑا کارخانہ صرف

جسمانی فوائد کے لئے نہیں بنایا۔ جو ہیں فنا ہو جاویگا۔ پس یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اس فعلی کتاب کو پڑھ کر تم اللہ کی ذات و صفات کا علم حاصل کرو۔

بقدر۔ ایک انداز کے ساتھ بہ ضرورت۔

فانشرنا بہ۔ کھیتی کا پانی سے اُگنا قیامت کے قیام کی امکانی دلیل ہے۔ اور فعلی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ نباتات کے لئے بھی ترقی کی راہ کھلی ہے۔ دانہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فنا ہو گیا۔ مگر وہ اپنے نوع کے رنگ میں پھر نظروں کے سامنے آتا ہے۔ بلکہ اس سے اعلیٰ رنگ میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یعنے انسان کی غذا بن کر اس کے وجود کا حصہ ہو جاتا ہے۔ اس سے تناسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گیہوں کے دانے میں انسان کی روح نہیں آتی بلکہ رفتہ رفتہ ترقی کی ہی۔ ڈارون کی تھیوری بھی ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ دانہ پہلے بندر نہیں بنا۔ بلکہ وہ تو انسانی صورت میں آیا۔

کذالک تخرجون۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اسی طور پر یہاں یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ جیسے دانہ آخر انسان بنتا ہے۔

اسی طرح تم میں بھی آہستہ آہستہ روحانی زندگی آئے گی اور تم ایک زندہ قوم بن جاؤ گے۔

ما ترکبون۔ انسان کے لئے ایک روحانی منزل بھی ہے۔ پس جیسے دنیا میں برّی و بحری سواریاں ہیں ویسے ہی روحانی منزل تک پہنچانے کے لئے بھی ایسا سامان ہونا ضروری ہے۔

سبحان الذی۔ سمجھاتا ہے کہ روحانی رستہ اور سامان وصول پا کر تمہیں خدا کی تسبیح و تقدیس بھی کرنی چاہیئے۔

من عبادہ جزءا۔ جہان میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو خود باقی رہتی ہے۔ مثلاً ستارے۔ سورج زمین۔ دوم۔ جو پہلے فنا ہو جاتی ہیں۔ جیسے جانور۔ پودے۔ خود باقی رہنے والیوں کے لئے کوئی تخم یا بچہ نہیں ہوتا اور فناء ہو جانے والیوں کے لئے تخم یا انڈے۔ اس حکمت پر نظر کرنے سے معلوم ہو گیا۔ کہ اولاد پہلی شے کے جانشین کا نام ہے تاکہ وہی یا ویسا کام دے۔ جو وہ پہلی شے دیتی رہی

اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ خدا کے لئے بیٹا ہے یا نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیٹا ہے وہ گویا خدا کو بقائے عالم سے پہلی مرنے والا مانتے ہیں۔

(رکوع ۸)

پہلے تو بتایا کہ خدا کے لئے اولاد قرار دینا بہت بری بات ہے۔ اب سمجھایا کہ پھر اولاد میں سے بیٹیاں۔ گویا اپنی ذات سے بھی خدا کی شان کو گرانا ہے۔

وھو کظیم۔ دوسری جگہ پر فرمایا یمسکہ علیٰ ھون او یدسہ فی التراب ینشئوا۔ نشو و نما دی جاتی ہے۔

فی الخصام غیر مبین۔ اس میں سمجھایا۔ کہ خدا کے کمالات ذاتی ہیں۔ اور مخلوق دوسرے سے حاصل کرتی ہے۔ عورتوں کا کھل کر بول نہ سکنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے کمالات کے حصول میں غیر کی محتاج ہیں۔

اشھدوا خلقھم۔ اس میں یہ مسئلہ بتایا کہ عقائد کی بنا کس چیز پر ہوتی ہے۔

لو شاء الرحمٰن ما عبدنٰھم۔ گندے لوگ اپنے گندوں کے جواز کے واسطے کچھ نہ کچھ ڈھکوسلے بنا لیتے ہیں۔ اس کا جواب دیا۔

ما لھم بذٰلک من علم۔ عقائد کی بنا الٰہی حکم پر ہے۔ اور وہ عملی زندگی کے لئے بطور روح کے ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تکیں چلا رہے ہیں۔ کیا کسی کتاب میں ہم نے شرک کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ اصل صحیح ہے۔ کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ خدا کی مرضی سے ہے اور جائز ہے۔ تو پھر خود شرک کو اس دلیل سے جائز قرار دینے والے بعض باتوں میں چیخ اٹھیں گے۔ جب ان کو کوئی مالی یا عرضی یا جانی نقصان پہنچے۔

بَلْ۔ فرماتا ہے کہ شرک کرنیکی وجہ لو شاء الرحمٰن نہیں بلکہ انا وجدنا ہے

اُمّۃٍ۔ دین۔ قرآن کریم میں آتا ہے ان ابراھیم کان امۃ۔

اب جن مفسرین نے یہی سمجھ رکھا تھا۔ کہ امت کے معنے صرف گروہ کے ہیں۔ ان کو بہت دقت پیش آئی ہے۔ لیکن امت نیکی سکھانے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور یہاں یہی معنے ہیں جیسے کنتم خیر امۃٍ میں بھی یہی معنے پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں۔

انا وجدنا اٰباءنا۔ تقلید جامدسے خدا کی پناہ ایسے مقلدین کو بہت کم ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

بما ارسلتم بہ۔ مامور من اللہ کے انکار کی یہ سزا ہے کہ انسان تمام حق باتوں کا منکر ہو جاتا ہے۔

کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ سمجھایا کہ مکّہ والو تم سے بھی یہی ہو گا۔

(رکوع ۹)

پروردگار مشرکین عرب کو حضرت ابراہیم ان کے جدّ امجد کے حالات سے نادم کرتا ہے۔ پھر حق ماننے سے قوم مانع ہوتی ہے۔ فرمایا دیکھو وہ کس طرح الگ ہو گئے۔ حتّٰی کہ اپنے باپ دادا کے مذہب کو بھی چھوڑ دیا۔

اِذْ۔ اِذ کے ساتھ اُذکر مقدر ہے لابیہ۔ قال کے بعد جو لؔ آیا کرتا ہے وہ خطاب کیواسطے ہوتا ہے۔

متّعت۔ یہ انکار حق کی وجہ بتلائی کہ ان کو دنیاوی آسائش حاصل تھی اکثر اسیوجہ سے انسان حق سے اعراض کرتا ہے۔ اور اپنے ناصح مشفق کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے پھر اسی آسائش سے وہ اس دھوکہ میں آتا ہے۔ کہ کامیابی کی یہی ایک راہ ہے۔ چنانچہ پیچھے ان کا قول نقل ہو چکا ہے۔ وانا علیٰ اٰثارھم مھتدون۔

سحرٌ۔ بعض اوقات کوئی بات بہت صاف ہوتی ہے۔ مگر تعیین میں بہت سے جھگڑے پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً جنّ کا لفظ ہے۔ اب اگر اس سے پوشیدہ مخلوق مراد لیں۔ تو کوئی بحث نہیں۔ لیکن اسی میں سے ایک فرد کی تعیین کر دیں تو پھر بہت جھگڑا اُٹھے گا۔ اسیطرح سحر کا لفظ ہے۔ اس کے صحیح معنے ہیں مادق و لطف ماخذہ۔ کام کے نفس وقوع میں تو کوئی شک نہیں۔ مگر اس کا سبب ہم سے مخفی ہو۔ جب اس کی تعیین منتر جنتر وغیرہ سے کی گئی۔ تو پھر فساد پڑ گیا اور قرآن مجید پر بھی اعتراض ہونے لگے

کفار جب دیکھتے ہیں کہ انبیاء باوجود غربت و جتھا کی کمزوری اور مخالفت شدیدہ کے مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ تو وہ اس کا سبب نہ جاننے کی وجہ سے اس کا نام "سحر" رکھتے ہیں۔

علیٰ رجل من القریتین عظیم۔ یہ اسی متعت ھٰؤلآء کی تفصیل ہے۔ کہ آسائش سے کس قدر خیال بگڑتے ہیں کہ اب نبوت بھی ایسے ہی لوگوں کا حق سمجھتے ہیں؛

عظیم۔ رجل کی صفت ہے۔ یہ خیال ان کا اس وجہ سے ہے۔ کہ اگر کسی عظیم الشان انسان پر نزول وحی ہوتا تو اس کی

وجاہت کی وجہ سے بہت سے لوگ مان لیتے۔ دوم۔ ضروریات سلسلہ کا خود ہی مکفل ہوتا۔ اس کا جواب سناتا ہے۔

سخریا۔ یکبیرا محکوم۔ تمسخر کے معنی نہیں۔ سمجھایا۔ کہ پہلا سوال تو یہ ہے کہ جن کو وجاہت و دولت دی گئی۔ ان میں کیا خصوصیت تھی۔ جب یہ محض فضل خدا ہے تو نبوت بھی فضل ہی سمجھو جیسا کہ دولت کا دینا تمہارے کسی اصول کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔

یہ رفع درجات دنیا کے تمدن کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی حاکم ہو کوئی محکوم اور ایک دوسرے کے کام آسکے۔ پھر ہر ایک کی ضرورت اشد ہے۔ ایک بھنگی بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے سوسائیٹی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک دولتمند امیر۔ یہ معنے نہیں کہ بڑے چھوٹوں سے کام لیں۔ بلکہ یہ بھی کہ چھوٹے بڑوں سے کام نکالیں۔ مخدوم بھی ایک حیثیت سے خادم ہے اور خادم مخدوم۔

ولولا ان یکون۔ اس بات کا بیان فرماتا ہے۔ کہ نبوت و وحی کے مقابلہ میں اس دنیا کی دولت وساز وسامان کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک مچھر کے برابر قدر ہوتی۔ تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ وہ دنیا مراد ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہے۔ اگر دنیا کو انسان وصول الی اللہ کی سواری بنالے تو پھر انعام الٰہی ہے۔

ومعارج۔ چونکہ عطف ہے اس لئے من فضۃٍ کی قید۔ معارج۔ ابواب سرر کے ساتھ بھی ہے۔

زخرفاً۔ زخرف کے معنے سونے کے بھی ہیں اور زینت کے اسباب کے بھی ہیں۔ یہاں دوسرے معنے صحیح ہیں۔

(رکوع ۱۰)

ذکر الرحمان۔ ذکر دو قسم کا ہے اور قرآن مجید میں دونوں معنے مراد لئے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ تسبیح ذکر اللہ ہی ہے۔ پھر وہ دُعائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُٹھنے بیٹھنے جاگنے کھانا کھانے پاخانے جانے کے لئے مروی ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اپنی ہر حرکت ہر سکون ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت رکھنا اور تمام مناسب اوقات میں اللہ کو یاد رکھنا۔

شیطاناً۔ جو لوگ فرشتوں کے

قائل ہیں۔ وہ شیطانوں کو بھی مانتے ہیں
جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی حقیقت
قریب قریب ہے۔

ہر ایک چیز از قسم جمادات ہو یا
نباتات یا حیوانات باعتبار اپنی حقیقت
و ماہیت کے خدا سے ایک تعلق رکھتی ہے
اور اس کے حکم کے ماتحت کام کرتی ہے۔
جس طرح فرشتوں کا نیک اجسام سے
تعلق ہے۔ اسی طرح جنوں کا تعلق بعض
اجسام سے ہے اور یہ بمنزلہ ان کی روح
کے ہیں۔ چنانچہ حکم ہے۔ کہ ہڈی سے
استنجا نہ کرو۔ کیونکہ یہ جنوں کی غذا
ہے۔ اب بظاہر تو ہڈی کو کتے وغیرہ
ہی کھاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ
ان بُرے جانوروں اور کیڑوں سے
ان جنوں کو ایک تعلق ہے۔ اسی واسطے
دعا سکھائی۔ اللّٰھم انی اعوذ بک
من الخبث والخبائث۔

فلما جن علیہ الیل۔ سے
جنّ کے لفظ کے معنے کھلے ہیں۔ پوشیدہ
اجرام کا نام ہے۔ اور طاعون کے بیضے
کے کیڑے بھی گندگی ہی میں پیدا ہوتے
ہیں۔ فرشتوں میں نورانیت و اطاعت
ہے۔ اور جنوں و شیطانوں میں ظلمانیت
اور تمرد ہے۔

جنّ۔ شیطان واقع میں ہیں۔ اور
پھر ان کے مظاہر بھی ضرور ہیں۔ جن کے
ذریعہ ان کی کارروائیوں کا ظہور ہوتا
ہے۔ جب انسان ذکر الرحمٰن سے جی چراتا
ہے۔ تو پھر بُروں سے اس کا تعلق بڑھتا
ہے۔ کیونکہ بدی کو خود ہی اس نے پسند کیا

ولن ینفعکم۔ مفسرین نے
اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ نفع نہ دیگا
تمہیں یہ جان لینا اس وقت کہ یہ بئس
القرین ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ
نفع نہ دیگا تمہیں۔ دونوں کا عذاب
میں شریک ہونا۔ نفع تو یہ ہے۔ کہ تم
بچ جاتے اور وہ متبوع شیاطین عذاب
میں گرفتار ہوتے۔ مگر یہاں تو لکل ضعف
کا فتوےٰ ہے۔

فاما نذھبن بک۔ مفسرین
نے یہ معنے کئے ہیں۔ یا ہم تم کو وفات
دیدینگے۔ مگر میرے نزدیک یہ معنے پسند
ہیں۔ کہ ہم تجھے لے جائیں گے مکّہ سے۔
چنانچہ پہلے یہ فرما چکا ہے کہ ان مشرکین
عرب پر عذاب اس وقت آئیگا کہ آپ
(اے نبیؐ) ان میں نہ ہوں گے۔ اور
اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے
کہ سورۃ مکّی ہے۔

لذکر لک۔ یہ ذکر ہے تیرے لئے۔

یعنی جس طرح کتاب الٰہی کی وجہ سے حضرت موسٰے اور ان کی قوم معزز و مکرم ہوئے۔ اسی طرح آپ اور آپ کی قوم اگرچہ اس وقت معمولی ہیں۔ مگر ایک وقت آتا ہے کہ یہ قوم تاریخی قوم بن جاویگی۔ اور تمہارا نام چار سُوئے عالم میں پھیل جائیگا۔

وسوف تسئلون۔ آئندہ ایک زمانہ آتا ہے کہ لوگ تمہارے حالات پوچھیں گے اور بڑے بڑے مسائل تمہارے چال چلن۔ طرز عمل۔ اقوال۔ افعال سے حل کئے جاویں گے۔

وسئل من ارسلنا۔ یعنے جس طرح اگلے رسولوں کے حالات سے اہم مسائل حل ہوئے۔ ایسے ہی تمہارے حالات سے ہوں گے۔

(رکوع ۱۱)

پیچھے شرک کا ذکر تھا۔ اب ایک بیان سناتا ہوں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ پر نہ چلنے والے ہمیشہ تباہ ہی ہوتے ہیں۔

ھی اکبر من اختہا۔ بڑھ چڑھ کر نشانات دکھائے۔ دوسرے مقام پر نو نشانوں کا ذکر ہے۔

ینکثون۔ وعدہ انا لمھتدون کا توڑتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسٰے علیہ السلام کے ساتھ بھیجدینے کا۔

ایہ الساحر۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ اس وقت دعا کی درخواست کرتے ہیں ایسے شریر تھے۔ کہ ساحر کہنے سے باز نہ آتے تھے۔ حضرت موسٰے اپنے شریفانہ برتاؤ سے پھر بھی درگذر فرماتے اور دُعا کر دیتے۔

الیس لی ملک مصر۔ مفسرین یہاں بہت گھبرائے ہیں۔ کہ دعوےٰ تو خدائی کا اور دلیل یہ دی۔ کہ الیس لی ملک مصر۔ یہ کیا بات ہے۔ پھر اس کی توجیہہ کی ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کا خدا سمجھنا ایک مستبعد سی بات ہے۔ مگر بعض اصول ایسے کمزور اور گندے ہیں۔ کہ انکی بناء پر ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً اوتار کے متعلق یہ سمجھنا کہ خدا کسی انسان کے اندر حلول کر جاتا ہے اور اسے سلطنت بھی دیجاتی ہے۔ چونکہ مصر والے بھی اسی قسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ سلطنت بمنزلہ دلیل الوہیت ہے۔ میرے نزدیک فرعون کو اپنی الوہیت کا دعوےٰ ثابت کرنا مقصود نہیں کیونکہ الم نربک فینا ولیداً سے ظاہر ہے کہ رب کا لفظ وہ پرورش کرنے والے پر بولتے تھے۔ اور اسی بناء پر وہ انا ربکم

یہاں جو الیس لی ملک مصرؔ کہا تو اس لئے کہ موسےٰ سے اپنے تئیں بڑا آدمی ثابت کرے چنانچہ آگے کہتا ہے ام انا خیر۔

اسورۃ من ذھب۔ سونے کے کڑے امارت وریاست کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اب بھی بعض ریاستوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے۔

وجاء معہ الملٰئکۃ۔ بعض بحثیں لفظی ہوتی ہیں یا تعیین حقیقت میں فرق ہوتا ہے۔ نفس ملائکہ سے کوئی منکر نہیں۔ دیکھو مسلمان اگر ملائکہ مانتے ہیں۔ تو ہندو دیوتے دیویاں۔

فاستخف بے وقوفی کی طرف لے جانا چاہا۔ ذلیل کیا۔

فاسقین۔ خدا کے حکم سے نکلنے والے۔ حکم عدولی سے نیکی کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

فلمّا اسفونا انتقمنا منھم۔ لعنت والے چونکہ انسانی حالات کے اعتبار سے معنے کرتے ہیں۔ اس لئے جب خدا کے لئے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ تو دھوکہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ایسی حالت بنائی جو موجب اسف ہو۔ تو جو نتیجہ غضب تھا وہ ان پر وارد ہو گیا

مثلاً۔ مثل (۱) حالت (۲) ایسی حالت جو دوسرے امر کو واضح کر دے یعنے ایسا بنا دیا کہ ان کے حالات سے یہ بات کھل سکے۔ کہ خدا کا مقابلہ کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

(رکوع ۱۲)

ضرب ابن مریم مثلاً جب بیان کی گئی۔ ابن مریم کی تمثیل۔

ما ضربوہ۔ نہیں بیان کیا اس مثال کو مفسرین تو اس کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں ذکر آیا۔ انکم وما تعبدون حصب جھنّم۔ تو اس کے مشرکین نے یہ معنے کئے کہ جس قدر معبود غیر اللہ ہیں۔ وہ جہنم میں ڈالے جاویں گے۔ اس طرح پر وہ گویا مسیح کو بھی ساتھ ملاتے تھے۔ جو عیسائیوں کا معبود ہے۔ اس بناء پر یہ جواب دیا گیا۔ کہ ان ھو الّا عبد انعمنا علیہ۔

حالانکہ اس طرح پر ان کا سوال حل نہیں ہوتا۔ اوّل تو ما تعبدون کا ذکر بھی اس سورۃ میں نہیں۔ ماقبل ومابعد کی مناسبت سے میرے نزدیک یہ بات ہے۔ کہ یہاں مسیح کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ اور دوبارہ آنے سے یہ مراد ہے کہ

مثیل مسیح آوے۔ یعنی اس کی خوبو پر۔ پہلے خدا کے حلول کا ذکر تھا۔ اسس پر مشرکین نے کہا۔ کہ تم خود حلول کے قائل ہو۔ جیسا کہ کہتے ہو۔ کہ مسیح پھر کسی میں حلول کر کے آئیگا۔ پس ہمارے معبود اچھے ہوئے۔ کہ ان میں خدا کا حلول ہے اور تمہارے مانے ہوئے میں ایک انسان کا۔ پروردگار ان کی غلطی جتاتا ہے۔ کہ بروز کے یہ معنے نہیں کہ پہلے کی روح دوسرے میں حلول کرے بلکہ ان ھو عبدٌ۔ وہ ایک بندہ ہوگا۔ جس پر ویسے ہی انعام ہونگے۔ جیسے پہلے ایک پر ہو چکے ؛

انسان کے مثیل کیا۔ فرشتوں کے مثیل بھی بنانے پر قادر ہیں۔ یعنے ہم میں ایسے لوگ پیدا ہوں۔ جو فرشتوں کے صفات پر متصف ہو۔ صحیح معنے جب بیان کیا گیا ابن مریم تمثیل کے طور پر۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم۔ اس پر تیری قوم تالیاں بجاتی ہے کہ حلول کا مسئلہ جس پر مسلمان ہنستے تھے اس کے قائل ہو گئے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود اچھے ہوئے۔ کیونکہ وہ خدا کے اوتار ہیں اور تمہارے نبی کسی انسان کے ؛

فرمایا۔ نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا اس پر۔ اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا۔ مثیل مسیح کے وجود سے یہ امر واضح ہوگا۔ کہ نہ تو مسیح ناصری ملعون ہوا۔ اور نہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ بلکہ ایسا ہی تھا جیسا یہ

انہ لعلم للساعۃ۔ اس کے یہ معنے بھی اگر کئے جاویں۔ کہ وہ مسیح علامت ہے قیامت کے لئے تو بھی نزول کہاں سے ثابت ہوگا۔ اور پھر بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسیح کی بے باپ ولادت دلیل قیامت ہے۔ ہزارہا سال بعد ہونے والی بات دلیل کس طرح بن سکتی ہے اور ہمارے نزدیک تو اس کے معنے آسان ہیں۔ کہ وہ مثیل مسیح ساعت کا علم ہے۔

ولما جاء عیسٰے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نبی کے بھیجنے میں دو غرضیں ضرور ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو نئی باتیں دین میں پیدا ہو گئی ہوں۔ ان کو مٹا دے اور انکی بجائے محکم باتیں (حکمت) قائم کرے۔

دوم۔ جو اختلاف پڑا ہوا ہو۔ اس میں فیصلہ کر کے حق بتا دے۔ چنانچہ یہی دو غرضیں حضرت عیسٰے علیہ السلام لائے۔

واطیعون۔ دوسرے مقام پر الا لیطاع باذن اللہ فرمایا۔ یہ رسولوں کے بھیجنے کا فلسفہ ہے۔ یعنی رسول یہ سمجھانے کے لئے آتے ہیں کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جاوے اور جس کی اطاعت ہو صرف اسی لئے ہو کہ خدا کا حکم ہے۔

فاعبدوہ۔ عبادت کا جہاں حکم ہے وہاں خدا تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت کا ذکر کرتا ہے کیونکہ یہی موجب فرضیت عبادت ہے۔ دیکھو جس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں کچھ نہ کچھ شان ربوبیت کا جلوہ ہوتا ہے۔ مثلاً والد۔ استاد۔ بادشاہ

صراط مستقیم۔ بتادیا۔ کہ صراط مستقیم یہی ہے۔ اللہ کا تقوے اور عبادت اور رسول کی اطاعت۔

فاختلف الاحزاب۔ اختلاف کبھی وعظوں سے یا انجمنوں کے قائم کرنے سے نہیں مٹتا۔ بلکہ اس کا ایک ہی طریق ہے کہ ایک امام کے جھنڈے تلے ہوں۔ اور اس مامور من اللہ کی اطاعت کریں جو خدا کی طرف سے آیا۔

لوگ ہمیں کہتے ہیں احمدیوں نے تفرقہ ڈالا۔ حالانکہ انہوں نے وحدت قائم کی۔ کیونکہ ان کی جماعت میں مقلد۔ غیر مقلد۔ نیچری سب جمع ہیں۔ مگر یہ لوگ کوئی اتحاد نہیں رکھتے۔ کیونکہ ایک ایک مسجد کے مُلّاں کا الگ الگ مذہب ہے تحسبہم جمیعًا وقلوبہم شتّٰی۔

الاخلاء۔ خلیل کی جمع ہے۔

(رکوع ۱۳)

یٰعباد۔ یا عبادی۔

لاخوف علیکم۔ دنیا میں بھی اولیاء اللہ۔ حزب اللہ۔ مفلحون کا یہی نشان فرمایا۔ کہ وہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون ہوتے ہیں۔ آخرت کے لئے بھی یہی فرمایا۔

الذین اٰمنوا۔ اس قیامت کی گھڑی میں جن کو خدا یٰعباد کے معزز خطاب سے مخاطب فرمائیگا۔ انکے اوصاف یہ ہیں۔

بآیٰتنا۔ وہ نشان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کلام اللہ کی صداقت کے واسطے ظاہر ہوں۔ دوم کلام الٰہی کے ٹکڑوں کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں دونوں معنے ہیں۔

وکانوا مسلمین۔ فرمانبردار۔ لفظ مومن و مسلم میں بہت بحث ہے۔ ایمان میں اعتقادی امور کا زیادہ تعلق ہے اور اسلام میں۔ ان معتقدات کے مطابق عملدرآمد۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں اس

کی تشریح ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ ایمان و اسلام ایک چیز نہیں۔

ازواجکم۔ تمہارے جوڑی خاص بی بی ہی مراد نہیں۔

اکواب۔ کوب کی جمع۔ گلاس (۲) اس لوٹے کو بھی کہتے ہیں۔ جس کا ہینڈل نہو

خلدون۔ خوشی کے مقام پر اس حالت سے نکلنے کا دغدغہ بھی روح فرسا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ وہاں یہ بات نہ ہوگی۔

اورثتموھا۔ ورثہ کا لفظ صرف ترکہ میت کو لینے پر نہیں بولا جاتا۔ بلکہ کوئی چیز جو کسی اور کے لئے ہو اس سے لیکر پہلے کو دینے کا نام بھی ہے۔ گویا جسے جنت ملیگا۔ اسے دکھایا جائیگا۔ اگر یہ اعمال نہ کرتے یفضل الٰہی نہ ہوتا۔ تو پھر اس کی بجائے اور جگہ تھی۔

بما کنتم تعملون۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اعمال کا نتیجہ لازمی جنت ہے۔ بلکہ وہ اعمال جاذب فضل الٰہی ہیں۔ اور نجات فضل سے ہے۔ چونکہ خدا کے حکم سے اپنی خواہشوں کو چھوڑا اور تکلیف اٹھائی۔ اس لئے اس پر خدا تعالیٰ راضی ہوا۔ اور انعام میں جنت ملا۔

فاکھۃ۔ مزہ بدلانے کے لئے مزیدار

یملک۔ عام طور پر مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ کہ مالک۔ افسر جہنم فرشتے کا نام ہے

مبرمون۔ ابرام کہتے ہیں رسہ بٹنے کو۔ یعنی پختہ فیصلہ کر لینے والے۔

ام منقطعہ ہے۔ بمعنے کیا بلکہ انہوں نے مقابلہ کی ٹھانی ہے۔ تو ہماری طرف سے بھی ان کی ہلاکت و تباہی آئی ہے۔

ام یحسبون انا لا نسمع۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ بات وہ کہتے بھی ہوں۔ بلکہ ان کی عملی حالت اس بات پر گواہ ہے۔

فانا اول العٰبدین۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ علیٰ سبیل الفرض ہے۔ یعنی اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں اس کی عبادت سب سے پہلے کرنے والا ہوتا۔ عیسائیوں کو سمجھایا اول نمبر کا عابد میں ہوں۔ پس اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں بھی اس کی عبادت کرتا۔

الٰہ۔ (۱) معبود (۲) متصرف۔ اس جگہ دوسرے معنے مراد ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا ہونے کی تردید فرمائی۔ کیونکہ بیٹے سے جو اغراض مطلوب ہیں۔ وہ تو خدا کو پہلے ہی سے حاصل ہیں۔

وعندہ علم الساعۃ۔ خود مسیح کا انجیل میں اقرار ہے کہ مجھے اس گھڑی کا علم نہیں بخشا گیا۔ گویا یہ بھی اس کی الوہیت کا

لطیفہ۔ مسیح کو علم الساعۃ فرمایا۔ یہاں
عندہ کہا جس سے ظاہر ہے کہ وہ مر چکا۔
شہداء خدا کے پاس ہیں۔

لطیفہ ثانی۔ الیہ ترجعون
یہ اُمید نہ لگاؤ کہ وہ (مسیح) تمہارے
پاس آ جائیگا۔ بلکہ تم بھی اسی کے حضور لوٹائے
جاؤ گے۔ جس کے پاس وہ ہے۔

الا من شہد بالحق۔ شفاعت کا
مالک وہ ہے جو حق کی شہادت دے رہا ہے

وھم یعلمون۔ یعنے یہ لوگ بھی
جانتے ہیں۔ کہ وہ جناب رسالت مآب
علیہ السلام ہیں۔

وقیلہ۔ مفسرین و قسم کی بناتے
ہیں۔ اور معنے یہ کرتے ہیں کہ قسم ہے
رسول کے اس قول کی کہ یا رب۔

لیکن میرے نزدیک یہ بات نہیں
کیونکہ حرف قسم کے بعد وہ جملہ نہیں جس
پر قسم کھائی جاوے۔

اس سورۃ میں ان لوگوں کے
ہلاکت کے اسباب بتائے ہیں۔ پس خدا
تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ جملہ محذوف ہے۔
وہ اسباب موجب ہلاکت بجائے خود ہیں۔
اور پھر یہ وجہ بھی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم دعا کرتے ہیں۔ اور تمہاری
شوخیوں اور گستاخیوں کی فریاد میرے حضور

سورۃ الدخان

(رکوع ۱۴)

حٰمٓ۔ اپنی کتاب کا حافظ۔ اپنے
رسول کا حافظ و حامی۔ منزل الکتاب۔

فی لیلۃ مبارکۃ۔ لیلۃ القدر جس کے
معنے حضرت اقدسؑ نے یہ کئے ہیں۔ کہ جو
زمانہ کسی مامور کے بھیجنے کے لئے مقرر ہوتا
ہے اور جس میں جہالت کی ظلمت اور کسی نور
کے پھیلانے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔
وہ لیلۃ القدر ہے اور یہ بطن قرآن ہے۔
مگر ساتھ ہی حضور علیہ السلام نے فرمادیا۔ کہ جو
علماء ایک خاص رات کا نام رکھتے ہیں حقیقی
معنے وہی ہیں۔

کہتے ہیں قرآن لوح محفوظ سے سارا دنیا
پر یکدم نازل ہوا۔ پھر وہاں سے جبرائیلؑ
تھوڑا تھوڑا لایا۔ بعض کا قول ہے کہ اجمالی
رنگ میں قلب نبوی پر اُترا۔ پھر وقتاً فوقتاً
تفصیلی طور پر نازل ہوتا رہا۔ تیسرا قول یہ ہے
(جو مجھے پسند ہے) سورتوں کو بھی کتاب
کہا گیا ہے۔ پس وحی جس رات میں شروع
ہوئی وہ لیلہ مبارکہ ہے۔ اور لیلۃ القدر
بعض محققین کے نزدیک رمضان سے
مختص نہیں بلکہ سال میں کوئی ایک رات ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس

رات ذکر کیا کہ میں نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔
وہ اس سال کی بات ہے۔ ہمیشہ کے لئے
مقرر نہیں۔ یہ مشکل بھی مفسرین کی تقلید
سے ہے ورنہ وہی رات مبارک ہے
جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔

فیہا یفرق۔ جیسی نیکیوں کی تحریک
فرشتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے ایسے
ہی خدا کے فیضان کی محرک ایک جماعت
ہے۔ اس کا نام ملاء اعلیٰ ہے۔ اور ان کا
جس رات میں مشورہ ہوا اور یہ فیصلہ قرار
پایا کہ خاتم الرسل کی بعثت اور خاتم الکتاب
کا نزول چاہیئے۔ وہ لیلۃ مبارکہ ہے۔

امراً من عندنا۔ اس میں سمجھا
دیا کہ ملاء اعلیٰ محرک ہیں۔ اصل حکم اللہ
تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

ھو السمیع العلیم۔ ان دعاؤں
کو سننے والا ہے جو حق پرستوں کے دل
سے بڑی تڑپ کے ساتھ زمانہ کی حالت
دیکھ کر نکلتی ہیں۔ اور پھر ان مفاسد و
فتن کا علم رکھنے والا ہے جو رسول کی
بعثت کے متقاضی ہیں۔

رب السمٰوٰت والارض۔ جب
جسمانی تربیت کا اس قدر اہتمام ہے۔
تو روحانی تربیت بھی ضروری ہے۔

یحیی ویمیت۔ زمین مردہ ہوتی ہے
بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ اور ایک ہی
بارش کافی نہیں۔ اسی طرح ہمیشہ مختلف
زمانوں میں وحی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

رب اٰبائکم۔ یعنی جس طرح اس
نے تمہارے باپ دادا کی جسمانی تربیت
کے ساتھ روحانی تربیت بھی کی۔ اور
ان میں رسول بھیجے اسی طرح اب بھی
شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ رسول
مبعوث کرے۔

بدخان مبین۔ اس دخان سے
بموجب قول محدثین وہ قحط شدید مراد
ہے۔ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے زمانہ میں پڑا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ قیامت
کے قریب ایک دھواں اٹھیگا۔

معلم مجنون۔ چونکہ نبی کو جس
امر کے لئے مبعوث ہو اس کی ایک دھت
لگی رہتی ہے۔ اس لئے یہ سطحی خیالات
کے لوگ اپنی فرسودہ عقلوں سے یہ سمجھتے
ہیں کہ وہ مجنون ہے۔ اور اسکی کوششوں
پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوگا۔

امین۔ یعنی بنی اسرائیل کو ساتھ لے
جاکر کوئی تمہیں دھوکہ دینا مقصود نہیں۔
اور نہ یہ پیغام اپنی طرف سے بنالیا۔

بسلطٰن مبین۔ کھلی کھلی حجت

فاترک البحر رھواً۔ بحر کے خشک

ہونے کی نسبت لوگوں کو بہت تعجب آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل حقیقت کے خلاف وہ ایک نقشہ ذہن میں جما لیتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانی کے کنارے پر پہنچے۔ تو حکم الٰہی سے آندھی شروع ہو گئی اور سمندر کا پانی ایک طرف چڑھ گیا اور اوپر کی طرف سے پانی گھٹ گیا۔ حضرت موسٰے گذر گئے۔ فرعون آیا تو آندھی بند تھی۔ پانی پھر پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس لئے وہ غرق ہو گئے۔

خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی قسم کی ہوا کے چلنے سے مظفر و منصور ہوئے۔ چونکہ آپ مثیل موسٰے تھے اس لئے آپ کا واقعہ حضرت موسٰے کے واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے۔

قوماً اخرین۔ اس سے مراد بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تو فرعون کی ہلاکت کے بعد پھر مصر میں نہیں آئے۔

فما بکت علیہم۔ آسمان و زمین نہیں روئے یعنی ان کی تباہی کے بعد پھر کبھی ایسے اسباب (جو زمین و آسمان سے ہی پیدا ہوتے ہیں) نہیں پیدا ہوئے کہ وہ قومیں پھر عروج حاصل کرتیں۔

(رکوع ۱۵)

من العذاب المہین۔ یہ عذاب جو فرعون یعنے بادشاہِ وقت کی طرف سے تھا۔ وہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی قوم کو کمزور بنانے کے لئے ان کے لڑکے مار دیئے گئے اور ان سے بیگار کے کام لیتے۔

من المسرفین۔ جو خدا نے حدود مقرر کئے ہیں۔ ان سے بڑھ جانے کا نام اسراف ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق کسی قیمتی حلال چیز کا استعمال کرنا اسراف نہیں ہے۔ ایک صحابی سے حضور علیہ السلام نے اس کا حال پوچھا جب اس نے مال و دولت کا حال بیان کیا۔ تو فرمایا۔ فلیرای علیک اثرہ۔ یعنے جب خدا نے آسائش دی ہے تو پھر اس کے مطابق خوراک و پوشاک ہونی چاہیئے۔

بلؤا۔ انعام۔ مصیبت۔ بلاء کے اصلی معنی جو لغت سے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں کسی کو ایسی چیز دینی یا ایسا حکم کرنا جس کے لینے یا کرنے کی وجہ سے اس شخص کی پوشیدہ حالت دنیا پر ظاہر ہو جاوے۔ سب سے بڑی نعمت تو نبوت ہے مسلمانوں میں جب نبی آیا۔ تو ان کے اولیاء و فضلاء کے علم و تقویٰ و طہارت کے حالات کھل گئے۔

ان ھی الا موتتنا الاولی۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے اکڑباز ہونے اور باوجود نشانوں کے دیکھنے کے انکار کرنے

کی وجہ بتاتا ہے۔ کہ یوم آخرت سے منکر ہیں۔

قوم تُبّع۔ یمن کے بادشاہوں کا خطاب۔ وہ تو دور کی بات ہے۔ قریب کا قصّہ بتا کر سمجھایا۔ کہ خدا کی باتوں کے مقابلہ کرنے والوں کو اسی جہان میں جب سزا ملتی ہے۔ تو یوم الجزاء کا انکار کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہاں کی سزا۔ یوم آخرت میں جزا و سزا کی دلیل ہے

لٰعبین۔ سمجھایا کہ اتنا بڑا انتظام اگر صرف جسمانی تربیت کے لئے ہے تو پھر یہ ایک کھیل ہی ہو۔ مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ روح کے لئے بھی انتظام ہے۔ اس واسطے اولی الالباب۔ کہتے ہیں۔ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً۔ زمین و آسمان انسان کی روحانی تربیت کے لئے ایک فعلی کتاب ہے۔ اور قرآن مجید قولی کتاب۔

ان آیات میں بھی قیامت کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ ہر چیز کی ایک خاصیت اور اثر کا ترتب ثابت کرتا ہے کہ سب کچھ بے نتیجہ نہیں۔

العزیز الرحیم۔ رحیم یعنے نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب کرنیوالا اور اگر کمی ہے تو وہ غالب ہے۔

(رکوع ۱۶)

شجرت الزقوم۔ سزا دیجاتی ہے۔ تاکہ وہ شخص خوف سے آئندہ رُکے یا دیکھنے والے آئندہ کے لئے عبرت سے محتاط رہیں۔ مگر دوزخ کی سزا تو ان مطالب کے لئے مفید نہیں پس دوزخ سزا خانہ نہیں بلکہ شفا خانہ ہے۔ اور یہ چیزیں بطور علاج ہیں۔

زقوم کے معنے تھوہر۔ بہرحال وہ ایسا شجر ہے جو گندوں کے نکالنے کے لئے ہے۔ وہاں کی چیزیں اعمال ہی کے اظلال و آثار ہیں۔ (ذق انک انت العزیز الکریم کا خلاصہ زقوم)

تمترون۔ تم بحثیں کرتے تھے جھگڑتے تھے۔

مقام امین۔ امن والی جگہ۔

سندس (۳)۔ باریک ریشم کا کپڑا۔

استبرق۔ موٹے ریشم کا کپڑا۔

کذالک (۱) اسی کی مانند اور اور نعمتیں ہونگی۔ (ب) یہ بات یونہی ہے۔ واقع میں ایسا ہی ہوگا۔

بحورٍ عینٍ۔ گوری۔ موٹی آنکھ والیاں جن کی سفیدی سیاہی خوب اپنے اپنے مقام پر ہو۔

الا الموتۃ الاولی۔ کفار نے بھی

کہا۔ ان ھی الا موتتنا الاولی۔ جب اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے تو پھر کفار کی چوٹ کس عقیدہ پر ہوئی۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک چیز پر بعض اوقات ایک لفظ بول دیتے ہیں۔ مگر جب اس کی تشریح کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے۔ اس کا اطلاق اس پر نہیں چاہیئے تھا۔ مثلاً کسی کو آگ میں ڈال کر مارنے کا مفہوم یہیں تک ہے کہ اسے آگ میں ڈالدیا جائے اور پھانسی سے مارنے کا یہ کہ پھانسی پر چڑھا دیا جاوے۔ کفار انبیاء کے متعلق ایسی کارروائیاں کرتے رہے گو ناکام رہے اسی لئے یقتلون النبیین بغیر حق فرمایا۔ گویا سب انبیاء کو قتل کرتے رہے۔ اسی طرح کفار کے متعلق مختلف عذابوں کا ذکر ہے۔ قبر میں دوزخ میں۔ جن کا نتیجہ بظاہر موت ہو سکتا ہے۔ اور وہ دنیاوی تجربہ کے رو سے یہی سمجھتے اس لئے وہ کفار تردیدی طور پر کہتے ان ھی الا موتتنا الاولی۔ خدا نے واقعہ کے لحاظ سے فرمایا بے شک موت ایک ہی ہے۔ مگر دوزخیوں کے لئے عذاب میں ایک موت نہیں کئی موتیں

یس لہ۔ شروع سورت میں کتاب کا ذکر ہے۔ اور انزال کی وجہ فرمائی مومنوں کے لئے مبارک ہے۔ اور کافروں کے واسطے انا کنا منذرین کی شان ظاہر کریگی۔ اس کے متعلق فرماتا ہے کہ بہت آسان ہے اور انذار کو یہ خوب سمجھتے ہیں۔ نہ مانیں تو عذاب کا انتظار کرو۔

سورۃ الجاثیۃ

(رکوع ۱۷)

فی السموات والارض۔ بعض مقامات پر فی خلق السموات والارض فرمایا۔ وہاں بناوٹ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ یہاں علاوہ اس کے مافیہا کی طرف آگے اس کی تشریح بھی فرمادی۔ اور یہ سب ثبوت ہے۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم کا جو مختصرہ ہے کہ جیسے جسمانی سلسلہ کے لئے یہہ انتظام ہے ایسے ہی روحانی سلسلہ کے لئے ضرور ہونا چاہیئے۔

نکتہ:۔ یہ قرآن مجید میں خاص طور سے بات ہے۔ کہ پارہ کے آخری ربع میں اسی بات کا ذکر آئیگا۔ جس سے آنے والا پارہ شروع ہونا ہوتا ہے۔

اسی طرح جس بات پر سورۃ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی کے بیان میں دوسری سورت شروع ہوتی ہے۔

(۱) زمین میں ایک مادہ انفعالی ہے وہ آسمان سے متاثر ہوتی ہے۔ پھر اس سے بہت کچھ نکلتا ہے۔ اسی طور پر انسان کے اندر قویٰ ہیں۔ مگر ان قویٰ کا ظہور آسمانی بارش یعنے وحی الٰہی پر موقوف ہے۔

(۲) جانوروں کا پھیلاؤ جوڑ سے ہی۔ اسی طرح جب تک نبوت کے ذریعے انسان اور خدا کے تعلقات باہم پیوستہ نہ ہوں گے۔ کام نہیں چلیگا۔

(۳) جیسے رات کے بعد دن ضروری ہے۔ اسی طرح جب طرح طرح کے فسق و فجور کفر کی ظلمت چھا جاتی ہے تو آفتاب نبوت کا طلوع ہونا ضروری ہے۔

دو وجہ سے مامور بھیجے جاتے ہیں۔ ایک تو شریعت کی تبدیلی کے لئے اور اس تبدیل کے وجوہات اگلی شریعت کا مختص الوقت و مختص القوم ہونا یا لوگوں کا اُسے محرف مبدل کر دینا ہماری شریعت ان دونوں سے مستغنی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام جہان کے لوگوں کے لئے ہے اور بالکل اسی طرح محفوظ۔ دوم۔ انسان اس تعلیم الٰہی پر چلنے کے لئے ایک نمونہ اور رمز کی وجود کا محتاج ہے۔ جو اپنی قوت قدسیہ سے عملی قوت پیدا کرے۔ اور اصل مقصد کی طرف توجہ دلاتا رہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوت قدسیہ بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کے تین زمانے رکھے مگر اس کے بعد ایک صدی جب تک اس مامور کو اپنی آنکھ سے دیکھنے والے بالعموم رہ سکتے ہیں۔

(۴) جس طرح مُردہ زمین بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ اسی طرح مردہ دِل وحی الٰہی سے۔

(۵) ہواؤں کا یہ کام ہوتا ہے کہ نروں کے ذرات لے جاکر مادوں کے ساتھ ملاتی ہیں۔ گندے مادوں سے زمین کو پاک کرتی ہیں۔ اسی طرح نبوت کی ہوا کے ذریعے عقائد فاسدہ و اعمال خبیثہ کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اور نیک لوگوں کے تعلقات ایک دوسرے سے بڑھ کر نیک ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

ویلٌ۔ منکرانِ نبوت کو فرماتا ہے۔ کہ ان کا انجام بد ہوگا۔ ویل بمعنے ہلاکت اور مفسرین نے لکھا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

فبشرہ۔ اس کے معنے خوشخبری کرکے

مفسرین مشکلات میں پڑے ہیں۔ اور عذاب کے لئے اس لفظ کے تطابق میں بہت کوشش کی ہے۔ دراصل بشرہ منہ کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ بشارت اس خبر کو کہتے ہیں۔ جس کے سننے سے منہ پر کچھ تغیر آ جاوے۔ خواہ وہ تغیر خوشی کا ہو یا رنج کا۔ پس ان معنوں سے بات صاف ہے۔

ھزوًا۔ وہ چیز جس کے ساتھ تمسخر کیا جاوے۔

من ورائہم۔ اس دنیوی عذاب کے بعد۔

لا یغنی۔ غنا کے معنے فائدہ دینے کے

(رکوع ۱۸)

سخر لکم۔ غور کرنا چاہیئے۔ کہ اتنا جو کچھ بنایا ہے۔ تو کیا اسی لئے کہ ہم پیٹ بھر لیں اور عیش اُڑا لیں بلکہ ہم بھی کسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اور جیسے راستوں کے طے کرنے کے لئے اور منزل مقصود تک پہنچنے کیواسطے یہ طریق خدا داد ہیں۔ تو پھر روحانی منزل تک پہنچنے کے لئے بھی ضرور کوئی طریق ہو گا۔ وہی دین ہے۔ اس میں یہ بھی سمجھایا کہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ سوچیں۔ جب یہ سب زمین و آسمان کی چیزیں انہی کی خادم ہیں تو انہیں معبود بنانا کیونکر سزاوار ہے جو چیزیں ان کے لئے مسخر ہیں۔ خود ان کا مسخر بننا ایسی عقل پر سو پھٹکار۔

سخر کے معنے کام میں لگائے صحیح ہیں۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لیتخذ بعضکم بعضًا سخریًا۔ یہ کہنا کہ تمہارے قابو میں ہیں غلط ہے۔

یغفروا۔ انسان اپنے عقائد کے خلاف کسی کو کچھ کرتا یا اپنے معتقدات کی تحقیر دیکھے۔ تو اسے فطرتًا غصہ آتا ہے۔ پھر صحابہ تو سب بڑھ کر غیرتمند تھے۔ اِس لئے ہدایت فرمائی کہ درگذر اپنا شیوہ بنائیں۔ اور نرمی سے سمجھاویں ایسا نہ ہو کہ جوش میں آ کر درد دل سے مجبور ہو کر بد دعا کی طرف توجہ کریں یا تلوار اٹھا لیں۔

لا یرجون ایام اللہ۔ جن دنوں میں کسی قوم کی تباہی ہوتی ہے۔ اور دوسری قوم کی ترقی۔ انکو ایام اللہ کہتے ہیں۔

علیہا۔ ل نفع کے لئے۔ علٰے ضرر کے لئے آتا ہے۔ سوائے چند ایک مقامات کے۔ جیسے اللّٰھم صلِّ علٰے محمدٍ۔

ولقد اٰتینا۔ مومنوں کو مخاطب کر کے سمجھاتا ہے کہ دیکھو ایک قوم پر

ہم ایسا ہی فضل کر چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے باوجود علم سرکشی کی اس لئے اس کی سزا پائی۔ تم عبرت پکڑو۔

والنبوۃ۔ امت محمدیہ پر تو یہاں تک فضل ہے۔ کہ اس کے علماء کو بمنزلہ انبیاء فرمایا۔ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

من الطیبٰت۔ ستھری اور دل پسند۔

فضلنٰہم علی العالمین۔ فضیلت دی ہم نے انکو اسی طرز اسی جنس اسی ملک کے لوگوں پر۔ اور وہ بھی قوم کو بہ ہیئت مجموعی۔ چنانچہ ایک ہی خاندان میں نبوت بھی ہو حکم بھی ہو۔ اور رزق طیّب۔ یہ انعام صرف بنی اسرائیل سے خاص ہے۔ جو اس زمانہ میں دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہوا۔

یقضی بینہم۔ دنیا میں فیصلہ ضرور ہوتا ہے۔ مگر قیامت کے روز ایسا بیّن فیصلہ ہوگا۔ کہ سوائے تسلیم چارہ نہیں۔

علیٰ شریعۃٍ من الامر۔ دین کے معاملہ میں ایک راستہ پر۔

ولا تتبع۔ خطاب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین کفار نے جب سمجھا کہ مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تو مداہنت کارنگ اختیار کیا۔ جس سے دوسرے کی طبیعت خواہ مخواہ نرم پڑ جاوے۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امام القوم تھے۔ صحابہ کی شان میں اشداء علی الکفار آیا ہے۔ وہ کبھی بھی ایسی چاپلوسیوں سے نرم پڑ جانے والے نہ تھے۔ کہ اظہار حق میں مداہنت کریں۔

اس وقت ہم احمدی بھی ان کے جانشین ہیں۔ ہمیں بھی یہی طریق اختیار رکھنا چاہیئے۔ عیسائیوں میں بعض حواری ان خیالات کے تھے۔ کہ دوسری قوموں میں مل جانا چاہیئے۔ جس کا بُرا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی خیالات کے زیر اثر آگئے۔ اور بجائے واحد خدا کے تین خدا ماننے لگے یاد رکھو کہ جیسے چھوٹا نالہ بڑے نالہ میں مل جائے تو اسی میں جذب ہو جاویگا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی قوم بڑی قوم میں ملے گی تو فنا ہو جاویگی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا امتیاز قائم رکھو۔

لن یغنوا عنک من اللہ شیئًا۔

اگر کوئی چھوٹا فرقہ بڑے فرقہ کی عظمت و جلال کے رُعب میں آکر اس سے ملیگا تو سُن رکھے کہ وہ اس کے کچھ کام بھی نہیں آئے گا۔

بصائر۔ بینائی پیدا کرنے کا ذریعہ۔
ساء ما یحکمون۔ جن لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے بہت بُرا ہے۔

(رکوع ۱۹)

ولتجزیٰ۔ وَ۔ عطف کے لئے ہے۔ جس پر یہ عطف ہے وہ بات پچھلی آیت سے ظاہر ہے یعنے آسمان و زمین کو پیدا کیا تاکہ علاوہ جسمانی فوائد کے معرفت الٰہی حاصل ہو۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کے ذریعے یا نیکی کریں گے یا بدی۔ پس ان کی جزا سزا ملے گی۔

افرءیت۔ ارئیت کے معنے اخبرنی (بتاؤ تو سہی) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو۔ پس بتاؤ تو سہی۔

من اتخذ الٰھہٗ ھوٰہُ۔ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس نے لیا اپنا معبود ہوا کو۔ تو پھر یوں چاہیئے تھا۔ من اتخذ ھواہ الٰھًا۔

اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ اللہ سے منکر نہیں۔ کیونکہ سب سے بدترین منکرین سوفسطائی بھی الخیال خلاق کہتے ہیں۔ صرف تعیین میں فرق ہے۔ پس یہ ترکیب و ترتیب بالکل صحیح ہے معنے یوں ہوئے جس نے الٰہ کی تعیین کی اور مصداق بیان کیا۔ تو کس سے اپنی ہوا سے۔

یوں تو کوئی فرقہ ایسا نہیں جو ہوا کو معبود کہتا ہو مگر ان کے معاملات سے ایسا ثابت ہوتا ہے۔

اضلہ اللّٰہ۔ گمراہ قرار دے دیا اللہ نے اس کو۔

خدا جب کسی پر گمراہی کا فتوٰے لگاتا ہے تو اس شخص کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ پھر وہ توبہ بھی نہیں کرتا۔

الا الدّھر۔ دہریہ سے اللہ مصداق قرار دینے میں جھگڑا ہے۔ پھر اس کے صفات کے بارے میں بحث ہے ورنہ زندہ کرنے اور مارنے والی طاقت سے ان کو انکار نہیں۔

یظنّون۔ ظنیات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔ در اصل دلیل کوئی نہیں رکھتے

قالوا ائتوا بابائنا۔ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر دکھاؤ تب قیامت مانیں گے۔

ان بے خبروں کو معلوم نہیں کہ وہ زندگی اور قسم کی ہے۔ اور اس کے ظہور کے لئے اور مقام موزون ہے۔

ثم یجمعکم۔ یہاں جمع کا لفظ لا کر سمجھایا کہ زندہ تو تم کو کر چکے ہے پھر موت ہے۔ اس کے بعد اور مراحل ہیں۔

قبر۔ حشر۔ نشر اس کے بعد خدا کے دربار
میں پیش ہو گئے۔ گویا مر کر فنا نہیں ہوتے
بلکہ جیسے دنیا میں ایک رفتار ہے ایسا
ہی اس کے بعد ایک رفتار ہے یہاں
تک کہ اس خاص حالت تک انسان
پہنچ جائے گا۔

(رکوع ۲۰)

جاثیۃ۔ جثو سے مراد ہے جس
کے معنے ہیں گھٹنوں کے بل بیٹھنا مقصود
اظہار مصیبت کبریٰ۔

کتبہا۔ اپنے اعمالنامے۔

وعملوا الصّلحٰت۔ ایمان
کامل کا نتیجہ اعمال صالحہ ہیں۔

ہو الفوز المبین ہو ضمیر
فصل کا ہے۔ حصر ہے کہ پاس ہونا
اگر ہے تو یہی کہ آخرت کے روز انسان
سرخرو ہو۔

الذین کفروا۔ الذین کفروا
جہاں کہیں بھی قرآن شریف میں آئے
اس سے وہ کفار مراد ہیں۔ جو حق جان
کر پھر حق کے معاند بن کر انکار کرتے
ہیں۔ پس اس کے معنے صحیح ہوئے
جو لوگ کافر بنے ہیں۔

افلم تکن۔ ا۔ ف کے درمیان
جملہ مقدر ہے۔ جو یہ کہ کیا تم عذاب میں
پڑے ہوئے

فاستکبرتم۔ استکبار کے یہ معنے ہیں
کہ واقع میں بڑا نہ ہو۔ مگر بڑا بننا چاہتا ہے

ننسٰکم۔ ہم چھوڑتے ہیں۔ نسیان شان
خداوندی سے بعید ہے۔ چونکہ نتیجہ نسیان
ترک ہے اس لئے یہی اس کے معنے ہوئے۔

ولا ہم یستعتبون۔ نہ وہ شکایت
رفع کئے جاویں گے۔ (۲) چوکھٹ تک
بھی نہ پہنچنے دیئے جائیں گے۔

فللّٰہ الحمد۔ اس خاص گھڑی
میں ہر ایک سمجھ جاویگا۔ کہ وہی ذات پاک
سزاوار حمد و ثنا ہے۔

چھبیسواں پارہ! (۲۶)

سورۃ الاحقاف

(رکوع اوّل)

واجل مسمّی۔ جو دنیا میں ایسے
منہمک ہو گئے۔ کہ الٰہی احکام کی بھی پرواہ
نہ کی انہیں سمجھایا کہ دنیا و مافیہا کی سب
چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

اثٰرۃ من علم۔ نقل علم وہی ہے
جو "یقینی" ہو۔ یہ خوب یاد رکھو کہ عقائد میں
بجز وحی الٰہی کے کوئی کلام بنیادی اصل
نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی واسطے ایتونی بکتاب

من قبل ھٰذا۔ کا مطالبہ ہے۔

عن دعائھم غٰفلون۔ خدا تعالےٰ بھی بعض اوقات دعائیں قبول نہیں کرتا مگر جو معبودان باطلہ کو یہ پکارتے ہیں وہ تو ان کی پکار سے بھی غافل ہوتے ہیں۔ پھر علاوہ ازیں خیر خواہ نہیں دشمن ہو جاویں گے۔ وحی کے بعد ذریعہ یقین دُعا ہے۔ جس سے خدائے تعالیٰ کی ہستی۔ اس کے متصرف بالارادہ متکلم ہونے اور اس کے نبیوں کے برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بعبادتھم کٰفرین۔ معبود انکار کریں گے۔ یا انکی عبادت کرنے والے۔

سحرٌ مّبین۔ چونکہ نبیوں کے بعض کمالات کا وہ انکار نہ کرسکتے اس لئے ان کو منسوب بہ سحر کر لیتے۔ شریر لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی بات کا جواب نہیں رکھتے تو اسے پوشیدہ سبب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ جو اس قوم کے اوہام باطلہ سے پیدا شدہ و شائع ہوتا ہے۔

ام یقولون۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔

فلا تملکون لی من اللّٰہ شیئًا۔ دوسرے مقام پر فرما چکا ہے۔ کہ جو خدا تعالےٰ پر افترا کرے وہ ظالم ہے۔ ظالم کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا۔ تو ظلم کو کیسے چھوڑیگا۔ پس فرمایا کہ فریق ظالم تباہ ہوگا۔

شھیدًا۔ ہر چیز کی گواہی اس کے مناسب حال ہوتی ہے۔ اللہ کی گواہی اس کی تائید و نصرت ہے۔ اس کے فرستادہ کا مظفر و منصور اور مخالفین کا تباہ و مقہور ہونا۔

بدعًا من الرسل۔ پہچان اس چیز کی مشکل ہے۔ جو بالکل نئی ہو۔ رسُول تو پہلے بھی آئے۔ پس معیار صداقت واضح ہے۔ اس سے کام لو۔

ما ادری۔ جب آپ نے اس سنت اللہ کا ذکر فرمایا۔ جو رُسل اور اس کے مخالفین سے مخصوص ہے۔ تو سوال کرتے تھے کہ عذاب کب آئیگا۔ فرمایا۔ میں تو نذیر ہوں۔

(رکوع ۲)

ما سبقونا الیہ۔ جب معاملات دنیا میں یہ ہمیں پیشوا سمجھتے ہیں۔ تو اس پر قیاس کر کے سمجھ لیں۔ کہ اگر (اسلام) کوئی اچھی بات ہوتی۔ تو ہم ان سے پہلے اسے اختیار کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ موجودہ حالات قوم انگریزی دیکھو۔ تو کیا دنیوی ترقی دیکھ کر دین میں بھی انہیں کی اقتداء کی جاوے؟ کلا۔

فسیقولون ۔ سّ تاکید کے لئے بھی آجاتا ہے۔

پس اس کے معنے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں۔

عربیاً۔ کھولکر بیان کرنے والی۔

الذین ظلموا۔ مشرک۔

للمحسنین۔ کسی دوسرے سے بغیر امید بدلہ بھلائی کرنے والے۔ اخلاص والے۔

مصدّق۔ تصدیق کرنیوالی یعنے جو ان کتابوں میں سچ ہے ان کو سچا اور جو جھوٹ مل گیا ہے اس کو جھوٹا بتانے والے۔ چنانچہ قرآن مجید سے یہ امر واضح ہے کہ یہودیوں۔ عیسائیوں کے کئی مسلمہ اصولی مسائل کی تردید فرمائی اور بعض مسائل کی تصدیق۔

سرکار سے بھی جو افسر تصدیق کے لئے مقرر ہوتا ہے وہ بھی یہی کرتا ہے کہ صحیح پر صاد ڈالتا ہے۔ اور غلط کو غلط کہتا ہے۔

فلا خوف۔ قرآن مجید کی بعض آیات و الفاظ کی تفسیر دوسرے مقام پر ہوتی ہے۔ مثلاً رب الفلق فرمایا۔ تو اس کی تفسیر فالق الاصباح فالق الحب والنویٰ سے دوسرے مقام پر کردی۔

اسی طرح خوف کے متعلق فرمایا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنے مصیبتیں تو ان پر بھی آتی ہیں۔ مگر بذریعہ خواب والہام ان کو تسلی دیجاتی ہے۔ جس سے انہیں اطمینان رہتا ہے بلکہ اس خبر کے مطابق جو پہلے ان پر ظاہر کی گئی۔ گو کوئی ان کا مر بھی جائے۔ تو بھی پیشگوئی پورا ہونے کی ایسی خوشی ہوتی ہے۔ کہ غم ذرا بھی نہیں ہوتا۔

(اس موقعہ پر حضرت مولانا سیدنا المسیح الموعود کے بعض واقعات سنائے کہ سخت سے سخت کرب کی گھڑیوں میں وہ کس طرح خوش و مطمئن رہتے تھے)

ووصینا۔ تاکید کی ہے جب تاکید و نصیحت کی بات کو ملایا جاوے تو اسے وصیّت بولتے ہیں۔ ان آیات میں یہ سمجھایا۔ کہ جب معمولی احسان اور ذریعہ خلق ہونے کی وجہ سے والدین کی فرمانبرداری لازم ہے۔ تو کیا اس حقیقی محسن خالق کون و مکان کی فرمانبرداری واجب نہیں۔

(رکوع ۲)

الاحقاف۔ جمع حقف۔ ریت کے وہ ٹیلے جو ایک طرف جھکے ہوئے

یعنے گرنے کو مائل ہوں۔ ب بمعنے ساتھ
اور بمعنے بیچ۔ اس وقت ڈرایا جب
وہ احقاف میں رہتے تھے یا ریت کے
ٹیلوں کے ساتھ ڈرایا۔ کہ یہ موجب عذاب
بن جائیں گے۔

من بین یدیہ ومن خلفہ
خلت ہی سے ان کے معنے کھل گئے کہ
آگے پیچھے بلحاظ زمانہ مراد نہیں بلکہ
بمعنے قرب وجوار۔

تجہلون۔ جہالت کے ایک معنے
نہ جاننا۔ دوم یہ کہ اپنی بات پر ہٹ کرنا
عارضاً۔ عروض کسی چیز کا سامنے
آنا۔ (ب) وہ بادل جو سفید رنگ کا
ہو اور برسنے والا۔

ان مکنٰکم۔ نہیں قدرت دی
تمہیں ان نافیہ ہے۔

(رکوع ۴)

صرفنا الآیٰت۔ چونکہ مختلف
طبائع مختلف مذاق کے لوگ ہیں
اس لئے مختلف رنگوں میں امور
الٰہی کے لئے نشان دکھائے جاتے
ہیں تاکہ کسی طرح رجوع الی الحق کریں

قربانًا۔ مقرب کرنے والے
دوسرے مقام پر لیقربونا الی اللہ
زلفٰی فرمایا۔

فلولا نصرھم۔ واقعات
کے لحاظ سے اس وقت صادق آیا جبکہ
ایک طرف مشرکان عرب اپنے بتوں
کے بھروسہ پر اور ایک طرف جناب
رسالت مآب اپنے واحد خدا کے توکل
پر آپس میں مقابلہ کرتے تھے۔ چنانچہ
فتح مکہ آپ کے ہاتھ پر ہوئی۔ تو اس
بات کا فیصلہ ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ
اس کے بعد فوج در فوج لوگ دین اللہ
میں شامل ہوئے۔ چنانچہ اس سال کا
نام عام الوفود ہے۔

اذ۔ اس سے پہلے یا ما بعد فعل
ہوتا ہے۔ جو مفسرین نے اذکر لکھا ہے۔

نفرا من الجن۔ ہم لوگ جنوں کے
منکر نہیں۔ اسی طرح ان کے قائل ہیں
جیسے فرشتوں کے۔ جن بمعنے پوشیدہ مخلوق ہے
اس لفظ کا اطلاق پہاڑی مخلوق پر بھی ہے۔

داعی اللہ۔ اللہ کی طرف بلانے
والا یا اللہ کا منادی کرنے والا۔

بمعجز۔ بھاگ سکنے والا۔

اولم یروا۔ کیا یہ لوگ یہ خیال
کرتے ہیں۔ اور انہوں نے نہیں دیکھا۔
بات تو یہ بیان ہو رہی تھی کہ جو
داعی الی اللہ کو نہیں مانتے وہ عذاب الٰہی
سے ہلاک ہوں۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی

ایک عظیم الشان طاقت کا ذکر ہوا۔ تو ساتھ ہی مُردوں کے زندہ کرنے کا ذکر فرما دیا۔ کہ انہ علےٰ کل شیءٍ قدیر۔ جس کے معنے ہیں ہر چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔ فعال لما یرید اور یفعل مایشاء سے بھی انہی معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

لم یلبثوا الا ساعۃ۔ عذاب کا زمانہ اتنا لمبا اور ممتد ہو گا۔ کہ دنیا کی زندگی کا زمانہ ہیچ نظر آئیگا۔ تکلیف کے مقابلہ میں آرام کا زمانہ بہت ہی چھوٹا نظر آتا ہے۔

سورۃ محمدؐ

(رکوع ۵)

اضلّ اعمالھم۔ وہ کام تو کر رہے ہیں۔ مگر جو نتائج انہوں نے سوچے ہوئے ہیں۔ وہ ان پر مرتب نہ ہونگے۔ بلکہ ان کے خلاف۔

والذین امنوا۔ ایمان میں یقین وتسلیم شرط ہے۔ یہ بطور تخم ادا اعمال بمنزلہ پھل۔ مومن وہی ہے جس کی قوت نظریہ و عملیہ دونوں اعلےٰ درجہ پر ہوں اور پھر بما نزل علےٰ محمدؐ پر بھی ایمان ہو۔ کیونکہ وہ "حق" ہے۔ پس جو آخری مامور کا انکار کریگا۔ اسے کافر کہا جائیگا۔ اور مستوجب عذاب ٹھہریگا۔

کفّر عنھم سیّاٰتھم۔ ایمان لانے سے بدیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

اثخنتموھم۔ اثخان (۱) بوجھ ڈال دینا (۲) خون بہا دینا (۳) کسی ملک میں اپنا دباؤ بٹھا دینا۔ آخری معنے مراد ہیں اپنا سکہ بٹھاؤ۔

منّاً۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اکثر اسی پر عمل کیا کہ احسان سے چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسلام کثرت سے پھیلا۔

سیھدیھم۔ مقتول ہونے کے بعد ہدایت کے کیا معنے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہدایت کے تین معنے ہیں۔ رستہ دکھانا۔ رستہ پر چلانا۔ منزلِ مقصود پر پہنچانا۔ یہاں آخری معنے مراد ہیں۔ یعنی ثمرہ ایمان واعمال صالحہ دے گا۔

عرّفھا لھم۔ بتا دیا ہے وہ جنت یا اس جنت کی تعریف بیان کر دی ہے ان کے لئے ایک مفسّر نے یہ معنے کئے ہیں جو مجھے پسند ہیں۔ عرف کہتے ہیں خوشبو کی مہک کو جنت کی خوشبو پھیلا دی ہے۔ اسی لئے حدیث میں

آیا ہے کہ شہیدوں کے خون کی بُو کستوری
کی مانند ہو گی۔

فتعسًا لھم۔ پھٹکار۔ ہلاکت۔

للکفرین امثالھا۔ نبی کریمؐ
کی نبوت کا دامن قیامت تک وسیع
ہے اور امت محمدیہ میں ہر صدی کے
سر پر مامور ہوتا ہے۔ پس عذاب بھی
قسم قسم کے آئیں گے۔

مولیٰ۔ آقا۔ ناصر۔ مہربان۔

(رکوع ۲)

جنّٰت۔ وہ زمین جس میں باغ کے
درخت لگائے گئے ہوں۔ من تحتہا کے
ترجمہ میں مُفسّرین کو دقت پیش آئی ہے
چنانچہ وہ اشجار یا قصور کو مقدر بتاتے
ہیں۔ اے من تحت اشجارہا اَوْ قصورہا۔
چنانچہ ایک نے لکھا ہے کہ جنت وہی ہے
جس کے باغ میں مکان بھی ہو۔ ایسے
مشکلات سے بہ اعتبار عرف نکل سکتے
ہیں۔ جو زمینیں دریا یا انہار کے کنارے
پر ہوں۔ وہ بہت سرسبز ہوتی ہیں۔
اور ان کا نظارہ بہت خوبصورت
ہوتا ہے۔ پس یہی مطلب ہے یہاں
کہ وہ باغ برلب انہار ہونگے۔ (اور
ہم بولتے ہیں راوی لاہور کے نیچے
بہتی ہے)

یتمتعون۔ کفار بھی نفع اٹھاتے
ہیں۔ مگر کہاں دنیاوی فانی مزا اور کہاں
آخرت کا ابدی آرام۔

ویأکلون۔ مومن و کافر میں یہ
فرق ہے کہ مومن چلتا ہے۔ بیٹھتا ہے
کھاتا ہے۔ پیتا ہے تو بہ نیت اطاعت
اللہ و رسول اور بہ ارادہ احتساب
اور کافر چارپایوں کی طرح اپنی نفسانی
خواہش کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ امت
محمدیہ کی مثال ان مزدوروں سے دی۔
جو عصر سے شام تک کام کرکے دوسروں
سے زیادہ مزدوری پائیں۔

بینۃ۔ بہت بیان کرنے والی چیز۔
شہادت۔ دلیل۔ قرینہ کو بینہ کہتے ہیں۔
کیونکہ ان سے امر متعلقہ خوب واضح
ہو جاتا ہے۔

مثل الجنّۃ۔ جو لوگ نعماء جنت
کا دنیا پر قیاس کرکے اعتراض کرتے ہیں
ان کا جواب اس آیۃ میں ہے۔
فرماتا ہے۔ اس جنت کی توضیح ان
نعماء کے بیان سے ہو گی۔

ماذا قال اٰنفًا۔ کلام ذو وجہین
ہے اپنے دوستوں پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم
وہاں جاکر بھی کچھ نہیں سنتے۔ دوم۔ بطور
اظہار حقارت اور ادھر ادھر مسلمانوں

کو دھوکہ دینا کہ کس قدر قدر کرتے ہیں
کہ پھر پوچھتے پھرتے ہیں۔

زادھم ھدیٰ۔ نیکیوں پر چلنے
سے خداوند تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دیتا
ہے۔ اور انسان بدیاں کرے۔ تو اور
بدیوں کی تحریک ہوتی ہے۔

اشراطہا۔ سب سے بڑا نشان
تو نبی کریمؐ کی بعثت ہے۔

(رکوع ۷)

فاولیٰ لھم طاعۃ۔ فرمانبرداری
ان کے لئے بہتر تھی۔ جو پسندیدہ بات ہے
فلو صدقوا اللہ۔ مومن کے
لئے عبرت کا مقام ہے۔ پہلے پہلے بڑے
دعوے کرنے اور پھر وقت پر عمل نہ کرنا
بہت برا ہے۔ دوم۔ کسی کی ظاہری صورت
پر ہی اعتماد نہ کر لیا جاوے۔

تولیتم۔ والی بن جاؤ یا لوٹ جاؤ۔
خدا نے مومنوں کو والی بنانا چاہا
تو سمجھایا کہ فساد فی الارض و قطع رحم نہ
کرنا۔ جب جنگ کی ضرورت نہ تھی اس
وقت جنگ کی خواہش۔ اور جب ضرورت
تھی۔ اس وقت جنگ سے منہ پھیرنا ثابت
کرتا ہے کہ ایسے لوگ والی بن کر فساد و
قطع رحم ہی کریں گے۔

لعنھم اللہ۔ ان صفات والے
لوگوں کا جو بدانجام ہوا ہے۔ وہ بتا کر
عبرت دلائی۔

ام۔ منقطعہ بمعنے بلکہ خدا کے
کلام میں ام متصلہ نہیں ہوتا۔ جو دو میں
سے ایک کی تعیین کے لئے آتا ہے۔

اقفالہا۔ وہ قفل جو دلوں کیلئے
ہوا کرتا ہے۔ یا اسی بات کو ظاہر کرتا ہے
مطلب یہ کہ وہ حق قبول نہیں کرتے۔ ایمان
کے دو جزو ہیں۔ یقین و تسلیم۔

عنادی کفار۔ حق باتوں کو سمجھ تو
لیتے ہیں جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم
ظلما و علوا۔ مگر مانتے نہیں۔

پس قفل سے یہ مراد ہے کہ چونکہ کافر
عنادی پر ایسا تالا ہوتا ہے۔ کہ یقین کی راہ
اس کے لئے نہیں کھلتی۔ اگر کھلے تو وہ تسلیم
نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ سرے سے سمجھ ہی ماری
جاتی ہے۔

سنطیعکم۔ ضعیف الایمان
ائمۃ الکفر اور ان لوگوں سے جنہوں نے
ما نزل اللہ کو پسند نہیں کیا ان سے
ملکر کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور انکی بعض
باتوں میں جو کہ بظاہر خوشنما معلوم ہوتی
ہیں۔ پیروی کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ
ارتداد ہوتا ہے۔ اسی واسطے کفار کی
موالات سے منع کیا گیا ہے۔

فاحبط اعمالھم۔ یہ انہی لوگوں کی نسبت ہے جن کی نسبت الذین امنوا ابتداء رکوع میں فرمایا۔

(رکوع ۸)

ولنبلونکم۔ بصیغہ متکلم الغیر۔ اس میں فرشتہ وغیرہم شامل ہیں آزمانا معنی ہوں تو بھی اعتراض نہیں کیونکہ اللہ جانتا ہے۔ مگر فرشتے۔ انبیاء مومنین نہیں جانتے۔ مگر لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب بھی آیا ہے۔ بعض نبلونکم کے معنے بلا میں ڈالنے کے ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک خدا کا علم دو قسم ہے۔

(۱) ذاتی جب کوئی چیز موجود نہ تھی اس وقت بھی تفصیل کے ساتھ اللہ تعالےٰ جانتا تھا۔ اور اس علم سے اللہ کی ذات کسی وقت خالی نہیں ہوئی۔

(۲) فعلی۔ جس وقت وہ چیز واقع ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی ایک علم ہوتا ہے۔ بلا تشبیہ برائے مثال یہ بات ہے کہ پہلے مکان کا نقشہ ذہن میں ہوتا ہے پھر مکان کے بننے کے بعد اسے دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی علم ہے۔ مگر پہلا علم اس شے کی ذات کی نسبت تھا۔ دوسرا اس چیز کی نسبت یہ علم کہ واقع ہوگئی۔ جہاں لیعلم آتا ہے۔ تو ہاں دوسرے علم کے متعلق مراد ہوتی ہے۔

لنبلونکم کے معنے یہ ہیں کہ ہم تمہیں ایسے کام دیں گے جس سے تمہاری اندرونی حالت کھل جائے۔

حتیٰ نعلم۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم تھا کہ ایسا ہوویگا۔ پھر یہ علم ہوا۔ کہ ایسا ہو گیا۔

فلا تھنوا۔ پچھلی آیات میں جب یہ ذکر آیا۔ کہ انکی کوششیں اکارت جائینگی۔ تو ساتھ ہی مومنوں کو سمجھایا۔ کہ دیکھو تم یہ خیال کرکے کہ اب وہ ناکام تو رہیں گے۔ ہمنے کیا کام کرنا ہے۔ تبلیغ نہ چھوڑ دو۔

وتدعوا الی السلم۔ سُستی کیوجہ سے صلح کی طرف نہ بُلاؤ۔ بعض ضعیف الایمان جب مخالفین کی مخالفت کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔ تو گھبرا کر صلح کی طرف دوڑتے ہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں مداہنت کہہ سکتے ہیں۔

انما الحیوٰۃ الدُّنیا۔ جو اپنے مخالفین سے ملنا چاہتے ہیں۔ انکی غرض اکثر دنیاوی جاہ وجلال اور شہرت ہی ہوتی ہے فرماتا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں۔

یبخل عن نفسہٖ۔ اپنے نفس سے بخل یہ ہے کہ اگر نہیں دیتا تو آپ ہی نقصان اٹھائے گا۔ اور فوائد سے محروم رہے گا۔

جب بیج ڈالنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت اگر کاشتکار بیج نہ ڈالے تو یہ بخل اس کی جان پر نقصان پہنچانیوالا ہوگا۔

سورۂ الفتح

(رکوع ۹)

انّا فتحنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خواب کی بناء پر مدینہ سے کوچ فرمایا۔ اور حدیبیہ میں ڈیرا لگایا۔ جہاں آپ کی اونٹنی آکر خود بخود بیٹھ گئی۔ وہاں صلح کی تحریک ہوئی اور ایک ایسا موقعہ بھی بن گیا کہ آپ نے صحابہ سے بیعت بھی لی۔ صلح کے شرائط کا خلاصہ یہ ہے (۱) اس سال ہم حج نہ کریں گے۔ (۲) آئندہ سال آئیں گے۔ مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ (۳) کوئی کافروں میں سے مسلمان ہو کر گیا۔ تو واپس دے دینگے۔ لیکن مسلمانوں سے نکل آیا۔ تو واپس نہ دیا جائیگا۔ ان حالات میں جبکہ بعض اکابر لمہ نوث الدینۃ فی دیننا کہہ رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی جو کہ ایک اعجاز ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی فتح مکہ پر بڑی صفائی سے پوری ہوئی اور یہی صلح کے معاہدے جنمیں انہوں نے اپنے مفید مطلب باتیں رکھی تھیں ان کی تباہی کا

لیغفر لک۔ فتح کے نتائج بیان فرماتا ہے (۱) غفر ذنب (۲) اتمام نعمت (۳) ہدایت صراط مستقیم (۴) نصر عزیز۔ سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے۔ کہ فتح دیدینے سے گناہوں کی بخشش کو کوئی تعلق نہیں ہوسکتا اور نہ فتح نصرت کا سبب ہے۔ بلکہ نصرت فتح کا موجب بن سکتی ہے۔ پس صحیح معنے یہ ہیں کہ فتح دینے سے مفصلہ ذیل مقاصد مطلوب ہیں۔ جو جو قصور تیرے ذمے (اے نبی) لگاتے ہیں وہ سب کے سب دور ہو جاویں اور ثابت ہو جاوے۔ کہ تو مغفور گناہوں سے محفوظ و معصوم ہے۔ اس سوال کا جواب کہ یہ کیوں نہیں صاف کہا گیا کہ گناہ کیا ہی کوئی نہیں یہ ہے۔ کہ بعض باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی کیں جو اُن کے خیال میں گناہ تھیں۔ مگر اللہ کے نزدیک یہ گناہ نہ تھا۔ مثلاً ابو جہل نے آپ کو قطع رحم فساد فی الارض کا الزام لگایا۔ یہ تو صحیح ہے کہ آپ کی بعثت سے بیٹا باپ سے اور بھائی بہن سے جدا ہُوا۔ جنگ بھی ہوئے۔ مگر یہ سب باتیں خیر و برکت کا موجب تھیں اس لئے یہ گناہ نہیں۔ عرب کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ جو کامیاب ہوگا۔

وہی حق پر ہے۔ اب بھی یہی دلیل آپ کی
صداقت کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضوں
والزاموں کا جواب ہے۔ جو آپکی ذات
ستودہ صفات پر لگائے گئے اور لگائے
جائیں گے۔ کیونکہ ان خارق عادت اتمام
نعمت و کامیابی کی نظیر اور کسی نبی میں
اس اعلےٰ درجہ کے ساتھ نہیں پائی جاتی
اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کی زندگی
بالکل پاک اور خدائے تعالیٰ کی مرضی
کے ماتحت ہے۔ اسی فتح سے کھل گیا۔
کہ آپ اس صراط مستقیم پر ہیں۔ جس پر
چل کر انسان آسانی کے ساتھ کامیابی
کی منزل پر پہنچ سکتا ہے۔

اصول اربعہ متناسبہ سے ثابت
ہو گیا کہ جیسے دنیا میں آپ کے رفقاء
مظفر و منصور اور وارثان جنات ہوئے
ایسے ہی آخرت میں ہونگے۔ اسی طرح
آپ کے اعداء جیسے دنیا میں ناکام ہلاک
ہوئے ایسے ہی آخرت کو ہلاکت کے
گڑھے میں پڑیں گے۔

جب دنیا کے متعلق جو پیشگوئیاں
تھیں وہ پوری ہو گئیں۔ تو آخرت کے
متعلق بھی ضرور ہونگی۔ اور لیدخل
المومنین کی آیت پوری ہو گئی۔
ایمان مع ایمانھم۔ ایمان کے
چار مراتب ہیں چوتھا درجہ سکینۃ ہے جس
میں مومن کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے
اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے خارق
عادت نُصرت شروع ہو جاتی ہے (ب)
اعمال کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے کثرت
اعمال صالحہ کے سبب وہی نور اس انسان
کو گھیرے رہتا ہے۔

خدا کے وعدوں پر ایمان تو پہلے
ہی سے تھا۔ جب پورے ہوئے۔ تو یہ
ایک اور ایمان ہو گیا۔

للہ جنود السمٰوٰت والارض۔
بادل۔ ہوا۔ حالات نے جو جو نُصرت اسلامی
لشکر کیلئے کی۔ یہ سب اللہ کے حکم سے تھے۔

شاھدًا۔ یہ فتح اس لئے دی
کہ ثابت ہو تو خدا کی ذات و صفات کا ایک
گواہ ہے۔ رسول کی رسالت کی گواہی
کے لئے اللہ کافی ہے۔ چنانچہ فرمایا وکفیٰ
باللہ شھیدًا اور اللہ کی ہستی کا ثبوت
ہے۔ رسول کی رسالت ھو الذی ارسل
رسُولہ۔

جو ذات بےمثل ہے اس کے صفات
بھی بے مثل ہونگے اور جس کے صفات
بے مثل ہیں اس کے افعال بھی بے مثل
ہونگے۔ نبی آتا ہے وہ اپنی ذات و صفات
و افعال میں مثل رکھنے والا وجود ہے۔

مگر بعض باتیں وہ ایسی بتاتا ہے کہ انکی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہے اور یہ خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ بے مثل کا ظہور انسان سے ناممکن ہے اور جس شخص کے ذریعہ یہ قبل از وقت خبر دی گئی وہ نبی ہے ورنہ کیوں اسی کے ہاتھ پہ یہ بے مثل فعل الٰہی ظاہر ہوا۔ لامحالہ ظاہر ہوگا۔ کہ اس انسان کا خاص تعلق اللہ تعالیٰ کی بے مثل ذات سے ہے۔

مبشراً و نذیراً۔ یہ گواہی کی دو شانیں ہیں۔ فتح سے ثابت ہو جاویگا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے متبعین کے لئے مبشر اور اپنے مخالفین کے منذر ہیں۔

لتومنوا۔ جب ایمان (یقین وتسلیم) کا مجموعہ نصیب ہو تو حقیقی عزت اور نصرت کا جوش پیدا ہوگا۔

تسبحوہ۔ رسول کریم ؐ کی پاکیزگی کا اظہار کرو۔

انما یبایعون اللہ۔ یہ اس لئے کہ رسول کا اپنا ارادہ کوئی ہے ہی نہیں۔ بلکہ اس کے اقوال۔ افعال سب اللہ کے حکم کے ماتحت ہیں۔

(رکوع ۱۰)

الاعراب۔ گنوار۔

بوراً۔ ہلاک ہونے والے۔

سعیراً۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے مومنین کی کامیابی (جو انجام کار ضروری ہے) دوزخ بن جاتی ہے۔

للہ ملک السمٰوٰت والارض۔ فرمایا۔ ضرور ہے کہ مومن غالب ہوں۔ اور کیوں غالب نہ ہوں جبکہ غلبہ کے اسباب خواہ وہ زمینی ہوں یا آسمانی اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

یغفر لمن یشاء۔ سمجھایا کہ مومن سے بھی بعض اوقات قصور ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ اور پکڑتا اسے ہے جو شوخی و شرارت سے کام لے۔

کان اللہ غفوراً رحیماً۔ یہ اس اعتراض کا جواب ہے۔ کہ پھر ہر کافر کو کیوں جلد نہیں پکڑ لیتا۔ حدیث قدسی میں ہے سبقت رحمتی علٰی غضبی۔ یعنی جب ایسا موقعہ آتا ہے تو میری رحمت غالب آجاتی ہے۔ گو وہ لوگ درحقیقت مستحق عذاب ہو چکے ہوں۔

ان یبدلوا کلٰم اللہ۔ چونکہ پہلے ان کی نسبت ارشاد ہو چکا تھا۔ کہ اب یہ کسی

جنگ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہو سکیں گے۔ اور اب وہ چاہتے ہیں۔ تو گویا کلام الٰہی بدلنا چاہتے ہیں۔ اس موقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ اگر حکم الٰہی کی پرواہ نہ کی جاتی ہے تو بعد اس کے ایسی حالت ہوتی ہے کہ وہ انسان خود چاہتا ہے۔ لیکن اجازت نہیں ملتی۔

بل تحسدوننا۔ یہ انکا دوسرا قصور ہے کہ اب بدظنی سے کام لے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حسد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حرمان نعمت ان کی نافرمانی کی پاداش میں ہے

ستدعون۔ یہ ایک پیشگوئی جو بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔

(رکوع ۱۱)

لقد رضی اللہ۔ خدا کی رضاء کے حصول کے لئے اپنا مال۔ اپنی آبرو۔ اور سب متعلقین اللہ کیواسطے چھوڑنے پر تیار ہوتا ہے اور اس بات کا امتحان ایک مامور کے وقت خوب ہو سکتا ہے۔

الشجرۃ۔ حدیبیہ میں وہ درخت جس کے سایہ میں بیعت رضوان لی گئی تھی

السکینۃ۔ ایک ایمان دنیوی ہے یعنے جس کی بنا پر دنیا میں امتیاز ہوتا ہے۔ اس کی نسبت فرمایا۔ من صلّی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا۔ الحدیث

دوسرا وہ جس کی وجہ سے آخرت میں کافر سے امتیاز ہوتا ہے۔ یعنے وہ عذاب نہیں ہوتا۔ جو کافر کو آخرت میں ہوگا۔

تیسرا ایمان وہ ہے۔ جس کی وجہ سے فاسق سے امتیاز ہوگا۔ اس میں اعمال حسنہ۔ ملکات حسنہ اخلاق فاضلہ شامل ہیں

چوتھا ایمان وہ ہے۔ جس میں سکینت کا نزول ہو (اس کی تفصیل گذر چکی)

فعجّل لکم۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ اسی پر بس نہ سمجھو ابھی دنیا میں اور انعامات کے علاوہ آخرت میں بھی بہت کچھ ملیگا۔

اٰیۃً۔ مومن لوگ سمجھ لیں کہ جب دنیا میں خدا نے وعدہ پورا کر دیا ہے۔ تو آخرت کے وعدے بھی ضرور پورے کریگا۔ (۲) دوسرے لوگ یہ سمجھ لیں۔ کہ مومن ہی حق پر ہیں۔ اور مومن ہی دنیا و آخرت میں مظفر و منصور ہونگے۔

ویھدیکم۔ فتح اس لئے دی۔ تاکہ تمہارا صراط مستقیم پر ہونا ثابت کر دے۔

ولیًّا۔ دوست۔ آقا۔ رشتہ دار۔ عرب لوگ رشتوں سے مدد لیا کرتے۔ اور دوستوں کو ورثہ تک میں حصہ دار بنا لیتے۔ اور جس کی پناہ میں ہوتے وہ انکی حمایت کرتا۔

فرمایا۔ تینوں ذریعوں میں ناکام رہوگے۔

سنّۃ اللّٰہ۔ اس سنت سے مراد خاص وہ سنت اللہ ہے۔ جو انبیاء کے اتباع اور انبیاء کے مخالفوں کی نسبت ہے۔ کہ متبعین کامیاب اور مخالفین ناکام رہتے ہیں۔

ببطن مکۃ۔ مکہ کی وادی میں۔

خداوند تعالیٰ نے اپنے مقام کی عزت عجیب طریق سے قائم رکھی۔

الھدیٰ۔ وہ قربانی جو حاجی مکہ میں ذبح کرنے کے لئے لاتے ہیں۔

ولولا۔ پہلے فرمایا۔ کہ ان کے اعمال قابل سزا تھے۔ مگر حرمت مکہ کی وجہ سے اور پھر مومنین مومنات کے ایذا پہونچنے کے سبب عذاب قتل روکے رکھا۔

تزیّلوا۔ مومن علیحدہ ہوجاتے۔

(رکوع ۱۲)

الرؤیا بالحق۔ انبیاء اپنی پیشگوئیوں کے معنے سمجھنے میں جو اجتہادی غلطی کرتے ہیں۔ اس کے متعلق یہ واقعہ بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ کہ آپ اس خواب کی بناء پر کئی صحابیوں کو ساتھ لیکر آئے۔ مگر صلح حدیبیہ کے مطابق لوٹنا پڑا۔ آخر پھر دوسری بار آئے۔ اور یہ خواب پورا ہؤا۔

فعلم ما لم تعلموا۔ لوگوں نے اپنی طرف سے اسی سال کی خصوصیت سمجھ لی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہر پیشگوئی کے متعلق ایک پہلو خفا کا ہوتا ہے جس کا علم اوّلاً اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ تاکہ ایمان بالغیب کا ثواب قائم رہے۔ اور لاتخافون میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لتدخلن المسجد الحرام فتح کے بعد ہوگا۔

فجعل من دون ذٰلک۔ اجتہادی غلطی نقصان رساں نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وہی صلح اس فتح مبین کو جلد لانے کا موجب بن گئی۔

انبیاء کی اجتہادی غلطی پر نادانوں کے اس اعتراض کا دفعیہ کرتا ہے کہ پھر امر دین میں بھی غلطی کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

بالھدیٰ و دین الحقّ۔ یعنی اس میں کسی قسم کا شک یا کمزوری نہیں بلکہ وہ ایسا دین لائے ہیں۔ جو شکوں سے نکالنے والا اور ایسی مضبوط چٹان ہوتا ہے کہ جو اس سے ٹکر لگاوے وہ خود ہی اپنا نقصان کرلے؛

لیظھرہٗ۔ تاکہ اسکو غالب کردیوے

کفٰی باللّٰہ شھیدًا۔ ہر چیز کی گواہی اس کے حسب حال ہوتی ہے۔ خدا کی گواہی اس کی خارق عادت تائید و نصرت ہے۔

جو نبی کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ یہ بے مثل کام جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہؤا۔ ضرور اس کا اس لیس کمثلہ ہستی سے خاص الخاص تعلق ہے۔

والذین معہ۔ ثبوت کو واضح کرتا ہے کہ خود اس کے اور اس کی معیت رکھنے والوں (معہ میں اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں ہونا ضروری نہیں) کے حالات سے خدا کے جلال کا علم اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پاکوں کی جماعت ہے۔ جیسے کسی ڈیرہ کے بندوں کو دیکھ کر علم ہو سکتا ہے۔ کہ اس ڈیرے والا کس پایہ کا حاکم ہے

اشداء علی الکفار۔ کفار کے اثر کو قبول نہیں کرتے اور کفار پر ایسا رعب قائم ہوتا ہے کہ وہ مومنوں کے مقابلہ میں کھڑے نہیں رہ سکتے

مومنوں کو غور کرنا چاہیئے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہے اور سیدنا محمدؐ کی رسالت کا ثبوت ان کی جماعت کے اخلاق سے دیا ہے۔ پس ہمارے افعال اگر خراب ہوں گے۔ تو یہ شرم کا مقام ہے

سورۃ الحجرات

(رکوع ۱۳)

خدا تعالیٰ اس سورۃ میں رسول سے فیض لینے کے جو آداب ہیں۔ وہ بیان فرماتا ہے

لا تقدموا بین یدی۔ (ا) باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کرو۔ (ب) نہ اللہ ورسول کے احکام پر اپنی دلی خواہشوں اور آرزوؤں کو ترجیح دو۔

واتقوا۔ رسول نہ تو عذاب دینے والا ہے نہ دل کی نیت سے واقف۔ پس اللہ سے ڈرو۔

ولا تجھروا۔ غصہ میں انسان کچھ کا کچھ کہہ جاتا ہے۔ اس لئے غصہ کی ابتدائی صورت سے ہی منع فرمایا۔ یہ صحابہ ہی کی قوم تھی۔ کہ کسی اختلاف کو اسی ایک امر میں محدود رکھتے تھے۔ جس کے متعلق گفتگو ہوتی اور باقی میں اس کا اثر ہرگز نہ پڑتا۔

ولو انھم صبروا۔ صبر کرتے تو ظاہر ہو جاتا۔ اور عملی رنگ میں شہادت مل جاتی۔ کہ رسول کی عظمت ان کے دلوں میں ہے اور یہ اس کے لئے اپنا وقت۔ اپنا کام چھوڑ سکتے ہیں۔

ان جاءکم۔ دو امر تھے صحابہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مظہر اتم ہیں

اور اس منظہر بننے اور فیض رسالت جذب
کرنے کے لئے آداب سکھائے۔ دوسرا
اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ ان
کی صفت تھی۔ اس کے متعلق اسباب
بتاتا ہے۔ تاکہ باہمی تعلقات درست
رہ سکیں۔ تعلقات اسی طرح بگڑتے ہیں
کسی نے بات سنائی انہوں نے یقین
کر لیا۔ اور باہمی کینہ بیٹھ گیا۔ ایسی غلط
فہمیوں سے بچنے کے لئے بہت عمدہ
راہ بتائی۔ خبر لانے والا بعض اوقات
نیک آدمی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ دوستوں
میں بگاڑ پیدا کرنے والا فاسق ہے۔

لعنتم۔ البتہ تم دکھ میں پڑ جاؤ۔

وان طائفتٰن پہلے وہ امور
بتائے۔ جن سے بگاڑ پیدا ہو سکتی ہے
اب اگر بگاڑ پیدا ہو گئی۔ تو اس کا علاج
بتاتا ہے۔ جو شخص غیظ و غضب سے
بھر جاتا ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان
کو نہیں سوچ سکتا۔ اس لئے دوسرے
مومنوں کو فرمایا کہ وہ اصلاح کریں جیسا کہ
سلسلہ کائنات کے امور کا
سرانجام معتبرین کے سپرد ہے۔

المقسطین۔ قسط کہتے ہیں ظلم کو۔
اقساط کے معنے قسط کا دور کرنا۔ پس
معنے ہوئے ظلم کے دور کرنے والے یعنی منصف

(رکوع ۱۴)

بعض فیوض جماعت سے مختص ہوتے
ہیں۔ اور جماعت پیدا ہوتی ہے اتحاد سے
اس اتحاد کے پیدا کرنے کے لئے چند
طریقے بتاتا ہے۔

لا یسخر۔ تمسخر کا انجام اچھا نہیں
ہوتا بلکہ اکثر اوقات لڑائی ہو جاتی ہے۔

ان یکونوا۔ اس وقت بہتر یا آئندہ
کسی وقت میں ہو جائے۔

ایک حدیث کا یہ مضمون ہے۔ کہ جو
کسی کی تحقیر کرتا ہے یا عیب لگاتا ہے۔
وہ نہیں مرتا جب تک اسی عیب میں مبتلا ہو لے

ولا نساء۔ مردوں کو عورتوں سے
جدا کر کے پھر بیان کیا۔ یہ اس لئے کہ عورتوں
میں یہ بیماری کثرت سے ہے۔ ورنہ عام
طرز قرآنی یہی ہے۔ کہ مرد کو خطاب ہوتا
ہے اور عورتیں تبعاً اس میں آجاتی ہیں۔

تلمزوا۔ لمز کہتے ہیں چٹکی لینے کو۔
نکتہ چینی سے بھی دوسرے دل پر ایسی ہی
گرفت ہوتی ہے۔ جو کسی کی نکتہ چینی کرتا ہی
پھر اس کی بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ تو گویا
اس نے اپنی نکتہ چینی کی۔

(ب) انفسکم سے مراد بھائی بند۔
نکتہ چینی اکثر انہی کی ہوتی ہے۔ جن کے ساتھ
تعلقات ہوں۔ تنابزوا۔ نبزہ پھینکنا

اصل نام کو چھوڑ کر کسی اور نام کے ساتھ یاد کریں گے۔

بئس لاسم الفسوق۔ تم اگر کسی کا نام بگاڑو گے۔ تو پھر تم بھی بجائے مومن کے فاسق گنے جاؤ گے۔ (خدا کے دفتر میں)

ان بعض الظن اثم۔ بد ظنی بہت بڑا باعث ہے تفرقہ کی۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ چونکہ بعض ظن اثم ہیں اور اس کا علم نہیں اس ہر ظن سے بچنا چاہیئے

لا یغتب۔ کسی کی ایسی بات دوسرے کے آگے کرنی جو وہ شخص ظاہر کرنی نہیں چاہتا یا اگر اس کے سامنے کی جائے۔ تو اسے رنج پہنچے۔ اگر جھوٹی بات کی جائے تو وہ بہتان ہے کوئی اس دھوکہ میں نہ رہے کہ سچ بات جائز ہے۔

توّاب۔ رجوع بہ رحمت کرنیوالا۔ التوب۔ الرجوع۔ شعوباً۔ شاخیں کنبے۔ ایک دوسرے کی تحقیر (جس کی بنا پر تمسخر ہوتا ہے) سے منع فرمایا۔ کہ ذاتوں پر تکبر ناجائز ہے۔

ان اللہ علیم خبیر۔ اور اس انتقاء کا علم اللہ کو خوب ہے۔

ایمان جو اعتقادی امور کے متعلق ہے وہ تو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ مگر دوسرا جو عقائد حقہ اور اعمال صالحہ یا اخلاق فاضلہ۔ ملکات حسنہ کے متعلق ہے وہ بڑھتا گھٹتا ہے تیسرا نور ایمان جسے سکینہ بھی کہتے ہیں۔ وہ بھی بڑھتا گھٹتا ہے۔ لم تومنوا میں وہ ایمان مراد ہے جس میں تسلیم کے ساتھ یقین بھی شامل ہے اور وہ تیسرا درجہ ہے۔ اسلمنا۔ ظاہری فرمانبرداری کر کے اپنے تئیں اس سے بچا لیا۔ کہ ان سے کفار جیسا سلوک کیا جاوے۔ لا یلتکم۔ کم نہ کریگا۔

غفور رحیم۔ پہلے قصوروں کے بدنتائج اور آئندہ قصوروں کے صدور سے بچانیوالا اور نیک اعمال کی نیک جزا دینے والا۔ لم یرتابوا۔ کسی طرح کا قولی فعلی اضطراب نہیں ہوتا۔ جاھدوا۔ یہ اس ایمان کے ثمرات ہیں ھم الصادقون دوسرے مقام پر صدیقون فرمایا۔ سمجھایا کہ انہی اعمال کو بڑھ بڑھ کر کرے تو صادق سے صدیق بن جائیگا۔

سورۃ ق

(رکوع ۱۵)

قٓ۔ قادر۔ قدیر خدا کی طرف سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے

والقرآن المجید۔ اس مجد و بزرگی والے قرآن کی قسم یعنی یہ گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ

قادر ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے کلام ہی سے اس کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

بل عجبوا۔ یہود خدا کے قادر ہونے کے قائل پھر بھی بنی اسمٰعیل سے نبوت کو عجیب سمجھیں۔ پھر مشرکین وغیرہم جی اُٹھنے کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ اور خدا کو قادر بھی مانتے ہیں۔

ما تنقص الارض۔ اس میں یہ بات سمجھائی۔ کہ جو حصہ کم ہوتا ہے (بدن) وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ مگر باقی رہنے والی چیز تو اور ہے اس کا نام روح ہے۔ ساتھ ہی یہ سمجھایا کہ زمین جو کچھ گھٹاتی ہے اسے بھی ہم جانتے ہیں۔ اس کے ذرات ہمارے علم میں محفوظ ہیں اور وہ ہمارے فرمان پر اکٹھے ہوں گے۔

افلم ینظروا۔ اپنی طاقت کا ثبوت پیش فرماتا ہے تا اس سے رسالت اور دوبارہ زندگی کا مسئلہ حل ہو۔ بھیج چمکتی ہوئی چیز۔ پُر رونق۔ نظام جہاں دیکھنے سے دونوں مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تبصرۃً۔ بصیرت پیدا کرنے کا ذریعہ۔ ذکریٰ۔ جس کے دیکھنے سے دوسری چیز یاد آئے۔ پس اس جہان کو محض جسمانی فائدے کے لئے نہیں بلکہ اس میں روحانی فوائد بھی ہیں۔ منیب۔ جو خدا کی طرف جھکنے کا وصف رکھتا ہو وہی ان نتائج تک پہنچ سکتا ہے۔ من السماء۔ بلندی سے مبارکًا۔ جس چیز سے بہت حاصل ہو۔ وہ برکت ہے۔ احیینا یہ امکانی دلیل ہے قیامت کی۔ جیسے پانی برسنے سے قسم قسم کی روئیدگی نکل آتی ہے۔ اور مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قیامت قائم ہو گی۔ فحق وعید۔ مکذبان رُسل (رسول قائلین قیامت ہوتے ہیں) ہلاک ہوئے اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ قیامت حق ہے۔

افعیینا۔ یہ اور دلیل دی ہے۔

(رکوع ۱۶)

توسوس بہ نفسہ۔ وسوسہ کسی چیز کا دل میں کھٹکنا۔ حبل الورید۔ دل کی رگ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سے کوئی چیز غائب نہیں۔ ہم جانتے ہیں اور دل کی رگ سے بھی ہم قریب ہیں۔ اذ یتلقی المتلقیٰن۔ کسی سے کوئی چیز لینی یا مان لینی اور اصل میں یہ ملاقات سے ہے۔ اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ جب لینے والے اسکو لیتے ہیں۔ یعنی ان کے پاس دونوں کی بُرائیاں اور نیکیاں لینے والے بیٹھے ہیں۔ وہ ان سے لیتے ہیں۔ یا دونوں ملاقات کرنیوالے ملاقات کرتے ہیں۔

عتید۔ تیار۔ تحید۔ یادھر اُدھر
پھرنا۔ پہلوتہی کرنا۔ نفخ فی الصّور۔ صور
پھونکا جائیگا۔ ان کی صورتوں میں روح
پھونکی جائیگی۔ سائق۔ جانور کو جب
چلاتے ہیں جو آگے سے چلانے والا ہوتا
ہے اس کو قائد کہتے ہیں۔ اور جو پیچھے
ہوتا ہے اس کو سائق۔ کفار۔ منکر ناشکرا۔
اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعاموں سے
اللہ کی کتاب ہے۔ پھر اس کا رسول۔
جو ان کو نہیں مانتا وہ بڑا ہی ناشکرا اور
پکا کافر ہے۔ عنید۔ حق کا دشمن بالوعید
لاملئن جہنم من الجنۃ والناس
اجمعین (۲) فمن تبعک منہم فان
جہنم جزاء کم جزاءً موفورًا۔

(رکوع ۱۷)

حفیظ۔ اپنے اعمال کو۔ اپنے
مال کو خدا کی نافرمانی سے بچائے۔ ولدینا
مزید۔ صوفیاء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کا دیدار مراد ہے۔ قرن۔ زمانہ
کے ایک حصہ کو کہتے ہیں۔ زمانے کے
لوگوں کو بھی قرن کہتے ہیں۔ اور صدی
کو بھی کہتے ہیں۔ نقبوا۔ نقب سوراخ
کو کہتے ہیں۔ اتنے بڑے زبردست تھے
کہ پہاڑوں کو کھود کھود کر گھر بناتے۔
فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں۔ یا ت
اور دن کے مجموعہ کو بھی یوم کہتے ہیں۔
زمانہ کے ایک حصہ کو بھی یوم بولتے ہیں۔
اور دن کے حصے پر بھی اس کا اطلاق ہی
سبح بحمد ربک۔ تسبیح خدا کو نقصوں سے
پاک ماننا۔ حمد اللہ کو پاک صفات سے متصف
جاننا۔ جو اللہ کو پاک جانتا ہے۔ اُسے بھی
اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے۔

سورۂ الذّٰریٰت

(رکوع ۱۸)

الذّٰریٰت۔ بکھیرنے والی۔ الحٰملٰت
اٹھانے والی۔ الجٰریٰت۔ چلانے والی۔
المقسمٰت بانٹنے والی۔ یہ صفتیں ہواؤں
کی ہیں۔ ور اصل فرشتوں کی صفتیں ہیں یہ
ہوائیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے حکم کے
نیچے رکھی ہیں۔ یہ قسمیں دعوے کے ثبوت
میں بطور دلیل کے ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ
جزاو سزا کا مسئلہ برحق ہے۔ ثبوت
یہ دیا ہے کہ جیسے دنیا کے کام ظاہری ایک
سلسلہ اسباب کے ماتحت ہیں۔ اور ان
پر نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ ایسے ہی روحانی
عالم میں ان اعمال کا ایک نتیجہ ضروری ہوگا۔
اور اس میں تخلف نہیں۔ اور قیامت کے
قیام کے لئے اسباب جمع ہو رہے
ہیں۔

ذات الحبک (۱) جالی دار جیسے ریت میں جو رستے ہوتے ہیں۔ اُنکو بھی کہتے ہیں (۳) ٹیلے۔ یوفک۔ پھیرے جاتے ہیں۔ اللہ کے سوا آسمان کی باتیں اور کسی کو معلوم نہیں ہوتیں۔ علے النار یفتنون جس میں سونے چاندی کو ڈھلواتے ہیں۔ اسے فتنہ کہتے ہیں۔ آگ میں اس لئے ڈالا جاویگا۔ کہ وہ کھوٹے جائیں۔ المحروم۔ جو لوگ باوجود احتیاج کسی سے کچھ نہیں مانگتے خواہ کتنا ہی فاقہ آجاوے۔ انہ الحق۔ یعنی انما توعدون لصادق ان الدین لواقع۔

(رکوع ۱۹)

راغ۔ چلا۔ سمین۔ موٹا تازہ دوسری جگہ حنید آیا ہے۔ جس کے معنے ہیں اوجس۔ ایجاس۔ کوئی خوف دل میں آجاوے۔ اور اسے ظاہر نہ کرسکے۔

ستائیسواں پارہ

(رکوع اوّل)

مسومۃ۔ ٹھیک ٹھاک نشان کردہ۔ مسرفین۔ خطا کار۔ شریعت نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی کام کیا جاوے تو وہ اسراف ہے۔ برکنہ۔ رکن۔ طاقت۔

ملیم۔ ملامت اٹھانے والا۔ بری حالت میں۔

(رکوع ۲)

موسعون۔ فراخ کرنیوالے ہیں۔ تذکرون۔ یاد کرو۔ تذکرہ۔ دوہانی کو کہتے ہیں۔

ففروا الی اللہ۔ جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مارتی ہے۔ تو وہ اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ اسی طرح مومن کو چاہیئے کہ جب اُسے کوئی دکھ پہنچے تو خدا ہی کی طرف دوڑے۔

ولا تجعلوا مع اللہ الٰھا اخر۔ الہ معبود کو کہتے ہیں۔ اور معبود اسے جس کی کامل تعظیم سے فرمانبرداری کی جاوے۔

سورۃ الطور

(رکوع ۳)

رق۔ لمبی چوڑی تختی۔ انہوں نے تورات کو اس طرح بنا کر رکھا تھا۔ کہ جس طرح چرخ ہوتا ہے۔ یعنے ایک رولر پر چمڑا وغیرہ لپٹا ہوا۔ جوں جوں بڑھتے جاؤ کھینچتے جاؤ۔

البیت المعمور۔ حضرت موسیٰؑ جب سفر پر تھے۔ تو انہوں نے ایک خیمہ (عبادت کے لئے) بنایا تھا۔ دشمن اسے گرانا چاہتا تھا۔

مگر خدا جس کا نگہبان ہو اسے کون گرا سکتا ہے۔ معمور میں ظاہر کیا ہے کہ وہ آباد رہے گا۔ اور السقف المرفوع سے یہ کہ وہ بڑی شان والا مکان ہے۔ جب بیت اللہ کو بنایا تو حضرت موسٰے کے خیمہ کی طرز پر بنایا آ مسجود بڑ کیا ہوا۔ جھرا ہوا اور ایک معنے یہ بھی کئے ہیں کہ اُبھرا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کے بعد یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ ان عذاب ربک لواقع بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔

دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا۔ مگر لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالےٰ کا عذاب آیا۔ اور ان کو ہلاک کر دیا۔ اس میں مشرکین کو بتایا گیا کہ یہ نبی (سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت موسٰے کی طرز پر آیا ہے۔

پہلے دنیا میں جو رسول آئے ہیں وہ خاص ایک قوم کے لئے آئے۔ مگر نبی کریمؐ جو آئے وہ سب کے لئے نبیؐ ہو کر آئے۔ کوئی بستی نہیں کوئی قصبہ نہیں مگر اس میں ضرور کوئی نہ کوئی نذیر آیا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں کے مظہر ہیں۔ اور آپ جامع کمالات بھی ہیں۔ جس طرح حضرت موسٰے کا مقابلہ فرعون کے ساتھ تھا۔ اسی طرح آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ابوجہل سے ہوا۔ اسی نسبت کے لحاظ سے حضرت موسٰے کا ذکر کیا ہے۔ یعنی جس طور پر خداوند تعالیٰ کی وحی حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور خدا کی طرف سے ان کو کتاب دی گئی۔ اور ان کا عبادت خانہ قائم اور محفوظ رہا۔ اور وہ سمندر سے صحیح وسالم نکل آئے اور دشمن ہلاک ہوئے۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید دیا جاویگا۔ ان کے معابد معمور و مرفوع رہیں گے۔ اور یہ کامیاب اور دشمن ہلاک ہوگا۔

مورًا۔ جو بدت جلدی سے گذر جاوے یعنی اس دن عذاب آئیگا اسے کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ یہ واقع ظہر کے طور پر قیامت کو ہوگا۔ اور بطور بطن جنگ بدر والے دن یہ سب کچھ پورا ہوا۔ بادل آیا۔ بارش ہوئی جس سے مومنوں کے قدم جم گئے۔ اور بڑے بڑے امراء ہلاک ہوئے۔

خوض۔ نکتہ چینی۔

دعًا۔ دھکیلنا۔

قرآن کریم میں حق کی طرف لانے کے لئے مختلف راہیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ از آں جملہ نعماء بھی ہیں۔ جو متبعین کے لئے

وعدہ کی گئی ہیں۔ یعنی رسولوں کی اتباع کرو گے۔ تو یہ نعمتیں ملیں گی۔

بما کنتم تعملون۔ بسبب تمہارے کام کرنے کے۔

حور۔ گوریاں۔

عین۔ فراخ چشم۔

امددنٰھم۔ امداد۔ قدر ضرورت سے زیادہ دینے کو کہتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو قدر سے زیادہ دیں گے

السموم۔ زہریلے ہوا کے عذاب

(رکوع ۳)

فذکر۔ چونکہ انبیاء وہی یاد کراتے ہیں جو انسان کی فطرت میں موضوع ہے۔ اس لئے ذکر فرمایا۔

کاھن۔ اس ملک میں ایسے لوگوں کو غالباً ارڑ پوپو کہتے ہیں۔ جو عرب میں مقفیٰ عبارتوں میں پیشگوئیاں کرتے اگر غیب کی خبر نہ ہو تو پھر ایسے لوگوں کو شاعر کہتے ایسے ایسے الزام محض اس لئے کہ وہ کمال نبوی کا انکار نہ کر سکتے تھے۔ پس ایسے کمالات کو وہ ایسی باتوں کی طرف منسوب کرتے کہ یہ کاہن ہے یا شاعر ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ اکثر ذلیل ہی رہتے اسی لئے بنعمت ربک بیّن فرمایا۔ کہ تجھ پر بڑے بڑے انعام الٰہی ہیں۔ الغرض یہ کہ

آہستہ آہستہ اسلام غالب آرہا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔ الم یروا انا ناتی الارض ننقصہا۔ من اطرافہا افہم الغالبون۔ یعنی کفر کی زمین گھٹاتے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی بحالت ضعف کمی زندگی میں ہمارے مسیح موعودؑ کے بارے میں بھی یہی دلیل صداقت ہے۔ کہ احمدی بڑھتے گئے اور غیر احمدی گھٹتے۔

ریب المنون۔ موت کا حادثہ۔

ام ھم قوم طاغون۔ بلکہ یہ لوگ سرکشی کی وجہ سے نبی کو کاہن۔ مجنون شاعر کہہ رہے ہیں۔

بل لا یؤمنون۔ تقولہ کہنے کی جڑ بے ایمانی ہے۔ اسکی وجہ آگے فرماتا ہے۔

فلیاتوا بحدیث مثلہ۔ ذات الٰہی بے مثل ہے۔ تو اس کے صفات افعال کلام بھی بے مثل ہے۔ پس اگر یہ انسانی کلام ہے۔ تو اس کی مثل لاؤ۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت بھی اس آیت سے ظاہر ہے۔ آپ کی بعض عربی کتابوں کی مثل باوجود تحدی کے کوئی نہ لاسکا۔ آپکو یہ معجزہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی طفیل بطور ظل کے دیا گیا۔ تا دنیا پر حجت قائم ہو۔ کہ جناب خاتم الانبیاء کے غلام کا مقابلہ بھی علماء و فضلاء مخالفین

سے ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ خود آقا فداہ اس کے مولا کے کلام کا واقع میں یہی نشان اس زمانہ میں ایسا نشان ہے جو قیامت تک باقی اور تمام آنے والی والی قوموں کے لئے حجت ہو سکتا ہے۔

ام خلقوا من غیر شیٔ۔ مشرکوں سے سوال ہے کہ تمہارے معبود جو ہیں ان میں مابہ الامتیاز کیا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ام لھم ارجل یمشون بھا کیا صرف انہی کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں۔ دوم یہ کہ وہ غیر معمولی مخلوق نہیں تو کیا خالق ہیں۔ اور پھر زمین و آسمان (جن پر ہمارے بقا کا مدار ہے) کے خالق ہیں۔

دوسرے معنوں کے لحاظ سے کفار مُراد ہیں۔ ان کو ڈانٹا ہے کہ کیا وہ غیر معمولی مخلوق ہیں۔ یا صرف یہی مخلوقات سے رہ گئے ہیں کہ اُن کے فناء سے حرج واقع ہو یا خدا کی مانند خالق اور اسی کی طرح طاقتور ہیں کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے۔

عندھم خزائن ربک۔ خواہ معبود مراد ہوں خواہ کفار مشرکین دونوں پر حجت ملزمہ قائم ہے۔

ام لھم سلم۔ فرمایا کہ پہلی باتیں نہیں تو کیا یہ بات ہے کہ اُن کو کوئی آسمانی اطلاع ملتی ہے۔ اس کے ساتھ سلطٰن مبین ضروری ہے۔

ام لہ البنٰت و لکم البنون۔ نفس ابنیّت کو تو اس دلیل سے ردّ فرمایا کہ جو چیز اپنے نفس سے باقی نہیں صرف اس کے لئے اولاد کی ضرورت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے۔ تو اس کے لئے اولاد کیسی؟ صحیفۂ فطرت بھی اس پر گواہ ہے۔ کہ جو چیزیں تا بقائے عالم رہ سکتی ہیں ان کا قائم مقام کوئی نہیں۔ اور جو نہیں رہ سکتی ہیں اُن کا قائم مقام ضرور ہوتا ہے۔

یہاں چونکہ بیٹیوں کا ذکر ہے اس لئے اس طرح ردّ فرمایا کہ تم اللہ کو متجمع صفات کاملہ یا کم از کم اپنے سے بڑھ کر مانتے ہو پس جب اپنے لئے لڑکی کو ایک داغ سمجھتے ہو۔ تو خدا کے لئے کیونکر ثابت کرتے ہو۔

مثقلون۔ یعنے کسی دلیل کی وجہ سے انکار نہیں۔ بلکہ کسی چٹی سے پہلو تہی کرتے ہو وہ بھی نہیں۔

فھم یکتبون۔ کسی غیب پر اعتقاد ہے کہ اگر ایمان لائیں گے۔ تو فلاں فلاں مصائب میں پھنس جائیں گے:

مکیدون۔ وہ جنگ اور تدبیریں

انہی کفار پر اُلٹی پڑا کرتی ہیں۔
ام لھم الٰہ غیر اللہ۔ یعنی ان
کا خدا کوئی اور ہے۔ کہ خاتم الانبیاء کے
خدا کے حکم کی پرواہ نہیں۔ دو خدا اگر برابر ہیں
تو ایک فضول ہے۔ اگر ایک کم تو وہ بوجہ احتیاج
خدا نہیں۔ اسی واسطے سبحٰن اللہ عما
یشرکون فرمایا۔

وان یروا۔ پہلے دلائل کا ذکر
ہوا اب فرماتا ہے اگر ایسے نشان بھی دکھائے
جائیں جو وہ مانگتے ہیں۔ تو بھی قسم قسم کے
بہانے بنانے لگیں۔ مثلاً یہ نشان ہے
کہ آسمان کا ایک ٹکڑا گر پڑے۔ اور وہ
بھی ہم پر۔ اب سوچنے کا مقام ہے۔ کہ
جب ٹکڑا گریگا۔ تو ہلاک ہونگے۔ پھر ایمان
کب لا سکتے ہیں۔ اور دیکھ کر بھی ایمان
لانے کی توفیق نہیں بلکہ حجت بازی کرینگے
کہ یہ تہ بتہ بادل ہے۔

یصعقون۔ صاعقہ گرنے والی
بجلی کو کہتے ہیں۔ (۲) وہ امر جو انسان کو
بے ہوش کردے (۳) وہ عذاب جو انسان
کو پریشان کردے۔

فذرھم حتیٰ یلقوا۔ ہر ایک
آیت کا ایک ظہر ہوتا ہے۔ ایک بطن یہ
حالات اگرچہ قیامت کو پیش آنیوالے
ہیں۔ مگر اس دنیا میں بھی بطور بطن پیش
آئے۔ چنانچہ پہلے جنگ بدر کے دن کسفاً
من السماء بادل آئے۔ کفار شکست
یاب ہوئے۔ اور کوئی نصرت ان کی نہ کر
سکا۔ پھر اس کے بعد فتح مکہ کے دن مشرکین
عرب اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ یہودی
عیسائی اور دیگر قومیں کچھ مدد نہ کرسکیں۔
اور اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

عذاباً دون ذٰلک۔ جو لوگ اسلام
کے خلاف کوششیں کرتے رہے ان کے
بیوی۔ بچوں۔ بھائی بہنوں کا مسلمان
ہو جانا کیا کم دُکھ تھا۔

سبح بحمد ربک۔ اس موعود یوم
کے لئے صبر فرمایا۔ اور صبر کے لئے تسبیح
و تحمید فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند
تعالیٰ کو نقصوں سے پاک جاننا اور اس
قدوسیت کو عالم پر ظاہر کرنا اور صفات
کاملہ سے متصف جاننا اور بیان کرنا خود
یہ سبق سکھاتا ہے کہ انسان صبر سے کام
لے اور کسی کی ہلاکت یا اپنی تکلیف پر
بے صبری نہ کرے۔

سورۃ النجم

(رکوع ۵)

والنجم اذا ھوی۔ قسم ہے نجم کی
جب وہ گرتا ہے۔ مفسرین نے اس کی مختلف

وجوہات لکھی ہیں۔ جو درازہ کار ہیں علیحدہ
ان میں سے یہ بات ہے۔ ستارے جو
طلوع ہوتے ہیں۔ پھر غروب بھی ہو جاتے
ہیں۔ اور عرب میں ستاروں سے لوگ
راہ پاتے تھے۔ اور ٹوٹنے والے شہب
کو نجوم للشیاطین فرمایا۔ پس فرمایا کہ جب
شہب شیاطین کو دور کرتے ہیں۔ تو اس
نبی کی وحی میں کوئی شائبہ ضلالت نہیں
ہو سکتا۔

پہلے معنوں کے لحاظ سے اس کی
تفسیر یوں ہے۔ کہ ستاروں کے قرب
و بُعد کے لحاظ سے انسان راہ پاتا ہے
مگر غروب کے وقت غلطی کا احتمال ہے
مگر جو ستارہ نبی کا رہنما ہے وہ ایسا
نہیں کہ غروب ہونے والا ہو۔ پس اس
سے غلطی نہیں ہوگی۔

علمہ شدید القویٰ۔ اس ستارہ
کی تجدید شروع ہوتی ہے۔

ذو مرۃ۔ قوت والا۔

فاستوی کسی چیز پر ٹھیک درست
ہو کر بیٹھ جانا۔

بالافق الاعلیٰ۔ منتہائے بصر
جو زمین اور اس شے کے درمیان نظر
آتا ہے۔ جیسے ہم لوگ اپنی زبان میں
سماء کہتے ہیں۔

مفسرین حضرت جبرئیل مراد لیتے ہیں
اور اس کے ثبوت میں سورۃ تکویر کی ان
آیات کو پیش کرتے ہیں انہ لقول رسول
کریم الیٰ ولقد راٰہ بالافق المبین۔

لیکن اس میں ایک مشکل ہے اگر جبرئیل
مراد لی جاوے۔ تو پھر فاوحی الیٰ عبدہ
کی ضمیر بھی اس کی طرف پھرے گی۔ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل کے عبد
ٹھہریں گے۔

پس علمہ شدید القویٰ کا فاعل
تا آخر اللہ ہی ہے اور کان قوب قوسین
میں جس قرب کا بیان ہے۔ وہ بھی تمام صوفیاء
کرام کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے ہے۔

پھر ایک اور دلیل دیتے ہیں۔ کہ
حدیث میں ہے کہ جبرئیل کو نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے دو دفعہ آسمان کے
کناروں پر دیکھا۔ مگر یہ دیکھنا اسبات
کی کیونکر دلیل ہو سکتا ہے کہ تعلیم دینے
والے اور منازل قرب پر پہنچانیوالے
بھی جبرئیل ہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا نبی کریم
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اس
کلام کے وحی ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔
کہ آپ کا معلم شدید القویٰ ہے۔ جس نے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم فرمائی۔

آپ کو اعلیٰ مدارج پر پہنچالیا۔ مقام قرب دیا۔ پھر وحی سے ممتاز کیا۔ یا یوں معنے کئے جائیں کہ وہ زور آور حملوں سے مامور کی صداقت ثابت کریگا۔ مخالفین کو ہلاک۔ اور وہی ہدایت دینے والا ستارہ ہے جو اس جہان پر حکومت کر رہا ہے۔ (یہی فاستویٰ کے معنے ہیں) اور وہ خدا آسمان کے کنارہ اعلیٰ پر تھا۔ اور یہ دیکھنا کشفی ہے اور اس قسم کی رویت سے جسمیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ انسان کے دیکھنے کے لئے ضرور ایسی صورت ہونی چاہیئے جیسی اس دنیا میں دیکھی جاتی ہے۔ پھر قریب ہوا اور لٹکا۔ اور مراد اس سے ظہور قرب ہے۔ کامل سیر یہ ہے کہ سالک سیر فی اللہ الی اللہ کر کے پھر انسان کی ہدایت کی طرف لوٹے (فتدلیٰ) ایسا قرب ہوا جیسے دو کمانوں کے ملنے سے درمیان میں دوری رہ جاتی ہے۔ پس اس قرب کی حالت میں وحی ہوئی پس بہکنا ہو تو کیسا۔

ماکذب الفؤاد۔ بعض وقت ایسی بات ہوتی ہے کہ ستارہ تو ہے۔ مگر غفلت کی وجہ سے راستہ خطا ہو جاتا ہے فرمایا ہے کہ پوری توجہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم ہے۔ پس وہ ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔

نزلۃ۔ نزول سے ہے۔ میں نے بتایا کہ انسان روحانی چیزوں کو جسمانی چیزوں کے رنگ میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ چیز دیکھنے کے لئے دور سے قریب ہوتی ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ۔ لفظی معنے انتہاء کی بیری۔ ایک مقام کا نام ہے۔ کیونکہ فرشتوں کا عروج اسی مقام تک ختم ہوتا ہے۔

ما یغشیٰ۔ عجیب و غریب جن پر ڈھانک رہی تھی۔

مازاغ البصر وما طغیٰ۔ بغیر کسی غرض کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ذات الٰہی کی طرف لگی رہتی۔ اور ذرا بھی ادھر ادھر طبیعت نہ لگتی۔ مشرکین بھی گواہی دیتے۔ ماجربنا علیک الکذب اور نبی کریمؐ بھی بڑے دعوے سے کہتے ہیں ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون ٥

افرئیتم۔ یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے رب کی آیات دیکھیں تم نے کیا دیکھا۔ لات وعزیٰ۔ جن کی الوہیت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ لوگ اعتراض کرنے میں دلیر ہوتے ہیں۔ مگر خود کسی بات کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ مثلاً یہ تو پوچھیں گے مسیح موعودؑ کی صداقت کا کیا ثبوت ہے مگر خود یہ بھی نہ بتا سکیں گے۔ کہ نبی کریم صلیا

دیگر انبیاء علیہ السلام کی نبوّت کا کیا ثبوت تمہارے پاس ہے جس کی بناء پر تم نے ثبوت مانگا۔ تاکہ انہی دلائل سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ثابت کی جاوے۔

ضیزیٰ۔ خسارہ والے۔

الا اسماء۔ محض نام ہیں ان کے نیچے حقیقت کوئی نہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی پیر پرستی۔ قبر پرستی یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ علاقہ ہزارہ میں ایک کھوتے (گدھے) کی قبر کی پرستش کی جاتی ہے۔ پشاور کے اکثر گھروں میں جعلی قبریں بنی ہوئی ہیں۔

الھدیٰ۔ قرآن مجید۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ما تمنّٰی۔ مشرکین نے ایک آرزو بنا رکھی ہے۔ کہ ھٰؤلاء شفعاء نا عند اللہ۔ اور یہ معبود ہمیں غالب کردیں گے فرماتا ہے کیا محض خیالی پلاؤ سے کچھ بنتا ہے

(رکوع ۲)

لا تغنی شفاعتھم شیئًا۔ معبودان باطلہ کا رد کرچکا ہے۔ اب جن کا انکو اُتار مانتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرماتا ہے۔ کہ ان کی شفاعت کسی کام کی نہیں۔

ان یاذن اللہ۔ شفاعت میں دو شرطیں ہیں۔ ایک اذن۔ دوم جس کیلئے پسند فرماوے۔ دوسرے مقام پر یہ کھولا کہ شفاعت کس کے لئے ہوگی۔ من شھد بالحق۔

لا یؤمنون بالاٰخرۃ۔ کفار نہیں فرمایا۔ تا اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ ملائکہ کو لڑکیاں قرار دینے والے ایسے ہی لوگ ہیں جو اعمال کی جزا وسزاء سے نڈر۔ اور آخرت کے منکر ہیں۔

من علم۔ یقینی بات (وحی۔ عقلی دلیل۔ نشان) اس زمانہ میں بھی یہی معیار فیصلہ کن ہے۔ اہل سنّت واہل تشیع میں تو بہت فرق ہے۔ خود اہل سنّت کے فرقوں میں ایسا بُعد ہے کہ ایک فرقہ ایک چیز کو حلال کہتا ہے۔ دوسرا حرام گویا شک میں ہیں۔ یقینی علم کسی کو نہیں۔ ایسے وقت میں ایک مصدّق کی ضرورت ہے۔ جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہدے۔ اور جس کے ذریعے یقینی علم حاصل ہو کہ خداوند تعالیٰ کی رضا کس امر پر ہے۔ وہ مصدق اور حکم وہی ہو سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر ایسے نشان ظاہر ہوئے جن سے ثابت ہوگیا۔ کہ اس کا خاص تعلق ذات ربانی سے ہے۔

ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا۔ کسی مسئلہ متنازعہ فیہا کی نسبت

پہلے نبی کے بعد روایات کی بناء پر فیصلہ ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ ہر فرقہ اپنے اپنے روایت مقبولہ پر زور دیتا ہے پس صاحب وحی ماموری کی اتباع تمام قسم کے ظنوں سے رہائی دیتی ہے۔ کیونکہ اس کے حق پر ہونے پر حجۃ بینہ قائم ہوتی ہے۔

عن ذکرنا۔ ذکر یعنے قرآن۔ چنانچہ فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

لیجزی۔ بظاہر للہ ما فی السموٰت وما فی الارض۔ اس اگلی آیت کی وجہ نہیں بن سکتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آسمان و زمین کی چیزیں ہی ہیں۔ جن کو دیکھ کر یا تو انسان اللہ کا فرمانبردار بنتا ہے یا نافرمان۔ گویا یہ چیزیں ہدایت و گمراہی کا موجب ٹھہرتی ہیں اور یہی چیزیں ہیں جو انسان کے دکھ یا سکھ کا موجب بنتی ہیں۔

کبائر۔ گناہوں کے کچھ سلسلے ہوتے ہیں یعنے ایک بدی کرنے سے دوسری بدی کرنی پڑتی ہے۔ جس پر یہ سلسلہ ختم ہو وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً غیر محرم کو دیکھنا صغیرہ ہے۔ پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے یہی بدنظری زنا تک پہنچتی ہے۔ پس یہ کبیرہ ہو گیا۔

مومن کبائر سے اجتناب کرتا ہے کیونکہ اس تک بہت سے مرحلے طے کر کے پہنچنا ہوتا ہے۔ ان مراحل میں عرصہ لگتا ہے۔ اتنی مدت اگر کسی وقت بھی خشیت الٰہی غالب نہ ہو تو وہ مومن کیسا۔ مومن کی شان تو یہ ہے اذا مسہم طائف من الشیطن تذکروا۔

الفواحش۔ کھلی کھلی بے حیائی اس کے لئے کسی لمبے عرصہ کی ضرورت نہیں۔ مومن اس سے بھی بچتا ہے۔

(الحیاء شعبۃ من الایمان)

اللّمم۔ آلودگی۔

(رکوع ۳)

افرأیت۔ جہاں کہیں آتا ہے۔ اس کے معنے یہ کئے جاتے ہیں۔ تم بتلاؤ تو سہی۔

اکدیٰ۔ کنواں نکالتے وقت جب کوئی ایسا پتھر آ جاوے کہ آگے کنواں نکل نہ سکے۔ تو اسے اکدیٰ کہتے ہیں۔ یعنے روک رکھا۔

ابراھیم الذی وفّٰی۔ ابراہیم کی وفاداری دو جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ ایک مقام پر فرمایا۔ اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن۔ آپ کو چند احکام دیئے گئے جنہیں آپ نے پورا کر دیا۔

(۲) دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں یہ آیا ہے یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک

فانظر ماذا ترىٰ۔ الیٰ فلمّآ اسلما وتلّه للجبین۔ ونادینٰه ان یاابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ یعنے آپ نے حسب ایماء الٰہی بیٹے کا گلا کاٹنے کی تیاری کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی سے روکدیا۔ کہ تونے پورا کردیا۔

وازرۃٌ۔ یہ صیغہ صفت کا ہے۔ اس کا موصوف نفس ہے اور اس کے معنے ہیں اٹھانے والی جان۔

اخریٰ۔ یہ بھی صیغہ صفت کا ہی موصوف اس کا مقدر ہے۔ یعنے کوئی اٹھانے والی جان۔ دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اضحک وابکی۔ اللہ تعالےٰ جس طرح دنیا میں ہنسنے اور رونے کا نظارہ دکھاتا ہے۔ وہی نظارہ قیامت میں بھی دکھائیگا۔ اور جزا سزا دیگا۔

تمنیٰ۔ ٹپکانا۔ ڈالنا۔ اقنیٰ۔ ایسی چیز کسی کو دینا جو ذخیرہ ہو۔

رب الشعریٰ۔ ایک ستارہ ہی اور یہ دو ہیں۔ جو زیادہ روشن ہے اس پوجا کرتے تھے۔ فرمایا جس کی تم پوجا کرتے ہو۔ وہ بھی خدا نے ہی پیدا کیا ہے۔

والمؤتفکۃ۔ نوحؑ کی بستیاں جو الٹائی گئی تھیں۔

تتماریٰ۔ سے مراد ہے جس کے معنے جھگڑا کرنے کے ہیں۔

ازفت الاٰزفۃ۔ ازف کے معنے قریب کے ہیں۔ آزفتہ قریب آنے والی۔ بتایا کہ وہ گھڑی اب قریب آگئی ہے۔

کاشفۃ۔ دور کرنا یعنے وہ آئے گی۔ تو کوئی دوا نہ کریگا۔

سامدون یسمد کے معنی تکبر کے ہیں

سُورۂ القمر

(رکوع ۸)

اقتربت الساعۃ۔ بعض باتیں کسی قوم میں کسی امر کا نشان ہوتی ہیں اور یہ بات ان میں شائع وذائع ہوتی ہے۔ مثلاً مہدی کے زمانہ میں کسوف خسوف گنواروں تک کو معلوم تھا۔ گو وہ کسی آیت وحدیث کا پتہ نہ دے سکیں۔

(۲) باتیں کرتے ہوئے رانوں پر ہاتھ مارنا (۳) زبان میں کسی قدر لکنت۔

اسی طور پر پہلی اُمتوں میں بعض ماموریں کی نسبت ایسی باتیں مشہور تھیں گو ان کا نشان کتب سابقہ میں نہ ملتا ہو۔ ہماری کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ بیت المقدس کی فتح کے لئے جب حضرت عمرؓ گئے تو مفسرین نے اپنی کتابوں سے

اس کا حلیہ طایا۔ اور یہ بھی کہ اسکے پیرہن پر کئی پیوند ہوں گے۔ حالانکہ تورات وغیرہ میں اس کا بیان صریحاً نہیں ملتا۔

عرب میں یہ بات مشہور تھی کہ ہماری قوم ومذہب میں ایک تنزل آنیوالا ہے۔ اور اس کا نشان یہ ہے کہ چاند پھٹیگا۔

اس پر ایک روایت ہے کہ آپ رات کے وقت چند مشرکین عرب کو سمجھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا نشان بتاؤ اس وقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دیکھو چاند پھٹ گیا۔ یہ نشان ان کے درمیان مشہور تھا۔

اب رہی اعتراضوں کی بات کہ انشقاق قمر ممکن نہیں۔ دوم اس کا ثبوت کیا۔ دونوں غلط ہیں۔ ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ قرآن مجید میں سب یہود مشرکین عیسائی کے سامنے پکار کر کہہ دیا گیا۔ کہ انشق القمر۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ آگے فرمایا۔ وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (نشان دیکھ کر منہ پھیر لیتے اور اسے سحر قرار دیتے ہیں) گویا دوسروں کو گواہ فرمایا اس سے ظاہر ہے۔ کہ انشقاق قمر سے کسی کو انکار نہ تھا۔ ہاں وجہ میں بحث تھی۔ وہ منسوب بہ سحر کرتے اور قرآن مجید اسے آیت النبی فرماتا ہے۔ کیا سوائے حق کے کسی کو طاقت ہے کہ کسی امر کی نسبت ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دے۔ اور مخالفین کو چیلنج دے بلکہ ملامت۔

باقی رہا یہ کہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ نیچر کے خلاف ہے۔ چاند پھٹتا۔ تو نظام شمسی میں بڑا فرق آکر حادثہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت اللہ کا احاطہ ایک محدود عقل و تجربے والا انسان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بعض واقعات ہزار سال بعض پانچ ہزار سال کے بعد پیش آتے ہیں۔

سائنس والے تو ابھی تک صرف انسان کے اندر جو کچھ ہے اس کا پورا پورا علم بھی حاصل نہیں کر سکے۔ (ب) نظام شمسی میں کیا فرق آنا تھا۔ درحقیقت روایات کے مبالغہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ دیکھئے کسوف خسوف غیر معمولی تاریخوں میں پھر ماہ رمضان میں ایک قانون کے ماتحت ہوا مگر قبل از وقوع ایک اعجوبہ تھا۔ حضرت موسٰے سمندر سے گزرے جو آندھی کی وجہ سے ایک طرف چڑھ رہا تھا۔ اور آپ ایسے وقت پہنچے۔ کہ پانی ہٹ گیا۔ اور فرعون ایسے وقت کہ پانی بڑھ گیا۔ حضرت نبی کریم

صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جنگ میں ریت کی مُٹھی پھینکی۔ اور وہ سب کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ کیونکہ ہوا آندھی کے طور پر دشمن کی طرف چل رہی تھی۔ اور مٹھی پھینکنے کے ساتھ ہی ریت اُڑ اُڑ کر ان کی آنکھوں میں پڑنے لگی۔ پس معجزہ تو یہی ہے۔ کہ پہلے پیشگوئی کی گئی کہ اللہ اپنے بندے کی نصرت کریگا۔ اور مخالفین کو ہلاک۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ چاند کے آگے ایسا جرم آجائے۔ کہ چاند دو حصے نظر آئے اور آپ نے اعلام الٰہی سے ایسے وقت میں اشارہ کیا کہ قانون قدرت کے مطابق چاند دو ٹکڑے ہو رہا تھا۔ بعض زلزلے ایسے آئے ہیں کہ ایک دھکہ میں زمین پھٹی ہے اور دوسرے میں ایسی ملی ہے کہ پھر پتہ نہیں لگا۔ تو کیا چاند میں ایسا ہونا محال ہے۔

کل امرٍ مستقر۔ ہر امر کیلئے موقع ومحل ہے اور ہر ایک امر ایک حد بست کے اندر ہے۔ پس عذاب اپنے وقت پر آویگا۔ جو اس قوم کو تباہ کریگا۔ اور اس کا نشان انشقاق قمر ظاہر ہو چکا۔

حکمۃ بالغۃ۔ پختہ بات جو حد کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ یعنی جن پر فردِ جرم لگ چکا ہو۔ جو کفر و عناد کے اس درجہ تک پہنچ گئے ہوں۔ وہ نشانوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے؛

شی نکر۔ جسے آدمی جانتا نہ ہو۔ اس کے دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے

ھذا یوم عسر۔ ٹڈی دَل کی طرح منتشر ہونا اور قبروں سے نکلکر بُلانے والے کی طرف دوڑنا۔ یہ قیامت ہی میں ہوگا۔ مگر دنیا میں ایسی باتوں کا نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ پس اجداث سے مراد اس صورت میں وہ گھر ہیں۔ جو تباہی کے وقت ان کے لئے بمنزلہ قبروں کے ہیں۔ ان سے نکلکر وہ اپنے بلانے والے کے پاس جائیں گے۔ اور اقرار کریں گے۔ کہ یہ یوم عسر ہے۔

چنانچہ مثال میں بعض قوموں کا حال بیان کرتا ہے۔ کہ یہ دن دنیا میں ان پر کیسے آیا۔

فجرنا الارض عیونا۔ اس کے چشمے پھاڑ دیئے۔

دسر۔ بادبان۔ اصل معنے اس کے دفع کرنے اور زور سے دھکیلنے کے ہیں۔ چونکہ بادبان کشتی کو دھکیلتے ہیں اس لئے بادبان پر اس کا اطلاق ہوا۔

(۲) ان منچوں کو بھی کہتے ہیں۔ جن سے کشتی کے اجزاء کو جوڑا جاتا ہے۔ ان رسّوں کو بھی کہتے ہیں۔ جن سے کشتی باندھتے ہیں

دسور۔ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جو بہت تیز رفتار ہو۔

صرصرًا۔ صرصر کہتے ہیں چیخ کو جو ہوا تیز چلتی ہے اس کی رفتار سے ایک آواز نکلتی ہے۔

یوم نحس۔ یہ اُس قوم کے لئے میلہ وعید کے دن تھے۔ جسے وہ مبارک سمجھتے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ تم جنہیں بابرکت سمجھے وہی منحوس ثابت ہوئے۔

مستمر۔ ہوا پے درپے چلنے والی۔

منقعر۔ کھوکھلے جڑ سے کٹے ہوئے۔

(رکوع ۹)

کذبت ثمود بالنذر۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہ آنا ہوتا۔ تو پھر انبیاء اوران کے مخالفین کے انجام سے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ کوئی بھی سورۃ خالی جاتی ہے؟ جس میں انبیاء اوران مخالفین کی ہلاکت کا بیان نہ ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نبی اکرمؐ کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اب نبی آپ کی مہر سے بطور آپ کے ظل کے آئیگا۔

ابشرًا منا واحدًا نتبعہ

امام ایک ہی ہونا چاہیئے۔ تاکہ وحدت قائم رہے۔ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو "ایک" کی اطاعت کو گمراہی اور مصیبت کا موجب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے۔ خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤید و منصور کرتا ہے۔ خدا اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے قوم تباہ ہو۔ شوریٰ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اس کی اتباع کرے۔ بلکہ وزراء کی رائیں۔ اس کی بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں۔ کہ ان میں اپنی رائے کا حسن و قبح دیکھ لے۔

اشر۔ اکڑباز۔ متکبر

سیعلمون۔ ضرور جان لیں گے۔ س یہاں تاکید کے لئے ہے۔

غدًا۔ نہ صرف بروز قیامت بلکہ اسی دنیا میں یہ امتیاز ہوگا۔ چنانچہ آگے فرماتا ہے۔

فتنۃ لھم۔ فتنۃ کندن کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ (۲) مصیبت میں پڑجانا (۳) ابتلاء یعنے ایسی چیز جس سے انسان کی مخفی حالت ظاہر ہوجائے۔ پس وہ اونٹنی

ان کی مخفی حالت کو ظاہر کر دے گی۔ وہ کہتے ہیں ہم اچھے ہیں۔ اور یہ کذاب اشر مگر اسی اونٹنی کے ذریعے کھُل جائے گا۔ کہ کذاب اشر یہ خود ہیں۔

قسمۃ بینہم۔ مفسرین تو کہتے ہیں۔ کہ ایک دن اور لوگ پانی پئیں ایک دن اونٹنی۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیوں کہ بینھم و بین الناقۃ نہیں فرمایا۔ پس مراد یہ ہے کہ اور دن کیلئے تو باری مقرر ہے۔ مگر اونٹنی اس قسم کی باری سے مستثنےٰ ہو گی۔ کل شرب محتضر سے بھی یہی مراد ہے کہ خواہ کونسی باری ہو۔ یہ اونٹنی حاضر ہونے کی مجاز ہے۔

صاحبھم۔ کہتے ہیں کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا قیدار نام ایک شخص تھا۔ مگر کرے ایک اور ہلاک ہو ساری قوم۔ یہ عدل الٰہی سے بعید ہے۔ صاحبھم سے ظاہر ہے کہ وہ اور دن کے مشورے اور صلاح سے گیا۔ پھر تعاطی آیا ہے جس کے معنے ہیں دوسروں سے ہتھیار لیا اور اس نے کونچیں کاٹ دیں۔

عقر۔ مطلق زخم کو بھی کہتے ہیں اس رگ کے کاٹنے کو بھی کہتے ہیں جس کے بعد جانور چل نہ سکے۔

یاد رہے کہ معجزہ اس بات کا نام نہیں۔ کہ وہ سائنس۔ عقل۔ تجربہ۔ شواہد کے ضرور خلاف ہی ہو بلکہ وہ ایک امر ہے جس سے خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس نبی کے اللہ سے خاص تعلقات اور دشمنوں کے اس کے مقابل پر عاجز رہ جانے کا ظہور ہو۔

پس وہ اونٹنی نہ تو پتھر سے نکلی۔ اور نہ اس میں وہ خصوصیات تھیں جو خواہ مخواہ لوگوں نے بڑھائیں اونٹنی ناقۃ اللہ اسی لئے کہلائی کہ وہ صالح کی صداقت کا نشان ٹھہری۔ کیونکہ آپ نے اس کے بارے میں علامت قرار دی۔ کہ اسے دُکھ پہنچاؤ گے۔ تو ۳ دن بعد تباہ ہو جاؤ گے۔

صیحۃ۔ جو عذاب دفعتاً آ جاوے۔ اس کو صیحہ بولتے ہیں۔

ھشیم المحتظر۔ حظیرہ باڑ کو کہتے ہیں۔ محتظر وہ جس کا باڑہ ہو۔ ہشیم باڑ کے روندے ہوئے ٹکڑے۔

کذٰلک نجزی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ شکر گزاری شرط ہے۔

فتماروا۔ جھگڑا کرنے لگے۔

(رکوع ۱۰)

النذر۔ ہمارے انذار یا ہمارے ڈرانے والے۔

کفار کا قصہ بتا کر اکفارکم فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مثیل موسےٰ تھے۔ اس میں سمجھایا کہ مشرکین عرب کا بھی وہی حال ہوگا۔ جو فرعونیوں کا ہُوا۔

مُنتصر۔ بدلہ لینے والے۔ عرب کی قوم میں بدلہ لینے کی بڑی عادت تھی۔ اور اسی بات پر انکو ناز تھا۔

سیھزم الجمع۔ یہ سُورۃ مکی ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے جنگ ہوئے۔ آخر جنگ احزاب میں یہہ پیشگوئی پوری ہوئی جس میں تمام قومیں جمع ہو کر مقابلہ کے لئے آئیں۔ مگر سب کی سب بھاگ گئیں۔ کیا کوئی انسان عقلی قیاس سے ایسی پیشگوئی اس بے بسی کی حالت میں کر سکتا ہے۔

بقدر۔ ہر امر اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ جو خدا کے علم میں موجود ہے پس ان کی ہلاکت کے متعلق جلدی نہ کرنی چاہیئے۔

اشیاع۔ شیعہ گروہ چونکہ ایک گروہ کے آدمی کسی نہ کسی بات میں شریک ہوتے ہیں۔ پس اشیاعکم کے معنے ہوئے تمہارے جیسے لوگ۔

وکل شیء۔ پہلی قوموں کی تباہی کے وجوہات کتابوں میں موجود ہیں غالب وجہ یہی مخالفت انبیاء تھی۔

مقعد صدق۔ عرب جو چیز اعلےٰ و مفید ہو اُسے صدق سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ متقون اچھے مقامات پر ہوں گے۔

سُورۃ الرحمٰن

(رکوع ۱۱)

الرحمٰن۔ اللہ تعالیٰ نے بے مزد ہماری جسمانی زندگی کے سامان بہم پہنچائے۔ اسی طرح روحانی زندگی کے لئے قرآن مجید جیسا کلام نازل کیا۔

علّم القرآن۔ قرآن فرمانے میں یہ سمجھایا۔ کہ یہ کتاب ہمیشہ پڑھی جاوے گی اور دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہے گی۔

خلق الانسان۔ الانسان سے مراد یہاں میرے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ اکمل ترین انسان تھے۔ اس لئے آپ کی پیدائش کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

علمہ البیان۔ آپ کے لئے
اس کے مطالب واضح کر دیئے۔

الشمس والقمر۔ چونکہ لوگوں
نے اس نعمت عظمیٰ کی ناشکری کی۔ اس
لئے اور انعامات کا ذکر کر کے انہیں
شرم دلاتا ہے۔ اور ملزم بناتا ہے۔
کہ کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ اور
جب عام فضلوں کی ناشکری کرتے ہیں
تو اس خاص فضل کی ناشکری کوئی تعجب
انگیز نہیں۔

النجم۔ ستارہ اور وہ بوٹی
جو بیلدار ہو۔ چونکہ الشجر کے ساتھ آیا
ہے۔ اس لئے دوسرے معنے لئے جاتے ہیں۔
سورج و چاند سے فائدہ اٹھایا
(چنانچہ درختوں کے پھل انہی سے پکتے
ہیں) انہی کی پرستش شروع کر دی۔ اور
ان کے پیدا کرنے والے کی طرف توجہ
نہ کی۔

وضع المیزان۔ ہر چیز کی
حقیقت اور اسکی قدر معلوم کرنے کے
لئے ایک میزان مقرر کی ہے۔ اس سے
کام نہیں لیتے۔ ورنہ ہر شے سے اس کی
قدر کے مطابق سلوک کرتے۔ ایسا ہی
ہر شے کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ جب
اس سے کم و بیش کریں۔ تو فساد پڑتا ہے۔
میزان سے مراد ترازو نہیں بلکہ وہ جس سے
اندازہ ہو سکے۔ پس اقیموا الوزن اور لا
تخسروا المیزان صرف تولنے کے متعلق
ہی ہدایت نہیں بلکہ ہر امر کے متعلق ہے۔

الاکمام۔ کُم کے معنے آستین ہیں۔
کھجور کے خوشوں پر ایک غلاف ہوتا ہے۔
اس کا نام بھی ہے۔ اکمام کا اطلاق
خوشوں پر بھی ہو جاتا ہے۔

ذو العصف۔ عصف کے لفظی
معنے اُڑانا۔ اُڑائی ہوئی چیز۔ اس حصے
کا نام ہے جو ہوا کے ساتھ غلہ سے الگ
کیا اور اُڑایا جاتا ہے۔

والریحان۔ خوشی کی موجب چیزیں
خوشبو۔

ربکما تکذبٰن۔ یہاں تثنیہ آیا ہے
مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ جن وانس مخاطب
ہیں۔ اس پر دو سوال ہو سکتے ہیں۔ کیا
قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ وہ بصیغہ تثنیہ
خطاب کیا کرتا ہے۔ پس اس سورۃ میں
اس نرالی طرز کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔
(۲) یہاں تو تکذیب کا ذکر ہو رہا ہے
اور دوسری طرف انعامات کا اظہار ہے۔
جو زیادہ تر انسانوں سے خاص ہیں۔ ہم
نہیں دیکھتے کہ جن کھیتی باڑی کرتے ہیں۔
اصل بات تو یہ ہے۔ کہ تفسیر معتبر تو وہ ہے

جو خود قرآن مجید کرے۔ یا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت صحیح مروی ہو۔ یا لغت و قواعد عرب سے واضح ہو پس میرے نزدیک یہ تاکید کے لئے ہے جو محاورات عرب سے ثابت ہے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ میں ہے۔

قفا نبك من ذكرىٰ حبيب ومنزل۔ عربوں کا یہ طرز ہے کہ جب کسی کو ملامت کرنا اور کسی بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہیں۔ تو تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ اور مخاطب جمع ہوتے ہیں۔

(رکوع ۱۲)

من صلصال كالفخار۔ لوگوں نے لفظی معنے لئے کہ بجنے والی مٹی۔ اور پھر اصل مطلب سے دور جا پڑے۔ کیونکہ انسان کسی حالت میں بجنے والی مٹی کی طرح نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ برتن خاص مٹی سے بنتے ہیں۔ پھر جوں جوں اچھے برتن ہیں۔ وہ خاص خاص قسم کی مٹی سے بنتے ہیں۔ پس اس میں بتایا۔ کہ آدمی ایک خاص قسم کے سلاطین سے بنا ہے۔ صلصال سے بتایا ہے۔ کہ اس کے اجزا میں اتصال ہے۔ اور فخار سے یہ کہ وہ خاص الخاص مٹی ہے۔

رب المشرقين۔ صیفی و شتائی مطالع کے اعتبار سے فرمایا۔

منهما۔ مفسرین نے اس ھما پر بڑی بحث کی ہے۔ جنہوں نے سمجھا ہے کہ لولو مرجان صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں۔ انہوں نے من احدهما اس کا اصل سمجھا ہے۔

وجه ربك۔ ایسی آیات کے معنے کرنے میں ليس كمثله شئ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اس پر مفسرین کو مشکل پیش آتی ہے۔ کہ جب سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ تو پھر ایک وقت آئے گا کہ عرش فنا ہو عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی۔ پھر خداوند تعالیٰ کا مقام کہاں ہوگا۔ ایسا ہی جنت دوزخ پہلے بنے ہوئے موجود ہیں تو جب سب کچھ فنا ہونا ہے۔ تو جنت دوزخ بھی نہ ہونگے۔ آخر ۸ چیزیں مستثنےٰ مانی ہیں۔ حالانکہ کوئی آیت قرآنی و حدیث رسول بزدانی اس پر شاہد نہیں۔ یاد رکھو کہ حق بات پر کبھی اس قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ عرش ایسی چیز نہیں کہ وہ مخلوق ہے بلکہ استواء علی العرش ایک صفت ہے صفات باری تعالیٰ میں سے (۲) جنت

دوزخ پہلے سے موجود نہیں بلکہ انسان ہی کے اعمال کے اظلال وآثار کا کام ہے۔ جو اس وقت حقیقی طور پر مجسم ومتمثل ہوں گے۔

کل یوم۔ ہر وقت۔ ہر لحظہ۔ یوم زمانے کا ایک حصہ۔

ھو فی شان۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ بچپن سے بڑھاپا آتا ہے اور ناقص سے کامل ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کی ذات مختلف اوقات میں اپنی نئی نئی تجلیاں کرتی ہے۔

سنفرغ۔ یہ انسانی محاورہ کے مطابق فرمایا یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جزا وسزا کے لئے ایک وقت معین ہے۔ اس وقت میں خاص توجہ فرمائینگے دنیا میں اس کے فیض ربوبیت ورحمانیت سے کفار معاندین بھی حصہ لے رہے ہیں۔ اس واسطے سزا کے متعلق ٹھیک انکشاف نہیں ہوتا۔ مگر ایک وقت پورے طور پر حقیقت منکشف ہوگی۔ سزا کی خبر دینا یہ بھی احسان اور خدا تعالےٰ کا انعام ہے۔

فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن۔ تکرار فصیح کے کلام میں بغیر از حکمت بالکل نہیں ہوتا۔

شواظ من نار۔ شعلہ مع دود۔ آگ سے۔

نحاس۔ مفسرین نے اس کے معنے کئے ہیں دھواں والا شعلہ۔ دراصل پتھر کے کوئلے گندھک تانبہ کی آگ بہت تیز ہوتی ہے۔

ایسی آیات کے آگے فبای الاء ربکما کا ربط بہت غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔

پہلے فرمایا۔ تم بھاگ نہیں سکتے۔ پھر بتایا کہ یہ نہ سمجھو آسمان پھٹنے سے تم نکل جاؤ گے۔ کیونکہ وہ وردۃ کالدھان ہوگا۔ ایسی سخت حالت سے صرف قرآن مجید ہی ذریعہ نجات ہے۔ پس تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

لا یسئل عن ذنبہ بعض مقامات پر آیا ہے۔ کہ سوال کیا جاویگا۔ ایسی آیات میں دراصل اختلاف نہیں کیونکہ لا یسئل کی وجہ بتا دی کہ وہ علامتوں سے پہچانے جائیں گے۔

سوال دو قسم ہے۔ ایک سوال بطور تہدید ملزم ٹھہرانے کے لئے۔ یہ سوال تو ضرور ہوگا۔ دوسرا سوال مجرمین کی معرفت کے لئے ہے۔ سوال کی ضرورت نہیں کہ اپنی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے

حمیم اٰن - گرم اُبلتا ہُوا -

(رکوع ۱۳)

مقام ربہٖ - اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے -

ذواتا - ذو کا تثنیہ ذوا مؤنث ذواتا -

زوجٰن - نر و مادہ - اچھا اور بُرا -

وجنا الجنتین - اور دونوں جنتوں کے چیدہ پھل -

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان - رب کریم فرماتا ہے - کہ ہمارے اتنے احسانات ہیں تم پر پس تمہیں بھی احسان ہی کرنا چاہیئے جو یہ ہے ان تعبد ربک کانک تراہ (الحدیث) احسان کے معنے اخلاص بھی ہیں - جس کے معنے ہیں محض ذات اللہ کی رضا مقصود ہو اور خالصًا لوجہ اللہ ہو -

من دونھما جنتٰن - پہلے فرما چکا ہے - ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن - پس چار ہوئے -

حضرت اقدس نے ایک جگہ لکھا ہے - کہ ایک جنت دنیا میں ملتا ہے ایسا ہی ایک جنت برزخ قبر میں ہے - پھر دن حشر میں ایک جنت ہے جو یوم الحساب ہے - پھر ایک یوم الحساب کے بعد -

خیرات - خوبیوں والی عورتیں ہوں یا اور چیزیں -

لم یطمثھن - مطلب یہ کہ وہ پاکباز ہونگی - ولا جآن سے یہ مراد ہے کہ بدکار نہیں - بلکہ بعض علماء کو تو خواب میں بھی شیطان نہیں آتا - اور وہ بچ جاتے ہیں - اور میں اس میں صاحب حال ہوں

سورۃ الواقعہ

(رکوع ۱۴)

یہ جو آخری سورتیں ہیں ان کا اکثر حصہ مکی ہے - اس وقت ابھی یہودیوں اور عیسائیوں سے مباحثہ نہ شروع ہوئے تھے - بلکہ نظر بہ حالات موجودہ دو امور کی ضرورت تھی - مشرکین عرب خدا کو تو مانتے تھے - مگر اس کی صفات کے متعلق بہت غلطی میں تھے اس واسطے ھؤلاء شفعاء نا عند اللہ اور ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کہہ کر بتوں کی پرستش کرتے - دوم - روز قیامت اور جزا و سزا کو نہ مانتے تھے - اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق بالدلائل بیان فرمایا - اور یہ صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے - کہ اپنے دعاوی کو بدلائل بیان فرماتی ہے - اور ان سورتوں

میں پیشگوئیوں کی کثرت ہے۔ تا انکا وقوع
قیامت کے وقوع پر دلیل ٹھہرے۔

کاذبۃ۔ فاعل بمعنے مصدر۔ کذب

خافضۃ رافعۃ۔ اس میں
پیشگوئی کر دی۔ کہ جو بڑے بڑے عالی
جناب بنے بیٹھے ہیں پست کئے جاوینگے۔

اصحٰب المیمنۃ۔ یمن بمعنی برکت
وسعادت (۲) یمین کے معنے دایاں ہاتھ
پس دونوں معنے ہوئے سعادت والے۔
دہنی طرف والی۔ مشئمۃ اس کے خلاف

ما اصحٰب المیمنۃ۔ تعجب و حیرانی کے
اظہار کے واسطے یہ اسلوب عبارت ہے۔

موضونۃ۔ ٹھہری بنی ہوئی۔ سونے
کی تاروں و جواہرات سے بنے ہوئے۔

مخلدون۔ ہمیشہ اسی عمر میں
رہنے والے۔ ایسے لڑکے جن کا ہمیشہ
خدمتگار رہنا چاہا جائے۔

معین بہنے والا چشمہ مصفا پانی۔

مخضود۔ کانٹے دور کئے ہوئے
اس میں یہ بتایا۔ کہ جنت کے آرام میں
کوئی امر موجب تکلیف نہ ہوگا۔

ظل ممدود۔ سایہ دوپہر کیوقت
گھٹتا جاتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات
درخت کے سایہ میں آرام لینے والے کو
دھوپ آجاتی ہے۔ فرمایا۔ اس کا سایہ بہت
پھیلا ہوا ہوگا۔

لا ممنوعۃ۔ منع کئی قسم ہے۔ طاقت
نہیں۔ وسعت نہیں۔ خود معدہ میں خلل
ہے۔ کسی قسم کی روک نہ ہوگی۔

فرش مرفوعۃ۔ عالی خاندان
بیبیاں۔ اس پر قرینہ ہے اگلی آیت۔

عربا اترابا۔ خاوندوں کی پیاریاں
ہم عمر۔ یعنی خاوندوں کی عمروں کے
مناسب حال۔

رکوع ۱۵

یحموم۔ سیاہ دھوئیں۔

کریم۔ انسان جس سے فائدہ اٹھاتا
ہے اس کی ایک عزت دل میں ہوتی ہے
فرمایا اس ظل سے آرام نہ پائیں گے۔

مترفین۔ آرام طلب۔ دوزخ
بمنزلہ شفاخانہ کے ہے اس میں ایسی روحانی
بیماریوں کا علاج ہے۔

الحنث (۱) خدا کی عظمت دل
میں نہ تھی اپنی قسمیں توڑتے تھے۔ (۲) مطلق
گناہ۔ گناہوں پر اصرار کرتے تھے۔ (۳)
بار بار قسمیں کھا کر کہتے کہ قیامت کو اٹھائے
نہ جائیں گے۔

الٰی میقات۔ اس وقت تک جمع
کئے جائیں گے (۲) بمعنے فی ایک مقرر دن
کی تاریخ میں۔

شرب الھیم۔ اونٹوں میں پیاس کی

ایک بیماری ہوتی ہے۔ فرماتا ہے گرم پانی ملیگا۔ اس سے پیاس نہیں بجھے گی۔ بار بار پینا پڑے گا۔

نزلھم۔ جب مہمان آئے کھانا دیر سے دیا جاتا ہو۔ تو اس کے آتے ہی جو ناشتہ پیش کیا جائے۔ اسے نزل کہتے ہیں۔

افرایتم ما تمنون۔ چونکہ اعتراض حشر اجساد پر ہے۔ اس لئے فرماتا ہے کہ وہ منی جس سے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بھی تو آخر اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس کیا وہ دوبارہ خلق پر قادر نہیں۔ کیونکہ منی سے انسان بننا بھی تو حیرت انگیز ہے۔

قدرنا بینکم الموت۔ جو خدا کی ہستی پر موت لا سکتا ہے کیا وہ اس موت کو ہٹا نہیں سکتا۔

شجرتھا۔ (۱) بانس کے درخت سے بھی آگ نکلتی ہے۔ (۲) آگ پتھر یا کسی جسم میں چھپی ہوتی ہے۔ پھر شعلہ درخت کی مانند ہو جاتا ہے۔

یہی قدرتوں کا بیان کیا ہے۔ تا ظاہر ہو کہ وہ قیامت لانے پر قادر ہے۔

للمقوین۔ مسافر بھوکے لوگ۔

(رکوع ۱۶)

فلا اقسم۔ قسم کے فعل پر لا نفی آتا ہے۔ اس کی توجیہیں مفسرین نے کی ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے کہ لا زائد ہے۔ (۲) اس بات پر قسم کھانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ کھلی ہوئی صداقت ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جس عقیدہ کی تردید مقصود ہے اس کے لئے لا آیا ہے۔ کہ ایسا نہیں اور پھر قسم کھائی گئی۔ کہ حقیقت یوں ہے۔

بمواقع النجوم۔ مواقع جمع موقع جس کے تین معنی ہیں۔ گرنے اور پڑنے کی جگہ۔ گرنا۔ (مصدر) فرماتا ہے کتاب اللہ کی نسبت تم انکار کرتے ہو اور کہتے ہو۔ افترا ہے۔ ایسا نہیں میں تمہیں ستاروں کے گرنے کیطرف جبکہ اسی کے ظہور کے وقت ستارے بہت ٹوٹتے ہیں کہ وہ بھی ایک نشان ہے متوجہ کرتا ہوں یہ قرآن کریم ہے۔ اور تمام شیطانی دستبردوں سے محفوظ ہے۔

من رب العالمین۔ اس میں بتایا کہ جیسے خدا تعالیٰ جسمانی پرورش کر رہا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ روحانی تربیت کا سامان بھی بھیجے۔

مدھنون۔ کمزوری سستی ڈھیلی یقینی دکھاتے ہو۔

غیر مدینین - نہیں رعیت اور محکوم۔

ان کنتم صادقین - اس میں توجہ دلائی - کہ ایسے قادر و توانا خدا کے پیغام کو چھوڑ کر اپنے لئے مصیبت نہ لو۔

سورۃ الحدید

(رکوع ۱۷)

سبح - مصدر تسبیح - خدا کو تمام نقصوں سے پاک سمجھنا - اس کے لئے تین طرح کے صیغے آئے ہیں - (۱) سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً (۲) سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض (۳) یسبح للہ - اس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے - کہ اب ایسی ہوائیں چل رہی ہیں - کہ کفر و شرک و عقائد فاسدہ سے یہ سرزمین پاک ہو جائے - اور ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات تمام قسم کے نقصوں اور کمزوریوں سے منزہ ہے - نہ بُت معبود ہو سکتے ہیں - نہ عیسےٰ جو کہ ایک عاجز انسان تھا۔

العزیز الحکیم - کسی کام کا اتمام دو باتوں پر ہے - ایک کرنے والا صاحب حکمت ہو - دوم - غالب - یہ صفات حقیقی طور پر ہی خدا تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔

وھو علیٰ کل شیءٍ قدیرٌ - ہر چاہی ہوئی چیز پر - کیونکہ دوسرے مقام پر فرما چکا ہے یفعل ما یشاء - و یحکم ما یرید۔

ھو الاول - لیس قبلہ شیءٌ والآخر لیس بعدہٗ شیءٌ والظاھر - لیس فوقہٗ شیءٌ والباطن - لیس دونہٗ شیءٌ - یہ معنی احادیث میں آئے ہیں۔

ستۃ ایام - چھ وقتوں میں۔

استویٰ علی العرش - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ان چیزوں کو پیدا کر کے آزاد نہیں چھوڑا - بلکہ ذرہ ذرہ پر میری حکومت ہے۔

ھو معکم اینما کنتم - وہ تمہارا ہی مددگار ہے - جہاں کہیں بھی تم ہو۔

امنوا - ایمان میں دو چیزیں ہیں ایک یقین - ایک تسلیم - اگر یقین نہ ہو - تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں - اگر دونوں نہ ہوں - تو اسے عنادی کافر بولیں گے۔

انفقوا - مال کا دینا - مومن اور کافر کے درمیان امتیاز ہوا کرتا ہے - کیونکہ مال لوجہ اللہ وہی خرچ کر سکتا ہے - جس کے اندر صدق ہو۔

صحابہ کرام کو کوئی تم سے زیادہ نازیں نہیں پڑھتے تھے - تین باتیں ان میں تھیں ایک نبی کریمؐ کی صحبت - دوسرا ایمان کامل

درجہ کا۔ تیسرا خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے تھے۔

(رکوع ۱۸)

یقرض اللہ۔ قرض کا لفظ کو کہتے ہیں۔ خدا کے نام پر کچھ دینے کو قرض اس لئے فرمایا۔ کہ جو خرچ کرو گے۔ وہ واپس دیا جائیگا۔ بلکہ ثواب عظیم بھی ملیگا۔

اجر کریم۔ جو رزق فتوحات کا ہوتا ہے۔ اسے رزق کریم کہتے ہیں فرمایا کہ تم جنگوں میں لگے ہوتے ہو۔ اس کا تم کو اجر عظیم اور رزق کریم ملیگا۔

نقتبس۔ کسی کی آگ سے یا چراغ سے اپنے چراغ کو روشن کر لینا۔ فرمایا قیامت کے دن تم کو کسی کا نور کام نہ آئیگا۔ اپنا نور اپنے ساتھ لاؤ۔

غرور۔ غ کے فتحہ کیساتھ شیطان کا نام ہے۔ بہت ہی دہوکہ دینے والا۔

فدیۃ۔ جس کو دیکر انسان اپنی جان چھڑائے۔

ھی مولکم۔ مولا کے معنے ساتھی۔ ہمراہی۔ (۲) لوٹنے کی جگہ منافقوں کو بتایا۔ کہ تم کچھ عرصہ باہر ہو۔ آخر اسی آگ میں پڑو گے۔

تخشع۔ (۱) ڈرنا۔ (۲) کسی کیلئے فروتنی اختیار کرنا۔ فرمایا اقرار سے مومنوں اور منافقوں میں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ منافق بھی امنا و صدقنا کہتے ہیں۔ اور مومن بھی۔ لیکن مومن کے اندر یہہ بات بیٹھی ہوئی ہے اور منافق کے قلب میں ایمان نہیں معاملات میں سب راز فاش ہو جاتا ہے۔

فاسقون۔ منافق میں ایمان نہیں ہوتا۔ اور فاسق میں ایمان تو ہوتا ہے مگر عمل نہیں ہوتا۔

الشھداء۔ شہداء کہتے ہیں جو دوسروں کے لئے اسوہ حسنہ ہو۔ ماموہ من اللہ جب آتا ہے۔ تو تین کام کرتا ہے غلط مسائل کی تصحیح (۲) خدا ہر آیات دکھا کر نئے سرے سے ایمان پیدا کرتا ہے۔ جو فسانہ کے رنگ میں نہیں ہوتا۔ (۳) لوگوں کے لئے اطاعت اللہ و پابندی شریعت میں نمونہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ امور صدیقین و شہداء کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔

(رکوع ۱۹)

الحیوۃ الدنیا۔ وہ زندگی جو نزدیک کی ہے۔ اس کے واسطے پانچ باتیں ہیں لعب۔ لہو۔ زینت۔ تفاخر۔ تکاثر۔ لعب ایسی چیز جس میں کوئی نقصان ہو۔ مگر فائدہ کوئی نہ ہو۔ لہو۔ ایسی چیز جس سے غفلت پیدا

پیدا ہو جائے۔ الکفار۔ کافر زمیندار کو کہتے ہیں۔ کفر کے معنے ڈھانپنا زمیندار بیج کو ڈھانپتا ہے۔ اسے کافر کہا جاتا ہے۔

ومغفرۃ من اللہ و رضوان۔ اللہ جو سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کی رضامندی ہو گی۔ تو پھر کونسی نعمت ہے جو نہ ملے گی۔ کفار کے لئے عذاب شدید فرمایا۔ ادھر مومنوں کے لئے مغفرۃ رضوان جو ان کافروں کے لئے عذاب پر عذاب ہے۔ کیونکہ اپنے مخالف کو سکھ و آرام میں دیکھنا یہ بھی ان کے لئے ایک عذاب ہو گا۔

سابقوا۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ دنیوی علائق میں پھنس نہ جانا۔ بلکہ منزل مقصود کا خیال رکھو۔

من قبل ان نبراھا۔ تقدیر کے متعلق لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ جب خدا نے پہلے ہی لکھدیا ہے۔ کہ فلاں کام یوں ہو گا۔ تو اس کے متعلق کوشش کی کیا ضرورت ہے۔ کسی آدمی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ چوری کریگا۔ اور جہنمی ہو گا۔ تو اب وہ شخص اس کے خلاف کیا کر سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خدا عالم الغیب ہے۔ مگر اس سے انسان کا مجبور ہونا کہاں سے ثابت ہوا۔ جبکہ ہر ایک انسان جانتا ہے کہ اسے بدی کے وقت کوئی مجبور نہیں کرتا۔

پس علم تابع معلوم۔ معلوم علم کے تابع نہیں۔ مثلاً خواب میں کسی کے بارے میں ہم کوئی امر دیکھیں۔ اور وہ یونہی ہو جائے تو اب خواب نے اس شخص کو اس امر کے ویسا ہی کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ پس خدا کا علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ علم چونکہ صحیح ہے اس لئے جو کام جیسا ہونا تھا ویسا ہی خدا کے علم غیب میں قبل از وقوع آگیا۔

لکیلا تاسوا۔ یہ عدم افسوس مجبور محض ہونے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ سلسلہ اسباب و کسب کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔

(رکوع ۲۰)

الا ابتغاء رضوان اللہ۔ اسمیں بتلایا رہبانیت مطلقاً منع نہیں۔ اس قدر جائز ہے جو اللہ کی رضامندی کے لئے ہو۔ اور وہ وہی ہو سکتی ہے۔ جس میں خدا کے کسی اور حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ مسلمان عبرت پکڑیں۔ پہلے بتایا کہ انبیاء بھیجنا ہماری سنت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ابوالانبیاء اور حضرت نوح موجودہ نسل انسانی کے مورث اعلیٰ کا ذکر کیا۔ پھر ان کے خلفاء کا۔ پھر اہل کتاب کے فسق و فجور میں مبتلاء ہو جانے سے خاتم النبیین کی ضرورت بعثت کا سوال حل کیا۔

کفلین۔ کفل کہتے ہیں ترازو کے پلڑے کو۔

حدیث سے بھی ثابت ہے کہ اس امت کو سب سے بڑھ کر اجر ملیگا۔ اور یہ خدا کا فضل ہے (رب) دنیا کے کام خدا کے لئے ہوں تو وہ بھی از روئے اسلام دین کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کفلین فرمایا۔

الا یقدرون۔ کہ مسلمان اللہ کے فضل سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

۲۸

اٹھائیسواں پارہ

سورۂ مجادلہ

(رکوع ۱)

حق پہونچانے اور منوانے کے ذرائع میں سے ہیں۔ بینات۔ تاکہ لوگ ہر عمل میں اعتدال پر قائم ہوجاویں۔

مگر لوگ پھر بھی اس کا خلاف کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے حدید فیہ باس شدید ہے۔ پس پہلے بینات سے حق پھیلا دیا جاوے۔ پھر جو مفسد ہیں ان کے دفع شر کے واسطے حدید۔ (تلوار) ہے۔ اس کے بعد ضرورت نبوت اور اس پر ایمان لانے کے برکات بتا کر یہ جتایا۔ خدا جس پر چاہے فضل کرے۔ وہ ایک عورت کی پکار بھی سنتا ہے۔

تجادلک فی زوجھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا۔ کہ جس رواج میں شرک وکفر نہ ہوتا۔ وہ اُسے قائم رکھتے یا سکوت فرماتے۔ جب تک کوئی خاص وحی الٰہی نہ آوے۔

ایک بی بی سے مرد نے اظہار کیا۔ پھر دونوں نے رجوع چاہا۔ آپ نے فرمایا اب کیونکر مل سکتے ہو۔ تو اس عورت کی فریاد پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

بعض مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں۔ کہ یہ زینب کے متعلق ہے وہ اپنے خاوند زید کے بارے میں اللہ کے حضور فریاد کرتی۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کر لیا۔ اور اس طرح پر اس رسم کا قلع قمع ہوا۔ جو منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔

چونکہ ظہار بھی اسی قبیل سے ہے اس مناسبت سے اس کا ذکر ساتھ آیا۔ یعنے جیسے کوئی اجنبی لڑکا بیٹا کہنے سے بیٹا نہیں بن جاتا۔ اسی طرح بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی۔

یظٰھرون۔ ظہار کہتے ہیں اپنی بی بی کو۔ یہ کہنا انت علیّ کظہر اُمّی۔ اس سے رجوع کا کفارہ بتاتا ہے۔

فاطعام ستین مسکینا۔ چونکہ اس

کے ساتھ من قبل ان یتماسّا کی قید نہیں۔ اِس لئے حنفیوں کے نزدیک اس صورت میں پہلے بھی مس جائز ہے۔ اور ایسا ہی متتابعین ساتھ نہیں اس لئے ایک مسکین کو بھی ساٹھ روز یا متفرق اوقات میں کھلا سکتے ہیں۔ نہ ۶۰ مسکینوں کو یکدم۔

ذٰلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ۔ دین میں تشدد کیا جاوے تو اعتقاد باطل ہو جاتا ہے۔ اور محاوت میں اخلاص و جوش نہیں رہتا بلکہ نافرمانی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے یہ سہولتیں جو اوپر گزریں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بڑھانے کا موجب ہیں۔

احصٰہ اللہ۔ اللہ نے محفوظ و ضبط کر لیا۔

(رکوع ۲)

بما لم یحیک بہ اللہ۔ یعنی اپنے اخلاص کے اظہار کے واسطے ایسے ایسے آداب بجا لاتے ہیں۔ جو خدا کے مقرر کردہ سلام سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوں (۲) ایسے طور پر سلام دیتے ہیں۔ جو خدا نے اس طرح دعا نہیں دی۔

قیل لکم۔ جب تم کو کہا جاوے۔

تفسحوا۔ کھل جاؤ۔ النجوی کے لئے مجلس ضروری ہے۔ اس لئے اس کے احکام فرمائے۔ پھر جن لوگوں نے مسیح موعود کو دیکھا ہے اور اس کی مجلس میں بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ نبی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے۔ اور اس وقت کھل کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا۔ اگر صریح حکم نہ آتا۔

یرفع اللہ۔ یہ اس اطاعت کا انعام ہے۔ کہ ایسے مومن کا رفع درجات ہوگا۔

والذین اوتوا العلم۔ نبی کریمؐ کا ارشاد تھا۔ کہ اہل علم مجھ سے نزدیک بیٹھا کریں۔ مگر بما تعملون خبیر میں جتا دیا۔ کہ رفع درجات تو اعمال پر ہے۔

ءاشفقتم۔ مفسرین نے غلطی سے سمجھا ہے کہ پہلی آیت منسوخ ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ بات یوں ہے۔ کہ لفظ صدقہ کا رکھا ہے۔ اور نبی کریمؐ اور آپؐ کے اقرباء پر صدقہ حرام تھا۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ حکم کسی طمع کی بناء پر نہ تھا۔ اور صدقہ کا لفظ وسیع ہے۔ اچھی بات پر بھی صدقہ کا اطلاق ہوا ہے۔ رستے سے ایذاء کا ہٹانا۔ رستہ بتانا بھی صدقہ ہے پھر اگر حقیقی معنے مال دینے کے بھی لئے جاویں۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ

فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم
فرمادیا جن کے پاس ہو پھر بھی وہ نہ دیں۔
اور یہ نہ دینا اس حالت میں ہے۔ کہ اللہ
نے اس پر رجوع برحمت کیا ہے۔ تو
نمازیں قائم کرو۔ اور فرض صدقہ ہی دیدو

(رکوع ۳)

تولوا قوماً غضب اللہ جب
کسی غضبی قوم سے تعلق رکھا جاوے۔
تو اس کا نتیجہ عذاب شدید ہے اور غضبی
قوم سے تولّا کرنے والے مومن قوم میں
سے نہیں۔

عذابٌ مھین۔ چونکہ انہوں نے
اپنی ہردلعزیزی و عزت قائم کرنے کے
لئے دونوں گروہوں سے تعلق رکھا اس
لئے ان کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا
ہے۔ وہ دنیا ہی میں ذلیل ہوتے ہیں۔

ھم الکٰذبون۔ باوجود قسموں سے
اپنا اعتبار قائم کرنے کی کوشش کے وہ
جھوٹے ثابت ہوں گے۔

لا تجد قوماً۔ غور کا مقام ہے
کسی شخص کے دل میں اللہ پر اور یوم آخرت
پر ایمان ہو اور پھر وہ اللہ اور اس کے
رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو۔
ایسا نہیں ہوسکتا۔

سورۃ الحشر

سبح للہ۔ تسبیح کا صفات میں
استعمال ہے۔ اور تقدیس کا افعال میں
سبح بصیغہ ماضی آیا ہے۔ تا یہ ثابت
ہو کہ اس سے پہلے بھی تسبیح ہوتی رہی ہے۔
آگے ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔
جس سے ثابت ہوگا۔ کہ زمین و آسمان
اس امر میں اب متفق ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ
تمام نقصوں سے مبرا اور عیبوں سے
منزہ ثابت ہو۔

اخرج الذین کفروا من اھل
الکتٰب۔ اہل کتاب اس لئے تا ظاہر ہو
کہ وہ کفار جن کو اپنے علم اور فنون جنگ
پر گھمنڈ تھا۔ یہ قوم بنی نضیر کا حال ہے
جو در پردہ کفار مکہ سے ملے ہوئے تھے۔

یخربون بیوتھم بایدیھم
ان کو ملک شام میں جلاوطنی کا حکم ہوا۔
وہ اپنا مکان گرا کر اس میں سے قیمتی لکڑیاں
لے جانے پر ساعی ہوئے۔

ما افاء اللہ۔ جو مال جنگوں میں
حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بالعموم تین قسم
ہیں۔ (۱) ایک وہ جو جنگ کر کے حاصل
کیا جائے اسے مال غنیمت کہتے ہیں
(ب) جنگ نہیں ہوئی اور رعب سے مل گیا۔

اس کا نام فے ہے۔

(ج) جنگ میں انعام مقرر ہو جائے۔ یا یہ حکم کہ جو کچھ کوئی حاصل کرے اسی کا ہو چکا اس کا نام نفل ہے۔

یہاں فے کی تقسیم کا ذکر ہوتا ہے۔

لذی القربیٰ۔ رسول کے یا رسول کے خلفاء کے رشتہ دار۔

باغ فدک مال فے میں سے تھا پس شیعوں کے اعتراض رد ہو گئے۔

ما اٰتکم الرسول۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ مجاہدین کو کیوں نہیں دیا گیا اس لئے یہ فرمایا۔

یوثرون علےٰ انفسھم انصار نے بڑے بڑے ایثار کئے۔ جن کے پاس دو بیویاں تھیں بعض نے اپنے مہاجر بھائی کے لئے ایک بیوی کو طلاق دیدی۔

والذین جاءو من بعدھم۔

یہاں ایک نکتہ معرفت بعض مفسرین نے بیان کیا ہے۔ کہ شیعہ مذہب حق پر نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ان کا تبرا اس اگلی آیت ربنا اغفرلنا ولاخواننا کے خلاف ہے۔

(رکوع ۴)

لاَ۟انتم۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پڑھنے میں احتیاط چاہیئے۔ مثلاً

ھو اللہ ربی۔ لکنّ ہی پڑھا جائیگا۔

(ب) لاَ۟اذ بحنّہ۔ لا اذبحنہ پڑھا جاتا ہے۔ (ج) ایسا ہی یہاں لا انتم (د) لاَ۟الی اللہ لا الی اللہ ہی پڑھا جائیگا۔ مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ رسم خط میں کیوں ایسا ہوا۔ یہ قرآن مجید کی حفاظت کا زبردست ثبوت ہے کہ بظاہر قواعد۔ عام عرف کے خلاف اگر کوئی بات پائی گئی۔ تو بھی قراء نے اسے یونہی رہنے دیا۔

رکوع ۵

واتقوا اللہ۔ اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔

ولتنظر۔ یہ تقویٰ کے حصول اور اس پر قائم رہنے کی عمدہ تدبیر بتائی ہے گناہ کی جڑ غفلت ہے اور غفلت سے بچنے کے لئے آئندہ بہبودی کی فکر چاہیئے اور اپنے اعمال کا محاسبہ۔

نسوا اللہ۔ اللہ کو بھول جانا تین طرح پر ہے۔ ایک جیسے دہریہ کا حال ہے کہ نہ خدا کے قائل نہ اس کے صفات کا اقرار (ب) خدا کو مانتے ہیں مگر شوخی شرارت سے بھرے ہوئے اعمال ایسے کہ گویا خدا پر ایمان نہیں (ج) غفلت سے ایک وقت ایسا آجاتا کہ حکم الٰہی بھول جاتے ہیں۔

فانسٰھم انفسھم۔ یہ نسوا اللہ
کی سزا ہے۔ مشرک خدا کو بھولتا ہے۔
تو یہاں تک گرتا ہے۔ کہ پتھر کے آگے
سجدہ کرتا ہے۔ حالانکہ اس پجاری کی
ذات پتھر سے ہزار درجہ بہتر ہے مگر
وہ اپنے تئیں بھول جاتا ہے (ب)
مسلمان بھی اپنی دینی دنیوی حالتوں پہ
غور کریں کہ کہاں سے کہاں تک پہنچے۔

لا یستوی۔ دنیا میں ہر فریق
مذہب یہی سمجھتا ہے۔ کہ ہم ہی جنتی ہیں۔
فرماتا ہے اسی دنیا میں ہم اصحٰب النار
اور اصحٰب الجنۃ میں امتیاز رکھتے
ہیں۔ اور وہ یہ کہ جنتی گروہ میں روحانی
زندگی ہوتی ہے۔ وہ اسی دنیا میں نعماء
جنت پا رہے ہوتے ہیں۔

الامثال۔ مثل مثال۔ جو دوسری
باریک بات کو واضح کردے۔

اِلٰہ۔ معبود۔ متصرف مرجع خلائق

السّلٰم۔ سلامتی والا۔ سلامتی
دینے والا۔

المؤمن۔ امن دینے والا۔

المھیمن۔ باجلال صاحب عظمت
حفاظت کرنے والا۔

الجبار۔ بگڑی کا بنانے والا۔
(۲) قابو و اختیار والا۔

الخالق۔ کسی چیز کا اندازہ کرنے والا۔
چنانچہ اس آیت ھو الذی خلق لکم ما
فی الارض جمیعًا۔ میں یہی معنے ہیں کیونکہ
چیزیں تو قیامت تک پیدا ہوتی رہیں گی۔
خلق کے معنے گھڑنے کے بھی ہیں۔ فتبارک
اللہ احسن الخالقین۔ خلق کے معنے
دو چیزوں کو آپس میں ملانا۔ یہاں پر پہلے
تیسرے معنے ہیں۔

البارئ۔ حدیث میں آیا ہے برئ
النسمۃ۔ اس روح کو جو ان اجزاء غیبیہ
کے اندر چھپی ہوتی ہے۔ اس کو درست
کرکے ٹھیک ٹھاک بنا کے ظاہر کرنیوالا۔

المصور۔ قوہ سے بالفعل لانیوالا۔

سُورۃ الممتحنہ

(۲ رکوع)

یہ سورۃ مکی ہے۔ اور مکی وہ سورتیں
کہلاتی ہیں۔ جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے
سے پہلے نازل ہوئیں۔ دوم۔ بعض مفسرین
کے نزدیک وہ سورتیں بھی جو مدینہ سے
مکہ کی طرف آنے کے اثناء میں۔ (مثلاً
صلح حدیبیہ) نازل ہوئیں۔

پہلی شق کی بنا پر یخرجون الرسول
یہ پیشگوئی ہے جو اس رکوع کے ابتداء میں
بیان ہوئی ہے۔

لن تنفعکم ۔ کفار سے قطع تعلق کی تاکید فرمائی ۔ تو اب اس خیال (رشتہ دار آخر رشتہ دار ہیں ان سے تو چارہ نہیں) کا رد کرتا ہے کہ یہ کسی کام نہیں آسکتے نہ دنیا میں نہ یوم القیامۃ۔

لقد کان لکم ۔ حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے ساتھیوں کا بیان فرماتا ہے انہوں نے کفار سے الگ ہوکر نقصان نہیں اٹھائے اور دین و دنیا میں کامیاب ہوگئے

لاستغفرن لک ۔ کہتے ہیں کہ آب سے مراد باپ نہیں ۔ کیونکہ اس سے استغفار کی ممانعت ہوگئی ۔ اور حضرت ابراھیم کی آخری عمر میں دعا تھی۔

رب اغفرلی ولوالدی جس سے منع نہیں کیا گیا ۔ پس آب اور تھا والد اور

فتنۃ للذین کفروا ۔ ہم ان کے لئے فتنہ کا موجب نہ ٹھہریں ۔ یہ اس طرح پر بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو بدظنی ہوتی ہے اور اس سے ٹھوکر کھاکر وہ پھر ہلاک ہوجاتا ہے (۲) ہمیں ایسا نہ بنا کہ کفار کے جور و ستم کا محل بن جائیں۔

(رکوع ۷)

عسیٰ ۔ یہ ایک شاہانہ کلام کا طرز ہے ۔ (ب) بعض امور میں مخاطب کی حیثیت کا لحاظ کیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ یہاں پر ہے ۔ یعنی بعض باتیں دوسرے پر موقوف ہوتی ہیں ۔ بطور تقدیر معلق ۔ اگر کوئی یوں کریگا تو یوں ہو جائے گا۔

ان تولوھم ۔ اس سے ظاہر ہے کہ دوستی تو کفار سے بہر حال منع ہے۔

بین ایدیھن وارجلھن ۔ محاورہ ہے ۔ "اپنے پاس سے"۔

فی معروف ۔ حدیث میں ہے لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ ۔ خلفاء کا معصوم ہونا چونکہ قطعی نہیں ۔ اس لئے یہ شرط فرمائی ۔ معروف ماعرف من الشرع (۲) جس کا اس قسم کے لوگوں سے ہونا ثابت ہو ۔ یعنی حکام جو حکم دیتے ہیں اور ان کی اطاعت کی جاتی ہے عرف (۲) جو جو کام ایسے ہیں کہ عرف عام میں اچھے سمجھے جاتے ہیں۔

سورۃ الصّف

(رکوع ۸)

یاایھا الذین امنوا ۔ چونکہ مومنوں کو سمجھ آگئی تھی ۔ کہ یہ زمانہ تنزیہ کا ہے ۔ اس لئے ان کو خصوصیت سے خطاب فرمایا۔

بنیان مرصوص ۔ دیوار جس کے جوڑ سیسے اور تانبے کو پگھلا کر بلاسنے

واذ قال۔ بنی اسرائیل کی
بدعہدیوں کو یاد دلاتا ہے۔ کہ انہوں
نے اپنے رسول کو دُکھ دیا۔ اور نقصان
اُٹھایا۔ پہلے جنگ کے واسطے اصرار کرتے
اور وقت پر کہدیا۔ اذھب انت
وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون
القوم الفاسقین۔ فاسقین
کے معنے خود اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں
الذین ینقضون عھد اللہ من
بعد میثاقہ و یقطعون ما امر
اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی
الارض۔ اللہ کے ساتھ جو عہد باندھتے
ہیں وہ توڑتے ہیں۔ اور جن سے تعلقات
بڑھانے کو فرمایا اُن سے قطع تعلق کرتے ہیں۔
جب انسان اس درجہ کو پہنچ جاوے
پھر اس کی کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ پھر
ہدایت کے معنے تین ہیں۔ راستہ دکھانا۔
راستہ پر چلانا اور منزل مقصود تک
پہنچانا۔ اور نیکیوں کی توفیق دینا۔ پس
لا یھدی القوم الفاسقین کے معنے
یہ ہوئے۔ کہ جو حکم عدولی کرتے ہیں۔
اُن کو اور نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔ کیوں کہ
بد تو بدی میں ترقی کرتا ہے۔

اب دوسری مثال بیان کرتا ہے
اور وہ عیسٰے کی قوم ہے۔

مصدقًا۔ جب مذہب کی باتوں
میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور حق و
باطل میں تمیز محال ہو جاتی ہے۔ تو خدا کا
ایک رسول مبعوث ہوتا ہے۔ جو صحیح کو صحیح
اور غلط کو غلط قرار دیتا ہے۔ اسی کا نام
ہے تصدیق۔

من بعدی اسمہ احمد۔ نبی
کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو قسم کے
صفات تھے۔ ایک جلالی جس کے لحاظ سے
نام محمدؐ تھا۔ اور دوم جمالی جس کے اعتبار
سے نام احمدؐ تھا۔ اس دوسری شان کا
ظہور اخیر زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے
ذریعے ہوا۔ جس کا نام احمدؐ ہے (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم)

ھو الذی ارسل رسولہ۔ مفسرین
نے بالاتفاق لکھا ہے۔ کہ اس رسول سے
مراد مسیح موعودؑ ہے۔ یہ بھی قرینہ ہے
اصل بات یہ کہ اوپر کی پیشگوئی مسیح موعودؑ
کے بارے میں ہے۔

(رکوع ۹)

تجاھدون۔ یعنے پھر اس ایمان
کے مطابق عمل کرو۔ اس کے معنے جہاد کے
نہیں بلکہ کوشش کے۔ اس زمانہ میں حضرت
مسیح موعودؑ کی زندگی اس کی بہترین تفسیر
ہے۔ ہم صحابہ کرام کے گروہ آخرین میں سے

ہیں۔ ہمیں اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہیئے۔

وَاُخریٰ تحبّونھا۔ ایک اور نعمت بھی ہے۔ جسے تم پسند کرتے ہو (۱) بعض مفسّرین نے لکھا ہے۔ "اُخریٰ۔ نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب" ہے۔ یعنی فتح مکّہ (۲) اور بھی جنّت ہیں۔ جن کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ فتوحات کے ساتھ ملینگے۔ آخری معنے مجھے پسند ہیں۔

انصار اللہ۔ خدا تعالیٰ کو مدد کی ضرورت نہیں۔ مگر جب وہ کوئی ارادہ کرتا ہے۔ تو اس ارادے کے پورا کرنے میں جو لوگ جوارح بن کر سعی کرتے ہیں وہ انعامات سے حصہ پاتے ہیں۔

سُورۃ الجمعہ

(رکوع ۱)

القدّوس۔ جس کے سب افعال عیوب اور نقائص سے پاک ہوں۔

العزیز الحکیم۔ اگر کوئی غلبہ کی وجہ سے غالب ہو تو خدا تعالیٰ سب سے بڑھ کر غالب ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی حکمت سے غلبہ پانے والا ہے۔ تو خدا تعالیٰ سب سے بڑھ کر حکیم ہے۔

بعث فی الاُمّیین۔ رسول کی بعثت خدا تعالیٰ اپنی ذات و صفات کی معرفت کا ذریعہ بتاتا ہے۔ "وہ وراء الوریٰ ہستی ہے۔ پس اس کے لیس کمثلہٖ صفات و افعال کسی بشر کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں جس سے حجت قائم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے"۔ اور وہ متکلم سمیع و بصیر علیم و حکیم قادر و توانا ہے۔ دوسری طرف رسول کی رسالت کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ اُمّی منسوب بہ اُمّ القریٰ یا طریقہ معتادہ سے نہیں پڑھا۔

وآخرین منھم۔ آخرین کا عطف "ھم" پر ہے۔ تب تو یہ معنے ہونگے وہ رسول اُمّیّین کو کتاب سکھاتا۔ ان کا تزکیہ کرتا اور ان کے بعد میں آنے والوں کو بھی کتاب سکھاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ اس کا تعلق بعث سے ہو تب یہ معنے ہوں گے کہ اُمّیّین میں مبعوث کیا۔ پھر آخرین میں بھی مبعوث ہوگا۔ یعنے بطور بروز کیونکہ مُردے اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے جبھی تو سب مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ آخرین سے مراد مسیح و مہدیؑ کی جماعت ہے۔

لمّا یلحقوا بھم۔ (۱) اب تک نہیں ملے۔ لمّا اس محل پر آتا ہے جو کام ابھی تک نہ ہوا ہو۔ اور آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہو۔

(۲) لمّا یلحقوا بھم ابھی آیا ہے دریں

صورت ترجمہ میں اب تک کی قید نہ رہیگی
زعمتم۔ (۱) خیال کرو (۲) یہ کہو۔
مثل الذین حملوا التورٰیۃ جیسا
پہلے بتایا۔ کہ آخری زمانہ میں بروز محمد
(صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت ہوگی
ایسا ہی آخری زمانہ میں اس مسیح موعود
کی تکذیب و مخالفت میں امت محمدیہ کے
منکرین مثیل یہود ہو جاویں گے۔
فتمنوا الموت۔ اس سے ظاہر
ہے کہ مسیح موعود مثیلان یہود کو مباہلہ
کے لئے بلائے گا۔ اور وہ مقابلہ پر نہیں
آئیں گے۔

(رکوع ۱۱)

ذکر اللہ۔ قرآن مجید یہ لفظ ایک
تو قرآن شریف پر بولا گیا ہے۔ اس لئے
اس سے بعض نے مراد خطبہ لیا ہے اور
چونکہ خطبہ ذریعہ ہے یاد الٰہی کا اور نصیحت
ہے۔ اس لئے بھی اسے ذکر اللہ فرمایا۔
صلوٰۃ پر بولا جاتا ہے۔
فاسعوا۔ اس سے وجوب جمعہ
کا فقہاء نے استدلال کیا ہے۔ بعض
لوگ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ دو شرطیں نہیں
پائی جاتیں۔ اس لئے ان بلاد میں جمعہ
نہیں پڑھنا چاہیئے۔ اول شہر نہیں اور
مصر وہ ہے جس میں قاضی تنفیذ احکام اور

اقامت حدود بموجب شرع اسلام کرتا
ہو۔ دوم۔ سلطان مسلم ہو۔ اور بعض کہتے
ہیں۔ پڑھ لیں۔ مگر احتیاطی بھی ساتھ پڑھ
لیں۔ یہ غلط بات ہے۔ کیونکہ امیر مسلم تو
رفع فساد کے لئے ہے۔ اور آج کل
فساد نہیں ہوتا۔ دوم۔ امیر ایک ہوگا۔
اور وہ سب مسجدوں میں بنفس نفیس
نہیں جائیگا۔ مصر کی تعریف تو فقہاء نے
اس وقت کے حالات کے مطابق لکھدی۔
اب یہ ضروری نہیں۔ کہ اگر وہ شان نہ پائی
جائے۔ تو شہر ہی نہ رہے۔ مثلاً دلی
اسلامی حکومت کے وقت تو مصر تھی۔ اور
اب بھی نہیں۔ یہ مضحکہ خیز بات ہے۔
پھر فقہاء معتبر نے جو کچھ لکھا ہے
اس سے جمعہ کی فرضیت ان بلاد میں ثابت
ہوتی ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے امام ہو
(ولو متغلباً) اگرچہ متغلب ہو اور
اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھا ہے۔
کہ امام چار شرائط کے ساتھ ہوگا۔ (۱)
مرد ہو۔ عقلمند (۲) جوان ہو (۳) آزاد
ہو (۴) مسلمان ہو۔ متغلب وہ ہو
جس میں یہ شرطیں یا ایک دو نہ پائی
جاویں۔ جس سے سلطان کا فری حکومت
میں بھی جمعہ فرض ثابت ہے۔
مصر کی تعریف امام محمد نے کی ہے۔

جس پر فتویٰ ہے مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ۔ شہر وہ ہے کہ اس کی بڑی مسجد میں تمام نمازی نہ آسکیں۔ نمازی سے مراد وہ جن پر نماز فرض ہے۔ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر مساجدہ سے نکلتا ہے کہ اس مقام میں تین مسجدیں ہوں۔ پر مسجد میں کھڑے وغیرہ جو نماز کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ وہ بھی شامل ہیں۔ اور اس سے کوئی گاؤں خالی نہیں۔

وذروا البیع۔ بیع تو ہر مقام پر ہوتی ہے۔ پھر بیع جمعہ میں آنے سے ایک دفع مانع ہوئی۔ تو اس کا ذکر فرما دیا مطلب تو مطلق اشتغال ہے۔ جس میں سے ایک امر کا جو زیادہ تر مانع ہوا ذکر آگیا۔

سورۃ المنافقون

(رکوع ۱۲)

فصدوا عن سبیل اللہ۔
اسلامی لباس میں رہتے اور نو واردوں کو افترا آمیز باتیں سنا سنا کر گمراہ کر دیتے۔

بانھم امنوا ثم کفروا۔ ایمان پہلے اجمالی حالت میں ہوتا ہے۔ مومن تو دن بدن ایمان میں بڑھتا ہے۔ اور آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہتا ہے۔ مگر منافق کو جب کوئی ابتلاء پیش آتا ہے۔ تو ایمان میں گھٹتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔ پارہ اول رکوع ۲ و ۳ میں اس کی تفسیر ہے۔

کانھم خشب مسندۃ۔ یہ منافق کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ وہ اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں بلکہ دوسروں کے سہارے پر ہوتا ہے۔

یحسبون کل صیحۃ علیھم
ہر آواز کو اپنے مضر ہی سمجھتے ہیں۔ مثلاً جنگ کا آوازہ اٹھا۔ تو یہ سمجھے کہ بس اب ہمارے مارے گئے۔ ایسا ہی کافر یا مومن جب کوئی بات کر رہے ہوں۔ تو منافق یہی سمجھتا ہے۔ کہ شاید میرا کوئی راز فاش ہو گیا۔

قاتلھم اللہ۔ عربی زبان میں یہ لعنت کے مقام پر استعمال ہوتا ہے۔

رکوع ۱۳

منافقوں کے ذکر کے بعد مومنوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے۔ اور یہ جتانا کہ اگر تم بھی مال و دولت کے لئے خدا تعالیٰ کو بھول جاؤ گے تو رفتہ رفتہ منافق بنجاؤ گے۔ کیونکہ منافق بھی اسی حب دنیا اور دین کو دنیا پر مقدم نہ کرنے کی وجہ سے منافق ہوئے

ذکر اللہ۔ ہر موقعہ و محل کی مناسب جو حکم الٰہی ہے۔ اس کو یاد رکھے۔ یہ یاد الٰہی

ایسی چیز ہے کہ سب بدیوں سے بچا لیتی ہے۔ کیونکہ ایسا انسان ہر قول و فعل حرکت سکون سے پہلے سوچ لیگا۔ کہ آیا یہ حکم اللہ و سنت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں۔

وانفقوا من ما رزقناکم

یہ عمل ثبوت ہے اس بات کا کہ "میں منافق نہیں"! کیونکہ اس سے مومن ثابت کر دیتا ہے۔ کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے مال سے محبت نہیں رکھتا اور اس چیز کو جو دنیا میں محبوب سمجھی جاتی ہے اس محبوب حقیقی کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہے

من قبل ان یاتی احدکم الموت۔

مال کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہے۔ بلکہ آخر ایک دن چھوڑنا پڑے گا۔ پس بجائے اس کے کہ کوئی زبردست ہاتھ چھڑائے تم خود ہی اللہ کے لئے اسے چھوڑ دو۔ تا دوہرا فائدہ حاصل کرو۔ دوم یہ سمجھانا کہ مال کوئی موت سے بچا نہیں سکتا۔

سورۂ تغابن

(رکوع ۱۴)

ھو الذی خلقکم فمنکم کافر

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے تو تمہیں اپنی عبادت و حمد کے لئے پیدا کیا تھا۔ مگر تم میں سے بعض کفر اختیار کر بیٹھے ہیں

فاحسن صورکم۔ محض صورت دیکھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے جو علیم و حکیم ہے۔ کسی کا چہرہ دوسرے سے نہیں ملتا۔ کتنا بڑا صانع ہے۔ پھر ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر تم ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہو۔ تو کیا ان صورتوں کا بنانے والا بما تعملون بصیر۔ اور تمہارے ظاہر و پوشیدہ حالات و خیالات کا عالم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو ما فی السموٰت والارض کو بھی جانتا ہے۔ اور اسی لئے علیم بذات الصدور ہے

(رکوع ۱۵)

من یؤمن باللہ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف اللہ کی ہستی کو مان لیتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ اللہ کے احکام تسلیم کرتے ہیں۔ ایک مقام پر آتا ہے یومنون بالجبت والطاغوت۔ تو اب اس کے یہ معنے نہیں کہ شیطان کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ شیطان کی ہستی تو مومن بھی مانتے ہیں۔

اللہ۔ معبود۔ متصرف۔ بالجاد و مادی۔

من ازواجکم۔ بیوی ہو یا دوست

جو نیکی کا مانع ہو وہ دشمن ہی ہے۔

فتنۃ۔ کمزوریوں سے پاک صاف کرکے کندن بنانے والی چھپے اوصاف ظاہر کرنے والے۔

واسمعوا۔ قبول کرو۔

شحّ۔ اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں۔ یعنے بُخل جس کے ساتھ حرص بھی ہو۔

تقرضوا اللہ۔ ہر لفظ کے معنے متکلم کی شان کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غضب کہتے ہیں۔ ثوران دم القلب شغال۔ مگر غضب اللہ میں یہ معنے نہ لئے جائیں گے۔ اسی طرح قرض کے معنے انسانی حالت کے اعتبار سے جو لئے جاتے ہیں۔ وہ خدا کیواسطے نہیں لئے جائیں گے۔ کیونکہ واللہ الغنی وانتم الفقراء دوسرے مقام پر آ چکا۔ پس اضافات کو چھوڑ کر جو معنے رہ جائیں۔ وہ مراد ہوں گے۔ اپنے مال کا حصہ کاٹ کر دینا۔

شکور۔ قدردان۔

سورۃ الطلاق

(رکوع ۱۶)

فطلقوھن لعدتھن۔ عدّت گذر جائے تو پھر رجوع کا اختیار نہیں۔ وہ عورت جدا ہو جائے گی۔ ہاں دو طلاق تک نکاح نئے سرے سے پڑھا سکتا ہے۔ اور تیسری کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ نکاح۔ ہاں دوسرا شوہر خود بخود طلاق دے تو پہلے کے لئے جائز ہے۔

سنت طریق یہ ہے۔ کہ تین طلاقیں تین مختلف طہروں میں دو۔ ل ابتداء کے لئے ہے۔ یعنے عدت کے اندر اندر طلاق دے لو۔

فقد ظلم نفسہ۔ اللہ کی حدود سے بڑھنا بظاہر کسی نفع یا آرام کے خیال سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا شخص اپنی جان پر مصیبت ڈالتا ہے۔

فامسکوھن۔ رجوع ضرر کے لئے نہ ہو۔

فارقوھن بمعروف۔ اہلحدیث کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے۔ کہ جو لوگ اپنی بیبیوں کو کالمعلقہ رکھتے ہیں نان و نفقہ نہیں دیتے۔ گھروں میں نہیں بساتے ان میں قاضی تفریق کردے۔

یوعظ بہ۔ وعظ اسی کے لئے مؤثر ہوگا۔ جس کا اللہ پر ایمان ہو۔ اور وہ جانے کہ اللہ علیم بذات الصدور ہے۔ پھر جزا سزا کے یوم پر ایمان ہو۔

تاکہ گناہوں کے کرنے سے خوف اور نیکیوں پر اجر کا یقین ہو۔

ویرزقہ۔ بیوی کو محض اس خیال سے طلاق کہ خرچ بڑھ رہا ہے۔ یا بچوں سے بڑھ جائیگا۔ سخت نادانی ہے۔ بالغ امرہ۔ اپنے ارادے کو پورا کر لینے والا۔

لکل شیءٍ قدرا۔ ہر شے کے لئے اندازہ مقرر ہے۔ پس دعا تھوڑی سی کر کے گھبرا نہ جائے کہ منظور نہیں ہوئی۔ اسی طرح تقوےٰ اختیار کرے۔ اور گھبرا کر کہ رزق میں توسیع تو ہوئی نہیں تقویٰ نہ چھوڑ دے۔

(رکوع ۱۷)

(از حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ)

آیت ا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پہلی بستیوں کو دیکھو جنہوں نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ ان پر کیسا عذاب آیا تھا۔ تمام کتب الٰہیہ کو پڑھنے اور پہلی قوموں کے حالات کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ کفر و شرک اور انبیاء علیہم السلام کو نہ ماننا ضرور ایک ایسی چیز ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ لیکن شوخی ادب بے باکی اور شرارت بہت ہی بُری شے ہے۔ اور اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو شوخ آدمی کبھی پسند نہیں اور ہر ایک شہر میں کوئی نہ کوئی ایسا نظارہ ضرور ہوتا ہے۔ اور نہیں تو کسی بڑے امیر کبیر کے مکانات کے کھنڈرات ہی ہوتے ہیں۔ لاہور میں شاہی قلعہ دیکھنے والوں کو وعظ کر رہا ہے۔ ہر ایک بستی اور گاؤں کے نزدیک کوئی نہ کوئی کھیڑہ ضرور ہوتا ہے دہلی کے حالات پر غور کرو۔ تغلق آباد کیسا آباد کیا گیا تھا۔ اس کی چھتوں پر لکڑی نہ ڈالی گئی تھی۔ مگر اب کیسا بے نشان پڑا ہے۔ یہاں بھی قریب ہی ایک تغلق والا گاؤں موجود ہے۔ جہاں کے تغلق لوگ رہتے تھے۔ لکھنؤ کے خرابوں اور ویرانوں پر غور کرو۔ اور ان سے عبرت حاصل کرو۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ انسان کی کیا ہستی ہے۔ بقطرۂ آبے موجود و بجزوے بادے معدوم۔ پھر حیرت و تعجب کی بات ہے۔ کہ انسان کس ہستی پر غرور کرتا ہے۔ موت کے سامنے کوئی طاقت نہیں چلتی۔ دیکھو سکندر جب تمام فتوحات کر کے بابل میں پہنچا۔ تو موت آگئی۔ اور کچھ پیش نہ گئی۔ بغداد میں اس قدر مخلوق تھی۔ کہ شہر کی حفاظت کے واسطے پانچ لاکھ فوج ناکافی

تھی مگر جب خدا کا عذاب آیا۔ تو اٹھارہ لاکھ اس معرکہ میں قتل کیا گیا۔ جن لوگوں سے ملک پر دعوے دار ہونے کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہتے ہیں ان کے ایک ہزار آدمیوں کی قطار کھڑی کر کے سب دیوار میں چن دیئے گئے۔ غرض خداوند تعالے کا جب عذاب آتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اسی عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے:

پہلے رسولوں کے مخالفین کا یہ حال ہوا۔ تو تم کیونکر بچ سکتے ہو۔ یہی حال تمہارا بھی ہونیوالا ہے۔

اتقوا اللہ۔ تقویٰ اختیار کرو۔

اولی الالباب۔ عقلمند۔

الذین آمنوا۔ عقلمند وہی ہیں جو ایمان لائے۔

ذکراً۔ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب اُتاری ہے۔ جس پر عمل کرنے سے تمہارا ذکر پھیلے۔ وہ تمہاری عظمت اور جبروت کا باعث ہونیوالی ہے۔

آیت ۱۲۔ رسولاً۔ اگر تم دیکھنا چاہو کہ اس تعلق کا کیا فائدہ ہے۔ تو رسول کا نمونہ دیکھو۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات تم پر پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے کیا عزت عطاء کی ہے۔

من الظلمات الی النور۔ اس رسول کی اطاعت اور اس کلام پر عمل کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ تم تاریکی سے نکلکر نور میں داخل ہو جاؤ گے۔ ظلمت پانچ قسم ہے۔

(۱) ظلمتِ فطرت۔ انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی جاہل ہوتا ہے۔

(۲) ظلمتِ عادت۔ بد عادات انسان کو بہت نقصان پہنچاتی رہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اسی واسطے آتے ہیں۔ کہ عاداتِ بد کو دنیا سے مٹا دیں۔ (۳) ظلمتِ رسم۔ رسم و رواج سے بھی بڑے نقصان مترتب ہوتے ہیں۔ بعض رسمیں اس وقت شروع ہوئیں۔ جبکہ مسلمان امیر اور بادشاہ ہوئے تھے۔ لیکن اب حالت فقر میں بھی ان پر چلنا چاہتے ہیں۔

(۴) ظلمتِ جہل۔ جاہل و نادان بہ سبب جہالت کے اپنے آپ کو عجیب عجیب تکالیف میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ (۵) ظلمتِ عدم استقلال۔ بعض آدمی بڑے بڑے وعدے اور ارادے کرتے ہیں۔ اور کام شروع کرتے ہیں۔ مگر آخر نباہ نہیں سکتے

جنّت۔ فرمایا جنت جس کے نیچے ندیاں بہتی ہیں ایمان اور عمل صالح سے مل سکتی ہے۔

اس سورۃ شریف میں طلاق کے نہایت

ضروری مسئلہ کو حل کیا ہے۔ یہود طلاق کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دیتے تھے۔ اور عیسائیوں کے درمیان سوائے زناء کے طلاق نہ ہو سکتی تھی۔ افراط اور تفریط کو دور کیا گیا اور ایک درمیانی راہ سکھلائی گئی۔ اور عورتوں کے حقوق قائم کئے گئے۔ جن سے پہلی قومیں ناآشنا ہیں بلکہ اس وقت یورپ کا قانون لندن تک خاموش ہے۔

اِس سورۂ شریف میں بار بار تقویٰ پر زور دیا گیا ہے۔ لوگ عورتوں کے معاملہ میں تقوےٰ سے دور جا پڑے ہیں۔ بعض لوگ اپنی عورتوں کو نہ آباد کرتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں۔ بعض مارتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ یہ بہت بڑے ظلم کی باتیں ہیں۔

آیت ۶۔ احاط۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے دائرہ سے خارج نہیں۔ ایک صوفی کہتا ہے ؎

رمز بست زیر قدرتش کن فیکون
با دانش او یکیست بیرون و درون
در غیب و شہادت ذرۂ نتوان یافت
از دائرہ قدرت و علمش بیرون

سورۂ التحریم!

(رکوع ۱۸)

آیت ۱۔ یاایّھا النبیّ۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی پچھلی سورۃ کے شروع کی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا ہے۔ مگر حکم عام سب کے لئے ہے:

لم تحرم۔ تو کیوں حرام کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی حلال چیز کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کا پتہ احادیث سے دو جگہ سے ملتا ہے۔ ان دو میں سے کسی ایک کو یہاں سمجھ لو۔

(۱) ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد پیا تھا۔ تو ایک بیوی نے کہا آپ کے منہ سے بو آتی ہے آپؐ نے خیال فرمایا۔ کہ اگر شہد کا پینا کسی بیوی کو ناپسند ہے تو ہم نہیں پیتے شہد کے پینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(۲) دوسری بات حدیثوں میں یہ لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے انکے کسی معاملہ پر ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ اور چند روز تک ایک علیحدہ مکان میں رہے

تھے۔ اس سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا۔
بہر حال ان دو باتوں میں سے کوئی ایک
بات ہے یا کوئی اور امر ہے جس کا ذکر اللہ
تعالیٰ نے نہیں فرمایا جس کے سبب سے
یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ترک میں مشکلات تھے۔
اگر وہ قائم رہتا تو مسلمان اسے ایک
سنّت بنا لیتے۔

آیت ۲۔ فرض اللہ۔ عام حکم ہے
اللہ تعالےٰ نے سب پر فرض کر دیا ہے۔
کہ ایسی قسموں پر قائم نہ رہا کریں۔

آیت ۳۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے کوئی بات اپنی کسی بیوی کو کہی
تھی۔ اس نے کسی اور کے آگے ذکر کر دی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ
الہام الٰہی کے معلوم ہو گیا کہ اس بیوی نے
اس راز کی بات کو آگے ذکر کر دیا ہے۔

شیعوں نے کہا ہے کہ وہ بات
یہ تھی۔ کہ میرے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہونگے۔
اور سنی کہتے ہیں کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے
بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہونگے۔
مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مقید
نہیں کیا۔ اور بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا
بات تھی۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم
کہیں کہ وہ یہ بات تھی یا وہ بات تھی۔

آیت ۴۔ صغت۔ جھکے ہوئے ہیں
تمہارے دل تو پہلے ہی اللہ تعالےٰ کی
طرف جھکے ہوئے ہیں۔
کجی کا ترجمہ کرنا یہاں غلط ہے۔
وان تظٰھرا۔ اگر تم ایک دوسرے
کی پیٹھ بھرو۔

آیت ۵۔ تبدیلی کا اختیار دیا گیا۔
مگر تبدیلی کوئی نہیں ہوئی۔ جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ سب صفات جن کا ذکر اس
آیت میں کیا گیا ہے۔ کہ نبی کو خدا ایسی
بیبیاں دیگا۔ وہ انہی بیبیوں میں موجود
تھیں۔ اور اگر کچھ کمزوریاں تھیں تو وہ
خداوند تعالیٰ نے دور کر دیں۔

آیت ۶۔ اوپر عورتوں کا ذکر ہوا۔
اب اللہ تعالیٰ تاکید فرماتا ہے۔ کہ اپنے
اہل خانہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہو۔
اور انہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کرتے
رہو تاکہ وہ بھی عذاب سے بچیں۔ اور اللہ
تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ الرّجال قوامون علی النساء
مرد عورتوں کے مودّب ہوا کرتے ہیں۔
کہ انکو ہر قسم کے آداب شرعیہ و اسلامیہ
سکھا دیں۔

مذکورہ بالا آیات میں جو واقعہ بیان
ہوا ہے اس پر مسیحی اور ان کے شاگرد

آریہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ چونکہ اس
اعتراض کا جواب معقول حضرت خلیفۃ المسیح
نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں دیدیا ہے
اسواسطے ہم اسے یہاں نقل کر دیتے ہیں۔
ناظرین اس لمبے چوڑے سوال
اور اس سوال کی تہذیب کو دیکھئے۔

پادری کا سوال۔ سورۃ تحریم
کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے محمد صاحب
اپنی زوجہ حفصہ کے گھر گئے اور اس
کی لونڈی ماریہ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی
غیر حاضری میں ہمبستر ہوئے۔ حفصہ مذکور
یہ معلوم کر کے ناراض ہو گئی۔ تب محمد صاحب
نے اس شہرت بد کو بند کرنے کے لئے
اور اپنی زوجہ حفصہ کو راضی کرنے کے
لئے قسم کھائی اور کہا کہ میں پھر اس
لونڈی سے ہمبستر نہ ہوں گا۔ اور اپنی
زوجہ حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے
پاس امانت ہے سو یہ ماجرا تو کسی پر ظاہر
ذکر نا۔ جب محمد صاحب اس کے گھر سے
چلے گئے۔ تو حفصہ نے یہ تمام احوال
عائشہ پر ظاہر کر دیا۔ اور پھر عائشہ سے
جب محمد صاحب کو معلوم ہو گیا کہ یہ ماجرا
چھپ نہ سکا۔ تو قرآن میں بمقام مذکورۃ الصدر
ایک آیت نازل کر لی کہ بے شک قسم کو
توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے
اپنی عورتوں کی خوشنودی چاہی۔ پس
اس ماجرے سے تین گناہ محمد صاحب
پر ثابت ہیں۔

اول۔ گناہ زنا کا کہ جس کے
سبب محمد صاحب نے اپنی زوجہ حفصہ
سے ملامت اٹھائی اور بدنام ہو کر اس
گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخر
کار قسم اٹھا کر جان چھڑانی پڑی۔

دوم۔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا۔
کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے
رہے اور اسی سبب محمدیوں پر بھی قسم کا
توڑنا جائز کر دیا۔

سوم۔ ایسے ناشائستہ فعل میں۔
یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور
قسم کے توڑنے میں خدا کو بھی شریک
کر کے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمانے والے ناظرین
سنو! عیب گیر پادری صاحب اول تو
قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہیں دکھا
سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ سچ ہے قرآن کریم
میں ایسے اعتراضات کا اناجیل کیطرح
منشاء نہیں ہو سکتا۔

رہیں تفاسیر سیل صاحب اور راڈول
نے تفاسیر قرآن لکھی ہیں۔ پھر کیا ان تفاسیر
کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن

محل اعتراض ہو سکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہیں حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ۔ حالانکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک ہاں نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ام ولد اور سریہ بی بی تھیں۔ ماریہ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہیں ہاں ہرگز نہیں۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے جس کے ام ولد بننے سے مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے افسوس آپکو گھر کی بھی خبر نہیں۔ یہ مقوقس عیسائی تھا۔ زرقانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جس کی حقیقی بہن حسان کے گھر میں تھی اور عبدالرحمن بن حسان اس کے پیٹ سے پیدا ہوئے مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جس کے ساتھ شہباء خچری آئی جسے مسلمان دلدل کہتے ہیں

پادریو! آپ کے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا۔ کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی۔ جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہو تو آپکی ساری یادہ سرائی بے ہودہ گوئی اڑ گئی۔

سوم۔ پادری کہتے ہیں محمد صاحب نے ایک آیت سورۂ تحریم کی ابتدا میں نازل کر لی۔ پادری لوگ آیت تو نہیں لکھتے صرف اس کے بدلے یہ اردو عبارت لکھ دیتے ہیں۔ بے شک قسم توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے۔ اور اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہی۔ اعتراض میں یہی عبارت مرقوم ہے؟

اب تمام ناظرین کی خدمت میں التماس ہے۔ قرآن تمام عمرانات میں موجود ہے ایسی کوئی آئت تمام قرآن میں نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اس محرف قوم کے تعصبات کی حد نہیں جان بوجھ کر بے ایمانی پر کمر بستہ ہے۔ اور کیوں نہ ہوں۔ کفارے کے بے ہودہ خیالی پلاؤ نے انکو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے

پادریوں نے آخر میں اعتراض اس قصے پر جمائے۔ جب قصہ ہی سرے سے غلط ٹھہرا تو یہ نتیجہ کیونکر قابل التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو زنا کیسا۔ ہوش کی لو۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض۔ کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کر لی۔ قسم توڑنے کی کوئی آیت

سورۂ تحریم میں نہیں۔ اور نہ اس کے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اتری۔ ہاں قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن میں سورۂ مائدہ میں ذکر آیا ہے۔ مگر یاد رہے سورۂ مائدہ سورۂ تحریم سے پہلے اتری ہے۔

ھان۔ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے سورۂ تحریم کی پہلی چند آیات کی تفسیر لکھ دوں۔ یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ (پ ۲۸ سورۂ تحریم رکوع ۱)

محمدؐ رسول خدا نے اپنی بی بی زینب کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہؓ اور حفصہؓ نے زینبؓ پر غیرت کی اور رسول خدا سے عرض کیا کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے زینب کے گھر میں شہد پیا ہے۔ اب پھر شہد نہ پیوں گا یہ بات اس لئے کہی۔ کہ جب عورتوں کو شہد کی بُو سے نفرت ہے تو اس کا پینا کیا ضرور معاشرت میں نقص آتا ہے۔ باری تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا۔ حلال اشیاء کا ترک کرنا اور اس پر حلف کرنا کیوں۔ ایسے امور میں عورتوں کی رضامندی ضرور نہیں۔ قسم سے بچ رہنے کے لئے سورۂ مائدہ میں کفارے کا حکم ہے۔ اس پر عمل کرو۔

قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم میں فَرَضَ ماضی کا صیغہ ہے حال یا استقبال نہیں۔ یہ زینب کا قصہ اور اس پر آیت کا نازل ہونا بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابوں میں موجود ہے۔ اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغت عرب سے یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلےٰ درجہ ہے۔

بعض مُفسر لوگوں نے زینب کے بدلے میں ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الا ماریہ بھی رسول خدا کی بی بی ہیں اور ایک بیٹے کی ماں اس بیٹے کی ماں ہیں جس نے لڑکپن میں انتقال کیا تب بھی کوئی ہرج نہیں۔ الا یہ مفسروں کا قول حدیث کے مقابلہ میں التفات کے قابل نہیں۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔"

(رکوع ۱۹)

آیت ۱۔ نصوحًا۔ خالص توبہ نصوح کے معنے ہیں خالص رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا مومن کا کام ہے اس میں فرمایا ہے۔ کہ خالص توبہ کا یہ نتیجہ ہو گا۔ کہ تم پچھلی بدیوں کے بُرے نتائج سے محفوظ رہو گے۔ اور آیندہ بدیوں کے جوش کو دبا سکو گے۔ اور ایک نور تمہیں

دیا جائیگا۔ جس کی روشنی میں تم چلو گے۔
اور ہر قسم کی ٹھوکر اور لغزش سے محفوظ رہو گے۔

آیت ۲۔ اس آیت میں منافقوں سے جہاد کا حکم ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ منافق ظاہر ہو چکے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھے۔ اگر ظاہر نہ ہوتے تو ان کے ساتھ جہاد کیونکر ہو سکتا تھا۔ اگر شیعوں کے کہنے کے مطابق عمرؓ منافق تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لازم تھا۔ بلکہ ان پر فرض تھا۔ کہ اس آیت کے ماتحت انکے ساتھ جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے نہیں کیا۔

آیت ۳۔ امراۃ نوح۔ حضرت نوحؑ کی بیوی کا نام علمہ تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مثال دو عورتوں کے ساتھ بیان کی ہے۔ جیسے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں تھیں۔ کہ وُہ ایک خدا کے رسول کی بیویاں تھیں۔ مگر چونکہ وہ ایمان نہ لائیں۔ اس واسطے ظاہری تعلق اور رشتہ کسی کام نہ آیا۔ بلکہ ان کی بدگوئی اور مخالفت کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئیں۔

خانتھما۔ یہاں خیانت سے مُراد انبیاء کی بدگوئی اور عداوت ہے خیانت سے مراد فسق و فجور کے واسطے جو لفظ آتا ہے۔ وہ خبیث ہے۔ یہ خبیثہ نہ تھیں۔ بلکہ کافرہ تھیں۔

آیت ۴۔ فرمایا۔ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک امراۃ فرعون کی مانند اپنے جذبات نفس میں مقید ہیں۔ اس حالت سے نکلنے کے واسطے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے مریم بنت عمران کی طرح ہیں جو اپنے نفس کو پاک کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی روحِ صدق انمیں پھونکی جاتی ہے۔ اور وہ مسیحی نفس بن جاتے ہیں؛

انتیسواں پارہ !! (۲۹)

سُورۃ الملک!

(رکوع ۱)

آیت ۱۔ تبارک۔ بہت برکت والا دائمی خیر والا۔ پاک ذات ہے بابرکت والا ہے۔ ملک و دولت کا مالک ہے۔ سب چیزوں پر قادر ہے۔ کسی پارلیمنٹ کے ماتحت نہیں۔ کسی مجلس شوریٰ کے قوانین ماننے پر مجبور نہیں ایسے مالک کی حکومت کا ماننا ہمارے واسطے ضروری ہے۔ اور مفید ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ طاقتور اور بڑے کی بات

کو مان لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قدرت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر ایک ایک ذرے کی تحقیقات میں بھی حیران رہ جاتے ہیں۔

اس سورۃ شریف کو نہایت پرشوکت الفاظ سے شروع کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی طاقت۔ سلطنت عزت و عظمت و جبروت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں سب حکومتیں ہیں۔

یہ سورۃ مکی ہے۔ ایسے وقت میں نازل ہوئی۔ جب مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے۔ اور مشرکین کا زور تھا اس میں ایک پیشگوئی ہے کہ سلطنت اصل میں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اب کفار سے لیکر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنت کا مالک بنائیگا۔ دنیاداروں کی نگاہ میں یہ بات دُور از قیاس ہے۔ مگر خدا تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے۔

آیت ۲۔ خلق الموت والحیٰوۃ

خدا تعالےٰ نے موت اور زندگی بنائی اس دنیا کو چھوڑنا اور پھر ہمیشہ زندہ رہنا۔

جس چیز کا تقاضا اور خواہش انسان میں ہے اس کا سامان بھی ضرور موجود ہو جاتا ہے۔ انسان کی یہ فطری خواہشات سے ہے کہ وہ فنا نہ ہو تو اس کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے بنا دیا ہے۔ مرنے کے بعد روح قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موت بھی بنائی ہے یہ بھی اس کی بڑی غریب نوازی ہے۔ موت کے ساتھ دنیا کی سب تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور موت کے بعد پھر ترقیات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ موت انسان کے واسطے اس طرح ضروری ہے جس طرح ہر لڑکی کے واسطے جو کسی کے گھر میں پیدا ہو یہ ضروری ہے کہ اس کے ماں باپ بصد محبت اسے پال پوس کر اور ہر طرح سے اس کی تعلیم و تربیت کر کے بالآخر ایک دن اسے اپنے گھر سے رخصت کر کے دوسرے گھر میں پہنچا آویں۔ کیونکہ اس میں ایک جوہر خدا تعالےٰ نے رکھا ہے جس کی شگفتگی سوائے اس کے نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر میں چلی جاوے۔ خواہ اس کے ماں باپ اور خویش و اقرباء اس کی جدائی کے صدمے سے روئیں اور غم کھائیں۔ اور آنسو بہائیں

پر ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے
رخصت کریں۔ جس طرح وہ جدائی کی
گھڑی سخت ہے۔ اسی طرح موت کی
ساعت بھی سخت ہے۔ مگر اس کے بعد
آرام و راحت کا ایک نیا دور شروع
ہوتا ہے۔

اس موت و حیٰوۃ کے الفاظ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ
میں قوموں کی روحانی موت اور پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل
دوبارہ زندگی کی طرف بھی اشارہ ہے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت
سے قبل دنیا کی تمام قوموں پر روحانی
مردگی وارد ہو چکی تھی۔ اور برّ و بحر
ہلاک ہو چکے تھے۔ اسی کی طرف قرآن
مجید میں دوسری جگہ اشارہ فرمایا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا استجیبوا
للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم
اے مومنو! اللہ اور رسول کی بات مانو جبکہ
وہ تمہیں بلاوے۔ تاکہ تمہیں زندگی عطا
کرے۔

لیبلوکم۔ تاکہ تمہیں انعام دے۔
انعام امتحان کے بعد ہوتا ہے۔ امتحان
کے معنے ہیں محنت میں ڈالنا۔ جس کسی کو ایک
محنت اور بلا میں اور مشقت میں ڈالا
جاتا ہے اور وہ اس سے کامیاب نکلتا
ہے۔ تب وہ انعام پاتا ہے تاکہ دیکھنے
والے دیکھیں کہ محنت کا نتیجہ کیا ہے۔
اور وفاداری کا پھل کس طرح ملتا ہے۔
اسی طرح دوسروں کو نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔

بعض نادانوں نے اس لفظ پر
اعتراض کیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے
بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے کیا وہ
اپنے علم غیب سے نہیں جانتا۔ کہ انسان
کس حالت میں ہے۔ قرآن شریف میں
تو آزمائش کا لفظ ہی نہیں آیا۔ وہاں تو
بلاء کا لفظ ہے جس کے معنے انعام کے
ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری یہ حالتیں
موت اور زندگی کی اس واسطے بنائی
ہیں کہ ہمیں انعام عطا کرے۔ لیکن خدا
تعالےٰ کے افعال کو قانون قدرت میں
ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہر ایک شے پر ایک
محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور یہی امتحان
ہے۔ دانہ زمین میں چھوڑا جاتا ہے خس و
خاشاک میں ملا دیا جاتا ہے۔ پھر پانی
سے اسے اس مٹی میں تر کیا جاتا ہے۔

تب وہ پھٹتا ہے اور اس میں سے نرم
پتیاں نکلتی ہیں۔ جو ہوا۔ آندھی۔ دھوپ
کی شدت اور قسما قسم کے حالات سے گزر
کر آخر پھلتا ہے۔ یہی امتحان ہے محنت

کے بعد پھل ملتا ہے۔ آریوں نے بھی
جنم لینے کا مسئلہ ایجاد کیا ہے۔ اور
انجیل میں بھی لکھا ہے۔ کہ ٹھوکروں کا
آنا ضروری ہے۔

امتحان کے معنے ہیں کسی سے
محنت لینا۔ اور اس پر مزدوری دینا۔
قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
اولئك الذين امتحن الله قلوبهم
للتقوى لهم مغفرة واجر عظيم۔
اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو تقوےٰ
کے لئے ایک امتحان میں ڈالا جس سے
وہ کامیاب ہوئے اور مغفرت اور اجر
عظیم انہوں نے حاصل کیا۔

عزیز۔ پیاری باتوں کو پیار کرنے
والا۔ غالب۔ بڑی عزت والا ہے اور
بندوں سے غلطیاں ہوئی ہوں۔ تو وہ
استغفار کریں۔ وہ معاف کرنیوالا ہے۔

آیت ۳۔ سبع سمٰوٰت۔ سات
آسمان چھوٹے بڑے سیاروں اور
ستاروں کے آسمان پر سات طبقات ہیں
طباقاً۔ کے دو معنے ہیں (۱)
بہت جوڑے جوڑے۔ (۲) ایکدوسرے
کے اوپر یا ایک دوسرے کے بعد۔

آسمان کے ذکر میں اس امر کیطرف
اشارہ فرمایا ہے۔ کہ انسانی زندگی کے
لوازمات کی بہت سی اشیاء آسمان سے
وابستہ ہیں۔ آسمان سے پانی آتا ہے تو کھیتی
بنتی ہے۔ اور سورج کی دھوپ سے وہ
پکتی ہے۔ آسمان سے بارش نہ ہو تو کنوئیں
اور دریا بھی خشک ہو جانے لگتے ہیں۔
جب ظاہری ضروریات کے واسطے انسان
آسمان کا محتاج ہے۔ تو روحانی فیوض
کے واسطے تم کیوں آسمانی وحی والہام
کی قدر نہیں کرتے؛

خلق الرحمٰن۔ رحمانی تقاضا سے
جو اشیاء مفت میں مل گئی ہیں انکی شکر
گزاری کرو۔ ان میں کوئی فرق نہیں سورج
برابر روشنی دیئے جاتا ہے پھر ضرورت
نبوت میں کیوں فرق کے قائل بنتے ہو۔

تفاوت۔ اضطراب کو بھی کہتے
ہیں۔ اور اختلاف کو بھی کہتے ہیں اضطراب
یہ ہے۔ کہ کوئی چیز کہیں کی کہیں ڈال دی
جائے۔ ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا اختلاف
اور گڑبڑ ہے کہ مثلاً آگ کی خاصیت
پانی میں جا پڑے اور پانی کی خاصیت
آگ میں جا پڑے۔ تفاوت نقصان
کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی
حق و حکمت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔
انسان کی تحقیقات میں نقصان ہو ورنہ
خدا کے کاموں میں کوئی نقصان نہیں۔

فطور۔ شق۔

فارجع البصر۔ بار بار چیزوں کو دیکھو۔ تحقیقات کرو۔ نقص نہ پاؤ گے۔ پھر پھر غور کرو۔ تمہاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گی۔ مگر کوئی بھی نقص نہ ملے گا۔

آیت ۵ ۔ سماء الدنیا۔ ورلا آسمان۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اِس ورلے آسمان کو عجیب در عجیب چراغوں سے روشن کیا ہے۔ اور ان میں ایسے بھی ستارے ہیں جو شریروں کو دُور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سے جب احکام صادر ہوتے ہیں۔ تو بڑے فرشتے چھوٹے فرشتوں کو پہنچاتے ہیں اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بات وہاں تک پہنچتی ہے جہاں بادلوں کا طبقہ ہے اور وہاں تک شیطانوں کا دخل ہے کیونکہ ارواح خبیثہ کے بھی مدارج ہوتے ہیں بعض وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں بادلوں کا آسمان ہے۔

شیاطین۔ منجمین اور کاہن بھی انہیں میں سے ہیں جو کہ رجماً بالغیب کرتے ہیں آیندہ کی باتیں بیان کرتے ہیں اور ستاروں کو دیکھ کر تکہ بازیاں کرتے ہیں۔ یہ ستارے ان کے واسطے تکہ بازی کا ایک ذریعہ بن گئے ہیں۔ جو تنگی اکے بال لوگ ایسا کرتے ہیں:

استراق الشیاطین۔ پر جو اعتراض بعض نادان آریوں نے کیا ہے۔ اس کا جواب مفصّل ہم اس جگہ تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدّین) سے نقل کرتے ہیں۔

دوسرے اور تیسرے نمبر کے جواب دینے سے پہلے مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے صاف اور بدیہی امور کو بیان کردوں۔ جن کے ملحوظ رکھنے سے آیات نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے فہم میں بہت سہولت ہو۔ کیونکہ اس سوال پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور عام کالجوں کے لڑکے اور وہاں سے نکل کر بڑے عہدوں پر ممتاز اور ان کے ہم صحبت ایسی باتوں پر بہت تمسخر کرتے ہیں۔ پس چند امور بدیہی کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔

اوّل۔ مناظر قدرت کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد لوگ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً دوسرے کی آنکھوں کو ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کر سکتا۔ پھر ایک عقلمند بھی دیکھتا ہے۔ گو وہ اصلی اور مصنوعی میں فرق کر لیتا ہے۔ مگر آنکھ کے امراض سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کی خوبیوں

اور نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ پھر شاعر دیکھتا ہے۔ جو اس کے حسن و قبح پر سینکڑوں شعر لکھ مارتا ہے پھر طبیب ڈاکٹر دیکھتا ہے۔ جو اس کی بناوٹ اور امراض پر صدہا ورق لکھ دیتا ہے۔ پھر موجدین دیکھتے ہیں۔ جیسے فوٹو گرافی کے موجد نے دیکھا اور دیکھ کر فوٹو گرافی جیسی مفید ایجادیں کیں۔ پھر اس کے اور بھائی دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے عجیب در عجیب ٹیلس کوپ ایجاد کئے۔

پھر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے۔ اور اس سے بھی اوپر انبیاء و رسل دیکھتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کریم دیکھتا ہے۔ غرض اسیطرح پر ہزاروں ہزار نظارہ ہائے قدرت ہیں۔ اور ان کے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔

اب ہم شہاب ثاقبوں کے

متعلق لکھتے ہیں۔ شہاب وہ چیزیں ہیں۔ جنہیں انگریزی میں میٹیرز کہتے ہیں۔ یہ نو بچہ۔ عامی۔ شاعر۔ حکیم سب یکساں دیکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ یہ شہب گاہ گاہ نظر آتے ہیں۔ اس سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اب یہ بات کہ کیونکر گرتے ہیں۔ اس پر خدا داد عقل والے بھی غور کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ کیوں گرتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام لغو اور بے حکمت نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم میٹیرز کے متعلق عامیوں کے بے فائدہ نظارہ کو چھوڑ کر پہلے حکماء کا نظارہ بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ میٹیرز آسمان میں سے کرۂ ہوائی میں داخل ہوکر روشن ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہر روز ۲۰ ملین ہوا میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹے اور عام اور روزانہ ہیں۔ رات کے پچھلے حصے میں پہلے کی نسبت تین گنے زیادہ ہوتے ہیں۔ میٹیرز کی فوج دورے کے ساتھ آتی ہے۔ یہ دورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے۔ عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دورے مفصلہ ذیل ہیں:

سنہ ۲۸۶ ہجری و سنہ ۵۹۹ ہجری (مئی سنہ ۶۱۰ء) و سنہ ۹۰۲ عیسوی و سنہ ۹۳۱ء و سنہ ۱۰۰۲ء و سنہ ۱۱۰۱ء و ۱۹ / ۱ جنوری سنہ ۱۱۳۵ء و سنہ ۱۲۰۲ء و سنہ ۱۳۲۶ء و ۱۰ / ۱ مارچ سنہ ۱۵۲۱ء (میں حیرت بخش رہی ہوئی) سنہ ۱۵۳۳ء و سنہ ۱۶۰۲ء و سنہ ۱۶۹۸ء و سنہ ۱۷۹۹ء و سنہ ۱۸۳۲ء و سنہ ۱۸۶۶ء و سنہ ۱۸۷۲ء بعض میٹیرز کا مجموعہ

کے گرد شکل کا نک سکشن (انقطاع خرطومی)
میں دورہ کرتے ہیں۔
میٹیرز زر کامٹ کے گرد بہت ہوتے
ہیں اور وہیں سے آتے ہیں۔ جن دنوں
کامٹ نمودار ہوتا ہے ان دنوں میں یہ
بھی کثرت سے گرتے ہیں۔ خود کامٹ
بھی ایک می ٹی اذر ہے۔

کیمیکل۔ (کیمیاوی) امتحان
سے معلوم ہوا ہے کہ مفصلہ ذیل اشیاء
می ٹی اذر میں پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی
چیز نہیں پائی جاتی۔

لوہا۔ ایکومی نی ام۔ میگنےسی ام
پوٹاسی ام۔ سی لی کن۔ سوڈیم۔ اکسیجن
کیلس کی ام۔ نکل۔ آرسی نک۔ کاب لٹ۔
فاسفورس۔ کرومی ام۔ نائٹروجن۔
میگنیسی۔ سلفر۔ کلورائین۔ کاربن۔
ٹی ٹے نی ام۔ ہائیڈروجن۔ ٹین۔ تانبا۔

تمام مقامات جن میں میٹیرز زر جمع
کئے گئے ہیں۔ یورپ میں وی آنا۔ پیرس۔
لندن۔ برلن۔ اور امریکہ میں نیوہیون۔
ایمہرسٹ۔ لوئزول۔ یہ پتھر عموماً بڑے
نہیں ہوتے۔ عجائب خانوں میں ایک سو
پونڈ سے زیادہ وزن کے پتھر کم ہی پائے
جاتے ہیں۔ ایسی بارش ان پتھروں کی
شاذونادر ہی ہوئی ہوگی۔ جس میں کل پتھروں
کا وزن ہزار پونڈ تک پہنچا ہو۔ مقام
پلٹسک کے نو سو پچاس سالم پتھر پیرس
کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔ جن میں
سے ہر ایک کا اوسط وزن ۷۰ گرام ہے
یعنے ۲ ½ اونس سے بھی کم ہے۔ سٹاک
ہولم کے عجائب خانہ میں ایک پتھر کا وزن
ایک گرین سے بھی کم ہے۔ مقام ایلٹ
کی بارش میں ایک پتھر قریباً ۵۰۰ پونڈ
کا گرا تھا۔

میٹی ارک ایرن۔ اس قسم کا ایک
ٹکڑا ۱۶۳۵ پونڈ وزنی ییل کالج میوزی ام
میں موجود ہے۔ قریباً اتنے ہی حجم کا ایک
ٹکڑا پیرس کے میوزی ام میں ہے اس
سے کسی قدر چھوٹا ٹکڑا شہر واشنگٹن کے
نیشنل میوزی ام میں ہے اور ان سے
ایک بہت بڑا ٹکڑا برٹش میوزی ام میں ہے۔

دوسرا۔ امر یہ ہے۔ کہ ہم اس
مذہب کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔ جس کو
پال نے مذہب اسلام سے اوپر یقین کیا
ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسلام سے وہ
مذہب اچھا ہے۔ اس کے آخری تحقیقات
کی کتاب مکاشفات کے باب ۱۲ میں ہے
ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات
سر اور دس سینگ اور اس کے سروں پر
سات تاج تھے۔ ظاہر ہوا اور اس کے دم

نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچے۔ اور
انہیں زمین پر ڈالا اور اسی باب میں ہے
پھر آسمان پر لڑائی ہوئی۔ میکائیل اور
اس کے فرشتے اژدہے سے لڑے اور
اژدہا اور اس کے فرشتے لڑے۔ پھر متی
۲۴ باب ۲۹ آیت۔ ستارے گریں گے۔
اور بروج کے متعلق مسیحی کتابوں میں ہے
دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۲ آیت۔
کیا تجھ میں قدرت ہے۔ کہ منطق البروج
ایک ایک اس کے موسم پر پیش کرے"
اور شہابوں کے بارے
میں لکھا ہے۔ دیکھو ایوب ۳۸ باب
۳۶ آیت میں ہے "یا کس نے شہابوں
کو فہمید عطا کی" اس سے اتنا پتہ لگتا
ہے۔ کہ شہابوں کو بھی فہمید ہے۔ پر آگے
بیان نہیں کیا کہ کیا فہمید ہے اور اس
فہمید سے کیا کام لیتے ہیں۔ اور زبور
میں ہے "وہ اپنے فرشتوں کو روحیں
بناتا ہے اور اپنے خدمت گذاروں
کو آگ کا شعلہ"
اب تک ہم نے یہ باتیں بیان کی
ہیں۔ کہ میٹی ارز۔ الکاپات۔ شہاب
ثاقب اور شعلہ ہائے نار آسمان سے
گرتے نظر آتے ہیں۔ اور کتبِ یہود اور
مسیحوں نے بھی نہیں بتایا۔ کہ کیوں گرتے

ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ فعل الٰہی
ہے۔ اس لئے لغو بھی نہیں بلکہ ضرور ہے
کہ عادت اللہ کے موافق اس میں بڑی
حکمتیں ہوں۔
اب تیسرا امر جو اس مضمون میں مجھے
بیان کرنا ہے یہ ہے کہ الہامی مذاہب
قائل ہیں۔ کہ دیوتا۔ ملک۔ اور فرشتے موجود
ہیں۔ اور ان کا ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ
الٰہی کلام میں ان کا ذکر ہے۔ اور شیاطین
اور جن بھی ہوتے ہیں۔ اور انکی مخالفت
کرنا ضروری ہے۔ میں بھی الہامی مذہب
اسلام کا معتقد ہوں۔ اور اس
کی کتاب میں پاتا ہوں۔
آمن الرسول بما انزل الیہ
من ربہ والمومنون کل آمن باللہ
وملائکتہ۔ پ۳۔ بقرہ۔
ترجمہ:۔ رسول ایمان لایا اس پر
جو اتارا گیا اس کی طرف اس کے رب سے
اور مومن بھی سب کے سب ایمان لائے
اللہ اور اس کے فرشتوں پر۔
اس لئے میں فلاسفروں۔ سائنس
والوں۔ برہموں اور آریہ سماجیوں کے
لئے ایک دلیل وجود ملائکہ پر اور ان پر
ایمان لانے کی ضرورت کی وجہ بیان کرتا
ہوں۔ شاید کوئی رشید سعادتمند اسپر توجہ کرے

سب سے پہلے میرے نزدیک ہزاروں ہزار انبیاء و رسول جو راستبازی میں ضرب المثل تھے۔ اور انکے مخلص اتباع کا اعتقاد اس بارے میں کہ ملائکہ اور شیاطین ہیں بہت بڑی دلیل ہے۔ مگر ایک دلیل مجھے بہت پسند آئی ہے جسے میں پیش کرتا ہوں اور دلیری سے میں پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے بار بار کے تجارب میں آ چکی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

تمام عقلاء میں یہ امر مسلّم ہے کہ اس زمین کا کوئی واقعہ بدوں کسی سبب کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صوفیائے کرام اور حکماء عظام اس بات پر متفق ہیں۔ کہ کوئی امر حقیقت میں اتفاقی نہیں ہوا کرتا تمام امور علل اور حکم سے وابستہ ہیں۔

اب میں پوچھتا ہوں۔ کہ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے نیکی کا خیال بدوں کسی تحریک کے کیوں اٹھتا ہے۔ بلکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے۔ کہ ارد گرد بدکار بدیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ بدی کے عین ارتکاب و ابتلاء میں انکو نیکی کی تحریک اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی بتائے کہ اس تحریک نیک اور رغبت پسندیدہ کا وقوع کیوں ہوا۔ آیا بلا سبب و اتفاقی طور پر؟ یہ تو باطل ہے۔ کیونکہ تجارب نے اس کو باطل ٹھہرایا ہے۔ پس لامحالہ نیکی کا محرک ضرور ہے۔ اسی نیکی کے محرک کو اسلامی کتب اور شریعت میں ملک کہتے ہیں۔ اور ان کے اس تعلق و تحریک کو لمۃ الملک کہا گیا ہے۔ وہ ملک لطیف اور پاک روحیں ہیں جنہیں قلوب انسانی سے تعلق ہوتا ہے۔ اور ہر وقت قلوب کی تحریک میں لگے رہتے ہیں اور ان کے مدمقابل اور ان کی تحریک کے مخالف شیاطین اور ابلیسوں کی روحیں ہیں۔ جو بدی اور بدکاری کی محرک ہیں۔ ان کے اس تعلق کا نام لمۃ الشیطان ہے۔

ایمان بالملائکہ کی معنی اور اسکا فائدہ

شریعت اسلام میں حکم ہے کہ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب جب وہ تم کو نیکی کی تحریک کریں۔ تو معاً اسی وقت کر لو۔ تو کہ اس نیکی کے محرک کا تعلق تم سے بڑھے اور وہ زیادہ نیکی کی تحریک دے۔ بلکہ اس کی جماعت کے اور ملائکہ بھی تمہارے اندر نیکی کی تحریکیں کریں۔ اور اگر اس تحریک کو نہ مانو گے

تو اس ملک نیکی کے محرک کو تم سے نفرت ہو جائیگی۔ اِس لئے ضروری ہوُا کہ ملائکہ سے تعلق بڑھاؤ تو کہ نیکی کی تحریک بڑھے اور آخر وہ تمہارے دوست بن جاویں۔ قرآن کریم میں اس نکتہ کو یوں بیان فرمایاہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔ نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ پ۲۴۔ فصلت (ترجمہ) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس اقرار پر پختہ ہو گئے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور خوشی مناؤ اس جنت کی کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے ساتھی ہیں۔ اور فرمایا ہے

واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ۔ پ۹ (انفال)

اور یقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے۔ اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور ان ملائکہ کے مدمقابل یا ضد ظلمت و ہلاکت دوری اور عدم کے فرزند شیاطین اور ارواح خبیثہ ہیں ان کے تعلقات سے ان کی جماعت دوست بنتی ہے۔ آخر اللہ تعالےٰ بہر فرشتوں۔ ملائکہ دیوتا یا اہرمن۔ ارواح خبیثہ۔ اسر۔ شیاطین کے تعلقات سے ان مظاہر قدرت سے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر آخرکار اچھے لوگوں کو اور اچھی لوگوں سے پیوستگی ہو جاتی ہے۔ اور بروں کو اور بروں سے بلکہ یہ تعلقات اس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ ذرات عالم میں اچھے ذرات کا اچھوں سے تعلق ہوتا ہے اور برے موذی دکھ وانک ذرات کا بروں سے۔

کیا کوئی شخص تاریخی مشاہدات۔ اور تجارب صحیحہ سے ہمیں بتا سکتا ہے۔ کہ آتشک اور خاص سوزاک۔ جذام اور گھنونے اور گندے امراض اور جان گداز ناکامیاں یا ماموروں مرسلوں اور ان کے پاک جانشینوں کو لاحق ہوتی ہیں یا ان کے مخالفوں کو۔ قرآن کریم کیسے زور سے دعویٰ فرماتا ہے کہ مقبولانِ مقربانِ الٰہی کے یہ سچے نشان ہیں۔

اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ (پ۲۸۔ مجادلہ)

ترجمہ۔ یہی لوگ خدا کی جماعت ہیں۔ اور یاد رکھو خدا کی جماعت مظفر و منصور ہے۔

اور فرمایا و للہ العزۃ ولرسولہ
وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون
(پ ۲۸ - منافقون)

ترجمہ:- اور غلبہ سدا اللہ اور اس
کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔
لیکن منافق نہیں جانتے۔ اور فرمایا۔

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا
فی الحیٰوۃ الدنیا۔ ویوم یقوم الاشہاد

ترجمہ:- ہم ضرور کامیاب کرتے
ہیں اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی
زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے
پیش ہونے کے دن۔

اس جنگ اور اولیاء اللہ کی کامیابی
کے متعلق جسے دیو۔ اسر سنگرام کہتے ہیں۔
ہم نے اس رسالہ میں بہت جگہ تذکرہ کیا ہے

چوتھا امر۔ قابل بیان یہ ہے۔
کہ وسائل و وسائط کو تمام دنیا کے مذاہب
ضروری تسلیم کرتے ہیں۔ کافر و مومن
جاہل و عالم۔ بت پرست و خدا پرست۔
سوفسطائی۔ دہریہ۔ جناب الٰہی کا معتقد۔
غرض سب کے سب وسائل و وسائط
کو عملاً مانتے ہیں۔ کون ہے جو بھوک کے
وقت کھانا۔ پیاس کے وقت پینا۔ سردی
کے وقت کوئی دوائی یا گرمی حاصل کرنے
کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔ مقام مطلوب
پر جلدی پہنچنے کے لئے میل ٹرین یا اسٹیمر
کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مومن صرف حضرت حق
سبحانہ کی مخلصانہ عبادت کرتا اور شرک
اور بدعت اور اہوا سے پرہیز کرتا ہے
تو غرض اس کی اسے ذریعہ قرب الٰہی بنانا ہوتا
ہے۔ اور بت پرست اگرچہ حماقت سے
بت پرست ہے مگر کہتا وہ بھی یہی ہے۔
کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ
زلفٰی۔ (پ ۲۳۔ زمر)

ہم تو ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ
کر پوجتے ہیں۔ اگرچہ یہ ان کا کہنا اور اس
کا عملدرآمد غلط ہی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب صحیح بھی
ہوتے ہیں اور ایسے اسباب بھی ہیں جن
کا مہیا کرنا مومن کا کام ہے۔ اور ایسے
بھی جن کا مہیا کرنا عام عقلمندوں اور
داناؤں کا حصہ ہے۔ اور ایسے بھی ہیں
جن کو سبب ماننا باعث شرک ہے۔ اور
ایسے بھی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت
اور وہم اور حماقت ہے:

تعجب انگیز بات ہے۔ کہ بہت سے
فلاسفر۔ سائنس دان اور حکماء علل مادیہ
اور اسباب عادیہ پر بحث کرتے کرتے
ہزارہا نکات عجیبہ اور دنیوی امور میں راحت
بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر روحانی

ثمرات پر ہنسی ٹھٹھے کر جاتے ہیں۔

جنوب شمال کو قطب اور قطب نما کی تحقیق میں اور اس پر مشرق و مغرب کو چھان مارا ہے۔ اور سورج اور چاند کی کرنوں سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لوٹتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو انہیں نظاموں سے ہستی باری پر بحث کرتا دیکھ لیں تو اس کے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دیتے ہیں۔ کیسا بے نظیر نظارہ ہے۔ جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے ؎

اشقیاء در کار عقبیٰ جبری اند
اولیاء در کار دنیا جبری اند

علم ہندسہ جس کی بناء پر آج انجینئرنگ اور اسٹرانومی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ سوچ لو کیسے فرضی امور سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے خط استوی۔ جدی۔ سرطان۔ اُفق نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں۔ مگر اس فرض سے کیسے حقائق مادیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن اگر ان بدنصیبوں کو کہیں کہ مومن بالغیب ہو کر دعاؤں اور نبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے تو ہنس کر کہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں۔

میں نے بارہا ان (مادیوں) کو کہا ہے۔ تندرست آنکھ بدوں اس خارجی روشنی کے اور تندرست کان بدوں اس روشنی کے اور تندرست کان بدوں خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدوں ہم سے خارج رحم کے۔ بہت دور کی اشیاء بدوں ٹلس کوپ کے باریک در باریک اشیاء بدوں مائکرس کوپ کے۔ دور دراز ملکوں کے دوستوں کی آوازیں بدوں فونوگراف کے اور ان کی شکلیں بدوں فوٹوگرافی کے نہیں دکھائی دیتیں۔

اب جبکہ تم ان وسائط کے قائل ہو اور اضطراراً قائل ہونا پڑتا ہے۔ تو روحانی امور میں کیوں وسائط کے منکر ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مان کر بھی تم ملک اور شیاطین کے وجود پر کیوں ہنسی کرتے ہیں۔ افسوس اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہیں دیا۔ ناظرین جس طرح سچے وسائط ہماری مشاہدات میں ہیں۔ اسی طرح سچے وسائط مکشوفات میں بھی ہیں۔ جس طرح مشاہدات میں الٰہی ذات وراء الوراء ہے اور یہ ضرور ہے اسی طرح الٰہی ذات روحانیات میں بھی وراء الوراء ہے۔ اور اگر روحانیات میں بھی بعض وسائط غلط اور وہم ہیں۔ تو

مشاہدات بھی اس غلطی اور وہم سے کب خالی ہیں۔

فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام اور ان کے ارواح کے لئے بطور جان کے ہیں۔ شیاطین بھی ہلاکت۔ ظلمت اور جناب الٰہی سے دوری اور دکھوں کے پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم انجن کے لئے ہیں۔

خلاصہ امور چہارگانہ مذکور

(۱) مظاہر قدرت کے دیکھنے والے اعلےٰ بھی ہوتے ہیں اور ادنےٰ بھی۔ ادنیٰ کو اعلیٰ کی رویت کا انکار مناسب نہیں۔

(۲) الکابات۔ مٹی ارنہ۔ شعلہ ایک بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے۔ اور اس میں اس قدر مواد ہوتے ہیں۔ کہ اسلحہ کے بنانے والوں نے اور ہتیار رتھ والے جو ہتھیار رکھے ہیں۔ ان میں اتنے مواد مشتعل نہیں ہوتے۔ پس کیا وہ صرف اس لئے گرتے ہیں کہ چند عجائب خانوں میں پڑے رہیں اور خدا کا یہ عظیم الشان فعل لغو ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

(۳) فرشتے۔ ملک سر شیاطین۔ اہرمن اُسر ہمن اور ان کا باہم عداوت کا رشتہ ہے ان کی جنگ نور و ظلمت بلکہ عدم و وجود کی جنگ ہے۔

(۴) اگر وسائط غلط اور بُرے ہیں تو وسائل صحیحہ اور عمدہ بھی ہیں۔

اب ہم آیات کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ جن میں اس جنگ کا تذکرہ ہے اور پوچھتے ہیں۔ انصاف سے بتاؤ۔ کہ آریو کیا تمہارا کام تھا کہ تم انکار کرتے۔

(۱) ولقد جعلنا فی السّماء بروجاً وزیناھا للنا ظرین۔ وحفظناھا من کل شیطانٍ رجیم الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین۔ (پ۱۴۔ حجر رکوع ۲)

ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان میں روشن اجرام۔ اور خوبصورت بنایا انہیں دیکھنے والوں کے لئے اور محفوظ رکھا ہم نے انہیں ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک شوندہ مکہ بازہ یا مردود سے ہاں اگر کوئی چھپ کر سننا چاہے۔ تو اس کے پیچھے لگتے ہیں۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارنہ۔ الکابات۔

(۲) انّا زیّنا السّما الدنیا بزینۃ ن الکواکب وحفظاً من کل شیطانٍ ماردٍ لا یسمعون الی الملاء الاعلےٰ ویقذفون من کل جانبٍ دحورًا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہابٌ ثاقبٌ۔ (پ۲۳ صفت ع۱)

ترجمہ:۔ ہم ہی نے خوشنما بنایا اُس ورلے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کر دیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دُور یا ہلاک ہونے والے متکبر ضدی سے۔ ملا اعلیٰ کی باتیں نہیں سُن سکتے۔ اور ہر جانب سے دھکیلے جاتے ہیں۔ دھتکارے جاتے اور ان کے لئے دائمی دُکھ دینے والا عذاب ہے۔ ہاں اگر کوئی جھپٹی مارے۔ تو اس کے پیچھے لگتے ہیں۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارز۔ الکاپات۔

(۳) ولقد زينا السّماء الدّنيا بمصابيح وجعلناها رجوماً للشياطين واعتدنا لهم عذاب السعير (پ ۲۹)

ہم ہی نے مزین کیا اس ورلے آسمان کو روشن چراغوں سے اور کر دیا ہم نے انہیں مار شیاطین کے لئے اور تیار کر دیا ہم نے ان کے لئے جلنے کا عذاب۔

(۴) اناكنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهاباً رصداً۔ (پ ۲۹۔ جنّ)

تحقیق ہم بیٹھتے تھے بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لئے پس اگر اب کوئی بات سننا چاہے پاتا ہے اپنے لئے شہاب انتظار میں۔

ہم ہندیوں اور عام یورپ والوں سے تو طائف کے عرب نمبر دار ہی اچھے نکلے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے عہد ۶۱۱ ہجری سعادت مہد میں مٹی ارز غیر معمولی بکثرت نظر آئے۔ تو عام طور پر لوگوں نے خیال کیا کہ آسمان تباہ ہو چلا۔ اس لئے لگے اپنے مویشیوں کو ذبح کرنے۔ تب اُن کے نمبر دار عید یالیل نے کہا۔ کہ اگر وہ ستارے نظر آتے ہیں۔ جن سے تم لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہو تو جہان خراب نہیں ہو گا۔ یہ ابن ابی کبشہ (ہمارے نبی کریمؐ کی طرف اشارہ کرتا ہے) کے ظہور کا نشان ہے۔

ابن کثیر میں ہے انا زینا السماء کے نیچے ہی ابن جریر کہتا ہے۔ اس آیت کے نیچے کہ آسمان کی حفاظت دو باتوں کے وقت ہوتی ہے یا عذاب کے وقت جب ارادہ الٰہی ہو کہ زمین پر اچانک عذاب آ جاوے یا کسی مصلح راہ نمائی کے وقت اور یہی معنے ہیں اس آیۃ شریفہ کے۔

انا لا ندری اشرّ ارید بمن فی الارض ام اراد بهم ربهم رشداً (پ ۲۹۔ جنّ) یعنے ستاروں کے گرنے کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے۔ کہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آیا زمین والوں کے لئے تباہی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا ان کے رب نے انہیں کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔

خدائے تعالیٰ کی عادت ہے کہ مصلح کی

تولد۔ظہور اور اس کی فتحمندی پر حزب الرحمان
اور حزب الشیطان کی جنگ پہلے اوپر ہوتی
ہے پھر زمین پر۔

آیۃ کریمہ فالمدبرات امرا۔
(پ۳۰۔ نازعات) اور فالمقسمات امرا۔
(پ۲۶۔ذاریات) اور آیۃ ان کل نفس
لما علیہا حافظ (پ۳۰۔ طارق) کے نیچے
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مفصل
لکھا ہے۔کہ فرشتے بروج پر اثر ڈالتے
ہیں اور ان سے ایک اثر ہواور دیگر اشیاء
پر پڑتا ہے۔اور ملائکہ کا اثر شہب میں
بھی نفوذ کرتا ہے۔

۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء میں ۲۷۔اور ۲۸
نومبر کی درمیانی رات میں غیر معمولی کثرت
سے شہب گرے۔اور اس وقت ہمارے
امام علیہ السلام کو اس نظارہ پر یہ وحی
بکثرت ہوئی۔دیکھو صفحہ ۲۳۸ براہین۔
یا احمد بارک اللہ فیک۔ما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔اور اسی
کے بعد مدار ذوالسنین نظر آیا۔اور ۱۸۷۲ء
کی رمی شہب غیر معمولی تھی۔الحمد للہ رب العالمین

پس یہ اور کل کواکب زینت سماء
الدنیا ہیں اور روحانی عجائبات کی علامات
ہیں۔اور نیز ان سے راہ نمائی حاصل ہوتی
ہے۔یہی تین فائدے بخاری صاحب نے
اپنی صحیح میں بیان فرمائے ہیں۔اب اس
سوال کا جواب ختم کرتے ہیں۔مگر قبل اس
کے کہ ختم کریں آیات ذیل کا بیان ضروری
و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ما تنزلت بہ الشیاطین وما ینبغی
لھم وما یستطیعون انھم عن السمع
لمعزولون (پ۱۹ شعراء)

تنزل علی کل افاک اثیم (پ۱۹ شعراء)
اللہ سے دور ہلاک ہونے والی خبیث
روحوں کے ذریعہ یہ کلام الٰہی نازل نہیں ہوا
اور ان کے مناسب حال بھی نہیں۔اور ایسا
کلام لانے کے لئے وہ طاقت ہی نہیں رکھتے
بے ریب ایسا کلام سننے سے وہ الگ کئے
گئے ہیں۔کیونکہ تمام شیطانی کاموں کا قرآن
مجید میں استیصال ہے۔بھلا شیطان اپنے
پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے۔شیاطین
تو ہر ایک کذاب۔مفتری۔بہتانی۔بدکار پر
نازل ہوا کرتے ہیں۔

آیت ۸۔خزن۔جمع خازن کی ہے
بمعنی داروغہ۔

آیت ۹۔ضلل۔بھول۔

آیت ۱۱۔سحقا۔لعنت۔

آیت ۱۲۔یخشون۔ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ
سے۔ڈرنے والوں کے لئے مغفرت اور بڑا
اجر ہے۔اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآن شریف

میں فرمایا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان۔ جو اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق ڈرتا ہے اس کے واسطے دو جنت ہیں بے خوف اور بے باک آدمی اصل میں خوف سے امن میں وہ ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔

آیت ۱۴۔ من خلق۔ کس نے پیدا کیا۔ اس میں آریاؤں کے اس عقیدہ کا ردّ ہے جو وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ اور روح کا پیدا کرنے والا ہے۔ دلیل دی ہے۔ ان اللہ ھو اللطیف الخبیر۔ کسی شے کے پیدا کرنے کے واسطے اس شے کا کامل علم لازم ہے۔ خدا لطیف۔ خبیر ہے۔ روح اور مادہ کے متعلق اُسے کامل علم ہے کہ وہ کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے۔ اور پھر اسے قدرت بھی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے کوئی ذرّہ اور روح پیدا ہی نہ کیا۔ تو اس کے متعلق کامل علم کیوں کر رکھ سکتا ہے۔

(رکوع ۲)

آیت ۱۔ ذلولاً۔ وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے ماتحت کیا ہے۔

فامشوا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ یہ صحابہ کو حکم ہے کہ جہاں یہ سمجھو کہ اس جگہ ہمارا دین قائم نہیں رہتا اس جگہ کو چھوڑ دو۔

ذلول۔ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں۔ جس سے لادنے وغیرہ کا ہر قسم کا کام لیا جائے۔ وہ جانور جو باربرداری کا کام دیتی زمین بھی چلتی ہے۔ اور تمام انسانوں اور مکانوں کو اپنے ساتھ اٹھائے پھرتی ہے۔

اس آیۃ میں آریا ورش کا ایک ردّ ہے۔ جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ پہلے جنم اور تناسخ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا نے تمہیں زمین دی اور اسے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ بتلاؤ یہ تمہارے کس عمل کے نتیجہ میں تمہیں ملی ہے۔

آیت ۲۔ یخسف بکم الارض۔ تمہیں ذلیل کر دے۔ اس میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے

تمور۔ زمین کانپ رہی ہے کیونکر عمائد مر گئے ہیں۔

من فی السماء۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ خدا آسمان میں ہی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی خاص مکان تجویز نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق علٰی کل شیءٍ محیط فرمایا ہے ہاں اس آیۃ میں جو فی السماء کا لفظ آیا ہے یہ ایک محاورہ عربی زبان ہے۔ اور اس سے مراد ہے ایک اٹل بات۔ اور چونکہ آسمان

بلندی پر ہے اور سب بلندیوں کا مالک اللہ تعالےٰ ہے۔ اس لئے بغرض اظہار عظمتِ خداوندی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔

آیت ۳۔ حاصبًا۔ اس میں غزوۂ خندق کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں مکہ والے مدینہ والوں کے ساتھ مل گئے تھے۔

آیت ۵۔ الطیر۔ مُردار خوار جانور۔ پیشگوئی ہے کہ تم شکست کھاؤ گے۔ اور یہ جانور تمہاری لاشیں کھائیں گے۔ یہ گدھ جو آسمان میں پھرتے ہیں یہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے رُکے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ تم کو نوچ نوچ کر کھا جاتے۔

آیت ۶۔ جندٌ۔ یہ تمہارے لشکر تمہارے کسی کام نہ آویں گے۔ اور خدا کے عذاب کو ٹال نہ سکیں گے۔

من دون الرحمٰن۔ رحمان کے مقابلہ میں۔

آیت ۷۔ امسک۔ اس میں پیشگوئی ہے کہ جب قحط پڑے گا تو پھر کون تمہاری امداد کرے گا۔ مکہ میں ایک دفعہ شدید قحط پڑا تھا۔ جس میں لوگوں نے ہڈیاں پیس پیس کر کھائی تھیں۔

لجّو۔ اڑ رہے ہیں۔

آیت ۸۔ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نمونہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ کہ دیکھو یہ شخص تم میں ہے۔ جو بڑی دور اندیشی سے سیدھا ہو کر چلتا ہے۔ وہ صراط مستقیم پر ہے۔ اس کی راہ کو تم بھی اختیار کرو۔ تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ورنہ وہ تم پر فتحیاب ہوگا۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں تم تو مُنہ کے بل گرے ہوئے ہو تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

آیت ۹۔ اللہ تعالےٰ اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے تمہیں کان آنکھ اور دل دیا۔ اگر آدمی کے ناک کی نوک ایک ماشہ بھر کٹ جائے تو وہ مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہمارے سامنے اندھے موجود ہیں لیکن ہم آنکھوں والے اپنی آنکھوں کی قدر نہیں کرتے۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرے کہ اس نے کس قدر احسان ہم پر کئے ہیں۔

آیت ۱۱۔ متی۔ کفار سوال کرتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ ہم پر کب عذاب آئیگا۔ یہ تو اسی دنیا کی بات ہے۔ تم تاریخ مقرر کرو۔

آیت ۱۳۔ فرمایا۔ عذاب آئیگا اور تم روسیاہ ہو جاؤ گے۔ تدّعون۔ وہ عذاب

جس کو تم زور سے مانگتے تھے۔

آیت ۲۸۔ بہت لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ الہام ہؤا تھا۔ کیوں پورا نہیں ہؤا۔ فرمایا تم پر عذاب ضرور آئیگا۔ خواہ میرے سامنے آئے خواہ میرے بعد آئے۔ تم نجات نہیں پاسکتے ؛

سورۃ القلم

(رکوع ۳)

آیت ۱۔ ن۔ دوات۔

آیت ۲۔ تو مجنون نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے کفار کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں۔ اور اس پر دلائل دیئے ہیں۔ فرمایا۔ قلم دوات کو لو اور جو علوم دنیا میں پیدا ہوئے ہیں سب کو جمع کرو اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو لو اور ان کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور پھر اس کلام (قرآن) کے ساتھ مقابلہ کر کے غور کرو۔ کہ کیا یہ مجنون کا کلام ہے۔

بلکہ فرمایا۔ قلم اور دوات کے ساتھ جو کچھ آئندہ بھی کبھی لکھا جاویگا اس سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہے گا۔ کہ یہ خیال جو اس نبی کے متعلق کیا گیا ہے بالکل باطل ہے۔ ہر ایک نیا علم جو دنیا میں نکلیگا جو خدا تعالیٰ اسے محبت اور مخلوق پر شفقت کے متعلق ہوگا۔ وہ اس کی صداقت اور علم و عقل کے کمال کو ثابت کرتا رہے گا۔ وہ تمام بحثیں اور تحریریں جو آئندہ ہونگی۔ وہ کوئی ایسا دینی مسئلہ پیدا نہ کرسکیں گے جو انسان کی بہبودی کے واسطے ضروری ہو۔ اور اس پاک کلام میں نہ پایا جاتا ہو۔ پھر ایسی کتاب کا لانے والا کیونکر مجنون ہو سکتا ہے۔

اِن آیات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اب قلم و دوات کا زمانہ آنے والا ہے۔ جبکہ ہر شے لکھی جائیگی۔ اور صحائف بہت کثرت سے ہوں گے۔ اور بڑے علوم کا زمانہ خیال کیا جاویگا۔ اس وقت بھی قرآن شریف کی شریعت صحیح اور غیر متبدل ثابت ہوگی۔ اور دنیا کو ماننا پڑیگا۔ کہ ایسے مستحکم۔ معقول۔ مدلّل کا لانے والا بجز ایک کامل نبی کے کوئی ہو نہیں سکتا چہ جائیکہ وہ دیوانہ ہو۔

آیت ۳۔ غیر ممنون۔ غیر منقطع۔ چونکہ یہ کلام ایسا ہے کہ فیہا کتب قیمۃ اس میں مضبوط کتابیں شامل ہیں۔ جو قائم رہنے والی ہیں۔ اس واسطے یہ علوم ہمیشہ سچے ثابت ہوتے رہیں گے۔ اور ان سے دنیا میں ہمیشہ نور پھیلتا رہے گا۔ اور اس

طرح تیرا ثواب جاری رہے گا۔ کیونکہ یہ ابدی شریعت ہے۔

یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجنون نہ ہونے کی ایک دلیل بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ پاگل جو ہوتا ہے نہ اس کے کاموں میں کوئی ترتیب اور نظام ہوتا ہے اور نہ اس کے کاموں پر نتائج مترتب ہوا کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام منتظم تھے۔ اور ان سے بڑے بڑے اہم اور مفید نتائج پیدا ہوئے۔

اس میں اہل عرب کو اور آئندہ تاریخ زمانہ پر نگاہ کرنے والوں کو سمجھایا ہے۔ کہ دیکھو ہمارا رسول بھی ایک کام کر رہا ہے۔ اور اس کے بالمقابل تم بھی ایک کام کر رہے ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ کو کون فتح کرتا ہے۔ اور غیر منقطع اجر کس کو ملتا ہے۔ کون عاقل ثابت ہوتا ہے اور کون دیوانہ۔

آیت ۴۔ ایک اور دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاگل نہ ہونے کی اس جگہ بیان فرمائی ہے۔ فرمایا جو شخص خلق عظیم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کو پاگل کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ پاگل کے اخلاق اچھے نہیں ہوا کرتے۔ کیا وہ شخص جو عاقبت اندیشی۔ شجاعت۔ مروت۔ جود و سخا۔ استقامت۔ بلند ہمتی۔ عفت۔ حیا۔ زہد۔ اتقا۔ ریاضت۔ فصاحت۔ بلاغت۔ عفو۔ کرم۔ رحم۔ حلم۔ توکل۔ امانت دیانت۔ غرض تمام اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہو۔ کیا وہ مجنون ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ خلق صرف نرمی حلیمی اور انکسار کا نام نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ انسان کے اندر بمقابلہ ظاہری قویٰ کے جو باطنی کمالات کی کیفیات ہیں ان سب کا نام خلق ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ سب پائی جاتی تھیں۔ اسی پر قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ اخلاق کے واسطے یہ رسول کامل نمونہ ہے۔ اس کی سنت کو اختیار کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال ہوا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ خلقہ القرآن۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔ قرآن مجید میں جو اعلےٰ تعلیم دی گئی ہے اس سارے کے عمل کا آپ نمونہ تھے۔ جو لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی سوانح عمریاں تلاش کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ جناب صدیقہ کے اس قول کی طرف توجہ کریں۔

دنیا داروں کی ہمیشہ عادت چلی آئی ہے کہ خدا کے محبوب مجذوب لوگوں کا نام دیوانہ رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سلطان روم کو اس کے اراکین کی خراب حالت کی طرف توجہ دلائی۔ تو آپکو بھی کہا گیا کہ تو مجنون ہے۔ جس پر انہوں نے خدا تعالےٰ کے حضور میں عرض کی ؎

آنکس کہ بتو رسد شہاں راچہ کند
با فر تو فر خسروان راچہ کند
چوں بندہ شناخت بدان عزّ و جلال
بعد از تو جلال دیگراں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

اسی خلق عظیم کی طرف اشارہ ہے جہاں گذشتہ انبیاء کا ذکر کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا ہے۔ فبھداھم اقتدہ۔ انبیاء سابقین میں جو خاص باتیں منفرد طور پر مخصوص تھیں ان تمام اخلاق متفرقہ کو اپنی ذات میں جمع کر لے۔

(رکوع ۳)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میری بعثت اس غرض کے واسطے ہے کہ تمام اخلاق حسنہ کو اپنے کمال تک پہنچا دوں اسی پر شاعر نے کہا ہے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آیت ۵ و ۶ - یہ پیشگوئی ہے کہ اے نبیؐ وہ زمانہ قریب ہے جبکہ تو بھی دیکھ لیگا اور یہ تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے۔ کہ کس کی بات سچی نکلتی ہے اور کون مجنون ثابت ہوتا ہے۔ فتح مکہ نے بہت جلد کفار پر ثابت کر دیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا۔ وہی سچ اور حق تھا مجنون اسباب صحیحہ کے مہیا نہ کر سکنے کے سبب ناکام رہتا ہے۔ انبیا ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔

آیت ۷ - اللہ تعالیٰ ناکامیابی اور کامیابی اندھا دھند نہیں دیا کرتا۔ بلکہ مومن کو کامیاب کرتا ہے۔ اور منکر کو ناکامی حاصل ہوتی ہے۔

آیت ۸ - مکذبین کا کہنا نہ مانو۔

فائدہ - مباحثہ کے وقت مخالف کے مقدمات کو مان نہیں لینا چاہیئے بلکہ مخالف

جو باتیں پیش کرتا ہے۔ وہ غالب دعاوی ہی ہوتے ہیں۔ جنکو دیگر اُن سے دلائل پوچھنے چاہئیں۔

آیت ۹۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو اُن سے چکنی چپڑی باتیں کرے۔ اور وہ بھی تیرے ساتھ ایسی ہی باتیں کریں۔ اور اپنے مذہب پر پکے رہیں۔

حق کے منکرین ہمیشہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ مذہب کے معاملہ میں ان کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے۔ اور جو عیب انکیں ہے وہ کبھی ان کو جتلایا نہ جائے اور باہمی میل جول ہوتا رہے۔ یہ بات خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ان آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ عمائد قریش جمع ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم آپس میں صلح جوئی اختیار کریں۔ اور اس کی راہ یہ ہے کہ اگر آپ کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم بہت سامال جمع کر دیتے ہیں۔ اور اگر عیش و عشرت مقصود ہے۔ تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپ کے لئے بہم پہنچا دیویں۔ غرض ہر طرح سے لالچ دیا گیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی کا بھی آرزومند نہیں ہوں۔ بس تو صرف تمہاری بہتری چاہتا

ہوں۔ تاکہ تم ہلاک ہونے سے بچ جاؤ۔ مروی ہے کہ وہ لوگ جو ایسا پیغام لائے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل۔ اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق۔

فائدہ۔ مدارات جائز ہے۔ مداہنہ جائز نہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ مدارات اور مداہنہ میں باریک سا فرق ہے مدارات اس کو کہتے ہیں۔ کہ اپنے دین کی سلامتی اور حفاظت کے واسطے چشم پوشی کی جائے۔ یا اس چشم پوشی میں اپنے بھائی مسلمان کی اصلاح مدنظر رکھی جائے۔ اور مداہنت وہ ہے کہ اپنے حظ نفس خواہش نفسانی اور سلامتی جاہ کے لئے چشم پوشی کی جاوے۔

آیت ۱۰۔ حلاف۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ بہت قسمیں کھانے والا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر واللہ باللہ کہتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا تعالےٰ کا نام بے فائدہ لیتے ہیں۔ اور لا تجعلوا للہ عرضۃ لایمانکم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

مہین۔ قلیل الفہم۔ پست ہمت۔ سُست رائے۔ خفیف العقل۔

آیت ۱۱۔ ھمّاز۔ طعنہ دینے والا۔ لوگوں کی برائیاں بیان کرنیوالا۔

مشاء بنمیم۔ چغل خور۔ سخن چینی

کے واسطے لوگوں کے درمیان آمدورفت کرنے والا۔

حدیث شریف میں آیا ہے رب سے بہتر وہ بندگانِ خدا ہیں۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اور سب سے بدتر وہ ہیں۔ جو لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈلواتے۔ اور پاک لوگوں کے عیب تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

آیت ۱۲۔ مناعٍ للخیر۔ نیکی سے منع کرنے والا۔

خیر کے معنے مال کے بھی ہیں۔ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور اقارب کو کہا کرتا تھا کہ جو کوئی محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت کریگا۔ وہ میرے مال سے محروم رہے گا۔ اس کی بہت سی مثالیں اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنی اولاد کو مسلمان ہو جانے کے سبب محروم الارث کر دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر مال عطاء کریگا۔

اثیم۔ بدکار۔

آیت ۱۳۔ عُتلٍّ۔ جھگڑے میں سخت۔ اُجڈ۔

زنیم۔ ولد الزناء۔ نطفۂ بے تحقیق جو کسی قوم کا نہ ہو اور اپنے آپ کو اس قوم کا بتلائے۔

آیت ۱۶۔ جس امر میں وہ عزت چاہتا ہے اسی میں اس کو بے عزت کیا جاوے گا۔

خرطوم سے مراد ناک ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی ناک کٹ جاوے گی۔ بیعزت ہوگا۔ ذلیل ہوگا۔ یہ ایک پیشگوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔

آیت ۱۷۔ بلونٰھم۔ ہم نے ان کو امتحان میں ڈالا۔

یہاں ایک قوم کا حال بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا کیا تھا۔ مگر انہوں نے خداوند تعالےٰ کی نعمت کا شکریہ کر کے مساکین کو حصہ نہ دینا چاہا۔ بخل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اور ان کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا۔

اِس مثال سے اہل مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ تمہیں جو ریاست و دولت دی گئی ہے۔ اس سے نیک فائدہ اٹھاؤ۔ یہ ایک ابتلاء ہے۔ کہ مال و جاہ والا ہو کر تم پیغمبر وقت کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔

آیت ۱۹۔ طائف۔ پھر جانے والا عذاب۔

رات کے وقت اس قوم پر عذاب آیا تھا۔

آیت ۲۵ - قادرین - لپک کر چلنے
والے - مساکین کے نہ دینے کا اندازہ کرنیوالے
آیت ۲۸ - اوسطہم - جوان میں سو
اچھا تھا۔
آیت ۳۲ - معلوم ہوتا ہے کہ ان کی
سرشت اچھی تھی - کیونکہ پھر خدا تعالیٰ کی طرف
رجوع کرنے کا عزم ان میں پیدا ہوا - جو
شخص نقصان پر صبر کرتا ہے اور اپنے
گناہوں کا اقرار کرکے اللہ تعالےٰ کی طرف
رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر
و برتر عنایت کرتا ہے - مولانا روم فرماتے
ہیں - مثنوی ؎

اُو دلم خم شکست و ہر کہ بر بخت
من نگفتم کہ ایں زیانم کرد!
صد خم صافی از پئے آں
عوضم داد و شاد مانم کرد

(رکوع ۲)

آیت ۱ - متقین - اوپر کی آیات
میں منکرین کا بیان ہے - اب متقین کا
ذکر ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا
ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی متابعت اختیار کی - وہ کامیاب اور
بامراد ہوں گے - ان کے لئے جنت النعیم
ہے - یہاں بھی اور وہاں بھی - یہ ایک پیشگوئی
ہے - جو کہ اس جہاں میں بھی پوری ہوگی - اور
اگلے جہان میں بھی -
آیت ۲ - مجسام - قطع تعلق کرنیوالا -
مسلم - سچا فرمانبردار - خدا تعالےٰ
سے تعلق رکھنے والا -
فرمایا - کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں
کو نہیں مانتے اور رسول کا انکار کرتے ہیں
وہ ان لوگوں کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتے -
جو قطع تعلق کرنے والے ہیں -
آیت ۵ - تخیرون - جو تم پسند کرو -
کیا جو تم پسند کرتے ہو وہ شریعت بن
سکتی ہے - خیالات کے ساتھ واقعات البتہ
نہیں ہو سکتے - یہ بہت مشکل بات ہے کہ انسان
کی تمام خواہشات پوری ہوتی چلی جائیں -
آیت ۶ - الیٰ یوم القیامۃ - قیامت
کے معاملہ میں
آیت ۷ - زعیم - ذمہ وار -
آیت ۹ - یکشف عن ساق - یہ
ایک محاورہ عربی زبان کا ہے اور اس
کے معنے ہیں جب حقیقت کھل جائے گی یا
جب بہت گھبراہٹ ہوگی -
بعض تفاسیر کے بیان کردہ معانی کی
بنا پر اس آیت پر آریوں اور عیسائیوں
نے اعتراض کیا ہے - جو کہ بمعہ جواب درج
ذیل ہے -

۱؎ مکذب براہین نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۲۹

میں قرآن مجید کی آیت یوم یکشف عن ساق کو صانع عالم کی ہستی کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کیا ہے۔ "خدائے بے چوں وچرا محمدیوں کو کہتا ہے۔ میں قیامت کے روز تم کو دیدار دوں گا۔ اور تم نہیں مانو گے۔ اور پھر میں تمہارے اصرار کرنے پر پنڈلی سے جامہ اٹھا کر بتلاؤں گا تب تم سجدہ میں گروگے۔ جائے تعجب اور حیرت ہے۔ خداوند تعالےٰ بہ سبب زود رنجی کے جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے۔ اور نہیں شرماتا۔"

مصدق۔ تمام اعتراض از سر تا پا افتراء و بہتان اور راستی سے بے نام ونشان ہے۔ اوّل اس لئے کہ اگر معترض ہی کا وہ ترجمہ مان لیا جاوے جو خود معترض نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے۔ جس روز جامہ اٹھایا جاویگا پنڈلی سے اور بلائے جاویں گے لوگ واسطے سجدہ کرنے کے بس نہ کر سکیں گے۔" تکذیب صفحہ نمبر ۶۸۔ جب بھی اس ترجمہ سے وہ باتیں نہیں نکلتیں جو مکذب براہین نے اپنے اعتراض میں بیان کی ہیں۔ مثلاً تم کو دیدار دوں گا ایک اور تم نہیں مانو گے دو۔ پھر میں تمہارے اصرار پر تین۔ تب تم سجدہ میں گروگے چار۔ زود رنجی پانچ۔ نہیں شرماتا چھ۔ تعجب وحیرت ہے۔ فلا یستطیعون کے معنے مکذب نے یہ لکھے ہیں۔ پس نہ کر سکیں گے۔ اور اعتراض میں مکذب نے لکھا ہے وہ "تب تم سجدہ کروگے"۔ آریہ صاحبان! انصاف کرو اور سچ کے اختیار کرنے میں دیر نہ کرو۔

والعاقبة عند ربك للمتقين

(یاد رکھو انجام کار کامیابی خدا ترسوں کے حصہ میں آتی ہے) اب میں آپ کو اس آیت کی بقدر ضرورت تشریح سناتا ہوں۔ اور آیت کا مابعد بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہوں۔

یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعةً ابصارهم ترهقهم ذلةٌ وقد كانوا يدعون الى السجود وهم سالمون۔

جس وقت سخت اضطراب کا وقت ہوگا اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے۔ پس انکو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ انکی آنکھیں (مارے ضعف و دہشت) کے بے نور ہو گئی ہونگی۔ ذلت نے انہیں ڈھانک رکھا ہوگا۔ اور (اس حالت سے پہلے) جب بھلے چنگے تھے۔ سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے۔

الساق۔ عربی میں شدت اور تکلیف کو کہتے ہیں۔ اور کشف الساق شدت اور تکلیف کا ظہور ہے۔ پس یوم یکشف عن ساق کے معنے ہوئے جب شدت اور تکلیف کا ظہور ہوگا۔ ان معنوں کا ثبوت

علاوہ لغت عرب کے قرآن کریم سے دیا جاتا ہے۔
کلّا اذا بلغت التّراقی و قیل
من راقٍ وظنّ انّه الفراق والتفّت
السّاق بالساق الیٰ ربك یومئذن المساق
ایسا نہ ہوگا جس وقت سانس ہنسلی پر
پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کون افسوس
کرنے والا ہے (جو اسے اب بچالے) اور
(مریض) یقین کرتا ہے کہ اب جُدائی کا وقت
ہے اور سخت گھبراہٹ اس پر طاری ہوتی
ہے۔ اس وقت چلنا تیرے رب کی طرف ہے۔
راجز عرب نامی شاعر کا قول ہے۔
عجبت من نفسی ومن اشفاقی
ومن طراوی الطیر عن ارزاقها
فی سنةٍ قد کشفت عن ساقها
تعجب ہے کہ قحط کے دنوں میں
جب شدت سے اضطراب واقع ہوا میں
بھوکوں مرنے کے خوف سے پرندوں کو
ان کی روزی کھانے سے روکتا تھا۔
اور اب جب جنگ کی شدت ہوتی
ہے۔ تو کہتے ہیں کشف الحساب عن ساقٍ
یعنے گھمسان کا رن واقع ہوا۔ اب اس
تحقیق پر آیت شریفہ کا یہ مطلب ہوا کہ جب
عبادت کے کمزور کو مرض موت کی شدت
انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ اور بڑا بوڑھا
یا ناتوان زار و نزار ہو جاتا ہے۔ اور اس

وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے
والے موذن نے حیّ علی الصلوٰۃ حیّ
علی الفلاح کا کلمہ بڑے اونچے منار سے
بلند آواز کے ساتھ پکار سنایا اور وہ میٹھی
آواز سلیم الفطرت ناتوان کے کان میں پہنچی۔
اب اس کا دل مسجد جانے کے لئے تڑپتا
ہے۔ مگر اس وقت وہ مرنے کی حالت
میں مبتلا ہے۔ اچھی طرح ہل جل بھی نہیں سکتا۔
اور دل میں کڑھتا ہے مگر اب اس کڑھنے
سے قوی نہیں ہو جاتا۔ اسی آیت شریف
میں وقد کانوا یدعون الی السّجود
کے پیچھے وھم سالمون کا کلمہ ان معنے
کا قرینہ موجود ہے جس کے معنے ہیں اور
بتحقیق وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدہ کی
طرف جبکہ بھلے چنگے تھے۔ ان معنے کی تصدیق
تفسیر کبیر کے جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۷۴ سے بخوبی
ہو سکتی ہے ؛

دوسری توجیہ اس آیت شریف کی
السّاق ذات الشیّ وحقیقة الامر کیا معنے
ساق کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کی ذات
اور اس کی اصل حقیقت کو کہتے ہیں یوم یکشف
عن ساقٍ کے معنے یہ ہوئے جس دن اشیاء
کی اصل حقیقت ظاہر ہوگی۔ اور انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے منکر اپنی نافرمانیوں
کا بدلہ دیکھیں گے اس وقت اتمام الحجۃ تجھ پر

سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے۔ مگر پہلی نافرمانی کا بد نتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت سجدہ نہ کر سکیں گے۔

تیسری توجیہ اس آیت شریف کی یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی پہچان مختلف اسباب سے ہوا کرتی ہے۔ ہنگامہ محشر کے وقت جو اسی موجودہ دنیا کا نتیجہ ہے۔ جب الٰہی صفات کا ظہور ہوگا تو ناسمجھ اپنی کمی معرفت اور نقص عرفان کے باعث بخلاف سمجھداروں کے سجدہ سے محروم رہ جاویں گے۔ اور اہل اسلام اپنے عرفان اور ایمانی نور کے باعث ادنے ظہور صفات پر جسے کشف ساق کہتے ہیں۔ جو کشف وجہ سے کم ہے سجدہ میں گریں گے۔ اور منافقوں نافہموں کی پیٹھ اس وقت طبق واحد ہو جاوے گی۔

چوتھی توجیہ جو بالکل میرے مسلک پر ہے یہ ہے۔ ساق اور اس کا کشف باری تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات کا معاملہ ایسا ہے کہ ان کی حقیقت ہمیشہ بلحاظ اپنے موصوف کے بدل جایا کرتی ہے۔ اہل اسلام نے باری تعالیٰ کو لیس کمثلہ شیئ۔ بے مانند مانا ہے۔ تو اس بات کا تسلیم کرنا ہر عاقل منصف کا فرض ہے کہ وہ اس کی تمام صفات بھی اس پاک موصوف کی طرح لیس کمثل بے مانند ماننے ہوں گے۔ اس کی قدرت۔ اسکی طاقت اس کا علم۔ اس کی حیاۃ۔ اس کا موجود ہونا اس کا ازلی ہونا اس کا ابدی ہونا۔ اس کا ید۔ اس کا وجہ۔ اس کی ساق۔ اس کا کشف۔ اس کا عرش پر بیٹھنا سب بے مثل ہوگا۔ چونکہ ہم اس کی پاک ذات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ اس لئے ہماری کوئی صفت اس کی کسی صفت سے مشابہ نہ ہوگی۔"

آیت ۱۱۔ ذرنی۔ یہ ایک محاورہ ہے ہمارے ملک میں بھی کہتے ہیں۔ مجھے چھوڑ دو میں ذرا اس کی خبر لے لوں۔

آیت ۱۴۔ یہ بھی اس نبیؐ کی صداقت کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری خیرخواہی میں رات دن مصروف ہے اور اس کے عوض میں تم سے کچھ مزدوری نہیں چاہتا۔

آیت ۱۵۔ غیب۔ دیکھو غیب کی پیشگوئیاں خدا تعالےٰ سے خبر پاکر کون کر رہا ہے۔ کیا ایسی زبردست پیشگوئیاں کوئی مفتری یا مجنون کر سکتا ہے جو برابر پوری بھی ہو رہی ہیں۔ اور بڑی بڑی فتوحات پر مشتمل ہیں۔ اگر یہ رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے تو یہ غیب اُسے کہاں سے مل گیا۔

آیت ۱۶۔ صاحب الحوت۔ تیزی والا غضب والا۔

حوت مچھلی کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے ترجمہ ہوا مچھلی والا۔ جب اشارہ ہوا النقمۃ الحوت کی طرف۔

فرمایا اے نبیؐ تو منکرین کی تکلیف دہی پر صبر کر۔ یہ تکالیف اور مصائب تیرے لئے غمزدہ ہونے کا موجب نہ ہوں۔ وقت قریب ہے کہ تیری کامیابی ظاہر ہو گی اور تیری صداقت سب پر کھل جائے گی۔

آیت ۱۸۔ یزلقونک۔ تجھے گھورتے ہیں۔

آیت ۱۹۔ ذکر۔ شرافت۔ بڑائی۔

اس کتاب پر عمل کرنے والے تاریخی لوگ ہو جائیں گے۔

سورۃ الحاقہ

(رکوع ۵)

آیت ۱۔ الحاقہ۔ سچ مچ ہو جانے والی۔ ایک عظیم الشان شدنی امر۔ جو اٹل ہے اور یقیناً واقعہ ہونے والا ہے۔ اس سے مراد آپ کے سخت اعداء کی تباہی ہے جس کی خبر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور وہ پیشگوئیاں ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صداقت اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق کیں کہ وہ ضرور پوری ہونے والی ہیں۔

آیت ۴۔ ان آیات میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی مثال دی ہے اور بطور عبرت کے ان کا واقعہ پیش کیا ہے۔ کہ کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو۔

قارعۃ۔ ٹھونک کر سنبھالنے والی۔

آیت ۵۔ بالطاغیۃ۔ بہ سبب حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی کے وہ ہلاک ہوئے۔

آیت ۶۔ عاتیۃ۔ قابو سے نکلنے والی۔ حد سے بڑھی ہوئی۔

آیت ۱۰۔ موتفکت۔ جن پر پہاڑ گرا تھا۔ سوڈوم و گمارا کے لوگ۔

بالخاطئۃ۔ انکی خطا کاریوں کے سبب۔

آیت ۱۱۔ عصوا۔ انہوں نے رسول کی نافرمانی کی۔ اور یہ تمام عذاب اسی سبب سے ان پر پڑا۔

رابیۃ۔ بڑھ چڑھ کر۔

آیت ۱۲۔ جاریۃ۔ چلتی ہوئی کشتی۔

آیت ۱۳۔ لنجعلھا۔ تمہیں اسواسطے سناتے ہیں۔ کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔

آیت ۱۴۔ اذا نفخ۔ ایک وقت آتا ہی جبکہ بگل بجایا جائے گا۔ عذاب و ہلاکت کا وقت۔ یا

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین پر جو عذاب آنے والا ہے۔ اس کا وقت آ جائیگا۔

آیت ۱۵۔ جبال۔ (۱) پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یا

(۲) مشرکین کے عمائد جو اپنے آپکو پہاڑ و [illegible]

کی مانند مضبوط سمجھتے ہیں۔ ہلاک ہو جائیں گے
آیت ۱۶۔ وقعت۔ خطرناک عذاب آئے گا۔
آیت ۱۷۔ انشقت السماء۔ آسمان پھٹ پڑے گا۔ سخت بارش ہو گی۔ یا کوئی عذاب آئے گا۔
آیت ۱۸۔ ملک۔ فرشتے۔ ملائکہ کا ایک خاص اژدہام اور ہجوم ہو گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید اور نصرت میں ملائکہ کا نزول ہوتا تھا۔
ثمٰنیۃ۔ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے حامل آٹھ فرشتے ہوں گے۔ کیا معنی اللہ تعالیٰ کی چار صفات (رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین) کی خاص تجلی ہو گی۔
آیت ۲۰۔ ھاؤم۔ آؤ۔ لے لو۔
آیت ۲۵۔ بما اسلفتم۔ یہ انعام جو تم کو ملا ہے۔ اس کا ذریعہ وہ نیک اعمال ہیں جو تم پہلے کر چکے ہو۔
آیت ۳۰۔ سلطنیہ۔ میرے دلائل

(رکوع ۲)

آیت ۱تا ۲۔ اقسم۔ اس جگہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے دلائل قسم کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں۔
قرآن شریف میں جہاں کہیں قسموں کا ذکر ہوتا ہے اس کی تہ میں کوئی نہ کوئی بڑی حکمت خدا تعالیٰ نے رکھی ہوتی ہے۔
عام لوگوں کی فطرتوں میں اور بالخصوص اہل عرب کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ جو شخص جھوٹی قسمیں بہت کھاتا ہے وہ برباد ذلیل ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے۔
ایک طرف تو مشرکین عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعوذ باللہ کاذب سمجھتے تھے۔ دوسری طرف ان کی زبان سے یہ قسمیں سُنتے تھے۔ اس سے ثابت ہؤا۔ کہ یہ قسمیں کھانے والا اگر جھوٹا ہوتا تو ضرور تباہ ہو جاتا۔ لیکن جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیاں دن بدن ترقی پذیر تھیں۔ تو ان سے ثابت ہؤا۔ کہ یہ راست باز ہے۔
فلاسفروں کو ان قسموں سے یہ فائدہ ہؤا۔ کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں قسم کھائی جاتی ہے۔ اس کی تہ میں فلسفیانہ ثبوت ضرور ہوتا ہے۔ اس جگہ فلا اقسم میں یہ بات ہے کہ نبی کریمؐ کے ساتھ اہل عرب میں سے کس قسم کے اور کس مزاج کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ اور کس طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لوگ جمع ہوتے رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا نہیں کہ تم میں سے اہل کام کے شخص اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں۔ آیا اس کو کامیابی ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ اس

بات کا ثبوت ہے کہ انّہٗ لقول رسول کریم۔
قسم قائم مقام شہادت کے ہوتی ہے۔ اور قرآن شریف کی قسمیں ان امور پر دلائل ہیں جن کے لئے وہ کھائی گئی ہیں۔ مرئی اور مشہود اشیاء اور غیر مرئی اشیاء غرض بجمیع الاشیاء یہ شہادت پیش کی گئی ہے کہ یہ نبی سچا رسول ہے۔

شاعر۔ یہ شخص شاعر نہیں کیونکہ شاعر منہ سے کہتا ہے خود کرتا کچھ نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیم پیش کی خود اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

شاعر کبھی کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے کلمات اور اشعار پیشگوئیوں پر مبنی ہوں جو پوری ہو جائیں۔

شاعر کے کلام کا اثر آنی ہوتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کا اثر دیرپا ہے۔

کاھن۔ کہانت کرنیوالا۔ اسپرچولزم کا ماہر۔ یہ لوگ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات سے ایک علم حاصل کرتے ہیں مگر ان کی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں اور ان کے کلمات میں دروغ بہت شامل ہوتا ہے۔

آیت ۷۔ تقوّل۔ جھوٹی بات بنانا۔

اس میں اس پیشگوئی کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت میں مثیل موسےٰ کے لئے کتاب استثناء باب ۱۸ میں مذکور ہے۔ کہ اس نبی کی صداقت کا یہ نشان ہے کہ اگر وہ افترا کریگا۔ تو قتل کیا جاویگا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ ناکام رہے اور اس طرح پر آئندہ کے لئے ہر صادق مامور کے واسطے یہ ایک نشان ہوا کہ کوئی مفتری علی اللہ افترا کر کے ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

آیت ۹۔ وتین۔ وہ رگ ہے۔ جو قلب سے سر کو جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ تذکرۃ۔ یاد رکھنے کے لائق۔ یاد دِہ۔

یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے کہ جو کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا ہے وہ ایک متقی جماعت بناتا ہے۔ اور ایک تاریخی قوم پیدا کرتا ہے۔

آیت ۱۲۔ مکذّبین۔ یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ کہ آپ کے مخالف جھوٹے ہیں۔ اور جو باتیں آنحضرتؐ کے متعلق کہتے ہیں انہیں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

سورۃ المعارج

(رکوع ۷)

آیت ۱۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے صفات

کو نہیں جانتے۔ وہ اپنے چھوٹے دماغ پر اترا کر۔ اس سے اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان کاموں کو ناپنا چاہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی نادانی سے شاندار صداقتوں کی پھر تحقیر کرنے لگتے ہیں۔

کفار اور مشرکین عرب عذاب کی پیشگوئیاں سنتے تو تعجب کرتے کہ یہ کیونکر ہوگا۔ اور کس طرح ممکن ہے کہ یہ جماعت ہم پر غالب آئے گی۔ اور سوال کرتے کہ وہ عذاب کب واقع ہونیوالا اور کسطرح ہے۔

آیت ۲۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ عذاب اٹل ہے اس کو تم دفع نہیں کرسکتے۔

آیت ۳۔ ذی المعارج۔ وہ عذاب اس خدا کی طرف سے آنیوالا ہے جو کہ صاحب مرتبت۔ بہت بڑائیوں والا بہت بلندیوں والا ہے۔

آیت ۴۔ تعرج۔ زمین کی تدبیر کے واسطے جو معاملات اوپر پیش ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔

فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کا ذکر توریت کتاب پیدائش میں بھی ہے۔

آسمانی کتب اور پیشگوئیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے تغیرات کے مختلف دورے ہوتے ہیں۔ ایک دورہ پچیس سالہ ہوتا ہے۔ ایک پچاس سالہ۔ ایک صد سالہ (جو مجدد کا دورہ ہے) ایسا ہی ہزار سالہ اور پچاس ہزار سالہ دورے بھی ہوتے ہیں۔

آیت ۸۔ سماء۔ بادل۔ یوم بدر کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۹۔ جبال۔ کانگڑے کے پہاڑی باغوں کو دیکھ لو کہ زلزلے میں ان کا کیا حال ہوا؛

آیت ۱۲۔ مجرم۔ خدا سے بے تعلق رہنے والا۔

آیت ۱۸۔ اوعی۔ چھپا کر رکھا۔

آیت ۱۹۔ الانسان۔ کچے انسان۔

ھلوعا۔ کچا۔ بے صبر۔ بلکہ اس کی تفسیر آگے آتی ہے۔

اس جگہ اہل نار کی ۷ صفات بیان کی ہیں؛

(۱) ادبر۔ حق کو پیٹھ دی۔

(۲) تولی۔ حق سے منہ پھیر لیا۔

(۳) جمع۔ مال جمع کیا۔

(۴) فاوعی۔ پھر اس مال کو چھپا رکھا۔

(۵) ھلوعا۔ بے صبر۔

(۶) تکلیف میں اضطراب کرتا ہے۔

(۷) منوعا۔ آرام کی حالت میں نیکی نہیں کرتا۔ دولتمند ہو تو اللہ تعالےٰ کی رضامندی سے اسے خرچ نہیں کرتا؛

اس کے بعد اہل جنت کے صفات بیان فرماتے ہیں۔

(۱) مصلین۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنیوالا۔

(۲) دائمون۔ نماز کے پابند۔ یہ نہیں کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی۔ بلکہ ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

(۳) حق معلوم۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں باقاعدہ چندہ مقرر کرتے ہیں۔

(۴) سائل والمحروم۔ مانگنے والے کو بھی دیتے ہیں۔ اور نہ مانگنے والے کو بھی دیتے ہیں۔ محروم سے مراد بے زبان جانور بھی ہے۔

(۵) یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۶) مشفقون۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں ہے۔

(۷) لفروجھم حفظون۔ اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرتے ہیں۔

(۸) امانت میں خیانت نہیں کرتے۔

(۹) عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

(۱۰) شہادت پر قائم رہتے ہیں۔

(۱۱) صلوٰۃ۔ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں

آیت ۳۱۔ ابتغی وراء ذلک۔ جو اس کے سوائے اور چاہے۔ وہ اس کے لئے جائز نہیں۔ اس آیت کے رو سے متعہ۔ لواطت۔ جلق۔ مساحقت (چپٹی) سب کے سب حرام ثابت ہو گئے۔

(رکوع ۸)

آیت ۱۔ ۲۔ ۳۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھانے کے واسطے عرب کے بڑے بڑے لوگ آتے تھے۔ ان کیطرف ان آیات میں اشارہ ہے۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قومیت اور وجاہت کی طرف توجہ دلاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا ہے۔ کہ ہم تو مشرق و مغرب کے مالک ہیں۔ جس طرح یہ لوگ مکہ میں بڑے بنے ہوئے ہیں ان جیسے ہم اور بڑے بڑے آدمی بنانے پر قادر ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہاں اہل عرب کے گمان میں تھا کہ ابوبکر بڑا آدمی بن جائیگا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے بادشاہ ہو جائیں گے۔

سورۂ نوح

(رکوع ۹)

آیت ۱۔ نوحًا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ملک دجلہ نینوہ اور فرات کے درمیان تھا۔ عبرانی زبان میں نوح (נוח) آرام اور امن کو کہتے ہیں۔ حضرت نوحؑ کا زمانہ بڑے آرام کا تھا۔ مگر لوگوں نے اس آرام کی قدر نہ کی۔ اور اس کے حکموں کی نافرمانی کی۔ اور شرارتوں پر کمر باندھی۔ تب

ان پر سخت عذاب آیا۔

موجودہ زمانہ بھی حضرت نوحؑ کے زمانہ کی طرح پُرامن زمانہ ہے۔ لوگ عیش وعشرت میں مصروف ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خداوندتعالیٰ نے ایک نوح بھیجا ہے۔ اور اس نے ایک کشتی طیار کی ہے مبارک ہیں وہ جو اس میں سوار ہوئے۔

انّا۔ ہم نے ہی حضرت نوحؑ کی رسالت کی صداقت کو لفظ انّا کی تاکید کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ جیسا کہ نوح کے مخالفین بچ نہ سکے۔ ایسا ہی نبی کریم رسول خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین بھی نہ بچیں گے۔ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

آیت ۳۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے واسطے تین گُر حضرت نوحؑ نے پیش کئے۔ جو ہمیشہ سے سچے ہوتے چلے آتے ہیں۔

(۱) اعبدوا اللہ۔ خداتعالیٰ کی عبادت کرو

(۲) اتقوہ۔ اس سے ڈرو۔

(۳) اطیعون۔ میری پیروی کرو۔

اطیعون۔ کا لفظ ان خیالات کے لوگوں کا رد کرتا ہے۔ جن کے نزدیک رسول کی اطاعت ضروری نہیں۔

آیت ۴۔ ان تین باتوں کے کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔

(۱) تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔ بدعملی کی سزا سے نجات پاؤ گے۔

(۲) تمہاری عمر لمبی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجل جب آجاتی ہے۔ تو نہیں ٹلتی۔ لیکن آچکنے سے قبل دعا وصدقہ وغیرہ سے ٹل جاتی ہے حضرت نوحؑ کی لمبی عمر ان کے دعوے کے واسطے کافی دلیل ہے۔

آیت ۵۔ لیل ونہار۔ انبیاء رات دن اپنی امت کی اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں۔ کیسا ہمدرد اور خیرخواہ انسانی گروہ ہے

آیت ۷۔ نبیؑ کی بات لوگ سننا بھی پسند نہ کرتے۔ جیسا کہ اس زمانہ کے علماء پبلک کو تاکید کرتے رہتے ہیں۔ کہ مرزا کی کتاب نہ پڑھو۔ اس کے گاؤں میں نہ جاؤ۔ اس کے مریدوں سے ملاقات نہ کرو۔ یہ بھی ایک تکبر ہے۔

استغشوا ثیابھم۔ اپنے دلوں کو انہوں نے ڈھانک رکھا ہے۔ ثیاب کے معنے دل کے بھی آئے ہیں۔

آیت ۹ اسرارت۔ چپکے چپکے سُنایا۔

آیت ۱۱۔ سماء۔ کے معنی بادل کے ہیں۔ باران رحمت ہوگی۔ غلہ اور سرشے ارزاں ہوگی۔

سماء کے معنے بارش کے بھی آئے ہیں۔

آیت ۱۲ - یمدد کم - بڑھائے گا۔ مال اور بیٹے بہت ہونگے۔

آیت ۱۳ - ترجون - تخافون ۔

آیت ۱۴ - اطوارًا - انسان کو پیدائش کے وقت مختلف صورتوں میں سے گذارا ہے۔ نطفہ - علقہ - مضغہ - وغیرہ کیا یہ تفرقہ اور امتیاز کسی علیم وقدیر ہستی کا کام نہیں ؟

آیت ۱۵ - اس آیت میں آسمان کے سات طبقوں کا ذکر کیا ہے۔

جس طرح ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک پہنچنے کے لئے رستے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بھی راستوں کی ضرورت ہے۔ جو بنے ہوئے ہیں ؛

آیت ۱۶ - جس طرح کہ انسان چراغ اور روشنی کا محتاج ہے۔ اور چاند اور سورج کا محتاج ہے۔ اسی طرح روحانی ہدایت کے واسطے وحی الٰہی - انبیاء اور کتب الٰہیہ کا محتاج ہے۔

آیت ۱۷ - نباتاً - اللہ تعالیٰ نے نباتات کو پیدا کیا ہے۔ زمین کی روئیدگی انسان کے نشوونما کا موجب ہے۔ اور یہی اغذیہ بالآخر نطفہ کی صورت میں متشکل ہو کر انسان بنتا ہے۔

اسی طرح انعامات الٰہیہ بتلا کر حضرت نوح ؑ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا۔

آیت ۱۹ - بساطًا - آرام گاہ پھیلا ہوا۔

آیت ۲۰ - سبلاً - ایسا ہی دل کے واسطے بھی راستے ہیں۔

(رکوع ۱۰)

آیت ۲۳ - یہ ان کے بتوں کے نام ہیں (۱) ودّ - محبت اور خواہش کا دیوتا۔ ہندوؤں میں اس کے بالمقابل برہما ہے

(۲) سواع - بقائے عالم کا بُت جو عورت کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کے مقابل ہندو میتھالوجی میں لشمن ہے۔

(۳) یغوث - حاجت روائی اور فریاد رسی کا دیوتا - اسی طرح ہندوؤں میں اندر دیوتا ہے۔

(۴) یعوق - یہ مصیبتوں اور دشمنوں کے روکنے کا بُت تھا - ہندوؤں میں اس کے بالمقابل شنگھ اوتار دیوتا ہے۔

(۵) نسر - طول عمر کا دیوتا - بشکل باز بنا ہوا ہوتا ہے۔

آیت ۲۶ - حضرت نوح نے آخر تنگ آکر اپنی قوم کے حق میں بد دعا کی - انبیاء کی بد دعا سے ڈرنا چاہیئے - یہ بہت خوفناک بات ہے -

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے باوجود سخت تکالیف اُٹھانے کے
کبھی اپنی قوم کے حق میں بددعا نہیں کی۔
بلکہ یہی دعا کرتے رہے کہ ربِّ اھد
قومی فانھم لا یعلمون۔

آیت ۱۔ استمع نفرٌ من الجن
جن اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جیسے
ملائک وغیرہ اور اس کی مخلوق ہیں۔
میں ہرگز ہرگز اس بات کا قائل نہیں۔
کہ جن اور ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ میں
دونوں کا قائل ہوں لیکن ہر جگہ جن
کے لفظ کے وہی ایک ہی معنے نہیں۔
اور جو خیال کیا جاتا ہے کہ بعض عورتوں
بچوں کو جن چمٹ جاتے ہیں۔ میں ان کا
قائل نہیں ہوں۔ لغت کے رو سے جن
ان باریک اور چھوٹے چھوٹے موذی حیوانات
کو بھی کہتے ہیں۔ جو غیر مرئی ہیں۔ اور صرف
خوردبینوں سے ہی دکھائی دے سکتے
ہیں۔ طاعون کے باریک باریک کیڑے
بھی جن کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی لئے
حدیث شریف میں طاعون کو وخزا
عدائکم من الجن فرمایا ہے (احمد عن
ابو موسیٰ اشعری۔ طبرانی فی الاوسط من ابن
عمرؓ) جن لغت میں بڑے آدمیوں کو
بھی کہتے ہیں۔ جن الناس معظمھم
شاید بڑے پیسے والے ساہوکاروں کو
بھی مہاجن اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کبوتر کے
پیچھے دوڑنے والے انسان کو بھی "جن" کہا گیا
سورۂ احقاف رکوع ۴ میں ایک
قوم کا ذکر ہے۔ واذ صرفنا الیک نفرًا
من الجن یستمعون القرآن۔ اس قوم
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن
شریف سُن کر انا سمعنا کتابًا انزل من
بعد موسیٰ۔ کہا جن کے مدمقابل انسان
ہیں۔ انس غریب لوگ۔ جن بڑے لوگ۔
سورۂ الحجر ۲ع ۸ میں انسان اور "جان"
دونوں کی پیدائش کا ذکر ایک ساتھ ایک
ہی آیت میں یکے بعد دیگرے آیا ہے۔
ولقد خلقنا الانسان من صلصال
من حما مسنون۔ والجان خلقناہ من
قبل من نار السموم۔ آدم سے پہلے
جان اور اس کی ذریت تھی۔ اس سے
کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اب بھی
جنات غیر مرئی طور پر موجود ہیں۔

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ
خدا کی ایسی مخلوق دنیا میں موجود ہے۔
جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اور
اسی وجہ سے اسے جن کہتے ہیں۔ کیونکہ
عربی میں جن اُسے کہتے ہیں۔ جس میں خفا
اور نہاں ہونا پایا جاتا ہے۔

احادیث میں جن کا لفظ سانپ۔ کالے کُتے۔ مکھی۔ بھوری چیونٹی۔ وبائی جرمز۔ بجلی۔ کبوتر باز۔ زقوم۔ بائیں ہاتھ سے کھانے والا۔ گدھا۔ بال پراگندہ رکھنے والا۔ غراب۔ ناک یا کان کٹا۔ شریر۔ سردار وغیرہ پر بھی بولا گیا ہے۔ ان توجیہات پر غور کرنے سے ان مفاسد اور مضاد کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے جو جنوں سے منسوب کی جاتی ہے۔ اب اس بیان کے بعد یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ قرآن کریم میں یہاں جو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے نصیبین ایک بڑا آباد شہر تھا۔ اور وہاں کے یہود جن کہلاتے تھے۔ اور سوق عکاظ (ایک تجارتی منڈی کا نام ہے) میں آیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے شریروں نے آپکو دکھ دیا۔ آپ عکاظ کو آ رہے تھے۔ راستہ میں بمقام نخلہ یہ لوگ آپؐ سے ملے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ قرآن مجید کو سُنکر وہ رقیق القلب ہو گئے سب کے سب ایمان لے آئے۔ اور جا کر اپنی قوم کو بھی ہدایت کی۔

آیت ۲۔ اب جنات نے اس قرآن کو قبول کرنے اور ایمان لانے کے دلائل بیان کیے۔ جن میں سے پہلی دلیل یہی ہے کہ وہ توحید کا مذہب ہے۔

آیت ۳۔ ما اتخذ صاحبۃً ولا ولدًا۔ یہ دوسری دلیل ہے اور عیسائیوں کے اس صاحبہ اور ولد والے ناپاک عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے قرآن شریف سے ماقبل تورات ہی کا ذکر کیا۔ انجیل کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا ولد تو صاحبہ کا نتیجہ ہے۔ جب صاحبہ نہیں۔ تو ولد کہاں سے آیا۔ چوتھی صدی تک یہود عزیز ابن اللہ کہتے تھے۔

آیت ۴۔ سفاہت۔ موٹی سمجھ۔ سفیہ موٹی عقل والا۔ سفاہت کے معنے اضطراب ضعیف الرائے ہونا۔

شطط۔ دروغگوئی۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا۔ زیادتی کرنا۔

آیت ۵۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمارا تو خیال تھا کہ کوئی امیر یا غریب ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ خدا پر جھوٹ بولے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن اور اس رسول کے متعلق جو خبریں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں۔ وہ جھوٹی نکلیں اب خود قرآن کے سننے سے معلوم ہوا۔ کہ وہ سچی کتاب ہے۔

آیت ۶ - عوام - خاص کے رُعب میں آئے ہوئے ہوتے ہیں - اسواسطے خواص کا تکبر اور سرکشی بڑھ جاتی ہے -

آیت ۸ - انا لمسنا السماء - مس اور التماس ایک ہی مادہ سے ہیں - التماس کے معنے طلب کرنا - ڈھونڈھنا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ منجم تھے - آسمانی حالات کو دریافت کیا کرتے تھے - حدیث شریف میں بھی ذکر ہے - کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو آسمان سے تو کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی -

مسنا - طلبائے آسمانی باتوں کے پتہ لگانے کی کوشش کی مگر صرف روشن ستارے ہی نظر آئے -

حرس - حفاظت -

آیت ۹ - مقاعد لا - رسدگاہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ستارے بہت گرے تھے -

رصداً - تاک لگائے ہوئے انتظام میں لگے ہوئے -

آیت ۱۰ - اشہاب ثاقب پر بحث پیچھے کی جا چکی ہے -)

اشرٌ ارید بمن فی الارض - ارادَ بمن فی الارض نہیں کہا ارید کہا اُرید میں ادب کو ملحوظ رکھا اور شر کو خدا کیطرف منسوب نہیں کیا - حدیث میں بھی الخیر کلہ

بیدیک - والشر لیس الیک آیا ہے -

آیت ۱۳ - بخس - کمی - رھق - زیادتی

تحروا - ڈھونڈا - حطب - ایندھن -

آیت ۱۵ - اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا - قاسطون قاسط کی جمع ہے - قاسط کے معنے ظالم - قَسَطَ اَی جَارَ - واَقسَطَ اَی عَدَلَ - یعنے لفظ قسط کو اگر ثلاثی مجرد میں استعمال کریں - تو اس کے معنے جور و ظلم کے ہو جاتے ہیں - اور اگر باب افعال میں لیجاویں - تو عدل و انصاف کے معنے ہوتے ہیں -

آیت ۱۶ - لاسقینا ھم ماءً غدقاً - ماءً غدقاً عیشاً رغداً - دنیا میں وسعت دینا -

آیت ۱۷ - لنفتنھم فیہ - تاکہ ہم ان کو کندن کریں -

عذابا صعداً - صعود کا عذاب یعنے چڑھائی کا عذاب - ایسا عذاب جس سے سارے بدن کو تکلیف ہو -

قام عبد اللہ - عبد اللہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا - منازل فلکی پر عروج کے وقت آپ اسی نام سے پکارے گئے - سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ - نزول قرآن پاک کی شان کے وقت بھی آپ اسی نام سے پکارے گئے - تبارک الذی

نزل الفرقان علےٰ عبدہٖ۔

کادوا یکونون علیہ لبدًا۔

کادوا کی ضمیر جن اور انس۔ کفار اور مومن سب کی طرف راجع ہو سکتی ہے لُبَد۔ لبدہ کی جمع ہے۔ اور لبدہ کے معنے بعض کو بعض پر لپیٹنا۔ لُبَد بضم اللام و فتح الناہی قرأت ہے۔ معنے یہ ہوئے کہ کفار مشرکین قرآن سُنانے کے وقت مخالفت پر آمادہ ہو کر نبی پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور مومن مسلمین بھی اطاعت انقیاد اور حفظ کلام کی نیت سے سابقت کرتے ہیں۔ جنوں کی طرف بھی اسی اعتبار سے کادوا کا مرجع ہو سکتا ہے۔

(رکوع ۱۲)

آیت ۱۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جب عبادت میں مشغول ہوتے تو بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ انبیاء کا طریق کہ ہر ایک معاملہ میں نصیحت کا موقعہ نکال لیتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان لوگوں کو اس موقعہ پر بھی سمجھانا شروع کیا۔ کہ اتنا بڑا علم جو خدا نے مجھے دیا۔ اسواسطے ہے کہ میں موحد ہوں۔ شرک نہیں کرتا۔ اللہ نمازوں میں دعائیں کرتا ہوں۔ اور ان دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں مگر تم ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہو۔

آیت ۲۔ پھر فرمایا۔ میں اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا مجھے مکالمہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں تمہارے نفع اور ضرر اور راہنمائی کا مالک نہیں ہوں۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سچائی کی بڑی گواہ ہے۔

آیت ۵۔ اضعف۔ آج تو یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جتنے ہیں بڑے ہوئے ہیں۔ لیکن چند روز کے بعد اُن کو پتہ لگ جاویگا۔ کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔

آیت ۷۔ فلا یظھر علےٰ غیبہٖ احدًا۔ الا من ارضیٰ من رسول۔ غیب کی خبروں پر اظہار علے الغیب کے طریق سے یعنے متحدیانہ طور پر۔ سوائے رسول کے دوسرا کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ پیشگوئیوں کے مفصل اجزا نظری اور تعبیر طلب بھی ہوتے ہیں۔ مگر نفس پیشگوئی جو ایک غیب کی بات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پر رسول اور نبی کو ایسا وثوق کامل ہوتا ہے کہ اس اظہار علی الغیب کی بنا پر رسول کی طرف سے متحدیانہ دعویٰ ہوتا ہے۔ اور درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے

فانّہٗ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً۔ رصد۔ نگہبان پہرے دار۔ فرشتوں کی حفاظت۔ سورۃ الشورٰے میں وحی اور کلام الٰہی کو تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔

وما کان لبشرٍ ان یکلّمہ اللّٰہ الا وحیا۔ او من وراء حجاب۔ او یرسل رسولاً۔ فیوحی باذنہٖ ما یشاء پ۲۵۔ عوام الناس وحی کا نام سُنکر گھبرا اُٹھتے ہیں۔ حالانکہ تینوں قسم کو وحی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ وحی کے لفظی معنی صرف اشارہ کے ہیں۔ الّا وحیاً میں عام خوابوں کو بیان فرمایا ہے۔ من وراء حجاب۔ یہ بھی ایک قسم کی وحی ہے۔ جو اولیاء اور اہل اللہ کی وحی ہے جن کے اکثر مکاشفات وغیرہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ جب تک تعبیر کا وقت نہ آوے۔ ان پر حجاب ہوتا ہے۔

تیسری قسم وحی یرسل رسولاً فیوحی باذنہٖ ما یشاء یہ وحی وحی متلو ہے۔ اس کی عبارت بھی اگلے دو قسموں کی وحی سے زیادہ ہیں۔ اس میں احکامات اوامر نواہی ہوتے ہیں۔ اس وحی میں کسی قسم کے مغالطے کا اندیشہ نہیں ہوتا اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اس کلام کی پوری حفاظت کرتا ہے ملائکہ کا پہرہ ساتھ ہوتا ہے شیاطین کا دخل۔ قوّت فکریہ۔ وہمیّہ۔ خیالیہ عادات وطبائع اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتی۔ رصدا کے لفظ میں کلام اور مہبط کلام دونوں کی حفاظت کا بیان ہے۔

سورۂ المزّمّل

رکوع ۱۳

آیت۔ یا ایّھا المزّمّل۔ مزمّل "ز" کے شدّ کے ساتھ اور بغیر شد دونوں طرح آیا ہے۔ تزمّل کے معنے کپڑے میں لپٹنے کے ہیں۔ زملتہٗ بثوبہٖ تزمیلاً فتزمل۔

مزمّل۔ جب بتخفیف "ز" پڑھا جاویگا۔ تو اس وقت معنے حمل اور بوجھ کے ہوں گے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مزمّل کے نام سے خطاب کرنے میں چند معانی ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جو مہربانی او تلطف اللہ تبارک و تعالیٰ کو تھا۔ اس کا اظہار مقصود تھا۔

دوسرے یہ کہ ساری رات کپڑا اوڑھ کر سونے اور ایسی ہی حالت میں رات گذار دینے سے متنبہ کرنا مقصود ہے۔ کہ جس حالت میں کہ بار نبوّت کو

اُٹھانا آپ کا کام ہے تو لازم ہے۔ کہ ساری رات خواب میں نہ گذارا جاوے بلکہ کچھ حصہ رات کا دعا اور نماز کے لئے بھی مخصوص کیا جاوے۔ غرض کہ مزمّل کے لفظ میں تلطف اور تنبّہ دونوں ہی مرکوز ہیں۔

آیت ۳۔ نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ۔ چونکہ راتیں بڑھتی گھٹتی رہتی ہیں۔ اِس لیے متوسط راتوں میں نصف شب سے اور چھوٹی راتوں میں نصف سے کم کرکے اور بڑی راتوں میں نصف سے زیادہ بھی قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اور چونکہ ایک حکم قطعی نہیں ہے۔ بلکہ دو جگہ اَوْ اَوْ فرما کر اختیار دیا ہے۔ اس طبیعت کے نشاط پر بھی اس قیام کو حوالے کر دیا گیا ہے۔

آیت ۴۔ رتل القرآن ترتیلا ای بیّنہٗ تبیینا و فصّلہٗ تفصیلاً کسی نے حضرت ام سلمہؓ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرأت کی کیفیت دریافت کی۔ فرمایا۔ کہ آپ ہر ایک آیت کو جُدا جُدا کرکے پڑھتے تھے۔

آیت ۵۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ میں قول ثقیل قرآن کریم کی متواتر پے در پے وحی کو فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک روز نہایت شدت سے سردی تھی۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے وحی کی شدت کیوجہ سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اسی طرح اگر آپ کسی اونٹ پر سوار ہوتے اور وحی کا نزول شروع ہو جاتا۔ تو اس کے پاؤں بوجہ ثقل وحی ٹیڑھے ہونے لگتے۔ اور اگر کسی صحابی کی ران پر آپ کا سر مبارک ہوتا۔ یا تکیہ لگائے ہوتے اور ایسی حالت میں وحی کا نزول ہونے لگتا تو اس اصحابی کو اپنی ران کے ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا اور ایسی حالت میں آپ کا چہرہ مبارک زیادہ منوّر اور روشن ہو جاتا۔

آیت ۶۔ ان ناشئۃ الیل ھی اشدّ وطئًا و اقوم قیلاً۔ ناشئۃ بروزن عاقبۃ مصدر نشا بمعنی قام للمبدٔ کما ناشی وللمؤنث ناشئہ اگرچہ عام طور پر امور حادثہ فی اللیل کو ناشئہ کہتے ہیں۔ مگر چونکہ یہاں ذکر قیام لیل کا ہے اس لئے ناشئۃ اللیل سے مراد اول شب سو رہنے کے بعد قیام نماز کے لئے اُٹھنا تنشناۃ اور

نشاۃ ہے۔ وطئا۔ مصدر بمعنی موافقت
ہے۔ کقولہ تعالیٰ لیواطئوا ماحرم اللہ
ای لیوافقوا۔

اقوم قیلا۔ قول بمعنے فعل زبان
عرب میں کثرت سے آتا ہے۔ معنے یہ ہوئے
کہ دینی و دنیوی سب کام تہجد گذار عابد
انسان کے درست ہو جاتے ہیں چونکہ
اقوم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لئے
بڑے بڑے مشکلات اس ذریعہ سے
دور ہو جاتے ہیں۔

آیت ۷۔ سبح کے اصلی معنے
چلنے پھرنے اور گردش کرنے کے ہیں۔
اسیواسطے پیراک کو سابح کہتے ہیں۔ کہ
وہ پیرتے وقت ہاتھ پیر مارا کرتا ہے۔
اور یہاں سبح سے تصرف فی الحوائج
یعنے اشغال ادبار اقبال اور آمد ورفت
مراد ہے۔ نمازوں کا پڑھانا مریضوں
کی عیادت کرنا۔ جنازوں کو متابعت
کرنا۔ فقراء و مہاجرین کی اعانت طالب
علموں کی تعلیم مستفتیوں کو فتویٰ دینا
صلح کرانا۔ کافروں کا مقابلہ اپنے ذاتی
حوائج پورے کرنے۔ بیبیوں کی ضروریات
کو مدنظر رکھنا۔ یہ سب امور آپ کے
لئے سبحاً طویلاً تھے۔

آیت ۹۔ رب المشرق
والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ
وکیلاً۔ رات ساری تو قیام لیل میں
گذری۔ اور دن سارا سبحاً طویلاً نبوت
کے فرائض کی ادائگی میں ختم ہو۔ اب
بالطبع خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ روزی
رزق کی کیا سبیل ہو۔ تو اس کے لئے
ربوبیت کی یاد دلا کر اسی کو اپنا کارساز
سمجھنے کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی۔

آیت ۱۳۔ طعاماً ذا غصۃ۔ وہ
طعام ہے۔ جو گلوگیر حلق میں پھنسنے والا
ہو۔ غصہ یہ عربی لفظ اللہ تعالےٰ کے
غضب پر قرآن شریف میں کہیں نہیں
بولا گیا۔ یہ ہماری زبان کا نقص ہے۔
جو غضب الٰہی کے معنے خدا کے غصہ
کے کرتے ہیں۔

آیت ۱۵۔ کما ارسلنا الیٰ فرعون
رسولاً۔ اس آیت شریفہ میں پیغمبر (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے
اور آیت استخلاف سورہ نور لیستخلفنہم
فی الارض کما استخلف الذین من
قبلھم۔ فرما کر خلفائے امت مرحومہ
کو خلفائے موسوی کا مثیل قرار دیا ہے
چونکہ خاتم الخلفاء موسوی مسیح ناصری
علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اور ان کی
بعثت سے موسےٰ علیہ السلام سے تیرہ سو

برس بعد چودہویں صدی موسوی پر
ہوئی تھی۔ اِس لئے مماثلت کی مطابقت
کے لئے ضروری تھا۔ کہ مثیل موسےٰ کا خلیفہ
چودہویں پر محمدی خلفاء کا خاتم مسیح کے
نام پر آوے۔

آیت ۱۷۔ شیب۔ اشیب کی جمع
ہے۔ کثرت ہم وغم بڑھاپے کا باعث
ہو جاتا ہے۔

آیت ۲۰۔ علمان سیکون منکم
مرضیٰ۔ اَنْ کے معنے انّہٗ کے ہیں یعنے
تحقیق بات یوں ہے۔ کہ ضرور تم میں بعض
لوگ بیمار ہیں۔

اقرضوا۔ اپنے مالوں کو اللہ
تعالےٰ کے لئے الگ کر دو۔

ھو خیرًا واعظم اجرًا۔
خیرًا پر زبر اس لئے ہے کہ یہ تجدوہٗ
کا مفعول ہے۔

واستغفروا اللہ۔ حضرت نبی
کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس
میں ستّر سے لیکر سو تک استغفار کیا
کرتے تھے۔ سورہ نوح میں استغفار
کے کئی فائدے بیان فرمائے ہیں۔ استغفروا
ربکم انّہ کان غفارا۔ یرسل
السّماء علیکم مدرارا ویمددکم
باموالٍ۔ و بنین ویجعل لکم جنّاتٍ
و یجعل لکم انہارا۔

حدیث شریف میں ہے کہ طوبا لمن
وجد فی صحیفتہ استغفارا کثیرا۔
خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے اپنے
نامہ اعمال میں استغفار کو کثرت سے پایا۔
استغفار لفظ غفر سے نکلا ہے۔ غفر کے
معنے ڈھانکنا۔ مغفر ڈھال کو کہتے ہیں۔
جو انسان کے مُنہ اور کچھ حصہ جسم کو ڈھانک
لیتی ہے۔ استغفار کے معنے ہوئے حفاظت
طلب کرنا گناہوں سے اور اس کے بد نتائج
سے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استغفار
کے یہی معنے ہیں کہ اے اللہ تو مجھ کو آئندہ
کی خطاؤں سے معصوم اور محفوظ رکھ۔

سورۂ المدّثر

آیت ۱۔ یاایھا المدّثر۔ مزّمل
اور مدّثر دونوں لفظوں کے معنے قریب
قریب ایک ہیں۔ مدّثر دثار سے مشتق ہے
دثار وہ کپڑا ہے جو شعار کے اوپر پہنا
جاوے۔ اور شعار وہ کپڑا ہے جو جسم
سے ملا رہے۔ حدیث شریف میں ہے الا
انصار شعارٌ والناس دثارٌ۔

یہ سورۂ شریف بھی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی دعوت کے وقت
کی وحی ہے۔ اور اس کی قوت و شوکت آنحضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کی حقانیت کی ایک زبردست دلیل ہے کیونکہ اس کا نزول ابتدائی وقت میں ہے جبکہ کوئی جتھا آپ کے ساتھ نہ تھا۔

آیت ۲۔ قم فانذر۔ سورہ مزمل میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور تقرب الی اللہ حاصل کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اور اس سورۂ شریفہ میں ارشاد و ہدایت خلق اللہ کا حکم فرمایا ہے۔ پہلی شق مرتبہ کمال اور دوسری شق مرتبۂ تکمیل کے متعلق ہے۔ اِسی لئے مرتبہ کمال کو مرتبہ تکمیل پر مقدم رکھا۔ سورۂ ماقبل میں قم اللیل فرمایا تھا۔ اور اس سورۃ میں قم فانذر فرمایا۔ قم اللیل اپنے کمال نفس کی تحصیل کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور قم فانذر تکمیل خلق اللہ کے حاصل کرنے کی جانب ایماء کر رہا ہے۔

آیت ۴۔ رب کا لفظ تکمیل کو چاہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے رب کی عظمت بیان کر۔ جس وقت آپ مبعوث ہوئے۔ اس وقت مشرکین عرب رب النوع کی پرستش کرتے تھے۔ اور ارباب من دون اللہ کی عبادت ہوتی تھی۔ اس میں پیشگوئی ہے کہ اللہ اکبر کے نعروں کے بلند ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

آیت ۴۔ اپنا آپ پاک بناؤ۔

آیت ۵۔ والرجز فاھجر۔ رجز میں دو لغت بیان ہوئے ہیں۔ ایک رُجز اور دوسرا رِجز۔ معنے دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ کما قال لئن کشفت عنا الرجز لنومنن لک۔ اس آیت میں رجز کے معنے عذاب کے ہیں۔ اور بتوں کی پرستش اور شیطان کے مکر و فریب کو اس واسطے رجز کہا جاتا ہے کہ یہ چیزیں عذاب کی باعث ہیں۔ اور اس حکم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی طہارت کی تعلیم فرمایا۔

آیت ۶۔ ولا تمنن تستکثر۔ قرآن کریم کی تعلیم احکام الٰہی کی تبلیغ یا مالی احسان کر کے کسی کو بایں غرض منت و احسان نہ جتا۔ کہ آپ اس سے کثرت مال۔ کثرت جاہ یا بہتر بدلہ طلب کرے۔ اور کوئی چیز کسی شخص کو بایں نیت ہرگز نہ دے۔ کہ وہ اس کا بدلہ زیادہ کر کے آپ کو دیوے کیونکہ یہ فعل تلویث باطن میں نجاست کا حکم رکھتی ہے۔

آیت ۸۔ فاذا نقر فی الناقور۔ نقر کے معنے کلام عرب میں آواز دینے

کے ہیں۔ جب کوئی کسی شخص کو نام لے کر
پکارتا ہے۔ تو نقر باسم الدجل کہتے
ہیں۔ اعلان کے ساتھ کسی چیز کو ٹھونک
بجا کر اطلاع دیتے ہیں۔ تو اس کو بھی اسی
لئے نقارہ کی چوٹ سے یا ڈھنڈوری سے
اطلاع عام دینا کہتے ہیں۔ جنگوں میں
بھی نقارہ بجایا جاتا ہے۔ جنگوں کو بھی
عذاب فرمایا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔
قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم۔
آیت ۱۱۔ ذرنی ومن خلقت
وحیدا۔ وحیدا کے معنے بے
نظیر اوصاف میں منفرد۔ ولید بن مغیرہ
کے دو لقب مکہ میں مشہور تھے۔ ایک
وحید۔ اور دوسرا ریحانۃ قریش۔ یہ اپنے
شعروسخن اور منظر کی خوش نمائی میں
شہرت رکھتا تھا۔ مال و فرزند بھی اس
کے زیادہ تھے۔ مگر بایں ہمہ پرلے درجہ کا
ناسپاس و ناشکر گزار تھا۔ اس کی اولاد
دس یا تیرہ مع الاختلاف تھی۔ خداوند تعالیٰ
کا نپٹنا اس کے ساتھ اس طرح ہوا۔
کہ ولیدؓ بن ولید۔ خالدؓ بن ولید۔ ہشامؓ
بن ولید مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس
کے چاہتے بیٹے اس سے بیزار ہو کر اس
سے علیحدہ ہو گئے۔ بعضے اس کی آنکھوں
کے آگے کھپ گئے۔ مال و دولت میں
پے در پے نقصان ہونے لگا۔ اور آخر
الامر خود آپ نہایت ذلت اور افلاس کے
ساتھ ہلاک ہو گیا۔ نزول آیت کا اگرچہ کسی
خاص شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر
اعتبار اس کا عام ہے۔ ہمارے اس
زمانہ میں بھی ایسی نظیریں کثرت کے ساتھ
پائی جاتی ہیں۔ جن کا بیان حضرت مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی
میں نام بنام نمبروار درج ہے۔
آیت ۱۸۔۱۹۔۲۰۔ چونکہ نامی
شاعر تھا۔ اس لئے جب اس سے قرآن
شریف کی نسبت لوگوں نے پوچھا۔ تو اس
نے اٹکل دوڑائی۔ خدا کی مار۔ اٹکلیں دوڑا کر
کہا۔ تو یہ کہا۔ کہ یہ تو جادو بھرا مؤثر کلام
ہے۔ اور اس کلمہ کو تیوڑی چڑھا کر
اور برا سا منہ بنا کر حقارت آمیز لہجے میں
ادا کیا۔
آیت ۲۹۔ لواحۃ للبشر۔ چونکہ
کلام کے وقت منہ بنا کر بشرے سے حقارت
آمیز ادا کو ظاہر کیا تھا۔ اس لئے جزاءً
وفاقاً کے طور پر بشرے کو جھلس دینے
والی آگ کا ذکر فرمایا۔
آیت ۳۰۔ علیہا تسعۃ عشر۔
بتلایا گیا ہے۔ کہ جہنم کے داروغے انیس ۱۹
ہیں۔ اس عدد میں ایک عجیب راز ہے۔

دانشمند غور کریں۔ تو وہ اس قرآنی فلسفہ
سے لطف اٹھائیں۔ انسان کے وہ اعضاء
و قویٰ کہ جن سے خداتعالیٰ کی نافرمانیوں
کا ظہور ہو سکتا ہے۔ وہ بھی تعداد میں
اُنیس ہی ہیں۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ زبان
دل۔ آلہ تناسل۔ مقعد۔ پیٹ۔ منہ۔ حواس
خمسہ۔ فکر۔ عقل۔ شہوت۔ غضب۔

آیت ۳۱۔ ذکری۔ یہ پیشگوئی ایک
شخص کو تاریخی انسان بنانے والی ہے۔

آیت ۳۷۔ لمن شاء منکم ان
یتقدم اویتاخر۔ جو تم میں سے آگے
بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے۔ اس
کے لئے انذار مفید ہو سکتا ہے۔ مگر جس
کے دل میں جنبش ہی نہ ہو۔ نرا ٹھوس ہے
انذار اور عدم انذار کو دونوں ہی کو برابر
سمجھتا ہے اور جگہ سے ہلنا ہی نہیں چاہتا
ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف کا اُترنا
اور نہ اُترنا گویا دونوں برابر ہیں۔

آیت ۳۸۔ کل نفس بما کسبت
رھینۃ۔ ہر شخص کو اس دنیا میں بھی اپنے
اپنے اعمال کے موافق جزا سزا مل رہی ہے
میں نے دیکھا ہے ایک شخص نے ناجائز کمائی
سے ایک مکان تعمیر کرایا۔ آخر نہ خود اس
کو اس مکان میں رہنا نصیب ہوا۔ اور
اس کی اولاد ہی ایسے مکان میں نہیں رہتی
بخلاف صالح انسان کے کہ خدا اس کی
اولاد کا ہی متکفل رہتا ہے۔ یتیم بچوں
کا کوئی نیک عمل نہ تھا۔ مگر کان ابوھما
صالحا فرمایا۔ اور باپ کی صلاحیت بیٹوں
تک کو مفید ہوئی۔ یہی ہر شخص کا اپنے اعمال
میں مرہون رہنا ہے۔

ایک شخص کے اگر آتشک ہوتی ہے۔
تو کئی پشت تک یہ موذی مرض اس کی
اولاد میں چلا جاتا ہے۔

آیت ۵۰۔ کانھم حمر۔ حُمر جمع
ہے حمار کی۔ حمار کو حمار اس مناسبت
سے کہتے ہیں۔ کہ اس کی چیخ و پکار کے
وقت اس کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں
اسی طرح ہر صادق کے مقابلہ میں گدھوں
کی طرح مخالفوں کا سخت غیظ و غضب
ہوتا ہے۔ جہاں سخت مخالفت ہوتی ہے
اس کے بالمقابل حق ضرور ہوتا ہے۔

آیت ۵۱۔ قسورۃ۔ قسورہ قسر
سے مشتق ہے۔ جس کے معنے قہر اور غلبہ
کے ہیں۔ اہل عرب بولا کرتے ہیں۔ لیوث
قساورۃ۔ لیوث جمع لیث کی ہے۔
لیث بمعنے شیر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں۔ القسورۃ ھی الاسد۔ قسورہ
ان تیر اندازوں کی جماعت کو بھی کہتے
ہیں۔ جو جنگلی گدھوں کا شکار کرتی ہیں۔

آیت ۵۶ - ھو اھل التقویٰ واھل المغفرۃ - ھُوَ کو مقدم اس لئے رکھا۔ کہ سوائے ذات اللہ تبارک وتعالےٰ کے دوسرا کوئی اہل نہیں کہ ان پر جان فدائی کی جاوے۔ جیسے فرمایا۔ ھو الحیّ لا الٰہ الّا ھو۔ تقویٰ کے ساتھ مغفرت کو اس لئے قریں رکھا کہ ہر نبی ولی نے تقویٰ کی تیز اور خونخوار راہوں میں اپنی بشری کمزوریوں کا اعتراف کیا ہے ؎

سُورۂ القیامہ

آیت ۱ - لا اقسم بیوم القیامۃ الخ لا کو اکثروں نے زائد بتایا ہے اور حدیث شریف میں ہر ہر حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب مذکور ہے۔

جب بات سمجھ میں نہ آئی تو وہ زائد ہی ہوئی۔ کفار کو جس قدر بعث بعد الموت کے مسئلہ پر انکار و اصرار تھا۔ ایسا کسی دوسرے مسئلہ پر سوائے شرک کے نہیں تھا۔ چنانچہ نہایت ہی تعجب سے کفار نے کہا۔ ھل ندلکم علیٰ رجل ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید $\frac{22}{?}$ - ادھر سے انکار پر اس قدر اصرار تھا۔ اور ادھر اثبات بعث بعد الموت پر جگہ جگہ زور دیا گیا ہے۔ اس ردّ و کدّ کو مدنظر رکھ کر مخاطَب کے ما فی الضمیر پر انکاری طریق کلام کا افتتاح "لا" کے لفظ سے فرمایا ہے یعنی قولہ تعالیٰ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا $\frac{28}{15}$ میں جو زعم کہ منکران بعث بعد الموت کے ضمیر میں رچا ہوا تھا۔ اس کی نفی لا کے لفظ سے کرتے ہوئے کلام کو شروع کیا۔ اس قسم کا محاورہ ہر زبان میں ہوا کرتا ہے جس کو مخاطَب سخن بلا شک و شبہ پہچان لیتا ہے کہ یہ لا میرے ما فی الضمیر کا ردّ ہے۔ اس کے یوم القیامہ اور نفس لوّامہ کو بعث بعد الموت پر اس طور سے گواہ ٹھیرایا ہے۔ کہ یوم القیام سے جنگ کی مصیبت کا دن اور اپنے نفس پر کفار کی ملامت کا اعتراف ثبوت دعوےٰ بن گیا۔ دنیا میں جنگ کے لئے محشور ہونا آخرۃ کے حشر کیلئے اور دنیا کی شکستوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرنا آخرۃ کے جزا و سزا کے لئے ثبوت ٹھیرا ؎

قیامۃ - کھڑا ہونا۔

(۱) من مات فقد قام قیامتہ۔

(۲) قوم کی قیامت۔ جیسا کہ بنو امیہ پر سو سال کے بعد قیامت آئی۔ اور وہ زبان

عربی کے بولنے والے حکام پر قیامت تھی

(۳) ان یوما عند ربک کالف سنۃ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کیا میری امت آدھا دن نہ کاٹے گی۔ اہل اسلام کا عروج قریب پانچ سو سال رہا۔

(۴) ہزار سال کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بہت رولا پڑ گیا یہ بھی ایک قیامت ہے۔

(۵) یوم الساعۃ

(۶) یوم القیامۃ۔ مصیبت کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔

آیت ۷۔ ایان یوم القیمہ۔ ایان کے لفظ میں ہی استعجاب اور استبعاد شامل ہے کفار کی طرف سے بیان ہوا ہے۔ یعنی کہاں ہوگی۔ قیامۃ؟ ہوتی ہوائی کچھ نہیں۔

آیت ۷ سے ۱۰ تک۔ فاذا برق البصر۔ و خسف القمر۔ وجمع الشمس والقمر۔

برقِ بصر سے مراد تحیّر و فزع ہے جو انسان مصیبت کے وقت آنکھیں پھاڑ دیتا ہے۔ مصیبت کا وقت آئے تو ساری تدبیریں الٹ پڑتی ہیں۔ عقل ہوتے ہوئے عقل کام نہیں دیتی۔ گویا کہ نور فراست کو بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ گرہن کی اصل بھی اقترانِ شمس و قمر ہے یعنے ایک کا وجود دوسرے کے بالمقابل حائل ہو جاتا ہے۔ جو نور کے ہوتے ہوئے نور نظر نہیں آتا۔

یومِ بدر ظاہری طور پر بھی بجلی کوندی مینہ برسا۔ تدبیریں کفار کی ان پر الٹ پڑیں۔ این المفر کہنے سے بھی کام نہ چلا۔ قرآن کریم چونکہ ذوالمعارف ہے۔ لا تنقضی عجائبہٗ اس کی شان حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی اجتماع شمس و قمر کے گرہن کے ساتھ ہمارے اس زمانہ میں بھی مطابق حدیث دارقطنی جس میں لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السمٰوٰت والارض ہے رمضان کے مہینے میں سنہ ۱۸۹۴ء میں بڑی شان و شوکت سے مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق دعوے کی علامت میں پوری ہوئی۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جس طرح بدر کے شکست خوردوں کو این المفر کہنا فائدہ نہ دیا۔ اسی طرح اس وقت کے مخالفوں کو باوجود حدیث شریف کی فعلی شہادت کے ضعف حدیث کو اپنا فرضی مفر قرار دینا پڑا!!

آیت ۱۳۔ ینبؤا الانسان یومئذٍ بما قدّم واخّر۔ متنبہ کیا جائے گا۔ انسان اس دن ان کاموں سے جو اُس

نے نہ کرنے تھے اور کیئے۔ اور نیز متنبہ
کیا جائیگا ان کاموں سے جو اس نے
کرنے تھے اور نہ کیئے۔

قدّم۔ وہ کام جو نہ کرنے کے
تھے کر لئے۔

اخّر۔ وہ کام جو کرنے کے تھے
نہ کیئے۔

آیت ۱۴۔ علٰے نفسہٖ بصیرۃ۔
دوسرے کی ملامت پر انسان عذر بناتا
ہے مگر خود اپنی حالت کو بہتر جانتا ہے۔

آیت ۱۶۔ لا تحرک بہٖ لسانک
لتعجل بہٖ۔ آیت باب ذو المعارف
ہے اس کے دو ترجمے ہیں۔ ربطِ ماقبل
کے لحاظ سے ایک معنے یہ ہیں کہ "اے
معذرت کنندہ عذر بیان کرنے میں تیز
زبانی نہ کر" اس صورت میں جمعہٗ
میں ہٗ کی ضمیر انسان کے اعمال کی طرف
ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ پڑھنے
والا جب قرآن شریف پڑھے تو جلدی
نہ کرے۔

بدلیل اس آیت کے سورۃ الفاتحہ
خلف امام سات آیتوں کے ہر ہر وقفے
کے درمیان امام کے سکتے کے وقت
مقتدی بھی اپنے مُنہ میں چپکے پڑھ لیا
کرے۔ حدیث شریف میں سورۃ فاتحہ کو
ھی السبع المثانی والقرآن العظیم
فرمایا ہے۔

آیت ۲۰۔ العاجلۃ۔ جلدی کی بات
جس کا نفع درِم نقد موجود معلوم ہوتا ہے
یعنے دنیا۔

آیت ۲۳۔ الٰی ربّہا ناظرۃ۔ جمہور
اہل علم کے نزدیک اس آیت سے دیدار
الٰہی بلا حجاب ثابت ہے۔ حدیث شریف
میں ہے انکم سترون ربکم کما ترون
القمر لیلۃ البدر۔ لیس دونہ حجاب۔

آیت ۲۴۔ باسرۃ۔ گھبرائے بجھے
ہوئے۔ حواس باختہ۔

آیت ۲۵۔ فاقرۃ۔ کمر توڑ مصیبت
فقرات الظہر۔ ان ہڈیوں کے منکوں کو
کہتے ہیں۔ جو پشت کی وسط میں اوپر سے
نیچے تک ہوتے ہیں۔ فقر اور فقیر بھی اسی
سے مشتق ہے۔ اس کا حال مسکین سے
بدتر ہوتا ہے۔ اسی واسطے مصارف
صدقات میں فقیر کو مسکین پر مقدم رکھا۔
انما الصدقات للفقراء والمساکین
۱۰/۱۴ فقیر کی ایک صفت ایک جگہ بائس الفقیر
فرمایا ہے ۱۷/۱۱۔

آیت ۲۶۔ گلے کی ہنسلی کی جگہ۔ رقیٰ۔
برقی۔ رقیا سے ماخوذ ہے۔

آیت ۲۸۔ وقیل من راق۔ اس

کے کئی معانی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رقیہ سے مشتق ہے۔ جیسے بسم اللہ ارقیک اس صورت میں جھاڑ پھونک کے معنے ہونگے دوسرے یہ کہ رقی۔ یرقی۔ رقیاً سے اس صورت میں راق کے معنے اوپر لے جانے کے ہونگے۔ اور اس کے کہنے والے فرشتہ ہونگے نہ میت کے پاس والے۔ فرشتہ عذاب کے اور رحمت کے آپس میں پوچھینگے کہ رحمت کے فرشتے روح کو آسمان پر لے چڑھینگے۔ یا عذاب کے۔

آیت ۲۹۔ والتفت الساق بالساق حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔ نزع روح کے وقت دنیا کا آخر اور آخرۃ کا اول وقت ملتا ہے۔ یہی لفّ ساقین ہے جسن کہتے ہیں لفّ ساقین سے مراد کفن کا پنڈلیوں میں لپیٹنا مراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لفّ ساق اصطلاح میں شدت مصیبت سے کنایہ ہے۔ دنیا کی مفارقت کا غم اور آخرہ کے حساب و کتاب کا جھگڑا۔ یہ دونوں ملکر لفِّ ساقین ہے۔

آیت ۳۱۔ فلا صدّق ولا صلّٰی۔ تصدیقِ رسول کو نماز پر بھی مقدم رکھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

نماز ے کنی و قبلہ را نمے دانی
ندا نمت چہ غرض زیں نماز ہا باشد

جماعت میں جن احباب کو غیر احمدیوں کی امامت کے مسئلہ میں تحقیق منظور ہو وہ اس آیت میں صلوٰۃ پر تصدیق کے مقدم ہونے پر غور کریں۔ بعد تصدیق رسول یا امام زمان کے پہلی بات جس کا یوم القیامہ حساب ہوگا۔ وہ نماز ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اوّل ما یحاسبُ به العبد من اعماله الصلوٰۃ

نماز کے محافظ کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ دین و دنیا کے مشکلات میں اللہ تعالیٰ اس کا ساتھی و نصیر ہوگا۔ کما قال تعالیٰ۔

وقال اللّٰہ انی معکم لان اقمتم الصلوٰۃ الآیۃ ۲/۶۔

آیت ۳۳۔ ذھب الیٰ اھلہٖ یتمطّٰی۔ یتمطّٰی مطّ سے مشتق ہے۔ مطّ کے معنے اکڑ بازی کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اذا مشتِ امّتی المطیطاً۔ موٹا ہو جانا اردو زبان میں غالباً مطّ ہی سے بنایا گیا ہے اکڑ باز انسان کو کہتے بھی ہیں۔ کہ بہت مٹیا گیا ہے ؛

آیت ۳۴ و ۳۵۔ اولیٰ بمعنے ویل اور واویلا کے ہیں۔ سورۃ محمدؐ رکوع ۳

ہیں ہے فاولی لھم۔ چار مرتبہ اولیٰ اس لئے فرمایا۔ کہ ترکِ تصدیق و ترکِ صلوٰۃ کے دو عذاب قبر ہیں اور انہیں دو قسم کے دو عذاب یوم القیامہ۔

آیت ۴۰۔ الیس ذٰلک بقادرٍ الآیتہ۔ حدیث شریف ہیں اس آیت کے ختم پر ایک روایت میں سبحانک اللّٰھم بلٰی۔ اور دوسری روایت بلٰی انہ علٰی کل شیءٍ قدیر۔ جواباً فرمایا ہے۔

سورۂ الدہر

آیت ۱۔ ہر ایک انسان کا اپنی عمر کے پہلے قطعاً مذکور نہیں ہوا۔ انسان کا ذکر تو اس وقت ہوا۔ جب وہ ہمارے سامنے آیا۔ اس میں کسی سائنس کے ثبوت کی ضرورت نہیں ؛

آیت ۲۔ من نطفۃٍ امشاجٍ نبتلیہِ۔ من نطفۃٍ تھوڑی سی چیز سے۔ نبتلیہ بڑھاتے ہیں۔ اس کو نطفہ سے علقہ پھر مضغہ پھر خلقِ آخر پھر طرح طرح کے انعامات کرتے ہیں۔ مشج کے لغوی معنے خلط کے ہیں۔ غذاؤں کا خلط۔ مرد اور عورت کی منی کا خلط۔

آیت ۳۔ امّا شاکراً و امّا کفوراً۔ کسی شخص کے انعامات کو یاد کرتے رہیں تو اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

سلاسلَ۔ جو لوگ سچے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو کر اس کی تلاش نہیں کرتے۔ اُن پر خدا کی طرف سے ایک ایسی بلا پڑتی ہے۔ کہ وہ دنیا کے دھندول میں گرفتار ہو کر پابہ زنجیر ہو جاتے ہیں۔ اور سفلی کاموں میں ایسے سرنگوں ہو جاتے ہیں کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو علوی زندگی کی طرف سر اُٹھانے ہی نہیں دیتا۔ اور ان کے دلوں پر حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے۔ کہ مال ملجائے۔ جائداد حاصل ہو جائے۔ دنیوی عزت و رتبہ ملجائے۔ قیامت کے دن یہی امور ان کے لئے طوق و زنجیر کی شکل میں متمثل ہو جائیں گے۔

آیت ۵ و ۶۔ ان الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافوراً۔ ابرار کی دو حالتیں دنیا اور آخرۃ کی اس آیت شریفہ میں اللہ تعالےٰ نے بتلائی ہیں۔ دنیا کی یہ کہ ابرار کے دلوں پر حرص و ہوا کی سوزش سرد ہو جاتی ہے۔ دنیا کی طرف سے خنک چشم و خنک دل رہتے ہیں۔ یہ سوزش ان کے دلوں پر نہیں رہتی۔ کہ ہائے فلاں چیز ہمیں

میسر نہیں۔ ہائے فلاں چیز ہمارے
پاس نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام فرماتے ہیں ؎

از طمع جستیم ہر چیزے کہ آں بیکار بود
خود فزوں کردیم ورنہ اندکے آزار بود

اس طمع وحرص کی آگ کو قرآن
شریف میں یوں فرمایا ہے۔

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع
علے الافئدۃ ۔ انہا علیہم موصدۃ۔
فی عمد ممددۃ ۔

آیت ۶۔ عینا یشرب بہا
عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا۔

دنیا میں ان ابرار کی یہ سیرت رہی ہے
کہ جس رشد وہدایت کو کافوری ٹھنڈک
کی طرح انہوں نے آپ حاصل کیا تھا۔
اس کی نہریں اور چشمے دور دراز
ملکوں میں تبلیغی رنگ میں چیر چیر کرلے
گئے۔ چین میں لے گئے۔ افریقہ میں
لے گئے۔ روم شام اور ملک ہندوستان
تک پہنچایا۔ اسی طرح آخرت میں
جزاءً وفاقاً کے طور پر اللہ تعالےٰ
نے بھی ان کو ہر قسم کی نعمتوں سے سیراب کیا۔

آیت ۸۔ مسکینا ویتیما
واسیرا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
جب کسی قیدی کو اصحاب میں سے
کسی کے سپرد کرتے تو آقا کو حکماً فرماتے
"احسن الیہ" اس کے ساتھ نیک سلوک
کرلو۔ یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے۔
کہ غریمک اسیرک فاحسن الیٰ
اسیرک۔ تیرا مقروض تیرا قیدی ہے
اس کے ساتھ نیک سلوک کر۔

یتیم کے حق میں بھی پیغمبر صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ سب گھروں
میں بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ
نیک سلوک کیا جاتا ہے۔ اور سب گھروں
میں بدتر وہ گھر ہے۔ جس میں یتیم کے
ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔

آیت ۱۰۔ یوما عبوسا قمطریرا۔
عبوس الوجہ اس آدمی کو کہتے ہیں
جس کی پیشانی پر ہمیشہ بل پڑے ہوئے
ہوں۔ قمطریر۔ سخت سلوٹیں اور بل
چہرے کے عذاب الٰہی کی شدت کو دیکھ
کر چہروں کی ایسی حالت ہوگی۔ کہ جیسے
سخت گریہ وزاری کے وقت رونے
والے چہرے کی کیفیت عین حالت گریہ
کے وقت ہوتی ہے۔

آیت ۱۳۔ زمہریرا۔ زمہریر ایسی
سخت سردی کو کہتے ہیں۔ جس سے ہاتھ
پیر گلنے لگیں۔ بخلاف برد کے کہ اس میں
معمولی ٹھنڈک ہوتی ہے۔

آیت ۱۵۔ یطاف علیہم باٰنیۃ من فضۃ۔ کسی صوفی نے ایک مقام پر لکھا ہے اور جس نے یہ بات لکھی ہے وہ ایک بڑا آدمی ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے انبیاء کے مقام کو چاندی کا مقام دیکھا۔ اور اولیاء کے مقام کو سونے کا مقام دیکھا۔ ہمارے مولویوں نے اس وجہ سے اس کو بھی کافر کہا ہے سائنس والے جانتے ہیں۔ کہ کل رنگوں کا جامع سفید رنگ ہے۔ ان کا منشاء یہ ہے کہ جو سفید رنگ نظر آیا۔ وہ سارے کمالات کا جامع ہے۔

آیت ۱۷۔ کان مزاجھا زنجبیلاً۔ زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے زنا اور جبل سے۔ زنا لغت میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور جبل بمعنی پہاڑ سونٹھ کی گرمی انسان میں بڑی قوت پیدا کرتی ہے۔ جب تک کہ عاشقانہ گرمی سالک راہ محبت کے دل میں نہ ہو وہ مشکلات کی بلند گھاٹیوں کو طے نہیں کر سکتا جب یہ زنجبیل عشق اور محبت کی شراب پی لیتا ہے۔ تو خدا کی راہ میں عملی قوت کا ایسا حیرتناک اثر دکھاتا ہے کہ دوسرا ہرگز دل سے ایسی جانفشانیاں نہیں دکھلا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ایسے سالک کی جزاء کاسۂ وصال رکھا ہے جس کے مزاج کی طرف زنجبیل کے لفظ سے اشارہ کرتے ہوئے جزاءً وفاقاً کی موافقت کو بتلایا ہے۔

آیت ۱۸۔ تسمّٰی سلسبیلاً۔ سلسبیل میں سَل سبیل کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی پوچھ راستہ۔ دنیا میں عشق اور محبت کا زنجبیلی کاسہ اپنے مرشد کے ہاتھ سے جب سالک پی لیتا ہے۔ تو اس میں خصوصیت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی تک پہنچنے کی ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے پھر راہ طریقہ کے پوچھنے اور اس پر قدم مارنے میں عار نہیں کرتا۔ خواہ کیسی ہی دشوار گھاٹیاں راستے میں حائل ہوں۔

آیت ۱۹۔ ولدان مخلدون۔ مخلدون کے معنوں میں کئی قول ہیں۔ مخلّد بوڑھے کو بھی کہا ہے۔ مخلد اس کو بھی کہا ہے جس کے زلف سفید ہوں۔ مخلد کے ایک معنے یہ بھی کئے ہیں کہ کانوں میں بندے بالے پہنے ہوئے مگر ان تمام معنوں سے انسب وہ معنے معلوم ہوتے ہیں۔ جس کی مناسبت ولد کے لفظ کے ساتھ ہو۔ یعنے دنیا کے ولدان کی طرح جنتیوں کے خادمین ولدان پر

مرور زمانہ کی وجہ سے کبھی معمر ہونے کا زمانہ نہیں آئیگا۔ بلکہ باوجود مرور زمانہ کے وہ ہمیشہ ولدان ہی ولدان رہینگے۔ جو کام خدمت گذاری کا پھرتیلی حرکتوں سے چھوٹے بچے کیا کرتے ہیں۔ وہ معمر نہیں کیا کرتے۔ اور کاربراری میں انکی خدمات بھی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے انکو لُؤلُؤاً منثوراً۔ (یعنے) بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

آیت ۲۰۔ ملکاً کبیراً۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو دوزخی دوزخ سے سب سے آخر میں نکالا جائیگا۔ اس کو اللہ تعالےٰ اس قدر جنت عطا فرماویگا کہ دنیا و مافیہا اور اس سے دوچند کے مقابلہ کی ہوگی۔

آیت ۲۳۔ نزلنا علیک القرآن تنزیلاً۔ ہم نے اتارا ہے تم پر قرآنمجید کو وقتاً فوقتاً۔ اس کی وجہ سورہ الفرقان میں کفار کے سوال لولا نزّل علیہ القرآن جملۃً واحدۃً۔ آیت ۳۲ میں یوں فرمایا ہے کذالک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلاً۔ یعنے ضرورت پیش آمدہ کے وقت خداوند تعالےٰ کی ہمکلامی سے آپ کے دل کو تسکین ملتی رہی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی وجوہ وقتاً فوقتاً ٹھیر ٹھیر کر نازل فرمانے کے قرآن شریف میں مختلف مقام پر بیان فرمائے ہیں۔

توریت میں پہلے سے یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ وہ کتاب آہستہ آہستہ نازل ہوگی۔ دیکھو یسعیاہ ۲۸؛

آیت ۲۷۔ یحبون العاجلۃ۔ عاجلہ اس ورلی زندگی دنیا کو فرمایا جس کا آرام دم نقد موجود نظر آتا ہے۔

آیت ۲۸۔ شددنا اسرھم ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے۔

آیت ۳۰۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ حال تمہارا ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ نہ چاہو تم وہ بات جو اللہ تعالےٰ نہ چاہے مگر حال تمہارا یہ ہے کہ وہ چاہتے ہو۔ جو اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا؛

سُورۃ المرسلات

مرسلات عرفاً۔ وہ معمولی رفتار سے چلنے والی ہوائیں جو ہلکی ہوتی ہیں۔ اور نرمی سے چلتی ہیں اور حیوانات و نباتات کے لئے ممد حیات ہیں۔

عاصفات۔ ونشراۃ وہ تیز ہوائیں جو بادلوں کو چاروں طرف پھیلاتی ہیں۔ اور جن سے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب

پیدا ہوتے ہیں۔

فارقات۔ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہیں۔ جو اس دنیا میں تفریق و انفصال کا کام کر رہی ہیں ؛

ملقیات۔ وہ ہوائیں جو ملہمین اور واعظین کے نصائح کانوں تک اور دلوں تک پہنچاتی ہیں۔

اس نظام ظاہری کو پیش کر کے بتایا ہے کہ جس طرح پر نظام ظاہری کے لئے موثرات خارجی ہیں۔ اسی طرح نظام روحانی کے لئے بھی موثرات باطنی ہیں۔ ہوا کے مختلف ابھروں کی قسم میں ہوا کے مختلف شعبوں کی طرف توجہ دلا کر اس نظارہ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیندہ آنے والی کامیابیوں اور واقعات کے دکھلانے کے علاوہ حشر اجساد پر اس کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

آیت ۷۔ انما توعدون لواقع

یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جو وعدے تم کو دیئے گئے ہیں۔ خواہ وہ اس دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے متعلق۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے ؛

آیت ۸۔ اذا النجوم طمست۔

جب چھوٹے چھوٹے ستارے ماند پڑ جاویں گے یا ان کا نور مٹ جاوے گا۔ نجم عربی میں چھوٹے ستاروں اور چھوٹے چھوٹے بوٹوں کو کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔ والنجم والشجر یسجدان۔ اور بڑے ستاروں کو کواکب کہتے ہیں چونکہ قرآن شریف کے لئے ظہر اور بطن ہے اس لئے علامات قیامت سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ ایسے علماء جو نجوم کی طرح ہیں۔ انکی نور فراست جاتی رہے گی۔

آیت ۹۔ اذا السماءُ فرجت۔

جب آسمان شگافتہ ہو جاویگا۔ اور دوسری جگہ قرآن شریف میں اذا السماء انشقت فرمایا ہے۔ آسمان کا شگافتہ ہونا یا پھٹ پڑنا سماوی بلیات و کثرت حوادث سے مراد ہے۔ جیسا کہ شدت مصائب کے وقت کہتے ہیں۔ کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ تباہ کن بارشوں کے وقت بھی یوں ہی کہتے ہیں کہ آسمان ٹوٹ پڑا یا پھٹ پڑا۔

آیت ۱۰۔ واذا الجبال نسفت

جس وقت پہاڑ اڑا دیئے جاویں۔ یعنے بڑی بڑی قومیں نیست و نابود کر دیجاوینگی

آیت ۱۱۔ واذا الرسل اُقتت۔

جب رسول وقت مقررہ پر جمع کئے جاوینگے

قیامت کے روز وقت مقررہ پر اپنی اپنی
اُمتوں کا حال بتانے کے لئے رسول تو
اکٹھے کئے ہی جائیں گے۔ مگر دنیا میں بھی
تحقیق المذاہب کے بڑے بڑے جلسے
جن میں ہر مذہب کے لیڈروں کو اپنے
اپنے بیان کے لئے وقت دیا جاتا ہے
یہ بھی توقیت رسل کا ایک نظارہ ہے۔
اور مسیح موعود میں تمام رسل کے
کمالات کا نمونہ۔

آیت ۱۲ و ۱۳۔ لاِیِّ یومٍ اُجّلت۔
لیوم الفصل ۔ یہ وعدے کب پورے
ہونگے؟ فیصلے کے دن پورے ہوں گے
آخرت میں یہ وعدے پورے ہوں گے
ہمارا ایمان ہے۔ مگر علامات کبریٰ
اشراط الساعۃ کے طور پر یہ وعدے
دنیا میں اس وقت بھی پورے ہوئے
اور ہو رہے ہیں۔ بہت سارے مباحث
جن کا فیصلہ مولوی مُلّاؤں کے ہاتھوں
سے نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا فیصلہ مسیح
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر
ہو گیا۔

آیت ۱۵۔ ویلٌ یومئذٍ للمکذبین۔
اِس آیت شریفہ کو اس سورۃ میں
بار بار لا کر یہ یقین دلایا ہے۔ کہ منکرین
و مکذبین رسالت ہرگز ہرگز فوز و فلاح
کے وارث نہ ہوں گے۔

آیت ۲۰۔ من ماءٍ مھین۔ حقیر پانی
سے۔ تھوڑے ناقدرے پانی سے۔
نبی۔ ولی۔ رسول۔ بادشاہ۔ امیر۔ فقیر۔
سب ہی اس ماء مھین سے بنے ہیں۔

آیت ۲۱۔ قرارٍ مکین۔ ٹھہرنے کی
جگہ۔ محفوظ جگہ۔ عورت کے رحم میں۔

آیت ۲۵-۲۶۔ الم نجعل الارض
کفاتاً احیاءً و امواتا۔ کیا نہ بنایا ہم
نے زمین کو سمیٹنے والی زندوں کی اور
مُردوں کی۔ کفاتاً کے معنے سمیٹنے والی
اپنی طرف کھینچنے والی۔ خواہ مُردہ ہوں
یا زندہ تر ہو یا خشک۔ نباتات۔ جمادات۔
حیوانات سب کو زمین اپنی قوت جاذبہ
اور قوت کشش سے اپنی طرف کھینچ رہی
ہے۔ مسیح کی موت و حیات کا مسئلہ اس
آیت سے بخوبی حل ہوتا ہے۔ آیت
شریفہ بتلا رہی ہے۔ کہ مسیح ہوں یا اور
کوئی دوسرا جاندار۔ مُردہ ہو یا زندہ۔
کسی کو بھی زمین نہیں چھوڑتی۔ کہ اس سے
جُدا ہو کر نکل جاویں۔ اگر پرندے اُڑتے
ہیں تو تھوڑے عرصہ بعد پھر زمین ہی کی
کشش سے اس کی طرف کھینچ چلے آتے
ہیں۔ اگر پتھر اوپر کو پھینکا جاوے تو زمین
ہی کی کشش ہے۔ کہ اسکو نیچے لا گراتی ہے۔

زمین کی اس قوت کشش کو سائنس کی تحقیقات میں گراوٹیشن پاور کہتے ہیں۔ جس کو اس آیت میں کفاتاً کہا ہے کفاتاً کفت لغت سے نکلا ہے۔ نہ کہ کفے ایکفی سے۔ اکفے ایکفی کے معنے کافی ہونا۔ اور اکفات کے معنے اپنی قوت کشش سے چیزوں کو اپنی طرف کھینچنا اور سمیٹنا۔

آیت ۳۰۔ ظلٍ ذی ثلاث شعب کسی سایہ کے تین ہی فائدے ہو سکتے ہیں۔ (۱) اوپر کی تپش سے بچائے (۲) گردوپیش کی لپٹ سے بچائے (۳) شرارے اور چنگاریوں سے امن حاصل ہو۔

عیسائیوں کی نجات کا اعتقاد باپ بیٹا۔ روح القدس۔ ان تینوں کی معجون مرکب پر ہے۔ آیت باجب میں اسی معجون مرکب کو ثلاث شعب سے تعبیر کیا ہے ربط آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کے لئے نہ باپ کا سایہ ہوگا نہ بیٹے کا۔ نہ روح القدس کا۔

آیت ۳۹۔ فان کان لکم کید فکیدون۔ کتنا بڑا کید ہے کہ ایک دو تین کو جمع کرنے سے تین نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ۱+۱+۱=۱

آیت ۴۶۔ کلوا وتمتعوا قلیلاً انکم مجرمون۔ سورۃ کا اکثر حصہ مذہب عیسوی کے اوپر مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرجا کے خادموں کو کھانے پینے کے لئے بافراغت ملجاتا ہے۔

آیت ۴۸۔ واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون۔ نماز میں عیسائیوں کی رکوع نہیں۔ صرف (نیل ڈوَن) گھٹنے ٹیکنا ہیں

آیت ۵۰۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیثوں کو بھی نہ مانو۔

پارہ عمّ ۳۰

سُورۃ النّباء

(رکوع ۱)

آیت ۲۔ النبأ العظیم۔ نبأ عظیم قیامت کے وقوع کا دن ہے۔ جس میں انکو اختلاف تھا۔ نباء عظیم الشان بات۔ پھر اس کے ساتھ عظیم کے لفظ کو اہمیت کے اظہار کے لئے اور بھی بڑھا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ نباء عظیم سے مراد قرآن مجید اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا دعویٰ بھی مراد ہو۔

آیت ۴۔ کلّا سیعلمون۔ کلّا زجر اور توبیخ کا کلمہ ہے۔ بیان ماقبل کے

ردّ کے لئے آتا ہے۔ سوف نہیں فرمایا۔ "س" جو شتابی اور بیدرنگی پر دلالت کرتا ہے۔ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ کہ قیامت کبریٰ کے ثبوت کے لئے اس سے پیشتر ایک اور قیامت خیز واقعہ فتح مکّہ وغیرہ کا بھی ہوگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔

ولنذیقنّھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر $\frac{21}{15}$ -

یہ سورۃ شریف مکّی ہے ایسے وقت کی نازل شدہ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا تھے۔ اس وقت یہ عظیم الشان پیشگوئیاں دنیا کو سنائی گئیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور قیامت کے ثبوت کے واسطے بیّن دلائل ہوئیں۔

قیامت کے منکرین کے واسطے یہ دلائل نہایت ہی فائدہ بخش ہوسکتے ہیں بشرط آں کہ کوئی غور کرے۔

آیت ۶ - الم نجعل الارض مھٰدًا۔ جَعَلَ پہلے پہل پیدا کیا۔ مہاد بمعنی ممہود - اسم مصدر - اسم مفعول کے معنے میں ہے - دوسری جگہ فرمایا جعل لکم الارض فراشًا۔ معلوم ہوا کہ مہاد ہونا بھی زمین کی ایک صفت ہے اور فراش ہونا بھی ایک صفت ہے۔ چونکہ قیامت کے وقوع میں استبعاد عقلی ظاہر کیا گیا تھا۔ اِس لئے اپنی قدرت کاملہ۔ سطوۃ اور جبروت کے چند ایک نظارہ قدرت کو پیش کیا مثلاً جبال - خلق ازواج - نوم وسبات سبع شداد۔ سراج وہاج وغیرہ کئی ایک عظیم الشان مشہود قدرتوں کو پیش کیا۔ تاکہ عجز کا وہم دُور ہو۔

مھد۔ گہوارے کو کہتے ہیں زمین بھی ایک گہوارے کی طرح ہے۔ سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔ انسان کا یہ گہوارہ ہے مٹی سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر مٹی میں مل جاتا ہے۔ پھر مٹی سے اُٹھایا جاوے گا۔ اس زمین پر جزاء و سزاء کے اعمال کا ایک نقشہ اپنے سامنے دیکھتا ہے۔

آیت ۷ - والجبال اوتادًا۔ اوتاد وتد کی جمع - وتد بمعنے کھونٹی - جس سے اس جگہ مضبوطی جبال کا اظہار بھی مقصود ہے پہاڑ ثقل ارض کو ایک اندازہ پر رکھنے والے ہیں - آجکل کے سائنس دانوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے تو وہ جنبش کرتی رہتی - اس میں زمین کی پیدائش اور بناوٹ کی طرف اشارہ ہے - اور ان فوائد کی طرف توجہ دلائی ہے جو پہاڑوں سے اہل زمین کو حاصل ہیں - چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف

میں فرمایا ہے۔ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ رکھے ہیں زمین میں پہاڑ تاکہ وہ تمہیں کھانا دیویں۔

آیت ۹۔ وجعلنا نومکم سباتاً

نوم بھی نبامت کے ثبوت کے لئے ایک عجیب واقعہ روزمرہ کا ہے۔ سبات کے کئی معنے ہیں۔ سبات نیند اور راحت۔ سبات قطعاً لاعمالکم۔ سبات تمدد اور کھولنے کو بھی کہتے ہیں۔ سبتت المرءۃ شعرھا۔ نیند بھی ایک قسم کی موت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر اس مُردے کو زندہ کرتا ہے۔ یہ موت ناقص ہے۔ موت کامل کے بعد بھی انسان اسی طرح پھر اٹھایا جائے گا۔ یہاں اس کا ایک نمونہ دکھایا گیا ہے:

آیت ۱۰۔ جعلنا اللیل لباساً

راتوں کے سبات اور آرام پانے کی وجہ سے تھکے ہوئے چہروں پر دوسری صبح جو تروتازگی اور رونق آجاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا لباس ہے حقیقت میں ذات بندوں کے لئے بڑی پردہ پوش چیز ہے۔

آیت ۱۴۔ وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجاً۔ معصرات ان بادلوں کو کہتے ہیں جن میں سپنج کی طرح پانی بھرا ہوا ہو۔ جو ٹپکنے کے قریب ہو۔

آیت ۱۷۔ یوم الفصل۔ فرمایا یوم الفصل مقرر ہے وہ یقیناً آنے والا ہے۔ مکہ معظمہ میں یہ نبوت سنائی گئی۔ اور بدر یوم الفصل اور یوم الفرقان واقعات کے رو سے ثابت ہوکر قیامت ومحشر کے واسطے ایک بیّن دلیل ہے۔

آیت ۲۱۔ ان جہنم کانت مرصاداً۔ مرصاد کے معنے کمین گاہ گھات۔ قید خانہ جیل خانہ۔

آیت ۲۲۔ للطاغین ماباً۔ سرکشوں کے لئے بازگشت کی جگہ طاغین کے بالمقابل اگلی آیت میں متقین اور ان کی جزا کو بیان فرمایا ہے۔

طاغی۔ سرکشی کرکے حد سے نکل جانے والا۔

متقی۔ خداوند تعالیٰ کی حدبندیوں کے اندر رہنے والا۔

(رکوع ۲)

آیت ۱۔ ان للمتقین مفازاً۔

آیت ۳۔ کواعب اتراباً۔ کواعب جمع کعبہ کی ہے۔ کعبین پیر کے دونو ٹخنوں کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ کواعب سے مراد وہ نوخیز نو عمر عورتیں ہیں جن کے پستان ٹخنوں کی

طرح اُبھرنے پر ہوں۔
اتراب۔ اس لفظ کا اصل ترب
اور تراب سے ہے۔ جس سے مطلب
خاکساری اور انکساری ہے۔ اتراب کے
معنے ہمعمر اور ایک ساتھ مٹی میں کھیلنے
والوں کے بھی بیان ہوئے ہیں۔
آیت ۳۴۔ کأسًا دهاقا۔ پیالا اتنا
بھرا ہو کہ چھلکنے لگے۔ اس پیالہ کو کأسًا
دھاقا کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے منقول
ہے۔ اسقنا وادھق لنا۔ یعنے ہم کو
اور خوب بھر کر پلا۔ دھاق کے معنے
پے در پے کے بھی آئے ہیں ادھقت
الحجارۃ ادھاقًا میں نے پے در پے
پتھر چلائے۔
آیت ۸۔ یوم یقوم الروح
والملٰئکۃ الخ حسن اور قتادہ فرماتے
ہیں۔ کہ روح سے بنی آدم اور ارواح
ان کی مراد ہیں۔ لا یتکلمون الا من
اذن له الرحمٰن میں۔ عیسویت کے کفارہ
کی تردید ہے جن پر رُوح کے لفظ کا
اطلاق ہے۔ وہ سب دست بستہ
کھڑے ہیں کہ کلام کرنے کی مجال نہیں۔
آیت ۱۰۔ انا انذرناکم عذابًا
قریبًا الخ ابتدا سورہ میں سیعلمون
دو بار کہہ کر قریب ہی آنے والے عذاب

کی طرف توجہ دلائی تھی۔ خاتمہ سورہ بھی
عذاب قریب کا ذکر فرمایا۔ جو یوم بدر اور
فتح مکہ کے دن واقع ہؤا۔ اور یہ عذاب
کی پیشگوئیاں دنیا میں صادق ہو کر قیامت
اور اس کے عذاب کے لئے ثبوت ٹھہریں۔

سورۃ النازعات

والنازعات غرقًا۔ نازعات
زور سے اور تکلف سے کھینچنے والے۔
والناشطات نشطًا۔ بلا تکلف
نشاطِ خاطر سے کھینچنے والے۔
والسابحات سبحًا۔ اپنے فن
کے پیراک اور ماہر۔
فالسابقات سبقًا۔ اپنے ہمعصروں
سے سبقت لے جانیوالے۔
فالمدبرات امرًا۔ افسرانِ محکمہ
جات اور اپنے اپنے فنون کے موجد و مدبر۔
مطلع سورۃ کی یہ پانچ آیتیں ہیں۔
جو اس بات کا اظہار کر رہی ہیں۔ کہ دینی
امور ہوں۔ یا دنیوی انکے انتہائی کمال
پر پہنچنے کے لئے یہ پانچ مرحلے طے کرنے
پڑتے ہیں۔ اوّل کام سے ہٹانے والی
چیزوں سے الگ ہو کر انسان اپنے کام
میں محو ہو جائے۔ دوم۔ پورے نشاط
اور خوشی سے اپنے کام کو کرے۔ سوم اپنے

کام میں اس طرح مشق کرے جس طرح پیراک پانی میں تیرتا ہے اور اس کو کوئی رُکاوٹ نہیں ہوتی۔ چہارم۔ اپنی جماعت اور ہم عمر لوگوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ پنجم۔ اپنے کام میں ایسا کمال حاصل کرے کہ خود اسمیں موجد ہو جائے۔ ملائکۃ اللہ کی خدمت بھی اِن آیتوں سے مُراد سمجھی گئی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ گویا کہ ان واقعات کو جزا و سزا کے لئے گواہ ٹھہرایا ہے اور اس نے آنے والے دِن کے اشراطِ عظام مبادی و مقدمات یوں بیان فرمائے ہیں۔

یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفہ۔ زلزلے ہمیشہ آتے رہینگے۔ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ اشراطِ عظام قبل قیامِ ساعۃ جب شروع ہو جاویں گے۔ تو ایسے لگاتار ظہور ہونگے۔ جیسے تسبیح کا تاگہ ٹوٹ جانے سے منکے تسبیح کے متتابع یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ اب تو کئی قسم کے زلزلے آئے اور متتابع آئے۔

الحافرۃ۔ نشانِ قدم۔ حُفر سُم کو کہتے ہیں۔ حُفرہ گڑھے کے معنے ہیں۔ مردو دون فی الحافرۃ۔ کیا ہم اپنے نقش قدم پر لوٹ کر پہلی حالت جیسے زندہ انسان ہو جائیں گے؟

الساھرۃ۔ میدان حشر۔ میدان جنگ۔ میدانِ بدر بھی اس کا مصداق تھا۔

ھل لک الیٰ ان تزکّیٰ۔ بڑی ہی نرمی اور ملائمت سے تبلیغ کو شروع کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ دوسری جگہ قولا لہ قولا لینا فرمایا ہے ۱۶/۱۱ ؎

فارٰنہُ الاٰیۃ الکبریٰ۔ فکذب وعصٰی۔ اٰیۃ الکبریٰ عصٰے تھا جس کے تابع پہلی اِرایت کے وقت ید بیضا بھی تھا اِس لئے ایک ہی چیز کا ذکر فرمایا۔ ورنہ دوسری جگہ فرمایا ہے ولقد ارینٰہ اٰیٰتنا کلّہا فکذب وابیٰ ۱۶/۱۲ ؎

انّ فی ذلک لعبرۃ لّمن یخشیٰ۔ آیہ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ موسٰے کے بیان میں مثیل موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے عبرت ہے عبرت کہتے ہیں ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف پتے لے جانے کو۔ معبر کشتی کو کہتے ہیں۔ اِس لئے کہ وہ اس طرف سے اُس طرف کو عبور کرنے کا آلہ ہے۔

ءانتم اشد خلقا ام السّماء آسمان کی شدید پیدائش کو اپنی سطوۃ و قدرت کے اظہار کے لئے بعث بعد الموت کو مستبعد

سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا۔

رفع سمکھا۔ سمک بلندی۔

واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا۔ رات اور دن کی اضافت آسمان کی طرف اس وجہ سے کی کہ رات کے حدوث کا سبب غروب شمس اور دن کے پیدا ہونے کا باعث طلوع شمس ہے۔ اور اس کو طلوع و غروب حرکت فلکی کی وجہ سے حاصل ہے۔ اسوجہ سے اُن دونوں کی اضافت آسمان کی طرف ہے:

والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ سورہ فصّلت میں زمین کی پیدائش کے بعد ثم استوٰی الی السّماء فسوّٰھُنّ فرمایا ہے۔ ۲۴/۱۶ پھر اختلاف کوئی نہیں ہے کیونکہ دحو سے مطلق بسط اور پھیلانا ہی مراد نہیں ہے۔ بلکہ نباتات کا نکالنا اور چشموں وغیرہ کا جاری کرنا بھی دحو میں شامل ہے۔ اور یہ بے شک پیدائش آسمان کے بعد ہوا ہے۔ یعنے جو چیزیں خدائے تعالےٰ نے زمین میں مخفی رکھی تھیں وہ آسمان کی پیدائش کے بعد ممکن قوۃ سے حیّز فعل میں آئیں۔ یہی زمین کا دحو ہے سورۂ فصلت کا ثمّ تاخیر کے لئے نہیں بلکہ ثمّ استوٰی الی السّماء کے معنے فصّلت سورۃ میں یہ ہیں کہ پس آسمانوں کے تسویہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو پہلے سے تھیں۔ اس سورۃ نازعات میں بھی بنٰھا کہہ کر بناء آسمان یعنی تعدم بنائے آسمان کو قرار دیا ہے۔ سورہ فصّلت میں ثمّ ترتیب کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہاں صرف نعمتوں کا شمار مقصود ہے جیساکہ تورات کی نسبت فرمایا۔ ثمّ اٰتینا موسی الکتاب ﴿پ﴾ اور یہاں اوّل بناءِ آسمان اور پھر دحوءِ ارض کا ذکر ہے۔

والجبال ارساھا۔ مضبوط بنایا ان کو۔

طامۃ الکبرٰی۔ طآمہ بڑی گھمسان گھوڑا چلنے اور دوڑنے میں اپنی ساری قوّۃ خرچ کردے تو اس وقت طَمَّ اَلفرسُ طمیمًا بولا کرتے ہیں۔

فامامن طغٰی۔ طغیانی حد سے باہر ہوجانا۔ ندی نالوں کا پانی جب حد سے باہر نکل پڑتا ہے تو طغیانی کہلاتا ہے۔ جو بہت زیادہ پھیل جائے اور بڑی سرکشی کرے وہ **طاغوت** ہے۔

اٰثرالحیٰوۃ الدنیا۔ اٰثَرَ ایک چیز کو دوسری چیز سے زیادہ پسند کیا۔

نھی النفس عن الھوٰی۔ ہَوا گری ہوئی نکمی خواہش۔

ایّان مرسٰھا۔ مُرسا۔ انتہاء سیر

اور اس کا ٹھہراؤ۔ کشتی جب چلکر ٹھہر جاتی ہے۔ تو مرسے السفینہ کہتے ہیں۔

فیمَ انت من ذکرٰھا۔ اے پیغمبرؐ تم اس کا وقت بتانے کے کہاں بکھیڑے میں پڑے ہو!

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہمیشہ لوگ قیامت تعینِ وقت کا سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اور الی ربک منتھٰہا نازل ہوئی۔ تو لوگ سوال سے باز آگئے۔

شانِ نزول ابتدائی آیات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجمع قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر پر بدل حریص تھے کہ یہ لوگ ہدایت پا جاویں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک موقعہ پر فرمایا ہے لعلّک باخعٌ نفسک ان لا یکونوا مؤمنین "یعنے کیا تو اپنے آپکو معرض ہلاکت میں ڈال دیگا اس خیال اور فکر سے کہ یہ مومن ہو جائیں" آپ کے دل میں از حد تڑپ تھی اس امر کی کہ یہ لوگ ہدایت پائیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا تھے۔ دوڑتے ہوئے آئے۔ اور آپ سے امر دین میں کچھ دریافت کرنا چاہا۔ چونکہ وہ نابینا تھے انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ یہاں کن لوگوں کو حضرتؐ خطاب کر رہے ہیں۔ اور ادابِ الرسول کے موافق انہیں کیا طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ وفورِ شوق اور اخلاص سے انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابن ام مکتوم کا یہ فعل پسند نہ آیا۔ اور اس کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے اور کافروں کی طرف منہ پھیر کر ان سے باتیں کرنے لگے۔ آپ کے اس فعل پر اللہ تعالےٰ نے عتاب کیا۔ صحیح روایت میں ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ام مکتوم کی بڑی دلداری کی اور اپنی چادر بچھا کر اُسے بٹھایا۔ یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونیکا زبردست ثبوت ہے۔ اگر یہ کلام خدا کا نہ ہوتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور سچے نبی نہ ہوتے۔ تو یہ اس میں درج نہ ہوتا۔ جو گویا عتاب کا رنگ سا ہے۔

عبس وتولّٰی۔ تیوڑی چڑھایا اور مُنہ پھیر لیا۔ چونکہ شانِ نزول ایک خاص واقعہ کا پتہ صحیح حدیثیں دے رہی ہیں۔

اِس لئے کفار کی طرف سے منہ پھیر لینا اور انکی طرف سے تیوری چڑھا کر ایک غریب کی طرف متوجہ ہونا یہ معنے بالعکس واقع کے ہیں۔ اِس لئے جمع بین الضدین صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ صحیح بات وہی ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اور نظم کلامِ الٰہی اس کا موئید ہے۔

آیت ۶۔ فانت له تصدّی۔ تم اس کی طرف جھکے ہوئے ہو۔ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

آیت ۱۰۔ فانت عنه تلهّٰی۔ تم اس کی طرف سے غافل ہو۔ خیال کو ہٹائے ہوئے ہو۔

فی صُحُفٍ مکرّمةٍ ہ مرفوعةٍ مطهّرةٍ ہ بایدی سفرةٍ ہ کرامٍ بررةٍ ہ ان چار آیتوں میں قرآن شریف کے کاتبوں قاریوں۔ حافظوں کی عظمت خود قرآن شریف کی عظمت اور اسلام کے لئے آئندہ زمانہ میں شان و شوکت کی پیشگوئی بڑی شدّومد سے بیان ہوئی ہے۔ گو ان سے مراد ملائکۃ اللہ بھی ہیں۔ سفرة۔ مسافر کی جمع ہے۔ جس طرح کتبۃ کاتب کی جمع۔ اور سفرہ سے لکھنے والے مراد ہیں۔ سِفر کے معنے کسی چیز کو واضح کر کے بیان کرنے کے ہیں؛

بررة۔ بار کی جمع بمعنے نیک کردار کے ہیں۔ قرآن شریف کے مضامین بمعانی و مطالب کے موضحین کے لئے سفرة اور بررة کے لفظ میں بڑی خوشخبری ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سفیر نیک کردار ہوتے ہیں۔

قتل الانسان ما اکفرہ۔ قتل صرف بددعا یا کوسنا نہیں ہے۔ بلکہ ہر متکبّر کفرانِ نعمت کرنے والے کے لئے پیشگوئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تکبّر میری چادر ہے۔ جو مجھ سے میری چادر چھینے گا میں اُسے ذلیل کروں گا۔ یہی قتل ہے۔

ثم اماته فاقبره۔ قبرہ۔ قبر میں رکھا اس کو اور اقبرہ قبر میں رکھوایا اس کو۔

فانبتنا فیها حبًّا۔ ہر قسم کے دانوں اور اناج کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کے معنے پُر ہونے کے ہیں۔ جب تک دانا خام رہتا ہے اور مغز سے پوری طرح بھر نہیں جاتا۔ حب نہیں کہلاتا۔

وفاکهةً وابًّا۔ فواکہ میووں کو کہتے ہیں جو بعد طعام کے تبدیل ذائقہ کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ ابّا کے معنے خود رو گھانس کے بیان کئے ہیں۔

وجوہ یومئذٍ مسفرۃ۔ کے معنے صاف اور روشن کے ہیں اسفار سے مشتق ہے۔ صبح جب روشن ہو جاتی ہے۔ تو اسفر الصبح کہتے ہیں۔

وجوہ یومئذٍ علیہا غبرۃ ترھقہا قترۃ۔ جو گرد آسمان سے زمین کی طرف گرتی ہے اُسے غبرہ کہتے ہیں۔ اور جو غبار سیاہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھتا ہے وہ قترہ ہے۔ رھق کے معنے عجلت سے چڑھ جانے کے ہیں۔ رھق الجبل کہا کرتے ہیں۔ معنے یہ ہوئے کہ آسمانی گرد و زمینی غبار دونوں ایک دوسرے پر چڑھ کر سیاہ روئی۔

خسر الدنیا والآخرۃ۔ کے ظہور پر ہوگی:

سُورۃ التکویر

سورۃ تکویر بھی مکی سورۃ ہے اس میں اولاً قیامت کے نشانات اور آخری زمانہ کی آیات کا ذکر کیا ہے۔ پھر قرآن مجید کے نزول پر شواہد قدرت کو پیش کیا ہے اور اس کی سچائی کے دلائل دیئے ہیں۔

آیت ۱۔ اذا الشمس کوّرت

شمس کے معنے ضیاء الشمس یعنے سُورج کی دھوپ کے بھی ہیں۔ اور تکویر معنے لپیٹنے کے ہیں۔ قرآن شریف سورۃ الفرقان رکوع ۵ میں ثمّ جعلنا الشمس علیہ دلیلا۔ میں کفر کی ظلمت کو مٹانے والی چیز۔ نبی کا وجود۔ قرآن شریف اور وحی الٰہی کو قرار دیا ہے جو بطور شمس کے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب
کور چشم آناں کہ در انکارہا افتادہ اند

آیت ۲۔ واذا النجوم انکدرت

نجوم کی روشنی سورج ہی سے ہے جب ضیاء الشمس ہی نہ رہا۔ تو تکدیر نجوم لازمی ہے۔ نبی کے متبعین بھی نجوم ہی کی طرح ہوتے ہیں۔ جن سے مسافروں کو راہ کا پتہ ملتا ہے۔

آیت ۳۔ واذا الجبال سیّرت۔

جبال سے مراد سلاطین وغیرہ بڑی بڑی قومیں بھی ہیں۔

آیت ۴۔ واذا العشار عطّلت۔

دس مہینے کی گابن اونٹنی کا معطل اور بیکار ہونا اس زمانہ کی موجودہ نوایجاد سواریوں کی وجہ سے ظاہر ہے؛

آیت ۵۔ واذا الوحوش حشرت

عاشورہ محرم کی تاریخوں میں لوگ انسان
ہو کر شیر۔ چیتا۔ ریچھ وغیرہ کا سوانگ
لیتے ہیں۔ گویا عملی طور پر انسانیت سے
مسخ ہو کر وحشی بن جانے کا ثبوت دیتے
ہیں (۲)، وحشی قومیں تہذیب کی طرف
توجہ کریں گی۔

آیت ۶۔ واذا البحار سجّرت۔
حضرت قتادہ سے سجّرت کے معنے
منقول ہیں۔ کہ دریاؤں کا پانی خشک
ہو جائیگا۔ کینال ڈیپارٹمنٹ نے بڑے
بڑے دریاؤں سے نہریں نکال کر انکو
تقریباً ایسا ہی کر دیا۔ گویا کہ سوکھ گئی ہیں۔

آیت ۷۔ واذا النفوس زوّجت
حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر میں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
کہ ہر آدمی کا جوڑا اس کی نظیر کے ساتھ
ملا دیا جاویگا۔

آیت ۸۔ واذا المؤودۃ سئلت۔
مؤودۃ کے معنے مٹی یا کسی وزن دار
چیز کے نیچے دبا دینا ہے۔ اسی قبیل سے
ہے۔ ولا یؤدہ حفظھما۔ اسقاط حمل
بھی زندہ درگور کرنا ہے۔ آجکل دختر کشی
بلکہ اسقاط حمل پر بھی قصاص کی سزائیں
ملتی ہیں۔

آیت ۱۰۔ واذا الصحف
نشرت۔ جرائد۔ رسالجات کتب وغیرہ
کا انتشار فی زمانہ خوب ہو رہا ہے۔

آیت ۱۱۔ واذا السماء کشطت۔
سماء کے معنے بلندی کے ہیں۔ جیسا کہ
فرمایا۔ فلیمدد بسبب الی السماء [۱۷/۹]
اور اکشاط کے معنے انکشاف یعنی کھولکر
ننگا کر دینے کے ہیں۔ اکشط عن ظھر
الفرس کے معنے ہیں۔ گھوڑے کی پیٹھ
پر سے زین اُتار لو۔ معنے آیت کے یہ
ہیں۔ کہ آسمانی اَجرام اور علم نجوم کے
متعلق باریک در باریک اَسرار اور غوامض
کھُل پڑینگے۔ گویا بال کی کھال نکالی
جاوے گی۔

آیت ۱۲ و ۱۳۔ واذا الجحیم سعّرت
واذا الجنۃ ازلفت۔ تسعیراً آگ
روشن کرنا۔ اُزلفت کے معنے اور نیست
نزدیک کئے جانے کے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا
لیقربونا الی اللہ زُلفاً۔ فی زمانہ اسباب
تنعم اور مصائب و شدائد دونوں بہت
بڑھ گئے ہیں۔

فلا اقسم بالخُنّس الجوار الکُنّس
یہ کلام بھی کلام ذوالمعارف کے طور پر
ہے۔ منجملہ اس کے معارف کے ایک یہ
ہے۔ کہ قسمیہ طور پر فرمایا کہ کفر اب تین
طرح سے ٹوٹے گا۔ اوّل قرنی کفر کی

تھم جائیگی۔ و بک جائے گی۔ پسپا ہو
جائے گی۔ دوم۔ کچھ لوگ رو براہ ہو کر
اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ باقی رہے
سہے پر جھاڑو پھیر دیجائے گی۔ آسمانی
بلاؤں سے۔ زمینی بلاؤں سے۔ جنگوں
سے کفر کا صفایا ہو جائے گا۔ یہی اس
کے لئے تکنّس ہے۔ سورج کی روشنی
سے ستاروں کا ماند پڑ جانا بھی خنّس ہے
الجوار کے معنے سیدھے ہو کر چلنا ہے
اور کنّس کے معنے ڈوب جانے اور غروب
ہو جانے کے ہیں۔

واللیل اذا عسعس۔ والصّبح
اذا تنفّس۔ رات گئی اور صبح نمودار ہوئی
عسعس اضداد سے ہے جس
کے معنے آنے اور جانے کے ہیں۔ یعنی کفر
گیا اور اس کی جگہ اسلام نے لے لی۔
عسعس کے لفظ سے زمین کا گول ہونا
بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف سے
ظلمت روشنی پر چڑھی چلی آتی ہے
تو ساتھ ہی دوسری طرف سے پیچھے سے
روشنی ظلمت پر سوار ہو رہی ہے۔ اور
یہ ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ زمین گول نہ
مانا جاوے۔

انہ لقول رسول کریم۔ ذی
قوۃ عند ذی العرش مکین۔ مطاع
ثمّ امین۔ وما صاحبکم بمجنون
اس قدر کلام ذوالمعارف بیان فرمانے
کے بعد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی طرف سے جنون کے الزام کو دفع
کیا اور استشہاد کیا۔ اس ذوالمعارف
و پُر از حقائق کلام سے کہ کیا مجنون ایسے
مدلّل اور پُر معانی عبارات بیان کر
سکتا ہے۔ مجنون تو بے تکی باتوں میں
پکڑا جاتا ہے۔ مجنون کے ساتھ صاحبکم
کے لفظ کے لانے سے یہ غرض ہے کہ
جنون کی پہچان چند ساعت یا چند روزہ
مصاحبت سے خوب اچھی طرح معلوم
ہو جاتی ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کا اسی دنیا میں مکرّم۔ ذی قوہ۔ مکین۔
اور مطاع ہو جانا بھی بیان فرمایا ہے۔
یہ صفتیں جبرائیل کی بھی ہیں:

وما ھو علے الغیب بضنین
ضنین کے معنے متہم اپنے پاس سے
بات بنانے والا۔ آسمانی خبروں کے اور
معاد کے احوال بنانے میں بخیل فاین
تذھبون ایسے کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔
وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ربّ
العالمین۔ تم نہ چاہا کرو۔ مگر وہی جو رضاء
الٰہی ہو۔ یہ واؤ حالیہ ہے۔ اس کے
معنے ہوئے حالانکہ نہ چاہو گے تم۔

سورۃ الانفطار

اذا السّماء انفطرت میں بھی آخری زمانہ کی پیشگوئی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا ظہور دنیا میں بھی ہونا چاہیئے۔ اگر آسمان پھٹ جاوے اور ستارے گر پڑیں۔ وغیرہ وغیرہ اور دنیا زیرو زبر ہو جاوے۔ تو وہ وقت انسانی ہدایت اور اصلاح کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تو ہلاکت کا سماں ہوگا۔ ان سورتوں میں جو قیامت کے متعلق واقعات آئے ہیں۔ دراصل یہ آخری زمانے کے نشانات ہیں۔

اذا السّماء انفطرت۔ واذا الکواکب انتثرت۔ واذا البحار فجّرت واذا القبور بعثرت۔ فطرت کو دوسری جگہ انشقّت فرمایا ہے۔ جدید تحقیقات میں آسمان کو لطیف چیز قرار دیا ہے۔ لطیف ہی سہی۔ لطیف پر بھی شق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے بادل پھٹ گیا وغیرہ۔ بڑی بھاری مصیبت کے وقت بھی عرفاً کہتے ہیں۔ کہ آسمان پھٹ پڑا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی مصیبت اُمت کے لئے میری وفات ہے۔ کواکب کے انتشار سے ظاہری معنے کے علاوہ بڑے بڑے اہل اللہ کا انتقال فرمانا ہے۔

دریاؤں سے نہریں چیر کر نکالنا جیسا کہ اس زمانہ میں ہوا ہے پہلے کبھی نہیں ہؤا۔

بعثرا اور بحثر کے ایک معنے ہیں بعث اور بحث سے مرکب ہیں۔ ان کے اصلی معنے پلٹ دینے کے کُریدنے کے ہیں اور اسفل کو اعلےٰ اور اعلےٰ کو اسفل کر دینے کے ہیں۔ عرب کا خاص محاورہ ہے کہ جب مٹی کو پلٹ دیتے ہیں۔ تو بعثر۔ ببعثر۔ بعثرۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔

علمت نفسٌ ما قدّمت واخرت جو کام نہ کرنے تھے۔ وہ کئے۔ اور جو کام کرنے کے تھے۔ وہ نہ کئے۔ دوسری معنے یہ ہیں۔ کہ جو کیا اور جو کچھ نہ کیا قطع نظر اس کے کہ اچھا کیا بُرا کیا۔ بات ایک ہی ہے:

ما غرّک بربّک الکریم۔ کریم کے کرم سے ناامید بھی نہ ہو اور صرف کرم ہی کی امید پر دھوکا نہ کھا بیٹھو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ نبّئ عبادی انّی انا الغفور الرحیم۔ وانّ عذابی ھو العذاب

الذی خلقك فسوّاك فعدلك
فی ای صورۃٍ ماشاء رکبك۔ خلق
تسویہ۔ تعدیل۔ ترکیب وتناسب اعضاء۔
خداوند تعالیٰ کی ان چار نعمتوں
پر ہی اگر انسان غور کرے تو جزا وسزا
کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اس کو بہت
کچھ مدد مل جاویگی۔ خواہ مومن ہو یا کافر۔
کراماً کاتبین۔ یعلمون
ماتفعلون۔ نامۂ اعمال کے لکھے جانے
اور اس کے محفوظ رہنے پر جن لوگوں
کو استبعاد عقلی معلوم ہوتا ہے۔ وہ
آجکل کے نوایجاد آلہ گراموفون ہی کو
دیکھ لیں۔ کہ کس طرح ریکارڈ اس میں
محفوظ رہتا ہے اور دوبارہ چکر
دینے سے کس طرح ذرا ذرا سی حرکات
یہاں تک کہ کھانسی اور تنفس کی کمی زیادتی
بھی اُس سے ظاہر ہونے لگتی ہے ؎
آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے
یصلونها یوم الدین۔ وماهم
عنها بغائبین۔ دوزخیوں کے ذکر
میں وماهم عنها بغائبین فرمایا۔
مگر جنتیوں کے ذکر میں وماهم منها
بمخرجین فرمایا۔ ۱۲/۴۸ ۔
ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوزخی دوزخ میں
گو احقاب دراحقاب مدت تک رہیں
اور گو وہ اپنی مدت لبث میں ذرا سی
دیر کے لئے بھی دوزخ سے غائب
نہ ہوسکیں۔ مگر بالآخر وہ ماھم
منها بمخرجین کے مصداق نہیں
ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام اکثر استدلال کے طور پر
فرمایا کرتے تھے۔ یاتی علی جهنم
زمان لیس فیها احدٌ ونسیم
الصباء۔ تحرك ابوابها۔ غالباً یہ
عبارت تفسیر معالم میں ہے۔ عطاءً
غیر مجذوذ ۱۲/۹ ۔
اور فعال لما یرید ۱۲/۹ سے
بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اور اس
سورۂ شریفہ کے رب کریم کے لفظ
سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔

سورۂ التطفیف

مطففین۔ کم دینے والے۔
تطفیف کے معنے وزن اور پیمانہ
میں۔ کچھ تھوڑی سی چیز خفیہ طور پر کم
کرلینے کے ہیں۔
اذا اکتالوا علی الناس یستوفون
اکتال کو من کے ساتھ متعدی نہیں

کیا۔ بلکہ علےٰ کے ساتھ متعدی کیا۔ اور اس میں دقیق رعایت یہ رکھی۔ کہ اکثر اوقات ماپ تول بہ رضا و رغبت جھکتی ڈنڈی سے لیا جاتا ہے اور دینے والا بھی جھکتی تول خوشی سے دیتا ہے ممنوع لینا جھکتی تول وہ ہے جو ضرر کے لئے ہو کہ بلا رضامندی دینے والے کے جھکتی تول لی جاوے۔

انّ کتاب الفجّار لفی سجّین

سجین سجن سے مشتق ہے۔ خواہ یہ سجن کہیں ہو۔ اللہ تعالےٰ نے جو پیشگوئی مکی سورۃ میں بے کسی اور بے سروسامانی کی حالت میں کی تھی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتوحات اور کفار کے دار و گیر سے پوری ہو گئی۔ اور اس سجن نے آخرت کے عذاب کو بھی ثابت کر دیا۔ سجّین سے مراد قیدیوں کا رجسٹر اور علیّین سے مراد ابرار کا رجسٹر یہ معنے بھی عمدہ ہیں۔

ویلٌ یومئذٍ للمکذّبین۔ جیسا مطففین کے ساتھ ویل کا لفظ تھا۔ یہاں مکذّبین کے ساتھ بھی ویل کا لفظ ہی معلوم ہوا۔ کہ کذب کسی صادق کا بڑا مطفف ہے۔

کلّا بل ران علےٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ یہاں لفظ بل کے بعد سکتہ ہے۔ اس لئے کہ انسان یہ سوچے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو ما کانوا یکسبون۔ فرما کر صادق راست باز کے نہ پہچاننے کی وجہ پچھلی شامت اعمال قرار دی ہے۔ وہ میرے کون سے عمل کی شامت ہے۔

ان کتاب الابرار لفی علیّین

سجّین کے بالمقابل علیّین ہے۔ خواہ کہیں ہو۔ اس سے بحث نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کی پیشگوئی ہو کر علو حاصل ہوا یا نہیں۔ یہ علو کچھ جنگ پر ہی موقوف نہیں۔

علےٰ الارائک ینظرون۔

ارائک جمع اریکہ کی ہم اریکہ چھپر کھٹ کو کہتے ہیں۔ ایسا تخت جو اوپر سے مزیّن و مسقف ہو۔ اور ارد گرد سے بھی مزیّن ہو۔

نضرۃ النعیم۔ نضرۃ اس تازگی کو کہتے ہیں۔ جو انتہائے سرور اور تنعم کے باعث چہرہ پر ظاہر ہوتی ہیں

یسقون من رحیقٍ مختوم

رحیق نام شراب کا ہے۔ جس کی صفت قرآن شریف میں لا فیہا غولٌ ولا ھم عنہا ینزفون ہے۔ مختوم کے کئی معنے ہیں۔ ایک یہ کہ پینے کے بعد

دیر تک اس کی خوشبو مسک کی آتی رہیگی۔ دوسرے یہ کہ اس کا تل چھٹ ایسا ہے جیسا مسک۔ تیسرے یہ کہ سربہ مہر کہ سوائے ان مدارج والوں کے دوسروں کو نہ ملے گی۔ اور جیسے یہاں مہر کے لاک ہوتی ہے وہ مہر مسک سے لگائی جاویگی۔ ختامہٗ مسک۔

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون

تنافس کے معنے نفسا نفسی کرنے کے ہیں۔ جھگڑے کے بھی ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے آیت کریمہ میں فرمایا کہ تسابق وتنافس یعنی ایکدوسرے پر نعمت کے حاصل کرنے میں پیش دستی کرنا۔ دنیا کی جاہ وحشم وصدر نشین یا نعمتوں پر کوئی پائدار چیز نہیں اگر کرتا ہے۔ تو فی ذلک یعنے ان رحیق مختوم وغیرہ پر کرو۔

مزاجہٗ من تسنیم۔ تسنیم کے لغوی معنے ارتفاع اور بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان کو سنام البعیر کہتے ہیں۔ جہاد فی سبیل کو حدیث میں ذروہ سنام الاسلام فرمایا ہے۔ تسنیم جنت میں وہ چشمہ ہے جو جنت کے تمام پانیوں کے چشموں سے اشرف اور اعلےٰ ہے۔ جنتیوں کو اس چشمے

سے بطور گلاب اور کیوڑے کے امتزاج کرکے دیا جاویگا۔ مگر مقربین کے لئے خالص یہی شراب ہوگی۔ جیساکہ عیناً یشرب بہا المقربون سے واضح ہے۔

واذا مروا بھم یتغامزون۔

غمز کے معنے پلکوں اور بھوؤں سے اشارہ کرنے کے ہیں۔ اور عیب لگانے کے بھی ہیں۔

الی اھلھم انقلبوا فکھین

تبدیل ذائقہ کے لئے میوہ خوری۔ لذیذ کھانوں سے تلذذ۔ فرضی قصہ کہانیوں اور ناولوں سے دِل بہلانا۔ مزے لینا یہ سب فکھین میں داخل ہے۔

جب صحابہؓ نے عجم وشام کی فتوحات حاصل کیں۔ تو یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ بہتے ہوئے چشمے اور دریا اور سبزہ زار اور ہر قسم کے مرغزاروں کے لئے موجود تھے۔ اور تختوں پر بیٹھنے کی پیشگوئی تو صراحتاً بلا تاویل موجود ہے۔ انکو اللہ تعالیٰ نے تخت نشینی عطا کی

سورۃ الانشقاق

اذا السماء انشقت۔ آسمان میں جس قدر اجرام فلکی ہیں۔ وہ سب سماء کے لفظ میں داخل ہیں۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشقاق وسماء
وانفطار پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ مختصراً
یہ ہے کہ سماء سے مراد کل ما فی السماء
ہے۔ لطیف چیزیں بہ نسبت کثیف کے
سریع الخرق ہوتی ہیں۔ خواہ آسمان لطیف
ہو یا کثیف۔ الٰہی کلام کا مدعا یہ ہے۔ کہ
اس عالم کون کے بعد فساد بھی لازم پڑا
ہوا ہے۔ ہر ایک جو بنایا گیا ہے۔ توڑا
جائیگا۔ قرآن کریم کے بہت سے مقامات
سے ثابت ہوتا ہے کہ انشقاق اور انفطار
کے لفظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں۔
ان سے ایسے معنے مراد نہیں جو کسی جسم
صلیب یا کثیف کے حق میں مراد لئے
جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسرے مقام
پر اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔

والسمٰوٰت مطویّٰتٌ
بیمینہٖ۔ اگر شق السموات سے درحقیقت
پھاڑنا ہی مراد لی جاوے تو مطویات
کا لفظ اس سے مغایر اور منافی پڑیگا۔

واذنت لربھا وحقت۔ اذنت
اذن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کسی بات
کے سننے کے لئے کان لگائے رکھنا حکم
کی تعمیل کرنا ہے۔ حُقت کے معنے یہ ہیں
کہ آسمان کا حق ہے۔ کہ وہ ایسا
کرے۔

واذا الارض مدت۔ والقت
ما فیھا وتخلت۔ آسمان کا پھٹنا
زمین کا کشادہ ہونا اور اپنے ما فیھا
کو اپنے اندر سے اُگل دینا ان واقعات
کو قرآن کریم میں بلفظ دیگر یوں فرمایا ہے۔

اولم یری الذین کفروا
ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا
ففتقنٰھما ۱/۳۔ یعنے زمینی اور
آسمانی برکتیں بند تھیں۔ پیغمبر صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے ساتھ ہی زمینی اور
آسمانی برکتوں میں ترقیات ہونے لگیں۔
آپ کے عہد مبارک میں ان دونوں کا
رتق ٹوٹا۔ اور زمینی و آسمانی ترقیات
کا سمندر بہ نکلا۔ زمینی علوم و فنون
جس قدر ترقی کر گئے اور کر رہے ہیں۔
وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ جس طرح
آسمان کا اثر زمینی اشیاء قبول کر رہی
ہیں۔ اسی طرح انسان بھی ذوجہتین ہیں
جیسا کہ آگے فرمایا۔

یا ایھا الانسان انک کادحٌ
الیٰ ربک کدحًا الخ۔ انسان کے معنے
خدا سے بھی اُنس رکھنے والا۔ اور اہل
و عیال بیوی بچوں سے بھی اُنس رکھنے
والا۔ دو طرف کے تعلقات کا لازمی
نتیجہ یہ ہو کہ انسان کادح ہو۔ کدح کے

معنے کسی چیز میں نہایت مشقت کے ساتھ کوشش کرتے کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ لیسو عباد اللہ بمتنعمین خدا کے بندے تن آسائش و تن پرور نہیں ہوتے۔

اوتی کتابہ بیمینہ الایہ یمین کے معنے دایاں ہاتھ۔ طاقت۔ جناب الٰہی کی پروانگی۔ دعاؤں کے قبول ہونے کی راست بازی۔ اکل۔ حلال۔ قوت بازو کی کمائی۔ جناب الٰہی کی مرضیات کی روشنی۔ یہ ضروری امور ہیں۔ اگر یہ باتیں نہ ہوں تو حدیث شریف میں انی یستجاب لہٗ آیا ہے۔ کیونکر اس کی دعا قبول ہو۔

یحاسب حسابا یسیرا۔ حساب یسیر صرف بندہ کے لئے اس کے اعمال کا اس کے سامنے پیش کر دینا ہے۔ اور اس کی خطاؤں سے چشم پوشی و درگذر کرنا ہے۔ امام احمدؒ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔ اللّٰھم حاسبنی حسابا یسیرا۔ پوچھا۔ کہ حساب یسیر کیا ہے۔ فرمایا صرف نامہ اعمال کا پیش کرنا۔ اور درگذر فرماتا ہے اور فرمایا۔ من نوقش فی الحساب عذب۔ جس کے حساب میں کرید کی گئی۔ وہ معذب ہو گا۔ ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ تین خصلتیں ہیں کہ ان سے حساب یسیر ہو گا۔ ایک یہ کہ جو اسے محروم رکھے اور نہ دے اس کو دیا کرے۔ دوسرے یہ کہ جو ظلم کرے۔ اس کو معاف کرے۔ تیسرے جو اس سے قطع رحمی کرے۔ وہ اس سے وصل کرے۔ (ان ذٰلک من عزم الامور)

انہٗ کان فی اھلہ مسرورا۔ اس آیت کے بالمقابل دوسری جگہ مومنوں کی صفت یوں فرمائی ہے انا کنا فی اھلنا مشفقین۔ (۲۷/۳) مومن کو دنیا میں ہزار قسم تنعم ہو۔ مگر آخرت کی فکر جانگداز رہتی ہے۔ اور دنیا کی راحت ان پر تلخ رہتی ہے۔

فلا اقسم بالشفق۔ والیل وما وسق والقمر اذا اتسق لترکبن طبقاً عن طبق۔ لا اقسم کی توجیہ سورۃ القیامہ میں بیان ہو چکی ہے۔ شفق غروب آفتاب سے قبل اور بعد کی سرخی۔ وسق کے معنے جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔ رات جامع المتفرقین ہے۔ چرند پرند حیوانات انسان سب رات کو اکٹھے

ہو جاتے ہیں۔ اتسق چاند کا بھرپور ہونا
ہے۔ اور یہ تدریجاً ہوتا ہے۔ اسی کو
لترکبن طبقاً عن طبق میں واضح فرمایا۔
سورۃ التکویر میں پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
کے وجود مبارک سے آپ کے زمانہ میں
ترقیات ہونے والی تھیں۔ انکو والصبح
اذا تنفس فرماکر ذکر فرمایا۔ اور اسجگہ
ان آیاتِ باب میں آپ کے خلیفوں کے
ذریعہ سے جو ترقیات مقدر تھیں۔ اُن
کا ذکر فرمایا ہے۔ شفق نورِ نبوّت کا
دنیا سے رحلت فرمانا ہے۔

واللہ اعلم بما یوعون۔ یوعون
وعاء سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ظرف
میں کسی چیز کے بھرنے کے ہیں۔ یہاں
یوعون سے مطلب کفار کی اسس
منصوبہ بازی سے ہے۔ جو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی نسبت دل میں
ٹھان رکھی تھی۔ جس آفتاب کے صبح کے
تنفّس سے لے کر شفق تک اپنی تمامی
منزلیں طے کرنا ہو۔ اسس کو درمیان
میں کون روکے۔

لھم اجر غیر ممنون۔ غیر ممنون
غیر مقطوع۔

سورۃ البروج

آیت ۱۔ والسماء ذات البروج
آیت ۲۔ والیوم الموعود۔
آیت ۳۔ وشاھد و مشھود۔

بروج عربی زبان میں روشن ستاروں
کو کہتے ہیں۔ برج کے لغوی معنے ظاھر
کرنے کے ہیں۔ سماء ذات البروج
سے مراد معروف بارہ بُرج۔ حمل۔ ثور۔
جوزا۔ سرطان وغیرہ لئے ہیں۔ مگر اسی
قدر پر ٹھہر جانے سے آگے مطلب نہیں
چلتا۔ اور نہ آیات ماسبق کی آیاتِ مالحق
سے کوئی مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اصل
بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ چونکہ بالاتفاق
یہ سورۃ مکی ہے۔ اور اس وقت نازل ہوئی
ہے۔ جبکہ نو مسلم صحابہ رضی اللہ تعالے
عنہم کفار کا شکار ہو رہے تھے۔ کوئی گرم
تپتی ہوئی پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ اور
کوئی بڑی بڑی بے رحمیوں سے قتل کیا
جاتا تھا۔ کہ گویا کہ آسمانی سطوت وجبروت
کا مقابلہ زمینی حکومت سے کیا جارہا تھا۔
اور یہ جانکاہ چیزیں پیغمبر صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم کی حضوری میں درپیش تھیں۔ جن
سے آپ کو اور نو مسلم کمزور اصحاب کو
صدمہ عظیم تھا۔ اس لئے ان مظالم کے

جواب ہیں جو زمینی حکومت کے ذریعہ سے کی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ملکوتی تین سطوت اور جبروت کو پیش کیا ہے جو سماءِ ذات بروج۔ یوم موعود۔ شاہد و مشہود ہیں۔

سماءِ ذات بروج سے سارا ملکوتی اقتدار مراد ہے۔ نہ صرف روشن ستارے یا سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان عقرب۔ وغیرہ بروج معروفہ۔

شاہد و مشہود بھی یوم موعود کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ بدر کا دن۔ فتح مکہ کا دن۔ جمعہ کا دن۔ قیامت کا دن عاشورہ کا دن۔ فرعون کے غرق ہونے کا دن۔ غرض کہ ہر جزا سزا کے ملنے کا دن۔ یہ سارے ہی دن ٹھیک اور درست ہیں۔ اسی طور پر شاہد و مشہود یعنی عرفہ کا دن لیشھدوا منافع لھم۔ قیامت کا دن ذٰلک یوم مجموع لہ الناس و ذٰلک یوم مشھود۔ کراماً کاتبین اور مخلوق۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت۔ تمامی انبیاء اور ان کی امتیں۔ کل فرشتے اور مخلوق۔

جاءت کل نفس معہا سائق و شہید۔ حتے کہ کفٰی باللہ شہیدا سے ذات باری تعالیٰ اور تمامی مخلوق

سالم بن عبداللہ نے مراد لیا ہے۔ غرض کہ یہ تین آیتیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے نومسلم اور مظلوم اصحاب کی تسلی و تشفی کے لئے نازل فرمائیں جن میں اللہ تعالےٰ کی سطوت اور جبروت اور ملکوتی اقتدار کا بیان ہے۔ جو کفار سے انتقام کے لئے کافی و وافی ہیں۔ اس کے بعد نظیراً اصحاب اخدود کے واقعہ کو تین ہی آیتوں میں بالمقابل بیان فرمایا ہے۔

النار ذات الوقود۔ اذ ھم علیہا قعود۔ و ھم علیٰ ما یفعلون بالمؤمنین شھود۔

زمینی حکومت کے ذریعہ سے آگ کی خندقوں کا تیار کرنا اور ان پر تماشہ بینی کے لئے کرسیاں بچھا کر بیٹھنا اور بالآخر اس وقت کے مومنین کو (جو غالباً عیسائی موحد تھے) ان خندقوں میں جھونکنا یہ ایک ایسا نظارہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کیا تھا۔ کہ جس سے انکی اپنی تکلیفوں کا اندازہ مقابلتہً ان کو معلوم ہوگیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان آیات کو پڑھتے تو فرماتے۔

اللھم انی اعوذ بک من جہد البلاء

وما ادرٰك الشقاءِ و سوءِ القضاءِ وقمات الاعداءِ۔

ان الّذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا الایۃ سابق کلام میں چونکہ خاص واقعات کا بیان تھا۔ اس لئے اس آیت شریفہ میں اسی قسم کے مظالم اور ان کے انتقام کو عام کہہ دیا۔ فتنہ کا لفظ ہر چھوٹے بڑے ابتلاء اور امتحان کے ہیں۔ آگ میں ڈالنا یہ بھی فتنہ ہے۔ یوم ھم علی النار یفتنون۔

ھل اتٰك حدیث الجنود فرعون و ثمود۔

فرعون۔ ثمود اور ان کے علاوہ اور اور جنود کفار کے اپنے وقت کے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کیساتھ جو مظالم برت کر مورد انتقام ہوئے۔ اصحاب اخدود کے ساتھ میں ان کو بھی بطور ضمیمہ کے یاد کر لو۔

واللہ من ورائھم محیط۔ وراء لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں۔ جسے کوئی پوشیدہ کرے یا کسی چیز کی اوٹ میں آجاوے۔ اور اس کا اطلاق پس و پیش دونوں پر آتا ہے۔ اور اس آیت میں بطور اشتراک معنوی دونوں معنوں کو شامل ہے۔ معنے آیت کے یہ ہیں۔ آگے پیچھے گھیر رہا ہے۔

بل ھو قراٰن مجید۔ فی لوح محفوظ۔ جو کوشش کہ قرآن شریف اور اسلام کے مٹانے کے لئے کی گئی تھی۔ اس کا اضراب بل کے لفظ سے کیا۔ اور قرآن کے لفظ میں فرمایا۔ کہ یہ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے اور درس تدریس میں آتا رہے گا۔ تختیوں۔ کاغذوں پر لکھا جایا کریگا۔ اور محفوظ و مصئون رہیگا۔ فالحمد للہ۔ کہ ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔

سورۃ الطّارق

والسّماء والطّارق۔ طرق کے لغوی معنے ٹھوکنے کے ہیں۔ اس سورۃ شریفہ میں نجم ثاقب کو اس لئے طارق فرمایا۔ کہ وہ شیاطین کو ٹھوک پیٹ کر کھدیڑتے ہیں۔ اور آسمان کے لئے محافظ ہیں۔ جبکہ ہر نفس کے محافظ ہیں۔ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صیانت و حفاظت بالاولیٰ ضروری ہے۔ راستہ ٹھوکنے پیٹنے سے اور اقدام کی رفتار سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے طریق کہلاتا ہے مسافر لوگوں کے رات کو سو رہنے کے بعد جو دروازہ کو کھٹکھٹاتے۔ وہ بھی طارق ہے ؛

غرض کہ سورۂ شریف کا موضوع
پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صیانت اور
حفاظت اور آپ کے اعداء کو آپ پر
حملہ کرنے سے ٹھوک پیٹ کر دفع کرنا سمجھا
جاتا ہے۔ اور یہ حفاظت وذب ودفاع
ظاہری اور باطنی دونوں طور سے منصور ہے۔

النجم الثاقب۔ ثاقب دور کا
ستارہ۔ ثریا۔ اور تمامی ستارے بھی مراد
ہو سکتے ہیں۔ کل اصحاب رض آپکی حفاظت
کے لئے نجم ثاقب تھے۔ بعض ستاروں
کے طلوع کے وقت بیماریوں کے اجرام
ان ستاروں کی تاثیر سے ہلاک ہوجاتے
ہیں۔ سب سے بڑا شیطانوں کو ٹھوک
پیٹ کر کھدیڑنے والا وجود نبی ہی کا
ہوتا ہے۔

خلق من ماءٍ دافق۔ دافق
سیال پانی۔ یکے بعد دیگرے متواتر گرنے
والے قطرے۔ دافق مدفوق کے معنوں
میں ہے۔ عربی کی بولی میں فاعل مفعول
کے معنوں میں کثرت سے بولا جاتا ہے۔
جیسے سرٌ کاتمٌ ای مکتومٌ۔ وفی
قوله۔ فی عیشة راضیة ای مرضیة
دفق کے معنے اس شعر میں حکم کے
ساتھ ہی کودتے پھاندتے فوراً چلے جانے
کے ہیں۔ قرآن شریف کی ماسبق آیات کا
ربط آیات ملحق سے یہ ہے کہ کفار جنہوں
نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل
اور ایذا اور مقابلہ کی ٹھان رکھی تھی۔
انکو توجہ دلائی اس طرف کہ غرور تکبر نبی
کے مقابلہ میں چھوڑ دیں۔ اور اپنی پیدائش
کو سوچیں کہ کس حقیر اور ناچیز قطرۂ آب
سے ہوئی ہے۔

یخرج من بین الصلب والترائب
ترائب کے معنے پستان کے صحیح نہیں
ہیں۔ اگر پستان مراد ہوتے۔ تو کوئی صیغہ
تثنیہ کا ہوتا۔ ترائب تریبہ کی جمع ہے
ترائب سینہ کے دائیں بائیں دونوں طرف
کی پسلیوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ دل
چونکہ صلب اور ترائب کے درمیان
واقع ہے اور دل سے شریانی عروق
پیوستہ ہیں۔ اور انہیں شریانی خون سے
منی پیدا ہوتی ہے۔ گو اوعیہ منی بیضتین
ہون جو فلٹر کا کام دیتے ہیں۔ مگر یہاں
تو ذکر مخرج کا ہے نہ کہ فلٹر کا) اس لئے
انسان کی حقیر پیدائش کا ذکر نہایت
تہذیب کے ساتھ کیا۔

کلام الملوک ملوک الکلام۔

انہ علیٰ رجعہ لقادر۔ ہر زمانہ
میں کوئی نہ کوئی مسئلہ مہتم بالشان ہوتا ہے
جیسے ہمارے اس زمانہ میں مسیح کی وفات

کے مسئلہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے شرک اور بُت پرستی کے علاوہ بعث بعد الموت کا سخت انکار کیا گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف میں رجعت یعنے بعث بعد الموت کا ذکر بار بار کیا ہی۔ اور شریروں کو عقوبت اُخروی سے ڈرایا ہے۔

یوم تبلی السّرائر۔ تُبلٰے بمعنے تظہر ہے۔ سرائر۔ سرّ کی جمع ہے۔ امتحان میں بھی مخفی استعداد ظاہر کی جاتی ہے۔ اس لئے بلاء امتحان کے معنے دیتا ہے معنی آیت کے یہ ہیں کہ اس دِن جو کچھ مخفی در مخفی طور پر کئے تھے۔ وہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔

والسّماءِ ذات الرجع۔ سماء بادل۔ رجع۔ بارش چونکہ بخارات سمندروں سے اور زمین سے اوپر چڑھکر بادلوں کی شکل میں مینہ بن کر واپس زمین ہی کی طرف لوٹتے ہیں اس لئے بادلوں کا نام سماء اور بارش کا نام رجع ہے۔

انّہٗ لقولٌ فصلٌ۔ انّہٗ کا مرجع قرآن شریف ہے۔ یا آسمانی بارش کے ذریعہ زمینی سرسبزی۔ دونوں ہی صحیح ہو سکتے ہیں۔

امھلھم رویدًا۔ امہال کے معنے مُہلت دینے کے ہیں۔ رویدًا۔ رود کی تصغیر ہے۔ امر کے معنے میں آیا کرتا ہے۔ جیسے نحوی اسم فاعل بمعنے امر سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے رُوَیدا زیدًا ای اُترکہٗ ودعہٗ۔

سبّحِ اسم ربک الاعلٰے۔

سبّح پاکی بیان کر۔ شرک وغیرہ کے عیوب سے اس کی تنزیہ کر۔ آیۃ شریف میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے سبُّوحیّت۔ ربُّوبیّت۔ اور علوشان۔ اس کے تحت میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تین پیشگوئیاں تھیں۔ جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔ آپ جنون افتراء وغیرہ عیوب سے پاک تسلیم کئے گئے۔ آپکی ربوبیّت مکّی زندگی کی ادنےٰ حالت سے تدریجًا یومًا فیومًا بڑھتی گئی۔ اور اعلےٰ ترین مقام پر یہاں تک پہنچائی گئی۔ کہ۔

ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا اور اتممت علیکم نعمتی کی آواز آپ نے سُن لی۔ روئے سخن پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ مگر مفہوم کے اعتبار سے ہر صادق راست باز کے لئے عام

الّذی خلق فسوّیٰ۔ والّذی
قدّر فھدیٰ۔ خلق۔ تسویہ۔ تقدیر
اور ہدایت ان چار باتوں کو علی الترتیب
علت اور معلول کے سلسلہ میں بیان
فرما کر حصول ترقی کے لئے راہ سمجھائی
ہے۔ روئے سخن صحابہ رضی اللہ تعالےٰ
کی طرف ہے۔ اور مفہوم کے اعتبار
سے ہر ترقی کے خواہاں کے لئے اس
میں ہدایت ہے۔

آیت الّذی خلق فسوّیٰ میں آریہ
کا رد ہے جو خلق عالم کا منکر ہے۔ اور
سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کچھ بھی پیدا
نہیں کیا۔ اس مضمون کو بلفظ دیگر قرآن
شریف میں یوں ادا فرمایا ہے۔ الّذی
اعطے کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ (۱۶/۱۱)
والّذی اخرج المرعیٰ۔ فجعلہ
غثآءً احویٰ۔ مرعیٰ۔ زمینی گھانس
پات سبز۔ غثا۔ خشک کوڑا کرکٹ۔ غثا
جمع ہے اس کا واحد غثاۃ آیا کرتا ہے۔
احویٰ۔ حوۃ سے مشتق ہے۔ سبزی
کے بعد کسی چیز کا سیاہ ہو جانا حوۃ ہی۔
پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے
صحابہ کے مقابلہ میں کفار کا جو انجام ہونے
والا تھا۔ ان دو آیتوں میں دکھلایا ہے
جو خس کم جہاں پاک کے مصداق ہو گئے۔

روئے سخن۔ ابو جہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ربیعہ۔
وغیرہ اس وقت کے کفار کی طرف ہے
مگر مفہوم کے اعتبار سے مصداق اس
کے ہر صادق راستباز کے معاند ہیں۔
انہیں کا وجود ان کے کھیت کے لئے
کھاد بن جاتا ہے۔

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شآء
اللہ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن
شریف جسے یاد ہے وہ اس کو پڑھتا
پڑھاتا رہے۔ اگر پڑھنے میں ڈھیل دے
دی گئی۔ تو وہ کھلے ہوئے اونٹ سے
بھی زیادہ تیزی کے ساتھ سینوں سے
نکل جاتا ہے۔

ان آیات میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے سلسلہ میں بتایا
کہ ہم تجھے پڑھائیں گے۔ اور تو کبھی نہیں
بھولے گا۔ جیسے پہلی آیتوں میں بتایا تھا
کہ ہر شے کو اللہ تعالےٰ نے ایسے فطرتی
قویٰ دیئے ہیں۔ جو اس کی تکمیل کے لئے
ضروری ہیں۔ ایسا ہی اس کو اس کے کمال
مطلوبہ تک پہنچنے کا طریق بتایا ہے پس
جس باوجود ہستی کو نور نبوت دیا جاتا ہے۔
ضرور ہے کہ اس کے قویٰ میں بھی وہی
قوت اور طاقت ہو۔ اور اس بار نبوت
کے اٹھانے کے لئے وہ ہمہ تن طیار ہو۔

اور ہر قسم کی مشکلات جو اس راہ میں پیش آویں۔ ان کے برداشت کرنے کا حوصلہ اور استقلال اس میں موجود ہو۔

الّا ما شاء اللّٰہ سے اگر کوئی مراد ہے۔ تو وہ باطل اور ارادہ و تدابیر شیطانی ہیں۔ جو آپ کی مخالفت کے لئے کی جاتی تھیں۔ یہ بھی گویا عظیم الشان پیشگوئی ہے اس کو واقعات سے ملا کر دیکھو کہ کس طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھایا گیا۔ وہ قائم رہا اور دنیا اس کو نہیں بھول سکتی۔ قرآن کریم کی وحی آج تک بھی اسی قوت و شوکت کے ساتھ زندہ اور محفوظ ہے۔

انّہٗ یعلم الجھر وما یخفٰی۔ یعنی یہ اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہے جو ظاہر اور مخفی تمام امور کا پورا علیم و خبیر ہے۔ پس یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس کے بعد ایک اور دلیل برنگ پیشگوئی فرمائی۔ کہ نیسّرک للیسرٰے یعنے تیرے ہر ایک کام میں سہولتیں اور آسانیاں پیدا کی جائیں گی۔ مکی زندگی جس عسر اور تنگی کی زندگی تھی وہ تاریخی اوراق سے عیاں ہے۔ لیکن بعد میں آپ کے لئے جس قدر سہولتیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ بھی ایک ظاہر امر ہے۔ ہر کام میں سہولت اور آسانی پیدا ہوگئی۔ اور اس طرح پر یہہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس کے بعد پھر ایک پیشگوئی فرمائی کہ آپ کا کام تذکیر ہے۔ آپ اس نصیحت کو لوگوں تک پہنچاتے جائیں یہ خالی از فائدہ نہ ہوگی۔ ضرور اپنا مفید نتیجہ پیدا کریگی۔

و نیسّرک للیسرٰی۔ مکی زندگی آپ کی جس قسم کی عسرت کی تھی۔ اس کو پیش نظر رکھ کر آپ کے عروج اور کمال تک نظر کی جاوے۔ تو آیت کا مفہوم خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی معنے ہیں۔ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لائے ہیں اس کی تعریف آپ نے یوں فرمائی ہے۔ ما بعثت بالیھودیّۃ ولا بالنصرانیّۃ ولکن بعثت بالحنفیۃ السمحیّۃ۔ یعنی افراط و تفریط اور رہبانیہ سے منزّہ سہل اور آسان دین کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے۔ سفر میں قصر ہے۔ عذر ہو تو تیمّم ہے۔ مسجد نہ ہو تو سب جگہ مسجد ہی مسجد ہے۔

فذکّر ان نّفعت الذکرٰی۔ اِنْ بمعنے قَدْ ہے۔ جیسے فرمایا۔ سبحان ربّنا ان کان وعد ربنا لمفعولا۔ ۱۵/۱۲ وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین ۲۸/۱۰ ان کے معنے ہر جگہ شرطیہ نہیں ہوتے۔ ان

دو مقام کے علاوہ قرآن شریف میں کثرت سے اِنْ قَدْ کے معنوں میں آچکا ہے۔ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سُنے یا نہ سنے وعظ و نصیحت کبھی ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ گوش زدہ اثرے دارد۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

فلاح کے لئے ظاہری و باطنی طہارت پراگندہ خیالات سے دلجمعی۔ ذکر و نماز و بالآخر دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ یہ باتیں ضروری ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے "مصفّٰے قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا"۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے جو ایم۔اے ہیں اعتراض کیا۔ کہ موتی تو کیڑے کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ حال کی تحقیقات کا مشاہدہ ہے۔ مگر جب ان کو توجہ دلائی گئی۔ کہ سیپ میں کیڑا کس چیز سے پیدا ہوتا ہے تو چونکہ ڈاکٹر تھے خاموش ہو گئے۔ ایک اور الہام حضرت صاحب کا ہے جس کو تزکیہ نفس اور ذکر سے تعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ عُرِضَ عَلٰى اَقْوَامٍ فَمَا دَخَلَ فِيْهِمْ وَمَا دَخَلُوْا فِيْهِ اِلَّا قَوْمٌ مُّنْقَطِعُوْنَ۔

سُورۂ الغاشیہ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔

حدیث الغاشیہ سے اکثر اہل تفاسیر نے قیامت کے حوادث مراد لئے ہیں۔ سلّمنا۔ مگر قرآن کریم کے اسلوب اور اس کے لٹریچر پر نظر کرنے سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ حدیث الغاشیہ قحط شدید تھا۔ جو سات سال تک بزمانہ نبوی واقع ہوا تھا ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ نے اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ۔ ان الفاظ سے دعا کی تھی۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا۔ کہ وہ قحط شدید پڑا جس کا ذکر سورۂ دخان میں ان الفاظ سے ہے۔ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ۲۵/۴۴ - اس سورۂ شریف کی پہلی آیتہ میں حدیث الغاشیہ ہے۔ اور سورۃ الدخان میں يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہے ۲۵/۴۴ -

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔

جب قحط شدید ہوتا ہے۔ تو فاقوں کی وجہ سے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ ذلت اور مسکنت چہروں پر چھا جاتی ہے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔ لوگ یوں ہو جاتے ہیں۔ کہ کھیتوں

زراعتوں کے پیچھے محنت کرتے تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔ مگر پیداوار کچھ نہیں ہوتی۔ محنت کرنا اور تھکنا ہی پلے پڑتا ہے۔

تصلی ناراً حامیۃ۔ تسقٰی من عینٍ اٰنیۃ۔ عذاب الجوع کی آگ سے شکم تنور ہو جاتا ہے۔ سرد پانی کہاں جو پینے کو ملے۔ کہیں دور دراز جگہ سے یا عمیق در عمیق چاہ سے لایا جاویگا۔ آنیہ لفظ انیا بمعنے تاخیر سے مشتق ہے دوسری جگہ فرمایا ہے یطوفون بینہا و بین حمیمٍ اٰن۔ پہاڑوں میں جہاں سے چشمے نکلتے بعض چشموں کا پانی نہایت سخت گرم ہوتا ہے۔ پیاسے کے لئے جس کی جان جاتی ہو یہی گرم پانی غنیمت سمجھا جاتا ہے۔

لیس لھم طعامٌ الا من ضریع ضریع ایک قسم کی گھاس ہے۔ جب تک پانی کی وجہ سے ہری رہتی ہے شبرق کہلاتی ہے۔ مگر جب سوکھ جاتی ہے۔ تو اسی کو ضریع کہتے ہیں۔ کانٹے دار اور بدبودار تلخ ہوتی ہے۔ تضرع اسی سے مشتق ہے۔ سورۃ المومنون رکوع چہارم (پ۱۸) میں فرمایا ہے۔ کہ قحط شدید میں ضریع کو کھاکر بھی تضرع نہیں کیا۔

لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ قحط کے مارے ہوؤں میں مٹاپا کہاں باقی رہتا ہے۔ جسم ایک پنجرے کی طرح ڈراؤنی شکل کا ہو جاتا ہے

وجوہٌ یومئذٍ ناعمہ۔ آیت ۸ سے ۱۶ تک مومنوں کے خوش و خورم اور متنعم رہنے کا بیان ہے۔ جن لوگوں کے شامل حال خداوند کریم کا فضل ہوتا ہے۔ اُن کے لئے ضرر کے سامان بھی ضرر رساں نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے شدید قحط پڑے۔ مگر جو فاتح قومیں تھیں قحط میں بھی وہ متنعم ہی رہیں۔

مکہ میں یہ آیات آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ اور اسی حالت میں اہل مکہ کو بتایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کو آج تم ایک بے کس اور بے بس انسان یقین کرتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ بہت جلد اسے نابود کردوگے مگر یاد رکھو کہ ایک وقت آتا ہے کہ اسکی قوت اور شوکت کا دائرہ وسیع ہوگا۔ اور تم سب اس کے زیر اقتدار ہوگے۔ اس وقت مخالفین عجیب گھبراہٹ کی حالت میں ہوں گے۔ اور وہ ذلیل ہوں گے۔ ایک آگ میں وہ داخل کئے جائیں گے۔ آگ سے مراد نار الحرب بھی ہوتی ہے۔

اور جہنم بھی۔ پس دنیا کی جنگ میں انکی ناکامی اور نامرادی نار جہنم کیلئے دلیل ہے۔

اُن کے بالمقابل ایک گروہ خوش و خورم ہوگا۔ اور اپنی تدابیر کے پورے ہونے اور مساعی میں خدا کے فضل سے کامیاب ہونے پر شاداں و فرحاں ہوگا۔ ان کے لئے باغات عالی مرتبہ ہوں گے۔ جن میں لغویات کو دخل نہیں۔ اسمیں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ اور تخت ہوں گے۔ کوزے آبخورے قرینہ سے رکھے ہونگے۔ قالین اور تکیے لگے اور بچھے ہوئے۔ غرض یہ تمام انعامات اس دنیا میں صحابہ کو ملے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ اس آیت شریف اور اس کے مابعد کی اور تین آیتوں میں صبر اور استقلال اور مصائب کیوقت یک رنگی کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اونٹ کا ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ بارکش اور نافع للناس وجود ہے۔

علیٰ ہذا القیاس نزول بلاء کے وقت اہل صفا آسمان کی طرف مرفوع الاحوال پہاڑوں کی طرح مستقل المزاج اور زمین کی کشادگی کی طرح وسیع الحوصلہ ہوتے ہیں۔

لست علیہم بمصیطر۔ مصیطر س اور ص دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ اس کے معنے جابر کے ہیں۔ نبی کا کام صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جو نہ مانے ان پر نبی جبر نہیں کیا کرتے۔

فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے عذاب کے علاوہ کوئی اور بھی عذاب ہے۔ جس کا نام عذاب اکبر رکھا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ولنذیقنہم ع
من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر

سورۃ الفجر !!

والفجر۔ ولیال عشر والشفع والوتر۔ والیل اذا یسر۔ صبح کا وقت دس راتیں۔ جفت اور طاق اور رات جبکہ رواں ہو پڑے ان پانچ اوقات متبرکہ و مخصوصہ کو واسطے اظہار ان کی عظمت کے بطور قسم کے یاد فرمایا۔

الم تر کیف فعل ربک بعاد

آیت نمبر ۶ سے نمبر ۱۴ تک اس میں اہل مکہ کو یہی سمجھانا مقصود ہے کہ تم اس مبارک اور محترم شہر میں ایسے عظیم الشان رسول کی مخالفت کر رہے ہو۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار اور سرتاج ہے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ تم ہلاک کر دیئے

جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ
کیسا عظیم الشان اعجاز ہے۔ کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کا
نام ونشان مٹا دیا گیا۔ اور مکہ معظمہ
میں ابدالآباد کے لئے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دشمن نہ رہنے دیا۔

ارم ذات العماد۔ ارم یا تو عاد
کے دادا عوص کے باپ کا نام ہے۔ یا
ارم ان کے شہر کا نام۔ دونوں مراد ہو
سکتے ہیں۔ یعنی اہل ارم۔ یہ لوگ سام
بن نوح کی اولاد سے تھے۔ ہود علیہ السلام
ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ طویل
القد بلند عمارتوں والے تھے۔

وفرعون ذی الاوتاد۔
کثرت لشکر اور ان کے خیموں اور خیموں
کے لوازم کی وجہ سے ذی الاوتاد فرعون
کی صفت بیان ہوئی۔ یا سزاء چومیخہ
اس کی عادت تھی۔

فصب علیہم ربک سوط
عذاب۔ ایسی سخت چابک جس سے
خون بہنے لگے۔ سوط کہلاتی ہے۔

ان ربک لبالمرصاد۔ مرصاد
صید کے لئے گھات کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ
عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اسکو گھات
یا تک اور نشانے کی ضرورت نہیں۔

لا تکرمون الیتیم میں یتیم کے
لفظ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف
اشارہ ہے۔ عام یتیم بھی اس سے
مراد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہتر
گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاوے
اور بدتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کو دکھ دیا
جاوے۔

یومئذ یتذکر الانسان وانی
لہ الذکری۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب رویت
عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار سے
ٹل جاتا ہے۔ اور یہی سنت اللہ ہے۔
مگر جب عذاب کی رویت ہو جاوے۔ تو
پھر توبہ استغفار وانابت الی اللہ بھی کام
نہیں پڑتے۔

یا لیتنی قدمت لحیاتی۔ حیات
موت کے بعد کی جاودانی زندگی کو کہا
گیا ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ الی آخر
السورۃ۔ ہر سورۃ کے ابتداء کو اس کے
آخر سے لطیف مناسبت ہوتی ہے سورہ
شریفہ کی ابتدائی آیات میں اوقات مخصوصہ
منجملہ ان کے عشرہ آخرہ رمضان المبارک
اور ان کے شفع اور وتر کا ذکر تھا۔ جن
میں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ تخلیہ ہو۔ اور
اطمینان قلب نہ ہو۔ تو وہ اوقات بابرکات

بھی مفید نہیں پڑتے۔

سورۃ البلد

لا اقسم بھذا البلد۔ مخاطب کے ما فی الضمیر میں جو امور مستبعد معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی نفی کے لئے کلمہ لا آیا ہے۔ یہی بلد ایک وقت ایک مقام غیر آباد غیر ذی زرع تھا۔ اور اب جس خدا نے اس کو بلد بنا دیا ہے اسی خدا کا منشاء ہے۔ کہ ایک یتیم بے سر و سامان کو بادشاہ بنا دے۔

وانت حلّ بھذا البلد۔ اور تو شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اس شہر میں محل ہونے والا ہے۔ یعنی نزول کرنے والا ہے۔

ووالد وما ولد۔ مکہ کے اُمّ القریٰ ہونے کی وجہ سے اہل مکہ اپنے کو اوروں کا والد سمجھتے تھے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ گویا یوں فرماتے ہیں کہ ہم تو رب والدوں کے بھی والد ہیں۔ بہتر نمونہ والد اور ولد کا حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ہیں۔

لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ اس چوتھی آیت لقد خلقنا الانسان فی کبد میں یہ ظاہر فرمایا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شاہانہ شان و شوکت ملے گی۔ وہ آپ کی محنتوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ ہے۔ اور کفار کو جو جان و مال کی تباہی دیکھنی پڑے گی وہ ان کی الٹی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہوگا۔

ایحسب ان لن یقدر علیہ احدٌ۔ لن نفی تاکیدی زمانہ مستقبل کے لئے ہے۔ اور یقدر کے ساتھ علیٰ کا لفظ ہے جو ضرر کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہوا کہ کفار کو شکست ہوگی۔

یقول اھلکت مالاً لُبداً۔ یقول صیغہ مضارع کا ہے۔ حال اور استقبال دونوں پر شامل ہے۔ مگر واقعات کے لحاظ سے مستقبل زمانہ کی طرف زیادہ تر توجہ دلاتا ہے۔ کچھ تو مال مخالفت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر چکے ہیں اور زیادہ تر اور بھی خرچ کر کے ناکام رہیں گے۔

ایحسب ان لم یرہٗ احد۔ گذشتہ ایحسب کے ساتھ لن تھا۔ اور اس ایحسب کے ساتھ لم ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ کہ کس کی کوششیں راہ صواب پر ہیں۔ اور کس کی کوششیں راہ خطا پر ہیں۔

الم نجعل لہٗ عینین۔ ولساناً وشفتین۔ وھدینٰہ النجدین۔

مکہ غیر ذی زرع مقام تھا۔ اس کا بلد بن جانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والد۔ حضرت اسمٰعیل ولد کی صدق و صواب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ آنکھوں سے دیکھو کہ یہ کعبہ باپ اور بیٹے دونوں کے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے۔ لسان اور شفتین سے زمزم کو پی کر دیکھو کہ یہی ان کو محن کے ایام میں اکل و شرب کا کام دیتا تھا۔ صفا اور مروہ کی دونوں ٹکڑیوں پر جاکر دیکھو کہ کس قدر پریشانی ان کو تھی۔ یہاں والد اور ولد کے ساتھ والدہ بھی شامل ہے یہ ایک تنگ اور دشوار گذار درہ تھا۔ جسمیں سے وہ تینوں علیہم الصلوٰۃ گذر گئے۔

فلا اقتحم العقبۃ۔ اقتحام کے معنے کسی خطرناک جگہ میں بغیر پس و پیش کو سوچے دھنس جانے کے ہیں۔

اس اقتحام عقبہ کو چند آیات میں ایثار نفس وغیرہ سے تعبیر کیا ہے ایثار جبھی ہو سکتا ہے جبکہ انسان اپنی تنگی کو قبول کرلے اور دوسرے کی راحت کو مقدم کردے۔ یہ ایک دشوار گذار گھاٹی ہے۔ دنیا کی مفتوح قومیں جب کبھی فاتح بن گئی ہیں۔ تو اسی اقتحام کی وجہ سے بن گئی ہیں۔

فی یوم ذی مسغبۃ۔ مسغبہ مصدر میمی ہے۔ سغب یسغب سغباً فھو ساغبٌ و سغبان۔ ساغب اور سغبان بھوکے کو بولتے ہیں۔

ثم کان من الذین اٰمنوا۔ اٰیہ ثم واسطے تاخیر کے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے ایثار نفسی کے کام کرنے سے جو مذکور ہوئے انسان مومن بن جاتا ہے۔

اولٰئک اصحٰب المیمنۃ۔ میمنہ یُمن سے مشتق ہے۔ یہ لوگ بابرکت ہو جاتے ہیں۔ بالیمین سے یعنے راستباز نامہ اعمال کو داہنے ہاتھ میں پانیوالے۔

ھم اصحٰب المشئمۃ۔ مشئمہ شامت اور بدبختی والے۔

علیہم نارٌ مؤصدۃٌ۔ موصدہ کے معنے مطبقہ کے ہیں۔ یعنے دوزخ کے دروازے اُنپر بند کردیے جائیں گے۔

سورۃ الشمس!

والشمس وضحٰھا۔ یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔

والقمر اذا تلٰھا۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے

والنھار اذا جلّٰھا۔ اور قسم ہے

دن کی جب اپنی روشنی کو ظاہر کرے۔

واللیل اذا یغشٰہا۔ اور قسم ہے رات کی جو بالکل تاریک ہو۔

والسّماءِ وما بنٰہا۔ اور قسم ہے رات کی اور اس کی جس نے اسے بنایا۔

والارض وما طحٰہا۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اُسے بچھایا۔

ونفسٍ وّما سوّٰہا۔ اور قسم ہے انسان کے نفس کی اور اس کی جس نے اسے اعتدال کامل اور وضع استقامت کے جمیع کمالات متفرقہ عنایت کئے۔ اور کسی کمال سے محروم نہ رکھا۔

فالہمہا فجورہا وتقوٰیہا قد افلح من زکّٰہا۔ وقد خاب من دسّٰہا۔

یعنے خدائے تعالیٰ نے نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت اور نورانیت ویرانی اور سرسبزی کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں۔ جو شخص ظلمت فجور یعنی بدکاری کی راہیں اختیار کرے تو اس کو ان راہوں میں ترقی کے کمال درجہ تک پہنچایا جاتا ہے اور اگر یہ پرہیزگاری کا نورانی راستہ اختیار کرتا ہے۔ تو اس نور کو مدد دینے والے الہام اس کو ہوتے ہیں۔

جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بکلی رزائل اور اخلاقِ ذمیمہ سے دست بردار ہو کر خدائے تعالیٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈال دیا وہ اس مراد کو پہنچ گیا۔ اور اپنا نفس اس کو عالم صغیر کی طرح کمالات متفرقہ کا جامع نظر آئے گا۔ لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا۔ بلکہ بے جا خواہشوں کے اندر گاڑ دیا وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہے گا۔

فقال لہم رسول اللّٰہ ناقۃ اللّٰہ وسقیٰہا۔ اس وقت کے رسول نے نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللّٰہ یعنے خدائے تعالےٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو۔ یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے۔ جو خدائے تعالےٰ نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللّٰہ سے مشابہت دینے کے لئے اس جگہ لکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ تا وہ ناقۃ اللّٰہ کا کام دیوے۔ اور اس کے حقانی القہر ہونے کی حالت میں خدائے تعالیٰ اپنی پاک تجلی کے ساتھ

اس پر سوار ہو۔ جیسے کوئی اونٹنی پر
سوار ہوتا ہے۔ سو نفس پرست
لوگوں کو جو حق سے مُنہ پھیر رہے
ہیں۔ تہدید اور انذار کے طور پر
فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح
ناقۃ اللہ کا سُقیا یعنے اس کے
پانی پینے کی جگہ جو یاد الٰہی اور معارف
الٰہی کا چشمہ ہے۔ جس پر اس ناقہ کی
زندگی موقوف ہے۔ اس پر بند کر
رہے ہو۔ اور نہ صرف بند بلکہ اس
کے پیر کاٹنے کے فکر میں ہو تا وہ خدائے
تعالیٰ کی راہوں میں چلنے سے بالکل
رہ جائے۔

فکذبوہ فعقروھا۔ یعنے
پیغمبرؑ کی نصیحت کی تکذیب کی۔ اور
صالحؑ کی اونٹنی کے پیر کیا کاٹے
اپنے ہی نفسوں پر چھُری پھیر لی۔
سو تم اگر اپنی خیر مانگتے ہو تو اس زندگی
کا پانی اس پر بند مت کرو۔ اور اپنی
بے جا خواہشوں کے تیغ و تبر سے
اس کے پیر مت کاٹو۔ اگر تم ایسا
کرو گے۔ تو وہ ناقہ جو خدا تعالےٰ
کی سواری کے لئے تم کو دی گئی ہے
مجروح ہو کر مر جائے گی۔ تو تم بالکل
نکمے اور خشک لکڑی کی طرح امتصوّر
ہو کر کاٹ دیئے جاؤ گے۔ اور پھر
آگ میں ڈالے جاؤ گے۔

ولا یخاف عقبٰہا۔ مگر انہوں
نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے سو اس
جُرم کی شامت سے اللہ تعالےٰ نے
ان پر موت کی مار ڈالی۔ اور انہیں
خاک سے ملا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے
اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ ان
کے مرنے کے بعد ان کی بیوہ عورتوں
اور یتیم بچوں۔ اور بے کس عیال
کا کیا حال ہو گا۔

سورۃ اللّیل

واللیل اذا یغشٰی۔ والنہار ۲
اذا تجلّٰی۔ وما خلق الذکر والانثٰی
ان سعیکم لشتّٰی۔

ماحصل ان چاروں آیتوں کا
ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نتائج
ہر کام کے اسی قدر نکلیں گے۔ جس
قدر کہ خیر یا شر کے وہ کام کئے گئے ہیں
دن رات کا کام نہیں دیتا۔ مرد جن
کاموں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں عورتوں
سے وہ کام نہیں ہوتے۔ عورتیں مردوں
کا کام نہیں دے سکتیں۔ ہر ایک کے مختلف
کام اپنے حسب حال مختلف نتیجے پیدا کرتے ہیں

من اعطی واتقی وصدّق
بالحسنیٰ۔ فسنیسّرہٗ للیسریٰ ۔
چندہ دینے والے متقی اور صادق کو قبول
کرنے والے اس دنیا میں بھی مشکلات
سے امن میں رہے۔ اور آخرت میں بھی امن
سے رہیں گے۔

واما من بخل واستغنیٰ۔
وکذّب بالحسنیٰ فسنیسّرہٗ للعسریٰ۔
جنھوں نے نہ مال خرچ کیا نہ تصدیق کی۔
ان پر ایسی عسرت پڑی کہ جو خوشحالی پہلے
تھی۔ وہ بھی جاتی رہی۔ جو رسائل اشاعت
دین کے نام سے نکلتے تھے وہ بھی بند ہو گئے۔

وانّ لنا للاٰخرۃ والاولیٰ مشکلات
کے وقت آسانی کی راہیں متقیوں کے لئے
سُجھا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اُولےٰ
یعنے دنیوی فتوحات اللہ تعالےٰ نے صحابہؓ
کو خوب دیں۔ انّ لنا سے اسی بات کی
طرف اشارہ ہے۔ اور یہ فتوحات دنیوی
آخرت کے لئے گواہ ٹھہریں۔

وسیجنبھا الاتقی۔ الاتقیٰ
سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔
جن کی مالی خدمات کا ذکر اس طور پر ہے
کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ
والسلام دونوں آپکی اس صفت کے
بیان کرنے میں متفق اللفظ واللسان ہیں

اور اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کسی خاص
سبب کا۔

الذی یؤتی مالہٗ یتزکّیٰ۔
یوں تو صحابہؓ میں سے ہر ایک نے بقدر اپنی
طاقت اور وسعت کے عسرت کے ایام
میں خدمات کیں۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی مالی خدمات کی نسبت پیغمبر
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما نفعنی مال احدٍ قط ما
نفعنی مال ابی بکرؓ۔ یعنے جس قدر
ابی بکرؓ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا اس
قدر کسی اور کے مال نے مجھے نفع نہیں
پہنچایا۔ اور یہ انفاق فی سبیل اللہ آپ کا
محض لوجہ اللہ تھا کسی کے احسان کا بدلہ
اُتارنے کے طور پر نہیں تھا۔

وما لاحدٍ عندہٗ من نعمۃٍ
تجزیٰ۔ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ
ولسوف یرضیٰ۔ تقدیر عبارت کی
یوں ہے۔

یؤتی مالہٗ یتزکّیٰ۔ لابتغاء
وجہ ربہ الاعلیٰ۔ یعنے وہ التقیٰ دیتا
ہے مال کو تزکیہ نفس کے لئے صرف
ربّ کی رضا کی خاطر۔

وما لاحدٍ عندہٗ من نعمۃٍ
تجزیٰ۔ اور نہ کسی کا اس پر احسان تھا۔

جس احسان کا بدلہ اُتارنے کے لئے وُہ الاتقیٰ اپنا مال دے رہا ہے۔

سورۃ والضحیٰ!

والضحٰی۔ والّیل اذا سجٰی۔
ضحٰے کے معنے سخت روشنی کے ہیں۔ اور لیل سجٰے کے معنے سخت اندھیرے کے ہیں۔ یہ دونوں کلمے ایک دوسرے کے متقابل بیان ہوئے ہیں۔ تمہیدی طور پر ان دو کلموں کو قسمیہ شہادت کے طور پر ذکر فرمایا۔

ما ودّعک ربک وما قلٰی۔
ودّع کے معنے دوستی کو وداع کرنے اور قطع محبت کر دینے کے ہیں۔ قلٰی بمعنی عداوت دشمنی۔ بیزاری۔

چند روزہ فترۃ وحی کی وجہ سے ابوسفیان کی بہن نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ یوں کہا تھا۔ کہ ماارٰی شیطانک الا قد ترکک۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوا۔ اور یہ آیتیں تسلّی بخش نازل ہوئیں۔

وللاٰخرۃ خیرٌ لک من الاولٰی۔
آیت شریف میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوماً فیوماً۔ ساعۃً بعد ساعۃً بے پایاں لا انتہا ترقیات کا ذکر ہے۔ ہر اگلا قدم آپ کا پچھلے قدم سے بڑھ کر رہا۔ اُمت کے جس قدر حسنات ہیں۔ جس قدر درود شریف دنیا میں آپ پر پڑھا جا رہا ہے۔ کسی دوسرے بانی مذہب کے لئے اس قدر دعائیں نہیں کی جاتیں؛

ولسوف یعطیک ربک فترضٰی۔
سورۃ الفتح اور سورۃ الکوثر سے بڑھ کر اور کوئی تفصیل اس آیت کی کیا ہو سکتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک ایک بھی اُمتی میرا دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا؛

اس سورۃ شریف کے ابتداء سے اخیر تک ایک عجیب طور پر لف ونشر بیان ہوا۔ آیات ۳ و ۶ و ۹ ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اور آیات نمبر ۴ و نمبر ۷ و نمبر ۱۰ ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں۔ اور آیات نمبر ۵ و نمبر ۸ و نمبر ۱۱ ایکدوسرے کے بالمقابل ہیں۔ یہ بھی بتا دیا۔ کہ ضال کے معنے سائل یعنے سالک راہ طریقت کے ہیں۔ لاتقہر کے معنے یہ ہیں کہ اس پر ہمیشہ دباؤ نہ ڈالتے رہو۔ اس کے مال میں اسے مقہور نہ کرو۔

ایک زمانہ ماموروں اور مرسلوں اور ان لوگوں پر جن کے ساتھ مکالمات الٰہیہ کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ آتا ہے اور اس سے

غرض اللہ تعالیٰ کی یہ ہوتی ہے کہ تا انکو محبت کی چاشنی اور قبولیت دعا کے ذوق سے حصہ دے۔ اور ان کو اعلےٰ مدارج پر پہنچاوے تو یہاں جو ضحےٰ اور لیل کی قسم کھائی ہے اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مدارج عالیہ اور مراتب محبت کا اظہار ہے۔ اور آگے پیغمبر خدا کا ابراء کیا کہ دیکھو دِن اور رات جو خدا نے بنائے ہیں۔ ان میں کس قدر وقفہ ایک دوسرے میں ڈالدیا ہے۔ ضحیٰ کا وقت بھی دیکھو۔ اور تاریکی کا وقت بھی خیال کرو۔ ما ودّعک ربک۔ خدا تعالےٰ نے تجھے رخصت نہیں کردیا۔ اس نے تجھ سے کینہ نہیں کیا بلکہ ہمارا یہ ایک قانون ہے۔ جیسے رات اور دن کو بنایا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ایک قانون ہے کہ بعض وقت کو بند کردیا جاتا ہے۔ تاکہ ان میں دعاؤں کے لئے زیادہ جوش پیدا ہو۔ اور ضحےٰ اور لیل کو اس لئے بطور شاہد بیان فرمایا ہے۔ تا آپ کی امید وسیع ہو۔ اور تسلّی اور اطمینان پیدا ہو۔

سورۃ الانشراح

آیت ۱۔ الم نشرح لک صدرک
شرح صدر ایک کشفی کیفیت تھی۔ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نمودار ہوئی تھی۔ جبکہ آپکی عمر شریف دس سال سے کچھ اوپر تھی۔ اور بعد میں نبوت کے زمانہ میں بھی دوبارہ وہ کشفی اور روحانی معاملہ شرح صدر کا آپؐ سے کیا گیا۔ ظاہری اثر اس کا آپ پر یہ تھا۔ کہ جو وسیع الحوصلگی آپؐ کی تھی۔ اسکی نظیر اوروں میں تو کیا اولوالعزم نبیوں میں بھی پائی نہیں جاتی۔

ووضعنا عنک وزرک۔ سینہ کی تنگی یہ سب سے بڑھ کر وزر انسان پر ہوتا ہے۔ عالی ہمّتی اور فراخ حوصلگی کے برابر سبک دوش رکھنے والی انسان کے لئے کوئی دوسری چیز نہیں۔

ورفعنا لک ذکرک۔ اذان میں کلمہ شہادت میں اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ آپؐ کا بھی نام تمامی دنیا میں بلند آوازوں سے پکارا جارہا ہے۔

فانّ مع العسر یسراً۔ انّ مع العسر یسراً۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ لن یغلب عسرٌ یسرین۔ یعنے ایک سختی دو آسانیوں پر کبھی غالب نہیں آئیگی۔ اگرچہ عسر کا لفظ بھی دوبار ہے اور یُسر کا لفظ بھی دوبار ہے۔ مگر العسر معرّف باللام مکرر ہے اور وہ معرف ہونے کی وجہ سے ایک ہی ہے۔ اور یسر

نکرہ دو بار ہے۔ اس لئے دو یُسر الگ
الگ مراد ہوں گے:

فاذا فرغت فانصب۔ والیٰ
ربک فارغب۔

یہ سنّت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی ہے۔ کہ ظاہری کوشش اور محنت کے
ساتھ باطنی عقد ہمّت دعا اور توجہ الی اللہ
ان کا کام ہوتا ہے۔ محنت ہو۔ کوشش
ہو۔ مگر دعا نہ ہو۔ کام ناتمام ہے۔ اسی
طرح صرف دعا ہی دعا ہو مگر کچھ محنت نہ
ہو پھر بھی کام ناتمام ہے۔

سورۃ التّین

والتّین والزّیتون۔ تین اور
زیتون۔ ان دو چیزوں کو قسمیہ بطور شہادت
کے اس لئے بیان کیا کہ علاوہ غذا کے
جسمانی امراض کے لئے بھی بطور دوا کے
یہ دونوں چیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔
کبھی طبیب تین تجویز کرتا ہے۔ تو کبھی
تبدیل نسخہ کے لئے زیتون مفید سمجھتا ہے۔

وطور سینین وھذا
البلد الامین:

ایک زمانہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
نبوتوں کے توسط سے اپنے تخت کو بنی اسرائیل
کے لئے طور سینین اور ملک شام کی طرف
بچھایا۔ اور اب دوسرے زمانہ میں اپنی
حکمت اور مصلحت کی بناء پر بنی اسمٰعیل
اور تمام دنیا کے لئے اپنے تخت کو محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے
بلد اللہ الامین میں تجویز فرمایا۔

احسن تقویم کے لفظ میں یہ
بیان فرمایا ہے۔ کہ ذرا سی بے اعتدالی
سے انسان تقویم کے اعتدال سے یکسُو
ہو کر جسمانی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔
تین یا زیتون کا نسخہ تجویز کرنا پڑتا ہے
ایک سے اچھا نہ ہو تو دوسرا بدلنا پڑتا ہے
یہی حال روحانیت کی تقویم کا بھی ہے۔
کہ گناہوں میں مبتلا ہو کر انسان اسفل
السافلین میں جا گرتا ہے۔ رد دنٰہ میں
یہ اشارہ فرمایا کہ بادشاہیاں چھن جاتی ہیں
محتاجیوں کے قعر میں جا پڑتے ہیں۔
نبوتیں منتقل ہو جاتی ہیں۔ ایک قوم نالائق
ہوتی ہے۔ تو محروم رکھی جاتی ہے اور
اس کی جگہ اللہ تبارک وتعالےٰ دوسری
قوم کو منتخب فرماتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل
اور بنی قیدار کا حال ہوا۔

الا الّذین اٰمنوا وعملوا الصّلحٰت
فلھم اجرٌ غیر ممنون۔ یہ استثنار
بڑا ضروری تھا۔ اور اس بات کی طرف
اشارہ کر رہا ہے کہ نئی نبوت کے قائم

ہونے کے وقت پورا نے نبی کے متبعین
اگر موجودہ زمانہ کے مُرسل کو بھی قبول کر لینگے
تو ان کا اجر ممنون یعنی منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ
دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یؤتکم
کفلین من رحمتہ ۲۸/۲۰ یعنی دوہرے
اجر ملیں گے۔ اگلے بھی اور پچھلے بھی۔

معنے دین کے جزا سزا کے ہیں۔

سورۂ شریفہ بہت چھوٹی ہے۔ مگر ایک
ایک لفظ سے اشارات یہ پائے جاتے ہیں
ہیں۔ کہ انتقال نبوت بنی اسرائیل سے
بنی اسمٰعیل میں جو ہُوا۔ تو حق اور حکمت
کے ساتھ ہُوا۔ بے وجہ نہیں ہُوا طبیب نے
نسخہ تبدیل کیا تو سوچ سمجھ کر ہی کیا۔

فما یکذبک۔ اب اے نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم تیری تکذیب سے انکو کیا
فائدہ؟ جبکہ جزا سزا۔ یا یوں کہو کہ مرض
کی دوا موافق طبیعت کے ملی ہے۔

حاکموں پر جو حاکم ہوتا ہے۔ اس
کا یہی کام ہوتا ہے۔ کہ حکمت اور مصلحت
کی بناء پر ماتحت حکومتوں کو بدلدے۔

حضرت مسیحؑ کا پتہ تین اور زیتون
سے دیا گیا ہے۔ وہ پہاڑ جس پر یروشلم
آباد ہے اس کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک
کو اب تک زیتون کی پہاڑی کہتے ہیں۔
اور دوسرے کو تین کہتے ہیں۔ اور ساعیر

ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ سو تین
اور زیتون کے ذکر سے حضرت مسیحؑ کی
جائے ظہور کا پتہ دینا منظور ہے۔ کیونکہ
زیتون پہاڑ کے پاس مسیحؑ نے ایک
گدھے کا بچہ منگوایا تھا۔ اور اس کے
ذریعہ سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشگوئی
کو ظاہر کیا تھا۔ (دیکھو لوقا ۱۹ باب ۳۰ متی
۲۱ باب ۱ متی ۱۱ باب ۱) اور تین پہاڑی کے
پاس جس کو تین اس وجہ سے کہتے ہیں۔
کہ وہاں انجیر کے درخت تھے) حضرت
مسیحؑ نے ایک معجزہ ظاہر کیا تھا (دیکھو
مرقس ۱۱ باب ۱۲) اور انجیر کا نشان دینے پر
ایک شخص ایمان لایا۔ (یوحنا ا باب ۴۸)
طور سینا پر حضرت موسےٰؑ کو خدا
کی طرف سے احکام ملے۔ اور ان پر تجلی
الٰہی ہوئی۔ امن والا شہر یعنے مکہ معظمہ
دشت فاران میں ہے۔ کیونکہ حضرت
اسمٰعیلؑ اور بی بی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم
علیہ السلام اسی سرزمین میں چھوڑ گئے تھے
(دیکھو پیدائش ۲۱ باب ۲۱) اس دشت
سے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم جلوہ گر ہوئے اور دس ہزار قدوسیوں
کے ساتھ فتح مکہ کے دن مکہ میں تشریف
لائے۔ اور ان کے ہاتھ میں آتشی شریعت
تھی:

پس تین وزیتون طور سینین بلد الامین (یعنی شہر مکہ) تین عظیم الشان انسانوں کی یادگاریں ہیں۔ جنکی ستائش ہزارہا سال سے تمام عالم میں ہو رہی ہے۔ یہ بات اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے۔ اور روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے اس کو اعلےٰ سے اعلےٰ خلقت عطاء ہوئی ہے۔ جن کے نمونے یہ تینوں برگزیدہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور جن کی تبلیغ سے ہر ایک انسان اپنی فطرت پر قائم اور فطری نقشے پر جا سکتا ہے مگر بدعملی اور بے ایمانی کیوجہ سے یہی انسان ایسا خراب ایسا بد اور ایسا غلیظ ہو جاتا ہے کہ ارذل ترین حیوانات سے بھی پرے جا رہتا ہے۔ ہاں جو لوگ ایمان اور اعمال صالح پر قائم ہیں۔ اور اس تنزل اور فساد سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ اجر غیر منقطع حاصل کرتے ہیں:

سُورۃ العلق

اقرأ باسم ربك الذی خلق

یہ پہلے الفاظ ہیں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہوئے۔ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیئے۔ خلق کے بعد ربوبیت لازمی اور ضروری ہے ظاہری جسمانی پرورش سے پرورش روحانی مقدم ہے۔ رب کے لفظ میں یہہ بھی سمجھایا۔ کہ آپؐ کے روحانی نشو ونماء کا یہ پہلا اور ابتدائی قدم ہے۔ جو بتدریج ترقی کر کے آپکو عظیم الشان بناویگا۔

خلق الانسان من علق۔ علق بغیر ہڈی کے گوشت کے کیڑے کو کہتے ہیں۔ انسان کی پیدائش کی ابتدا اس باریک کیڑے سے ہوتی ہے۔ جو نطفۂ منی میں ہوتا ہے۔ جس کو ڈاکٹری اصطلاح میں **سپرموٹوزہ** کہتے ہیں۔ ربوبیت کی ابتدائی کیفیت اور علق کی ابتدائی کمیت مساوی الحال ہوتے ہیں۔

اقرأ وربك الاکرم۔ اکرم کے لفظ میں پیشگوئی فرمائی۔ کہ آپؐ مکرم معظم ہو جاویں گے۔

الذی علم بالقلم۔ عرب ایک ایسا جزیرہ نما تھا۔ کہ اسلام سے پہلے کوئی تاریخ نہیں بتا سکتی۔ کہ وہاں سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی ہو۔ ایسی عظیم الشان ربوبیت ہوئی۔ کہ اسلام کی کتابوں کو اب کوئی گن بھی نہیں سکتا ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

اِنَّ الْاِنسان لیطغیٰ۔ اَنْ رّاٰہ استغنیٰ۔

اب یہاں سے ذکر مخالف کا چل پڑا۔ معلوم ہؤا کہ نبی کے ساتھ مخالف کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہؤا کہ مخالفت کرنے والے بڑے اغنیاء ہی ہوتے ہیں؛

اَرَءَیْتَ اَرَءَیْتَ فرما کر ایک ہی سیاق سے اپنے نبی اور مخالف کو مخاطب فرمایا ہے۔

لنسفعًا بالناصیۃ۔ سفع کے معنے زور سے کھینچنے اور گھسیٹنے کے ہیں۔ ناصیہ۔ پیشانی اور مقدم راس کے بال۔ غیظ وغضب کے وقت پیشانی پر بل ڈالکر نہایت ڈراؤنی شکل سے انسان اس کو گھورتا ہے۔ جس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے؛

یہ حرکت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوجہل نے کعبہ میں کی تھی۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ اس لئے یہ پیشگوئی اس کے حق میں بدر کے دن پوری ہوئی۔ کہ ناصیہ سے پکڑ کر گھسیٹ کر گڑھے میں اس کی لاش کو ڈالدیا گیا۔

نادی سے اہل نادی مراد ہیں اور نادی کے معنے مجلس کے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ وتاتون فی نادیکم المنکر۔ مکہ کے دارالندوہ کو اس لئے نادے کہا کہ اس میں مشورہ کرنے کے لئے لوگوں کو پکار کر بلایا جاتا تھا۔

زبانیۃ۔ زبن سے مشتق ہے۔ جس کے معنے دفع کے ہیں۔ جن اور انس میں سے ہر متمرد شخص کو زبنیہ کہتے ہیں۔ پہلا مقابلہ نادیہ اور زبانیہ کا اسلام میں بدر کے دن ہؤا۔

واسجد واقترب۔ قرآن کریم کے سجدات تلاوت میں سے یہ آخری سجدہ ہے۔

سورۃ القدر

اِنَّآ انزلنٰہُ فی لیلۃ القدر۔

لیل ظلمت اور قدر دال کے سکون کے ساتھ بمعنے مرتبہ۔ یہ دونوں صفتیں اس جگہ اکٹھی کی گئی ہیں؛

لیل وہ ظلمت کا زمانہ ہے۔ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا جس کو عام طور پر ایام جاہلیت کے نام سے موسوم

کرتے ہیں۔ اور قدر دال کی سکون کے ساتھ وہ قابل قدر زمانہ ہے جس زمانہ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شروع ہوئی۔ اور اسکی مدت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سے ۲۳ سال کی مدت تھی جس میں ابتداء الیٰ آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ ایک طرف ظلمت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابل قدر زمانہ شروع ہوا۔ اس لئے یہ متضاد صفات لیل اور قدر یہاں آکر اکٹھے ہو گئے ؛

لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی سال تو رمضان شریف میں لیلۃ القدر ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی۔ نہیں بلکہ بالیقین رمضان شریف میں ہر سال کسی نہ کسی طاق رات میں لیلۃ القدر ضرور ہوتی ہے۔ خواہ ستائیسویں (۲۷) کو ہو یا اکیسویں (۲۱) کو۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپ کی بعثت کے انوار پوری آب وتاب کے ساتھ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر تک تھے۔ ہزار مہینے گذرنے تک دنیا نے ظلمانی حالت پھر اختیار کر لی۔

اور پھر وعدہ الٰہی لیلۃ القدر خیر من الف شھر کا پورا ہوا۔ فھلم جرا۔ اسی طرح سے ہر ہزار مہینے کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے اس قرآنی وعدے کے بموجب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تجدید کے لئے ہر صدی پر جو قریباً ہزار مہینے کے بعد آتی ہے مجدد دین کو نازل فرماتا رہا۔ ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ حدیث نبوی اور آیت قرآنی دونوں متفق ہو گئے ؛

تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام۔ من کل امر کے معنے لکل امر ہیں۔ ہر کام کی سلامتی سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی سے زمانہ نے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی ترقیات کا رنگ پکڑ لیا۔ سائنس کی نت نئی تحقیقات اور ان کی ایجادیں دنیوی اعتبار سے من کل امر سلام کی طرف مصداق ہو رہی ہیں تو دین اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی دوسرے پہلو پر من کل امر سلام کو دکھلا رہی ہیں۔ ہر کارے و ہر مردے

رمضان شریف کی لیلۃ القدر میں جو نزول
ملائکہ ہوتا ہے وہ بھی بجائے خود مسلّم
و متیقن ہے۔ اور صدی کے راس پر
جو نزول ملائکہ ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے
تاثیرات و شواہد کی رو سے مشہود
و مرئی ہے۔

لم یکن الذین کفروا من
اھل الکتاب والمشرکین منفکین
حتےٰ تاتیھم البینۃ۔ لم یکن
منفکین کے معنے یہ ہیں۔ کہ اہل کتاب
کے تمامی فرقے اور مشرکین کے تمامی
فرقے شرک اور بُت پرستی کے اغلال
سے کبھی جُدا ہونے والے نہ تھے۔
اگر بیّنہ نہ آتی۔ آگے بیّنہ کے معنے خود
ہی بیان فرما دیئے۔

ماتفرق الذین اوتوا الکتاب
الا من بعد جاءتھم البینۃ۔ حکم
و عدل کی بات کو بھی لوگ بغیًا بینھم
کی وجہ سے نہیں مان لیا کرتے۔ آیت
شریفہ میں دو اگلی نظیریں موجود ہیں۔
اہل کتاب نے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم سے پیشتر بھی بیّنہ آنے پر تفرقہ
کیا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
کے وقت کے تفرقہ کو تو نظیر ہی اگلے
تفرقہ کی بتلایا ہے اذا تثنّی فتثلث
جو دو نظیریں موجود ہیں۔ تو تیسری
نظیر کیوں نہ قائم ہو؟

مخلصین لہ الدین حنفاء
حنیف کے معنے خود ہی اسجگہ مخلص
موجود ہیں۔ دوسری جگہ حنیفًا و ما
انا من المشرکین فرمایا ہے۔ یہاں
بھی عدم شرک جو اخلاص کے مترادف
ہے۔ حنیف کی صفت بیان ہوئی ہے۔

شرّ البریۃ۔ خیر البریۃ۔
بریّہ اور برایا دونوں کے ایک
معنے ہیں۔ یعنے مخلوق۔ برا۔ خلق۔ باری
خالق کے خداوند تعالیٰ کا صفاتی نام ہے

خالدین فیھا ابدًا رضی اللہ
عنھم ورضوا عنہ۔
جو وعدے صحابہ کو دیئے گئے
تھے وہ صرف آخرت ہی کے نہیں تھے۔
بلکہ دنیا اور آخرت دونوں ہی کے تھے۔
دنیا کے انہار صحابہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہم کے لئے جیحون۔ سیحون۔ دجلہ اور
فرات تھے۔ ابدًا کی شہادت اس وقت
تک کے قبضہ سے موجود ہے۔ آیت
۷ میں امنوا و عملوا الصالحٰت فرمایا
ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اعمال صالحہ
کی کمزوری جس قدر ہوگی۔ اسی قدر ان انہار
و جنات وغیرہ کے قبضہ میں بھی کمزوری واقع

ہوگی۔ اہل شیعہ پر بھی یہ آیت شریف حجت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال اگر اعمال صالحہ نہ ہوتے۔ تو یہہ انہار و جنات ان کو کس طرح ملتے رضی اللہ تعالےٰ عنہم و رضوا عنہ۔ آگے فرمایا۔ کہ ذالک لمن خشی ربہٗ۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم غاصب نہیں تھے۔ خشیۃ اللہ ان میں کسب سے بڑھ کر تھی

سورۃ الزلزال

اذا زلزلت الارض زلزالھا۔ واخرجت الارض اثقالھا۔ وقال الانسان مالھا۔

زمینی تزلزل اور اخراج اثقال کے معنے دو طرح پر ہیں۔ ایک تو قیامت کو زمین کا سخت بھونچال ہونا اور تمامی مدفونوں کا باہر نکلنا۔ اور دوسرے معنے یہ کہ الارض سے مراد اہل ارض ہیں۔ جیسا کہ فلیدع نادیہٗ میں نادی سے اہل نادی مراد ہیں۔

زلزلت زلزالھا سے مراد ہی کہ خوب زور شور کی جنبشیں اہل ارض میں پیدا ہونگی۔ دراصل اس سورۃ شریف کے الفاظ سورۃ القدر کے بیان کے مفسر ہیں۔ سورۃ القدر میں فرمایا تھا کہ تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم۔ یعنی قابل قدر زمانہ میں فرشتوں کا نزول کثرت سے ہوگا۔ اور الروح جو فرشتوں کے سردار ہیں۔ ان کا بھی نزول ہوگا۔ اس جگہ آیت نمبر ۲ میں اخرجت الارض اثقالھا فرماکر یہ ظاہر فرمایا کہ فرشتوں ہی کی تحریکات سے اہل ارض زمین سے ہر قسم کے اثقال باہر نکالدینگے یہ اثقال معدنیات کے قسم سے بھی ہیں۔ اور علوم و فنون کے قسم سے بھی ہیں تیسری آیت میں جو قال الانسان مالھا ہے۔ اس سے زیادہ تر رجحان اسی بات کا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعات قبل از قیام ساعت دنیا ہی میں ہونیوالے ہیں۔ کیونکہ انسان کا استعجاب سے مالھا کہنا۔ دنیوی روز افزوں ترقیات و عجائبات کے ظہور کی وجہ سے ہوگا۔ آخرت میں بعث بعد الموت کے وقت تو تمامی امور سب پر حق الیقین کے طور پر کھل جاوینگے۔ اس وقت انسان تعجب کا کلمہ نہیں کہے گا۔ بلکہ یالیتنی قدّمت لحیاتی کہے گا۔

یومئذٍ تحدّث اخبارھا۔ بانّ ربّک اوحیٰ لھا۔

اہل ارض جس قدر اپنے اخبار اس

وقت شائع کر رہے ہیں۔ وہ ظاہر ہے جس
قدر باریک در باریک علوم و فنون
اہل ارض اس وقت ظاہر کر رہے ہیں۔
یہ ملائکۃ اللہ ہی کی تحریک کے نتائج ہیں۔

یومئذٍ یصدر النّاس اشتاتاً
لیروا اعمالھم۔ صدور ضد ہے
ورود کا۔ ماحصل آیت کا بلفظ دیگر یہ
ہے۔ کہ کُلّ اناءٍ یترشح بما فیہ۔
ہر برتن سے وہی چیز ٹپکے گی جو اس ظرف
میں ہوگی۔ خداوند تعالےٰ کی طرف سے
ملائکۃ اللہ کے ذریعہ سے وحی تو ہوئی
مگر ہر چہ گیرد علّتی علّت شود۔
کے قاعدہ کے بموجب دابۃ الارض یعنے
زمینی کیڑے سفلی علوم کی ترقی کی طرف
جھک پڑے۔ اور خداوند تعالےٰ کے
پاک روحوں کو پاک روح کے نزول
سے ایسے حقائق معارف کھلے کہ جو دین
اور دار آخرت کے لئے مفید ہیں صدور
جس کے معنے لوٹنے کے ہیں۔ اس سے
مراد ملائکۃ اللہ کے اثر سے متاثر ہو کر
مخفی استعدادوں کو مکمن قوہ سے حیز فعل
میں لانے کے ہیں۔ یہی لوگوں کا صدور
اور ان کا لوٹنا ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرّۃٍ
خیراً یرہٗ۔ ومن یعمل مثقال ذرّۃٍ
شرًا یرّہٗ۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نے ان دونوں آیتوں کو جامعۃ فاذّہ
فرمایا ہے۔ ہر نیکی بدی کے تولنے کے لئے
یہ کانٹے کی میزان ہے۔ مثقال ترازو
کے بٹے کے وزن کا نام ہے۔ اور ذرہ
بہت ہی کم مقدار چیز ہے۔ جزا و سزا
بھی انسان کو ہر وقت ملتی رہتی ہے۔
اگر غور کرتا رہے تو بات سمجھ میں آجاتی
ہے۔ کہ فلاں عمل کی یہ جزا ملی اور فلاں
کی یہ۔ نامۂ اعمال کے جزا و سزا کا حال
بھی آنکھ کے بند ہونے پر معلوم ہو جائیگا۔

والعٰدیٰت ضبحًا۔ عادیہ کی
جمع عادیات ہے۔ عادیہ عدو سے مشتق
ہے۔ عدو کے معنے دوڑنے کے ہیں۔
جمع میں ۃ۔ یٰ سے بدل گئی۔
ضبح گھوڑے کی اس آواز کو کہتے
ہیں۔ جو دوڑنے کے وقت اس کے حلق
و سینہ سے نکلتی ہے۔ یہ وفاداری کا
پہلا قدم ہے۔

فالموریٰت قدحًا۔ ایرا کے
معنے آگ نکالنے کے ہیں۔ بیچارہ بے
زبان محبت کی آگ کس ذریعہ سے نکالے؟
پتھریلی زمین میں ٹھوکریں کھا کر نعل
در آتش ہو کر آگ جھاڑتا ہے۔ اور
اپنے سوار کو وفاداری دکھلاتا ہے۔ یہہ

وفاداری کا دوسرا قدم ہے۔
فالمغیرات صبحًا۔ مالک کے
دشمن پر رات بھر کی دوڑ کا تھکا ہوا صبح
کے وقت جا پڑتا ہے۔ یہ وفاداری کا
تیسرا قدم ہے۔ غارہ چھاپہ مارنے
کو کہتے ہیں:
فاثرن بہٖ نقعًا۔ نقع کے معنے
گرد وغبار کے ہیں۔ اور اثار اسکا اُڑانا
ہے۔ یہ وفاداری کا چوتھا قدم ہے
فوسطن بہٖ جمعًا۔ عادیات
موریات وغیرہ ہر فعل کو جمع کے صیغہ
سے بیان فرما کر آخر میں بھی جمعًا فرمایا
اس تاکید میں یہ اشارہ ہے۔ کہ جس
جماعت کا شیرازہ کمزور ہے وہ جماعت
فاتح نہیں ہو سکتی۔ پانچواں قدم وفاداری
کا یہ بیان ہوا ہے کہ میدان جنگ کے
وسط میں تلواروں اور نیزوں کی زد
کے نیچے یہ گھوڑے اپنے مالک کو پشت
پر سوار لئے ہوئے بیٹھ جاتے ہیں۔
پھر آگے وفاداری وجان بازی کے جو
کچھ حرکات اس شریف الطبع بے زبان
جانور سے صادر ہوتے ہیں۔ انکو ان
کے سوار ہی خوب جانتے ہیں۔
انّ الانسان لربہٖ لکنود۔
یہ چھٹی آیت جواب قسم ہے۔ کنود کند

سے ماخوذ ہے۔ اور کند کے معنے قطع
کرنے کے ہیں۔ رسّی کے کاٹ دینے کو
کند الحبل کہتے ہیں۔ گھوڑا گھانس۔ توڑی
بھوسا کھاتا ہے۔ اور وفاداری میں بڑا
جانباز ہے۔ انسان ہزاروں قسم کی
لذیذ سے لذیذ نعمتیں اپنے رب کی دی
ہوئی کھاتا ہے۔ اور وفاداری کے وقت
اس رشتۂ ربوبیت کو کاٹ دیتا ہے۔
گھوڑا میدان کے دن بڑا چست ہوتا ہے
مگر بے وفا انسان کُنُد ہوتا ہے۔ کنود
میں اسی بات کو بیان فرمایا ہے۔
وانّہ لحبّ الخیر لشدید۔ شدید
کے معنے بخیل اور ممسک کے بھی ہیں فلانٌ
شدیدٌ ومتشدّد بولا کرتے ہیں۔ خیر
بمعنی مال۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان ترک خیرن
الوصیۃ پ۲۔ حب کے لغت کے معنے
پُر ہونے اور بھر جانے کے ہیں۔ معنے
آیۃ یہ ہیں۔ کہ دل کے ہر گوشہ میں مال
کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ اور پُر ہوگئی ہے
کہ رب کی وفاداری کے لئے کوئی گوشہ
خالی نہ رہا۔
افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور
وحصّل ما فی الصدور۔ ان ربھم
بھم یومئذٍ لخبیر۔
بعثر کے معنے واذا القبور بعثرت

نمبر۳ میں بیان ہو چکے ہیں۔ بعثر اور بحثر
کے ایک ہی معنے ہیں۔ اور یہ دونوں بعث
اور بحث سے مرکب ہیں۔ جن کے معنے
کُرید نے اور مناقشہ کرنے کے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ من
نوقش عذّب جس کے حساب میں ذرا
بھی کُرید کی گئی۔ وہ عذاب کیا جائے گا۔
ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ مردہ دل
بے وفا جو بنجر قالب میں مقید
ہیں۔ ان کی وفاداری اور بے وفائی
کی جب کُرید ہوگی۔ تو ان کا پرورش کنندہ
ان سے انکی باغیانہ حرکتوں کی خوب
خبر لیگا۔ ل تاکید کے لئے ہے۔ یہ کُرید
حساب کی دنیا میں بھی ہوتی ہے۔ اور
آخرت میں بھی اقترب للناس حسابھم
میں دونوں حساب مراد ہیں۔ بلکہ نبی کی
معرفت دنیوی محاسبہ اقرب ہے۔
پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
انا الحاشر الّذی یحشر الناس
علےٰ قدمی۔

سورۃ القارعہ

القارعۃ۔ قارعہ قرع سے
مشتق ہے۔ قرع کے معنے کسی چیز کو سختی
اور شدت سے بجانے اور مارنے کے
ہیں۔ خوفناک حادثہ اور مصیبت کو بھی
قارعہ اِسی لئے کہتے ہیں۔ قرآن شریف
میں دوسری جگہ فرمایا ہے ولا یزال
الّذین کفروا تصیبھم بما صنعوا
قارعۃ ب۱۳ ع۱۰ معلوم ہوا کہ دنیا کا عذاب
بھی قارعہ ہے۔ اور آخرت کی مصیبت
بھی قارعہ ہے؛

یوم یکون الناس کالفراش
المبثوث۔ فراش۔ ٹڈیاں بلکہ کل پردار
چھوٹے چھوٹے جانور جو چراغ کے گرد
جمع ہو جاتے ہیں۔ مبثوث۔ منتشر۔
بکھرے ہوئے۔

وتکون الجبال کالعھن المنفوش
عھن اُون یا صوف مختلف رنگ کے۔
نَفَش کے معنے دھنکنے کے ہیں۔ منفوش
دُھنکے ہوئے۔ جبال کا اطلاق بڑے
بڑے بادشاہوں پر بھی کیا جاتا ہے۔
آیت میں دونوں قسم کے عذاب اور تباہیوں
کا ذکر ہے۔ جو جنگوں میں ہوتے ہیں۔
اور آخرت میں بھی ہونگے۔ جیسا کہ تصیبھم
بما صنعوا قارعۃ سے واضح ہے۔

فامّہٗ ھاویۃٌ۔ ہاویہ کو اُمّ
کہنے میں یہ مطلب ہے کہ جب تک تربیت
یافتہ نہ ہو ماں سے تعلق رہتا ہے۔ بعد
تربیت پا لینے کے ماں سے علیحدگی ہو جاتی ہے؛

اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد طول مکث کے دوزخی دوزخ سے نکالدیئے جائیں گے۔ ھاویہ طبقے کے بھی نکال دیئے جائیں گے۔ جو سب سے نیچے کا طبقہ ہے اسی لئے وہ طبقہ ہاویہ کہلاتا ہے۔ اُمّ اور ھوئے دونوں ایک جا جمع ہونے سے یہ اشارۃ پائی جاتی ہے۔

نارٌ حامیۃٌ۔ نار، دوزخ اور نار حرب دونوں مراد ہیں۔ حرب کو بھی نار ہی فرمایا ہے۔ کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاھا اللہ۔

سورۃ التکاثر

الھٰکم التکاثر۔ الھا کے معنے کسی چیز سے غافل کر کے دوسری چیز میں مشغول کرنے کے ہیں۔ جیسے فرمایا رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ تکاثر ایک دوسرے پر زیادۃ مال کی حرص کرنا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ من شغلک عن اللہ فھو صنمک

حتّٰی زرتم المقابر۔ صحیحین میں روایت ہے۔ کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور دو چیزیں اس کی جوان رہجاتی ہیں۔ ایک ان میں سے حرص مال ہے ابوہریرہ سے یہ مروی ہے۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ التکاثر پڑھی اور پھر فرمایا۔ بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے۔ یہ میرا مال ہے۔ حالانکہ اس کا مال تو صرف اتنا ہی ہے جو کھالیا وہ تو فنا کر دیا۔ اور جو پہن لیا اس کو پرانا کر دیا۔ اور جو خدا کی راہ میں دے دیا اس کو آگے کے لئے جمع کیا۔ ان تین قسموں کے سوا جو کچھ اور مال ہے وہ تو لوگوں کا ہے۔

لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم۔ ثم لترونھا عین الیقین۔

ان ہر سہ آیات میں یقین کے تین مراتب کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک علم الیقین۔ دوسرا عین الیقین۔ تیسرا حق الیقین۔ دنیا میں بعض اوقات جزا سزا کے ملنے پر آخرۃ کی جزا سزا کا یقین علمی برابر میں ہو جاتا ہے۔

قبر اور برزخ کی جزا سزا عین الیقین کے طور پر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قبر میں جنت یا دوزخ کی طرف سے کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں۔ یوم الحشر کی جزا سزا حق الیقین ہیں جو عین یقین ہیں۔

سُورۃ العصر

والعصر ان الانسان لفی خُسرٍ۔ عصر کے معنے مطلقاً وقت کے ہیں۔ قسم کے طور پر وقت کو اس لئے یاد فرمایا کہ اس کی عظمت اسکا مفید ہونا انسان سوچے انسان کی عمر کا وقت برف کے تاجر کی طرح ہے کہ ہر لمحہ ہر دقیقہ معرض خسران میں پڑا ہوا ہے جس نے چٹ پٹ اس سے فائدہ اٹھا لیا۔ وہ مزے میں رہا۔ عصر کے معنے نچوڑنے کے ہیں۔ اس صورت میں والعصر کے یہ معنے ہیں کہ اسلام سارے ادیان کے حقائق و معارف کا نچوڑ ہے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ

من استوٰے یوماہُ فھو مغبون۔ یعنے جس کے دو دن برابر ہے اور اس نے کوئی ترقی نہ کی یا ان دو دنوں میں کوئی کسبِ خیر نہ کیا۔ وہ گھاٹے میں ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی۔ کہ جب دو صحابی بھی آپس میں ملاقات کرتے تو تذکیر کے طور پر یہ سورہ شریف ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی فرض نماز نہیں۔ سنت الطواف کے سوائے بھی کوئی نفل نماز نہیں۔ اس میں یہ اشارہ ہے۔ کہ

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی اور شریعت نہیں۔

الا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت الخ

ایمان اور عمل صالح کے لئے بعض زمانہ بڑا ہی قابل قدر ہوتا ہے۔

ایمان۔ اعمال صالحہ۔ وصیت بالحق اور وصیت بالصبر جو اسلام کا نچوڑ ہے۔

سورۃ الھُمَزَۃ

ھُمَزَۃ میں تا مبالغہ کے واسطے ہے جیسے علام علامہ ھمزہ کے معنے توڑنے کے ہیں۔ اور لمز کے معنے طعنہ مارنے کے ہیں۔ ہُمزہ لمزہ کے معنے لوگوں کی آبروؤں۔ عزتوں میں طعن و تشنیع کے ذریعہ شکستگی پیدا کرنے کے ہیں۔ ہامز وہ شخص ہے۔ جو روبرو بدگوئی کرے۔ یا آنکھ اور آبرو وغیرہ کے اشارات سے کسی کی تحقیر کرے۔ اور لامز جو پس پشت کسی کی بدگوئی کرے۔ کُلّ کا لفظ جامع ہے۔ ہر قسم کے ہامزین و لامزین پر کسے باشد مسلم ہو یا کافر۔ انبیاء کے اخلاق میں کبھی یہ ضعف پایا نہیں جاتا۔

الّذی جمع مالاً و عدّدہٗ۔
حبّ الدنیا راس کلّ خطیئۃٍ۔
مال کے جمع کرنے کی حرص کو ہر قسم گناہ سے
شدید مناسبت ہے۔ منجملہ ان کے ایک
ہمّازی اور لمّازی بھی ہے۔
وما ادرٰنک ما الحطمۃ حطم
کے لغوی معنے بھی توڑنے ہی کے ہیں۔
زراعت کا غلّہ جو چُورنے کے لئے جانوروں
کے پیروں سے روندا یا جاتا ہے۔ وہ
حطام کہلاتا ہے۔ کما قال اللہ
تعالیٰ لو نشاء لجعلناہ حطامًا
۲۷/۱۵ ہُمزہ اور لُمزہ کی جزا میں بھی سزا
بالمثل کے طور پر اللہ تعالےٰ نے نارِ جہنم
کے طبقہ کا نام حطمہ بیان فرمایا۔
الّتی تطلع علے الافئدۃ۔
انّھا علیھم مؤصدۃ۔ فی عمدٍ
ممدّدۃ۔
جو شخص مال کے جمع کرنے کی
فکروں میں چُور رہتا ہے۔ اس کے
دل پر ذرا ذرا سے نقصان کے وقت
آگ کی لپیٹ کی طرح صدمات شعلہ زن
ہوتے رہتے ہیں۔ اسی دنیا میں ایسا
شخص زندہ در آتش ہوتا ہے۔ اس
دل کی کیفیت کے اعتبار سے آگ کی لپٹ
کی نسبت دل کی طرف تھی۔ آیت نمبر ۸ میں

مؤصدۃ کے لفظ میں یہ ارشاد فرمایا
کہ دنیا کی راحتوں اور آرام کے دروازے
بھی باوجود مال و دولت کے ہونے کے
ان لوگوں پر بند ہوتے ہیں۔ فی عمدٍ
ممدّدۃ لمبی لمبی امیدوں میں مبتلا
ہو کر اس عذاب کا مزہ دنیا میں ہی چکھتے
رہتے ہیں۔ اور یہی عذاب آگ کا دنیا
سے وہ آخرت میں اپنے ساتھ لے
جاتے ہیں ÷
اِس سورۂ شریف میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دشمنوں اور
نکتہ چینیوں کو جو مکہ میں تھے۔ آگاہ کیا
ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے
یہ مال و منال جو تم نے آنحضرت صلے
اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مخالفت کے لئے
جمع کئے ہوئے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ
یہ تمہارے پاس ہمیشہ رہیں گے۔ اور
تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کام نہ آئینگے۔
اور تم ہلاک ہو کر خطرناک عذاب میں
مبتلاء ہو جاؤ گے۔ اور عام طور پر
دوسروں کی حقارت۔ نکتہ چینی اور عیب
بینی سے منع کیا۔ کہ بالآخر یہ خصائل
بد انسان کو ہلاکت کے کنوئیں میں گرا
دیتی ہیں۔ مخالفین مکہ آخر اس پیشگوئی
کے موافق مبتلائے عذاب ہوئے اور ان کے اموال

سورۃ الفیل

الم تر۔ الم تر کے معنے الم تعلم کے ہیں۔ کیونکہ اصحاب فیل کا واقعہ متواتر بیان سے ایسا معتبر و مشہور تھا۔ کہ رویت اور علم کا حکم رکھتا تھا جس سال اصحاب فیل تباہ ہوئے اُسی سال پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے آپؐ کی ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی آپؐ کی ولادت باسعادت کے لئے اصحٰب الفیل کا واقعہ بطور توطیہ و تمہید کے تھا۔ کیف فعل ربّک فرما کر ربوبیّت کے لفظ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تسلی فرمائی۔ کہ آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی جبکہ آپؐ کے ربّ نے آپؐ کی خاطر اس قسم کی صیانت کی ہے کہ ایک بادشاہ کے زبردست لشکر کو ہلاک کر دیا۔ تو کیا وہ ربوبیّت جبکہ آپؐ پیدا ہو چکے ہیں۔ تو آپؐ سے اب الگ ہو سکتی ہے۔

الم یجعل کیدھم فی تضلیل تضلیل کے معنے تدبیر کے اکارت ہونے کے ہیں۔ کما قال تعالیٰ اضلّ اعمالھم ۲۶ / ۱۳ سورۃ محمد کی اس آیت اور آیت باب دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

وارسل علیھم طیراً ابابیل ابابیل کے معنے جھنڈ کے جھنڈ۔ یہ لفظ جمع ہے۔ واحد اس کا نہیں ہوتا۔ بعضوں نے ابول۔ اِبّیال اور اِبالہ اس کا واحد قرار دیا ہے۔ غرضیکہ ابابیل کے معنے پرے باندھ کر قطار در قطار آنیوالے جانوروں کے ہیں۔ عرب کہا کرتے ہیں۔ جاءت الخیل ابابیل من ھٰھنا ومن ھٰھنا یعنے گھوڑوں کا لشکر قطار باندھ کر اِس طرف سے اور اُس طرف سے آ پہنچا۔

من سجّیل۔ سجیّل کے معنے سخت کنکری کے ہیں۔ سنگ اور گل سے اس لفظ کو مرکب جنھوں نے کہا ہے۔ غلطی کی ہے عربی جیسے وسیع اور بامعنی زبان کو اس طور پر مرکب کرنے کی کیا ضرورت جس مقام پر یہ لشکر ہلاک ہوا۔ وہ مزدلفہ اور منا کے درمیان کی جگہ ہے۔ اب بھی حاجی لوگ رمی جمار کے لئے اسی میدان سے کنکریاں چُنکر ساتھ لے آتے۔ اور ان سے رمی جمار کرتے ہیں۔ غالباً علاج فاسد بافسد اس کا مطلب ہو۔ سجّیل اسجال سے مشتق ہے۔ اسجال اور ارسال ایک معنے ہیں۔ بعضوں کی تحقیق ہے۔ کہ جن کفار پر وہ کنکریاں گرتی تھیں ان کو چیچک نکل آتی تھی۔ مفصل بیان کتاب

نور الدین صـ۱۲۹ میں دیکھو۔

کعصف ماکول۔ عصف ماکول کے معنے خوید پس خوردہ کے ہیں چڑیاں ان کی لاشوں کو نوچ کرے جاتیں۔ اور پہاڑوں میں کھاتیں۔

سورۃ القریش

لایلف۔ اُلفت دلانے کیلئے۔

اس گھر کے رب کے ساتھ اُلفت دلانے کے لئے اصحاب الفیل کو اسواسطے قتل کیا گیا۔ اور شکست دیگئی۔ اور خائب وخاسر واپس کیا گیا۔ کہ قریش اور اہل عرب کا یقین تازہ ہو۔ کہ اس گھر کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے۔ اس طرح وہ خدا تعالیٰ کی خالص عبادت میں مشغول ہوں اور قریش جو موسم سرما وگرما میں سفر پر جاتے تھے اور تمام بلاد کے بادشاہ اور تجار ان کی عزت کرتے تھے۔ اس تجارت اور سفر میں فرق نہ آوے بلکہ ان کی عزت اور بھی زیادہ ہو۔

الفھم۔ انکو الفت دلانے کیلئے

رحلۃ الشتآء والصیف۔

سردی اور گرمی کے سفر میں۔

قریش تجارت کے واسطے ہر سال دو سفر کرتے تھے۔ موسم سرما میں افریقہ ہند۔ یمن کی طرف جاتے تھے۔ اور موسم گرما میں شام۔ ایران کی طرف جاتے تھے۔

فلیعبدوا۔ پس چاہیئے۔ کہ عبادت کریں۔ رب ھٰذا البیت۔ اس گھر کے پروردگار کی۔ الّذی جس نے اطعمھم۔ ان کو کھانا کھلایا۔ من جوع بھوک سے۔ وامنھم اور ان کو امن دیا۔ من خوف۔ خوف سے۔

فلیعبدوا ربّ ھٰذا البیت

عبادت اس گھر کے رب کی کی جاتی ہے نہ کہ اس گھر کی۔ اور یہ گھر بطور ایک نشان کے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی برتر اور قادر اور عالم الغیب ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں بڑے بڑے گھر لوگوں نے بنائے۔ اور بڑی بڑی قومیں ان کی امداد میں کھڑی ہوئیں۔ لیکن وہ تباہ ہو گئے۔ اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ اور یہ گھر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق قائم ہے۔ اور اس کے اِردگرد رہنے والے ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہیں۔

سورۃ الماعون

آیت شریف فذٰلک الذی یدع الیتیم میں ف سبب کے لئے ہے۔

کسی کا یتیم کو دھکے دینے کا فعل اس کے لئے مکذب دین ہونے کا سبب ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ذٰلک کا اشارہ تحقیر کے واسطے ہے۔ اور علت حکم کے بتانے کے لئے اور موصول صلہ کے تحقیق کے لئے۔

یحض کے معنے ہیں کہ دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے۔ کہ محتاج کو کھلائے۔ اور دراصل سب کو خدا تعالیٰ کھانا کھلاتا ہے۔

ویل۔ اس وادی کا نام ہے جو دوزخیوں کی پیپ سے بہکر نکلیگی

ساھون کے لفظ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو نمازوں کے اوقات میں تاخیر کرتے ہیں۔ اور ابن عباس اور معصب بن سعد سے روایت ہے کہ ساھون سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو نماز کے تارک ہیں۔ اور وہ منافق ہیں۔ اسی سبب سے کہا گیا۔ کہ یہ سورۃ مکی ہے اور نصف مدنی ہے۔ اور ساہ کے معنے ہیں لہو کیا۔

ریا کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے اچھے عمل لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔

ماعون۔ منفعت کو کہتے ہیں پس اس پانی سے منع کرنا جو بادلوں سے آتا ہے۔ ماعون ہے۔

ماعون سے مراد زکوٰۃ ہے اور صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ ابن مسعود اور ابن عمر کی روایت ہے۔ اور ماعون ایسی متاع کو بھی کہتے ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مانگنے پر دیدیتے ہیں۔ جیساکہ دیگچی اور ڈول اور کلہاڑی اور ایسی اشیاء۔

سورۃ الکوثر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ کوثر اس خیر کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا کی ہے۔

نافع ابن ارزق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ کہ کوثر کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے۔ جو کہ بہشت کے وسط میں ہے۔ اور اس کے ارد گرد موتیوں کے اور یاقوت کے خیمے ہیں۔ اس میں بیویاں اور خدام ہیں:

لفظ کوثر کثرت سے نکلا ہے

اور اس کے معنے ہیں بہت ساری چیز۔ بہت زیادہ۔
ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی ہے۔ کہ کوثر کے معنے ہیں قرآن شریف اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ کوثر اس کا نام ہے جو اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت اور خیر اور قرآن شریف عطا کیا تھا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے کہا۔ کہ اس وحی الٰہی میں نحیرہ سے کیا مراد ہے۔ جس کا حکم خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس سے مراد کوئی قربانی نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اس میں آپکو یہ حکم دیا ہے کہ جب آپ نماز پڑھیں اور اللہ اکبر کہیں۔ تو اس وقت اپنے ہاتھ اُٹھایا کریں۔ اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اٹھائیں تو اسوقت بھی ہاتھ اٹھایا کریں۔
اور ابی الاحوص سے روایت ہے۔ کہ فصلّ لربک وانحر سے یہ مراد ہے۔ کہ اپنی قربانی لے کر قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔
اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فصلّ لربک وانحر میں صلوٰۃ سے مراد فرض نماز ہے۔ اور قربانی سے مراد عید الاضحیٰ کی قربانی ہے۔
اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ نماز سے مراد عید الاضحیٰ کی نماز ہے اور قربانی سے مراد بھی اس عید کی قربانی ہے۔
انّ شانئک ھو الابتر۔
یس بھی دشمن کے بے نسل ہونے کو بہت سی تاکیدوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ بات ضرور ہو جانیوالی ہے۔

سورۃ الکافرون

یاایّھا الکفرون۔ اے کافرو! اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کلمہ کفروا صیغہ ماضی میں ہے اور انقطاع پر دلالت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے یاایھا الکفرون۔ اے کافرو! فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلکہ صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ یہ مخاطب ایسے کافر ہیں کہ صفت کفران کے لازم حال ہو گئی ہے ایسی حالت سے خدا تعالےٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

لا اعبد - میں تمہارے بتوں کی نہ اب پوجا کرتا ہوں - اور نہ آیندہ کروں گا - اس جگہ بتوں کی عبادت کی نفی حرف لا کے ساتھ کی گئی ہے - کیونکہ حرف لا کی نفی حال اور استقبال ہر دو پر مشتمل ہے نہ اب اور نہ آیندہ -

ما تعبدون - جو کچھ تم عبادت کرتے ہو - ما - اسم مبہم ہے - اور مشرکوں کے معبودوں کے ابہام کی طرف اشارہ کرتا ہے - کیونکہ مشرک اپنی خواہش بیجا کے سبب خود اپنے اندر ایک شک و شبہ میں پڑا ہوا ہے - اور ہر روز نیا بت اپنے لئے تراشتا ہے - اور اس کا عقیدہ مکڑی کے جالے کی طرح بودہ اور کمزور ہے -

لکم دینکم - تمہارے لئے پھل اور نتیجہ ہے - اس کا جو کچھ کہ تم عبادت کرتے ہو - شرک ایک قبیح رجس ہے - پس پہلے کفار کے حصے کا ذکر کیا گیا کہ کفار کو غیر اللہ کی پرستش کا حصہ مل رہے گا - توحید سے انحراف اور بتوں کی پرستش کا انجام تم پر ظاہر ہوگا -

سورۃ النصر !!

اذا کے معنے ہیں - جبکہ - جب یہ لفظ جب ماضی پر آوے تو معنے استقبال کے دیتا ہے - اس واسطے اذا جاء کے معنے یہ بھی کئے گئے ہیں - کہ جب آویگی - کیونکہ یہ سورۃ بطور ایک پیشگوئی کے نازل ہوئی تھی - کہ اس وقت تو اسلام تنگی اور تکالیف کی حالت میں ہے - اور سب صحابہ مہاجرین کے دل میں یہ خیال ہے - کہ وہ اپنے وطنوں سے نکالے گئے - اور ان کی تعداد قلیل ہے - اور ان کے دشمن شہر مکہ میں آرام سے ہیں - اور ان پر ہنسی کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں - کہ تم لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر کیا فائدہ حاصل کر لیا - دیکھو ہم نے تم کو شہر مکہ سے بھی نکال دیا ہے - لیکن عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ انکی ساری شیخی کرکری ہو جاویگی - اور ان کے متکبر سب ہلاک ہو جائینگے - اور مکہ کا با عظمت گھر بتوں سے پاک کیا جاویگا - اور اس کے میناروں پر لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا جاویگا - اور کمزور اور ناواقف لوگ جو اس وقت بسبب حجاب کے دین الٰہی میں داخل نہیں ہیں - انکے واسطے وقت آ جائیگا - کہ تمام رکیں دور ہو کر وہ ایک سیلاب کی طرح اسلام کی طرف

دوڑ پڑیں گے اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگ جائینگے۔

افواجًا۔ فوج در فوج۔ پہلے تو کوئی ایک آدھ مسلمان ہوتا تھا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے۔ بعد میں جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ تو زیادہ تعداد ہونے لگی۔ لیکن پھر بھی ترقی زور کے ساتھ نہ تھی۔ یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو گروہوں کے گروہ اور جماعتوں کی جماعتیں دین الٰہی میں داخل ہونے لگیں۔ کیونکہ تمام مشکلات درمیان میں سے اُٹھ گئی تھیں اور حجاب دور ہو چکے تھے۔ اور اکابر مجرم ہلاک ہو چکے تھے۔

فسبّح۔ پس تسبیح کر۔ پس پاکی بیان کر۔

بحمد ربك۔ یعنے اپنے رب کی تعریف کر۔ کہ اس نے اپنی خاص ربوبیّت کے ذریعہ سے تجھے ہر معاملہ میں کامیاب کیا۔ اور فتح اور نصرت عطا کی ہے۔ یہ اسی قادر توانا کا کام ہے۔ کہ ایک یتیم کو دنیا کا بادشاہ بنا دیوے۔ اور ایسی فتح عطا کرے۔ جس کی نظیر دنیا بھر کی تاریخ میں موجود نہ ہو۔

واستغفرہ۔ اور اس سے مغفرت طلب کر۔

غفر کے معنے ہیں ڈھانکنا۔ دبانا تمام انبیاء خدا تعالےٰ سے مغفرت مانگا کرتے تھے۔ اور مغفرت مانگنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ انسان چونکہ کمزور ہے۔ اس کو معلوم نہیں۔ کہ کونسا کام اس کے واسطے بہتری کا ہے۔ اور کونسا نقصان کا کام ہے۔ اور تکلیف کا راستہ ہے۔ پس مغفرت ایک دعا ہے کہ انسان اپنے خدا سے یہہ دعا مانگتا ہے۔ کہ وہ اس کے واسطے نیکی کی راہ پر چلنے کے اسباب مہیّا کرے جن سے وہ بدی سے بچا رہے۔ اور کسی طرح کے حرج اور تکلیف میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ خدا تعالےٰ کے انعام کے حاصل کرنے کے واسطے مغفرت کا طلب کرنا نہایت ضروری ہے۔

سورۃ تبّت

تبّت یدا ابی لهب وتب

ہلاک ہوں ہر دو ہاتھ ابی لہب کے اور ہلاک ہوا وہ۔ ہر دو ہاتھ سے مراد اس کا سارا وجود ہے۔ یا اس کا دین اور دنیا یا اس کی اولاد ہے۔

کیونکہ اس کو نہ دنیا میں کوئی آرام پہنچا اور نہ دین کے معاملہ میں اس کو کوئی کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر طرف سے وہ خائب و خاسر ہی رہا۔

ما اغنیٰ عنہ۔ نہ کفایت کیا اس سے۔ اس کے کسی کام نہ آیا۔ ہیچ دفع نہ کرد ازاو۔

مالہ وما کسب۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا۔ ما کسب جو کچھ اس کی کمائی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد اس کی اولاد ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی چیز اُس کے کام نہ آئی۔ خدا کے عذاب سے نہ اس کو اپنا مال چھڑا سکا۔ اور نہ اس کی اولاد اس کے کسی کام آئی۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ باوجود مالدار ہونے کے اور صاحب اولاد ہونے کے اور قوم کے درمیان معزز ہونے کے اس کی تمام کوششیں جو کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کر رہا ہے۔ سب کی سب اکارت جائیں گی۔ وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہوگا۔ بلکہ ایک نامرادی کی موت مرے گا؂

سیصلیٰ نارًا۔ جلد داخل ہوگا آگ میں۔

نار سے مُراد دو طرح کی آگ ہے، اوّل اسی دنیا میں نامرادی اور ناکامی کے ساتھ ہلاکت کی آگ کہ باوجود رات دن کی جان توڑ کوششوں کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ دن بدن ترقی پکڑتا گیا۔ اور وہ ترقی ہر وقت اس کے دل کو ایک سوزش اور جلن میں ڈالتی تھی۔ اور آخر اس کی موت بھی طاعون سے ہوئی۔ جو ایک عذاب کی موت ہے اور اس دنیا کے عذاب کے ساتھ آخرت کے عذاب کی جو پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس کا سچا ہونا امر اول کے پورا ہو جانے سے ثابت ہوتا ہے۔

ذات لہب۔ شعلوں والی وہ آگ جس سے شعلے نکلتے ہیں۔ اس جگہ لہب کے لفظ میں وہ خوبی ہے کہ خود اس کا نام بھی ابولہب تھا۔ جو کہ اس نے تکبّر اور غرور کے سبب اپنے لئے پسند کیا ہوا تھا۔

وامراتہ حمّالۃ الحطب۔

اور اس کی جورو اٹھانے والی لکڑیوں کی۔ ابولہب کی جورو کا نام ام جمیل تھا۔

حرب کی بیٹی تھی۔ اور ابوسفیان کی بہن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت اور بغض میں اپنے خاوند کی طرح تھی۔ ہمیشہ آپؐ کو دکھ دینے کے درپے رہتی تھی۔ اس آیت شریف میں اس کے خاوند کا نام ابولہب اور اس کا نام حمّالۃ الحطب ایک عجیب صنعت ہے جو اپنے اندر حقیقی اور لطیف معانی رکھتے ہیں۔ اس کے خاوند کی عادت تھی۔ کہ لوگوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف جنگ وجدال پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ لہب سے مراد شعلۂ آتش جنگ ہے ابولہب وہ شخص ہے۔ جو جنگ پر لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہے۔ حمّالۃ الحطب۔ لکڑیوں کے اٹھانے والی وہ ہے جو اُس شعلہ کو بھڑکانے کے واسطے اس میں ایندھن ڈالتی رہتی ہے۔ اس عورت کی عادت تھی۔ کہ ہر جگہ جھوٹی باتیں بناکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف مخالفت کی آگ کو بھڑکاتی رہتی تھی۔ سخن چینی کے ذریعہ سے مخالفت کی آگ کا بھڑکانا اس کا پیشہ تھا۔ اور اسی آگ میں وہ خود بھی بمعہ اپنے خاوند کے ہلاک ہوئی۔

فی جیدھا۔ اس کی گردن میں۔ جید بمعنے گردن۔

حبلٌ۔ رسّی۔

مسد۔ بٹی ہوئی۔ کسی قسم کی بٹی ہوئی رسّی۔ پوست کھجور کی ہو۔ یا چمڑے کی ہو یا لوہے کی ہو۔ غرض بٹی ہوئی ہو۔ ہر قسم کی بٹی ہوئی رسّی کو مسد کہتے ہیں۔

یہ اس عورت کی صورت ظاہری کا نقشہ ہے۔ جبکہ وہ جنگل سے کانٹے وغیرہ اکٹھے کرکے لاتی۔ تاکہ حضرتؐ کی راہ میں بچھادے۔ تو اُن کا گٹھا رسّی سے باندھ کر پشت پر رکھتی۔ اور رسّی اس کی گردن میں سے ہوکر اس کو پکڑے ہوئے ہوتی۔ وہی کانٹے اور وہی رسّیاں بالآخر اس کے واسطے ہلاکت کا موجب ہوئیں۔

اس سورۂ شریف میں کفار کے سرداروں میں سے ایک کو لیا گیا ہے اور نام ذکر کیا گیا ہے۔ مگر دراصل اس میں تمام کفار کے سرداروں کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے

سے بڑھ کر ہاتھ بڑھاتے تھے
خدا تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کیا۔
اور دین و دنیا میں خائب و خاسر
کر دیا۔

سورۂ اخلاص

ھو۔ ھو بھی اللہ تعالیٰ کا
نام ہے۔ توریت میں زیادہ تر یہی
نام خدا تعالیٰ کا آتا ہے۔ عبرانی میں
اس کا ترجمہ لفظ یہوواہ سے کیا
جاتا ہے۔

اَحَدٌ۔ احد کے معنے ہیں
ایک۔ اکیلا۔ ایک ہی۔ عربی زبان
میں واحد کے معنے بھی ایک ہیں۔
اور احد کے معنے بھی ایک ہیں۔
لیکن یہ اس پاک زبان کے عجائبات
میں سے ہے۔ کہ لفظ احد صرف
اللہ تعالیٰ کے صفات میں بیان
ہوتا ہے۔ اور خدا کے سوائے
دوسرے کی صفت میں کبھی بولا نہیں
جاتا۔ پھر ایک فرق واحد اور احد
میں یہ ہے۔ کہ جہاں واحد کا لفظ
بولا جاوے۔ وہاں سمجھا جاتا ہے
کہ ایک کے بعد دوسرا اور تیسرا
بھی ہے۔ لیکن احد کے بعد دوسرا
کوئی نہیں سمجھا جا سکتا۔

اللہ۔ یہ نام خدا کیواسطے
عربی زبان میں اسم ذات ہے۔ خدا
تعالیٰ کا خاص نام ہے۔ جو صرف
اسی کی ذات پر بولا جاتا ہے دوسری
کسی زبان میں خدا تعالیٰ کیواسطے
کوئی ایسا خاص نام نہیں جو صرف
اللہ تعالیٰ کے واسطے بولا جاتا ہو۔
اور ایک مفرد لفظ ہو۔ اور کسی دوسرے
کے واسطے کبھی استعمال نہ ہوتا ہو۔

اللہ الصمد۔ صمد وہ ہے
جس کے سامنے لوگ اپنی حاجتیں
پیش کرتے ہیں۔ اس صورت میں
صمد بمعنے مصمود ہے۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ کسی کا
محتاج نہیں۔ سب اس کے محتاج ہیں۔
وہ کسی کا مخلوق نہیں۔ سب اسکی مخلوق
ہیں۔ سب کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے
وہ سب کی کیفیت جانتا ہے۔ کوئی اس
کی کیفیت کا عالم نہیں۔ وہ سب پر
احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کسی کا احاطہ
اس پر نہیں۔ سب کا مالک ہے۔ اور
سب اس کے مملوک ہیں۔

لم یلد و لم یولد۔ نہ وہ جنتا
ہے اور نہ جنا گیا ہے۔ نہ اس کا کوئی

ولد ہے۔ اور نہ وہ کسی کا ولد ہے اس
آیت شریفہ میں ان تمام مذاہب باطلہ
کا بالخصوص رد ہے۔ جن میں اللہ تعالٰے
کے بیٹے اور اولاد مانی جاتی ہے

ولم یکن لہ کفوًا احد۔
اور نہ اس کے واسطے کوئی کفو ہے
کفو کے لغوی معنے ہیں بنظیر اور مثل۔
عرب میں بولا کرتے ہیں ھٰذا کفوک
اے نظیرک یہ تیری کفو ہے۔ حضرت
ابن عباس فرماتے ہیں۔ لیس لہ کفوا
ولا مثل۔ مجاہد کا قول ہے۔ کہ کفو
سے مراد صاحبہ یعنی عورت ہے ؛

سورۃ الفلق

فلق۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ
پھٹ کر پیدا ہو۔ جیسا کہ دانہ جو زمین
میں بویا جاتا ہے۔ اور جب اس کو نمی پہنچتی
ہے۔ تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ اور اس
میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہوتا ہے
ایسا ہی فلق صبح کو بھی کہتے ہیں کہ رات
کی تاریکی پھٹ جاتی ہے۔ اور اس
میں سے صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔

قل اعوذ برب الفلق۔ کہ میں
پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار فلق کے
پناہ مانگ اس رب کے حضور میں جو صبح
کا رب اور خالق اور مدبر ہے۔ اور اس
کے چڑھانے والا ہے۔ جب چاہے
اور جس کے لئے اس میں صلاحیت
دیکھے ؛

من شر ما خلق۔ جو کچھ
خدا نے پیدا کیا۔ اس کے شر سے۔ یعنی
تمام پیدائش الٰہی میں جو اشیاء انسان
کے واسطے مضر اور خراب اور تکلیف
دہ ہیں۔ ان سب سے اللہ تعالٰے
کے حضور میں پناہ چاہتا ہے۔

بعض کا قول ہے۔ کہ شر ما
خلق سے مراد شیطان ہے۔ کیونکہ
اس سے بڑھ کر کوئی شے انسان کے
واسطے موجب شر اور دکھ اور تکلیف
نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شر
ما خلق سے مراد جہنم ہے۔

غاسق۔ اندھیرا کرنے والا
ہر ایک چیز جو تاریکی اور ظلمت
پیدا کرے۔ ہر ایک چیز جو انسان کو ظلمت
روحانی یا جسمانی میں ڈالے اس کو
غاسق کہتے ہیں ؛

وقب۔ کے معنے ہیں چھپ
گیا۔ وقب کے اصلی معنے ہیں کسی شے
میں داخل ہونا۔ ایسا کہ وہ نظر سے
غائب ہو جاوے۔

النّفّٰثٰت فی العقد۔ گرہوں میں پھونکنے والیاں۔ گرہ میں پھونکنا اور گرہ دینا ایک محاورہ ہے جس کے معنے ہیں کسی کام میں رُکاوٹ ڈالنے کے واسطے کوشش کرنا۔ پس ایسے خفیہ شریر لوگوں کی شرارت سے بچا رہنے کے واسطے اللہ تعالےٰ کے حضور میں ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیئے:

حاسد۔ وہ ہے جو یہ خواہش کرے۔ کہ دوسرے کے پاس جو عمدہ شے ہے وہ اس کو مل جاوے۔ بسا اوقات اس حسد میں اس شخص کو نقصان پہنچانے کی بھی خواہش اور کوشش کرتا ہے۔ جس کو اس نعمت کا مالک دیکھتا ہے۔

لفظ حاسد کو اس جگہ نکرہ رکھا ہے۔ معرفہ نہیں رکھا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ حسد ہمیشہ بُرا نہیں ہوتا بلکہ اگر نیکیوں کے حصول کے واسطے حسد کیا جائے۔ تو وہ حسد محمود ہے مفاسد خود تاریکی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یا مخالف دشمن لوگ شرارت کے ساتھ تاریکی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

سُورۃ النّاس

اس سورۃ شریف میں اللہ تعالےٰ کی تین صفتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ رب۔ ملک۔ الٰہ اور پھر ان ہرسہ صفات کے اس پرتوہ کی طرف بالخصوص اشارہ کیا گیا ہے جو کہ انسان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے:

اِس دُعا میں انسان اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے خدا کے ساتھ اس تعلق کو یاد کرتا ہے۔ کہ اے خدا تو ہی میرا پرورش کنندہ ہے اور تو ہی میرا بادشاہ ہے۔ اور تو ہی میرا معبود ہے۔ پس میں تیرے ہی حضور میں اپنی یہ درخواست پیش کرتا ہوں۔ کہ نیکی کے حصول کے بعد جو انسان کے دل میں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں۔ کہ اس کو نیکی سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان خیالات کے شر سے مجھے بچا:

سورۃ النّاس قرآن شریف کی سب سے آخری سورۃ ہے۔ اور اس کا مضمون آخری زمانہ میں ایک بڑے فتنہ سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگنے کا حکم

دیتا ہے۔ وہ فتنہ خنّاس کا ہے
جو کہ لوگوں کے دلوں میں قسما قسم کے
وساوس ڈالکران کو پیچھے ہٹانے
کی کوشش کریگا؛

یہ سورۂ شریف قرآن شریف
میں سب سے آخری دعا ہے کہ اے
اللہ تعالیٰ یہ قرآن جس کے پڑھنے کی
تونے ہم کو توفیق دی ہے۔ اب ایسا
کر ہمارے دل اس پر ایمان کے
واسطے ایسے پختہ رہیں۔ کہ اس
کلام کے متعلق کوئی وسوسہ اور بدخیال
کبھی ہمارے دل میں نہ آنے پائے
اور ہم اس پر عمل کریں۔ اور تیری نیک
بندوں میں شامل ہوجائیں۔ قرآن
شریف کے ذریعہ سے رحمٰن خدا نے
کس قدر رحمت دنیا پر نازل فرمائی۔ تمام
احکام شرعیہ۔ گذشتہ بزرگوں کی
نیک مثالیں طریق دُعا۔ غرض ہر
شے ضروری کی تعلیم دی گئی ہے؛

